ڈیوڈ کاپر فیلڈ

(جلد دوم)

چارلس ڈکنس

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی

ڈیوڈ کاپر فیلڈ

(جلد دوم)

مصنف

چارلس ڈکنس

مترجم

فضلِ حسنین

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت : 2012
تعداد : 550
قیمت : -/170 روپے
سلسلۂ مطبوعات : 1575

DAVID COPPERFIELD

Charles Dickens

Translated by

Fazle Hasnain

ISBN: 978-81-7587-750-4

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبۂ فروخت: ویسٹ بلاک-8 آر۔کے۔پورم، نئی دہلی-110066
فون نمبر: 26109746، فیکس: 26108159
ای۔میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in
طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈز، جامع مسجد دہلی۔110 006
اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho (Top) کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی، بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب ساری دنیا میں پھیل گئے

ہیں۔کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ تنقیدیں اور دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم وفنون کی جو کتابیں شائع کی ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔کونسل نے ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین

ڈائرکٹر

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ
29	اسٹیرفورتھ کے گھر، دوبارہ	517
30	ایک صدمہ	528
31	اس سے بھی بڑا صدمہ	540
32	ایک طویل سفر کا آغاز	553
33	مسرتوں میں مگن	578
34	دادی مجھے حیرت میں ڈال دیتی ہیں	601
35	افسردگی	613
36	ولولہ	641
37	خوشیوں پر پانی پھرنا	663
38	ساجھے داری کی منسوخی	674
39	وک فیلڈ اور ہیپ	697
40	آوارہ گرد	724
41	ڈورا کی پھوپھیاں	736
42	شرارت	758
43	گذرے زمانے پر پھر ایک نظر	786
44	ہماری گھر گرہستی	797
45	مسٹر ڈک دادی کی پیشین گوئی سچ ثابت کرتے ہیں	818

46	ذہانت	840
47	مارتھا	859
48	خانگی	874
49	میں راز میں ملوث ہو جاتا ہوں	890
50	مسٹر پیگٹی کا خواب سچ ثابت ہوتا ہے	906
51	ایک طویل تر سفر کا آغاز	919
52	میں دھماکے میں مدد کرتا ہوں	943
53	گذرے زمانے پر پھر ایک نظر	974
54	مسٹر مکابر کے اقرار نامے	982
55	طوفان	1003
56	نئے اور پرانے زخم	1019
57	مہاجرین	1028
58	غیر حاضری	1043
59	واپسی	1052
60	ایگنیز	1075
61	مجھے دو دلچسپ قیدی دکھائے گئے	1088
62	میری زندگی میں روشنی کا ظہور	1105
63	ایک ملاقاتی	1117
64	گذرے زمانے پر آخری بار ایک نظر	1128

عرضِ مترجم

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی فرمائش پر میں نے انگریزی ناول ''ڈیوڈ کاپرفیلڈ'' کا اردو ترجمہ اگست 2002 میں مکمل کردیا تھا۔قومی کونسل نے 516 صفحات پر مشتمل ناول کی پہلی جلد اگست 2005 میں شائع کی لیکن دوسری (آخری) جلد بوجوہ خاصی تاخیر سے شائع ہورہی ہے۔ویسے چارلس ڈکنس کے دیگر ناولوں کی طرح یہ ناول بھی اولاً اخبار میں قسطوں میں ہی شائع ہوا تھا۔کسی ناول کے دوحصوں کی اشاعت کے درمیان طویل وقفے کی اور بھی مثالیں ملتی ہیں۔ سروانٹس کے شہرۂ آفاق ناول ''ڈان کوئکزوٹ'' کا دوسرا حصہ دس برس بعد شائع ہوا۔

میں نے حتی الامکان انگریزی نثر کے مزاج اور اسلوب کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے اردو میں پوری طرح ڈھال دینے کی کوشش کی ہے۔قارئین کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے ناول میں کرداروں اور مقامات وغیرہ کے نام پہلی بار آنے پر انگریزی میں بھی درج کردیے گئے ہیں اور بعض جگہ وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

ناول کے جلد اول کو قارئین کرام نے بہت سراہا۔امید ہے کہ جلد دوم کو بھی اسی طرح پسند کریں گے۔

سب سے پہلے میں پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے

اس ناول کا ترجمہ کرنے کے لیے میرا نام تجویز کیا اور اس کام میں میری مدد بھی کی۔

ادارے کے ڈائرکٹر ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ صاحب کا بھی شکریہ، جنھوں نے ایسے اہم کام کی ذمے داری مجھے سونپی۔

کتاب کی اشاعت میں تعاون کے لیے پرنسپل پبلیکیشن آفیسر نسیم احمد صاحب اور ریسرچ آفیسر مسرت جہاں صاحبہ کے ساتھ ساتھ کمپوزر ریاض احمد صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

فضلِ حسنین

اے/7، پترکار کالونی، اشوک نگر

الہ آباد۔211001

باب 29

اسٹیر فورتھ کے گھر، دوبارہ

صبح کو میں نے مسٹر اسپنلو سے ذکر کیا کہ میں کچھ دنوں کی رخصت لینا چاہتا ہوں اور چونکہ مجھے کسی قسم کی تنخواہ نہیں ملتی اس لیے میرے چھٹی لینے پر سنگدل جورکنس کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا، اور اس میں کوئی دقت نہیں تھی۔ میں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے سر جھکا کر پھنسی پھنسی آواز سے امید ظاہر کی کہ مس اسپنلو (ڈورا) خیریت سے ہوں گی۔ مسٹر اسپنلو نے کسی خاص جذبے کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے بس اسی انداز میں جواب دیا جیسے وہ کسی عام انسان سے بات کر رہے ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے خلوص کے لیے وہ شکر گذار ہیں اور ڈورا بالکل ٹھیک ہیں۔

ہم (جو پراکٹرز کا کام سیکھ رہے تھے) طبقۂ امرا کے رکن کی طرح سمجھے جاتے تھے اور ہمیں اتنی اہمیت دی جاتی تھی کہ میں تقریباً ہمیشہ ہی اپنی مرضی کا آپ مالک ہوتا تھا۔ میں نے دوپہر ایک یا دو بجے تک ہائی گیٹ جانے میں کوئی حرج نہ سمجھا اور ہمارا ایک اور مقدمہ دوسری عدالت میں اسی صبح ہونا تھا، وہاں میں نے بڑی خوشی سے مسٹر اسپنلو کے ساتھ دو گھنٹے کا وقت گذارا۔ یہ مقدمہ گرجا گھر کے دو چوکیداروں کے مابین تھا جن میں سے ایک پر الزام تھا کہ اس نے دوسرے کو ایک پمپ پر دھکا دے دیا تھا جس کا ہنڈل مدرسے کے مرکزی دارالاقامہ سے لگتا تھا۔ دارالاقامہ گرجا گھر کی دورخی ڈھلواں چھت کے بالائی تکونے حصے کے نیچے تھا اس لیے اس دھکے کو کلیسا سے

متعلق جرم گردانا گیا تھا۔ یہ بڑا دلچسپ مقدمہ تھا۔ کوچ کے ''بکس'' پر بیٹھے بیٹھے اس مقدمے کے بارے میں اور مسٹر اسپنلو نے جو کہا تھا کہ کامنس کو چھو بھر لو بس کباڑ انکل جائے گا، سوچتے سوچتے میں ہائی گیٹ پہنچ گیا۔

اسٹیر فورتھ کی ماں مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور روز اڈارٹل بھی اسی طرح خوش ہوئیں۔ یہ دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرت کا احساس ہوا کہ لٹیمر وہاں موجود نہیں تھا اور آج ہم لوگوں کی خدمت میں ایک نوعمر شائستہ خادمہ تھی جس نے اپنی ٹوپی میں نیلا فیتہ باندھ رکھا تھا اور اس کی آنکھیں اس بھلے مانس لٹیمر کی آنکھوں کی بہ نسبت بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ لیکن جو بات میں نے خصوصی طور سے وہاں پہنچنے کے آدھ گھنٹے سے بھی کم عرصے میں محسوس کی وہ یہ تھی کہ مس ڈارٹل مجھ پر بڑی گہری نظر رکھے ہوئے تھیں اور ان کا دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میرے چہرے کا موازنہ اسٹیر فورتھ کے چہرے سے کرتی ہوں اور اسٹیر فورتھ کے چہرے کا میرے چہرے سے اور ان دونوں میں فرق جاننے کی مشتاق ہوں۔ وہ اتنی مستعدی سے ایسا کر رہی تھیں کہ جب میں ان کی طرف دیکھتا تو ان کا بے قرار چہرہ اور ان کی متلاشی سیاہ آنکھیں اور ابرو میری طرف ہوتے، اس کے بعد تیزی سے وہ میری طرف سے اسٹیر فورتھ کی جانب گھوم جاتیں پھر بیک وقت ہم دونوں کے چہرے کا جائزہ لے رہی ہوتیں۔ اس باریک چھان بین کے دوران وہ عجیب پس وپیش میں رہتیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ میں انھیں ایسا کرتے دیکھ رہا ہوں تو وہ اپنی تیز تیز نظریں میرے چہرے پر گاڑ دیتیں۔ پاک صاف جیسا کہ میں تھا اور جانتا تھا کہ مجھ میں اس طرح کا کوئی عیب نہیں ہے جس کے لیے وہ شک کر رہی ہوں، میں ان کی اجنبی اور حیرت انگیز آنکھوں اور ان بھوکی آنکھوں کی چمک کی تاب نہ لا کر بالکل ٹھٹھک کر رہ جاتا۔

سارا دن مجھے یوں لگا کہ جیسے وہ پورے گھر میں سرایت کر گئی ہوں۔ اگر میں اسٹیر فورتھ سے اس کے کمرے میں بات کر رہا ہوتا تو کمرے کے باہر چھوٹی راہ داری میں ان کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دیتی۔ جب میں اور اسٹیر فورتھ گھر کے پیچھے لان میں بیٹھے اپنی اسکول کے زمانے کی باتوں میں مشغول تھے تو میں نے کھڑکی سے دیکھا کہ ان کا چہرہ ہمارا معائنہ کر رہا تھا۔ گھومتی روشنی کی طرح جب تک وہ چہرہ کسی ایک چہرے پر مرکوز نہ ہو گیا، وہ ہمیں دیکھتی رہیں۔

جب سہ پہر میں ہم چاروں ٹہلنے کے لیے نکلے تو انھوں نے اپنا دبلا پتلا ہاتھ میرے بازو پر یوں رکھ دیا گویا وہ کوئی اسپرنگ ہو جس سے انھوں نے مجھے پیچھے روک رکھا ہو۔

جب اسٹیر فورتھ اپنی ماں کے ساتھ اتنا آگے بڑھ گیا کہ وہ دونوں ہماری باتیں نہ سن پائیں تو وہ مجھ سے گویا ہوئیں:

''آپ بہت دن سے یہاں نہیں آئے تھے۔ کیا آپ کا کام واقعی اتنا بھاری اور مشغولیت والا اور دلچسپ ہے کہ آپ کا دھیان بس اسی میں لگا رہتا ہے؟ میں اس لیے پوچھتی ہوں کہ میری یہی تمنا ہے کہ جن باتوں کے بارے میں میں نہیں جانتی ان کے بارے میں جان سکوں۔ کیا واقعی آپ کا کام بہت زیادہ ہے؟''

میں نے جواب دیا، میں اپنے پیشے کو بہت پسند کرتا ہوں لیکن میں اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا کام بہت بوجھل ہے۔

''اچھا! یہ جان کر مجھے خوشی ہوئی کیونکہ مجھے یہ بات بہت اچھی لگتی ہے کہ میری غلطی کی اصلاح ہو جائے اگر میں کوئی غلط بات کر رہی ہوں۔'' روز اڈارٹل نے فرمایا۔ ''آپ کا مطلب ہے کہ آپ کا پیشہ کچھ خشک قسم کا ہے، شاید۔''

''جی ہاں! شاید یہ کچھ خشک قسم کا تو ہے۔''

''اچھا! یہ وجہ ہے جو آپ کچھ راحت اور تبدیلی چاہتے رہتے ہیں۔ جوش اور گرمی لانے کے لیے؟'' انھوں نے کہا۔ ''واہ، بالکل صحیح بات ہے لیکن کیا یہ کچھ اس لیے نامناسب نہیں؟ سمجھے آپ، میرا مطلب آپ سے نہیں، کسی اور سے ہے۔''

انھوں نے اس طرف اشارہ کیا جہاں اسٹیر فورتھ اپنی ماں کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا اور ماں اس کے بازو پر جھکی ہوئی تھیں۔ اب میں بالکل سمجھ چکا تھا کہ مس ڈارٹل کا مطلب کیا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ میری سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا اور میرا خیال ہے میں ایسا ہی لگ بھی رہا تھا، بالکل الجھاؤ میں گرفتار۔

''کیا ایسا نہیں ہے کہ... دیکھیے میں یہ نہیں کہہ رہی کہ ایسا ہے... میں تو صرف جاننا چاہتی ہوں...'' انھوں نے فرمایا۔ ''میں تو صرف جاننا چاہتی ہوں کہ یہ کام کیا بے چارے اسٹیر فورتھ کو

بالکل ہی مصروف نہیں رکھتا؟ کیا اس کی بنا پر وہ کام سے کچھ زیادہ لاپروائی برتنے پر مجبور ہے، اپنی...دل و جان سے چاہنے والی کی طرف...'' انھوں نے ایک مختصر نگاہ اسٹیر فورتھ اور اس کی ماں پر ڈالی، ایسی نگاہ جو گویا میرے عمیق ترین خیالات کو پڑھنے پر قادر تھی۔

''مس ڈارٹل، برائے مہربانی یہ نہ سوچیے۔''

''میں! نہ۔ سوچتی نہیں۔'' انھوں نے جلدی سے کہا۔ ''افوہ پیارے صاحب زادے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں سوچتی ہوں! نہیں میں ان پر شک نہیں کرتی۔ میں صرف ایک سوال پوچھتی ہوں۔ میں اپنی کوئی رائے نہیں ظاہر کرتی۔ آپ جو مجھے بتائیں گے، اس کے مطابق میں اپنی رائے قائم کروں گی۔ تو ایسی بات نہیں ہے؟ ٹھیک ہے! یہ جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔''

''ایسا بالکل نہیں۔'' میں نے کچھ فکرمندی سے کہا۔ ''اسٹیر فورتھ کے اتنے طویل عرصے تک گھر سے دور رہنے کے لیے میں ذمہ دار ہوں۔ اگر وہ گھر سے دور رہا ہے...لیکن میں اس وقت تک جس بات سے واقف نہ تھا۔ اب جب تک کہ میں آپ سے معلوم نہ کرلوں میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ گھر سے دور رہا ہے۔ میں نے گذشتہ شب سے پہلے بہت دن سے اسے دیکھا نہیں ہے۔''

''نہیں دیکھا؟ کبھی نہیں؟

''بالکل مس ڈارٹل۔ میری اس سے بالکل ملاقات نہیں ہوئی۔''

میں نے دیکھا کہ ان کا چہرہ اور تیور تیز اور زرد سے ہو گئے۔ اور ان کے پرانے زخم کا نشان بڑھ کر ان کے بدنما ہونٹ تک پہنچ گیا اور پھر نچلے ہونٹ تک پہنچتے ہوئے چہرے کے نیچے تک چلا گیا۔ مجھے کچھ کراہت سی محسوس ہونے لگی۔ ان کی آنکھوں کی چمک نے بھی مجھے کراہت ہونے لگی۔ انھوں نے مجھ پر نظر گڑاتے ہوئے کہا:

''اسٹیر فورتھ کام کیا کرتا ہے؟''

میں نے حیران ہو کر یہ الفاظ دہرائے۔ ''کام کیا کرتا ہے؟''

''ہاں، وہ کام کیا کرتا ہے؟'' انھوں نے یہ جملہ کچھ اس انداز میں کہا جیسے وہ آگ میں جل رہی ہوں۔ یہ شخص کون سا کام کر رہا ہے اور کس کا معاون ہے؟ اس کی نگاہوں میں مجھے صرف ایسا جھوٹ نظر آتا ہے جس کے معنی معلوم کرنا غیر ممکن ہے۔ آپ اس کے شریف اور وفادار دوست

ہیں۔ میں آپ سے یہ نہیں کہہ رہی ہوں کہ آپ اس سے غداری کریں۔ میں آپ سے صرف یہ کہتی ہوں کہ آپ یہ بتا دیں کہ کیا یہ غصہ ہے، نفرت ہے، غرور ہے، بے قراری ہے، وحشی پن ہے، عشق ہے، یہ کیا ہے جو اسے اس راہ پر چلا رہا ہے؟''

''مس ڈارٹل۔ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ میں اسٹیر فورتھ کے بارے میں اس سے کچھ مختلف جانتا ہوں جتنا کہ میں اس وقت جانتا تھا جب میں یہاں پہلی بار آیا تھا۔ میں کسی بھی طرح کی کوئی بات نہیں سوچ سکتا۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے۔ میں ٹھیک سے سمجھ بھی نہیں پا رہا ہوں کہ آپ کی باتوں کا اصل مطلب کیا ہے۔''

وہ اب بھی مجھ پر نظریں گڑائے ہوئے تھیں۔ میرا دل دھڑکنے لگا اور میں ان کے زخم کے نشان میں درد کی ٹیک کے احساس سے اپنے ذہن کو آزاد نہ کرا سکا اور انھوں نے اپنے ہونٹ حقارت کے انداز میں سکوڑے جیسے انھوں نے میری بات کو حقیر بنا دیا ہو۔ پھر انھوں نے جلدی سے اپنا ہاتھ اپنے ہونٹ پر رکھ لیا ـــــ اتنا پتلا اور نازک ہاتھ، کہ جب میں نے آگ کے پاس اس سے ان کو اپنا چہرہ ڈھکتے دیکھا تو خیالوں میں اس کا موازنہ کاغذی چینی کے برتن سے کیا تھا۔ میں نے بے تحاشا کہا۔ ''میں رازداری کی قسم کھاتا ہوں۔ آپ کی بات مجھ سے باہر نہ جائے گی۔'' اس کے علاوہ اور ایک لفظ میرے منھ سے نہ نکلا۔

مسز اسٹیر فورتھ اپنے بیٹے کا ساتھ پا کر بہت خوش تھیں اور اسٹیر فورتھ اس موقعے پر خصوصی طور سے ان کی تعظیم کر رہا تھا اور ان پر توجہ دے رہا تھا۔ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے بہت اچھا لگتا، صرف ان دونوں میں ایک دوسرے کے تئیں محبت دیکھ کر ہی نہیں بلکہ ان دونوں میں ذاتی مماثلت دیکھ کر کہ اسٹیر فورتھ میں جتنی خود پسندی اور جوش و خروش تھا، عمر اور جنس کے حساب سے اس کی ماں میں اتنی ہی شائستگی اور وقار تھا۔ میرے ذہن میں بار بار خیال آتا رہا کہ یہ بہت اچھی بات تھی کہ ان دونوں کے درمیان کبھی کسی معاملے پر گہرا اختلاف نہیں ہوا۔ یا اس طرح دو الگ الگ مزاج ـــــ بلکہ میں اسے یوں کہوں گا، ایک ہی مزاج کے دو الگ الگ رنگ ـــــ کسی اختلاف کو ختم کرنے میں اس سے زیادہ مشکل محسوس کرتے جتنا کہ دو انتہائی مختلف مزاج کے لوگ محسوس کرتے ہیں۔ یہ خیال میرے ذہن میں اپنے آپ ہی نہیں آ گیا۔ مجھے اس کا اعتراف کرنا ہی چاہیے کہ روزا ڈارٹل

کی ان باتوں سے یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔

انھوں نے کھانے کے دوران کہا۔

''افوہ، کوئی مجھے یہ بتا دے کیونکہ میں دن بھر یہی سوچتی رہی ہوں اور میں یہ جاننا چاہتی ہوں۔''

''تم کیا جاننا چاہتی ہو، روزا؟'' مسز اسٹیر فورتھ نے پوچھا۔ ''خدا کے لیے اتنی پراسرار نہ بنو۔''

''پراسرار! انھوں نے بے ساختہ کہا۔ ''اوہ، واقعی آپ مجھے پراسرار سمجھتی ہیں؟''

''کیا میں تم سے برابر کہتی رہتی ہوں۔'' مسز اسٹیر فورتھ نے کہا۔ ''صاف صاف بات کیا کرو، فطری انداز میں بولو، چبا چبا کر بات نہ کرو۔''

''اچھا تو میرا انداز فطری نہیں ہے؟'' انھوں نے کہا۔ ''تب تو آپ کو مجھے معاف ہی کرنا ہوگا کیونکہ میں اپنی معلومات کے لیے پوچھتی رہتی ہوں۔ ہم خود سے تو کبھی کچھ نہیں جان سکتے، پوچھے بغیر چارہ نہیں۔''

''یہ تمھاری فطرت ثانی بن چکی ہے۔'' مسز اسٹیر فورتھ نے ذرا بھی برا نہ مانتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھے یاد ہے اور میں سمجھتی ہوں تمھیں بھی یاد ہوگا۔ جب تمھارا رویہ مختلف تھا۔ جب تم اتنی زیادہ چھان بین نہیں کیا کرتی تھیں اور دوسروں پر اعتماد رکھتی تھیں۔''

''مجھے یقین ہے کہ آپ درست فرما رہی ہیں۔'' انھوں نے جواب دیا۔ ''لوگوں میں بری عادتیں پیدا ہو ہی جاتی ہیں۔ واقعی کیا میں ایسی تھی؟ چیزوں کی بہت چھان بین نہ کرنا اور دوسروں پر بھروسا کرنا؟ میں کیسے اتنی بدل گئی! حیرت ہے لیکن یہ ہے بڑی خراب بات۔ مجھے پھر پہلے ہی کا رنگ اختیار کرنا چاہیے۔''

''ہاں میں چاہتی ہوں کہ تم پہلے ہی جیسی ہو جاؤ'' مسز اسٹیر فورتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں میں واقعی ویسی ہی بن جاؤں گی، سمجھ لیجیے میں بے تکلف ہونا سیکھوں گی... ہاں، میں ـــــ جیمس اسٹیر فورتھ سے بے تکلفی سیکھوں گی۔''

''روزا تم بے تکلفی سیکھ نہیں سکتیں! مسز اسٹیر فورتھ نے جلدی سے، لیکن اس انداز میں کہا

گویا بالکل ہی بے خیالی میں کہا ہو۔

''مجھے اس کا پورا یقین ہے۔''انھوں نے غیر معمولی جوش وخروش کے ساتھ کہا۔''اگر مجھے کسی چیز کا پکا یقین ہے تو واقعی سمجھ لیجیے کہ اس بات کا۔''

مسز اسٹیر فورتھ کو دیکھ کر محسوس ہوا جیسے انھیں کچھ افسوس ہو کہ وہ کچھ جھلا کیوں گئی تھیں۔ اب انھوں نے بڑے پیار سے کہا:

''ٹھیک ہے پیاری روزا، ہم نے سنا نہیں کہ تم کسی چیز کے بارے میں جان کر مطمئن ہونا چاہتی تھیں؟''

''میں کس چیز کے بارے میں مطمئن ہونا چاہتی ہوں؟''مس روزا نے کچھ ایسی سرد مہری سے کہا جس پر اگلے کو غصہ آسکتا تھا۔''جی ہاں، میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ کیا وہ لوگ جو اخلاقی ڈھانچے سے ایک دوسرے جیسے ہوتے ہیں کیوں اخلاقی ڈھانچا ہی تو کہیں گے نہ؟''

''بے شک، یہ فقرہ کسی بھی اور فقرے کی طرح ٹھیک ٹھاک ہے۔''اسٹیر فورتھ نے کہا۔

''شکریہ، تو کیا لوگ جو اخلاقی ڈھانچے میں ایک جیسے ہوتے ہیں، ان لوگوں کی بہ نسبت زیادہ خطرے میں رہتے ہیں جو اس طرح نہیں ہوتے، فرض کر لیجیے ان کے مابین کوئی گہرا اختلاف پیدا ہو جانے پر——کیا وہ غصے سے اور بری طرح اختلاف کر سکتے ہیں؟''

''میں تو کہوں گا کہ ہاں۔''اسٹیر فورتھ نے کہا۔

''اچھا، تو آپ کہیں گے ہاں! عزیزم فرض کر لیجیے، مثال کے طور پر فرض کرنے کے لیے کوئی بھی ناپسندیدہ چیز لے لیجیے——کہ آپ کے اور آپ کی والدہ کے درمیان کوئی بڑا جھگڑا اٹھ کھڑا ہو۔''

''پیاری روزا۔''مسز اسٹیر فورتھ نے بڑی خوش دلی سے ہنستے ہوئے مداخلت کی۔''اجی کچھ اور فرض کرو، خدا کا شکر ہے کہ جیمس اور میں ایک دوسرے کے تئیں اپنا فرض بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔

''اوہ!''مس ڈارٹل نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔''ٹھیک، بالکل ٹھیک۔''اس کی وجہ سے بات بگڑنے نہیں پائے گی؟ ہوں؟ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ بالکل——اب میں خوش ہوں کہ میں نے اس بات کو اتنے احمقانہ طریقے سے رکھا کیونکہ یہ معلوم ہو جانا بہت اچھی بات ہے کہ ایک دوسرے

کے تئیں آپ لوگوں کا احساس فرض کوئی جھگڑا کبھی ہونے نہیں دے گا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ!''

مس ڈارٹل سے متعلق ایک اور واقعے کا ذکر کرنا مجھے بھولنا نہیں چاہیے۔ اب تک اسے یاد رکھنے کی ایک وجہ ہے حالانکہ اس وقت اور ساری باتیں میں بھول چکا ہوں۔ اس پورے دن بلکہ خاص طور سے، اس گفتگو کے بعد سے اسٹیر فورتھ نے بڑی ہوشیاری سے ایسا برتاؤ بنائے رکھا کہ بڑی آسانی کے ساتھ وہ اس انوکھی مخلوق کو خوشگوار اور خوش طبع ساتھی بنائے رہے۔ یہ میرے لیے کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کہ وہ اس میں کامیاب ہوا۔ اس عجیب وغریب خاتون کو اس نے ایک خوشگوار اور خوش مزاج ساتھی بنا کر ہی چھوڑا۔ یہ میرے لیے حیرت کی بات نہیں تھی۔ یہ بات بھی میرے لیے کچھ حیرت کی نہ تھی کہ مس روزا اسٹیر فورتھ کی مسرت انگیز ہنر مندی ـــــ بلکہ اس وقت میں اسے اس کی مسرت انگیز فطرت سمجھتا تھا ـــــ کی فریفتہ ہو ہی جائیں۔ مجھے خبر تھی کہ کبھی کبھی وہ بہت غیر منصف جانب داری اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ میں نے ان کے چہرے کو آہستہ آہستہ تبدیل ہوتے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اسٹیر فورتھ کو لگاوٹ کی نظروں سے دیکھنے لگی تھیں۔ میں نے انھیں دیکھا کہ وہ اسٹیر فورتھ کو نگاہ تحسین سے دیکھ رہی ہیں۔ میں نے انھیں ذرا مبہم انداز میں لیکن ہمیشہ غصے کے ساتھ کوشش کرتے دیکھا کہ وہ اس کی پرکشش شخصیت کے تئیں اپنی کمزوری ظاہر نہ ہونے دینا چاہتی ہیں اور بالآخر میں نے دیکھا کہ ان کی نظروں میں نرمی آگئی اور ان کی مسکراہٹ اچھی لگنے لگی اور مجھے ان سے ڈر لگنا ختم ہو گیا جیسا کہ میں واقعی دن بھر ڈرتا رہا تھا۔ اب ہم سب آگ کے پاس بیٹھ کر ساتھ ساتھ اس بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے اور ہنسنے لگے جیسے ہم سب ننھے بچے ہوں۔

پتہ نہیں یہ اس وجہ سے ایسا تھا کہ ہم وہاں اتنی زیادہ دیر تک بیٹھے رہ گئے تھے یا اس وجہ سے کہ اسٹیر فورتھ نے طے کر لیا تھا کہ اس نے ان پر جس طرح قابو پا لیا تھا اسے وہ کھوئے گا نہیں۔ میرا خیال ہے ان کے جانے کے بعد ہم لوگ ڈرائنگ روم میں پانچ منٹ سے زیادہ دیر تک نہیں رکے۔ ''وہ بربط بجا رہی ہیں۔'' اسٹیر فورتھ نے ڈرائنگ روم کے دروازے کے پاس پہنچ کر دھیرے سے کہا۔ ''اور ان تین برسوں میں ماں کے علاوہ کسی اور نے انھیں بربط بجاتے نہیں سنا ہے، مجھے یقین ہے۔''

اس نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ یہ بات کہی اور ہم کمرے میں داخل ہو گئے جہاں مس ڈارٹل تنہا بیٹھی تھیں۔

''اٹھیے نہیں۔'' اسٹیرفورتھ نے کہا، حالانکہ وہ اٹھ چکی تھیں۔ پیاری روزا اٹھیے نہیں! ہم پر ایک بار کرم کیجیے اور ہمیں ایک آئرستانی (Irish) گیت سنا دیجیے۔''

''آپ کو آئرستانی گیت سے کیا لینا دینا؟'' انھوں نے کہا۔

''بہت کچھ،'' اسٹیرفورتھ نے کہا۔ ''تمام گیتوں سے بہت زیادہ اور یہ ڈیزی صاحب بھی اس موسیقی کو دل سے پسند کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو ایک آئرستانی گیت سنا بھی دیجیے روزا، اور مجھے بیٹھ کر اسی طرح سننے دیجیے جیسے میں سنا کرتا تھا۔''

اسٹیرفورتھ نے انھیں یا اس کرسی کو جس سے وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھیں، چھوا نہیں لیکن بربط کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ کچھ دیر تک اس کی بغل میں کھڑی رہیں پھر ذرا بے چینی کے عالم میں اسے داہنے ہاتھ سے بجانے کے لیے بڑھیں لیکن پھر بھی انھوں نے اسے بجایا نہیں۔ بالآخر وہ بیٹھ گئیں اور بربط کو ایک جھٹکے میں اپنے پاس کھینچ لیا اور ساز کو چھیڑ کر گانے لگیں۔

مجھے پتہ نہیں کہ ان کے بجانے میں یا ان کی آواز میں ایسا کیا تھا جس نے گانے کو ایسا غیر ارضی بنا دیا تھا کہ میں نے زندگی میں ایسا گانا کبھی نہیں سنا تھا اور نہ تصور ہی کر سکتا ہوں۔ حقیقت میں کچھ بہت ڈراؤنی قسم کی چیز تھا۔ یہ گانا ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے یہ کبھی لکھا ہی نہ گیا ہو اور نہ اس کے لیے موسیقی کی دھن بنائی گئی ہو بلکہ بس اچانک وہ ان کے جذبات کے ہیجان سے اچھل کر ظاہر ہو گیا ہو اور ان کی دھیمی آواز میں وہ نامکمل اور ناقص لگ رہا تھا۔ جب وہ چپ ہوئیں تو گویا وہ خاموشی میں دبا جا رہا تھا۔ غرض کہ کوئی بھی لفظ یا آواز اس گانے کی شدت کا اظہار نہ کر سکتی تھی۔ میں بالکل گونگا بیٹھا رہا اس وقت بھی جب وہ پھر بربط پر جھکیں اور انھوں نے اب دوبارہ چھیڑا لیکن داہنے ہاتھ سے نہیں۔ ایک منٹ اور گذرا اور میں گویا سکتے سے چونک اٹھا۔ اسٹیرفورتھ اپنی کرسی چھوڑ کر ان کے پاس گیا اور ہنستے ہوئے اپنا ہاتھ ان پر رکھتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے روزا، اب ہم ایک دوسرے کو خوب چاہا کریں گے۔'' یہ سنتے ہی انھوں نے اس کو ایک تھپڑ مار دیا اور کسی بپھری ہوئی جنگلی بلی کی طرح اس کو دور جھٹک کمرے سے بھاگ گئیں۔

''روزا کو کیا ہوا؟'' مسز اسٹیر فورتھ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''اماں۔ تھوڑی دیر تک تو وہ بالکل نیک سیدھی فرشتہ سی تھیں اور پھر اس کے بالکل برعکس دوسرے رنگ پر آ گئیں، گویا گذشتہ شرافت کا بدلہ چکا رہی ہوں۔''

''تمھیں اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ خفا نہ ہوں جیمس۔ ان کا مزاج بہت کڑوا بن چکا ہے۔ اس بات کو یاد رکھو اور انھیں غصہ مت دلایا کرو۔''

روزا واپس نہیں آئیں اور ان کا پھر کوئی ذکر بھی نہیں کیا گیا جب تک کہ میں اسٹیر فورتھ کے کمرے میں اسے شب بخیر کہنے نہیں چلا گیا۔ ہنس کر مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی کوئی ایسی شے دیکھی ہے جو بالکل سمجھ میں نہ آئے اور جو بے حد مستقل مزاج ہو؟''

میں نے ممکن حد تک حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ کیا تمھیں کچھ اندازہ ہے کہ انھیں کون سی بات اس قدر بری لگی؟''

''اجی، خدا ہی جانتا ہے۔'' اسٹیر فورتھ نے کہا۔ ''کوئی بھی چیز جو تم چاہو ـــــ یا نہ چاہو، انھیں خفا کر سکتی ہے۔ میں نے تم سے بتایا تھا کہ وہ ہر بات میں خود کو بھی شامل کر لیا کرتی ہیں اور اس کو گھستی رہتی ہیں اور تیز کرتی رہتی ہیں جیسے سان پر کوئی چیز دھار کے لیے رکھی جائے اور ان سے بڑی احتیاط سے گفتگو کرنی چاہیے۔ وہ بڑی خطرناک ہیں بھیا۔ ہر وقت۔ اچھا شب بخیر۔''

''شب بخیر، پیارے اسٹیر فورتھ۔'' میں نے کہا۔ ''صبح تمھارے اٹھنے سے پہلے میں جا چکا ہوں گا۔ شب بخیر!''

وہ مجھے جانے نہیں دینا چاہتا تھا، اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر رکھ کر وہ کھڑا ہو گیا جیسا کہ اس نے میرے کمرے میں بھی کیا تھا۔

''ڈیزی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''حالانکہ یہ نام تمھارے دینی ماں باپ یا دینی ماں نے رکھا ہے لیکن اس نام سے تمھیں پکارتے مجھے بہت اچھا لگتا ہے ـــــ اور میں چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تم یہ نام مجھے دے دو!''

''کیوں نہیں۔ میں جب چاہوں گا یہ نام تمھیں دے دوں گا۔'' میں نے کہا۔

''اچھا ڈیزی، اگر کبھی ہم کسی باعث جدا ہو جائیں تو تم میری سب سے اچھی باتوں کو یاد

کرنا۔ آؤ ہم یہ سودا کرلیں۔ میری سب سے اچھی باتوں کو یاد کرنا اگر حالات کبھی ہمیں جدا کردیں۔''

''تم میرے لیے نہ بہترین ہو اسٹیر فورتھ۔'' میں نے کہا۔''اور نہ بدترین۔ دونوں طرح تم میرے لیے ایک ہی جیسے ہو۔ تمھیں ہمیشہ ایک ہی طرح چاہتا رہا ہوں اور دل سے تمھاری قدر کرتا ہوں۔''

شاید میں نے کبھی اس کے بارے میں غلط رائے قائم کرلی ہو، اگرچہ یہ بے بنیاد قسم کا خیال تھا، لیکن یہ خیال دل ہی دل میں مجھے اتنا پچھتاوا دے رہا تھا کہ میں اس کا اعتراف کر ہی بیٹھا لیکن ایگنیز کی کسی بات کو ظاہر کردینے کی غداری کا خیال مجھے اس اعتراف سے باز رکھتا تھا۔ میں اس بات کو کس انداز میں اس سے کہوں کہ ایگنیز کے اعتماد کو بھی ٹھیس نہ لگے، میں اسی کشمکش میں مبتلا ہی رہ گیا کہ اسٹیر فورتھ نے کہا۔''خدا تمھیں خوش رکھے ڈیزی، شب بخیر۔'' اس طرح میری تو جان بچ گئی کہ ایگنیز والی بات میرے منھ تک نہ آئی اور ہم دونوں خدا حافظ کہہ کر جدا ہوگئے۔

میں اٹھا تو صبح بہت افسردہ سی محسوس ہوئی۔ میں نے خاموشی سے کپڑے تبدیل کیے جتنی خاموشی اس وقت مجھ سے ممکن تھی۔ پھر میں نے اس کے کمرے میں جھانکا۔ وہ اپنے بازو پر سر رکھے بےخبر سو رہا تھا جیسا کہ میں اسکول کے دنوں میں اکثر اسے سوتے دیکھتا تھا۔

میرے جانے کا وقت بہت جلد آ گیا۔ جب میں نے اس کی جانب پھر دیکھا تو مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ اب بھی اسی طرح محوِ خواب تھا لیکن وہ سوتا رہا اور میں نے پھر وہی بات سوچی کہ میں نے اسے اسکول کے دنوں میں اکثر اسی طرح سوتے دیکھا تھا، اور اسی خاموش لمحے میں میں اس سے رخصت ہوگیا۔

اسٹیر فورتھ، خدا تمھیں کبھی معاف نہ کرے۔ ہرگز معاف نہ کرے۔ اس بات کے لیے کہ تم نے اس ساکت و صامت ہاتھ کو محبت اور دوستی کے نام پر چھوا تھا۔ کبھی نہیں۔ کبھی نہیں۔

●●●

باب 30

ایک صدمہ

میں شام کو یارمتھ پہنچا اور سرائے میں چلا گیا۔ میں جانتا تھا کہ پیگٹی کا وہ خالی کمرہ ـــــ میرا کمرہ ـــــ یا تو پہلے ہی سے بھرا ہوا ہوگا یا اب بہت جلد بھر جائے گا اب اگر وہ عظیم مہمان (اسٹیر فورتھ) جس کی موجودگی میں سارے ذی روح اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں وہاں پہلے سے موجود نہ ہو۔ یہ سوچ کر میں سرائے ہی چلا گیا، وہاں کھانا کھایا اور اپنے لیے بستر محفوظ کرالیا۔

جب میں وہاں سے نکلا تو دس بج رہے تھے۔ بہت سی دکانیں بند ہو چکی تھیں اور شہر سنسان ہو چلا تھا۔ جب میں ''اومر اینڈ جورم'' کی دکان پر پہنچا تو دیکھا کہ دکان بند ہو رہی تھی لیکن دکان کا دروازہ کھلا تھا جہاں سے میں نے اندر مسٹر اومر کو کمرے کے دروازے کے پاس پائپ پیتے دیکھ لیا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ میں نے ان کی خیریت دریافت کی۔

''ارے واہ واہ خدا کی قسم میری زندگی میری جان پر اللہ کا کرم ہو!'' مسٹر اومر نے کہا۔ ''آپ کیسے ہیں؟ تشریف رکھیے۔ تمبا کو کا دھواں آپ کو پریشان تو نہ کرے گا، مجھے امید ہے؟''

''ذرا بھی نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''مجھ کو تمبا کو کا دھواں اچھا لگتا ہے اگر وہ کسی اور کے پائپ سے نکل رہا ہو!''

''کیا؟ آپ کے اپنے پائپ سے نہیں؟'' مسٹر اومر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''لیکن یہ بہت

اچھا ہے، جناب کسی نوجوان کے لیے تمباکونوشی بری عادت ہے۔تشریف رکھیے۔ میں تو پائپ دمے کے لیے پیتا ہوں بطور دوا۔''

مسٹر اومر نے میرے لیے جگہ بناتے ہوئے ایک کرسی رکھ دی۔ وہ اب پھر بیٹھ گئے اور بری طرح ہانپنے لگے، اپنے پائپ کو اس طرح دیکھتے ہوئے کہ اس میں اتنی تمباکو ہے کہ نہیں جس کے بغیر وہ ختم ہو جائیں گے۔

''مجھے مسٹر بارکس کے بارے میں بری خبر سن کر بہت دکھ ہوا۔'' میں نے کہا۔

مسٹر اومر نے مجھے کچھ دیر دیکھتے رہنے کے بعد اپنا سر ہلا دیا۔

''کیا آپ جانتے ہیں کہ اب ان کی طبیعت کیسی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہی سوال مجھے آپ سے کرنا چاہیے تھا، جناب۔'' مسٹر اومر نے کہا۔ ''لیکن موقعے کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے نہیں پوچھا۔ ہمارے پیشے کی یہ ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو ہم نہیں پوچھ سکتے کہ وہ کیسا ہے۔''

جب پرانی آواز سن کر اندر گیا تو مجھے اس دشواری کا احساس نہیں تھا، اگرچہ مجھ کو کچھ تشویش ضرور تھی۔ یہ ذکر آنے پر میں نے بہرحال اس آواز کو پہچان لیا اور اتنا ہی کہہ کر رہ گیا۔

''ہاں، ہاں، آپ سمجھ رہے ہیں'' مسٹر اومر نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''ہم یہ نہیں پوچھتے۔ خدا جانتا ہے یہ ہمارے لیے صدمے کی بات ہے کہ بیمار لوگ اچھے نہ ہو سکیں یہ کہنے کے لیے ''اومر اینڈ جورم'' کی طرف سے نیک خواہشات، اور آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں آج صبح؟۔۔۔یا سہ پہر۔۔۔جو وقت بھی رہے۔''

مسٹر اومر اور میں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر سر ہلایا اور مسٹر اومر نے اپنے پائپ سے ایک طویل کش لیا۔

''یہ ان میں سے ایک بات ہے جو اس پیشے کو ان جذبات کے اظہار سے روکتی ہیں جو ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔'' مسٹر اومر نے فرمایا ''مجھے ہی لے لیجیے! اگر میں جان لوں کہ مسٹر بارکس ایک سال سے بیمار ہیں ـــــ میں انھیں چالیس سال سے جانتا ہوں ـــــ تو بھی میں جا کر نہیں پوچھ سکتا۔ کیسے ہیں وہ؟''

میں نے محسوس کیا کہ واقعی مسٹر اومر کے لیے یہ بڑی مشکل بات تھی اور میں نے ان سے ایسا کہہ بھی دیا۔

''مجھے خود سے اتنی دلچسپی نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں، جتنی مجھے دوسروں سے دلچسپی ہے۔ مجھے دیکھیے! میری سانس کسی بھی وقت رک سکتی ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ایسے حالات میں اپنے فائدے کے لیے مجھے کسی میں دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک ایسے شخص سے یہ امید نہیں کی جا سکتی، جو جانتا ہو کہ اس کی سانس کسی بھی وقت رک سکتی ہے اور جب یہ رک جاتی ہے تو جیسے ایک دھونکنی کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے — اور وہ آدمی نانا بن چکا ہے —'' مسٹر اومر نے کہا۔

''بالکل نہیں۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''یہ بات نہیں ہے کہ میں اپنے پیشے کی شکایت کر رہا ہوں۔'' مسٹر اومر نے فرمایا۔ ''ایسی بات نہیں ہے۔ سبھی پیشے میں کچھ اچھائیاں ہوتی ہیں، کچھ برائیاں، اس میں شک نہیں۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے پاس آتے ہیں وہ ذہنی طور پر بہت پریشان رہتے ہیں۔''

مسٹر اومر نے بہت ہی پرسکون اور دل آویز چہرہ بنائے ہوئے خاموشی سے کئی کش لیے، پھر اپنی پہلی بات جاری رکھتے ہوئے بولے:

''اسی کے مطابق ہم ایملی سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ بارکس کی طبیعت کیسی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ ہمارے پوچھنے کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ ہم لوگوں پر کسی اور قسم کا شک نہیں کرتی۔ منی اور جورم ابھی ابھی گھر سے باہر نکلے ہیں، (دراصل وہ وہاں گھنٹوں رہتی ہے اور اپنی پھوپھی کی تھوڑی بہت مدد کرتی ہے۔) ایملی سے یہ پوچھنے کے لیے کہ آج بارکس کی طبیعت کیسی ہے اور اگر آپ ان لوگوں کے آنے تک انتظار کر سکیں تو وہ آپ کو پوری تفصیل سے بتا سکیں گے۔ آپ کچھ لیں گے؟'' ایک گلاس شربت پی لیجیے اب؟ میں خود اسی کے سہارے پائپ پیتا رہتا ہوں۔'' مسٹر اومر نے اپنا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا، ''کیونکہ اس سے گلا صاف ہوتا رہتا ہے جس سے میری اس تکلیف دہ سانس کے سانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن خدا جانتا ہے۔'' مسٹر اومر نے بھرّائی ہوئی آواز میں فرمایا۔ ''معاملہ سانس پھنسنے کا نہیں ہے! مجھے خوب سانس دو۔'' میں اپنی منی سے کہتا ہوں۔ ''اور میں اسے اندر کر ہی لوں گا میری عزیز۔''

ان کے پاس واقعی فاضل سانس نہیں تھی اور انھیں بے بسی سے ہنستے ہوئے دیکھ کر بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ جب وہ پھر بات کرنے کی پوزیشن میں آئے تو میں نے مشروب کے لیے ان کا شکریہ ادا کیا لیکن اسے پینے سے انکار کر دیا کیونکہ میں ابھی ابھی کھانا کھا کر آیا تھا، اور یہ دیکھتے ہوئے کہ انھوں نے اپنی بیٹی اور داماد کی واپسی تک انتظار کرنے کو کہا ہے، میں نے ان سے پوچھا کہ ایملی کیسی ہے؟

''ٹھیک ہے جناب۔'' مسٹر اومر نے منہ سے پائپ نکالتے ہوئے کہا تا کہ وہ اپنی ٹھوڑی کھجلا سکیں۔ 'میں آپ سے سچ کہتا ہوں، کہ میں بہت خوش ہوں گا جب اس کی شادی ہو جائے گی۔''

''ایسا کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، سرِ دست وہ خوش نہیں ہے'' مسٹر اومر نے کہا ''میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پہلے کی طرح خوبصورت نہیں رہ گئی ہے، کیونکہ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ حسین لگتی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین معلوم ہونے لگی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ اب کام نہیں کرتی جیسے کہ پہلے کیا کرتی تھی، کیونکہ وہ اب اور کام کرتی ہے۔ وہ کسی سے بھی بیاہ دیے جانے کے قابل تھی۔ وہ اب بھی کسی سے بھی بیاہ دینے کے قابل ہے لیکن کسی طرح اسے دلجوئی کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سمجھ سکیں۔'' مسٹر اومر نے پھر اپنی ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے اور پائپ کے دو ایک کش لیتے ہوئے فرمایا ''میں عام انداز میں جو کہنا چاہتا ہوں'' کوئی اس کی دلجوئی کرے، خوب اچھی طرح دلجوئی کرے اور اس کے ساتھ رہے، ہا، ہا، ہا'' مجھے آپ سے کہنا چاہیے کہ یہی وہ بات ہے جس کی میں ایملی کے لیے کمی محسوس کرتا ہوں۔''

مسٹر اومر کا چہرہ اور ان کا طور طریقہ کچھ اس طرح کا ہو گیا کہ میں نے یوں ہی جلدی سے اپنا سر ہلا دینے میں ہی عافیت سمجھی تا کہ وہ خوش ہو جائیں۔ میرے جلدی سے سر ہلا دینے سے وہ واقعی خاصے خوش ہو گئے اور مزید فرمانے لگے:

''ہاں تو میں سمجھتا ہوں، ایسا خاص طور سے اس وجہ سے ہے کہ وہ بے چینی کی حالت میں رہتی ہے، سمجھ لیجیے۔ ہم نے اس سلسلے میں کافی بات چیت کی ہے، اس کے چچا اور میں نے، اور اس کے دلبر اور میں نے، کام سے فرصت پانے پر۔ اور میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کے بے چین

رہنے کی یہی خاص وجہ ہے۔ آپ ہمیشہ ایملی کو یاد کر کے کہتے ہیں۔'' مسٹر اومر نے اپنا سر دھیرے دھیرے ہلاتے ہوئے کہا'' کہ وہ ایک غیر معمولی محبت کرنے والی مخلوق ہے۔ کہاوت مشہور ہے' سلک کا پرس (بٹوہ) ستوریہ کے کان سے نہیں بنایا جا سکتا' ہوگا، میں اس کے بارے میں ٹھیک سے نہیں جانتا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ جان سکتے ہیں اگر آپ زندگی میں اس طرح کی شروعات جلدی کر دیتے ہیں۔ اس نے پرانی کشتی پر ایک گھر بنالیا ہے، جو پتھر اور سنگ مرمر سے کم نہیں ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ اس نے ایسا کیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اس خوبصورت ننھی ایملی کو اپنے چچا سے چمٹی دیکھ کر'' مسٹر اومر نے کہا۔'' جس طرح وہ انھیں بھینچ لیتی ہے، مضبوط سے مضبوط تر طور پر، اور اس کا روز بروز اس سے اور قریب ہوتے جانا دیکھتے ہی بنتا ہے۔ ایسا دیکھ کر سمجھ لیجیے کہ اس کے دل میں کشمکش جاری ہے۔ تو اس معاملے کو خواہ مخواہ ضرورت سے زیادہ طول دینے سے کیا فائدہ؟''

میں بڑے دھیان سے اس بزرگ کی باتیں سنتا رہا اور جو کچھ انھوں نے کہا، اس کی صدق دلی سے تائید کر دی۔

مسٹر اومر نے بڑے اطمینان سے پرسکون انداز میں کہا کہ اس کا میں نے ان سے ذکر کر دیا۔ میں نے کہا'' اب ایملی کو وقت کے انتظار میں ذرا بھی مت روکے رکھو۔ وقت کو اپنے قبضے میں کرلو۔ اس نے اس سے زیادہ محنت کی ہے جتنی کہ سوچی جا سکتی تھی۔ اس نے اس سے قبل ہی سب کچھ سیکھ لیا جتنا کہ سمجھا جاتا تھا۔ اومر اور جورم، جو کچھ کسر رہ گئی ہے اسے فوراً پوری کر دیں گے اور اس کی ٹریننگ مکمل سمجھیے۔ اگر وہ شادی کے بعد ہمارے یہاں کا تھوڑا بہت کام کرنا چاہے گی تو بہت اچھا، اسے اپنے گھر رہ کر ہی کرسکتی ہے۔ اگر وہ نہیں کرنا چاہے گی تو بھی بہت اچھا۔ ہم کسی طرح سے نقصان میں نہیں رہیں گے۔ کیونکہ۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں۔'' مسٹر اومر نے مجھے اپنے پائپ سے چھوتے ہوئے کہا۔'' ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ میری جیسی چھوٹی سانسوں والا آدمی اور نانا بھی، جا کر اس نیلی آنکھوں والی پھول جیسی ننھی لڑکی سے اس سلسلے میں باتیں کر کے ذہن کا بوجھ ہلکا کر لے۔''

''بالکل نہیں، اچھی طرح سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''بالکل نہیں!'' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، مسٹر اومر نے کہا۔ ''ٹھیک ہے، جناب، اس کا عزیز۔ یہ آپ جانتے ہیں کہ اس کی اپنے ایک عزیز (جو اسی گھر میں رہتا ہے) کے ساتھ شادی ہونے جا رہی ہے؟''

''آں، ہاں!'' میں نے جواب دیا۔ ''میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''یقیناً آپ جانتے ہیں۔'' مسٹر اومر نے کہا ''ٹھیک ہے، جناب! اس کا عزیز، جیسا کہ لگتا ہے، وہ بہت اچھا ہے اور بڑے کام کا ہے۔ اس بابت بات کرنے کے لیے اس نے میرا بہت ہی شرافت کے ساتھ شکریہ ادا کیا (مجموعی طور پر، مجھے کہنا چاہیے کہ بڑی شائستگی اور شرافت کے ساتھ پیش آیا) اور جا کر ایک چھوٹا سا آرام دہ مکان لے لیا جسے آپ اور ہم بہت پسند کریں گے۔ وہ چھوٹا مکان اب سجایا جا چکا ہے اور اتنا صاف ستھرا اور مکمل ہے جیسے ایک گڑیا گھر اور بس بارکس کی طبیعت زیادہ خراب ہو جانے کی وجہ سے، بے چارہ، معاملہ رک گیا ورنہ اب تک وہ دونوں میاں بیوی بن چکے ہوتے۔ میں کہہ سکتا ہوں، اب تک۔ چونکہ ان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی، اس لیے شادی ملتوی ہو گئی۔

''اور ایملی، مسٹر اومر؟'' میں نے پوچھا۔ ''کیا وہ اب پہلے سے زیادہ پرسکون نظر آتی ہے۔؟''

''کیوں ایسا ہوگا۔'' انھوں نے پھر اپنی ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ بات فطری ہے کہ اس کی امید نہیں کی جا سکتی۔ تبدیلی اور جدائی کے امکانات، اور اس طرح کی دیگر باتیں، اس سے بہت قریب بھی ہیں اور بہت دور بھی، ایک ساتھ دونوں امکانات ہیں۔ بارکس کے انتقال سے شادی بہت دنوں کے لیے نہیں ٹلے گی لیکن ان کے اسی طرح بستر پر پڑے رہ جانے سے شادی بہت دنوں تک ملتوی رہ سکتی ہے، بہر طور یہ غیر یقینی صورتِ حال ہے، سمجھ لیجیے۔''

''میں سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''نتیجتاً مسٹر اومر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''ایملی اب کچھ بجھی بجھی سی رہنے لگی ہے جیسے، مجموعی طور پر وہ اب پہلے سے زیادہ اداس رہنے لگی ہے۔ اپنے چچا کے تئیں روز بروز اس کی چاہت بڑھتی ہی جا رہی ہے اور جیسے ہم لوگوں سے اب اس کا لگاؤ کم ہوتا جا رہا ہے۔ میرے ایک ہمدردی بھرا لفظ کہہ دینے پر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے ہیں اور اگر آپ اسے

میری بیٹی منی کی چھوٹی بچی کے ساتھ دیکھیں، تو آپ اسے کبھی بھول نہیں پائیں گے۔ خدا اسے سلامت رکھے!'' مسٹر اومر نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔ '' وہ اس بچی کو کتنا پیار کرتی ہے!''

موقع مناسب سمجھتے ہوئے میرے ذہن میں آیا کہ ان کی بیٹی داماد کے آجانے پر اس گفتگو کا سلسلہ قطع ہونے سے قبل میں ان سے پوچھ لوں کہ مارتھا کے بارے میں بھی وہ کچھ جانتے ہیں۔

''آہ!'' انھوں نے سر ہلاتے ہوئے اور خاصے کبیدہ خاطر ہوتے ہوئے کہا ''اچھی خبر نہیں ہے۔ ایک افسوس ناک کہانی ہے، جناب، بہر حال سن لیں آپ۔ میں نے کبھی نہیں سوچا کہ اس لڑکی میں کوئی عیب ہے۔ میں اس کا ذکر اپنی بیٹی منی کے سامنے کرنا نہیں چاہوں گا۔ کیونکہ وہ مجھ پر ناراض ہو اٹھے گی۔ میں نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ ہم میں سے کسی نے کبھی ذکر نہیں کیا۔''

مسٹر اومر نے اپنی بیٹی کے قدموں کی آہٹ مجھ سے پہلے سن لی اور اپنی ایک آنکھ دباتے ہوئے مجھے پائپ سے چھوا، مجھے محتاط ہو جانے کے لیے۔ اس کے فوراً بعد وہ اپنے شوہر کے ساتھ آ گئی۔

انھوں نے بتایا کہ مسٹر بارکس کی حالت اتنی ہی خراب تھی جتنی کہ ہو سکتی تھی۔ اور وہ بالکل بیہوش ہیں، اور مسٹر چلپ نے واپس جانے سے قبل باورچی خانے میں بڑی افسردگی کے ساتھ کہا کہ اب کوئی بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی مسٹر بارکس کو نہیں بچا سکتا۔ اب موت ہی ان کا علاج ہے۔

یہ سن کر اور یہ جان کر کہ مسز پیگٹی وہیں ہیں، میں نے وہاں اسی وقت جانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے مسٹر اومر اور مسٹر اور مسز جورم کو شب بخیر کہا اور اس گھر کی طرف چل پڑا، دل میں ایسے پاک احساسات لیے ہوئے، جو مسٹر بارکس کو ایک بالکل ہی نئی اور مختلف مخلوق بنائے دے رہے تھے۔

میں نے دروازہ ہلکے سے تھپتھپایا تو مسٹر پیگٹی نے دروازہ کھولا۔ وہ مجھے دیکھ کر اتنا نہیں چونکے جتنا میں سمجھ رہا تھا۔ میں نے یہ بات پیگٹی کے لیے محسوس کی جب وہ نیچے آئی اور تب سے میں نے دیکھا کہ، میرے خیال میں، سب سے خوفناک گھڑی آنے کے انتظار میں باقی ہر قسم کی تبدیلی اور اچنبھا بے معنی ہو کر رہ گیا تھا۔

میں نے مسٹر پیگٹی سے ہاتھ ملایا اور باورچی خانے میں چلا گیا اور انھوں نے دروازہ بہت آہستہ سے بند کر دیا۔ ننھی ایملی آگ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھکے ہوئے۔

ہیم اس کے پاس کھڑا تھا۔

ہم لوگ سرگوشیوں میں گفتگو کرتے رہے اور اوپر کے کمرے سے آتی آہٹ سنتے رہے۔ جب میں پچھلی بار یہاں آیا تھا تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا لیکن اب مسٹر بارکس کو باورچی خانے میں نہ دیکھ کر مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا!

''یہ آپ کی عنایت ہے ماسٹر ڈیوی۔'' پیگٹی نے کہا۔

''یہ غیر معمولی عنایت ہے۔'' ہیم نے کہا۔

''ایملی میری پیاری۔'' مسٹر پیگٹی نے بے ساختہ کہا۔ ''ادھر دیکھو! ماسٹر ڈیوی آئے ہیں! کیا بات ہے، خوش ہو جاؤ بیٹی! تم نے ماسٹر ڈیوی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا؟''

اس پر لرزہ سا طاری ہو گیا، جسے میں اب بھی محسوس کر سکتا ہوں۔ جب میں نے اس کا ہاتھ چھوا تو یہ اتنا ٹھنڈا تھا کہ اسے میں آج بھی محسوس کر سکتا ہوں۔ اس میں صرف اتنی ہی تحریک ہوئی کہ اس نے اپنا ہاتھ سکوڑ لیا اور اپنی کرسی سے سرکتی ہوئی دوسری طرف اپنے چچا کے پاس رینگ گئی اور اس نے چپکے سے اپنا لرزتا سر ان کے سینے پر رکھ دیا۔

''یہ اتنا پیار کرنے والی بچی ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے اپنے لمبے اور سخت ہاتھ سے اس کے گھنے بال سہلاتے ہوئے کہا۔ ''کہ یہ اس طرح کے غم برداشت ہی نہیں کر سکتی۔ بچوں میں یہ بات فطری ہوتی ہے ماسٹر ڈیوی، جب ان کو اس طرح کے نئے تجربے سے دوچار ہونا پڑتا ہے جیسی کہ یہ میری ننھی چڑیا ہے۔ یہ فطری بات ہے۔''

وہ ان سے اور چمٹ گئی لیکن نہ اس نے اپنا چہرہ اٹھایا اور نہ ایک لفظ بولی ہی۔

''بہت دیر ہو چکی ہے، میری پیاری، مسٹر پیگٹی نے کہا ''اور ہیم تمھیں گھر لے جانے کے لیے آ چکا ہے، وہ ہے! جاؤ دوسرے پیارے آدمی کے ساتھ! کیا؟ آں، میری گڑیا؟''

ایملی کی آواز مجھے نہیں سنائی پڑی لیکن انھوں نے اپنا سر اس طرح جھکایا جیسے انھوں نے اس کی بات سن لی ہو اور پھر بولے:

''تم اپنے چچا کے پاس ہی رہنا چاہتی ہو؟ آں، تم یہ بات مجھ سے کہہ نہیں پا رہی ہو! اپنے چچا کے پاس ہی رہنا چاہتی ہو، دلاری؟ جب وہ، جو جلد ہی تمھارا شوہر ہو جائے گا، تمھیں

گھر لے جانے کے لیے آیا ہے؟ اب کوئی سوچے گا نہیں کہ اتنے خراب موسم میں یہ ننھی گڑیا میرے پاس رک گئی ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے ہم دونوں کو بے حد تفاخر سے دیکھتے ہوئے فرمایا،'' لیکن سمندر میں اتنا نمک نہیں ہے جتنا کہ اس کے دل میں اپنے چچا کے لیے چاہت ہے۔ بیوقوف ننھی ایملی!''

''ایملی ٹھیک ہی کر رہی ہے، ماسٹر ڈیوی!'' ہیم نے کہا۔ دیکھیے ذرا! جب ایملی یہاں رکنا چاہ رہی ہے اور گھبرا رہی ہے اور ڈر بھی رہی ہے، تو میں اسے صبح تک کے لیے چھوڑے دیتا ہوں۔ پھر مجھے بھی رکنے دیجیے!''

''نہیں، نہیں مسٹر پیگٹی نے جلدی سے کہا'' تمھیں یہاں رک کر، تمھاری طرح کا ایک شادی شدہ آدمی، یا اسے جو بھی کہا جائے، ایک دن کے کام کا نقصان نہیں کرنا چاہیے۔ اور تم اس کی نگہبانی کرو اور کام بھی کرو، ایک ساتھ دونوں کام ٹھیک نہیں۔ یہ ٹھیک نہ رہے گا۔ تم گھر جاؤ کل پھر آنا۔'' تم کو یہ ڈر نہیں ہے کہ یہاں ایملی کی ٹھیک سے دیکھ بھال نہ ہو پائے گی، میں جانتا ہوں۔''

ہیم نے راضی ہوتے ہوئے جانے کے لیے اپنا ہیٹ اٹھایا اور جب اس نے ایملی کو پیار کیا۔ میں نے کبھی اسے ایملی کی طرف بڑھتے نہیں دیکھا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ قدرت نے اسے ایک نیک نفس کا دل عطا کیا ہے۔ تو محسوس ہوا جیسے وہ اپنے چچا سے اور چمٹ گئی یہاں تک کہ اپنے منتخب کردہ شوہر کو بھی اس نے نظر انداز کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا تاکہ اس سے یہاں قائم سکون میں کسی طرح کا خلل نہ پڑے اور جب میں پیچھے مڑا تو مسٹر پیگٹی اب بھی اس سے باتیں کر رہے تھے۔

''اب میں اوپر جا کر تمھاری پھوپھی سے بتاتا ہوں کہ ماسٹر ڈیوی آئے ہیں اور اس سے وہ کچھ خوش ہو جائے گی، انھوں نے کہا'' آگ کے پاس کچھ دیر بیٹھ جاؤ میری پیاری اور اپنے یہ سرد ہاتھ سینک لو۔ تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، اطمینان رکھو۔ کیا؟ تم میرے ساتھ چلوگی؟ ٹھیک ہے چلو میرے ساتھ۔ آؤ! اگر اس کا چچا گھر سے نکال دیا جائے اور اسے کسی خندق میں لیٹنے پر مجبور کر دیا جائے ماسٹر ڈیوی، مسٹر پیگٹی نے پہلے سے بھی زیادہ تفاخر محسوس کرتے ہوئے فرمایا'' تو مجھے یقین ہے کہ یہ وہاں بھی میرے ساتھ جائے گی! لیکن اب میری جگہ کوئی اور ہوگا، جلد ہی۔ جلد ہی کوئی اور ہوگا، ایملی!''

اس کے بعد جب میں اوپر گیا اور اپنے چھوٹے سے چیمبر کے پاس سے گزرا، جہاں اندھیرا تھا، تو مجھے کچھ کچھ لگا جیسے ایملی اس میں تھی۔ فرش پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ لیکن آیا یہ وہی تھی یا پھر کمرے میں پرچھائیں تھی، اب میں نہیں بتا سکتا۔

باورچی خانے کی آگ کے پاس مجھے کچھ سوچنے کا موقع مل گیا، حسین ننھی ایملی کے موت سے خوف سے متعلق۔ جس میں مجھے وہ بات بھی یاد آگئی جو مسٹر اومر نے مجھے بتائی تھی۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ اسی وجہ سے ایملی اس وقت ویسی نہیں رہ گئی جیسی وہ تھی۔ اور پیگٹی کے آنے تک مجھے اور آزادی سے اس کی اور کمزوریوں کے بارے میں سوچنے کا موقع مل گیا: میں بیٹھا گھڑی کی ٹک ٹک گن رہا تھا۔ اور اپنے گردسنائے کو اور زیادہ محسوس کرنے لگا تھا۔ پیگٹی آئی اور اس نے مجھے اپنی بانہوں میں بھر لیا اور بار بار مجھے دعائیں دینے لگی اور میرا شکریہ ادا کرنے لگی کہ میرے آجانے سے اسے کتنا سکون مل گیا (اس نے یہی کہا تھا) اس مصیبت کی گھڑی میں۔ پھر وہ مجھے زینے سے اوپر لے گئی، اس کا افسوس کرتے ہوئے کہ مسٹر بارکس مجھے ہمیشہ پسند کرتے تھے اور مجھ سے ملنے کے خواہاں رہتے تھے، اتنا سخت بیمار پڑنے سے قبل اکثر وہ میرے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے اور اسے یقین تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد مجھے دیکھ کر ان کا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھے گا اگر کسی دنیاوی چیز سے ان کا چہرہ کِھل سکتا تھا۔

جب میں نے انھیں دیکھا تو ان کے پھر ہوش میں آنے کے امکانات بہت کم نظر آئے۔ وہ اس طرح پڑے تھے کہ ان کا سر اور شانے بستر سے باہر بڑے تکلیف دہ طور پر اسی صندوق پر تھے جس نے ان کی تکلیف اور پریشانی اتنی بڑھا رکھی تھی۔ مجھے معلوم ہوا کہ جب وہ بستر سے اٹھ کر رینگتے ہوئے پلنگ کے نیچے جا کر صندوق کھولنے اور بستر سے بندھی اس چھڑی سے جو میں نے پہلے دیکھ رکھی تھی، خود ٹٹول ٹٹول کر صندوق کے محفوظ رہنے کا اطمینان کر لینے کے قابل نہیں رہ گئے تو انھوں نے صندوق کو ایک کرسی پر رکھ کر اپنے پلنگ کی بغل میں رکھوا لیا تھا اور تب سے وہ رات دن اسے سینے سے لگائے رہتے تھے۔ ان کا بازو اب اسی پر رہتا تھا۔ وقت اور دنیا ان کے نیچے سے کھسکی جا رہی تھی لیکن صندوق اپنی جگہ موجود تھا، اور الفاظ جو ان کے منہ سے نکلے تھے (صفائی دینے والے انداز میں) یہی تھے، "پرانے کپڑے ہیں اس میں!"

''بارکس، میری زندگی!'' پیگٹی نے ان کے اوپر جھلکتے ہوئے تقریباً خوشی سے کہا، جبکہ بھائی اور میں بستر کے پائتیں کھڑے رہے، یہ ہے میرا پیارا لڑکا۔ میرا عزیز لڑکا، ماسٹر ڈیوی جس نے ہم دونوں کو ایک ساتھ کیا تھا، بارکس! جس کے وسیلے سے تم مجھے پیغامات بھیجا کرتے تھے، سمجھ رہے ہونا! کیا تم ماسٹر ڈیوی سے بولو گے نہیں؟''

وہ اسی طرح گونگے اور بیہوش پڑے رہے جیسے کہ صندوق، جس سے ان کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔

''یہ جوار (سمندر میں پانی کا چڑھاؤ) کے ساتھ نکلے چلے جارہے ہیں مسٹر پیگٹی نے اپنے ہاتھ پیچھے کیے ہوئے مجھ سے کہا۔

میری آنکھ کے نیچے اندھیرا چھارہا تھا اور یہی کیفیت مسٹر پیگٹی کی بھی تھی، لیکن میں نے سرگوشی میں دہرایا ''جوار کے ساتھ؟''

''لوگ ساحل پر نہیں مر سکتے۔'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔''بجز اس وقت کے جب جوار کافی تیز ہوتا ہے۔ وہ جوار کے ساتھ چلے جارہے ہیں۔ اس وقت ساڑھے تین بجے ہیں۔ نصف گھنٹے بعد پانی کا چڑھاؤ تھمے گا۔ اگر تب تک یہ بچے رہ گئے تو سیلاب گذر جانے کے بعد یہ بچے رہ جائیں گے اور پھر اگلے جوار کے ساتھ جائیں گے۔''

ہم بہت دیر تک وہاں ان کو تکتے رہے ـــــ گھنٹوں ـــــ اس وقت میری موجودگی کا کیسا پراسرار اثر ان کے اعصاب پر پڑ رہا تھا، میں ظاہرہ طور پر بتانے کی کوشش نہیں کروں گا، لیکن جب بالآخر ان میں کچھ حرکت ہوئی، یہ طے تھا کہ وہ مجھے اسکول لے جاتے وقت کی کچھ باتیں سرگوشی کے عالم میں نکال رہے تھے۔

''ہوش میں آرہے ہیں۔'' پیگٹی نے کہا۔

مسٹر پیگٹی نے مجھے چھو کر بڑے درد اور تعظیم کے ساتھ کہا۔''دونوں بہت تیز جارہے ہیں۔''

''بارکس، میرے پیارے!'' پیگٹی نے کہا۔

''سی۔ پی (کلارا پیگٹی) بارکس۔'' انھوں نے بے ساختہ نحیف آواز میں کہا،''تم سے اچھی عورت کہیں نہیں ملے گی۔''

''دیکھو یہ ماسٹر زیوی ہیں!'' پیگٹی نے کہا۔ کیونکہ انھوں نے اب اپنی آنکھیں کھول دی تھیں۔
میں ان سے پوچھنے ہی والا تھا کہ کیا وہ مجھے پہچان رہے ہیں، جب انھوں نے اپنی بانہیں پھیلانے کی کوشش کی اور مجھ سے خصوصی طور پر دلآویز تبسم کے ساتھ کہا:

''بارکس راضی ہے!''

اور اب پانی اتار پر تھا۔ اور وہ اسی کے ساتھ چلے گئے۔

●●●

باب 31

اس سے بھی بڑا صدمہ

پیگٹی کی امید کے مطابق مرحوم گاڑی بان کی بلنڈر اسٹون میں تجہیز و تکفین ہو جانے تک مجھے وہاں رکے رہنے میں کوئی دقت نہ تھی۔ اس نے بہت پہلے اپنی نجی بچت سے ہمارے پرانے قبرستان میں اپنی حسین لڑکی (جیسا کہ وہ میری ماں کو ہمیشہ کہا کرتی تھی) کی قبر کی بغل میں تھوڑی زمین لے لی تھی جہاں ان دونوں کی آخری آرام گاہ بنی تھی۔

پیگٹی کے ساتھ رہ کر اور میں جو کچھ کر سکتا تھا، (بہت کرنے پر بھی بہت تھوڑا) کرنے پر مجھے اتنا سکون مل رہا تھا کہ اسے یاد کر کے آج بھی مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے اور اب بھی میں سوچتا ہوں کہ میں نے وہاں رہ کر بہت اچھا کیا تھا، لیکن مجھے ڈر ہے کہ مجھے سب سے زیادہ اطمینان ذاتی اور اپنے پیشے کے اعتبار سے مسٹر بارکس کے وصیت نامے کو ہاتھ میں لینے اور اسے پڑھنے میں محسوس ہوا۔

میں اس کا سہرا بھی اپنے سر ہی بندھوا سکتا ہوں کہ میں نے ہی تجویز پیش کی تھی کہ صندوق میں ان کا وصیت نامہ تلاش کیا جانا چاہیے۔ کچھ دیر تک تلاش کرنے کے بعد صندوق میں سب سے نیچے ایک گھوڑے کے توبرے (جو گھوڑے کے منہ پا باندھا جاتا ہے) میں وصیت نامہ مل گیا۔ توبرے میں (گھاس کے علاوہ) ایک پرانی طلائی گھڑی معہ چین، جسے مسٹر بارکس نے اپنی شادی

کے دن پہنا تھا اور جو اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں دیکھی گئی، ایک چاندی کا ٹوبیکو اسٹاپر [1] (Tobacco Stopper) جو ٹانگ کی شکل کا تھا، ایک مصنوعی لیمو، چھوٹی چھوٹی پیالیاں اور تشتریاں، جو میرے خیال میں مسٹر بارکس نے مجھے اس وقت پیش کرنے کے لیے خریدی تھیں جب میں بچہ تھا لیکن بعد میں ان سے جدا ہو پانے سے انھوں نے خود کو قاصر پایا۔ ساڑھے ستاسی گنیاں، گنی اور نصف گنی کے سکوں میں، دو سو دس پونڈ بینک سے نکلی بالکل نئی نوٹ کی شکل میں، بینک آف انگلینڈ اسٹاک کی بہت سی رسیدیں، ایک پرانا گھوڑے کا نعل، ایک شلنگ کا ایک خراب سکہ، کافور کا ایک ٹکڑا اور ایک موتی ـــــــ موتی جو بہت چمک رہا تھا کی حالت اور اس کے اندر کے رنگوں کو دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مسٹر بارکس کو موتیوں کے بارے میں تھوڑا بہت علم تھا جن کے بارے میں وہ کبھی ٹھیک سے کچھ طے نہیں کر پائے۔

مسٹر بارکس برسہابرس تک، ہمیشہ اس صندوق کو روزانہ اپنے ساتھ لے کر گاڑی پر نکلتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے ایک کہانی گھڑ لی تھی کہ یہ صندوق مسٹر بلیک بوائے (Mr. Black Boy) کا ہے اور اس وقت تک مسٹر بارکس کے پاس رہے گا جب تک کہ وہ اسے لے نہ جائیں۔ ایک حکایت جو انھوں نے جلی اور خوبصورت حروف میں صندوق کے ڈھکن پر لکھ رکھی تھی، جس کے کرداروں کے نام اب مشکل سے پڑھنے میں آتے تھے۔

میں نے پایا کہ وہ زندگی بھر پیسہ اور چیزیں نیک نیتی سے جمع کرتے رہے۔ ان کی رقم تقریباً تین ہزار پونڈ تھی۔ اس میں سے ایک ہزار پونڈ کا سود مسٹر پیگٹی کو تاحیات دیے جانے کی وصیت کی گئی تھی اور ان کے انتقال کے بعد اصل رقم پیگٹی، ننھی ایملی اور میرے درمیان یا ہمارے وارث یا وارثان کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دی جائے۔ بقیہ سب کچھ جو وہ چھوڑ کر مرے ہیں، وہ سب پیگٹی کے لیے تھی، جسے انھوں نے اپنی وصیت کے مطابق ملکیت کی تقسیم کے لیے واحد حق دار بنایا تھا۔

میں نے خود کو خاصا پر اکثر محسوس کیا جب میں نے وصیت نامے کو بلند آواز میں اور جتنی شان سے پڑھ سکتا تھا، پڑھا اور اس کے مطابق جس کو جتنا ملنا تھا، بار بار بتایا۔ اب میں سوچنے لگا

---

[1] پائپ میں تمبا کو بھر کر دبانے کا آلہ

کہ کامنس کی اہمیت اس سے زیادہ ہے جتنی میں سمجھتا تھا۔ میں نے وصیت نامے کو بہت دھیان سے دیکھا اور اعلان کیا کہ یہ ہر طرح سے بالکل درست ہے اور اس کے حاشیے میں یہاں، وہاں میں نے پنسل سے نشان بنا دیا اور اس بات کو غیر معمولی سمجھا کہ میں اتنا جانتا ہوں۔

پیگٹی کو ورثے میں جو کچھ ملکیت ملی تھی اس کا حساب کتاب کرنے جیسے پیچیدہ کام کرنے اور ہر چیز کا ٹھیک سے انتظام کرنے اور ہر معاملے میں اس کا نگہبان اور مشیر بننے میں، جس میں ہم دونوں کو بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی، تجہیز و تکفین سے قبل والا ہفتہ گذر گیا۔ اس دوران میں نے ننھی ایملی کو نہیں دیکھا لیکن مجھے بتایا گیا کہ دو ہفتے بعد خاموشی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔

میں نے تجہیز و تکفین میں باقاعدہ شرکت نہیں کی، اگر میں ایسا کہنے کی جسارت کر سکوں۔ میرا مطلب ہے کہ میں نے کالا ماتمی لبادہ وغیرہ نہیں پہنا جس سے چڑیاں ڈر جاتی ہیں، لیکن میں صبح سویرے بلنڈرسٹون کے لیے پیدل چل پڑا اور قبرستان میں اس وقت تک رہا جب جنازہ وہاں لایا گیا۔ جنازے کے ساتھ صرف پیگٹی اور اس کے بھائی ہی تھے۔ میرے آبائی مکان کی کھڑکی سے اس پاگل آدمی (جو اب اس میں رہتا تھا) نے میری ننھی کھڑکی سے جھانک کر ہمیں دیکھا، مسز چلپ کے بچے نے اپنی انا کے کندھے پر سے اپنا بھاری سر ایک طرف کو لڑھکاتے ہوئے اپنی نکلی ہوئی آنکھیں ادھر سے ادھر نچا کر پادری کو دیکھا، مسٹر اومر نے پیچھے کھڑے ہو کر چھوٹی چھوٹی سانسیں لیں، وہاں اور کوئی نہیں تھا اور ہر طرف خاموشی تھی۔ سب کچھ ہو جانے کے بعد ہم ایک گھنٹے تک قبرستان میں ٹہلتے رہے اور اپنی ماں کی قبر کے اوپر پیڑ کی کچھ نئی پتیاں ہم نے توڑ لیں۔

اب یہاں مجھ پر خوف سا طاری ہوتا ہے۔ دور اس شہر پر بادل چھاتے جا رہے ہیں جدھر میں تنہا قدم بڑھا رہا ہوں۔ ادھر بڑھتے ہوئے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں یہ سوچ تک نہیں سکتا کہ اس یادگار رات کو کیا ہوا تھا، اور جو پھر ہوگا، اگر میں آگے بڑھتا ہوں۔

مجھے اس لیے بہت تکلیف نہیں محسوس ہو رہی ہے کہ میں اسے لکھ رہا ہوں۔ اگر میں اپنا ہاتھ روک بھی دوں، تو بھی اس سے بہتر محسوس نہیں کروں گا۔ یہ ہو چکا اور اب کوئی بھی چیز اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔ کچھ بھی کیا جائے، یہ غم یوں ہی رہے گا۔

میری پرانی انا کو اگلی صبح وصیت نامے کے سلسلے میں میرے ساتھ لندن جانا تھا۔ ننھی ایملی

وہ دن مسٹر اومر کے یہاں گذار رہی تھی۔ ہم سب کو اسی کشتی والے مکان میں رات کو پھر ملنا تھا۔ ہم کو مقررہ وقت پر ایملی کو لانا تھا۔ میں اپنے ٹھکانے پر پیدل واپس چلا گیا۔ بہن بھائی ویسے ہی واپس گئے جیسے آئے تھے اور دن ختم ہونے پر آتشدان کے پاس ہمارا انتظار کرنے لگے۔

میں نے ان سے پھر کی [1] دروازے پر رخصت لی اور سیدھا واپس جانے کے بجائے لوسٹاف جانے والی سڑک پر کچھ دور تک چلتا رہا۔ پھر میں واپس لوٹ آیا اور یارمتھ کی طرف چل پڑا۔ میں نے فیری سے کوئی دو میل کے فاصلے پر ایک عمدہ بار میں کھانا کھایا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں اور جب میں یہاں پہنچا تو شام ہو چکی تھی۔ اس وقت بہت تیز بارش ہونے لگی تھی اور رات بڑی ڈراونی تھی لیکن بادلوں سے چاند جھانک رہا تھا جس کی وجہ سے اندھیرا نہیں تھا۔

جلد ہی مجھے مسٹر پیگٹی کا مکان نظر آنے لگا۔ کھڑکی سے روشنی چمکتی دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ دور تک ریت پر چلنے کے بعد میں دروازے تک پہنچ آیا اور اندر داخل ہو گیا۔

یہاں واقعی بہت سکون محسوس ہوا۔ مسٹر پیگٹی شام والا پائپ پی چکے تھے اور رفتہ رفتہ کھانے کا انتظام ہو رہا تھا۔ آگ تیز جل رہی تھی، راکھ پھینکی جا چکی تھی، ایملی کے بیٹھنے کے لیے الماری اپنی جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ مسٹر پیگٹی بھی اپنی پرانی جگہ پر بیٹھے تھے، انھوں نے ایک بار پھر ایملی کی طرف دیکھا (لیکن اس بار کپڑے دیکھنے کے لیے) جیسے اس نے کبھی اسے چھوڑا ہی نہ ہو۔ وہ پھر اپنے کام پر بیٹھ چکی تھی، سلائی والا ڈبہ، (جس کے ڈھکن پر سنت پال کی تصویر بنی تھی) ناپنے والا فیتہ اور موم بتی کا ٹکڑا: یہ سب چیزیں وہاں اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے وہاں سے کبھی اٹھائی ہی نہ گئیں ہوں۔

''آپ سب سے پہلے آئے ماسٹر ڈیوی!'' مسٹر پیگٹی نے خوش طبعی سے کہا، ''یہ کوٹ پہنے نہ رہیے جناب، اگر یہ بھیگ گیا ہو۔''

''شکریہ مسٹر پیگٹی۔'' میں نے انھیں اپنا اُوورکوٹ ٹانگنے کے لیے دیتے ہوئے کہا، ''یہ بالکل سوکھا ہے۔''

''ایسا!'' مسٹر پیگٹی نے میرے شانے چھوتے ہوئے کہا۔ ''بیٹھ جائیے، جناب۔ آپ کو

---

[1] بڑے پھاٹک کے پاس چھوٹا دروازہ جس میں پھرکی گھما کر ایک وقت میں ایک آدمی ہی نکل سکتا ہے۔

خوش آمدید کہنے کا موقع تو نہیں ہے لیکن میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں، خلوص دل سے۔''

''شکریہ، مسٹر پیگٹی، مجھے اس کا یقین ہے، ہاں، پیگٹی!'' میں نے اپنی پیگٹی کو پیار کرتے ہوئے کہا،'' کیسی ہو تم بوڑھی عورت؟''

''ہا، ہا!'' مسٹر پیگٹی نے ہماری بغل میں بیٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا اور ابھی حال کی پریشانی سے راحت کے طور پر انھوں نے اپنے ہاتھ رگڑتے ہوئے اپنے مزاج کے مطابق خوش طبعی سے کہا،''اس کی طرح دوسری کوئی عورت دنیا بھر میں نہیں ہے، جناب ـــــ جیسا کہ میں اس سے کہتا ہوں۔ جو اپنے دل میں اس سے زیادہ اطمینان محسوس کر سکے! اس نے مرحوم کے تئیں اپنا فرض خوب نبھایا اور مرحوم اس کا اعتراف بھی کیا کرتے تھے اور مرحوم نے بھی اس کے ساتھ وہی کیا جو مناسب تھا، اور اس نے بھی وہی کیا جو مرحوم کے لیے ٹھیک تھا۔

اورـــــ اورـــــ بس ٹھیک ہے!''

مسز گمج کراہ اٹھیں۔

''اب خوش ہو جاؤ میری حسین ماتھر!'' مسٹر پیگٹی نے کہا (لیکن انھوں نے ہماری طرف منہ کر کے اپنا سر ہلایا، یہ جتانے کے لیے کہ پرانے ساتھی کی یاد آتی ہے)''افسوس مت کرو، خوش ہو جاؤ، اپنی طرف سے تھوڑی سی کوشش کرو، اور دیکھو کہ پھر فطری انداز میں طبیعت بحال ہو جائے گی!''

''میرے ساتھ ایسا نہ ہو پائے گا ڈینیل۔'' مسز گمج نے جواباً کہا،'' میرے لیے فطری طور پر کچھ بھی نہ ہوگا، میں تنہا اور اداس ہی رہوں گی۔''

''نہیں، نہیں'' مسٹر پیگٹی نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہاں، ڈینیل۔'' مسز گمج نے جلدی سے کہا،'' میں ان لوگوں کے ساتھ رہ کر اس پیسے کا استعمال کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ چیزیں میرے برعکس جاتی ہیں۔ اس سے چھٹکارا مل جانا ہی بہتر ہوتا۔''

''اوں، میں کبھی تمھاری مرضی کے بغیر کچھ خرچ کروں گا؟'' مسٹر پیگٹی نے بہت سنجیدگی سے کہا،'' تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ کیا اب مجھے تمھاری اس سے بھی زیادہ ضرورت نہیں ہے جتنی پہلے تھی؟''

''میں جانتی تھی کہ پہلے بھی میری ضرورت نہیں تھی!'' مسز گج نے آہ بھرتے ہوئے بے ساختہ کہا، ''اور اب مجھے یہ بتا دیا گیا ہے! اتنی تنہا اور مایوس ہوتے ہوئے میں کیسے امید کروں کہ میری کسی کو ضرورت ہے!''

مسٹر پیگٹی اس طرح کی بات کہی جانے کے لیے خاصے کبیدہ خاطر نظر آ رہے تھے لیکن پیگٹی نے ان کی آستین کھینچتے ہوئے اور اپنا سر ہلا کر انھیں مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ ذہنی ہیجان کے ساتھ کچھ لمحوں تک مسز گج کو دیکھتے رہنے کے بعد انھوں نے گھڑی پر نظر ڈالی اور اٹھ گئے، انھوں نے موم بتی کا گل جھاڑا اور اسے کھڑکی میں رکھ دیا۔

مسز گج دھیرے سے کراہ اٹھیں۔ ''رسم کے مطابق جلا دو اسے! تم سوچ رہی ہو کہ یہ کس کے لیے! ٹھیک ہے۔ یہ اپنی ننھی ایملی کے لیے ہے۔ دیکھو اندھیرا ہو جانے کے بعد راستہ ٹھیک سے دکھائی نہیں دیتا اور جب اس کے آنے کے وقت میں یہاں گھر میں رہتا ہوں تو موم بتی جلا کر کھڑکی پر رکھ دیتا ہوں۔ دیکھو'' مسٹر پیگٹی بے حد مسرور ہوتے ہوئے میرے اوپر جھک کر بولے ''دو چیزیں مل رہی ہیں۔ وہ کہتی ہے، ایملی کہتی ہے، یہ گھر ہے!'' وہ کہتی ہے اور اسی طرح ایملی کہتی ہے ''میرے چچا موجود ہیں!'' کیونکہ اگر میں اس وقت گھر میں نہیں رہتا تو اس کو روشنی نہیں دکھاتا۔''

''آپ بچے جیسے ہیں'' پیگٹی نے کہا ''اس کے لیے اتنا خوش ہو جاتے ہیں اگر وہ ایسا سوچتی ہے۔''

''یہی سہی۔'' مسٹر پیگٹی نے اپنی دونوں ٹانگیں دور دور پھیلاتے اور ہاتھوں سے انھیں اوپر سے نیچے تک رگڑتے ہوئے ہماری اور آگ کی جانب باری باری دیکھتے ہوئے کہا، ''میں نہیں جانتا لیکن ایسا ہی ہوں۔ دیکھنے سے تمھیں ایسا نہیں لگتا؟''

''نہیں، ایسا نہیں لگتا۔''

''نہیں۔'' مسٹر پیگٹی نے ہنستے ہوئے کہا، ''دیکھنے سے نہیں لگتا، لیکن —— سوچو گی تو تمھاری سمجھ میں آ جائے گا۔ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا، خدا تمھارا بھلا کرے! اب میں تمھیں بتاتا ہوں جب میں وہاں اپنی ایملی کے اس پیارے سے مکان کو دیکھتا ہوں، تو میں —— تو میں اڑن چھو ہو جاتا ہوں۔'' مسٹر پیگٹی نے اچانک 'وہاں' پر زور دیتے ہوئے فرمایا! ''اس سے زیادہ

نہیں کہہ سکتا میں۔ اگر میں نہ محسوس کرتا کہ چھوٹی سے چھوٹی چیزیں اس کی ہیں۔ میں انھیں اٹھا اٹھا کر بار بار دیکھتا ہوں، پھر رکھ دیتا ہوں اور میں ان چیزوں کو اتنی احتیاط سے چھوتا ہوں جیسے کہ وہ ہماری ایملی ہی ہوں۔ اسی طرح اس کی چھوٹی سی ٹوپی وغیرہ کو بھی میں اتنی ہی احتیاط کے ساتھ چھوتا ہوں۔ میں نہیں دیکھ سکتا کہ اس کی کوئی چیز کوئی بے ڈھنگے پن سے چھوئے یا استعمال کرے۔ دنیا کی کسی چیز کے بدلے بھی میں ایسا پسند نہ کروں گا۔ تمھارے لیے میری شکل میں اتنا لحیم شحیم بچہ ہے!'' مسٹر پیگٹی نے زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے مذاقاً کہا۔

پیگٹی اور میں دونوں ہنس پڑے لیکن زیادہ زور سے نہیں۔

''میرا خیال یہ ہے، سمجھ لو'' مسٹر پیگٹی نے اپنی ٹانگیں پھر ملتے ہوئے بڑی خوشی سے فرمایا ''کہ یہ (ایملی کا گھر) میرے لیے جنت جیسا ہے۔ جب وہ ایک ننھی بچی تھی، میں اس کے ساتھ وہاں خوب کھیلتا تھا، خدا بھلا کرے، ہاں! یہ موم بتی ابھی یہاں رکھی جاتی ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے اس کی طرف بڑی خوشی سے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کی شادی ہو جانے کے بعد جب وہ وہاں چلی جائے گی تو میں یہ موم بتی وہاں رکھا کروں گا، بالکل اسی طرح جیسے ابھی یہاں رکھتا ہوں۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ جب میں ان راتوں میں یہاں رہوں گا (میں اور کہاں رہوں گا، میری قسمت میں چاہے جو لکھا ہو!) اور وہ یہاں نہیں رہے گی یا وہاں میں نہیں رہوں گا، میں موم بتی کھڑکی پر رکھ دوں گا اور آگ کے پاس بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہوں گا جیسا کہ میں ابھی کر رہا ہوں۔ تمھیں میں بچہ جیسا لگتا ہوں۔'' مسٹر پیگٹی نے پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، اس وقت جب میں موم بتی کو روشن دیکھتا ہوں تو میں خود سے کہتا ہوں، وہ اسے دیکھ رہی ہے! ایملی آرہی ہے! میں تمھیں بچہ جیسا لگتا ہوں! چلو، سب ٹھیک ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے اپنا قہقہہ روک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا، ''کیونکہ وہ آگئی!''

صرف ہیم ہی اندر داخل ہوا۔ میرے آنے کے بعد سے رات اور بھیگ چکی تھی کیونکہ وہ ایک چوڑی ہیٹ لگائے ہوئے تھا جس سے پورا چہرہ ڈھک گیا تھا۔

''ایملی کہاں ہے؟'' مسٹر پیگٹی نے پوچھا۔

ہیم نے اس انداز میں سر ہلایا جیسے وہ پیچھے آرہی ہو۔ مسٹر پیگٹی نے موم بتی کھڑکی سے

اٹھالی، اس کا گل جھاڑا اور اسے میز پر رکھ دیا اور آگ کو کرید کرید کر تیز کرنے لگے، جب ہیم نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر کہا:

''ماسٹر ڈیوی، آپ ایک منٹ کے لیے باہر یہ دیکھنے چلیں گے کہ میں اور ایملی وہاں آپ کو کیا دکھانا چاہتے ہیں؟''

ہم باہر گئے۔ جب میں اس کے پاس سے دروازے سے گذرا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور خاصا ڈر سا گیا کہ اس کا چہرہ بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے مجھے کھلی ہوا میں دھکیل دیا اور جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ صرف ہم دونوں ہی باہر رہ گئے۔

''ہیم! بات کیا ہے؟''

''ماسٹر ڈیوی! ـــــ'' اف، دل ٹوٹ جانے سے وہ کس بری طرح رونے لگا!

میں ایسا دردناک منظر دیکھ کر بالکل مفلوج سا ہو کر رہ گیا۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے کیا سوچا یا کس بات سے میں ڈر گیا۔ میں صرف اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

''ہیم، میرے اچھے ساتھی! خدا کے لیے مجھے بتا دو کہ آخر معاملہ کیا ہے!''

''میری پیاری، ماسٹر ڈیوی۔ میرے دل کا قرار اور آرزو۔ وہ، جس کے لیے میں اپنی جان تک دے سکتا تھا، اور اب بھی جان دے سکتا ہوں، وہ چلی گئی! چلی گئی!!''

''ایملی بھاگ گئی! اف، ماسٹر ڈیوی، سوچیے وہ کیسے بھاگ گئی، جبکہ میں اپنے رحیم و کریم خداوند سے دعا کرتا ہوں کہ اس کو (جو میرے لیے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے) اس سے پہلے موت دے دے کہ وہ بربادی اور ذلت کا منھ دیکھے!''

اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ دونوں ہاتھ باندھے ہوئے، اس کے چہرے پر ابھر آیا درد جو میری یادداشت میں آج بھی بالکل اسی طرح محفوظ ہے۔ اس منظر میں ہمیشہ رات ہی رہتی ہے اور اس میں صرف وہی ایک چہرہ دکھائی دیتا ہے۔

''آپ بہت پڑھے لکھے ہیں'' اس نے جلدی سے کہا، ''اور جانتے ہیں کہ کیا صحیح اور سب سے بہتر ہے۔ اندر جا کر میں کیا کہوں؟ میں یہ خبر ان کو کیسے دوں، ماسٹر ڈیوی؟''

میں نے دروازے میں حرکت ہوتے دیکھی اور جلدی سے اس کی کنڈی کھینچ کر چند لمحے کا

موقع اور حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ مسٹر پیگٹی نے دروازے سے جلدی سے جھانکا اور جب انھوں نے وہاں صرف ہم دونوں کو ہی پایا تو ان کا چہرہ جس طرح تغیر پذیر ہوا، میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا تھا، اگر چہ میں پانچ سو سال بھی زندہ رہتا۔

مجھے یاد آتی ہے آہ و بکا اور مسٹر پیگٹی کو ان دونوں عورتوں کا سنبھالنا اور دلاسہ دینا اور ہم سب کا بے بسی اور مایوسی سے کمرے میں کھڑے رہنا، میں اپنے ہاتھ میں وہ خط لیے ہوئے ہوں جو ہیم نے مجھے دیا ہے، مسٹر پیگٹی کی صدری سامنے، بالکل کھلی ہوئی، بال بکھرے ہوئے، چہرہ اور ہونٹ بالکل سفید، سینے پر خون بہتا ہوا (میرے خیال میں یہ ان کے منہ سے ابل پڑا تھا) مجھے ایک ٹک دیکھتے رہے، پھر کپکپاتی آواز میں دھیمے سے بولے:

''پڑھیے اسے جناب! رک رک کر پڑھیے گا۔ میں نہیں جانتا کہ میں سمجھ بھی پاؤں گا۔''

موت کے سناٹے میں میں نے خط پڑھنا شروع کیا:

''جب تم، جس نے مجھے ہمیشہ اس سے بھی زیادہ پیار کیا ہے جتنے کی میں مستحق بھی نہیں تھی، اور جب میں بالکل معصوم اور ناسمجھ تھی، اس خط کو دیکھو گے تب تک میں بہت دور جا چکی ہوں گی۔''

''میں بہت دور جا چکی ہوں گی۔'' انھوں نے دھیمے سے دہرایا۔ ''رک جاؤ ایملی بہت دور جا چکی ہو۔ ٹھیک ہے!''

میں نے خط آگے پڑھنا شروع کیا:

جب صبح میں اپنا پیارا گھر چھوڑوں گی——اپنا پیارا گھر——اف، اپنا پیارا گھر!

خط میں گذشتہ رات کی تاریخ درج تھی:

''اب میں کبھی واپس نہیں آپاؤں گی جب تک کہ وہ مجھے ایک خاتون کے روپ میں واپس نہیں لاتا۔ یہ بات رات کو معلوم ہو پائے گی، میرے جانے کے کئی گھنٹے بعد۔ کاش! تم جان سکتے کہ میرا دل ریزہ ریزہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ تم، جسے میں نے اتنا بڑا دکھ پہنچایا ہے کہ تم مجھے کبھی معاف نہیں کر سکتے، صرف اتنا جان سکتے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے! میں اپنے بارے میں یہ سب لکھ کر بہت برا کر رہی ہوں۔ اف، یہ سوچ کر تسلی کر لو کہ میں بہت بری ہوں۔ اف مجھ پر رحم کھاتے ہوئے چچا سے اتنا کہہ دینا کہ میں نے انھیں اس کا نصف بھی پیار نہیں کیا جتنا میں اب

انھیں پیار کرتی ہوں۔ اف، مت یاد کرو کہ تم سبھی لوگ میرے تئیں کتنے شفیق اور مہربان رہے ہو۔ مت یاد کرو کہ ہم تم کبھی ایک دوسرے کے ہونے والے تھے۔ بلکہ یہ سمجھ لینے کی کوشش کرو کہ میں اسی وقت مر گئی تھی جب میں ایک چھوٹی سی بچی تھی اور کہیں دفنا دی گئی تھی۔ خدا سے دعا کرو کہ میرے چچا میری جدائی کا غم برداشت کر لیں! ان سے کہنا کہ میں نے کبھی اس کا نصف بھی پیار نہیں کیا۔ یہ سوچ کر تسلی کر لیں۔ تم کسی اور اچھی لڑکی سے پیار کر لو، جو اس طرح ہو جیسی کبھی میں اپنے چچا کے لیے تھی اور وہ تمھارے تئیں وفادار ہو اور تمھارے لائق ہو اور میری طرح ذلیل نہ ہو۔ خدا سب کو خوش رکھے! میں سب کے لیے دعا کروں گی، اکثر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر گڑگڑاؤں گی۔ اگر وہ مجھے ایک خاتون بنا کر نہیں لاتا اور میں اپنے لیے دعائیں نہیں مانگتی تو بھی میں تم سب لوگوں کے لیے دعا کرتی رہوں گی۔ چچا کو میرا پیار دینا۔ چچا کو میرے آخری آنسو اور آخری شکریہ پہنچا دینا!'' بس اتنا ہی لکھا تھا خط میں۔

میرے خط پڑھ چکنے کے بعد بھی بہت دیر تک وہ میری طرف ایک ٹک دیکھتے کھڑے رہے۔ بالآخر میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لینے کی جسارت کی اور انھیں اتنی تسلی دی جتنی کہ میں دے سکتا تھا کہ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے کہا: ''شکریہ جناب، بہت بہت شکریہ!'' ذرا بھی جنبش کیے بغیر۔

ہیم نے بھی ان کو سمجھایا۔ مسٹر پیگٹی اب سکتے کے عالم سے بس اس حد تک ابھر پائے کہ انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا، لیکن وہ رہے بالکل اسی حالت میں اور کسی نے ان سے کچھ کہنے کی ہمت نہ کی۔

دھیرے دھیرے بالآخر انھوں نے نظریں میری جانب سے اس طرح ہٹائیں جیسے وہ خواب سے جاگ رہے ہوں اور انھوں نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں، پھر انھوں نے بڑی دھیمی آواز میں کہا:

''وہ آدمی کون ہے؟ میں اس کا نام جاننا چاہتا ہوں۔''

ہیم نے میری جانب دیکھا اور اچانک مجھے دھچکا سا لگا۔ میرا دل بیٹھنے لگا۔

''جس آدمی پر شک ہے،'' مسٹر پیگٹی نے کہا: ''وہ کون ہے؟''

''ماسٹر ڈیوی!'' ہیم نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''تھوڑی دیر کے لیے آپ باہر چلے جائیں اور مجھے ان سے بتا لینے دیں جو میں بتانا چاہتا ہوں، آپ کو اسے نہیں سننا چاہیے، جناب۔''

مجھے پھر دھچکا لگا۔ میں ایک کرسی پر گر پڑا اور میں نے کچھ جواب دینا چاہا، لیکن میری زبان خشک ہوگئی اور میری نظر کمزور پڑ چکی تھی۔

''میں اس کا نام جاننا چاہتا ہوں!'' یہ کہا جانا مجھے ایک بار پھر سنائی پڑا۔

''کچھ دنوں پہلے'' ہیم نے ہکلاتے ہوئے کہا ''یہاں ایک نوکر آیا تھا، ناوقت۔ ایک شریف زادے بھی آئے تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ تھے۔''

مسٹر پیگٹی پھر اسی طرح بت کی طرح کھڑے ہوگئے لیکن اس بار وہ ہیم کو دیکھ رہے تھے۔

''نوکر'' ہیم نے آگے بتایا ''اپنی ـــــــ لڑکی بے چاری کے ساتھ کل رات دیکھا گیا تھا۔ وہ ہفتہ بھر یا اس سے زیادہ سے یہیں کہیں چھپا ہوا تھا۔ سمجھا جا رہا تھا کہ وہ جا چکا ہے، لیکن وہ چھپا ہوا تھا۔ یہاں رکے نہ رہیے ماسٹر ڈیوی، چلے جائیے کچھ دیر کے لیے!''

میں نے محسوس کیا جیسے پیگٹی نے میری گردن دبوچ لی ہو لیکن میں اس وقت وہاں سے ہل تک نہ سکتا تھا۔ اگر پورا مکان ہی میرے اوپر گر پڑتا۔

شہر کے باہر ناروچ روڈ (Norwitch Road) پر آج صبح گہما گہمی رہی، دن شروع ہونے سے پہلے ہی۔'' ہیم کہتا گیا ''نوکر اندر گیا اور چلا آیا، وہ پھر گیا جب وہ اس بار گیا تو اس کے ساتھ ایملی تھی۔ اندر دوسرا آدمی تھا۔ یہی وہ آدمی ہے۔''

''خدا کے لیے'' مسٹر پیگٹی نے پیچھے جھک کر اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے، جیسے کہ اسے دور رکھنے کے لیے جس سے ڈر رہے تھے، بولے ''مجھ سے یہ مت بتانا کہ اس کا نام اسٹیر فورتھ ہے!''

''ماسٹر ڈیوی'' ہیم نے ڈوبتی آواز میں بڑے درد کے ساتھ کہا ''اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا ـــــــ لیکن اس کا نام اسٹیر فورتھ ہی ہے اور وہ پکا بدمعاش ہے!''

مسٹر پیگٹی ذرا بھی نہ چیخے چلّائے، نہ انھوں نے آنسو بہائے اور اس وقت تک ہلے تک نہیں جب تک کہ ایسا لگا جیسے وہ پھر جاگ اٹھے ہوں اور پھر انھوں نے فوراً کھونٹی پر سے اپنا موٹا کوٹ جھٹکے سے کھینچ لیا۔

''اسے پکڑلو! مجھ پر پہاڑ گر پڑا ہے، اور میں اسے خود نہیں پہن سکتا۔'' انھوں نے بے قراری کے ساتھ کہا۔'' اسے پہننے میں میری مدد کرو۔ ٹھیک ہے!'' جب کسی نے بڑھ کر کوٹ پہنا دیا۔'' اب مجھے اپنا ہیٹ دے دو!''

ہیم نے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔

''میں اپنی بھتیجی کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ میں اپنی ایملی کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ میں پہلے تو جا رہا ہوں اس کشتی میں اور وہیں اس کو ڈبو دوں گا جہاں میں اسے بھی ڈبو دیتا اس وقت اگر مجھے ذرا بھی معلوم ہو جاتا کہ اس کے دل میں کیا ہے! جب وہ میرے سامنے بیٹھا تھا'' انھوں نے اپنا لمبا ہاتھ اٹھاتے ہوئے بے حد غصے سے کہا'' جب وہ میرے سامنے بیٹھا تھا۔ بالکل آمنے سامنے، مجھے مار ڈالنے کے لیے، لیکن میں اسے ڈبو دیتا اور سوچتا کہ میں نے ٹھیک کیا! ـــــ میں اپنی بھتیجی کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔''

''کہاں؟'' ہیم نے مداخلت کرتے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر بے ساختہ کہا۔

''کہیں بھی! میں اپنی بھتیجی کو دنیا بھر میں ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ میں اپنی معصوم بھتیجی کو ذلت میں پھنسی دیکھنے جا رہا ہوں اور اسے واپس لاؤں گا۔ مجھے کوئی روکے نہیں! میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی بھتیجی کو تلاش کرنے جا رہا ہوں!''

''نہیں، نہیں!'' مسز گمج چیختے ہوئے آ کر ان دونوں کے درمیان ہو گئیں۔ ''نہیں، نہیں ڈینیل، ایسی حالت میں نہیں۔ اسے تلاش کرنے کچھ دیر بعد نکلنا میرے تنہا دلگیر ڈینیل اور وہی مناسب رہے گا! لیکن اس حالت میں نہیں جیسے تم ابھی ہو۔ بیٹھ جاؤ اور مجھے معاف کر دو اگر میں نے کبھی تمھیں ایک لفظ بھی کچھ کہہ دیا ہو، ڈینیل ـــــ اس طرح کی تکلیف دہ باتیں تو میرے لیے ہمیشہ ہی ہوتی رہی ہیں! ـــــ بیٹھ جاؤ اور ہم اس وقت کی کچھ باتیں کریں جب وہ شروع میں یتیم بچی تھی اور ہیم بھی ایسا ہی تھا اور جب میں ایک غریب بیوہ تھی اور تم مجھے یہاں لے آئے۔ یہ باتیں کرنے سے تمھارے دکھے دل کو سکون ملے گا ڈینیل۔'' ان کے کندھے پر اپنا سر رکھتے ہوئے ''اور تم اپنا غم بہتر طور پر برداشت کر لو کیونکہ تم وہ وعدہ جانتے ہو ڈینیل جیسا کہ تم نے اس کی معمولی سے معمولی بات پوری کی ہے، تم نے میرے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے اور اس میں کبھی کمی نہ آئے گی

اس چھت کے نیچے، جو ہم لوگوں کے لیے اتنے برسوں سے پناہ گاہ بنی ہوئی ہے!''

وہ اب بہت نڈھال اور درماندہ پڑ چکے تھے اور جب میں نے انھیں روتے ہوئے سنا تو بے اختیار میرا دل چاہا کہ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ان سے اس بربادی کے لیے معافی مانگ لوں جو میری وجہ سے ہوئی تھی اور اسٹیر فورتھ کو برا بھلا کہوں، اس خیال سے میں خود کو بہتر محسوس کرنے لگا۔ میرے بھرے دل کو بھی اتنی ہی راحت ملی اور میں رونے بھی لگا۔

●●●

باب 32

ایک طویل سفر کا آغاز

جو بات مجھ میں فطری ہے، دوسرے بہت سے لوگوں میں بھی فطری ہوتی ہے، یہ میں جانتا ہوں۔ اس لیے یہ لکھنے میں مجھے ذرا بھی تامل نہیں کہ میں نے اسٹیرفورتھ کو اس سے زیادہ کبھی نہیں چاہا جب میرے اور اس کے رشتے ٹوٹ گئے۔ اس کی نالائقی جاننے پر مجھے سخت تکلیف پہنچی، لیکن اب بھی مجھے سب سے زیادہ اس کی ذہانت ہی یاد آتی۔ اس میں جو جو خوبیاں تھیں، مجھے وہی زیادہ یاد آنے لگیں۔ اب میں اس کی ان خوبیوں کو اس سے بھی زیادہ سراہنے لگا، جو اسے ایک نیک طبع اور نامور شخص بنا سکتی تھیں، جتنا کہ میں اس کو اس وقت مانتا تھا جب میں اس کا دیوانہ سا ہو گیا تھا۔ لاشعوری طور پر مجھے اس پاکیزہ گھر کو آلودہ کرنے میں خود بھی شامل ہونے کا اتنا شدید احساس ہونے کے باوجود مجھے یقین ہے کہ مجھے اس کے سامنے لایا جاتا تو میں اسے ذرا بھی برا بھلا نہ کہہ پاتا۔ میں اسے اب بھی اتنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اب میں اس کا گرویدہ نہیں رہ گیا تھا۔ میں اسے کہنا چاہتا تھا، اس کی یاد میرے دل میں اب بھی اتنی ہی بنی ہوئی تھی کہ میں سوچتا ہوں جیسے میں ایک بچہ جیسا ہو گیا تھا لیکن میرے دل میں صرف یہ خیال نہیں آپا رہا تھا کہ ہم دونوں پھر کبھی اسی طرح ہو جائیں گے۔ یہ خیال کبھی میرے ذہن میں نہیں آیا۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا، جیسا کہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اب ہم دونوں کے مابین سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ وہ مجھے کس طرح یاد کرتا تھا،

میں کبھی نہیں جان سکا۔ شاید وہ بہت ہلکی یادیں تھیں جو آسانی سے فراموش کی جا سکتی تھیں۔ لیکن میرے لیے اس کی یادیں ویسی ہی تھیں جیسے ایک بے حد عزیز دوست کی یادیں ہوں، جو مر چکا ہو۔

ہاں، اسٹیر فورتھ اس معمولی سی داستان سے بہت پہلے نکال دیا گیا! میدانِ حشر میں میرا دکھ تمھارے خلاف گواہی دے سکتا ہے، لیکن تمھارے لیے میرے دل میں جو غصہ ہے وہ کبھی تمھارے خلاف نہیں جائے گا، یہ میں جانتا ہوں!

جو کچھ ہوا تھا اس کی خبر شہر میں اتنی جلد پھیل گئی کہ جب اگلی صبح میں گلیوں سے گذر رہا تھا تو لوگ اپنے دروازے پر اسی کا چرچا کر رہے تھے۔ زیادہ تر لوگوں کو ایملی پر ہی غصہ آ رہا تھا، کچھ لوگ اسٹیر فورتھ کو بھی برا بھلا کہہ رہے تھے لیکن مسٹر پیگٹی اور ہیم کے تئیں لوگوں کے دل میں ایک ہی جذبہ تھا۔ ہر قسم کے لوگوں میں اس دکھ کی گھڑی میں ان دونوں کے لیے احترام اور ہمدردی کا جذبہ پایا جا رہا تھا۔ جب وہ دونوں صبح دھیرے دھیرے چلتے ہوئے سمندر کے کنارے جانے لگے تو وہاں مچھیروں نے خود کو ان لوگوں سے الگ ہی رکھا اور ٹولیوں میں باتیں کرتے رہے اور ان لوگوں پر ترس کھاتے رہے۔

سمندر کے کنارے بالکل پانی سے قریب مجھے وہ ملے۔ اس کا اندازہ لگا لینا بہت آسان تھا کہ وہ دونوں پوری رات سوئے نہیں تھے۔ حالانکہ پیگٹی نے مجھ سے یہ نہیں بتایا کہ وہ صبح تک اسی طرح بیٹھے ہی رہ گئے تھے جس طرح میں انھیں چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ بالکل ٹوٹے ہوئے سے لگ رہے تھے اور مسٹر پیگٹی کا سر ایک ہی رات میں اتنا جھک گیا تھا جتنا کہ اتنے برسوں میں نہیں جھکا تھا جب سے میں انھیں جانتا ہوں۔ لیکن وہ دونوں اتنے ہی گمبھیر اور مستعد تھے جیسے کہ سمندر: جو اس وقت اندھیرے آسمان کے نیچے بالکل پرسکون تھا۔ لیکن اندر ایک طوفان سا بپا تھا، جیسے اس وقت یہ سستا رہا ہو ـــــــ اور افق کو نظر نہ آ رہے سورج کی روپہلی دھاری سے چھو رہا تھا۔

''ہم نے اس پر بات کر لی ہے، جناب'' مسٹر پیگٹی نے مجھ سے کہا جب ہم تینوں خاموشی کے ساتھ کچھ دور تک چلے آئے ''کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ لیکن اب ہم کو اپنے دائرۂ عمل کا تعین کرنا ہے۔''

میری نظر ہیم پر گئی جو اس وقت سمندر میں دور اٹھتی روشنی کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں

ایک ڈراؤنا خیال آ گیا۔ اس لیے نہیں کہ اس کے چہرے پر غصہ نظر آ رہا تھا، ایسی بات نہیں تھی، ؛
اس کے سوا کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ مجھے اس کے چہرے پر ایسا پختہ ارادہ نظر آ رہا تھا——— کہ
کبھی اسٹیرفورتھ اس کے سامنے پڑ گیا تو وہ اس کو مار ڈالے گا۔

مسٹر پیگٹی نے کہا، ''میرے فرض کا تعین ہو چکا ہے، میں تلاش کرنے جا رہا ہوں ا
——— '' اتنا کہہ کر وہ رک گئے اور اس سے بھی زیادہ سخت لہجے میں بولے'' میں اسے تلاش کر
جا رہا ہوں۔ اب سدا ہی میری ڈیوٹی یہی رہے گی۔''

جب میں نے ان سے پوچھا کہ وہ اسے کہاں تلاش کریں گے تو انھوں نے اپنا سر ہلا
ہوئے پوچھا کہ کیا میں کل لندن جا رہا ہوں؟ میں نے انھیں بتایا کہ آج میں اس ڈر سے نہیں گی
کہیں میرے ہاتھ سے وہ موقع نکل نہ جائے، اگر میں ان کے کسی کام آ سکوں لیکن میں تب
جانے کو تیار ہوں جب وہ جائیں گے۔

''میں آپ کے ساتھ چلوں گا، جناب''انھوں نے کہا''اگر آپ کل چلنا پسند کریں۔''

ہم پھر کچھ دیر تک خاموشی سے چلتے رہے۔

''ہیم''انھوں نے گفتگو کا سلسلہ پھر شروع کیا''یہ اپنا موجودہ کام کرتا رہے گا اور
بہن کے پاس رہے گا، وہ پرانی کشتی جونز دیک ہی ہے۔''

''اپنی پرانی کشتی چھوڑ دیں گے آپ؟''میں نے مداخلت کرتے ہوئے دھیمے سے پو

''میرا قیام ماسٹر ڈیوی،''انھوں نے جواباً کہا''اب اس میں نہ رہے گا، اور اگر کبھ
دوسری خرید سکا کیونکہ ابھی تو میرے سامنے گہرا اندھیرا ہے۔ لیکن نہیں، جناب، نہیں میرا یہ م
نہیں کہ اس کشتی کو ہم چھوڑ دیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔''

ہم پھر کچھ دیر تک اسی طرح خاموشی سے چلتے رہے جب تک کہ انھوں نے اپنی با
نہیں شروع کر دی:

''میری خواہش ہے، جناب کہ یہ اسی طرح نظر آتی رہے، دن اور رات، سردی او
جیسے کہ ہمیشہ نظر آتی رہی تھی جب سے اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اگر کبھی وہ بھولتے
واپس آتی ہے تو میں نہیں چاہتا کہ اسے اپنا پرانا مکان نہ مل پائے، سمجھ رہے ہیں آپ، بلکہ

میں کبھی نہیں جان سکا۔شاید وہ بہت ہلکی یادیں تھیں جو آسانی سے فراموش کی جاسکتی تھیں۔لیکن میرے لیےاس کی یادیں ویسی ہی تھیں جیسےایک بے حد عزیز دوست کی یادیں ہوں، جومر چکا ہو۔

ہاں،اسٹیرفورتھ اس معمولی سی داستان سے بہت پہلے نکال دیا گیا! میدانِ حشر میں میرا دکھ تمھارے خلاف گواہی دے سکتا ہے،لیکن تمھارے لیے میرے دل میں جو غصہ ہے وہ کبھی تمھارے خلاف نہیں جائے گا، یہ میں جانتا ہوں!

جو کچھ ہوا تھا اس کی خبر شہر میں اتنی جلد پھیل گئی کہ جب اگلی صبح میں گلیوں سے گذر رہا تھا تو لوگ اپنے دروازے پر اسی کا چرچا کر رہے تھے۔زیادہ تر لوگوں کو ایملی پر ہی غصہ آرہا تھا، کچھ لوگ اسٹیرفورتھ کو بھی برا بھلا کہہ رہے تھےلیکن مسٹر پیگٹی اور ہیم کے تئیں لوگوں کے دل میں ایک ہی جذبہ تھا۔ ہر قسم کے لوگوں میں اس دکھ کی گھڑی میں ان دونوں کے لیے احترام اور ہمدردی کا جذبہ پایا جارہا تھا۔ جب وہ دونوں صبح دھیرے دھیرے چلتے ہوئے سمندر کے کنارے جانے لگے تو وہاں مچھیروں نے خود کو ان لوگوں سے الگ ہی رکھا اور ٹولیوں میں باتیں کرتے رہے اور ان لوگوں پر ترس کھاتے رہے۔

سمندر کے کنارے بالکل پانی سے قریب مجھے وہ ملے۔اس کا اندازہ لگا لینا بہت آسان تھا کہ وہ دونوں پوری رات سوئے نہیں تھے۔حالانکہ پیگٹی نے مجھ سے یہ نہیں بتایا کہ وہ صبح تک اسی طرح بیٹھے ہی رہ گئے تھے جس طرح میں انھیں چھوڑ کر آیا تھا۔وہ بالکل ٹوٹے ہوئے سے لگ رہے تھے اور مسٹر پیگٹی کا سرایک ہی رات میں اتنا جھک گیا تھا جتنا کہ اتنے برسوں میں نہیں جھکا تھا جب سے میں انھیں جانتا ہوں۔لیکن وہ دونوں اتنے ہی گمبھیر اور مستعد تھے جیسے کہ سمندر: جو اس وقت اندھیرے آسمان کے نیچے بالکل پرسکون تھا۔لیکن اندر ایک طوفان سا بپا تھا، جیسے اس وقت یہ ستا رہا ہو——اور افق کو نظر نہ آرہے سورج کی روپہلی دھاری سے چھو رہا تھا۔

''ہم نے اس پر بات کرلی ہے، جناب'' مسٹر پیگٹی نے مجھ سے کہا جب ہم تینوں خاموشی کے ساتھ کچھ دور تک چلے آئے'' کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔لیکن اب ہم کو اپنے دائرۂ عمل کا تعین کرنا ہے۔''

میری نظر ہیم پر گئی جو اس وقت سمندر میں دور اٹھتی روشنی کو دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں

ایک ڈراؤنا خیال آ گیا۔ اس لیے نہیں کہ اس کے چہرے پر غصہ نظر آ رہا تھا، ایسی بات نہیں تھی، مجھے اس کے سوا کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ مجھے اس کے چہرے پر ایسا پختہ ارادہ نظر آ رہا تھا ـــــــ کہ اگر کبھی اسٹیر فورتھ اس کے سامنے پڑ گیا تو وہ اس کو مار ڈالے گا۔

مسٹر پیگٹی نے کہا، ''میرے فرض کا تعین ہو چکا ہے، میں تلاش کرنے جا رہا ہوں اپنی ـــــــ'' اتنا کہہ کر وہ رک گئے اور اس سے بھی زیادہ سخت لہجے میں بولے ''میں اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ اب سدا ہی میری ڈیوٹی یہی رہے گی۔''

جب میں نے ان سے پوچھا کہ وہ اسے کہاں تلاش کریں گے تو انھوں نے اپنا سر ہلاتے ہوئے پوچھا کہ کیا میں کل لندن جا رہا ہوں؟ میں نے انھیں بتایا کہ آج میں اس ڈر سے نہیں گیا کہ کہیں میرے ہاتھ سے وہ موقع نکل نہ جائے، اگر میں ان کے کسی کام آ سکوں لیکن میں تب ہی جانے کو تیار ہوں جب وہ جائیں گے۔

''میں آپ کے ساتھ چلوں گا، جناب'' انھوں نے کہا ''اگر آپ کل چلنا پسند کریں۔''

ہم پھر کچھ دیر تک خاموشی سے چلتے رہے۔

''ہیم'' انھوں نے گفتگو کا سلسلہ پھر شروع کیا ''یہ اپنا موجودہ کام کرتا رہے گا اور میری بہن کے پاس رہے گا، وہ پرانی کشتی جو نزدیک ہی ہے۔''

''اپنی پرانی کشتی چھوڑ دیں گے آپ؟'' میں نے مداخلت کرتے ہوئے دھیمے سے پوچھا۔

''میرا قیام ماسٹر ڈیوی،'' انھوں نے جواباً کہا ''اب اس میں نہ رہے گا، اور اگر کبھی میں دوسری خرید سکا کیونکہ ابھی تو میرے سامنے گہرا اندھیرا ہے۔ لیکن نہیں، جناب، نہیں میرا یہ مطلب نہیں کہ اس کشتی کو ہم چھوڑ دیں گے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔''

ہم پھر کچھ دیر تک اسی طرح خاموشی سے چلتے رہے جب تک کہ انھوں نے اپنی بات پھر نہیں شروع کر دی:

''میری خواہش ہے، جناب کہ یہ اسی طرح نظر آتی رہے، دن اور رات، سردی اور گرمی، جیسے کہ ہمیشہ نظر آتی رہی تھی جب سے اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اگر کبھی وہ بھولتے بھٹکتے واپس آتی ہے تو میں نہیں چاہتا کہ اسے اپنا پرانا مکان نہ مل پائے، سمجھ رہے ہیں آپ، بلکہ یہ اسے

ترغیب دے کہ وہ اس کے قریب آکر، ہوسکتا ہے ایک بھوت کی طرح، تیز ہوا اور بارش میں پرانی کھڑکی سے آگ کے پاس اپنی پرانی جگہ جھانکے۔ تب ہوسکتا ہے، ماسٹر ڈیوی، کہ اندر مسز گمج کے سوا کسی اور کو نہ دیکھ کر ہمت کرے کہ کانپتی ہوئی اندر گھس آئے اور اپنے پرانے بستر پر اپنا تھکا سر رکھ کر آرام کرنے لگے جہاں کبھی وہ اتنی خوش رہا کرتی تھی۔''

جواب میں میں کچھ بول ہی نہیں پایا اگر چہ میں نے بہت کوشش کی۔

''ہر رات'' مسٹر پیگٹی کہنے لگے۔ ''اتنی ہی پابندی سے جتنی پابندی سے رات روز آتی ہے، جلتی ہوئی موم بتی اسی طرح کھڑکی پر رکھی رہے گی کہ اگر کبھی وہ اسے دیکھ لے تو اسے محسوس ہو جیسے موم بتی کہہ رہی ہو، واپس آجاؤ، میری بچی، واپس آجاؤ! اگر کبھی رات کو تمھاری پھوپھی کے دروازے پر دستک ہو ہیم (خاص طور سے ہلکی دستک) تو تم دروازے کے قریب مت جانا۔ اسے جانے دینا ـــ تم نہیں ـــ کہ وہ جا کر میری گری بچی کو دیکھے!''

وہ کچھ دیر تک ہم لوگوں کے سامنے خاموش ٹہلتے رہے۔ اس وقفے میں میں نے ہیم کی جانب پھر دیکھا تو اس کے چہرے پر ویسا ہی تاثر پایا، اس کی آنکھیں اب بھی اسی دور والی روشنی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کا بازو چھوا۔

دوبارہ میں نے اس کا نام لے لے کر اسی طرح پکارا جیسے میں کسی کو سوتے سے جگا تا، تب وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ جب میں نے پوچھا کہ وہ کن خیالات میں اس طرح گم ہے، تو اس نے جواب دیا:

''اب میرے سامنے کیا رہ گیا ہے، ماسٹر ڈیوی، بس، ختم۔''

''تم اپنی آگے کی زندگی کے لیے ایسا کہہ رہے ہو؟'' اس نے گھبراہٹ میں سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے ایسا کہا تھا۔

''ہاں، ماسٹر ڈیوی میں ٹھیک سے نہیں جانتا کہ یہ کیسا لگ رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے سامنے مجھے اختتام نظر آرہا ہے۔'' اس نے میری جانب اس طرح دیکھتے ہوئے کہا جیسے خواب سے جاگ گیا ہو، لیکن اس کے چہرے پر اب بھی اس کا وہ پختہ ارادہ (اسٹیرفورتھ کو دیکھتے ہی مار ڈالنے کا) مجھے نظر آرہا تھا۔

''کیسا اختتام؟'' میں نے اپنے اس خوف کے پیشِ نظر پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔'' اس نے سوچتے ہوئے کہا، ''میں یہ یاد کر رہا تھا کہ اس کی شروعات یہیں پر ہوئی تھی ـــــ اور پھر ختم ہو گیا۔ لیکن اب یہ ختم ہو چکا ہے! ماسٹر ڈیوی،'' اس نے جواب میں مزید کہا ''جیسا کہ میں سمجھتا ہوں''، میرے چہرے کے تاثر کو سمجھتے ہوئے، ''آپ مجھ سے ڈریں نہیں، میں بہت رحم دل آدمی ہوں۔ میں سمجھ لوں گا کہ کچھ بھی نہیں ہوا ـــــ'' اس نے اس انداز میں کہا کہ لگ رہا تھا جیسے وہ خود نہیں بول رہا تھا اور وہ بالکل بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

مسٹر پیگٹی ٹہلتے ٹہلتے رک گئے تا کہ ہم دونوں ان کے ساتھ ہو جائیں: اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ کچھ بولے نہیں۔ اس کی یاد اور اس سے متعلق اپنا پہلا والا خیال وقفے وقفے سے میرے ذہن کو پریشان کرتا رہا۔

ہم بے خیالی میں پرانی کشتی کی طرف بڑھتے رہے اور وہاں پہنچ کر اس میں داخل ہو گئے۔ مسز گمج جواب اپنے مخصوص گوشے میں بیٹھی بسورنہیں رہی تھیں، ناشتہ بنا رہی تھیں۔ انھوں نے مسٹر پیگٹی کا ہیٹ اٹھایا اور ان کے لیے کرسی رکھ دی اور ان سے اتنے پرسکون انداز میں نرم لہجے میں بولیں کہ میں نے انھیں اس طرح بولتے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔

''ڈینیل، نیک آدمی!'' انھوں نے کہا ''تم کھاؤ، پیو اور اپنی صحت کا خیال رکھو کیونکہ اس کے بغیر تم کچھ کر نہ پاؤ گے۔ کوشش کرو۔ تمھاری زندگی بڑی قیمتی ہے! اور اگر میری باتیں تمھیں ناگوار گذری ہیں'' ان کا مطلب زیادہ بولنے سے تھا، ''تو مجھے بتا دو ڈینیل اور میں نہیں بولوں گی۔''

جب انھوں نے ہم لوگوں کے سامنے ناشتہ لگا دیا تو وہ اس کھڑکی کے پاس چلی گئیں جہاں بیٹھ کر وہ مسٹر پیگٹی کی کچھ قمیصوں اور دیگر کپڑوں کی مرمت کر رہی تھیں اور اسے بڑی احتیاط سے ایک پرانے بیگ میں رکھے جا رہی تھیں۔ دریں اثنا انھوں نے گفتگو جاری رکھی، اسی پرسکون انداز میں ۔

''ہر وقت اور ہر موسم میں، سمجھ لو ڈینیل'' مسز گمج نے کہا ''میں یہاں بالکل مستعد رہوں گی اور جیسا تم چاہتے ہو ویسے ہی ہر چیز کی دیکھ بھال کرتی رہوں گی۔ مجھے زیادہ لکھنا پڑھنا نہیں آتا لیکن میں تمھیں کبھی کبھی لکھتی رہوں گی، جب تم دور چلے جاؤ گے اور میں ماسٹر ڈیوی کو بھی خط لکھا کروں گی۔ ہو سکتا ہے ڈینیل کہ تم بھی کبھی کبھی مجھے خط لکھو اور مجھے بتاؤ کہ اس تنہا سفر میں تم پر کیا

گذر رہی ہے۔''

''یہاں تم اکیلی عورت رہ جاؤ گی، میں یہی ڈر رہا ہوں۔'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔

''نہیں، نہیں ڈینیل۔'' انھوں نے جلدی سے کہا۔ ''میں اکیلی نہیں رہوں گی۔ تم میری فکر نہ کرو۔ مجھے تمھارا گھر بنائے رکھنے کے لیے بہت سارے کام رہیں گے، میں انھیں میں مصروف رہا کروں گی۔ جب تم واپس آؤ گے ـــــــ اس گھر کو تیار رکھنے کے لیے کہ کوئی واپس آ جائے، ڈینیل ـــــــ اچھے وقت میں میں گھر سے باہر نکل جایا کروں گی جیسا کہ پہلے کیا کرتی تھی۔ اگر کوئی قریب آتا ہے، تو وہ اس بوڑھی بیوہ کو اپنے لیے اسی طرح کھڑی پائے گا۔''

اتنے مختصر وقت میں مسز گمج میں کیسی تبدیلی آ گئی تھی! وہ اب ایک دوسری عورت معلوم ہونے لگی تھیں۔ ان میں اتنی ذمہ داری آ گئی اور اتنی جلدی ان کی سمجھ میں آ جاتا تھا کہ اب کیا کہنا چاہیے اور کیا نہ کہنا مناسب رہے گا، انھوں نے خود کو اس طرح فراموش کر دیا تھا اور اپنے غم کو بھی اس طرح نظرانداز کر رکھا تھا کہ میری نظروں میں ان کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ کام جو انھوں نے اس دن کیا! سمندر کے کنارے بہت سی ایسی چیزیں تھیں جنھیں لا کر مکان کے باہری حصے میں رکھ دینا تھا ـــــــ جیسے چپو، جال اور بادبان وغیرہ اگرچہ وہاں مدد کے لیے بہت سے لوگ تھے اور مسٹر پیگٹی کے صرف اشارہ بھر کر دینے پر سارا سامان ڈھولاتے لیکن مسز گمج نے کہا کہ وہ خود ہی سارا سامان اٹھا لائیں گی اور دن بھر وہ اس مسافت کی تیاری میں جان کھپاتی رہیں، لگتا تھا جیسے پرانی یادیں، جنھیں برابر یاد کر کر کے وہ گھر کا ماحول خراب کیے رہتی تھیں، وہ بالکل بھول ہی گئی تھیں۔ وہ اب ہمدردی کے طور پر مستقلاً خوش مزاجی کا مظاہرہ کرنے لگی تھیں، جو ان میں چونکا دینے والی تبدیلی تھی۔ شکوے شکایات کا اب سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کی زبان کو لڑکھڑاتے تک نہ سنا اور نہ پورے دن ایک بوند آنسو ہی آنکھوں سے ٹپکاتے دیکھا۔ رات کو جب وہ، میں اور مسٹر پیگٹی رہ گئے اور مسٹر پیگٹی بری طرح تکان کی وجہ سے جلدی سو گئے تب وہ منہ دبا دبا کر رونے، چلانے لگیں اور مجھے دروازے تک لے جا کر بولیں۔ ''خدا تمھیں ہمیشہ خوش رکھے ان کی خیر خواہی کے لیے!'' پھر وہ جلدی سے باہر بھاگ آئیں تاکہ منھ دھو کر خود کو قابو میں رکھتے ہوئے ان کے پاس سکون سے بیٹھ سکیں اور جب مسٹر پیگٹی سو کر اٹھیں تو انھیں

وہاں کام میں مصروف دیکھیں۔ مختصر یہ کہ میں رات کو سونے کے لیے، مسٹر پیگٹی کو ان کی اس مصیبت کی گھڑی میں مسز گمج کے سہارے چھوڑ کر چلا آیا: اور میں نے مسز گمج سے جو سبق حاصل کیا تھا اور انھوں نے جو نئے تجربات مجھ پر وا کیے، انھیں ذہن سے نکال نہیں پا رہا تھا۔

اس وقت نو اور دس کے درمیان کا وقت تھا جب میں بے حد افسوس اور اداسی کے عالم میں شہر سے دھیرے دھیرے گذر رہا تھا، میں مسٹر اومر کے دروازے پر رک گیا۔ مسٹر اومر اس واقعے سے اس قدر دل گرفتہ ہو گئے تھے کہ ان کی بیٹی نے مجھ سے بتایا کہ دن بھر وہ بے حد غمگین اور چپ چپ سے رہے اور اپنا پائپ لیے بغیر بستر پر چلے گئے۔

''ایک دھوکے باز، برے دل کی لڑکی'' مسز جورم نے کہا ''اس میں کبھی کوئی اچھائی نہیں رہی!''

''ایسا مت کہو۔'' میں نے کہا۔ ''تم ایسا نہیں سمجھتیں۔''

''ہاں، میں یقیناً ایسا ہی سمجھتی ہوں۔'' مسز جورم نے غصے سے بے ساختہ کہا۔

''نہیں، نہیں۔'' میں نے کہا۔

منی نے اپنا سر جھٹکا، جس سے ظاہر ہوا کہ اسے بہت زیادہ غصہ آ رہا ہے لیکن جیسے وہ خود پر قابو نہیں پا سکی اور رونے لگی۔ میں یقیناً چھوٹا تھا لیکن اس کی اس ہمدردی کے جذبے کو بہتر طور پر سمجھ رہا تھا اور یہ دیکھ کر رشک آنے لگا کہ وہ کتنی خوبیوں والی بیوی اور ماں ہے، بہت خوب، واقعی۔

''اب وہ کیا کرے گی!'' منی نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ ''کہاں جائے گی وہ! اس کا کیا ہوگا اب! اف وہ اپنے لیے اور اس (ہیم) کے لیے اتنی ظالم کیسے ہو گئی!''

مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب منی ایک نوعمر حسین لڑکی تھی اور مجھے خوشی تھی کہ اس نے بھی اسے اتنی اچھی طرح یاد رکھا۔

''میری ننھی منی'' مسز جورم نے کہا ''ابھی ابھی سوئی ہے یہاں تک کہ وہ سوتے میں بھی ایملی کے لیے رو رہی ہے۔ دن بھر ننھی منی ایملی کے لیے روتی رہی ہے اور بار بار مجھ سے پوچھتی رہی کہ کیا ایملی بہت پاجی ہے؟ میں اس سے کیا کہہ سکتی ہوں، جبکہ ایملی نے گذشتہ رات فیتہ اپنے گلے سے نکال کر ننھی منی کے گلے میں باندھ دیا تھا اور اس کے تکیہ پر اس کی بغل میں سر رکھ کر اس وقت تک لیٹی رہی جب تک وہ گہری نیند سو نہیں گئی! فیتہ اب بھی میری ننھی منی کے گلے میں بندھا

ہوا ہے، شاید اسے اب بندھا نہیں رہنا چاہیے لیکن میں کیا کر سکتی ہوں؟ ایملی بہت خراب ہے، لیکن وہ ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ اور بچی کچھ جانتی نہیں!''

مسز جورم اتنی غمزدہ تھیں کہ ان کے شوہر انھیں سنبھالنے کے لیے آ گئے۔ ان لوگوں کو وہیں چھوڑ کر میں پیگٹی کے گھر چلا گیا، اس سے بھی زیادہ غمگین جتنا ابھی تک تھا۔

وہ نیک مخلوق ـــــ میرا مطلب پیگٹی ـــــ اپنی بپتا اور بے خوابی میں گذاری راتوں کی تکان سے بے پروا اپنے بھائی کے گھر گئی ہوئی تھی جہاں صبح تک رکنے کا ارادہ تھا۔ ایک بوڑھی عورت جسے کچھ ہفتوں کے لیے گھر کی دیکھ بھال کرنے کے لیے، جب تک پیگٹی اس حالت میں نہیں آ جاتی، گھر میں میرے علاوہ تھی۔ چونکہ مجھے اب اس سے کوئی کام نہیں لینا تھا، اس لیے میں نے اسے سونے کے لیے بھیج دیا اگرچہ وہ ابھی جانا نہیں چاہتی تھی، اور میں باورچی خانے میں آگ کے پاس کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا تاکہ ان سب باتوں پر غور کر سکوں۔

میں نے مرحوم مسٹر بارکس کے بسترِ مرگ سے سوچنا شروع کیا اور وہاں سے بہتا ہوا دور وہاں پہنچ گیا جہاں ہیم صبح اتنا تنہا کھڑا تھا کہ اسی درمیان دروازے پر دستک سے میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر کوئی دستک دے رہا تھا لیکن یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ دروازہ اتنا آہستہ آہستہ اور دروازے کے نچلے حصے میں تھپتھپایا جا رہا تھا جیسے کوئی بچہ تھپتھپا رہا ہو۔

اس وجہ سے میں اسی شان سے دروازہ کھولنے کے لیے بڑھنے لگا جیسے کسی باوردی ملازم نے اپنے کسی بڑے افسر سے ملنے کے لیے دستک دی ہو۔ میں نے دروازہ کھولا تو پہلی نظر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں صرف ایک بڑا چھاتا جیسے خود اپنے آپ چل رہا ہو۔ لیکن فوراً ہی، کیا دیکھا کہ اس کے نیچے سے مس ماؤچر برآمد ہوئیں۔

میں اس ننھی مخلوق کا زیادہ گرمجوشی کے ساتھ استقبال کر پانے کے لیے خود کو تیار نہ کر پاتا، اگر چھاتا اوپر سے ہٹانے پر، جسے وہ کسی طرح بند کر پانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی، اس نے ہماری پہلی اور آخری ملاقات میں اپنے چہرے پر اتنی شوخی اور متلون مزاجی کا مظاہرہ نہ کر رکھا ہوتا جس نے بڑا شاندار تاثر چھوڑا تھا۔ لیکن اس کا چہرہ، جب اس نے میری طرف اسے گھمایا تو اس پر

اتنی متانت نظر آئی، اور جب میں نے اسے چھاتے سے چھٹکارا دلایا (جو اس آئرستانی دیوئی کے لیے ایک مصیبت ثابت ہو رہا تھا)، اس نے اپنا منحنی ہاتھ میری جانب اتنی اپنائیت کے ساتھ بڑھایا کہ میں اس کی طرف جھک گیا۔

''مس ماؤچر'' میں نے گلی میں اوپر سے نیچے تک نظریں دوڑانے کے بعد (یہ جانے بغیر کہ میں وہاں اور کیا دیکھ پانے کی امید کر رہا تھا) میں نے کہا ''تم یہاں کیسے آ گئیں؟ کیا بات ہے۔''

اس نے اپنے منحنی بازو سے مجھے ہلاتے ہوئے کہا کہ میں اس کا چھاتا بند کر دوں اور میرے پاس سے جلدی جلدی گذرتے ہوئے وہ باورچی خانے میں پہنچ گئی۔ جب میں دروازہ بند کر کے اپنے ہاتھ میں اس کا چھاتا لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے اندر آیا تو دیکھا کہ وہ آتش دان کے جنگلے کے کونے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ جنگلہ نیچا بنا ہوا تھا جس کے اوپر لوہے کی دو پٹیاں لگی ہوئیں تھیں جس پر پلیٹ رکھی جاتی تھی ـــــ وہ اپنے گھٹنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آگے پیچھے جھول سی رہی تھی جیسے وہ تکلیف میں ہو۔

ناوقت گھر میں اس کے استقبال کے لیے خود کو تنہا سوچ کر خاصا چوکنا ہوتے ہوئے اور اس کا یہ بے تکلفانہ رویہ دیکھتے ہوئے میں نے پھر استفسار کیا۔ ''خدا کے لیے مجھے بتا دو، مس ماؤچر کہ بات کیا ہے آخر؟ کیا تم بیمار ہو؟''

''میرے عزیز نوعمر شخص!'' مس ماؤچر نے اپنے ہاتھ سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں یہاں بیمار ہوں، بہت بیمار ہوں۔ یہ سوچ کر کہ ایسا ہو سکتا ہے، جبکہ میں جانتی ہوتی تو شاید ایسا نہ ہونے دیتی، اگر میں ایک بے حس بیوقوف نہ ہوتی؟''

اس کی بے ہنگم ٹوپی (اس کے جسم کے اعتبار سے بے حد بڑی) اس کے منحنی جسم کے ساتھ آگے پیچھے جھولنے لگی جبکہ ایک اتنی ہی بھاری ٹوپی دیوار سے جا ٹکرائی۔

''مجھے حیرت ہو رہی ہے۔'' میں نے کہنا شروع کیا۔ ''تمھیں اتنی سنجیدہ اور پریشان دیکھ کر ـــــ'' جب وہ میری بات قطع کرتے ہوئے بول پڑی۔

''ہاں، ہمیشہ ایسا ہوتا ہے! سارے غیر سنجیدہ نوعمر لوگ جو دیکھنے میں کافی بڑے ہو چکے نظر آتے ہیں، مجھ جیسی منحنی چیز میں فطری احساسات دیکھ کر حیران ہو اٹھتے ہیں! وہ مجھے ایک کھلونا جیسا

سمجھتے ہیں اور اپنا دل بہلانے کے لیے میرا استعمال کرتے ہیں اور جب ان کا جی بھر جاتا ہے تو مجھے پھینک دیتے ہیں اور تعجب کرنے لگتے ہیں کہ میں ایک لکڑی والے گھوڑے یا فوجی سے زیادہ محسوس کر سکتی ہوں! ہاں، ہاں، یہی طریقہ ہے بہت پرانا طریقہ!''

''دوسرے لوگ ایسا کر سکتے ہیں'' میں نے کہا'' لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں ایسا نہیں کرتا۔ شاید مجھے آج تمھیں اس طرح دیکھ کر ذرا بھی حیرت نہیں کرنی چاہیے: میں تمھارے بارے میں اتنا کم جانتا ہوں۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر، میرے دل میں جو بات آئی میں نے کہہ دی۔''

''میں کیا کر سکتی ہوں؟'' منحنی عورت نے کھڑی ہو کر اپنے ہاتھ کھول کر خود کو دکھاتے ہوئے کہا'' دیکھو! میں کیا ہوں، میرے باپ کیا تھے، میری بہن کیا ہے اور میرا بھائی کیا ہے۔ پچھلے کئی برسوں سے میں اپنی بہن اور بھائی کے لیے کام کرتی رہی ہوں۔ سخت محنت، مسٹر کاپر فیلڈ ——— دن بھر۔ مجھے زندہ رہنا ہی ہے۔ میں کسی کا نقصان نہیں کرتی۔ اگر ایسے بے حس اور بے رحم لوگ ہیں، جو میرا مذاق اڑاتے ہیں، تو میں اس کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہوں کہ میں خود بھی اپنا، ان کا اور ہر چیز کا مذاق اڑاؤں؟ اگر وقت کے لحاظ سے میں ایسا کرتی ہوں تو یہ غلطی کس کی ہے؟ میری؟''

''نہیں، نہیں، مس ماؤچر کی غلطی نہیں ہے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''اگر میں نے ایک حساس بونی کے روپ میں خود کو تمھارے دغاباز دوست کو دکھایا ہوتا'' منحنی عورت نے اپنا سر میری جانب ہلاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا'' تو اس کی کتنی مدد یا ہمدردی حاصل کر لیتی میں؟ اگر منحنی ماؤچر اس سے اسی طرح مخاطب ہوتی یا اپنی بدقسمتی کی وجہ سے اس کی طرح کے دوسرے لوگوں سے اس طرح پیش آتی تو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی آواز پر کوئی دھیان دیتا؟ منحنی ماؤچر اگر سب سے زیادہ چڑچڑی اور کاہل قسم کی بونی ہوتی تو بھی وہ زندہ رہ لیتی، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ نہیں۔ وہ آخری سانس تک اپنی روزی روٹی کے لیے گلا پھاڑتی رہے گی۔''

مس ماؤچر پھر جنگلے پر بیٹھ گئی اور رومال نکال کر اپنی آنکھیں پونچھنے لگی۔

''میرا احسان مانو اگر تم رحمدل ہو، جیسا کہ میں سمجھتی ہوں کہ تم ہو'' اس نے کہا'' کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں کیسی ہوں، میں خوش رہتی ہوں اور یہ سب برداشت کر لیتی ہوں، میں خود اپنا شکر ادا کرتی ہوں، کچھ بھی ہو، کہ میں دنیا میں ایک معمولی سا راستہ پا لیتی ہوں، کسی کا سہارا لیے

بغیر، اور یہ کہ لوگ اپنی شان یا حماقت دکھانے کے چکر میں راستے میں مجھ پر جو کچھ پھینکتے ہیں، میں الٹا ان کے منھ پر مار دیتی ہوں۔ اگر میں وہ سب کچھ نہیں کر پاتی جو میں چاہتی ہوں، تو میرے لیے بہتر ہی ہے اور کسی کے لیے نقصان دہ نہیں۔ اگر میں تم جیسے دیووں کے لیے ایک کھلونا ہوں، تو مجھ سے اچھی طرح پیش آؤ۔''

''میں نے ابھی گلی میں تمھیں دیکھا تھا۔ تم سوچ سکتے ہو کہ میں اتنی چھوٹی ٹانگوں اور کمزور سانس سے تمھاری طرح تیز نہیں چل سکتی اور میں تم سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی، لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ تم کہاں آ رہے تھے اور میں تمھارے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ میں یہاں آج سے پہلے بھی آئی تھی لیکن نیک خاتون گھر پر نہیں تھی۔''

''کیا تم انھیں جانتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں اومر اور جورم کے وسیلے سے انھیں اور ان کے بارے میں جانتی ہوں۔'' اس نے جواباً کہا ''میں آج صبح سات بجے وہاں گئی تھی۔ تمھیں یاد ہے کہ اسٹیرفورتھ نے اس وقت اس بدنصیب لڑکی کے بارے میں مجھ سے کیا کہا تھا جب میں تم دونوں سے اس ہوٹل میں ملی تھی؟''

جب اس نے یہ سوال کیا تو مس ماؤچر کے سر کی بھاری ٹوپی اور اس سے بھاری ٹوپی جو دیوار سے ٹکرا رہی تھی، پھر آگے پیچھے جھولنے لگی۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد آ گیا اور اس روز یہ بات بار بار میرے ذہن کو پریشان کرتی رہی تھی۔ میں نے اسے یہ بتا دیا۔

''اس کمبخت پر خدا کی مار'' مخنی عورت نے اپنی انگشتِ شہادت میرے اور اپنی آنکھوں کے درمیان اٹھاتے ہوئے کہا ''اور اس بدمعاش نوکر کو خدا اس سے دس گنا زیادہ سزا دے، لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ تم تھے جس کے دل میں اس کے لیے بچکانہ عشق کا جذبہ تھا!''

''میں؟'' میں نے دہرایا۔

''بچے ہو، بچے! بدقسمتی کے نام پر۔'' مس ماؤچر نے اپنے ہاتھ ہلاتے ہوئے بے قراری کے ساتھ ادھر سے ادھر ہوتے ہوئے بے ساختہ کہا۔ ''تم اس کی کیوں اتنی تعریف کرتے تھے اور شرما جاتے تھے اور پریشان نظر آنے لگتے تھے؟''

میں خود سے یہ چھپا نہ سکا کہ میں ایسا کرتا تھا اگرچہ اس سے بالکل مختلف وجہ سے، جو

وہ سمجھ رہی تھی۔

''میں کیا جانتی ہوں؟'' مس ماؤچر نے اپنا رومال پھر نکال کر اور رہ رہ کر فرش پر پیر پٹکتے ہوئے دونوں ہاتھ سے رومال اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ ''وہ تمھارے لیے دشواریاں پیدا کرتا رہا اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے تمھیں خوش رکھتا تھا، میں نے دیکھا تھا، اور تم اس کے ہاتھوں میں ملائم موم کی طرح ہو کر رہ گئے تھے، میں نے دیکھا تھا۔ میں تو ایک منٹ میں کمرہ چھوڑ دیتی جب اس آدمی نے مجھ سے کہا تھا ''نوعمری کی معصومیت'' (وہ تمھارے لیے ایسا ہی کہتا تھا اور اب اس کے لیے ''بوڑھی گنہگاری'' کہہ سکتے ہو، زندگی بھر) اور ایملی پر فریفتہ ہوا تھا اور اس میں لاابالی پن تھا اور وہ اسے پسند کرتی تھی لیکن اسٹیرفورتھ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ اس سے کوئی نقصان نہ ہونے پائے ـــــ اس سے زیادہ تمھارے لیےـــــ اور وہ یہاں یہی سب کرنے آئے تھے؟ میں کیسے اس کا یقین کر سکتی تھی؟ میں نے دیکھا کہ اسٹیرفورتھ تمھیں خوش کرنے کے لیے ایملی کی تعریف کرنے لگتا تھا! تم نے ہی ایملی کا نام لیا تھا۔ تم اسے پہلے سے پسند کرتے تھے۔ جب میں نے تمھارے سامنے ایملی کے بارے میں کچھ کہنا شروع کیا تھا تو تم ایک ساتھ گرم، سرد اور سرخ، سفید، سب ہونے لگے تھے۔ میں کیا سوچ سکتی تھی ـــــ میں نے کیا سوچا ـــــ بس یہی نہ کہ تم ایک نوعمر آزاد خیال لڑکے تھے جسے زندگی کا کوئی تجربہ نہیں تھا اور اس کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئے جس کے پاس کافی تجربہ تھا۔ اس نے تمھیں استعمال کیا، تمھاری بھلائی کے لیے؟ ہائے! ہائے! ہائے! ہائے! وہ ڈرتے تھے کہ میں حقیقت جان گئی ہوں۔'' مس ماؤچر نے جنگلے سے اتر کر باورچی خانے میں بے چینی سے اپنی منحنی باہیں اٹھاتے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا ''کیونکہ میں ایک تیز منحنی شے ہوں ـــــ مجھے تیز ہونا بھی چاہیے، دنیا والوں سے نپٹنے کے لیے! ـــــ ان دونوں نے مل کر مجھے دھوکے میں رکھا اور میں نے اس بدقسمت بچی بچاری کو ایک خط دیا، جواب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ لٹیمر سے اس کی بات چیت کی شروعات تھی، جو اسی مقصد سے وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔

دغابازی کے ان انکشافات پر حیران کھڑا میں مس ماؤچر کو دیکھتا ہی رہ گیا جو باورچی خانے میں اس وقت تک ادھر سے ادھر چکر لگاتی رہیں جب تک کہ ان کی سانس نہیں پھول گئی۔ تب وہ جنگلے پر پھر بیٹھ گئیں اور رومال سے اپنا چہرہ پونچھنے لگیں۔ وہ بہت دیر تک اپنا سر ہلاتی ہی

رہ گئیں، ذرا بھی ہلے یا بولے بغیر۔

''میں اپنے وطن سے'' بالآخر وہ پھر گویا ہوئیں ''پرسوں رات ہی ناروچ آ گئی تھی، مسٹر کاپر فیلڈ۔ وہاں میں نے تمھارے بغیر، جس طرح انھیں آتے جاتے دیکھا ــــــ جو مجھے عجیب سا لگا ــــــ تو کچھ دال میں کالا نظر آنے لگا۔ میں لندن سے آنے والی گاڑی میں، جو ناروچ ہوکر آتی ہے، کل رات سوار ہوئی اور آج صبح یہاں پہنچ آئی۔ ہائے! ہائے! ہائے! بہت دیر ہوگئی!''

منحنی ماؤچر بے چاری چیخ چلا کر اتنی ٹھنڈی ہوگئیں کہ وہ آتش دان کے جنگلے پر اپنے منحنی ٹھنڈے پاؤں راکھ میں رکھ کر گرم کرنے لگیں اور بیٹھی آگ کو اس طرح تکے جا رہی تھیں جیسے کوئی بڑی سی گڑیا رکھی ہو۔ میں بھی آتش دان کی دوسری جانب کرسی پر ٹوٹا ہوا سا بیٹھا آگ کی طرف دیکھنے لگا اور کبھی کبھی ان پر بھی نظر ڈال لیتا۔

'' مجھے جانا ہی چاہیے۔'' بالآخر یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ گئیں۔ ''دیر ہوگئی، تم مجھ سے بدگمان مت ہو۔''

ان کی تیز نظروں کی جیسا کہ مجھ سے یہ کہتے وقت ان کی آنکھوں میں چمک تھی، میں نے تاب نہ لا پاتے ہوئے جلدی سے ''نہیں نہیں'' کہہ دیا۔

''آؤ!'' اس نے جنگلے سے اترنے کے لیے میرے بڑھے ہاتھ کو تھامتے ہوئے میرے چہرے پر نظر گڑاتے ہوئے کہا ''جانتے ہو، اگر میں پورے سائز کی عورت ہوتی تو تم مجھ سے بدگمان نہ ہوتے!''

میں نے محسوس کیا کہ اس کی بات میں کافی سچائی تھی اور مجھے خود پر شرم آنے لگی۔

''تم ایک نوعمر لڑکے ہو۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''ایک نصیحت لے لو، صرف تین فٹ کی ہی سہی۔ کسی کے جسمانی نقص کو اس کی ذہنی کمزوری سے مت جوڑو، میرے اچھے دوست، جب تک ایسا سمجھنے کی کوئی ٹھوس وجہ نہ ہو۔''

وہ اپنے جنگلے پر سے باہر آ چکی تھی اور میں اپنے شک سے باہر آ چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اس نے اپنے بارے میں صاف صاف بتا دیا ہے اور ہم دونوں ان بدمعاشوں کے آگے بے بس تھے۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں ایک نیک آدمی ہوں۔

''اب دھیان رکھنا۔'' اس نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے مڑ کر اپنی انگشتِ شہادت پھر اٹھاتے ہوئے کہا ''جو کچھ میں نے سنا ہے، اس کے پیشِ نظر میرے پاس ایسا شک کرنے کی وجہ ہے ـــــــ میرے کان ہمیشہ کھلے رہتے ہیں، جو صلاحیتیں مجھ میں ہیں، ان کے استعمال میں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی ـــــ کہ وہ دونوں بہت دور نکل گئے ہیں۔ لیکن اگر کبھی وہ واپس آتے ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی واپس آتا ہے، اور میں زندہ رہی، دوسروں کے مقابلے میں میں اور جلد اس کا پتہ لگا لوں گی، جو کچھ بھی مجھے معلوم ہوتا ہے، تمھیں جاننا چاہیے۔ اگر کبھی بھی میں اس لڑکی بے چاری کی کچھ مدد کر سکی، جسے دھوکہ دیا گیا ہے، تو میں پورے خلوص سے کروں گی، خدا نے چاہا تو۔ اور لٹیمر کے لیے بہتر ہوتا کہ وہ مس ماؤچر کے بجائے اپنے پیچھے کوئی خونخوار شکاری کتا لگا لیتا!''

اس آخری بیان پر مجھے پورا یقین ہو گیا جب میں نے غور کیا کہ یہ بیان کس تیور سے دیا گیا ہے۔

''مجھ پر اس سے زیادہ بھروسا مت کرو، لیکن اس سے کم بھروسا بھی مت کرو، جتنا کہ تم کسی پورے سائز کی عورت پر کرتے۔'' منحنی مخلوق نے میری کلائی چھوتے ہوئے التجا کی۔ ''اگر پھر کبھی تم مجھے اس سے الگ دیکھو جیسی کہ میں اس وقت ہوں، اور جیسی اس وقت تھی جب تم نے مجھے پہلی بار دیکھا تھا، تو اس پر غور کرو کہ میں کس طرح کے لوگوں کے ساتھ ہوں۔ ذہن میں یہ بات رکھ لینا کہ میں ایک بہت مجبور و لاچار منحنی مخلوق ہوں۔ دن بھر سخت محنت مشقت کرنے کے بعد گھر پر اپنی طرح کے ایک بھائی اور اپنی ہی طرح کی ایک بہن کے ساتھ رہنا سوچو۔ تب شاید تم مجھ پر ترس کھاؤ اور حیرت کرو کہ کیا میں ہر وقت متفکر اور سنجیدہ رہ سکتی ہوں۔ خدا حافظ!''

میں نے مس ماؤچر کی طرف اس سے بالکل مختلف نظریہ سے اپنا ہاتھ بڑھایا جو ابھی تک ان کے بارے میں رکھتا تھا اور ان کے جانے کے لیے دروازہ کھول دیا۔ ان کا بھاری چھاتا کھول کر اور ٹھیک سے ان کی گرفت میں دینا آسان کام نہ تھا لیکن بالآخر میں اس میں کامیاب ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ چھاتا بارش میں گلی میں آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے، جس کے نیچے ذرا سی بھی کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی، بجز اس وقت کے، جب چھاتے کی دھاری میں معمول سے زیادہ پانی بھر جانے

کی وجہ سے چھاتا ایک طرف کو گرنے لگتا تو مس ماؤ چڑا سے ٹھیک کرنے میں بری طرح پریشان نظر آتیں۔ ایک دو بار کوشش کرنے کے بعد وہ پھر ایک طرف کو گر جاتا کسی بہت بڑی چڑیا کی طرح، اس سے پہلے کہ میں ان کے پاس پہنچ پاتا۔ پھر میں اندر آ گیا اور بستر پر چلا گیا، اور صبح تک سوتا رہا۔

صبح میرے پاس مسٹر پیگٹی اور میری پرانی انا آ گئی اور ہم صبح سویرے کوچ آفس گئے، جہاں مسز گمج اور ہیم رخصت کرنے آئے تھے۔

''ماسٹر ڈیوی'' ہیم نے مجھے ایک طرف کھینچتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا، جبکہ مسٹر پیگٹی سامان کے درمیان اپنا بیگ قرینے سے رکھ رہے تھے'' ان کی زندگی بالکل ٹوٹ چکی ہے۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ ان کے آگے کیا ہے۔ وہ ایک ایسے سفر پر نکل رہے ہیں جس پر وہ تب تک چلتے ہی رہیں گے، میری بات آپ نوٹ کر لیں، جب تک وہ اسے پا نہیں لیتے، جس کی تلاش میں وہ نکل رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کا خیال رکھیں گے، ماسٹر ڈیوی!''

''مجھ پر بھروسا رکھو، میں یقیناً خیال رکھوں گا۔'' میں نے ہیم سے بڑی متانت کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''شکریہ۔ شکریہ، آپ کی مہربانی، جناب۔ ایک بات اور۔ میں اچھا کما لیتا ہوں، آپ جانتے ہیں، ماسٹر ڈیوی، اب میں جو کچھ کماؤں گا، اس کا کوئی مصرف نہیں رہ گیا ہے بجز اتنے کے، جتنے میں میں زندہ رہ سکوں۔ اگر آپ اسے ان تک پہنچاتے رہیں، تو میں اور جی جان سے کام کروں گا۔ اگرچہ اس کے لیے، جناب!'' وہ بہت دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔ '' آپ اس کے لیے کچھ نہ سوچیں، میں ہر وقت، جتنا مجھ میں دم ہے، جی توڑ محنت کرتا رہوں گا!''

میں نے اس سے کہا کہ میں اس کی بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اور میں نے اشارتاً کہا کہ مجھے امید ہے کہ ایسا وقت بھی آ سکتا ہے جب اس کی تنہائی کی زندگی ختم ہو جائے گی جیسی کہ وہ ابھی گذار رہا تھا۔

''نہیں، جناب!'' اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میرے لیے اب سب کچھ گذر چکا ہے اور ختم ہو چکا ہے۔ اس خلا کو اب کبھی کوئی بھر ہی نہیں سکتا۔ لیکن آپ پیسے کے بارے میں دھیان رکھیے گا کیونکہ انھیں برابر اس کی ضرورت پڑتی رہے گی!''

میں نے اسے اس حقیقت کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہ مسز پیگٹی کو برابر، اگر چہ معمولی رقم، ان کے مرحوم بہنوئی کی وصیت کے مطابق ملتی رہے گی، میں نے اس سے پیسے لے کر بھی مسز پیگٹی کو پہنچاتے رہنے کا وعدہ کرلیا۔ پھر ہم نے ایک دوسرے سے رخصت لی۔ میں اب بھی اس کے استقلال اور شدتِ غم کے لیے اپنے دل میں درد کی ٹیس محسوس کیے بغیر اس کا ذکر نہیں کر سکتا۔

جہاں تک مسز گمج کی بات ہے، اگر میں اسے بیان کرنے کی کوشش کروں کہ وہ کس طرح گاڑی کے ساتھ ساتھ گلی میں دوڑتی رہیں، مسٹر پیگٹی کو دیکھتی ہوئی، جو گاڑی کی چھت پر بیٹھے تھے، اپنے امنڈتے آنسوؤں کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے اور مخالف سمت سے آنے والے راہگیروں سے ٹکراتے ہوئے، تو یہ میرے لیے بہت ہی مشکل کام ہوگا۔ اس لیے بہتر یہی سمجھتا ہوں کہ میں انھیں ایک کیک والے کی ڈیوڑھی پر بیٹھ کر ہانپتے ہوئے چھوڑ دوں، ان کی ٹوپی مڑ تڑ کر بے ہنگم، ان کا ایک جوتا پیر سے نکل کر فٹ پاتھ پر تھوڑی دور پر پڑا ہو۔

جب ہمارا سفر ختم ہوا تو ہمارے لیے پہلا کام یہ تھا کہ کہیں کوئی چھوٹی سی رہائش گاہ کا انتظام کیا جائے جس میں مسٹر پیگٹی بھی اپنا بستر لگا سکیں۔ خوش نصیب تھے کہ ہمیں ایک بتی فروش کی دوکان کے اوپر ایک ایسی جگہ مل گئی، بہت صاف ستھری اور سستی، میری رہائش گاہ سے صرف دو گلیوں کی دوری پر۔ جب ہم نے یہ مکان لے لیا تو میں نے ایک ہوٹل سے تھوڑا سا گوشت خرید لیا اور اپنے ہمسفروں کو چائے پلانے کے لیے اپنے گھر لے گیا، ایک ایسی بات (مجھے بیان کرنے میں افسوس ہو رہا ہے) جو مسز کرپ کو پسند نہیں تھی، بلکہ ان کے مزاج کے بالکل برخلاف تھی۔ بہر حال میں اس خاتون کی ذہنی کیفیت کے دفاع میں یہ بتانا چاہوں گا کہ اس کو یہ بہت برا لگا تھا کہ پیگٹی کو کمرے میں آئے دس منٹ بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے کھڑکی کا پردہ سکوڑ دیا اور میرے کمرے کی صفائی کرنے لگی۔ اس کو مسز کرپ نے ایک طرح کی خود مختاری سے تعبیر کیا اور انھوں نے بتایا کہ خود مختاری ایک ایسی چیز تھی جس کی اجازت انھوں نے کبھی کسی کو نہیں دی۔

لندن آتے وقت راستے میں مسٹر پیگٹی نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی تھی جس کے لیے میں پہلے سے ہی تیار تھا۔ وہ یہ کہ انھوں نے سب سے پہلے اسٹیرفورتھ کی والدہ سے ملنے کی تجویز

رکھی۔ جیسا کہ میں اس میں ان کا ساتھ دینے کے لیے مجبور تھا اور مجھے ان دونوں کے مابین گفتگو کا وسیلہ بھی بننا تھا۔ جہاں تک ممکن ہو سکے، ماں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچنے پائے، اس طرح کا خط میں نے اس رات لکھ دیا۔ میں نے نے ہلکے سے ہلکے انداز میں انھیں لکھ دیا کہ اسٹیر فورتھ نے کیا غلط حرکت کی اور اس میں میری شراکت کہاں تک تھی۔ مسٹر پیگٹی کے بارے میں میں نے لکھا کہ وہ ایک عام زندگی بسر کرنے والے آدمی ہیں لیکن بے حد شریف اور نہایت باکردار، اور میں نے امید ظاہر کی کہ ایسی مصیبت کی گھڑی میں وہ ان سے ملنے سے انکار نہیں کریں گی۔ میں نے سہ پہر دو بجے اپنے آنے کا وقت دیا تھا اور صبح پہلی ڈاک سے میں نے وہ خط ارسال کر دیا۔

وقتِ مقررہ پر، ہم ان کے دروازے پر کھڑے تھے ــــــ اس مکان کا دروازہ جہاں میں کچھ دنوں پہلے اتنی خوشی سے رہا تھا: جہاں میری نوعمری کی خود اعتمادی اور دل کی گرم جوشی کو اتنی جلا ملی تھی، جو میرے لیے اب بند ہو چکا تھا: اور اب یہ ایک بربادی کا گھر بن چکا تھا۔

گھر سے لٹیمر نہیں نکلا۔ وہ خوشگوار چہرہ جو اس کی جگہ میری پہلی آمد پر آیا تھا، ہماری دستک کے جواب میں دروازے پر آیا اور ہمیں ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ مسز اسٹیر فورتھ وہاں بیٹھی تھیں جیسے ہی ہم لوگ اندر داخل ہوئے، روزا ڈارٹل کمرے کے دوسرے حصے سے حاضر ہو گئیں اور وہ مسز اسٹیر فورتھ کی کرسی کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

میں نے اس کی والدہ کے چہرے پر صاف پڑھ لیا کہ وہ خود جان چکی ہیں کہ اسٹیر فورتھ نے کیا کیا ہے۔ ان کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور چہرے پر اتنے شدید جذباتی ہیجان کی علامت پائی جا رہی تھی جو صرف میرے خط کی وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے شک ہونے لگا تھا کہ وہ اسٹیر فورتھ کو جتنا چاہتی تھیں اس واقعے کے پیشِ نظر ان جذبات کا اس چاہت پر کتنا اثر پڑ سکتا تھا اور وہ مسٹر پیگٹی سے کس حد تک ہمدردی کا اظہار کر سکتی تھیں اور میں نے ان کے بارے میں اسٹیر فورتھ کے نظریہ سے سوچا جتنا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا اور میں نے محسوس کیا، بلکہ دیکھا کہ میرے ساتھی (مسٹر پیگٹی) کے تئیں ان کے رویے میں کوئی تلخی نظر نہیں آئی۔

وہ اپنی آرام کرسی میں شاہانہ انداز میں تنی بیٹھی تھیں، چہرہ پرسکون، اور لگ رہا تھا جیسے انھیں کوئی بھی بات پریشان نہیں کر سکتی تھی۔ جب مسٹر پیگٹی ان کے سامنے پہنچے تو انھوں نے خندہ

پیشانی سے ان کی جانب دیکھا اور وہ بھی اسی طرح ان کی جانب دیکھتے رہے۔ روزاڈ ارٹل کی تیز نظریں، ہم سب کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کچھ لمحوں تک ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔ انھوں نے مسٹر پیگٹی کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے دھیمی آواز میں بڑی لجاجت سے کہا۔ ''مجھے یہ اچھا نہیں لگ رہا ہے محترمہ کہ میں اس گھر میں بیٹھوں۔ میں کھڑا ہی رہوں گا۔ اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی جسے انھوں نے اس طرح توڑا:

''میں جانتی ہوں اور مجھے بے حد دکھ ہے کہ کس وجہ سے آپ کو یہاں آنا پڑا۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ آپ مجھے کیا کرنے کے لیے کہنا چاہتے ہیں؟''

مسٹر پیگٹی نے اپنی ہیٹ اتار کر بغل میں دبالی اور سامنے کی جیب میں ایملی کا خط ٹٹولا، اسے نکالا، کھولا اور انھیں دے دیا۔

''برائے مہربانی اسے پڑھ لیجیے محترمہ، یہ میری بھتیجی کی تحریر ہے!''

انھوں نے اسے اسی شاہانہ اور پروقار طریقے سے پڑھا۔ مضمون سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر، جہاں تک میں دیکھ پایا۔ پھر اسے واپس کر دیا۔

''جب تک کہ وہ مجھے ایک خاتون بنا کر واپس نہیں لاتا'' مسٹر پیگٹی نے خط کے اس حصے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں یہ جاننے کے لیے آیا ہوں، محترمہ کہ کیا وہ اپنا وعدہ نبھائے گا؟''

''نہیں۔'' انھوں نے جلدی سے جواب دیا۔

''کیوں نہیں؟'' مسٹر پیگٹی نے پوچھا۔

''یہ ناممکن ہے۔ ایسا کر کے وہ خود کو گرا لے گا۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ وہ (ایملی) اس سے بہت کمتر ہے۔

''اسے بلند تر مقام دے دیجیے!'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔

''وہ (ایملی) ان پڑھ اور گنوار ہے۔''

''ہوسکتا ہے وہ ہو، ہوسکتا ہے وہ نہ ہو۔'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔ ''میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ ان پڑھ اور گنوار نہیں ہے محترمہ، لیکن ان باتوں کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا۔ آپ بہتر تعلیم دلا دیں!''

''چونکہ آپ مجھے اور صاف طور پر کہنے کے لیے مجبور کر رہے ہیں، جو میں نہیں کرنا چاہتی،

چھوٹے لوگوں سے اس کے تعلقات اس بات کو ناممکن بنا دیں گے، اگر اور کوئی رکاوٹ نہ بھی ہوتی۔"

"تو سن لیجیے محترمہ!" انھوں نے بڑے پرسکون انداز میں رک رک کر کہنا شروع کیا:

"اپنے بچے کی محبت کیا ہوتی ہے، آپ جانتی ہیں۔ یہ میں بھی جانتا ہوں۔ اگر وہ سوبار میری بیٹی ہوتی تو بھی میں اسے اس سے زیادہ پیار نہ کر پاتا۔ آپ نہیں جانتی ہیں کہ اپنے بچے کو کھو دینا کیسا ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ دنیا جہان کا سارا خزانہ (اگر وہ میرا ہوتا) بھی اسے واپس خرید لینے کے لیے کم پڑ جاتا! لیکن بس اسے اس ذلت سے بچا لیجیے اور ہم کبھی اسے ذلیل نہیں کریں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی، جن کے درمیان وہ پلی بڑھی ہے، ان میں سے کوئی بھی، جن کے ساتھ اب تک رہی ہے اور اتنے برسوں تک ان کی سب کچھ رہی ہے، کوئی بھی اس کا وہ خوبصورت چہرہ پھر کبھی نہیں دیکھے گا۔ ہم اس بات پر شاکر رہیں گے کہ وہ ہے۔ ہم یہ سوچ کر ہی تسلی کر لیں گے کہ وہ بہت دور چلی گئی ہے، جیسے کہ وہ کسی اور سورج اور آسمان کے نیچے پہنچ گئی ہے۔ ہم اس کے شوہر ـــــ اور شاید اس کے چھوٹے بچوں کے بارے میں، سوچ سوچ کر ہی تسلی کرتے رہیں گے ـــــ اور اس وقت کا انتظار کر لیں گے جب ہم سب اپنے خداوند عالم کے سامنے ایک جیسے (برابر) ہو کر پیش ہوں گے!"

جس موثے انداز میں وہ تقریر کرتے رہے، وہ بے حد پر اثر تھی لیکن انھوں نے اپنا شاہانہ انداز تو اب بھی برقرار رکھا لیکن اب ان کے لہجے میں کچھ نرمی آ گئی، جب وہ جواب دینے لگیں:

"میں کسی قسم کی صفائی نہیں دے رہی ہوں اور نہ کسی پر جوابی الزام لگا رہی ہوں۔ لیکن مجھے نہایت افسوس کے ساتھ دہرانا پڑ رہا ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ اس قسم کی شادی میرے بیٹے کی ترقی میں بری طرح حائل ہو جائے گی اور اس کے لیے سارے امکانات مٹی میں مل جائیں گے۔ اس سے زیادہ طے شدہ بات اور کوئی نہیں ہے کہ یہ شادی کبھی نہیں ہو سکتی اور کبھی نہیں ہوگی۔ اگر کسی اور قسم کا کوئی معاوضہ..."

"میں اس چہرے کی مشابہت دیکھ رہا ہوں۔" مسٹر پیگٹی نے مداخلت کرتے ہوئے مستحکم لیکن چمکتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا "جس نے میری طرف دیکھا تھا، میرے گھر میں، آتش دان کے پاس اور میری کشتی میں ـــــ کہاں نہیں دیکھا تھا؟ ـــــ مسکراتے ہوئے اور

دوستانہ انداز میں، جبکہ یہ اتنا دھوکے باز چہرہ تھا کہ میں اب جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو بے قابو سا ہونے لگتا ہوں۔ اگر اس چہرے کی مشابہت جلتی آگ کے پاس نہ آتی ——— اس خیال سے میری بچی کو مرجھا دینے اور اس کی زندگی برباد کر دینے کے لیے ——— مجھے پیسے دینے کی پیشکش بری بات ہے۔ میں نہیں جانتا، آپ ایک عورت ہو کر کیسے یہ کر رہی ہیں، لیکن یہ اور بھی خراب بات ہے۔''

وہ ایک لمحے میں ہی اب بدل گئیں۔ ان کے چہرے پر غصے کی لہر دوڑ گئی، اور انھوں نے کرسی کا ہتھا مضبوطی سے پکڑتے ہوئے بے حد تلخ لہجے میں کہا:

''میرے اور میرے بیٹے کے درمیان ایسا گڑھا کھودنے کے لیے آپ مجھے کیا معاوضہ دے سکتے ہیں؟ آپ کی محبت میرے لیے کیا ہے؟ آپ لوگوں کی جدائی ہمارے لیے کیا ہے؟''

مس ڈارٹل نے ہلکے سے انھیں چھو دیا اور اپنا سر جھکا کر ان سے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ ایک لفظ بھی کچھ سننے کو تیار نہ تھیں۔

''نہیں روزا، ایک لفظ بھی مت بولو! اس آدمی کو سننے دو جو میں کہوں! میرا بیٹا، جو میری زندگی کی پونجی رہا ہے، جس کے لیے میں نے خود کو وقف کر رکھا ہے، جس کی میں نے بچپن سے ہر خواہش پوری کی ہے، پیدائش کے وقت سے ہی جس سے الگ میرا کوئی وجود ہی نہیں رہا ——— اس لیے، کہ ایک لمحے میں وہ ایک دو کوڑی کی لڑکی کے ساتھ چلا جائے اور مجھے نظر انداز کر دے! اس کے دل میں میرے لیے جو محبت اور اعتماد ہے، اسے اس لڑکی کے لیے ٹھکرا دے اور اس کے لیے مجھے چھوڑ دے! اپنی ماں کے تئیں اپنے فرض، پیار، احترام، شکر گذاری ——— کے تمام دعووں کو، اس کی زندگی کے ہر روز اور ہر گھنٹے کو اتنا مضبوط سے مضبوط تر ہو جانا چاہیے تھا جس کی کوئی حد نہیں! کیا یہ چوٹ نہیں ہے؟''

روزا ڈارٹل نے پھر انھیں پرسکون کرنے کی کوشش کی، لیکن ان پر پھر کوئی اثر نہ ہوا۔

''روزا میں کہتی ہوں کہ ایک لفظ بھی مت بولنا! اگر یہ اپنی سب سے قیمتی چیز کے لیے دعویٰ کر رہے ہیں تو میں اس سے بڑا دعویٰ کر سکتی ہوں۔ اس کو جانے دو جہاں جاتا ہے، ان ذرائع سے جو میری محبت سے اس نے حاصل کر لیے ہیں! کیا وہ سمجھتا ہے کہ طویل مدت تک

غائب رہ کر مجھے جھکالے گا وہ! اگر ایسا سوچتا ہے تو وہ اپنی ماں کو بہت کم جانتا ہے۔ وہ اپنی اس خام خیالی کو بھول جائے اور خوشی سے گھر واپس آ سکتا ہے۔ ابھی وہ اس لڑکی کو نہیں چھوڑے گا تو میرے سامنے کبھی نہیں آ پائے گا زندہ یا مردہ، یہ میں اس کے خلاف لکھ کر دے سکتی ہوں۔ البتہ اگر وہ اس سے چھٹکارا پا کر میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے معافی مانگتا ہے، تو یہ میرا اختیار ہے۔ اس کا اعتراف میں کروں گی۔ یہی علاحدگی ہے جو میرے اور اس کے درمیان ہے! اور کیا یہ'' انھوں نے مسٹر پیگٹی کی طرف اسی طرح دیکھتے ہوئے کہا جس طرح انھوں نے بات کرنی شروع کی تھی ''چوٹ نہیں ہے؟''

جب میں سٹیرفورتھ کی ماں کو یہ الفاظ کہتے ہوئے دیکھ سن رہا تھا تو مجھے لگا جیسے میں ان کے بیٹے کو ان باتوں کو چیلنج کرتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ میں ابھی تک اس میں کسی طرح کے دباؤ میں نہ آنے کی جو خصلت دیکھ رہا تھا، اب تک اس کی بے راہ روی کو دیکھتے ہوئے میں جتنا اسے سمجھ سکا تھا، اب ان کے کردار کو بھی سمجھنے لگا تھا اور ان میں بھی تقریباً وہی سخت مزاجی پائی جاتی تھی۔

اب انھوں نے پھر پہلے ہی کی طرح پرسکون انداز میں مجھ سے کہا کہ اب مزید کچھ کہنا یا سننا بیکار ہے اور انھوں نے کہا کہ گفتگو یہیں ختم ہو جانی چاہیے۔ وہ بڑے پروقار انداز میں کمرے سے جانے کے لیے کرسی سے اٹھ گئیں، جب مسٹر پیگٹی نے کہا کہ اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں رہ گئی۔

''آپ ڈریں مت کہ میں آپ کی راہ میں حائل ہوں گا، مجھے اب آپ سے کچھ نہیں کہنا ہے، محترمہ'' مسٹر پیگٹی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ''میں یہاں کوئی امید لے کر نہیں آیا تھا اور نہ یہاں سے کوئی امید لے کر جا رہا ہوں۔ میں نے وہ کر دیا جو میں سوچتا تھا کہ مجھے کرنا چاہیے لیکن میں نے کبھی اپنی اوقات سے اوپر دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ گھر میرے لیے اور میری بچی کے لیے بہت برا ہے اور مجھے اس سے کسی طرح کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔''

اس کے بعد ہم وہاں سے چل پڑے، انھیں اسی طرح کرسی کے پاس کھڑی چھوڑ کر، جو خوبصورت چہرے والی ایک رئیس زادی کی سچی تصویر لگ رہی تھیں۔

باہر آنے کے لیے ہمیں ایک چبوترے والے ہال سے گذرنا تھا جہاں شیشے گھر میں لتر

چڑھی ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی پتیاں ہری تھیں، تیز دھوپ تھی اور باغیچے میں جانے کے لیے شیشے کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ روز اڈارٹل اسی راستے سے دبے پاؤں اس وقت آگئیں جب ہم دونوں وہاں پہنچ رہے تھے، اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

''تم نے واقعی اچھا کیا جو انھیں یہاں لے آئے!''

غصہ اور حقارت کا ایسا گہرا تاثر، جس سے ان کا چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا اور ان کی گہری سیاہ آنکھوں میں چمک آگئی تھی، میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ ان کے چہرے پر آبھی سکتا تھا۔ اس غیض وغضب کے عالم میں ان کے ہونٹوں پر ہتھوڑی کے زخم کا نشان بہت زیادہ ابھر آیا تھا۔ غصے کی وجہ سے ان کے دل کی دھڑکن میں تیزی، جو میں پہلے دیکھ چکا تھا، اس وقت بھی ان میں آگئی تو انھوں نے اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''یہ آدمی ایسا ہے، جس کی حمایت کی جائے اور اسے یہاں لایا جائے! کیا وہ ایسا نہیں ہے؟ تم ایک سچے آدمی ہو!''

''مس ڈارٹل'' میں نے کہا'' آپ یقیناً اتنی ناانصافی نہ کریں گی کہ اس کے لیے مجھے برا بھلا کہیں!''

''تم ان دو پاگل لوگوں کے مابین تفرقہ کیوں پیدا کر رہے ہو؟'' انھوں نے جواباً کہا'' کیا تم جانتے نہیں کہ وہ دونوں اپنی خود پسندی اور گھمنڈ میں چور رہتے ہیں؟''

''کیا یہ میری وجہ سے ہے؟''

''کیا یہ تمھاری وجہ سے ہے؟'' انھوں نے پوچھا'' تم اس آدمی کو یہاں کیوں لائے؟''

''اس کو بہت گہری چوٹ لگی ہے، مس ڈارٹل'' میں نے جواباً کہا'' آپ اسے نہیں سمجھ سکتیں۔''

''میں اس جیمس اسٹیرفورتھ کو جانتی ہوں'' انھوں نے ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے، جیسے وہ اس کے اندر بڑھتے طوفان کو تیز ہونے سے روکنے کی کوشش کر رہی ہوں، کہا'' اس کا دل چھوٹا اور گندہ ہے اور وہ ایک دھوکے باز ہے۔ لیکن مجھے اس آدمی کے بارے میں یا اس کی بھتیجی کے بارے میں کچھ جاننے یا سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''مس ڈارٹل'' میں نے جواب دیا'' آپ زخم کو اور گہرا کیے دے رہی ہیں۔ اتنا ہی کافی

ہے۔ جاتے جاتے میں اتنا ہی کہوں گا کہ آپ ان کے ساتھ بہت غلط کر رہی ہیں۔''

''میں ان کے ساتھ کچھ غلط نہیں کر رہی ہوں۔'' انھوں نے کہا۔ ''یہ بدچلنی پھیلانے والے لوگ ہیں۔ میں تو اس لڑکی کو کوڑے سے پٹواتی!''

مسٹر پیگٹی ایک لفظ بولے بغیر آگے بڑھتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئے۔

''اف، شرم کریں مس ڈارٹل شرم!'' آپ کس دل سے اس بے قصور آدمی کو ایسی آفت کی گھڑی میں اس طرح روندرہی ہیں!''

''میں ان سب کو روند ڈالوں'' انھوں نے جواب دیا ''میں تو اس کا گھر گروا ڈالتی۔ میں تو اس لڑکی کے منہ پر کالک پتوا کر اسے چیتھڑوں میں لپٹی گلیوں میں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جانے کے لیے پھینکوا دیتی۔ اگر مجھے اس کے لیے فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا، تو میں ایسا ہی کرتی۔ ایسا ہی کرتی میں! میں بالکل یہی کرتی! مجھے اس سے بے حد نفرت ہوگئی ہے۔ اگر مجھے اس کی اس شرمناک حرکت کے لیے سرزنش کرنی ہوتی تو میں اس کے لیے کہیں بھی جا سکتی تھی۔ اگر مجھے تلاش کرتے ہوئے اس کی قبر تک جانا پڑتا تو بھی میں جاتی۔ اگر اس کے مرتے وقت کوئی ایسا لفظ ہوتا جس سے اس کو کچھ راحت مل سکتی اور صرف میرے پاس ہی ہوتا، تو میں اسے زندگی کی بھیک کے طور پر بھی اسے نہ دیتی۔''

میں سمجھتا ہوں کہ ان کے زوردار الفاظ ہی ان کی دلی کیفیت ظاہر کر دینے کے لیے کافی ہیں، لیکن ان کے اندر شدّتِ جذبات کی کمزوری جس کی وجہ سے ان کی پوری شخصیت ہی واضح ہو جاتی تھی، اگرچہ اس وقت ان کی آواز اونچی ہونے کے بجائے معمول سے بھی زیادہ دھیمی پڑ گئی تھی۔ اگر اس وقت ان کی حالت بیان کرنے کی کوشش کروں تو میں کسی طرح بھی انصاف نہ کر پاؤں گا یا غصے کے عالم میں جس طرح انھوں نے یہ الفاظ ادا کیے تھے میں اسی کو پوری طرح بتا پانے سے خود کو قاصر پاتا ہوں۔ میں نے غصہ بہت سی شکلوں میں دیکھا ہے لیکن اس شکل میں کبھی نہیں دیکھا جیسا میں نے اس دن دیکھا تھا۔

جب میں مسٹر پیگٹی کے پاس پہنچا تو وہ خیالوں میں گم، دھیرے دھیرے پہاڑی سے اتر رہے تھے۔ میں جیسے ہی ان کے پاس پہنچا، انھوں نے بتایا کہ لندن میں جو کچھ کرنے کا خیال

ان کے دل میں تھا، وہ اسے کر چکے ہیں اور اسی رات وہ اپنے ''سفر'' پر نکل جانا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہ رہے ہیں؟ تو انھوں نے صرف اتنا ہی جواب دیا ''میں جا رہا ہوں، جناب، اپنی بھتیجی کو ڈھونڈنے۔''

ہم بتی فروش کی دوکان والی اپنی رہائش گاہ واپس گئے اور وہاں مجھے موقع ملا کہ میں پیگٹی سے وہ بات دہرادوں جو مسٹر پیگٹی نے مجھ سے کہی تھی۔ اس نے مجھے مطلع کیا کہ وہ اس روز صبح کو اس سے بھی یہی کہہ چکے تھے۔ وہ اس سے زیادہ نہیں جانتی تھی، جتنا کہ مجھے معلوم تھا، کہ وہ کہاں جا رہے تھے لیکن وہ سمجھ رہی تھی کہ انھوں نے اپنے ذہن میں کوئی خاکہ بنا رکھا ہے۔

ان حالات میں میں انھیں چھوڑنا نہیں چاہ رہا تھا اور ہم تینوں نے ساتھ ساتھ وہ کھیر کھائی جو ان بہت سی چیزوں میں سے ایک تھی جنھیں بنانے میں پیگٹی مشہور تھی اور اس موقع پر، مجھے یاد ہے، کہ دوکان میں رکھی چائے، کافی، مکھن، گوشت، پنیر اور موم بتی وغیرہ کی ملی جلی مہک بھی اس میں آ رہی تھی۔ کھانا کھا چکنے کے بعد کوئی ایک گھنٹے تک ہم لوگ کھڑکی کے پاس زیادہ بات چیت کیے بغیر بیٹھے رہے اور پھر مسٹر پیگٹی اٹھے اور انھوں نے اپنا بیگ اور چھڑی اٹھا کر میز پر رکھ دی۔

انھوں نے اپنی بہن کے پاس رکھے پیسے میں سے تھوڑی سی رقم بہ طور اپنے مالِ متروکہ لے لی، جو میرے خیال میں مشکل سے ایک مہینے تک چل پاتی۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ مجھے خط لکھتے رہیں گے، جب بھی انھیں اس سلسلے میں کچھ معلوم ہو سکا۔ پھر انھوں نے اپنا بیگ ٹانگ لیا، اپنی ہیٹ اور چھڑی اٹھائی اور ہم لوگوں سے کہا ''خدا حافظ!''

''خدا تمھیں اچھا رکھے نیک خاتون'' انھوں نے پیگٹی کو گلے لگاتے ہوئے کہا ''اور آپ کو بھی ماسٹر ڈیوی!'' انھوں نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''میں اسے دور دور ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ اگر میرے نہ رہنے پر وہ گھر آ جائے ـــــ لیکن افسوس، ایسا ہونا ممکن نہیں! ـــــ یا میں اسے لے کر واپس آتا ہوں، میرا مطلب ہے، کہ وہ اور میں کسی ایسی جگہ رہیں گے جہاں کوئی اسے ملامت نہ کر سکے۔ اگر مجھے کچھ ہو جاتا ہے تو یاد رکھنا کہ اس کے لیے آخری الفاظ جو میں کہہ جاؤں گا، یہی ہوں گے ''اپنی دلاری بچی کے لیے میری محبت اب بھی بالکل اسی طرح ہے اور میں اسے معاف کرتا ہوں''

یہ بات انھوں نے صدق دل سے ننگے سر کہی، پھر اپنی ہیٹ پہنتے ہوئے وہ زینے سے اترے اور آگے بڑھ گئے۔ ہم دروازے تک ان کے پیچھے پیچھے آئے۔ یہ ایک گرم، دھول بھری شام تھی، ٹھیک وہی وقت تھا، جب بڑی سڑکوں پر جہاں یہ گلی مڑتی تھی وہاں فٹ پاتھ پر وقتی طور پر خاموشی چھا گئی تھی اور سورج سے سرخ شعاعیں نکل رہی تھیں۔ ہماری گلی کے موڑ پر وہ روشنی کی چمک میں تنہا مڑ گئے اور ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

شاذ و نادر شام کا وقت آتا، شاذ و نادر میں رات کو جاگتا، شاذ و نادر میں چاند یا تاروں کی طرف دیکھتا، یا بارش ہوتے دیکھتا، یا ہوا کا شور سنتا لیکن میں اس تنِ تنہا شخص کے بارے میں برابر سوچتا رہتا، بے چارے مسافر کو اپنی نامعلوم منزل کی طرف بڑھتے ہوئے اور اس کے یہ الفاظ یاد کرتے ہوئے:

''میں اسے (ایملی) دور دور تک ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو یاد رکھنا کہ اس کے لیے آخری الفاظ، جو میں کہہ جاؤں گا، یہی ہوں گے ''اپنی دلاری بچی کے لیے میری محبت اب بھی بالکل اسی طرح ہے اور میں اسے معاف کرتا ہوں۔''

●●●

باب 33

مسرتوں میں مگن

اس پورے وقت میں میں ڈورا کو پہلے سے بھی زیادہ چاہنے لگا تھا۔ اس کا خیال میری مایوسی اور پریشانی کے لیے گوشۂ عافیت جیسا تھا اور اس سے مجھے کچھ راحت مل جاتی تھی یہاں تک کہ میں نے اپنے دوست کا صدمہ بھی سہ لیا۔ جتنا ہی میں خود پر ترس کھاتا یا دیگر لوگوں کے لیے افسوس کرتا، اتنا ہی میں ڈورا کے تصور میں اور ڈوب جانا چاہتا۔ دنیا میں دھوکے بازی اور پریشانیاں جس قدر بڑھ جاتیں، ڈورا کا ستارہ دنیا سے اوپر اتنا ہی زیادہ روشن نظر آنے لگتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ یقینی طور پر میں جانتا تھا کہ ڈورا کہاں سے آئی تھی یا مخلوقات میں اس کا کتنا بلند درجہ تھا، لیکن یہ بات ماننے میں کہ وہ بھی کسی دیگر نوعمر لڑکی کی طرح صرف ایک انسان تھی، مجھے خاصا تامل ہوتا تھا اور میں اسے اس کی ہتک جیسی قرار دیتا تھا۔

اگر میں اس طرح بیان کرسکوں، تو کہوں گا کہ میں ڈورا میں ڈوب گیا تھا۔ اس کے عشق میں میں صرف سر اور کان تک ہی نہیں ڈوبا تھا بلکہ میرا پورا وجود اس میں غرق ہو چکا تھا۔ اگر استعارے کی زبان میں کہوں تو کافی محبت مجھ میں سے چھلک کر گر رہی تھی کسی اور کو ڈبونے کے لیے، اس کے باوجود اتنی محبت بچی رہ گئی تھی جو میرے وجود کے رگ و پے میں سرایت کرتی جا رہی تھی۔

جب میں واپس اپنے گھر آیا تو سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ رات کو نارووڈ کا ایک

چکر لگایا اور بچے کی طرح ڈورا کے گھر کا طواف کرتا رہا، گھر کو چھوئے بغیر، بس ڈورا کے خیالوں میں گم۔ مجھے یقین ہے کہ اس معمّے کا موضوع چاند تھا۔ یہ کیا تھا، اس سے غرض نہیں، میں چاند کا مارا ڈورا کا غلام ہو چکا تھا اور دو گھنٹے تک اس کے گھر اور باغ کے چکر پر چکر لگاتا رہا۔ باڑ کے شگافوں سے زنگ آلود کیلوں جیسی نوک پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر دیکھتا اور کھڑکیوں سے آتی روشنی کو چوم لیتا اور بڑے رومانی انداز میں وقفے وقفے سے رات سے کہتا کہ وہ میری ڈورا کے لیے سپر بن جائے ——— میں ٹھیک سے نہیں جانتا کہ کس شکل میں، میں سمجھتا ہوں کہ آگ سے بچانے کے لیے۔ یا شاید چوہوں سے بچانے کے لیے جن سے اسے سخت چڑ تھی۔

میرے سر پر عشق کا بھوت اس بری طرح سوار تھا اور یہ میرے لیے عین فطری تھا کہ جب ایک دن میں نے پیگٹی کو اپنے پاس بیٹھی پایا، اس کے اسی پرانے سلائی کے ساز و سامان کے ساتھ، جلدی جلدی سلائی کرنے میں مصروف، میں نے کافی گول مول انداز میں اپنا سب سے بڑا راز اسے بتا دیا۔ پیگٹی نے اس میں بہت زیادہ دلچسپی لی لیکن میں اس معاملے میں اپنے نظریے سے اسے ذرا بھی آگاہ نہ کر پایا۔ وہ میری بے جا طور پر موافقت میں تھی اور سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس کے لیے میرے دل میں کسی قسم کا اندیشہ یا وسوسہ کیوں ہو یا میں اس کے لیے کسی تردّد میں کیوں رہوں ''وہ لڑکی اپنے کو بڑی امیر زادی سمجھ سکتی ہے'' اس نے کہا ''ایسا البیلا عاشق پا کر۔ اور جہاں تک اس کے پاپا کی بات ہے'' اس نے مزید کہا ''اب اس سے اور اچھا کیا چاہتے ہیں وہ جناب!''

بہر حال میں نے محسوس کیا کہ مسٹر اسپنلو کے پراکٹر والے گاؤن اور ان کی کڑی نکٹائی سے پیگٹی کچھ دب رہی تھی اور وہ اس آدمی کو اور زیادہ اہمیت دینے لگی تھی جس کی شخصیت میری نظروں میں روز بروز اور لطیف ہوتی جا رہی تھی اور جس کے بارے میں، مجھے محسوس ہوتا کہ جب وہ عدالت میں اپنی فائلیں دیکھتے ہوتے، تو کاغذات کے سمندر میں ایک چھوٹے سے روشنی کے مینار کی طرح، ان میں سے چمکتی روشنی نکلتی معلوم ہوتی اور رفتہ رفتہ بات مجھے بڑی عجیب سی محسوس ہونے لگتی، جب میں بھی عدالت میں بیٹھا ہوتا کہ ان بجھے بجھے سے جج اور پراکٹر صاحبان کے دل میں ڈورا کا خیال کیسے نہیں آیا، اگر وہ اسے جانتے تھے۔ وہ کیوں نہیں دیوانے ہوا تھے اگر ان کے سامنے ڈورا کے ساتھ شادی کرنے کی تجویز رکھی گئی، ڈورا اس سے قبل اس شاندار گیٹار کو اتنا اچھا

کیسے بجا لیتی تھی جب اس نے مجھے اپنا دیوانہ بنالیا، اس کے باوجود ان سست رفتار لوگوں میں سے ایک بھی اس سلسلے میں ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا!

میں نے ان کے آدمی ہونے پر لعنت بھیجی۔ دل کے پھولوں والے بستر پر جم کر رہ سے گئے ان تمام مالیوں کو میں نے ایک مجرم جیسا قرار دیا۔ ججوں کی جماعت میری نظر میں ایسے نامعقول لوگوں کی جماعت محسوس ہوئی جو فیصلہ کر پانے میں فاش غلطی کرتے ہیں۔ وکیلوں کی جماعت میں کسی سرائے کے شراب خانے سے زیادہ کشش یا شاعرانہ حسن نہیں رہ گیا تھا۔

بڑے افتخار کے ساتھ پیگٹی کے معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے، وصیت نامے کی تصدیق کرنے کے بعد لگیسی ڈیوٹی آفس (Legacy Duty Office) سے سارے معاملات ٹھیک کرا کر پیگٹی کو بینک لے گیا اور ہر چیز کی باقاعدہ لکھا پڑھی کرادی۔ ان سب کاموں کے لیے ہمیں کئی جگہ دوڑ دھوپ کرنا پڑی۔ ہم فلیٹ اسٹریٹ گئے، ایک نمائش بھی دیکھی جہاں سلائی کے کام دیکھے، لندن ٹاور[1] اور سنت پال کے اوپری حصے پر گئے۔ پیگٹی موجودہ حالات میں ان سبھی عجائبات سے جس حد تک لطف اندوز ہو سکتی تھی، اس نے لطف لیا: بجز میرے خیال میں، سنت پال کے، کیونکہ اس کے سلائی والے ڈبے پر سنت پال کی تصویر بنی ہوئی تھی جسے وہ اتنے طویل عرصے سے دیکھ رہی تھی جس کے مقابلے میں اس حقیقی عمارت سے اسے جیسے رقابت سی محسوس ہو رہی تھی۔

پیگٹی کا کام جسے، ہم لوگ کامنس میں کامن۔ فارم بزنس کہا کرتے تھے (اور یہ کام بہت ہلکا اور اچھا پیسہ ملنے والا ہوتا ہے) یہ کام ہو جانے پر میں اسے ایک صبح دفتر لے گیا، اس کا بل ادا کرنے کے لیے۔ مسٹر اسپنلو باہر نکل چکے تھے، بوڑھے ٹفے نے ایک صاحب کی شادی کے لائسنس کے لیے کہا، لیکن جیسا کہ میں جانتا تھا کہ وہ خود واپس آجائیں گے، ہماری جگہ سروگیٹ (Surro Gate) اور وکار جنرل (Vicar. Ganeral) کے دفتر سے بھی قریب تھی، میں نے پیگٹی سے انتظار کرنے کے لیے کہا۔

---

1. لندن کی وہ عمارت جو پہلے قلعے کے طور پر، پھر شاہی قیدیوں کے رکھنے کے لیے استعمال ہوتی تھی، اب اس میں سلاح خانہ اور عجائب گھر ہے۔

ہم لوگ کامنس میں پروبیٹ(Probate)1 کے معاملات میں کچھ کم اجرت لیا کرتے تھے، خاص طور سے جب ہم موکلوں کا سوگ کی حالت میں کام کیا کرتے تھے تو اس میں فیس کم کر کے لینے کا اصول سا بنا رکھا تھا۔ اسی طرح شادی کے لائسنس والے موکلوں کا کام کرتے وقت ہم لوگ کافی خوشی کے موڈ میں رہتے تھے۔ اس لیے میں نے پیگٹی سے اشارتاً بتادیا تھا کہ مسٹر اسپنلو مسٹر بارکس کی بیوہ کے تئیں صدمے سے اب سنبھل چکے ہوں گے۔ مسٹر اسپنلو واقعی ایک دو لھے کی طرح ہی آئے۔

لیکن جب ہم نے ان کے ساتھ مسٹر مرڈاسٹون کو دیکھا تو نہ میں نے اور نہ پیگٹی نے ہی ان کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کچھ بدلے ہوئے نظر آرہے تھے۔ ان کے بال اتنے ہی گھنے اور یقیناً اتنے ہی سیاہ تھے، جتنا کہ ہمیشہ رہتے تھے اور پہلے کے مقابلے میں اب ان کی نظروں پر کچھ اعتماد کیا جاسکتا تھا۔

''ہاں، کاپر فیلڈ!'' مسٹر اسپنلو نے کہا ''تم ان صاحب کو جانتے ہو، ایسا مجھے یقین ہے؟''

میں نے اپنے ''صاحب'' کا دور سے سر جھکا کر خیر مقدم کیا اور پیگٹی نے انھیں کوئی اہمیت ہی نہ دی۔ وہ اچانک ہم دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کر جیسے سٹپٹا سے گئے لیکن پھر جلدی سے سوچ لیا کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ وہ میرے پاس آئے۔

''مجھے امید ہے'' انھوں نے کہا ''کہ تم اچھے ہوگے؟''

''اس سے آپ کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے'' میں نے کہا ''ہاں، اگر آپ جاننا چاہتے ہیں، تو میں ٹھیک ہی ہوں۔''

ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر انھوں نے پیگٹی سے کہا۔

''اور تم؟'' انھوں نے کہا ''مجھے یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ تمھارے شوہر نہیں رہے۔''

''یہ پہلا صدمہ نہیں ہے جو میں نے اپنی زندگی میں جھیلا ہے، مسٹر مرڈاسٹون'' پیگٹی نے سر سے پاؤں تک کانپتے ہوئے کہا ''مجھے یہ سوچ کر خوشی ہے کہ اس کے لیے مجھے الزام دینے والا کوئی نہیں ہے — میں اس کے لیے کسی کو جواب دہ نہیں ہوں۔''

1. وصیت نامے کی سرکاری تصدیق۔

''واہ!'' انھوں نے کہا'' یہ بڑے سکون کی بات ہے۔تم نے اپنا فرض خوب نبھایا؟''

''میں نے کسی کا جینا حرام نہیں کیا'' پیگٹی نے کہا'' یہ سوچ کر میں شکر ادا کرتی ہوں! نہیں، مسٹر مرڈاسٹون، میں نے کسی حسین مخلوق کو تنگ کر کے اور ڈرا ڈرا کر جلدی قبر تک نہیں پہنچا دیا ہے!''

انھوں نے افسردگی سے ——— میرے خیال میں ندامت سے ایک لمحے تک اس کی جانب دیکھا اور پھر میری طرف سر گھماتے ہوئے میرے چہرے کے بجائے میرے پیروں کو دیکھتے ہوئے بولے:

''ہم لوگوں کے پھر جلدی کہیں مل پانے کی امید نہیں ہے، یہ ہم دونوں کے لیے اطمینان کی بات ہے، بلا شبہ، ایسی ملاقاتوں کے لیے، جو کبھی خوشگوار ثابت نہیں ہو سکتیں۔ میں نہیں امید کرتا کہ تم، جس نے ہمیشہ میرے خلاف بغاوت کا رویہ اپنائے رکھا جو تمھارے فائدے اور تمھاری اصلاح کے لیے کوشاں رہتا تھا، اس کے لیے تمھارے دل میں اب ذرا بھی نیکی کا جذبہ نہ رہ گیا ہوگا۔ ہم دونوں کے مابین تنفر ہے۔''

''بہت پرانا'' مجھے یقین ہے!'' میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

وہ مسکرا دیے اور انھوں نے اتنی ہی خونخوار نظروں سے مجھے دیکھا جتنی خونخوار نظریں ان کی سیاہ آنکھوں سے آ سکتی تھیں۔

یہ نفرت تمھارے بچکانہ دل میں پکتی رہی'' انھوں نے کہا۔''اس نے تمھاری ماں بے چاری کی زندگی تلخ کر دی تھی۔تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔امید کرتا ہوں کہ اب تم سمجھ بوجھ سے کام لو گے اور اپنی غلطیوں کو ٹھیک کر لو گے۔''

یہیں پر انھوں نے اپنی بات ختم کر دی۔ وہ بہت دھیمی آواز میں بول رہے تھے، باہر والے دفتر کے ایک کونے میں۔اس کے بعد وہ مسٹر اسپنلو کے کمرے میں تیز آواز اور پر سکون انداز میں یہ کہتے ہوئے داخل ہو گئے:

''مسٹر اسپنلو کے ہم پیشہ صاحبان گھریلو اختلاف سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ اختلافات ہمیشہ کتنے الجھے ہوئے اور مشکل ہوا کرتے ہیں!'' یہ کہتے ہوئے انھوں نے شادی کے لیے لائسنس کی فیس ادا کی اور مسٹر اسپنلو سے بڑی احتیاط سے موڑا گیا لائسنس

وصول کیا اور ان سے ہاتھ ملایا، اور اپنے اور اپنی نئی بیوی کے لیے نیک خواہشات قبول کرتے ہوئے دفتر سے باہر نکل گئے۔

ان کے ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت خود کو خاموش رکھ پانے میں مجھے اور زیادہ دقت محسوس ہو سکتی تھی اگر مجھے پیگٹی (جو میری طرف سے صرف غصہ ظاہر کر رہی تھی، نیک مخلوق!) پر یہ تاثر چھوڑنے میں کم دقت ہو رہی ہوتی کہ ہم اس وقت ایک ایسی جگہ پر نہیں تھے جہاں طعن و تشنیع کی جا سکے اور میں نے اس سے پرسکون رہنے کے لیے ہی کہا۔ وہ غیر متوقع طور پر اتنی پرسکون ہو گئی کہ مجھے خوشی ہوئی جب اس نے ہمارے پرانے زخموں کو یاد کرتے ہوئے مجھے شفقت سے گلے لگا لیا جس سے مسٹر اسپنلو اور کلرکوں کے سامنے میری پوزیشن پُر افتخار ہو گئی۔

لگ رہا تھا کہ مسٹر اسپنلو جانتے نہیں تھے کہ مسٹر مرڈاسٹون اور میرے مابین کیا تعلق تھا، جس سے مجھے خوشی ہوئی کیونکہ میں انھیں اپنا کہنا برداشت نہ کر پاتا، یہاں تک کہ اپنے دل میں ایسا سوچ پانا بھی میرے لیے مشکل تھا، یہ یاد کرتے ہوئے کہ میری ماں بے چاری کے ساتھ انھوں نے کیا سلوک کیا تھا۔ لگتا تھا کہ مسٹر اسپنلو اس معاملے میں سمجھ رہے تھے، اگر کچھ سمجھ رہے تھے، تو یہ کہ ہمارے خاندانی معاملات کی سربراہ میری دادی تھیں اور کسی شخص نے بغاوت کرتے ہوئے اپنی مخالف پارٹی بنالی تھی ــــــ میں نے کم از کم ان کے یہ کہنے سے ایسا نتیجہ اخذ کیا، جب ہم پیگٹی کا بل ادا کرنے کے لیے مسٹر ٹفے کا انتظار کر رہے تھے۔

''مس ٹراٹ ووڈ (دادی)'' انھوں نے کہا ''بہت سخت اور مضبوط ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، اور مخالف پارٹی کے سامنے جھکنے والی نہیں ہیں۔ میں ان کا کردار بہت پسند کرتا ہوں اور میں تمھیں صحیح فریق کی طرف ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں، کاپر فیلڈ۔ اعزّہ کے درمیان اختلاف قابلِ مذمت تو ہوتے ہی ہیں ــــــ لیکن یہ بہت عام بات ہے ــــــ اور سب سے بڑی بات، صحیح طرف ہونا ہے۔'' جس کا مطلب میں نے یہی سمجھا کہ جدھر سے زیادہ پیسہ ملنے کی امید ہو۔

''یقیناً یہ اچھی شادی ہے، میں سمجھتا ہوں؟'' مسٹر اسپنلو نے امید ظاہر کی۔

میں نے وضاحت کی کہ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

''واقعی!'' انھوں نے کہا ''ان چند الفاظ کے پیشِ نظر جو مسٹر مرڈاسٹون نے ادا کیے

—— جیسا کہ ان موقعوں پر زیادہ تر لوگ کرتے ہیں —— اور جو کچھ مس مرڈاسٹون نے فرمایا، مجھے کہنا چاہیے کہ یہ یقیناً ایک اچھی شادی ہے۔"

آپ کا مطلب ہے، اس میں دولت ملی ہے، جناب؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں" مسٹر اسپنلو نے کہا" میں سمجھتا ہوں کہ دولت ہے۔ حسن بھی ہے، مجھے بتایا گیا ہے۔"

"واقعی کیا ان کی نئی بیوی جوان ہے؟"

"انھیں کی عمر کی" مسٹر اسپنلو نے کہا" اتنی تاخیر سے، میرے خیال میں وہ دونوں اس کے لیے انتظار کرتے رہ گئے تھے۔"

"خدا اس عورت کو محفوظ رکھے!" پیگٹی برجستہ کہہ اٹھی۔ اس نے اتنا زور دے کر اور غیر متوقع طور پر کہا کہ ہم تینوں مضطرب سے ہو کر رہ گئے جب تک کہ مسٹر ٹفے بل لے کر نہیں آ گئے۔

بوڑھے ٹفے بہر حال جلد ہی آ گئے اور انھوں نے بل مسٹر اسپنلو کو دیکھنے کے لیے دے دیا۔ مسٹر اسپنلو اپنی ٹھوڑی نکٹائی پر ٹکا کر بل پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے ناپسندیدگی کے انداز میں پڑھنے لگے۔ جیسے کہ یہ سب جورکنس نے اپنی مرضی سے لکھ دیا ہو (زیادہ پیسے لے رہے ہوں) . —— اور اسے بے دلی سے مسٹر ٹفے کو واپس کر دیا۔

"ہاں، انھوں نے کہا" ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک۔ مجھے بڑی خوشی ہوتی، کاپر فیلڈ کہ میں یہ اخراجات اپنی جیب سے ادا کر دیتا لیکن یہ میری پیشہ ورانہ زندگی کا بہت تکلیف دہ پہلو ہے کہ میں صرف اپنی خواہش کے مطابق کام نہ کرسکوں۔ میرے ایک پارٹنر بھی ہیں۔ مسٹر جورکنس۔"

انھوں نے یہ الفاظ اتنے درد سے ادا کیے جیسے فیس نہ لینے کے علاوہ سب سے بڑی رعایت یہی ہو۔ میں نے پیگٹی کی طرف سے ان کے ان جذبات کے لیے شکریہ ادا کیا اور مسٹر ٹفے کو وہ رقم پکڑا دی۔ اس کے بعد پیگٹی اپنی رہائش گاہ پر چلی گئی اور مسٹر اسپنلو اور میں عدالت پہنچے جہاں ایک طلاق کا مقدمہ آنے والا تھا، اس چھوٹی سی بھولی مورت کے نیچے، (جواب ہٹادی گئی تھی ، مجھے یقین ہے، لیکن جس کے طفیل میں نے کئی شادیاں منسوخ ہوتے دیکھی ہیں) جس کی خاص بات یہ تھی —— شوہر، جس کا نام ٹامس بنجامن (Thomas Benjamin) تھا، نے اپنی شادی کا لائسنس صرف ٹامس کے نام لیا تھا، اس میں سے، بنجامن الگ کر دیا تھا تا کہ اگر اس کو یہ شادی اتنی

خوشگوار محسوس نہ ہو جتنی وہ امید کرتا تھا، تو طلاق لینے میں آسانی ہو۔ اپنی ازدواجی زندگی اتنی پرسکون نہ پاتے ہوئے یا پھر اپنی بیوی سے قدرے اکتا چکا تھا، بے چارہ اب شادی کے ایک سال یا دو سال کے بعد وہ اپنے ایک دوست کو لے کر یہاں آیا اور کہا کہ اس کا نام ٹامس بنجامن تھا، اس لیے اس کی شادی ہوئی ہی نہیں (صرف ٹامس کے نام سے) جسے عدالت نے مان بھی لیا اور وہ بہت خوش ہوا۔

میں اتنا ضرور کہوں گا کہ مجھے اس طرح کے انصاف میں شک رہتا تھا اور ان لوگوں سے صرف خوفزدہ ہی نہیں رہتا تھا جو پیسے کے لیے ہر ناجائز کام کر گذرتے تھے۔

لیکن مسٹر اسپنلو نے میرے ساتھ مل کر بحث کی۔ انھوں نے دلیل دیتے ہوئے فرمایا ''دنیا کو دیکھیں، اس میں اچھائی بھی ہے اور برائی بھی، کلیسائی قوانین کو دیکھیں، اس میں اچھائی بھی ہے اور برائی بھی۔ یہ سب نظام کا ایک حصہ ہے۔ بہت اچھا۔ اسی نظام میں آپ بھی رہتے ہیں!''

مجھ میں اتنی جرأت پیدا نہ ہو سکی کہ میں ڈورا کے باپ (مسٹر اسپنلو) سے کہوں کہ شاید ہم دنیا کو کچھ اور بہتر بنا سکتے ہیں، اگر ہم صبح اور جلدی اٹھ جائیں اور اپنے کوٹ اتار کر کام کرنے لگیں، لیکن میں نے اعتراف کر لیا کہ کامنس میں اور سدھار لا سکتے ہیں۔ مسٹر اسپنلو نے کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ میں اپنے ذہن سے اس خیال کو نکال دوں کیونکہ میرا شریفانہ کردار اس کا اہل نہیں ہے۔ لیکن وہ مجھ سے یہ معلوم کر کے خوش ہوگا کہ میرے خیال میں کانس میں کس قسم کی اصلاح ممکن تھی۔

کامنس کے اس حصے کی بات کریں تو وہ حصہ جو ہمارے قریب ترین تھا ـــــ کیونکہ یہ صاحب اس وقت تک غیر شادی شدہ تھے۔ اور اب ہم عدالت سے باہر نکل چکے تھے اور ٹہلتے ہوئے پریروگیٹیو آفس (Prerogative Office) کے پاس سے گذرے ـــــ میں نے کہا کہ پریروگیٹیو آفس ایک بے ڈھنگے پن سے چلایا جانے والا ادارہ ہے۔ مسٹر اسپنلو نے پوچھا کہ کس معنی میں؟ میں نے ان کے تجربے کو پوری عزت دیتے ہوئے جواب دیا (لیکن میں نے انھیں زیادہ عزت دی، میں ڈرتا ہوں کہ ڈورا کا باپ ہونے کی وجہ سے دی) کہ شاید یہ کچھ احمقانہ بات ہے کہ اس عدالت کی رجسٹری کا دفتر کینٹر بری ریاست کے سبھی لوگوں کے اصلی وصیت نامے پورے تین صدیوں سے رکھ رہا ہے، یہ ایک اتنی معمولی سی عمارت میں چلایا جا رہا ہے، اس مقصد سے اس کی تعمیر ہی نہیں ہوئی، رجسٹراروں نے بس نجی طور پر اسے کرائے پر دے رکھا ہے، یہ بالکل غیر محفوظ

یہاں تک کہ شاید فائر پروف (Fire proof)1 بھی نہیں ہے۔اس میں اہم دستاویز ٹھنسے ہوئے ہیں، یقیناً فرش سے چھت تک، اور پیسہ کمانے کے چکر میں غرق رجسٹرار جو عوام سے بھاری فیس لیتے ہیں اوران وصیت ناموں کو کسی طرح اور کہیں بھی ٹھونس دیتے ہیں، ان کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ ان سے جلد سے جلد اور آسانی سے نجات پا جائیں۔ کہ، یہ بات کچھ غیر مناسب سی لگتی ہے کہ یہ رجسٹرار صاحبان جو اس کام سے سالانہ نو ہزار پونڈ تک کی آمدنی کر لیتے ہیں (نائب رجسٹرار اور کلرکوں کی آمدنی کی بات چھوڑیے)، وہ ان اہم دستاویزوں کو ٹھیک سے رکھنے کے لیے محفوظ جگہ تک کا انتظام کرنے پر کچھ نہیں خرچ کرتے۔ یہ اہم دستاویز ہر شخص یہاں جمع کرنے کے لیے مجبور ہے خواہ اس کا دل چاہے یا نہ چاہے۔ کہ، یہ کچھ نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ لندن میں اس عظیم دفتر کے سارے بڑے بڑے افسران شاندار کمروں میں آرام سے بیٹھ کر پیسہ لیں جبکہ بدنصیب بابو لوگ اوپر ٹھنڈے اندھیرے کمرے میں بیٹھ کر کام کریں اور انھیں کوئی خاص اجرت بھی نہ ملے اور ان کے بارے میں کبھی کوئی سوچے ہی نہیں جبکہ وہ اتنا اہم کام کرتے ہیں۔ کہ، شاید یہ بری بات ہے کہ سب سے بڑے رجسٹرار جس کا کام ہے کہ وہ عام لوگوں سے ملے، وہ مستقلاً اسی ایک جگہ آرام سے بیٹھا رہے، محض اپنے بڑے عہدے کے طفیل (اور ہوسکتا ہے کہ اس کے، علاوہ وہ پادری کا کام بھی کرتا ہو، ایک سے زیادہ عہدوں پر فائز ہو، بڑے گرجا گھر میں کوئی اسٹال چلاتا ہو اور کیا کیا نہیں) جبکہ ضرورت مند لوگوں کو طرح طرح کی دقتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس کا نمونہ ہم روز سہ پہر کو دیکھتے ہیں، جب دفتر میں بھیڑ رہتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ سراسر مہمل ہے۔ کہ، شاید، مختصر یہ کہ کینٹر بری بشپ (Bishop) کے تعلقہ کا یہ پریروگیٹیو آفس کا کام مجموعی طور پر اتنا تکلیف رساں ہے اور اس درجہ لغویت سے پُر ہے کہ اسے سنت پال قبرستان کے کسی کونے میں کر دینا چاہیے جسے بہت کم لوگ جان پائیں، اسے بہت پہلے ہی تہ خانے میں ڈال دینا چاہیے تھا۔

مسٹر اسپنلو مجھے اس موضوع پر جذباتی ہوتے دیکھ کر مسکرا پڑے، پھر انھوں نے اس مسئلے پر بھی اسی انداز میں دلیلیں پیش کیں جیسے پہلے پیش کی تھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ سب آخر تھا کیا؟

1 آگ لگنے سے محفوظ

یہ صرف محسوس کرنے کا سوال تھا۔ اگر عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے وصیت نامے بہت محفوظ جگہ رکھے ہیں اور لوگوں نے یہ مان لیا ہے کہ اس دفتر میں اب کسی طرح کی تبدیلی یا بہتری ہو ہی نہیں سکتی تو اس میں کس کا قصور ہے؟ کسی کا نہیں۔ اس کے لیے بہتر کون لوگ ہیں؟ آرام سے بیٹھے رہنے والے بھی عہدیداران۔ بہت اچھا۔ تب اسی میں بہتری ہے۔ یہ ایک مکمل نظام نہیں ہو سکتا، مکمل کوئی بھی چیز نہیں ہوا کرتی، لیکن انھیں بس بات پر اعتراض تھا، وہ یہ تھی کہ یہاں کاغذات ایک دوسرے میں ٹھونس دیے جاتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ پریروگیٹیو آفس کے رہنے سے خطہ شاندار لگتا ہے۔ پریروگیٹیو آفس نہ رہے تو خطے کی شان ختم ہو جائے۔ ان کا ماننا تھا کہ ایک شریف آدمی کا اصول یہی ہونا چاہیے کہ وہ ہر بات کو اسی طرح ٹھیک سمجھتا رہے جیسے وہ ہو رہی ہے اور انھیں اس میں ذرا بھی شبہ نہیں تھا کہ پریروگیٹیو آفس ہمارے عہد تک برقرار رہے گا۔ مجھے ان کے اس خیال سے اختلاف تھا اگر چہ اس کے بارے میں خود مجھے بھی بڑا شبہ تھا۔ بہر حال میں پاتا یہی ہوں کہ وہ ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ یہ دفتر صرف ابھی تک باقی ہی نہیں رہ گیا بلکہ اٹھارہ سال قبل ایک پارلیمانی رپوٹ (جو بادل ناخواستہ تیار کی گئی تھی) جس میں میرے اعتراضات اجاگر کیے گئے تھے، کے باوجود ابھی تک پہلے جیسا ہی چلا آرہا ہے، اور ابھی یہ بتایا گیا کہ یہاں ''قرینے'' سے رکھے گئے وصیت ناموں کی تعداد دو ڈھائی سال کی مدت تک کے برابر ہی ہے۔ انھوں نے ان وصیت ناموں کا کیا کیا ہے، کیا بہت سے گم ہو گئے، یا جب تب انھیں مکھن والے کی دوکان پر فروخت کیا جاتا رہتا ہے، میں نہیں جانتا۔ میں خوش ہوں کہ میرا وصیت نامہ وہاں نہیں ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ وہاں جائے گا بھی نہیں، قلیل مدت کے لیے بھی نہیں۔

میں نے یہ سب اپنے موجودہ ''مسرتوں میں مگن'' کے باب میں لکھ دیا ہے کیونکہ اس میں یہ فطری انداز میں آیا ہے۔ مسٹر اسپنلو اور میں اسی طرح کی گفتگو میں مشغول رہے اور یہ سلسلہ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے اس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ ہم عام موضوعات پر گفتگو نہیں کرنے لگے۔ اور آخر میں مسٹر اسپنلو نے بتایا کہ اگلے ہفتے آج کے دن ڈورا کی سالگرہ ہے اور میں اس موقعے پر اگر ان کے گھر آکر چھوٹی سی پک نک میں شرکت کرسکوں تو انھیں مسرت ہوگی۔ میں نے فوراً اپنے ہوش و حواس کھو دیے، اگلے دن ایک چھوٹا سا کناری دار کارڈ پانے پر میں صرف حماقت

کی باتیں کرنے لگا جس پر لکھا تھا ''پاپا کی طرف سے یاد دہانی کے لیے'' اور باقی مدت مخبوط الحواس کی طرح گذاری۔

اس خوشی کے موقعے کے لیے، میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ہر ممکن حماقت کر ڈالی۔ مجھے شرم آجاتی ہے جب یہ یاد کرتا ہوں کہ میں نے اس موقعے کے لیے کیسی نکٹائی خرید لی تھی۔ میرے جوتے کسی بھی زدوکوب کرنے والے آلے کے ذخیرے میں رکھے جا سکتے تھے۔ میں نے ایک بید کے ٹوکرے کا انتظام کیا اور اسے نارووڈ کوچ سے ایک رات پہلے ہی وہاں بھیج دیا جس میں، میرے خیال میں تقریباً ایک قسم کا اعلامیہ تھا۔ اس میں پٹاخے تھے۔ صبح چھے بجے میں کونٹ گارڈن مارکیٹ میں ڈورا کے لیے گلدستہ خرید رہا تھا۔ دس بجے میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا (میں نے ایک سفید رنگ کا بانکا گھوڑا اس موقع کے لیے کرائے پر لے لیا تھا) گلدستہ اپنی ہیٹ میں رکھے ہوئے، (تاکہ پھولوں کی تازگی برقرار رہے) خراماں خراماں نارووڈ کی طرف چلا جا رہا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب میں نے باغ میں ڈورا کو دیکھا اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا اور اس کا گھر ڈھونڈنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتا گیا تو میں نے چھوٹی چھوٹی دو حماقتیں کیں جو میری عمر کے دیگر نوجوان بھی ایسے حالات میں کر سکتے تھے ـــــ کیونکہ یہ حماقتیں مجھے خاصی فطری محسوس ہوئیں۔ لیکن اف! جب مجھے مکان مل گیا اور میں گیٹ پر گھوڑے سے اتر گیا اور ان سنگدل جوتوں کو کسی طرح گھسیٹتے ہوئے ڈورا کے پاس پہنچ ہی گیا جو لان میں ایک للیک (Lilac)[1] کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی اس حسین صبح کو کتنی خوبصورت نظر آ رہی تھی وہ، تتلیوں کے درمیان، سفید چتیوں والی ٹوپی اور نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے!

اس کے ساتھ ایک جوان عورت تھی ـــــ نسبتاً اس سے زیادہ عمر کی ـــــ تقریباً بیس سال کی، مجھے کہنا چاہیے۔ اس کا نام مس ملز (Miss Mills) تھا اور ڈورا اسے جولیا کہتی تھی۔ وہ ڈورا کی جگری دوست تھی۔ خوش رہو مس ملز!

جپ (کتا) بھی وہاں موجود تھا اور وہ مجھ پر پھر بھونکنے لگا۔ جب میں نے اپنا گلدستہ ڈورا کو پیش کیا تو اس نے حسد سے اپنے دانت نکال دیے۔ ٹھیک ہے، وہ کر سکتا ہے۔ اگر اسے ذرا بھی

[1] ایک ارغوانی رنگ کا پیڑ

اس کا اندازہ ہو جائے کہ میں اس کی مالکن کو کس بری طرح چاہتا ہوں، ٹھیک ہے وہ ایسا کرسکتا ہے!

''اف، شکریہ مسٹر کاپرفیلڈ! کتنے خوبصورت پھول ہیں!'' ڈورا نے کہا۔

میں یہ کہنے کا ارادہ رکھتا تھا (اور اسے بہتر سے بہتر الفاظ اور لہجے میں کہنے کے لیے تین میل سے مشق کرتا آیا تھا) کہ مجھے یہ پھول اس وقت اتنے خوبصورت لگے جب میں نے انھیں ڈورا کے اتنی قریب دیکھا۔ لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ اس کو دیکھ کر میں بری طرح گھبرا گیا۔ اس کا پھولوں کو اپنی نازک ٹھوڑی سے مَس کرنا دیکھ کر ساری حاضر دماغی اور قوتِ گفتار ہوا ہو گئی تھی۔ مجھے تعجب ہے کہ میں نے یہ نہیں کہہ دیا۔ مار ڈالو مجھے، اگر دل رکھتی ہو۔ مجھے یہیں مر جانے دو!

پھر ڈورا میرے پھول جپ کو سنگھانے لگی۔ جپ غرّانے لگا اور اس نے پھول سونگھنے سے انکار کر دیا۔ ڈورا ہنسنے لگی اور پھولوں کو جپ کے اور قریب لے گئی۔ تب جپ نے جرانیم (پھول) کا ایک ٹکڑا دانتوں سے پکڑ لیا اور اسے بلّی تصور کرتے ہوئے رگڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ تب ڈورا نے اس کی پٹائی کرتے ہوئے کہا ''میرے خوبصورت پھول بے چارے!'' اتنے ہی درد سے جیسے جپ نے مجھے پکڑ رکھا ہو۔ کاش جپ نے مجھے ہی پکڑ رکھا ہوتا!

''آپ یہ سن کر اتنے خوش ہوں گے، مسٹر کاپرفیلڈ'' ڈورا نے کہا ''کہ وہ دوغلی مس مرڈاسٹون یہاں نہیں ہیں۔ وہ اپنے بھائی کی شادی میں گئی ہوئی ہیں اور کم از کم تین ہفتے تک وہیں رہیں گی۔ کیا یہ بے انتہا خوشی کی بات نہیں ہے؟''

میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ اس کے لیے بے انتہا خوشی کی بات ہے اور جو کچھ اس کے لیے خوشی کی بات ہے، وہ میرے لیے بھی ہے۔ مس ملز خود کو زیادہ عقلمند اور تجربہ کار ظاہر کرتے ہوئے ہم دونوں پر مسکرا دیں۔

''ایسی بدمزاج اور بد خلق عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔'' ڈورا نے کہا ''تم یقین نہیں کرسکتیں جولیا کہ وہ کس درجہ چڑچڑی اور دہشت خیز ہے۔''

''ہاں میں یقین کرسکتی ہوں میری عزیز!'' جولیا نے کہا۔

''تم کرسکتی ہو، شاید، عزیز از جان'' ڈورا نے جولیا کے اوپر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''پہلے میں نے سمجھا کہ تم یقین نہیں کرسکتیں، اس کے لیے معاف کر دو ڈیر!''

اس سے میں نے جانا کہ مس ملز اپنی بوقلمونی زندگی میں طرح طرح کی آزمائشوں سے گذر چکی ہیں شاید اسی وجہ سے ان کے رویے میں اتنی سمجھداری اور پختگی مجھے نظر آئی۔ دن بھر وہاں رہنے پر میں نے یہ پایا: مس ملز نے ایک غلط جگہ محبت میں ناکام ہونے کے بعد اپنے تلخ تجربات کی بنا پر ایک طرح سے بیراگ لے لیا تھا لیکن نوجوانوں کے عشقیہ معاملات میں اب بھی خاموش دلچسپی لیتی تھیں۔

لیکن اب مسٹر اسپنلو گھر کے باہر آ چکے تھے اور ڈورا ان کے پاس پہنچ کر بولی ''دیکھیے پاپا، کتنے خوبصورت پھول ہیں!'' اور مس ملز دلجوئی کے طور پر مسکرا دیں کہ کسے کہنا چاہیے ''زندگی کی مختصر درخشاں صبح کا جتنا لطف لے سکو، لے لو!'' اور پھر ہم لان سے گاڑی کی طرف بڑھنے لگے جو تیار کی جا رہی تھی۔

ایسی سواری پھر کبھی مجھے نصیب نہ ہو سکے گی۔ ایسی سواری میں نے پہلے بھی کبھی نہیں کی۔ فٹن (گاڑی) میں صرف وہی تین تھے، ان کے ٹوکرے (جن میں پک نک کا سامان تھا) میرا ٹوکرا اور گیٹار کیس، اور فٹن کھلی ہوئی تھی، میں اس کے پیچھے اپنے گھوڑے پر چل رہا تھا۔ ڈورا پیٹھ گھوڑوں کی طرف کیے ہوئے بیٹھی تھی اور میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے گلدستہ گدی پر اپنے قریب ہی رکھ لیا تھا اور اس طرف جپ کو بالکل نہیں بیٹھنے دے رہی تھی کہ کہیں وہ اسے خراب نہ کر ڈالے۔ وہ اکثر گلدستہ اپنے ہاتھ میں لے لیتی، اکثر اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہونے لگتی۔ اس وقت ہم دونوں کی آنکھیں اکثر مل جاتیں اور مجھے سب سے زیادہ حیرت اس پر ہو رہی ہے کہ میں اپنے بہادر سفید گھوڑے کے سر پر سے کودتے ہوئے گاڑی میں کیوں نہیں چلا گیا۔

راستے میں بہت دھول تھی، مجھے یاد ہے۔ بہت زیادہ دھول تھی۔ مجھے یقین ہے۔ مجھے کچھ کچھ یاد آتا ہے کہ مسٹر اسپنلو نے مجھے بھی گاڑی میں چلنے کے لیے سمجھایا بجھایا، لیکن میں نے کچھ نہیں سنا۔ مجھ پر صرف ڈورا کا حسن اور عشق سوار تھا اور کچھ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کھڑے ہو کر پوچھتے کہ کیسا لگ رہا ہے۔ میں کہتا کہ بہت شاندار اور میں یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ مجھے واقعی اس وقت بہت اچھا لگ رہا تھا، لیکن مجھے اس وقت ہر چیز ڈورا ہی لگ رہی تھی۔ سورج ڈورا کی طرح چمک رہا تھا، جھاڑیوں میں جنگلی پھول بھی ڈورا ہی تھے، کلی تک۔ میرے لیے

اطمینان کی بات یہ تھی کہ مس ملز میری کیفیت سمجھ رہی تھیں۔ صرف مس ملز ہی میرے احساسات کو اچھی طرح سمجھ سکتی تھیں۔

میں نہیں جانتا کہ ہم لوگ کتنی دیر تک چلتے رہے اور آج بھی میں بہت تھوڑا سا جانتا ہوں کہ ہم کہاں گئے تھے۔ شاید گلڈفورڈ (Guild Ford) کے پاس۔ شاید الف لیلیٰ کے کسی جادوگر نے وہ جگہ اس دن کے لیے کھول دی تھی اور جب ہم لوگ وہاں سے چلے آئے تو اس نے ہمیشہ کے لیے یہ جگہ پھر بند کر دی۔ یہ ایک پہاڑی پر ہری بھری جگہ تھی اور فرش پر نرم گھاس تھی، سایہ دار درخت تھے اور ہیتھر (Heather)[1] کی جھاڑیاں اور تاحدِ نظر بے حد حسین نظارہ!

یہاں ہمارے لیے انتظار کرتے ہوئے لوگ پانا ایک دشوار لمحہ تھا اور خواتین کے تئیں میرے حسد کا بھی ٹھکانہ نہ رہا۔ لیکن میرے سارے ہم جنس ــــــ خصوصاً ایک ٹھگ جیسا آدمی، مجھ سے تین چار سال بڑا، لال مونچھ والا، جس پر اسے خاصا غرور سا لگ رہا تھا ــــــ مجھے اپنے دشمن لگ رہے تھے۔

ہم لوگوں نے اپنے اپنے ٹوکروں سے سامان نکالا اور کھانا پکانا شروع کر دیا۔ لال مونچھ نے ایسا ظاہر کیا جیسے وہ سلاد بنانے میں استاد ہو (جس کا مجھے یقین نہیں) اور زبردستی بیچ میں گھس پڑا۔ کچھ نوعمر لڑکیاں اس کے لیے سلاد کا سامان دھونے لگیں اور انھوں نے اس کی ہدایات کے مطابق انھیں کاٹنا شروع کیا۔ ان میں ڈورا بھی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ تقدیر نے مجھے اس آدمی کے مدِ مقابل لا کھڑا کیا ہے اور ہم میں سے کسی ایک کو گرنا ہی چاہیے۔

لال مونچھ نے سلاد تیار کیا (مجھے تعجب ہوا کہ کیسے لوگوں نے اسے کھایا۔ اسے کھانے کے لیے کوئی چیز مجھے آمادہ نہیں کر سکتی!) اور وہ شراب گودام کا انچارج بن بیٹھا جو اس نے ایک پیڑ کے کھوکھلے تنے میں بنا رکھا تھا۔ دھیرے دھیرے میں نے دیکھا کہ مچھلی کا ایک بڑا حصہ اپنی پلیٹ میں رکھے وہ ڈورا کے قدموں کے پاس بیٹھا کھا رہا تھا! بس ایک مبہم سا خاکہ میرے ذہن میں رہ گیا ہے کہ اس مصیبت آمیز منظر کو دیکھ کر مجھے کیسا لگ رہا تھا جب وہ چپڑ چپڑ کھائے چلا جا رہا تھا۔ میں بہت شادماں تھا لیکن یہ ایک کھوکھلی شادمانی تھی۔ میں نے خود کو گلابی رنگ کے کپڑوں میں

[1] ایک ولائتی جھاڑی جس کے پھول گلابی رنگ کے ہوتے ہیں اور ایک ایک جھاڑی میں پھولوں کے کئی کئی گچھے لگتے ہیں۔

ملبوس چھوٹی آنکھوں والی دوشیزہ سے وابستہ کرلیا اور بے تحاشہ اس سے فلرٹ کرنے لگا۔ اس نے مجھے توجہ دی لیکن میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ صرف میری طرف ملتفت ہوئی تھی یا اس میں لال مونچھ کا بھی کچھ حصہ تھا۔ سبھی لوگ ڈورا کے لیے جامِ صحت پی رہے تھے۔ میں نے پینا شروع کیا تو اس کے لیے میں گفتگو کا سلسلہ توڑ دیتا اور بول چکنے کے بعد فوراً پینے لگتا۔ جب میں نے ڈورا کی جانب دیکھ کر سرِ تسلیم خم کیا تو مجھ سے اس کی نظریں چار ہوئیں اور میں نے محسوس کیا کہ میرا اس طرح سر خم کرنا اس کو بہت اچھا لگا۔ لیکن وہ آنکھ مجھے لال مونچھ کے اوپر سے تک رہی تھی اور میں ساکت کھڑا تھا۔

گلابی لباس والی دوشیزہ کی ماں ہرے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ آخرالذکر پالیسی کے تحت جان بوجھ کر ہم دونوں سے خود کو دور رکھ رہی تھی۔ بہر حال، اب لوگ الگ الگ گروہ میں بنٹ گئے تھے اور بچا ہوا کھانا ہٹایا جا رہا تھا۔ میں درختوں کے درمیان غصے اور ندامت کی حالت میں ٹہلنے لگا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا مجھے ایسا ظاہر کرنا چاہیے جیسے میری طبیعت ٹھیک نہ ہو اور یہاں سے بھاگ نکلنا چاہیے —— میں نہیں جانتا کہ کہاں —— اپنے بانکے گھوڑے پر، کہ اسی درمیان ڈورا اور مس ملز مجھے مل گئیں۔

''مسٹر کاپر فیلڈ!'' مس ملز نے کہا ''آپ بہت ست دکھائی پڑ رہے ہیں۔''

''میں نے ان سے معذرت کی۔ نہیں بالکل نہیں۔''

اور مس ملز نے کہا ''ڈورا تم بھی ست سی لگ رہی ہو۔''

''نہیں میری عزیز! ذرا بھی نہیں۔''

''مسٹر کاپر فیلڈ اور ڈورا'' مس ملز نے تقریباً تقدیس آمیز لہجے میں فرمایا ''بس بہت ہو چکا۔ ذرا سی غلط فہمی سے بہار کے پھولوں کو مرجھانے مت دو، جو ایک بار مرجھا گئے تو پھر ان میں کبھی تازگی نہیں آسکتی۔''

مس ملز نے کہا ''میں اپنے ماضی کے تجربات کی روشنی میں ایسا کہہ رہی ہوں۔ پھر نہ لوٹ کر آنے والا ماضی بعید، ابلتے فوارے کو جو دھوپ میں چمکتے ہیں، محض کسی وہم یا غلط فہمی کی بنا پر روک نہیں دینا چاہیے۔ سہارا کے ریگستان میں نخلستان کو خواہ مخواہ اجاڑ نہیں دینا چاہیے۔''

مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں نے کیا کیا، میرا پورا جسم غیر معمولی حد تک جلنے لگا تھا لیکن میں

نے ڈورا کا ننھا سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چوم لیا اور لگا کہ جیسے ہم سب، میرے خیال میں، سیدھے ساتویں آسمان پر اڑے جا رہے تھے۔

ہم پھر واپس زمین پر نہیں آئے۔ ہم پوری شام اوپر ہی رہے۔ پہلے تو ہم درختوں کے درمیان آتے جاتے رہے: میں ڈورا کا شرمیلا بازو اپنی بانہوں میں لیے ہوئے تھا: اور خدا جانتا ہے کہ یہ ساری حماقت تو تھی ہی، خیال آیا کہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم انہی احمقانہ احساسات کے ساتھ وہیں لافانی ہو کر رہ جاتے اور درختوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے پڑے رہتے!

لیکن بہت جلد ہم نے دوسروں کو ہنستے اور بات چیت کرتے اور یہ کہتے سنا ''ڈورا کہاں ہے؟'' اس لیے ہم لوگ وہیں واپس چلے گئے اور وہ لوگ ڈورا سے گانا سننا چاہ رہے تھے۔ لال مونچھ تو کود کر گاڑی سے گیٹار کیس اٹھا لاتا لیکن ڈورا نے اس سے بتایا کہ میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رکھا ہے۔ اس لیے لال مونچھ ایک لمحے میں اوقات میں آ گیا اور میں جا کر گیٹار کیس لے آیا اور اسے کیس سے باہر نکالنے کے بعد میں اس کی بغل میں بیٹھ گیا اور میں نے اس کا رومال اور دستانہ لے لیا اور میں اس پیاری آواز کی ہر تان پر جام ہونٹوں سے لگا لیتا۔ وہ میرے لیے گا رہی تھی جو اس کو چاہتا تھا اور باقی سب جتنا چاہتے تعریف کر سکتے تھے، لیکن انھیں اس سے کچھ لینا دینا نہیں تھا!

میں خوشی سے مدہوش ہو چکا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کیا واقعی اتنی خوشی ہو سکتی تھی اور مجھے فی الوقت بکنگھم اسٹریٹ میں جاگنا چاہیے اور مسٹر کرپ کو ناشتہ لگاتے وقت چائے کی پیالیاں کھنکاتے سننا چاہیے۔ لیکن ڈورا گائے جا رہی تھی، دیگر لوگ بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے، مس ملز بھی گا رہی تھیں ـــــــ یادوں کی گپھاؤں میں سو رہی صدائے بازگشت کے بارے میں، جیسے وہ سو سال کی ہوں ـــــ پھر شام ہو گئی اور ہم لوگوں نے چائے پی اور میں اب بھی بہت خوش تھا۔

میں اس سے بھی زیادہ خوش اس وقت ہوا جب پارٹی ختم ہوئی اور دیگر لوگ، شکست خوردہ لال مونچھ اور سب، اپنے اپنے مختلف راستوں پر چلے گئے اور ہم اپنے راستے پر چل پڑے، ابھی شام کچھ باقی تھی اور روشنی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ ہمارے چاروں طرف بھینی بھینی خوشبو گونج رہی تھی۔ شمپین پینے کے بعد ـــــ مسٹر اسپنلو کو کچھ خمار آ چکا تھا ـــــ تعریف ہے اس کی، جس نے

انگور اگائے، اس انگور کی، جس نے شراب بنائی، اس سورج کی جس نے اسے پکایا، اور اس تاجر کی جس نے اس میں ملاوٹ کی!۔۔۔۔ اور اب وہ گاڑی کے ایک گوشے میں بے خبر سو رہے تھے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ڈورا سے بات کرتا جا رہا تھا۔ ڈورا میرے گھوڑے کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے تھپتھپا دیا کرتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ اف، گھوڑے کے اوپر اس کا پیارا سا ننھا ہاتھ کیسا لگ رہا تھا!۔۔۔۔ اور اس کی شال بار بار گری جا رہی تھی اور میں اپنے ہاتھ سے اسے ہر بار اوڑھا دیتا، اور میں نے یہاں تک سوچ ڈالا کہ جپ نے اب غور کرنا شروع کر دیا ہے کہ کیا معاملہ ہے اور سمجھ گیا ہے کہ اسے اب مجھ سے دوستی کرنے کے لیے اپنا ذہن بنا لینا چاہیے۔

سیانی مس ملز بھی، اتنی قابلِ الفت، اگرچہ بالکل بجھ چکی، عزلت نشیں، بیس سال سے کچھ کم عمر کی وہ سالارِ قافلہ جو دنیا کو کافی سمجھ چکی تھی، اور کسی بھی حالت میں یادوں کی گپھاؤں میں سوئی ہوئی بازگشت کو اس نے نہیں جگایا تھا، اس نے کتنا نیک کام کیا!

''مسٹر کاپرفیلڈ'' مس ملز نے کہا ''ایک لمحہ کے لیے گاڑی کے اس طرف آ جاؤ۔۔۔۔ اگر تم میرے لیے ایک لمحہ نکال سکو۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

اب دیکھیے مجھے، اپنے بانکے گھوڑے پر مس ملز کی طرف جاتے ہوئے، اپنا ایک ہاتھ گاڑی کے دروازے پر رکھے ہوئے!

''ڈورا میرے ساتھ رہنے کے لیے آ رہی ہے۔ وہ پرسوں میرے یہاں آ جائے گی۔ اگر تم ملنا چاہو تو مجھے یقین ہے کہ پاپا تمھیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔''

میں کیا کر سکتا تھا بجز اس کے کہ میں نے مس ملز پر خاموش دعاؤں کی بارش کر دی اور مس ملز کے پتے کو اپنی یادداشت کے سب سے محفوظ حصے میں رکھ لیا! میں اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا کہ مس ملز سے بے حد تشکر کے ساتھ زوردار الفاظ میں بتا دوں کہ میں اس کی اس مہربانی کو کتنا سراہ رہا ہوں اور اس کی دوستی کی قدر و منزلت میرے دل میں کتنی بڑھ چکی ہے!

پھر مس ملز نے مشفقانہ انداز میں یہ کہتے ہوئے مجھے واپس بھیج دیا ''جاؤ اب ڈورا کے پاس!'' اور میں چلا گیا اور ڈورا گاڑی سے باہر جھک کر مجھ سے باتیں کرنے لگی، اور ہم بقیہ راستے

اسی طرح باتیں کرتے رہے اور میں اپنے بانکے گھوڑے کو گاڑی کے پہیے کے اتنی قریب کرلیتا کہ اس کی اگلی ٹانگ اس سے رگڑ کھانے لگتی اور گھوڑے کے مالک نے اس کے لیے مجھ سے الگ سے پیسے لیے جو میں نے ادا کرنے کے بعد سوچا کہ اتنا زیادہ لطف اندوز ہونے کے لیے اتنا کرایہ تو بہت کم تھا۔ وہ کیسا وقت تھا جب مس ملز بیٹھی مستقلاً چاند کو دیکھے جا رہی تھیں اور اشعار گنگناتے ہوئے، میں سمجھتا ہوں، اپنے پرانے دنوں کو یاد کر رہی تھیں جب ان کے اور دنیا کے مابین کوئی چیز مشترک تھی۔

نارووڈ آج کئی میل قریب ہو گیا تھا اور ہم کئی گھنٹے پہلے پہونچ گئے (وقت کا پتہ ہی نہ چلا) لیکن مسٹر اسپنلو گھر واپس پہنچنے سے بس تھوڑی دیر قبل ہی ہوش میں آئے اور انھوں نے فرمایا ''تم اندر چلے آؤ کاپر فیلڈ اور آرام کرلو!'' اور میں نے حامی بھرلی، پھر ہم لوگوں نے سینڈوچ کھائے اور شراب پانی پیا۔ روشن کمرے میں ڈورا شرمائی شرمائی سی اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ میں وہاں سے کھسک ہی نہ پایا بلکہ وہیں بیٹھ کر اسے ایک ٹک دیکھنے لگا، جیسے خواب میں، جب تک کہ مسٹر اسپنلو کے خراٹے نے مجھے اس کا احساس نہیں دلا دیا کہ اب مجھے رخصت لینی چاہیے۔ اس طرح ہم جدا ہوئے، میں گھوڑے پر سوار لندن پہنچنے تک ڈورا کے الوداعی مصافحے کی گرمی اب تک محسوس کرتے ہوئے اور ایک ایک واقعہ اور ایک ایک لفظ ہزار ہزار بار یاد کرتے ہوئے بالآخر اپنے بستر پر پہنچ گیا۔ ایک ایسے احمق نوجوان کی طرح جو عالم وجد میں آ گیا ہو اور عشق نے جس کے ہوش و حواس مفلوج کر دیے ہوں۔

جب اگلی صبح میری آنکھ کھلی تو میں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ میں ڈورا سے اپنی محبت کا اعلان کر کے اپنا انجام جان لوں گا۔ اب خوشی یا غم کا سوال تھا۔ اس کے علاوہ دنیا کا اب کوئی اور سوال میں نہیں جانتا تھا اور صرف ڈورا ہی اس کا جواب دے سکتی تھی۔ میں نے اگلے تین دن غمگینی میں گذارے، یہ سوچ سوچ کر خود کو ہلکان کرتے ہوئے کہ میرے اور ڈورا کے درمیان ابھی تک جتنی باتیں ہوئی تھیں، ان میں کون کون سی باتیں میرے اور اس کے راستے میں مانع ہو رہی تھیں۔ بالآخر اس سلسلے میں بہت پریشان ہو جانے کے بعد اس کا اعلان کرنے کے لیے میں مس ملز کے گھر کی طرف چل پڑا۔

میں اس گلی میں اور چوک کے آس پاس کتنی بار گیا اور لوٹ آیا ــــــ یہ سوچ سوچ کر کہ میں اس سے کس طرح اپنا حالِ دل بتاؤں گا اور ہر بار اپنی بات ایک نئے انداز میں کہنے کی کوشش کرتا۔ بہر حال اسی کشمکش میں میں دروازے تک پہنچ ہی گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر جب میں نے دروازے پر دستک دے دی تو بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کس طرح اپنے دل کی بات اس کے سامنے رکھوں گا۔ اب جبکہ میں نے دروازے پر دستک دی تھی اور دروازہ کھلنے کا منتظر تھا، اسی دوران (بے چارے بارکس کی نقل کرتے ہوئے) میرے ذہن میں اضطراب سے پُر پوچھنے کا طریقہ آیا کہ آیا یہ گھر بلیک بوائے کا تھا اور پھر معافی مانگنے اور واپس لوٹ جانے کا اس کا پرانا انداز آزمانے کے بارے میں سوچا۔ لیکن میں کھڑا رہا۔

مسٹر ملز گھر پر نہیں تھے۔ مجھے امید بھی نہیں تھی کہ وہ اس وقت گھر پر ہوں گے۔ کسی کو ان کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ مس ملز گھر پر تھیں اور ان کا ہونا ہی کافی تھا۔

مجھے اوپر کے ایک کمرے میں لے جایا گیا جہاں مس ملز اور ڈورا موجود تھیں۔ وہاں جپ بھی تھا مس ملز ایک گانا نوٹ کر رہی تھیں (یہ ایک نیا گانا تھا) اور ڈورا پھول بنا کر رنگ رہی تھی۔ میرے دل کا حال کیا ہوا ہوگا جب میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی پھول تھے جو میں نے اسے گلدستے میں پیش کیے تھے، بالکل کونٹ گارڈن مارکیٹ سے خریدے گئے پھولوں جیسے! میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ بالکل اسی طرح تھے یا پھر میں نے اس طرح کے پھولوں کو پہلے کبھی دیکھ رکھا تھا لیکن میں نے کاغذ کو دیکھ کر جان لیا کہ پھول بالکل اسی طرح بنائے گئے تھے۔

مس ملز مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اس کے لیے افسوس ظاہر کیا کہ ان کے پاپا اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے: اگرچہ میرے خیال میں ہم سب نے اسے بڑے تحمل سے برداشت کر لیا تھا۔ مس ملز کچھ دیر تک گفتگو کرتی رہیں اور پھر اپنا قلم رکھتے ہوئے اٹھ گئیں اور کمرے سے چلی گئیں۔

''مجھے امید ہے کہ تمھارا گھوڑا بے چارہ تھکا نہیں ہوگا۔ بڑا طویل راستہ طے کرنا پڑا اسے۔''

''یہ اس کے لیے طویل راستہ تھا کیونکہ اس سفر میں اسے کوئی چیز سہارا دینے والی نہیں تھی۔''

''کیا اسے کچھ کھانے کو نہیں دیا گیا تھا، بے چارے کو؟'' ڈورا نے پوچھا۔

میں نے سوچنا شروع کیا کہ میں معاملے کو کل تک کے لیے ملتوی رکھوں۔

''ہاں ــــــ ہاں'' میں نے کہا'' اس کا ہر طرح سے خیال رکھا گیا تھا۔ میرا مطلب تھا کہ اسے اس قسم کی کوئی نا قابلِ بیان خوشی نہیں حاصل تھی جو مجھے تمھارے اتنی قریب رہ کر ملی۔''

ڈورا نے اپنی ڈرائنگ پر سر جھکا دیا اور کچھ لمحے بعد کہا'' درمیان میں میں شدید بخار میں بیٹھی رہ گئی تھی اور میری ٹانگوں میں بہت درد ہو رہا تھا۔''

''خود تمھیں اس دن شاید اس خوشی کا احساس ایک وقت نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے دیکھا کہ اب میں دل کی بات کہنے کے لیے بیتاب ہو رہا تھا اور سوچا کہ اسے اسی وقت کہہ دینا چاہیے۔

تم نے اس وقت اس خوشی کا ذرا بھی خیال نہ کیا'' ڈورا نے اپنے ابرو قدرے اٹھاتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔ جب تم مس کِٹ (Kitt) کے پاس بیٹھے تھے۔''

کِٹ، میں نے سمجھ لیا کہ چھوٹی آنکھوں والی اس گلابی مخلوق کا نام ہے۔

''اگرچہ میں یقیناً نہیں جانتی کہ تمھیں کیوں خوشی کا احساس ہونا چاہیے تھا'' ڈورا نے کہا'' یا تمھیں اس کو خوشی کہنا بھی چاہیے۔ لیکن یقیناً تمھارا کہنے کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس میں کسی کو بھی شک نہیں ہونا چاہیے کہ تم آزاد ہو وہی کرنے کے لیے جو تم چاہو۔ اے شریر لڑکے جِپ یہاں آؤ!''

میں نہیں جانتا کہ میں نے کیسے کیا۔ میں نے ایک لمحے میں کیسے ایسا کر ڈالا۔ میں نے جِپ کو دور رکھتے ہوئے ڈورا کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔ میں جوش میں خوش بیانی کر رہا تھا اور ایک بھی لفظ سوچنے کے لیے رکا نہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اسے کتنا پیار کرتا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اس کے بغیر مر جاؤں گا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے اسے اپنی دیوی بنا لیا ہے اور اس کی پرستش کرتا ہوں۔ جِپ پورے وقت بری طرح بھونکتا رہا۔

جب ڈورا کا سر جھول گیا اور وہ چیخنے اور کپکپانے لگی، تو میری خوش بیانی اور بھی تیز ہو گئی۔ اگر وہ چاہتی ہو کہ میں اس کے لیے مر جاؤں تو وہ صرف یہ لفظ کہہ بھر دے، میں تیار ہوں۔ ڈورا کی محبت کے بغیر زندگی کا میری نظر میں کوئی مطلب نہیں رہ گیا تھا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور نہ رہوں گا۔ میں نے اسے ہر منٹ چاہا تھا، دن اور رات، جب سے میں نے پہلی بار اسے دیکھا

تھا۔ میں نے خیال بٹانے کے لیے اس سے پیار کیا تھا۔ مجھے ہمیشہ اسے پیار کرنا چاہیے، ہرمنٹ، اپنا خیال ہٹانے کے لیے۔ عشاق نے پہلے بھی عشق کیا ہوگا اور عشاق پھر عشق کریں گے، لیکن کسی عاشق نے کبھی ایسا عشق کیا ہے، نہ کرسکتا ہے، نہ کرسکتا تھا، نہ کبھی کرے گا، نہ کر پائے گا، جتنا کہ میں ڈورا کو چاہتا تھا۔ جتنا ہی زیادہ میں بکتا گیا اتنا ہی زیادہ جپ بھونکتا گیا۔ ہم دونوں اپنے اپنے انداز میں ہر لمحہ اور پاگل ہوتے ہی گئے۔

''ہاں، ہاں! ڈورا اور میں سوفے پر پاس پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے، اور جپ اس کی گود میں لیٹا ہوا تھا پرسکون انداز میں، کنکھیوں سے مجھے دیکھتا ہوا۔ اب میرے ذہن سے اس کا خیال نکل چکا تھا۔ میں مکمل دیوانگی کے عالم میں تھا۔ ڈورا اور میں ایک دوسرے کے ہو چکے تھے۔

میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ اس معاشقہ کا انجام شادی کی شکل میں ہوگا۔ ہمیں اس کی فکر ہونی ہی چاہیے تھی کیوں کہ ڈورا نے کہا کہ اس کے پاپا کی رضامندی کے بغیر یہ شادی کبھی نہیں ہوسکتی لیکن ہم اپنی انبساط نوعمری کے باعث، میں نہیں سمجھتا کہ ہم اپنے آگے یا پیچھے کچھ دیکھ رہے، یا لاعلم حال کے آگے بھی کچھ سوچ رہے تھے۔ ہمیں اپنا یہ راز مسٹر اسپنلو سے پوشیدہ رکھنا تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں کبھی نہیں آیا کہ ایسا کرنا ایک طرح سے ان کی توہین کے مترادف تھا۔

مس ملز اس وقت معمول سے کچھ زیادہ ہی مغموم تھیں جب ڈورا انھیں تلاش کر کے واپس لے آئی۔ مجھے خدشہ ہے کہ چونکہ اس کی یہ عادت بن چکی تھی کہ اس کے ساتھ جو جو کچھ گذر چکا ہے وہ اپنی یادوں کی گپھاؤں میں سوئی صدائے بازگشت کو جگاتی رہتی تھی۔ لیکن اس نے ہمیں دعائیں دیں اور اپنی دوستی برقرار رکھنے کا یقین دلایا اور ہم سے عموماً اسی انداز میں گفتگو کی جیسے یہ آواز کسی خانقاہ سے آرہی ہو۔

کتنا مہمل وقت تھا یہ! کتنا غیر حقیقی پرمسرت اور احمقانہ وقت تھا یہ!

جب میں نے منگنی کی انگوٹھی بنوانے کے لیے ڈورا کی انگلی کا ناپ لیا اور زرگر کو، جس کے لیے میں نے ناپ لیا تھا، اسے دیا تو آرڈر بک کرتے وقت وہ مجھ پر ہنس رہا تھا اور مجھ سے اس نے اس خوبصورت کھلونے (انگوٹھی) کے لیے من مانے پیسے لے لیے۔ اس میں نیلا پتھر

لگا تا تھا ـــــــ ڈورا کے ہاتھ میں اس رنگ کی انگوٹھی مجھے اتنی اچھی لگتی تھی کہ کل، جب میں نے اسی طرح کی دوسری انگوٹھی اپنی بیٹی کی انگلی پر (تصور میں) دیکھی تو میرے دل میں ایک لمحے کے لیے ہلچل سی مچ گئی، درد سا ہونے لگا پیٹ میں!

جب میں اپنے راز کو سینے سے لگائے اپنے آپ میں مگن چلا جارہا تھا، ڈورا سے پیار کرنے اور خود پیار کیے جانے پر اتنا نازاں کہ اگر میں ہوا میں چل رہا ہوتا میں لوگوں سے بہت اوپر نہ رہتا جو زمین پر رینگ سے رہے تھے!

جب ہم دونوں باغ میں ملتے اور اندھیرے مکان میں بیٹھتے تو اتنے خوش رہتے کہ میں صرف اس کے لیے ہی لندن کی گوریوں کو آج تک پیار کرتا ہوں اور ان کے دھوئیں کے رنگ کے پروں میں موضوعات کے بال و پر دیکھنے لگتا ہوں!

جب ہمارا پہلا بڑا جھگڑا ہوا (رسمِ منگنی کے ایک ہفتہ بعد) تو ڈورا نے انگوٹھی مجھے واپس بھجوادی اس کے ساتھ ایک پرچے میں بڑے ہی تکلیف دہ انداز میں لکھا تھا ''ہمارا عشق حماقت میں شروع ہوا تھا اور پاگل پن میں ختم ہوگیا!'' ان خطرناک الفاظ سے میرا سر پھٹنے لگا اور میں چلانے لگا کہ سب کچھ ختم ہوگیا!

جب رات کے اندھیرے میں میں مس ملز کے پاس پہنچا، جسے میں نے خفیہ طور سے پیچھے کے باورچی خانے میں دیکھا اور اس کے پاس جا کر کہا کہ وہ مداخلت کرتے ہوئے اس پاگل پن کی روک تھام کرے۔ جب مس ملز نے یہ ذمہ داری، لے لی اور وہ ڈورا کو ساتھ لے کر لوٹی تو اس نے اپنی تلخ نوعمری کے تجربات کی دہائی دیتے ہوئے ہمیں آپس میں ایک دوسرے کو کچھ رعایت دینے کی تلقین کی اور کہا کہ ہم سہارا کے ریگستان سے بچے رہیں!

جب ہم روئے چلائے اور پھر ایک ہوگئے اور پھر اتنے زیادہ خوش ہوگئے کہ یہ باورچی خانہ اور آس پاس کی ہر چیز محبت کی اپنی عبادت گاہ میں تبدیل ہوگئی تو وہاں ہم نے ایک منصوبہ بنایا کہ اب ہم مس ملز کے توسط سے خط و کتابت کیا کریں گے اور دونوں طرف سے کم از کم ایک خط روزانہ لکھا جایا کرے گا!

کتنا فرصت کا وقت تھا یہ! کیسا غیر حقیقی پر مسرت اور احمقانہ وقت تھا یہ! اپنی زندگی کے

تمام وقتوں میں ویسا ایک بھی وقت نہیں ہے جس پر میں اس کا نصف بھی مسکرا سکوں اور اس کے بارے میں اس کے نصف نازک احساسات سے سوچ سکوں۔

●●●

باب 34

دادی مجھے حیرت میں ڈال دیتی ہیں

جیسے ہی ڈورا کے ساتھ میری منگنی ہوگئی، میں نے ایگنیز کو لکھ دیا۔ اپنے طویل خط میں میں نے یہ جتانے کی کوشش کی کہ میں کتنا خوش قسمت ہوں اور ڈورا کتنی پیاری ہے۔ میں نے ایگنیز کو باور کرایا کہ وہ اسے ایک بغیر سوچی سمجھی محبت سے تعبیر نہ کرے جو بعد میں پھر کسی اور طرف ملتفت ہو جائے یا جو ہم مذاق میں بچکانے عشق کی باتیں کیا کرتے تھے، اس عشق کے بارے میں وہ ذرا بھی ایسی کوئی بات نہ سوچے۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ یہ بہت گہرا عشق ہے اور میں نے خیال ظاہر کیا کہ اس سے قبل ایسا عشق نہیں دیکھا، جانا گیا۔

میں ایک سہانی شام کو اپنی کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھ کر یہ خط لکھتا رہا اور اس کی پرسکون آنکھیں اور پر رونق چہرہ میری آنکھوں میں گھومتا رہا۔ میں پہلے کچھ دنوں سے جس بیقراری اور بد سکونی کا شکار تھا، خط لکھ دینے پر میں نے کافی راحت محسوس کی اور میری خوشی اس حد تک لوٹ آئی کہ میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ مجھے یاد ہے کہ نصف خط لکھ لینے کے بعد میں اپنا سر ہاتھ پر ٹکائے کچھ دیر تک بیٹھا ہی رہ گیا تھا اور اتنا سکون محسوس کر رہا تھا جیسے ایگنیز میرے فطری گھر (خاندان) کا ایک حصہ ہو جیسے کہ مکان میں اس کی موجودگی سے ڈورا اور میں اتنا خوش رہوں گا جتنا کہ کہیں اور نہیں رہ سکتا۔ گویا محبت، خوشی، غم، امید یا [illegible] طرح کے جذبات میں میرا دل فطری طور پر اسی

کی طرف گھوم جاتا اور وہیں ان جذبات کو پناہ مل پاتی اور میں اسے اپنی بہترین خیر خواہ پاتا۔

میں نے اسٹیر فورتھ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ میں نے صرف اتنا ہی لکھ دیا کہ ایملی کے فرار ہو جانے سے یارمتھ میں ماتم چھایا ہوا ہے اور اس سے مجھے دوہری چوٹ لگی ہے کیونکہ حالات کچھ ایسے ہی رہے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ کتنی جلدی سچائی جان لیا کرتی تھی اور وہ اس کا نام زبان پر نہیں لائے گی۔

واپسی ڈاک سے مجھے اس خط کا جواب مل گیا۔ جب میں اسے پڑھ رہا تھا تو لگ رہا تھا جیسے ایگنیز خود بول رہی ہو بالکل ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی پرخلوص آواز میرے کانوں میں آ رہی تھی اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں میں!

پچھلے کچھ دنوں سے جب میں اپنے گھر سے دور رہا تو ٹریڈلس دو تین بار گھر آیا تھا۔ پیگٹی کو گھر میں پا کر اور اس کے یہ بتانے پر (جو ہمیشہ ہر کس و ناکس سے یہ بتانے کے لیے بیقرار رہتی تھی) کہ وہ میری پرانی انا ہے، ٹریڈلس نے اس سے اچھے تعلقات بنا لیے تھے اور وہاں رک کر میرے بارے میں کچھ دیر باتیں کر لیا کرتا تھا۔ پیگٹی نے یہی بتایا، لیکن مجھے ڈر ہے کہ گفتگو یک طرفہ ہی رہی ہوگی اور غیر معمولی طوالت کے ساتھ، کیونکہ پیگٹی کو اس وقت روک پانا بہت مشکل ہوتا، خدا اس کا بھلا کرے! جب وہ میرے بارے میں کچھ کہہ رہی ہوتی۔

یہ مجھے صرف ٹریڈلس کی یاد نہیں دلاتا، جس نے خود اس وقت آنے کے لیے وقت مقرر کر رکھا تھا بلکہ مسز کرپ نے ہر اس چیز (تنخواہ کے علاوہ) کو ترک کر رکھا تھا جو پہلے کیا کرتی تھیں، اس وقت تک کے لیے جب تک پیگٹی وہاں آنا بند نہیں کر دیتی۔ مسز کرپ نے پیگٹی کی عزت کرتے ہوئے کئی بار اس سے زینے پر کھڑی ہو کر تیز آواز میں گفتگو کرنے کے بعد —— یہ تصور کرتے ہوئے کہ شاید اوپر کوئی ہو، کیونکہ ان دنوں وہ بالکل تنہا رہ رہی تھی —— انھوں نے مجھے ایک خط لکھا جس میں انھوں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ خط کی ابتدا انھوں نے اپنے اسی عالمگیر اطلاق والے بیان سے کی تھی جوان کی زندگی کے ہر واقعے کے لیے موافق ہوتا تھا، کہ وہ خود ایک ماں تھیں، انھوں نے مجھے آگاہ کیا کہ انھوں نے مختلف ادوار دیکھے تھے لیکن انھیں اپنے وجود کے ہر دور میں ان جاسوسوں، در اندازی کرنے والوں اور مخبروں سے قانونی طور پر اعتراض رہا

ہے۔ انھوں نے کسی کے نام کا ذکر تو نہیں کیا تھا، لیکن لکھا تھا کہ وہ ایک دن پکڑ لیے جائیں گے، لیکن جاسوسوں، دراندازی کرنے والوں خصوصاً ماتمی لباس پہنے بیواؤں (ان الفاظ کے نیچے خط کھینچ دیا گیا تھا) کے بارے میں، ایسا کرنے والوں کو انھوں نے ہمیشہ حقارت سے دیکھا ہے۔ اگر کوئی شخص جاسوسی، دراندازی اور مخبری کرنے میں مشغول ہے (لیکن انھوں نے اب بھی کسی کا نام نہیں لکھا) تو یہ اس کا اپنا شوق ہے۔ اسے خود کو خوش کرنے کا حق ہے، اس لیے اسے ایسا کرنے دو۔ مسز کرپ بس یہ چاہتی تھیں کہ ان کا سامنا ایسے لوگوں سے نہ کرایا جائے۔ لہٰذا انھوں نے اس کے لیے معذرت چاہی کہ جب تک حالات پھر پہلے جیسے ہی نہیں ہو جاتے تب تک انھیں اوپر نہ آنے کے لیے معاف کیا جائے اور انھیں امید ہے کہ حالات پھر پہلے جیسے ہو جائیں گے۔ انھوں نے مزید لکھا تھا کہ ان کی نوٹ بک ہر سنیچر کی صبح ناشتے کی میز پر رکھی رہے گی جب وہ فوراً حساب کتاب کرنا چاہیں گی، تاکہ ''تمام فریقین'' کسی طرح کی مشکل یا پریشانی سے بچ سکیں۔

اس کے بعد مسز کرپ نے سیڑھی پر گڈھے بنانے پر اپنا دھیان مرکوز کر دیا تھا، خاص طور سے گھڑے سے پانی گرا گرا کر تاکہ پیگٹی کی ٹانگ ٹوٹ سکے۔ میں نے اس طرح کے حصار میں رہ پانا پریشان کن پایا لیکن اس سے نجات پانے کے لیے میں مسز کرپ سے بہت خائف بھی تھا۔

''میرے عزیز کاپرفیلڈ!'' وقتِ مقررہ پر دروازے پر ٹریڈلس بے ساختہ چلّا اٹھا، ان تمام رکاوٹوں کے باوجود ''کیسے ہو تم؟''

''میرے عزیز ٹریڈلس'' میں نے کہا ''بالآخر تمھیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا اور مجھے اس کے لیے بڑا افسوس ہے کہ میں اس سے قبل تمھیں گھر پر نہ مل سکا۔ لیکن میں ادھر اتنا زیادہ مصروف رہا ——''

''ہاں، ہاں، میں جانتا ہوں'' ٹریڈلس نے کہا ''یقیناً۔ تمھاری وہ لندن میں رہتی ہے میرے خیال میں۔''

''کیا کہا تم نے؟''

''وہی —— معاف کرنا —— مس ڈ، سمجھے'' ٹریڈلس نے بڑی نزاکت سے کہا ''لندن میں رہتی ہے مجھے یقین ہے؟''

''آں، ہاں۔لندن کے قریب۔''

میری والی شاید تمھیں یاد ہو'' ٹریڈلس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا'' ڈیون شائر میں رہتی ہے ــــــ دس بیٹیوں میں ایک۔نتیجتاً میں اتنا مصروف نہیں ہوں، جتنا کہ تم ــــــ اس معاملے میں۔''

''مجھے تعجب ہے کہ تم کیسے برداشت کر لیتے ہو'' میں نے کہا'' اسے شاذونادر ہی دیکھ کر۔''

''اخاہ!'' ٹریڈلس نے بڑی سنجیدگی سے کہا'' یہ تعجب کی بات لگتی تو ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعجب کی بات ہے، کاپرفیلڈ کیونکہ اور کوئی چارہ نہیں؟''

''میں بھی ایسا ہی سمجھتا ہوں'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن قدرے شرماتے ہوئے۔

''اور اس لیے بھی کہ تم میں صبر واستقلال کا مادہ بہت زیادہ ہے، ٹریڈلس۔''

''میرے یار!'' ٹریڈلس نے اس پر غور کرتے ہوئے کہا'' کیا میں تمھیں واقعی ایسا ہی لگتا ہوں، کاپرفیلڈ؟ واقعی میں نہیں جانتا تھا کہ مجھ میں اتنا صبر واستقلال پایا جاتا ہے۔لیکن وہ بھی ایسی غیر معمولی پیاری لڑکی ہے، کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی خوبیاں مجھ میں آگئی ہوں۔اب تم نے یہ بتادیا ہے کاپرفیلڈ، تو اب مجھے اس کے لیے تعجب نہیں ہونا چاہیے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ خود کو فراموش کرتے ہوئے باقی نو بہنوں کی فکر میں رہتی ہے۔''

''کیا وہ سب سے بڑی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے نہیں یار'' ٹریڈلس نے کہا'' سب سے بڑی والی تو حور جیسی ہے۔''

اس نے دیکھا، میں ایسا سمجھتا ہوں، کہ اس کے اس سادگی سے جواب دینے پر میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا، اور خود اپنے معصوم چہرے پر بھی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مزید کہا:

''نہیں، یقیناً نہیں، لیکن میری محبوبہ سوفی ــــ 'بہت خوبصورت نام ہے کاپرفیلڈ، میں ہمیشہ سوچتا رہتا ہوں!''

''بہت خوبصورت!'' میں نے کہا۔

''نہیں، ایسا نہیں، لیکن سوفی میری نظر میں بہت خوبصورت ہے اور کسی کی بھی نظر میں سب سے پیاری لڑکیوں میں سے ایک (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) لیکن جب میں یہ کہتا ہوں کہ

سب سے بڑی والی بے حد حسین ہے تو میرا مطلب ہے کہ وہ واقعی ایک حسین دوشیزہ ہے ـــــ''
وہ دونوں ہاتھ سے اشارہ کر کے کہنے لگا، سمجھ لو بہت ہی خوبصورت'' ٹریڈلس نے زور دیتے ہوئے کہا۔

''واقعی!'' میں نے کہا۔

''اف، میں سچ کہتا ہوں'' ٹریڈلس نے کہا'' کوئی بہت ہی غیر معمولی چیز، واقعی! پھر سمجھ لو، سماج کے لیے، اور پسند کیے جانے کے لیے پیدا کی گئی لڑکی اپنے محدود ذرائع کے سبب زندگی کا لطف نہیں لے پاتی جس کے نتیجے میں فطری طور پر اس میں تھوڑا بہت چڑ چڑا پن آ جاتا ہے۔ سوفی خود کو خوش رکھتی ہے!''

''کیا سوفی سب سے چھوٹی بیٹی ہے؟'' میں نے دل کڑا کر کے پوچھا۔

''ارے، نہیں یار!'' ٹریڈلس نے اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا'' سب سے چھوٹی دو لڑکیاں نو اور دس برس کی ہیں، سوفی انھیں پڑھاتی ہے۔

''تمھاری والی دوسری بیٹی ہے، شاید؟'' میں نے پھر جلدی سے پوچھا۔

''نہیں''، ٹریڈلس نے کہا'' سارہ دوسری بیٹی ہے۔ سارہ کی ریڑھ میں تکلیف رہتی ہے، بے چاری! ڈاکٹر کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ شکایت دور ہو جائے گی لیکن اسے ایک برس تک بستر پر ہی پڑی رہنا ہے۔ سوفی اس کی تیمارداری کرتی ہے۔ سوفی چوتھی بیٹی ہے۔''

''کیا ماں ابھی زندہ ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، ہاں'' ٹریڈلس نے کہا۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ یقیناً بہت اچھی خاتون ہیں لیکن اس خطے کی آب و ہوا ان کے موافق نہیں ہے اور ـــــ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اعضاء بیکار ہو گئے ہیں۔

''میرے یار!'' میں نے درد کے ساتھ کہا۔

''بڑے دکھ کی بات ہے آہ؟'' ٹریڈلس نے کہا'' لیکن گھریلو معاملات کے لیے یہ اتنا خراب نہیں ہے جتنا کہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سوفی نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ وہ اپنی ماں کے لیے بھی بالکل اسی طرح ماں جیسی ہے جیسے کہ اپنی نو بہنوں کے لیے۔

میں نے دل میں اس نوعمر لڑکی کی صفات کے لیے بڑی پسندیدگی کا احساس پایا، اور نیک مزاج ٹریڈلس اور اس کی ہونے والی بیوی کے لیے نیک خواہشات کے جذبے کے ساتھ اس

موضوع کو بدلتے ہوئے پوچھا کہ مسٹر مکابر کیسے ہیں؟''

''وہ بالکل ٹھیک ہیں کاپر فیلڈ، شکریہ'' ٹریڈلس نے کہا، ''اس وقت میں ان کے ساتھ نہیں رہ رہا ہوں۔''

''کیا؟''

''نہیں بھائی۔''

''انھوں نے اپنا نام بدل کر مارٹائمر (Mortimer) کرلیا ہے، وقتی شرمندگی کی وجہ سے، اور وہ اندھیرا ہونے سے پہلے گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ اور نکلتے بھی ہیں تو چشمہ لگا کر۔ مکان کے کرائے کی عدم ادائیگی میں اس کے لیے کاروائی شروع ہوگئی تھی۔ مسز مکابر کی حالت اتنی تشویش ناک ہوگئی تھی کہ میں دوسرے بل کے لیے اپنا نام دینے سے خود کو نہ روک سکا۔ وہی بل جس کے بارے میں ہم کہہ رہے تھے۔ تم سوچ سکتے ہو کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی ہوگی کاپر فیلڈ، یہ معاملہ ٹھیک ہوجانے پر اور مسٹر مکابر کے حوصلے پھر بلند ہوگئے۔''

''ہوں!'' میں نے دھیرے سے کہا۔

''لیکن ان کی یہ خوشی بہت دنوں تک برقرار نہ رہ سکی'' ٹریڈلس نے مزید کہا'' کیونکہ بدقسمتی سے ایک ہفتے کے اندر ہی دوسرا نوٹس (کارروائی کے لیے) آ گیا۔ اس نے انتظامِ خانہ داری کو درہم برہم کردیا۔ تب سے میں ایک دوسرے کرائے کے مکان میں رہ رہا ہوں۔ اور مارٹائمرس (مکابر کا کنبہ) چھپ کر رہ رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے خود غرض نہیں تصور کروگے، کاپر فیلڈ اگر میں تمھیں یہ بتادوں کہ دلال میری سنگ مرمر کی چھوٹی گول میز اور سوفی کا گلدان اور اسٹینڈ لیتا گیا؟''

''یہ تو بہت برا ہوا!'' میں نے غصے سے کہا۔

''یہ ایک ——— یہ ایک جھٹکا تھا'' ٹریڈلس نے حسبِ معمول آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ ''میں اس کا ذکر ملامت آمیز طور پر نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک مقصد سے کہہ رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے، کاپر فیلڈ کہ جب دلال انھیں لے جا رہا تھا تو میں انھیں اسی وقت پھر خرید لینے کی پوزیشن میں نہیں تھا کیونکہ دلال نے یہ سوچ کر کہ میں انھیں لینا چاہتا تھا، ان کی قیمت بہت زیادہ بڑھا دی

اور دوسری بات یہ کہ میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ تب سے میں دلال کی دوکان پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔'' ٹریڈلس نے اس اسرار سے لطف لیتے ہوئے کہا'' جو ٹاٹنہم کورٹ روڈ (Tottenham Court Road) کے اوپری حصے پر واقع ہے۔ اور بالآخر آج میں نے دیکھا کہ انھیں فروخت کرنے کے لیے رکھ دیا گیا۔ میں نے راستے سے گذرتے ہوئے بس دور سے ہی دیکھا ہے کیونکہ اگر دلال مجھے انھیں دیکھتے ہوئے دیکھ لیتا تو سمجھ لو کہ وہ مجھ سے کوئی بھی قیمت مانگ سکتا تھا! پیسہ ہو جانے پر اب مجھے یہ خیال آیا ہے کہ شاید تم اس پر کوئی اعتراض نہ کرو کہ تمھاری نیک انّا میرے ساتھ دوکان تک جائے۔ میں اسے اگلی گلی کے موڑ سے دوکان دکھادوں گا ـــــ اور وہ خوب ٹھیک سے مول تول کر لے گی جیسے انھیں وہ خود اپنے لیے خرید رہی ہو، یہ وہ کر سکتی ہے!''

اپنے اس منصوبے کو بتاتے وقت وہ اسے جس طرح غیر معمولی ہنر مندی تصور کر رہا تھا، وہ میری یادداشت میں تازہ ترین واقعات میں سے ایک ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ میری پرانی انّا کو اس کی مدد کرنے میں بے حد خوشی ہوگی اور ہم تینوں اس مہم پر نکلیں گے، لیکن ایک شرط پر۔ وہ شرط یہ ہے کہ وہ اس کا پختہ عہد کرلے کہ پھر کبھی وہ مسٹر مکابر کو اپنا نام یا کوئی بھی اور چیز ادھار نہیں دے گا۔

''میرے عزیز کاپرفیلڈ'' ٹریڈلس نے کہا'' میں نے پہلے ہی یہ تہیہ کر لیا ہے کیونکہ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے نہ صرف غیر ذمہ داری دکھائی ہے بلکہ سوفی کے ساتھ ایک طرح کی ناانصافی کی ہے۔ میں نے یہ بات دل میں بالکل طے کر لی ہے، اس لیے اب اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں رہا لیکن میں تمھارے سامنے بھی اس کا عہد کر رہا ہوں، اس سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ۔ پہلا ناگوار تحریری معاہدہ میں نے پورا کر دیا۔ مجھے اس میں شبہ نہیں کہ اگر مسٹر مکابر یہ قرض ادا کر سکتے تو کر دیتے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔

مسٹر مکابر میں ایک چیز جو میں بہت پسند کرتا ہوں، کاپرفیلڈ، اس کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گا۔ یہ دوسرے تحریری معاہدے کے سلسلے میں کہہ رہا ہوں جس کی مدت ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ وہ مجھ سے یہ نہیں کہتے کہ اس کا انتظام ہو گیا ہے، لیکن کہتے ہیں کہ'' ہو جائے گا۔'' اب میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا پوری ایمانداری اور یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں!''

میں اپنے نیک دوست کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا، اس لیے کہہ دیا کہ وہ ٹھیک سوچ رہا ہے۔ کچھ دیر اور گفتگو کرنے کے بعد ہم بتی فروش کی دوکان والے کمرے پر پہنچے تاکہ پیگٹی کو ساتھ لے لیں۔ ٹریڈلس نے شام میرے ساتھ گذارنے سے انکار کر دیا۔ اس کی دو وجوہ تھیں۔ پہلی یہ کہ اس کو بہت زیادہ اندیشہ تھا کہ اس کا مذکورہ اثاثہ اس کے خریدنے سے پہلے کوئی اور خرید لے جائے گا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے ہر شام دنیا کی سب سے پیاری لڑکی کو خط لکھنے کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا۔

میں ٹاٹنہم کورٹ روڈ کی گلی کے کونے میں کھڑے ہو کر پیگٹی کو اس کی قیمتی چیزیں خریدنے کے لیے مول تول کرتے ہوئے ٹریڈلس کا جھانکنا کبھی نہیں بھول پاؤں گا، یا اس کی بے قراری جب پیگٹی دام لگانے پر ناکام رہ جانے کے بعد دھیرے دھیرے ہماری طرف واپس آ رہی تھی اور دلال نے پھر اسے پکارا اور وہ پھر واپس چلی گئی۔ مول بھاؤ کا اختتام اس پر ہوا کہ مطلوبہ چیزیں اس نے مناسب دام پر خرید لیں اور ٹریڈلس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''میں تمھارا واقعی بہت احسان مند ہوں'' ٹریڈلس نے یہ سننے کے بعد کہا کہ یہ چیزیں رات کو وہیں پہنچا دی جائیں گی جہاں وہ رہتا ہے''اگر میں ایک بات اور کہوں تو امید ہے کہ تم برا نہیں مانو گے، کاپرفیلڈ؟''

میں نے پہلے ہی جلدی سے کہہ دیا ''بالکل نہیں۔''

''اگر تم اتنی مہربانی اور کر سکو'' ٹریڈلس نے پیگٹی سے کہا ''کہ گلدان ابھی ہی لا دو تاکہ میں اسے (یہ سوفی کا ہے، کاپرفیلڈ) خود گھر لیتا جاؤں!''

پیگٹی اسے لانے کے لیے بڑی خوشی سے تیار ہو گئی اور وہ اس کا شکریہ ادا کرتے کرتے بچھ سا گیا اور گلدان بغل میں دبائے ہوئے ٹاٹنہم کورٹ روڈ پر چہرے پر اتنی خوشی اور جوش و خروش کا تاثر لیے خراماں خراماں چلا گیا کہ اس سے پہلے میں نے اسے اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا تھا۔

پھر ہم اپنے چیمبر کی طرف مڑ گئے۔ چونکہ یہاں کی دکانوں میں پیگٹی اتنی دلچسپی لے رہی تھی جتنی میں نے کبھی کسی کو لیتے نہیں دیکھی تھی، اس لیے میں دھیرے دھیرے چلنے لگا، اسے دکانوں کو گھورتے ہوئے دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہوئے اور اکثر رک کر اس کے آ جانے کا انتظار

کرنے لگتا، جب وہ کسی دوکان کو دیر تک دیکھتی ہی رہ جاتی۔ اس لیے ایڈلفی تک پہنچنے میں ہمیں خاصا وقت لگ گیا۔ زینے پر چڑھتے وقت میں نے زینے پر مسز کرپ کے بنائے گڑھے غائب ہو جانے اور ابھی حال میں بنے نقشِ پا کی جانب دھیان دلایا۔ ہم دونوں اوپر پہنچنے پر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ میرا باہری دروازہ کھلا ہوا تھا (جسے میں بند کر کے گیا تھا) اور کمرے کے اندر سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ہم نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا، بغیر جانے ہوئے کہ ہم اب کیا کریں اور ہم ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ وہاں اپنی دادی اور مسٹر ڈک کو دیکھ کر دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ حیرت مجھے ہوئی! میری دادی بہت سے بنے سامان کے ڈھیر پر بیٹھی ہوئی، ان کے سامنے ان کی دو چڑیاں اور ان کے گھٹنے پر ان کی بلی بیٹھی ہوئی، زنانہ رابنس کروسو کی طرح دادی بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ مسٹر ڈک ایک بڑی پتنگ پر جھکے غور و خوض میں مصروف تھے جیسی پتنگ ہم دونوں اکثر باہر جا کر اڑایا کرتے تھے۔ ان کے آس پاس اور زیادہ سامان کا ڈھیر لگا ہوا تھا!''

''میری پیاری دادی!'' میں نے بے ساختہ چلّاتے ہوئے کہا'' آئیں، کیسی غیر متوقع خوشی ہے یہ!''

ہم دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے اور میں نے اور مسٹر ڈک نے بڑے خلوص سے ہاتھ ملایا۔ مسز کرپ جو چائے بنانے میں مصروف تھیں اور ہم لوگوں کی طرف زیادہ دھیان نہیں دے پا رہی تھیں، بڑے تپاک سے بولیں کہ وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ مسٹر کاپرفلیڈ ان عزیز رشتے داروں کو دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو گئے ہوں گے۔

''ہیلو'' دادی نے پیگٹی سے کہا، جو انھیں اچانک یہاں دیکھ کر ڈر سی گئی تھی'' کیسی ہو؟''

''تم دادی کو جانتی ہو نا پیگٹی؟'' میں نے کہا۔

''خدا کے لیے میرے بچّے'' دادی نے استفسار کیا'' اس پُر ہیبت نام سے مت پکارو! جب اس نے شادی کر کے اس نام سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ جو سب سے اچھا کام تھا جو وہ کر سکتی تھی، تو پھر تم اسے اس تبدیلی کا فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیتے؟ اب تمھارا نام کیا ہے، پ ——— ؟'' دادی نے نام کے سلسلے میں ایک طرح کا سمجھوتہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''بارکس، محترمہ،'' پیگٹی نے بڑے ادب سے کہا۔

''ٹھیک! یہ انسانی نام ہے'' دادی نے فرمایا۔ ''اس سے یہ کم لگتا ہے کہ تمھیں کسی مشنری کی ضرورت ہے۔ کیسی ہو تم بارکس؟ امید کرتی ہوں کہ تم اچھی ہوگی؟''

دادی کے ان شاندار الفاظ سے حوصلہ پا کر اور ان کا ہاتھ اپنی طرف بڑھا دیکھ کر بارکس آگے بڑھ گئی اور دادی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس نے اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔

''ہم اب اس سے بھی زیادہ بوڑھے ہو گئے جتنے کہ پہلے تھے'' دادی نے فرمایا ''ہم لوگ اس سے قبل صرف ایک بار اور ملے تھے'' تم جانتی ہو تب ہم دونوں مل کر بہت خوش ہوئے تھے! ٹراٹ، میرے بچے، ایک کپ چائے اور۔''

میں نے دادی کو فوراً دوسری پیالی پکڑا دی جو حسبِ معمول تنی بیٹھی تھیں اور پیگٹی کو ایک صندوق پر بیٹھی دیکھ کر اسی کے بارے میں کچھ اعتراض کر رہی تھیں۔

''میں یہاں سوفا یا آرام کرسی کھینچ لاتا ہوں، دادی جان۔'' میں نے کہا۔'' آپ کو تکلیف کیوں ہو؟''

''شکریہ، ٹراٹ'' دادی نے جواباً کہا ''میں اپنے اثاثے پر بیٹھنے کو ہی ترجیح دیتی ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے دادی نے مسز کرپ کی جانب سختی سے دیکھا اور ان سے کہا ''ہم آپ کو یہاں اور رکنے کے لیے زحمت نہیں دینا چاہتے محترمہ۔''

جانے سے پہلے پیالی میں ذرا سی چائے اور انڈیل دوں، محترمہ؟'' مسز کرپ نے پوچھا۔

''نہیں شکریہ، محترمہ'' دادی نے جواب دیا۔

''کیا میں مکھن کی ایک ٹکیہ اور لاؤں؟ مسز کرپ نے پوچھا ''یا آپ بالکل تازہ انڈا لینا پسند کریں گی؟ یا مچھلی لاؤں؟ تمھاری دادی کے لیے اور کیا لادوں مسٹر کاپرفیلڈ؟''

''کچھ نہیں محترمہ'' دادی نے جواب دیا ''مجھے اب کچھ نہیں چاہیے، شکریہ!''

مسز کرپ جو اپنی خوش اخلاقی ظاہر کرنے کے لیے مستقلاً مسکرائے جا رہی تھیں اور مستقلاً اپنا سر ایک طرف کو ڈھلکائے ہوئے تھیں، اپنی جسمانی کمزوری جتانے کے لیے، اور کوئی اور خدمت کرنے کی خواہش جتانے کی غرض سے مستقلاً اپنے ہاتھ ملتی جا رہی تھیں، دھیرے دھیرے مسکراتے

اور اپنے ہاتھ رگڑتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

''ڈک!'' دادی نے کہا'جانتے ہو میں نے کیا کہا تھا وقت کے غلاموں اور دولت کے پجاریوں کے بارے میں؟''

مسٹر ڈک ـــــ ہونقوں کی طرح دادی کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگے جیسے وہ یہ بات بھول گئے ہوں ـــــ پھر جلدی سے ہڑبڑا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''مسز کرپ ان میں سے ایک ہیں'' دادی نے فیصلہ سنایا'بارکس میں تمھیں زحمت دوں گی کہ مجھے ایک کپ چائے اور دو کیونکہ اس عورت کا چائے انڈیلنا مجھے اچھا نہیں لگا!''

میں اپنی دادی کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اپنے ذہن میں ہر بات کے لیے کچھ نہ کچھ الگ ڈھنگ سے سوچ لینے کی عادی تھیں اور یہاں آنے پر ان کے لیے اس سے کہیں زیادہ مسالہ تھا جتنا کہ کوئی اجنبی شخص سوچ سکتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ جب وہ سمجھ لیتیں کہ میرا دھیان کسی اور طرف ہے تو وہ مجھے کتنی پیار بھری نظروں سے دیکھتیں اور جب خود کو بہت سخت ظاہر کرنے کی کوشش کرتیں تو اندر ہی اندر کتنی کشمکش میں مبتلا رہتیں۔ میں یاد کرنے لگا کہ میں نے انھیں تکلیف پہنچا دینے والی کوئی حرکت تو نہیں کر ڈالی اور میرے ضمیر نے سرگوشی کی کہ میں نے ابھی تک ان سے ڈورا کے بارے میں نہیں بتایا ہے۔ کیا یہ اسی کی وجہ سے تو نہیں، میں سوچنے لگا!

جیسا کہ میں جانتا تھا کہ جب ان کا موڈ ٹھیک ہوگا تو وہ خود ہی بات کریں گی، میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی چڑیوں سے بولنے اور بلّی سے کھیلنے لگا اور جتنا پرسکون ہو سکتا تھا، ہو گیا۔ لیکن مجھے ذرا بھی اطمینان نہیں تھا، مسٹر ڈک کے دادی کے پیچھے اپنی پتنگ پر جھکے ہوئے مجھے کنکھیوں سے بار بار ان کی طرف اشارہ کرتے رہنے کے باوجود۔

آخر میری دادی جب اپنی چائے پی چکیں، اپنے لباس کی شکن درست کر لی اور اپنے ہونٹھ صاف کر لیے تو یوں بولیں،''بارکس، تمھارے یہاں سے ہٹنے کی ضرورت نہیں! ـــــــ ٹراٹ، تم خود میں مضبوطی اور خود اعتمادی محسوس کرنے لگے ہو؟''

''میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی ہے، دادی جان۔''

''تم کیا سوچ رہے ہو؟'' مس بٹسی نے پوچھا۔

''میں ایسے ہی سوچ رہا ہوں، دادی۔''

''میرے بچے'' دادی نے پیار سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تم سوچ رہے ہو کہ آج رات میں اپنے اثاثے پر اس طرح کیوں بیٹھی ہوں؟''

کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے میں نے یوں ہی سر ہلا دیا۔

'' کیونکہ'' دادی نے کہا ''میرے پاس بس یہی سب کچھ بچا ہے۔ میں برباد ہو گئی، میرے پیارے!''

کیونکہ اگر گھر اور ہم سبھی ایک ساتھ ندی میں گر گئے ہوتے تو بھی اس سے زیادہ دھچکا مجھے نہ لگتا۔''

''ڈک جانتے ہیں یہ'' دادی نے آہستگی سے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔

''میں برباد ہو گئی میرے پیارے ٹراٹ! دنیا میں میرے پاس جو کچھ بھی ہے، اس کمرے میں رکھا ہوا ہے بجز میرے بنگلے کے، جسے کرائے پر اٹھانے کے لیے میں نے جینٹ کے حوالے کر دیا ہے۔ بارکس آج رات ان صاحب (ڈک) کے لیے ایک بستر کا انتظام کرنا ہے۔ خرچ بچانے کے لیے۔ شاید تم میرے لیے بھی یہیں کوئی انتظام کر دو گی۔ کسی بھی طرح کام چل جائے گا۔ صرف آج رات کی بات ہے۔ اس سلسلے میں مزید گفتگو کل کریں گے۔''

میں حیرانگی اور ان کے لیے ہمدردی سے تڑپ اٹھا ——— ایک لمحے کے لیے ان کا میرے گلے سے لگ جانا اور چلانا کہ انھیں صرف میری فکر ہے۔ اگلے ہی لمحے انھوں نے اپنے جذبات پر قابو پالیا اور شکست خوردہ ہونے کے بجائے فاتحانہ انداز میں بولیں:

''ہمیں مصیبتوں کا سامنا بہادری کے ساتھ کرنا چاہیے اور ان سے پریشان ہو کر انھیں ڈرانے نہیں دینا چاہیے میرے بچے۔ ہمیں مصیبت سے نجات پانے کی کوشش کرنی ہی چاہیے۔ ہمیں بدقسمتی کو شکست دینے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے ٹراٹ!''

●●●

باب 35

افسردگی

جیسے ہی میں نے اپنی دادی کی پریشانیوں کے دھچکے سے خود پر کسی حد تک قابو پالیا، میں نے مسٹر ڈک کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ میرے ساتھ چل کر اس بستر کو اپنے قبضے میں لے لیں جسے مسٹر پیگٹی نے پچھلے دنوں خالی کیا تھا۔ بتی فروش کی دوکان ہنگر فورڈ مارکیٹ میں تھی اور ہنگر فورٹ مارکیٹ ان دنوں بالکل مختلف ہوا کرتی تھی۔ دروازے کے سامنے لکڑی کے ستون کی قطار تھی (اس سے بہت زیادہ مختلف نہیں جہاں وہ پہلے رہا کرتے تھے) جس سے مسٹر ڈک کو بڑی خوشی ہوئی۔ یہاں ٹھہرنے کی خوشی میں بہت سی تکلیفیں وہ بھول سکتے تھے، تو کچھ تکلیفیں تو بہر حال برداشت کرنی ہی تھیں، مثلاً دوکان سے اٹھتی مختلف اشیا کی طرح طرح کی مہک جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں، اس کے علاوہ وہ اس رہائش گاہ سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔ مسز کرپ نے انھیں بڑے غصے سے بتایا تھا کہ بلی کی اچھل کود کے لیے ان کے پاس کمرہ نہیں ہے، لیکن جیسا کہ مسٹر ڈک نے بستر کے پائتیں بیٹھ کر اپنی ٹانگ سہلاتے ہوئے کہا ''جانتے ہو ٹراٹ، میں بلی کدوانا نہیں چاہتا۔ میں کبھی بلی نہیں کدواتا۔ اس لیے انھوں نے مجھ سے ایسا کیوں کہا!''

میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ آیا مسٹر ڈک کو کچھ علم ہے کہ میری دادی کے معاملات میں اتنی بڑی تبدیلی آجانے کی کیا وجوہ ہیں۔ جیسا کہ میں اندازہ کر سکتا تھا، انھیں کچھ بھی نہیں معلوم

تھا۔ اس کے بارے میں وہ صرف اتنا ہی بتا سکے کہ میری دادی نے ان سے دو روز قبل کہا تھا ''ڈک، کیا تم واقعی ایک سچے فلسفی ہو جیسا کہ میں سمجھتی ہوں؟'' تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ ہاں، وہ ایسی ہی امید کرتے ہیں۔ پھر دادی نے کہا تھا ''ڈک، میں برباد ہوگئی'' تو انھوں نے کہا تھا ''اوہ! واقعی!'' اس پر دادی نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی جس سے انھیں بہت خوشی ہوئی۔ اور پھر اس کے بعد وہ دونوں یہاں چلے آئے اور انھوں نے سڑک پر سینڈوچ کھا کر بیر پی تھی۔

مسٹر ڈک بستر کے پائتیں بیٹھے اپنی ٹانگ سہلاتے ہوئے بڑے سکون کے ساتھ آنکھیں پھاڑے تحیّر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اس طرح مجھ سے یہ سب بتاتے رہے کہ افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑ رہا ہے، کہ مجھے ان سے بتانا پڑا کہ بربادی کا مطلب دکھ، پریشانی اور بھوکوں مرنا ہوتا ہے، لیکن پھر جلدی ہی میری پریشانی میں اور اضافہ ہوگیا یہ دیکھ کر کہ اب ان کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور ان کے لمبوترے گالوں پر آنسو ڈھلکنے لگے اور وہ مجھے ایسی ناقابلِ بیان غمزدہ نظروں سے دیکھنے لگے کہ اس سے مجھ سے بہت زیادہ سخت دل والا شخص بھی ہل جاتا۔ اب مجھے انھیں پھر خوش کرنے کے لیے اس سے زیادہ مشقت کرنی پڑی جتنی کہ انھیں افسردہ کرنے میں کرنا پڑی تھی اور میں جلد ہی سمجھ گیا (جیسا کہ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا) کہ اس کو دنیا کی عقلمند ترین اور حیرت انگیز خاتون یعنی میری دادی پر اور میری بے پناہ ذہانت اور صلاحیت پر اب بھی پورا بھروسا تھا۔ میرے خیال میں وہ یہ سمجھتا تھا کہ آخرالذکر کسی بھی قسم کی غیر فانی آفت سے نمٹنے کا اہل تھا۔

''ہم کیا کر سکتے ہیں، ٹراٹ ووڈ؟'' مسٹر ڈک نے کہا۔ وہ دستاویز تو ہے ——''

''ہاں، یقیناً وہ نہیے'' میں نے کہا ''لیکن سرِ دست ہم یہ کر سکتے ہیں، مسٹر ڈک کہ ہم خود کو خوش ظاہر کریں اور دادی کو یہ پتہ بھی نہ چلنے دیں کہ ہم اس کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔''

انھوں نے بڑی مستعدی سے اس سے اتفاق کیا اور مجھ سے التجا کی کہ اگر میں انھیں کبھی اس سے ایک انچ بھی ادھر ادھر بہکتے دیکھوں تو میں جیسے بھی کر سکوں، انھیں اس سے باز رکھوں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں نے انھیں جس قدر سہا دیا تھا وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اسے چھپا نہ سکے۔ پوری شام وہ ایسی مایوس نظروں سے دادی کے چہرے کو تکتے رہے جیسے وہ انھیں اسی وقت گلتی جا رہی دیکھ رہے ہوں۔ انھیں اس کا احساس ہو ضرور رہا تھا اور اس کے لیے دل ہی دل

میں کافی پریشان بھی تھے لیکن ایک ٹک دادی کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں کو کسی مشین کی طرح مستقلاً نچاتے رہنے سے بات ذرا بھی نہیں بن پا رہی تھی۔ میں نے کھانا کھاتے وقت انھیں ڈبل روٹی (جو بہت چھوٹی سی تھی) کو ایسی نظروں سے دیکھتے دیکھا جیسے ہمارے اور قحط کے درمیان اب کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا، اور جب دادی نے انھیں روایت کے مطابق اور کھانے کے لیے زور دیا تو میں نے ڈبل روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور پنیر انھیں جیب میں رکھتے دیکھا اور مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ یہ بچت اس وقت کے لیے کر رہے تھے جب ہمارے لیے کھانے کی قلت بہت بڑھ جائے گی تو اسی سے کسی طرح جان بچانے کی کوشش کریں گے۔

دوسری طرف میری دادی ذہنی طور پر بالکل پرسکون نظر آ رہی تھیں، جو ہم لوگوں کے لیے ایک سبق تھا ـــــ میرے لیے تو یقیناً تھا۔ وہ پیگٹی سے بہت زیادہ شفقت سے پیش آ رہی تھیں بجز اس وقت کے جب میں بے خیالی میں اسے اس نام سے ہی پکار بیٹھتا اور عجیب بات یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ لندن میں ان پر کتنی وحشت طاری رہا کرتی تھی، لیکن اس وقت لگ رہا تھا جیسے وہ بہت سکون و آرام سے ہیں۔ انھیں میرے بستر پر سونا تھا اور مجھے ڈرائنگ روم میں لیٹنا تھا، ان کی پاسبانی کے لیے۔ دادی نے اس پر بے حد اطمینان کا اظہار کیا کہ یہ جگہ ندی سے اتنی قریب ہے کہ آگ لگ جانے پر بڑی آسانی سے پانی مل جائے گا اور ایسی حالت میں میں نے واقعی یہ سمجھ لیا انھیں کافی اطمینان ہو گیا تھا۔

''ٹراٹ میرے بچے'' میری دادی نے مجھے ان کے لیے رات کو سونے سے قبل پینے والا مشروب تیار کرتے دیکھ کر کہا ''میرے لیے یہ مشروب تیار نہ کرو۔''

''کچھ بھی نہیں دادی؟''

''شراب نہیں میرے عزیز۔ بوزہ (مالٹا کی ایک قسم کی شراب)۔''

''لیکن یہاں شراب موجود ہے دادی۔ اور آپ ہمیشہ اس وقت شراب ہی پیتی ہیں۔''

دادی نے کہا بیماری کے وقت اسے استعمال کرنے کے لیے رکھ چھوڑو۔ ہمیں اسے لاپرواہی سے استعمال نہیں کرنا چاہیے، ٹراٹ۔ مجھے بوزہ ہی دے دو، بس نصف پائنٹ۔''

میں نے سوچا کہ مسٹر ڈک گر کر بیہوش نہ ہو جائیں اس لیے دادی کو بالکل مستعد بیٹھی چھوڑ

کر میں باہر جا کر خود بوزہ لے آیا۔ چونکہ دیر ہوتی جا رہی تھی، اس لیے پیگٹی اور مسٹر ڈک بتی فروش کی دوکان والی رہائش گاہ کے لیے چل دیے۔ بے چارے مسٹر ڈک، میں نے گلی کے موڑ پر ان سے رخصت لی، بھاری پتنگ ان کی پشت سے بندھی ہوئی، انسانی مصائب کا ایک ذخیرہ!

جب میں واپس لوٹا تو دادی ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھیں، اپنی ٹوپی کے کناروں میں اپنی انگلیوں سے چنٹ ڈالتی ہوئی۔ میں نے بوزہ گرم کیا اور توس سینکا۔ جب ان کے لیے یہ تیار ہو گیا تو وہ بھی اس کے لیے تیار ہو گئیں، ٹوپی پہنے ہوئے اور اپنے گون کے اسکرٹ کو سمیٹ کر گھٹنوں پر رکھے ہوئے۔

''میرے عزیز'' انھوں نے ایک چمچہ پینے کے بعد کہا ''یہ شراب سے بدرجہا بہتر ہے۔ وہ اس کا نصف لطف بھی نہ دیتی۔''

میں سمجھتا ہوں کہ میرے چہرے سے انھوں نے محسوس کیا جیسے مجھے ان کے اس بیان میں شبہ ہے، اس لیے انھوں نے مزید کہا۔

''ہش، ہش بچے!

''اگر ہمیں بوزے سے بھی خراب کوئی چیز ملے تو بھی ہم مزے میں رہیں گے۔

''مجھے بھی ایسا ہی سوچنا چاہیے، دادی مجھے یقین ہے۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک، تب تم ایسا کیوں نہیں سوچتے؟'' دادی نے پوچھا۔

''کیونکہ آپ اور میں ایک بالکل مختلف قسم کے انسان ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

دادی خاموشی سے اس کا لطف لینے لگیں جس میں پسندیدگی کی بہت کم آمیزش تھی، اگرچہ بھی تو، وہ گرم بوزہ چمچے میں لے کر اس میں توس بھگا کر کھاتی جا رہی تھیں۔

''ٹراٹ'' انھوں نے کہا ''میں عام طور سے اجنبیوں کے چہروں کو پسند نہیں کرتی لیکن تمھاری بارکس مجھے اچھی لگتی ہے، معلوم ہے، معلوم ہے تمھیں!''

''آپ کی زبان سے ایسا سننا سو پونڈ سے بہتر ہے!'' میں نے جلدی سے کہا۔

یہ ایک نہایت غیر معمولی دنیا ہے۔'' دادی نے اپنی ناک سہلاتے ہوئے فرمایا ''وہ اس نام (پیگٹی) سے کیسے دنیا میں آ گئی، یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ وہ

جیکسن(Jackson) یا اسی طرح کے کسی دیگر نام کے ساتھ پیدا ہوتی۔''

''شاید وہ بھی ایسا ہی سوچتی ہے، یہ اس کی غلطی نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں سمجھتی ہوں کہ اس کی غلطی نہیں ہے'' دادی نے اس اعتراف کو بڑی مشکل سے ہضم کر پاتے ہوئے کہا ''لیکن یہ ہے بہت تکلیف دہ۔ بہر حال، اب تو وہ بارکس ہے۔ یہ راحت کی بات ہے۔ بارکس تمھیں غیر معمولی طور پر چاہتی ہے، ٹراٹ۔''

''اس کو ثابت کرنے کے لیے وہ کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھے گی۔'' میں نے کہا۔

''کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھے گی، مجھے یقین ہے۔'' دادی نے جواب دیا ''احمق بے چاری اپنی کچھ رقم دینے کے لیے پریشان ہے ــــ کیونکہ اس کے پاس بہت پیسہ ہے۔ کتنی سادہ لوح ہے!''

دادی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسوؤں کی بوندیں گرم بوزے میں گرتی نظر آ رہی تھیں۔

''وہ بہت ہی عجیب وغریب مخلوق ہے۔'' دادی نے کہا ''میں نے پہلے ہی لمحے میں سمجھ لیا، جب میں نے اسے پیاری بچی جیسی تمھاری ماں کے ساتھ دیکھا تھا، کہ وہ نہایت مضحکہ خیز مخلوق ہے۔ لیکن بارکس میں خوبیاں بھی ہیں۔''

ہنسنے کے لیے انھوں نے اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا۔ ہنس چکنے کے بعد انھوں نے توس کھانے اور اور تقریر کا سلسلہ پھر شروع کیا:

''آہ! خدا ہم پر رحم کرے۔'' دادی نے آہ بھرتے ہوئے کہا ''میں اس کے بارے میں سب کچھ جان گئی، ٹراٹ! جب تم ڈک کے ساتھ باہر گئے تھے تو میں نے اور بارکس نے خوب گپ شپ کی۔ میں اس کے بارے میں سب کچھ جان گئی ہوں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ یہ نامعقول لڑکیاں کہاں جانا چاہتی ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ وہ اپنا بھیجہ ــــ اپنا بھیجہ تختۂ آتش دان پر کیوں نہیں دے مارتیں۔'' دادی نے فرمایا، ایک ایسا خیال جو غالباً میری وجہ سے ان کے ذہن میں آ گیا۔

''بچاری ایملی!'' میں نے کہا۔

''اف، میرے سامنے بچاری مت کہو اسے۔'' دادی نے جواباً کہا۔ ''اتنی مصیبت بڑھانے سے پہلے اسے سوچنا چاہیے تھا! مجھے ایک پیار دو، ٹراٹ۔ مجھے تمھارے ابتدائی تجربات کے

لیے افسوس ہے۔''

جب میں ان کی جانب جھکا تو انھوں نے مجھے روکنے کی غرض سے گلاس میرے گھٹنے پر رکھ دیا اور فرمایا:

''ہائے ٹراٹ، ٹراٹ! اور اب تمھیں عشق کا شوق چرایا ہے! کیوں؟''

''عشق کا شوق!'' میں نے چہرہ اتنا ہی سرخ کرتے ہوئے کہا جتنا کہ کر سکتا تھا ''میں اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں!''

''ڈورا واقعی!'' دادی نے جواباً کہا ''تمھارا کہنے کا مطلب ہے کہ وہ ننھی مخلوق بڑی خوبصورت ہے، میں سمجھتی ہوں؟''

''میری پیاری دادی'' میں نے جواب دیا ''کوئی ذرا سا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کیا ہے!''

''اہاہا! اور بیوقوف نہیں ہے؟'' دادی نے کہا۔

''بیوقوف، دادی!''

''مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات تو کبھی ایک لمحے کے لیے بھی میرے ذہن میں نہیں آئی کہ سوچوں کہ وہ بیوقوف ہے یا نہیں۔ میں نے اس بات پر یقیناً احتجاج کیا، لیکن ایک طرح سے اس سے مجھے جھٹکا سا لگا کیونکہ یہ ایک بالکل نئی بات تھی۔

''کم عقل نہیں ہے؟'' دادی نے کہا۔

''کم عقل، دادی!'' میں نے اسے بھی بالکل اسی طرح دہرا دیا جیسے کہ اس سے پہلے والے سوال کو دہرا دیا تھا۔

''اچھا، اچھا!'' دادی نے جلدی سے کہا ''میں صرف پوچھ رہی ہوں۔ میں اس کی برائی نہیں کر رہی ہوں۔ ننھا جوڑا بے چارہ! تو تم سوچتے ہو کہ تم دونوں ایک دوسرے کے لیے بنائے گئے ہو اور بہت ہنسی خوشی سے زندگی گذارو گے، مٹھائی کے دو خوبصورت ٹکروں کی طرح، ایسا ہی سوچتے ہو نا ٹراٹ؟''

انھوں نے اتنی شفقت اور محبت کے ساتھ نصف مذاقیہ اور نصف ہمدردانہ انداز سے کہا کہ بات میرے دل کو چھو گئی۔

''ہم دونوں کم عمر اور نا تجربہ کار ہیں، دادی جان، یہ میں جانتا ہوں۔'' میں نے جواباً کہا ''اور میں یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں، کہ ہم جو کچھ سوچتے ہیں اس میں سے بہت کچھ احمقانہ ہوتا ہے۔ لیکن ہم دونوں ایک دوسرے کو سچے دل سے پیار کرتے ہیں، اس کا مجھے پورا یقین ہے۔ اگر میں سوچوں کہ ڈورا کبھی کسی اور کو پیار کر سکتی ہے یا مجھ سے پیار کرنا ترک کر دیتی ہے، یا کہ میں کبھی کسی اور کو پیار کر سکتا ہوں یا ڈورا سے پیار کرنا ترک کر دیتا ہوں، تو میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں گا ـــــ پاگل ہو جاؤں گا، میں سمجھتا ہوں!''

''ہائے، ٹراٹ!'' دادی نے سر ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا ''اندھے ہو گئے ہو محبت میں۔ اندھے، اندھے!''

''کوئی شخص جسے میں جانتی ہوں، ٹراٹ'' مختصر سے وقفے کے بعد دادی نے پھر کہنا شروع کیا ''اگرچہ لچیلے مزاج والا، جس میں محبت کی گرم جوشی بھی تھی، مجھے اس بچی بے چاری کی یاد دلا دیتا ہے۔ خلوص اور وفاداری وہ صفت ہے جسے پانا اور نباہنا چاہتا ہے ہر کوئی، اپنی بقا اور بہتری کے لیے، ٹراٹ۔ خلوص اور گہری وفاداری۔''

''اگر آپ صرف جان پاتیں ڈورا کا خلوص اور وفاداری دادی جان!'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''اف، ٹراٹ'' انھوں نے پھر کہا ''اندھا، اندھا!'' اور بغیر جانے ہوئے کہ کیوں، میں نے مبہم سی مایوسی کا احساس کیا یا مجھے لگا کہ جیسے کوئی چیز مجھ پر بادل کی طرح چھاتی جا رہی ہے۔

''بہر حال'' دادی نے کہا'' میں دو جوان دلوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرنا چاہتی یا انھیں ناشاد نہیں کرنا چاہتی، اس لیے اگرچہ یہ ایک لڑکی اور لڑکے کی محبت ہی ہے، اور لڑکی اور لڑکے کی محبت اکثر و بیشتر ـــــ دھیان دو! میں ''ہمیشہ'' نہیں کہہ رہی ہوں! ناکام ہو جاتی ہے، پھر بھی اسے سنجیدگی سے لیں گے اور انھیں دنوں اسے پکا کر لینے کی امید کریں گے۔ اس کے لیے کافی وقت ہے ابھی۔

مجموعی طور پر مجھ جیسے پیار میں دیوانے کے لیے یہ سب بہت اچھی لگنے والی باتیں نہ تھیں لیکن اپنی دادی کو اپنے اعتماد میں لے کر میں بہت خوش تھا اور اس سلسلے میں ان کے تلخ

ہو جانے کی وجہ میں سمجھتا تھا۔ لہٰذا میں نے ان کی اس شفقت کے لیے اور اپنے لیے ان کی تمام عنایات کے لیے شکریہ ادا کیا۔ اور محبت بھرے شب بخیر کہنے کے بعد وہ اپنی ٹوپی لے کر سونے کے کمرے میں چلی گئیں۔

کتنا فکر مند تھا میں، جب سونے کے لیے لیٹا! کس طرح میں سوچتا اور سوچتا ہی گیا کہ مسٹر اسپنلو کی نظروں میں میں کتنا حقیر ہوں۔ اپنے وہ نہ ہونے کے بارے میں جو میں خود کو سمجھتا تھا، جب میں نے ڈورا سے شادی کا خیال ظاہر کیا، اور ڈورا سے بادل ناخواستہ یہ سب بتانا کہ میری مالی حالت ایسی ہے اور اگر وہ چاہے تو مجھے ٹھکرا سکتی ہے، مجھے اپنی ٹریننگ کے دوران، جب میری کوئی آمدنی نہیں، مجھے کس طرح رہنا چاہیے، اپنی دادی کی مدد کرنے کے لیے کچھ کرنے کے بارے میں اور کچھ کر پانے کا راستہ نظر نہ آنا، میری جیب میں پیسہ نہ ہونا، پرانا گھسا کوٹ پہنے رہنا اور ڈورا کے لیے کوئی چھوٹا موٹا تحفہ لے جانے کی پوزیشن میں نہ ہونا اور پھر بانکے سفید گھوڑے کی سواری کر پانے کی حیثیت نہ ہونا اور خود کو کسی طرح سرخ رو پیش نہ کر پانا! اپنی محرومیوں کے بارے میں اس قدر سوچتے ہی رہ جانا ایک طرح کی خودغرضی جیسی ہی تھی، یہ میں نہیں جانتا تھا لیکن میں ڈورا کے عشق میں اس طرح ڈوبا ہوا تھا کہ خود کو اس طرح کے خیالات سے نجات نہ دلا پاتا۔ میں جانتا تھا کہ مجھ میں یہ خرابی تھی کہ میں اپنی دادی کے بارے میں زیادہ نہیں سوچتا تھا اور خود اپنے بارے میں بھی بہت کم سوچتا تھا لیکن جہاں تک ڈورا کی بات تھی، اس معاملے میں تو مجھ پر خودغرضی سوار ہی تھی اور ڈورا کو کسی کے لیے درکنار نہیں کر سکتا تھا۔ میں کتنا زیادہ پریشان رہا اس رات!

جب سو گیا تو میں مفلسی کی ہر شکل کا خواب دیکھنے لگا لیکن آج میں اس طرح خواب نہیں دیکھ رہا تھا جیسے کہ اس کے قبل دیکھا کرتا تھا۔ اب میں چیتھڑے لپیٹے ہوئے، ڈورا سے ماچس بیچنا چاہ رہا تھا، نصف پنی میں چھ پیکٹ، اب میں نائٹ گون اور بوٹ پہنے مسٹر اسپنلو سے لعن طعن سن رہا تھا کہ موکلوں کے سامنے میں اس ہوائی لباس میں کیوں پہنچ گیا، اب میں بھوک سے بے قرار ہو کر بوڑھے ٹفی کے بسکٹ (جو وہ ناشتے کے لیے روزانہ لاتے تھے) سے گرے ننھے ٹکڑوں کو چن رہا ہوں۔ اب میں ڈورا کے ساتھ شادی کا لائسنس حاصل کرنے کے لیے پریشان ہوں، میرے پاس پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے میں اس کے بدلے یورایا ہیپ کا ایک دستانہ پیش کر رہا ہوں جسے پورا

کا منس ٹھکرائے دے رہا ہے اور اب بھی کم وبیش مجھے اپنے کمرے کا دھیان رہتا ہے، میں اوڑھنے بچھونے کے سمندر میں ایک بھٹکتے جہاز کی طرح برابر ادھر سے ادھر اچھل رہا تھا۔

میری دادی بھی سکون سے نہیں تھیں کیونکہ میں برابر ان کے ادھر سے ادھر ٹہلنے کی آہٹ پاتا رہا۔ رات میں دو یا تین بار فلالین کے لمبے لبادے میں لپٹی جس میں وہ سات فٹ لمبی نظر آ رہی تھیں، وہ کسی پریشان بھوت کی طرح میرے کمرے میں ظاہر ہوئیں اور اس سوفے کے کنارے آ گئیں جس پر میں لیٹا ہوا تھا۔ پہلی بار یہ جان کر میں چونکتا ہوا اٹھا کہ آسمان میں ایک مخصوص قسم کی روشنی دیکھ کر کہ ویسٹ منسٹر ابے (Westminster Abbey) میں آگ لگ گئی ہے اور یہ معلوم کیا جائے کہ اگر ہوا کا رخ بدل گیا تو بکنگھم اسٹریٹ تک پہنچ آنے کا امکان تو نہیں۔ اس کے بعد بالکل چپ پڑے رہنے کے بعد میں نے پایا کہ وہ سرگوشی کے انداز میں خود بخود ''بچہ بے چارہ'' کہتے ہوئے میرے پاس بیٹھ گئیں۔ اور پھر یہ جان کر میری تکلیف بیس گنا بڑھ گئی کہ ان کے دل میں میرے تئیں کتنی بے غرض محبت تھی اور میں ان کے بارے میں کتنی خود غرضی کے ساتھ سوچا کرتا تھا۔

یہ یقین کر پانا مشکل تھا کہ میرے لیے ایک اتنی طویل رات کسی اور کے لیے مختصر ہو سکتی تھی۔ اسی کشمکش میں میں ایک ایسی خیالی پارٹی کے بارے میں سوچتا ہی چلا گیا جہاں لوگ بے تحاشا ناچے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بھی خواب جیسا ہی ہو گیا اور مستقلاً موسیقی کی دھنیں سنتا رہا اور ڈورا کو مستقلاً ایک ہی قسم کا ڈانس کرتے دیکھتا رہا، میری طرف ذرا بھی دھیان دیے بغیر۔ جو شخص پوری رات بربط بجاتا رہا، اب وہ اسے ایک عام قسم کی ٹوپی سے ڈھکنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھا، جب میری آنکھ کھلی یا مجھے یہ کہنا چاہیے کہ جب میں نے سو جانے کی کوشش ترک کر دی تو بالآخر کھڑکی سے سورج کی کرنیں اندر آنے لگیں۔

ان دنوں اسٹرینڈ کی ایک گلی کے آخر میں ایک رومی حمام تھا ـــــ ہو سکتا ہے اب بھی ہو ـــــ جس میں میں نے خوب جم کر نہایا۔ چپکے چپکے میں نے کپڑے تبدیل کیے اور پیگٹی کو دادی کی دیکھ بھال کے لیے چھوڑ کر میں بڑی پھرتی سے باہر نکل آیا اور ٹہلنے کی غرض سے ہیمپسٹیڈ (Hampstead) کی طرف چل پڑا۔ مجھے امید تھی کہ ایسا کرنے سے مجھ میں تازگی آ جائے گی اور

ذہن کام کرنے لگے گا اور میرے خیال میں ایسا ہو بھی گیا کیونکہ جلد ہی میں اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ اب مجھے پہلا قدم یہ اٹھانا چاہیے کہ مجھے اپنی ٹریننگ منسوخ کرا کر بقیہ فیس واپس لینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ میں نے ہیتھ میں ناشتہ کیا اور ڈاکٹرس کامنس کی طرف واپس چل پڑا، سڑکیں بھیگی ہوئی تھیں اور موسم گرما کے پھولوں کی خوشبو فضا میں گونج رہی تھی۔ لوگ باغ سے پھول توڑ کر ٹوکروں میں سر پر لادے شہر لیے جا رہے تھے۔

میں اپنے دفتر اتنی جلد پہنچ گیا کہ مجھے نصف گھنٹے تک وہاں یونہی ادھر ادھر ٹہلنا پڑا جب تک کہ مسٹر ٹفے، جو ہمیشہ سب سے پہلے آیا کرتے تھے، کنجی لے کر آنہیں گئے۔ تب میں اپنے فرسودہ گوشے میں بیٹھ گیا اور سامنے آتش دان کے اوپر سے سورج کی روشنی دیکھتے ہوئے ڈورا کے بارے میں سوچنے لگا جب تک کہ مسٹر اسپنلو آنہیں گئے، بالکل چست، درست۔

''کیسے ہو کاپرفلیڈ؟'' انھوں نے کہا ''صبح کتنی خوشگوار ہے!''

''حسین صبح، جناب'' میں نے جواباً کہا ''آپ کے عدالت جانے سے قبل میں آپ سے ایک بات کہہ سکتا ہوں؟''

''ہاں، بالکل'' انھوں نے کہا ''میرے کمرے میں چلو!''

''میں ان کے پیچھے پیچھے ان کے کمرے میں گیا اور انھوں نے اپنا گون پہننا شروع کیا اور اندر کے دروازے کے پاس ٹنگے ایک چھوٹے سے آئینے میں خود کو سنوارنے لگے۔

''مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے'' میں نے کہا ''کہ میری دادی نے مجھے ایک مایوس کن خبر دی ہے۔''

''نہیں!'' انھوں نے جلدی سے کہا ''ان پر فالج کا اثر تو نہیں ہو گیا، مجھے امید ہے؟''

''ان کی صحت سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں ہے، جناب'' میں نے جواب دیا ''انھیں بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے، سچ پوچھیے تو اب ان کے پاس بہت تھوڑا بچا رہ گیا ہے۔

''تمھاری بات سے میں حیران رہ گیا ہوں، کاپرفلیڈ'' مسٹر اسپنلو نے بے ساختہ کہا۔

''میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''یقیناً، جناب، ان کے معاملات اتنے خراب ہو گئے کہ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہو سکے گا ——— کہ میری فیس کا کچھ حصہ ——— میں

نے ان کے چہرے پر اس کا کوئی ردِ عمل نہ دیکھتے ہوئے بجھے دل سے کہا ''کہ ٹریننگ منسوخ کر کے فیس کی بقیہ رقم مجھے واپس مل جائے؟''

یہ تجویز پیش کرتے وقت میرے دل پر کیا گذری، یہ کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ تجویز اسی طرح تھی جیسے میں خود کو ڈورا سے دور کر دینے کی سزا کے لیے کہہ رہا ہوں۔

''تمھاری ٹریننگ منسوخ کر دی جائے کاپر فیلڈ؟ منسوخ؟''

میں نے کسی طرح دل مضبوط کرتے ہوئے انھیں بتایا کہ اب واقعی مجھے نہیں معلوم کہ میرے گذارے کے لیے پیسہ کہاں سے آئے گا، بجز اس کے کہ میں اس کا انتظام خود کروں۔ مستقبل کا ڈر مجھے نہیں ہے، میں نے کہا ـــــ اور میں نے اس پر بہت زور دیا کہ میں جلد ہی ان کا داماد بننے کے قابل ہو جاؤں گا ـــــ لیکن سر دست مجھے اپنے لیے خود کچھ نہ کچھ کرنا ہے ـــــ

''یہ جان کر مجھے بڑا دکھ ہے، کاپر فیلڈ'' مسٹر اسپنلو نے کہا ''بہت زیادہ دکھ ہے۔ عام طور سے اس طرح کی کسی وجہ سے ٹریننگ منسوخ نہیں کی جاتی۔ پیشے ورانہ اعتبار سے ایسا قاعدہ نہیں ہے۔ ایسی نظیر قائم کر پانا بالکل آسان نہ ہو پائے گا۔ ساتھ ہی ـــــ''

''آپ بہت اچھے ہیں جناب'' میں نے بدبداتے ہوئے کہا، ان سے رعایت پا جانے کی امید میں۔

''بالکل نہیں۔ ایسا مت کہو'' مسٹر اسپنلو نے کہا ''ساتھ ساتھ ہی میں یہ بھی کہنے جا رہا تھا کہ اگر اس معاملے میں خود کچھ کر پانے کا اختیار مجھے ہوتا ـــــ اگر میرے ایک اور پارٹنر نہ ہوتے ـــــ مسٹر جورکنس ـــــ''

ایک لمحے میں میری امیدیں خاک میں مل گئیں لیکن میں نے پھر کوشش کی ـــــ

''کیا آپ سمجھتے ہیں، جناب'' میں نے کہا اگر میں اس سلسلے میں مسٹر جورکنس سے بات کروں ـــــ''

مسٹر اسپنلو نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا ''خدا نہ کرے کاپر فیلڈ'' میری بات پوری ہونے سے قبل ہی وہ بول اٹھے۔ ''کہ میں کسی کے ساتھ ناانصافی کروں: لیکن میں اپنے پارٹنر جورکنس کو جانتا ہوں، کاپر فیلڈ ـــــ مسٹر جورکنس ایسے آدمی نہیں ہیں جو اس طرح کی کسی بات کو

مان لیں۔ مسٹر جورکنس کو ان کے گھسے پٹے راستے سے ادھر ادھر کر پانا بہت مشکل ہے۔ تم تو جانتے ہو کہ وہ کیا ہیں!''

مجھے یقین ہے کہ میں ان کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا تھا کہ شروع میں وہ تنہا یہ کام کرتے تھے اور اب مانٹا گو اسکوائر (Montagu Squire) کے پاس ایک مکان میں تنہا رہتے تھے جس پر رنگ و روغن ہو جانا بے حد ضروری تھا، کہ وہ دفتر بہت دیر میں آتے تھے اور بہت جلدی چلے جایا کرتے تھے، کہ کبھی کسی بھی معاملے میں ان سے مشورہ نہیں کیا جاتا تھا، کہ مکان کے اوپری حصے کی ایک گندی کال کوٹھری میں وہ رہا کرتے تھے جہاں کبھی کچھ بھی نہیں کیا جاتا تھا اور جہاں ان کی میز پر پیلے پڑ چکے کاغذ کا ایک پیڈ رکھا رہتا تھا جس پر کبھی روشنائی چھو تک نہیں گئی اور بتایا جاتا ہے کہ اس پیڈ کی عمر بیس سال ہو چکی تھی۔

''اگر میں ان سے کچھ کہوں تو آپ کو اعتراض ہوگا، جناب؟'' میں نے پوچھا۔

''بالکل نہیں'' مسٹر اسپنلو نے کہا ''لیکن مسٹر جورکنس کے سلسلے میں مجھے کچھ تجربہ ہے، کاپرفیلڈ۔ کاش وہ ایسے نہ ہوتے کیونکہ کسی بھی سلسلے میں تمھاری مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔ اگر تم اس کے بارے میں مسٹر جورکنس سے بات کرو تو مجھے ذرا بھی اعتراض نہ ہوگا، کاپرفیلڈ، اگر تم سمجھ رہے ہو کہ اس سے کچھ کام بن سکتا ہے۔''

ان سے یہ اجازت مل جانے پر، جو انھوں نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ ہاتھ ملاتے ہوئے دی، میں ڈورا کے خیالوں میں گم ہوتے ہوئے آتش دان کے اوپر سے آتی دھوپ کو دیکھنے لگا جو سامنے کے مکان پر پڑ رہی تھی کہ اتنے میں مسٹر جورکنس آ گئے۔ تب میں مسٹر جورکنس کے کمرے میں چلا گیا اور مجھے اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ چونک پڑے۔

''اندر آ جائیے، مسٹر کاپرفیلڈ'' مسٹر جورکنس نے کہا ''آ جائیے!''

میں اندر جا کر ان کے سامنے بیٹھ گیا اور ان سے اپنی بات بالکل اسی طرح دہرا دی جس طرح میں نے مسٹر اسپنلو سے کہی تھی۔ مسٹر جورکنس ذرا بھی اس قسم کی خوفناک مخلوق نہیں تھے جیسا کہ کوئی سوچ سکتا تھا بلکہ ایک لمبے، دبلے چکنے چہرے والے ساٹھ سال کے آدمی تھے جو ناس اتنی زیادہ سونگھتے رہتے تھے کہ کامنس میں یہ بات مشہور تھی کہ وہ خصوصی طور پر اسی (ناس) پر ہی رہتے

تھے کیونکہ ان کے معدے میں کچھ اور کھانے پینے کے لیے جگہ ہی نہیں بچی تھی۔

''میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ذکر آپ نے مسٹر اسپنلو سے کیا ہوگا؟'' مسٹر جورکنس نے کہا، جب وہ بڑی بے چینی کے ساتھ میری پوری بات سن چکے۔

میں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے انھیں بتایا کہ مسٹر اسپنلو نے ہی ان سے بات کرنے کے لیے کہا تھا۔

''انھوں نے کہا تھا کہ میں اعتراض کرسکتا ہوں؟'' مسٹر جورکنس نے پوچھا۔

مجھے بتانا پڑا کہ مسٹر اسپنلو نے ایسا خدشہ ظاہر کیا تھا۔

''مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے، مسٹر کاپر فیلڈ کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا'' مسٹر جورکنس نے گھبرا کر کہا ''سچ بات یہ ہے ـــــ لیکن مجھے بینک میں ایک کام ہے، اگر آپ مجھے معاف فرمائیں۔''

یہ کہتے ہوئے وہ جلدی سے اٹھ گئے اور کمرے سے باہر جانے لگے تو میں نے ہمّت کر کے آگے بڑھتے ہوئے ان سے کہہ دیا کہ تب تو مجھے ڈر ہے کہ یہ معاملہ طے نہ ہو پائے گا؟

''نہیں!'' مسٹر جورکنس نے دروازے پر ارک کر سر ہلاتے ہوئے کہا ''اوہ، نہیں! مجھے اعتراض ہے، سمجھ لیجیے'' جلدی جلدی یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے ''آپ کو معلوم ہی ہوگا، مسٹر کاپر فیلڈ'' انھوں نے پھر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے چینی کے ساتھ کہا ''اگر مسٹر اسپنلو اعتراض کرتے ہیں ـــــ''

''انھیں ذاتی طور پر کوئی اعتراض نہیں ہے، جناب'' میں نے جلدی سے کہا۔

''ذاتی طور پر!'' مسٹر جورکنس نے بے قراری کے ساتھ دہرایا ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انھیں اعتراض ہے، مسٹر کاپر فیلڈ۔ ناممکن! آپ جو چاہتے ہیں وہ نہیں ہوسکتا۔ مجھے ـــــ مجھے واقعی بینک میں ایک ضروری کام ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بھاگ نکلے اور جہاں تک مجھے علم ہے کہ پھر تین دن بعد ہی وہ کامنس میں دکھائی دیے۔

میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنا چاہتا تھا، اس لیے میں اس وقت تک انتظار کرتا رہا جب تک کہ مسٹر اسپنلو آ نہیں گئے اور میں نے ان سے بتا دیا کہ مسٹر جورکنس نے کیا کہا ہے۔

تا کہ وہ سمجھ لیں کہ میں اب بھی سمجھتا ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو مسٹر جورکنس کو اس بات کے لیے آمادہ کر سکتے ہیں۔

''کاپرفیلڈ'' مسٹر اسپنلو نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''تم میرے پارٹنر مسٹر جورکنس کو اتنا نہیں جانتے جتنا کہ میں جانتا ہوں۔ ان کی استادی کے بارے میں میں تم سے کیسے بیان کروں۔ مسٹر جورکنس کچھ اس انداز میں اعتراض کرتے ہیں کہ اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ نہیں کاپرفیلڈ'' سر ہلاتے ہوئے ''مسٹر جورکنس ٹس سے مس ہونے والے نہیں، میرا یقین کرو!''

میں مسٹر اسپنلو اور جورکنس کے رویے سے حیران رہ گیا کہ ان میں سے واقعی اعتراض کس کو تھا۔ لیکن میں نے سمجھ لیا کہ ان دونوں نے آپس میں سانٹھ گانٹھ کر رکھی ہے اور اب دادی کے ایک ہزار پونڈ کی واپسی کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا۔ مایوسی کے عالم میں، جسے یاد کر کے مجھے بے حد کوفت ہوتی ہے (اگرچہ ہمیشہ ڈورا کے تعلق سے) میں دفتر سے نکل آیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔

میں اپنا ذہن بدترین حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے، اس کے بارے میں سوچ رہا تھا جب ایک کرائے کی ٹٹو گاڑی، جو میرے پیچھے آ رہی تھی، میرے پیروں کے پاس آ کر رک گئی اور میں نے ادھر دیکھا۔ کھڑکی سے ایک گورا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا گیا اور چہرہ، جو میں نے کبھی پاکیزگی اور خوشی کے بغیر نہیں دیکھا، اسی لمحے سے جب یہ پہلی بار پرانے اوک کے زینے پر جس پر چوڑے جنگلے لگے تھے، اور میں نے اس چہرے کی خوبصورتی چرچ کی رنگ آلود کھڑکی کے شیشوں سے وابستہ کی تھی، مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''ایگنیز!'' میں خوشی سے چلّا اٹھا ''اوہ! میری سب سے عزیز ایگنیز تمھیں دیکھ کر کتنی خوشی ہوئی مجھے!''

''واقعی؟'' اس نے بڑے خلوص سے کہا۔

''میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں!'' میں نے کہا ''صرف تم کو دیکھ کر ہی میرا دل اتنا ہلکا ہو گیا! اگر میرے پاس جادوگر والی ٹوپی ہوتی تو میں اس سے کچھ اور نہیں بلکہ صرف تمھیں ہی لانے کی خواہش ظاہر کرتا!''

''کیا؟'' ایگنیز نے کہا۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک! شاید پہلے ڈورا کو'' میں نے شرماتے ہوئے اقرار کیا۔

''یقیناً پہلے ڈورا کو، مجھے امید ہے۔'' ایگنیز نے ہنستے ہوئے کہا۔

''لیکن اس کے بعد تم کو ہی۔'' میں نے کہا ''تم کہاں جا رہی ہو؟''

وہ میرے کمرے پر جا رہی تھی، میری دادی سے ملنے۔ موسم خوشگوار تھا، وہ خوشی خوشی گاڑی سے اتر آئی جس میں (میرا سر پورے وقت اس میں تھا) اصطبل جیسی بو آ رہی تھی۔ میں نے گاڑی بان سے کہا کہ وہ خالی چلا جائے اور ایگنیز نے میری بانہہ پکڑی اور ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ وہ میرے لیے امید کی کرن جیسی تھی۔ ایگنیز کو اپنے ساتھ پا کر ایک لمحے میں ہی میں خود کو کتنا بہتر محسوس کرنے لگا!

میری دادی نے ایک چھوٹا سا رقعہ اسے لکھا تھا ـــــــ بینک نوٹ سے بس تھوڑے بڑے کاغذ میں ـــــ کیونکہ وہ عموماً اس سے زیادہ لکھنے کی عادی نہیں تھیں۔ انھوں نے خط میں لکھا تھا کہ ان پر بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے اور وہ اس سے بچنے کے لیے ڈوور چھوڑ رہی ہیں لیکن اس کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار ہو چکی ہیں اور اتنی ہی ٹھیک ہیں کہ کسی کو ان کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایگنیز دادی سے ملنے لندن آئی تھی۔ ان برسوں میں وہ اور دادی ایک دوسرے کو واقعی بہت پسند کرتی رہی ہیں۔ اور یہ سلسلہ اسی وقت سے شروع ہوا تھا جب میں تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں مسٹر وک فیلڈ کے گھر میں رہائش پذیر تھا۔ وہ تنہا نہیں تھی، اس نے بتایا۔ اس کے پاپا اس کے ساتھ تھے ـــــ اور یورایا ہیپ ـــــ

''اور اب وہ دونوں پارٹنر ہیں'' میں نے کہا ''اسے اپنے کام میں شامل کر لیا!''

''ہاں'' ایگنیز نے کہا ''ان لوگوں کو یہاں کچھ کام ہے اور ان کے یہاں آنے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں بھی چلی آئی۔

تم یہاں میرے آنے کو صرف دوستی نہ سمجھ لینا ٹراٹ ووڈ، کیونکہ ـــــــ مجھے ڈر ہے کہ مجھے بہت زیادہ وہم ہو گیا ہے ـــــ میں پاپا کو اس کے ساتھ اکیلے جانے دینا پسند نہیں کرتی۔''

''کیا وہ مسٹر وک فیلڈ پر اب بھی اپنا اتنا ہی اثر دکھاتا ہے، ایگنیز؟''

ایگنیز نے اثبات میں سر ہلا دیا ''اب گھر میں اتنی تبدیلی آ چکی ہے'' ایگنیز نے کہا کہ تم

پیارے پرانے مکان کو اب شاید ہی پہچان سکو۔ اب وہ لوگ ہمارے ساتھ ہی رہنے لگے ہیں۔''

''وہ لوگ؟'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

''مسٹر ہیپ اور ان کی والدہ'' وہ تمھارے پرانے کمرے میں سوتے ہیں'' ایگنیز نے میرے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کاش اس کے خواب دیکھنے میں میرا دخل ہوتا'' میں نے کہا ''تو وہ وہاں زیادہ دیر تک سو نہ پاتا۔''

''میں اپنے چھوٹے سے کمرے میں رہتی ہوں'' ایگنیز نے کہا ''جہاں میں اپنے سبق یاد کیا کرتی تھی۔ وقت کیسے گذر جاتا ہے! یاد ہے تمھیں؟ وہ چھوٹا کمرہ جس کا دروازہ ڈرائنگ روم سے کھلتا ہے؟''

''یاد ہے ایگنیز؟ جب میں نے تمھیں پہلی بار دیکھا تھا، دروازے پر آتے ہوئے، اپنی چھوٹی سی باسکٹ میں تمھاری کنجیاں لٹکتی ہوئی؟''

''یہ اب بھی ویسے ہی رہتی ہیں'' ایگنیز نے مسکراتے ہوئے کہا ''مجھے خوشی ہے کہ تم اتنے خوش ہو کر یاد کرتے ہو، ہم بہت خوش رہا کرتے تھے۔''

''واقعی ہم بہت خوش رہا کرتے تھے۔'' میں نے کہا۔

''میں اب بھی اس کمرے کو اپنی تحویل میں رکھتی ہوں لیکن میں مسز ہیپ کو ہمیشہ اس سے باہر نہیں رکھ سکتی، سمجھ لو۔ اور اس طرح'' ایگنیز نے اداس ہوتے ہوئے کہا۔ ''مجھے اس وقت بھی انھیں ساتھ رکھنا ہی پڑتا ہے جب میرا دل تنہائی چاہتا ہے۔ لیکن مجھے ان سے اور کوئی شکایت نہیں ہے۔ اگر وہ کسی وقت اپنے بیٹے کی تعریف کر کر کے مجھے عاجز کر ڈالتی ہیں تو یہ ایک ماں کے لیے فطری بات ہے۔ وہ ان کے لیے بہت اچھا بیٹا ہے۔''

جب ایگنیز ایسا کہہ رہی تھی تو میں نے اس کی جانب دیکھا اور مجھے محسوس ہوا کہ اس کی بات یا اس کے چہرے پر یورایہ کی چالبازیوں کے ذرا بھی علم ہونے کا تاثر نہیں پایا جاتا تھا۔ اس کی معصوم اور مستعد آنکھیں اسی حسین بے تکلفی سے مجھ سے چار ہوئیں اور اس کے چہرے پر کسی قسم کی تبدیلی نظر نہ آئی۔

''ان کی گھر میں موجودگی سے سب سے بری بات یہ ہوگئی ہے'' ایگنیز نے کہا'' کہ اب میں پاپا کے اتنی قریب نہیں ہو پاتی جتنا کہ میں چاہتی ہوں ——— یورایاہیپ ہم دنوں کے درمیان اتنا زیادہ حائل رہتا ہے ——— اور پاپا پر اتنی اچھی طرح نظر نہیں رکھ سکتی جتنا کہ ان لوگوں کے نہ رہنے پر رکھ سکتی ہوں۔ لیکن اگر وہ ان کے خلاف کوئی دھوکہ یا غداری کر رہا ہے، تو مجھے امید ہے کہ ان کی محبت اور سچائی بالآخر غالب آجائے گی۔ مجھے امید ہے کہ سچا پیار اور سچائی آخر میں دنیا کی کسی بھی برائی یا بدقسمتی پر غالب آجاتی ہے۔''

وہ درخشاں مسکراہٹ جو میں نے کبھی کسی اور چہرے پر نہیں دیکھی، میرے سوچتے ہی غائب ہوگئی کہ یہ کتنی لکش تھی اور ایک زمانے میں میں اس سے کس قدر مانوس تھا اور اس نے اچانک اپنے چہرے کا تاثر بدلتے ہوئے (ہم اب اپنی گلی کے قریب پہنچ رہے تھے) پوچھا کہ میری دادی کے حالات میں اس درجہ ابتری کیسے آگئی۔ میرے یہ کہنے پر کہ انھوں نے ابھی مجھ سے یہ نہیں بتایا ہے، ایگنیز سوچ میں پڑگئی اور میں نے محسوس کیا کہ میری بغل میں دبی اس کی بانہہ میں لرزش ہونے لگی۔

گھر پہنچ کر میں نے دادی کو تنہا اور کچھ جوش میں پایا۔ دادی اور مسز کرپ کے مابین ایک فضول سی بات پر اختلافِ رائے ہوگیا تھا (چیمبرس کا مالکانہ صنفِ نازک میں ہونا) اور میری دادی نے مسز کرپ کی اس مخصوص اعصابی بیماری کا ذرا بھی خیال نہ کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اس خاتون نے میری برانڈی پی لی ہے اور باہر جانے میں دقت ہوسکتی ہے۔ ان دونوں باتوں کو مسز کرپ نے قابلِ گرفت گردانا اور اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی تک کا ارادہ ظاہر کردیا۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کو ہماری قوی آزادیوں کا پشت پناہ ہونا تھا۔

میری دادی کو بہرحال پرسکون ہوجانے کا موقع مل گیا جب پیگٹی مسٹر ڈک کو ہارس گارڈ (Horse Guard) میں فوجیوں کو دکھلانے لے گئی ——— اور ایگنیز کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوئیں۔ انھوں نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ جب ایگنیز نے اپنی ٹوپی اتار کر میز پر رکھ دی اور ان کی بغل میں بیٹھ گئی، میں اس کی شفیقانہ آنکھوں اور پرنور پیشانی کو دیکھتے ہوئے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کے یہاں آنے سے کتنا سکون محسوس ہورہا ہے۔ اگرچہ وہ اتنی کم عمر اور ناتجربہ کار تھی،

اس کے باوجود میری دادی کو اس پر کتنا اعتماد تھا۔خلوص ومحبت اور سچائی میں واقعی وہ کتنی مضبوط تھی۔

ہم نے دادی کی پریشانی کے بارے میں باتیں کرنی شروع کیں اور میں نے انھیں بتایا کہ میں صبح سے کیا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

''کون ناعاقبت اندیش تھا،ٹراٹ'' میری دادی نے کہا ''لیکن تم نے نیک نیتی سے ایسا کیا۔تم ایک کریم النفس لڑکے ہو ـــــ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے تمھیں نوجوان کہنا چاہیے اب ـــــ اور مجھے تم پر فخر ہے،عزیز از جاں۔تم نے جو کیا بہت اچھا کیا۔اب،ٹراٹ اور ایگنیز،اب ہمیں بٹسی ٹراٹ ووڈ کا معاملہ ٹھیک سے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کیسا ہے۔''

میں نے محسوس کیا کہ جب ایگنیز نے غور سے دادی کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔میری دادی اپنی بلی کو سہلاتے ہوئے ایگنیز کو بڑے دھیان سے دیکھ رہی تھیں۔

دادی نے کہا ''بٹسی ٹراٹ ووڈ،جو روپے پیسے کا معاملہ اپنے تک ہی رکھتی تھیں ـــــ میرا مطلب،تمھاری بہن سے نہیں ہے ٹراٹ،بلکہ میں خود اپنے بارے میں کہہ رہی ہوں ـــــ ''بٹسی کے پاس ایک مخصوص جائیداد تھی۔اس سے مطلب نہیں کہ یہ کتنی تھی،گذارہ کے لیے کافی تھی۔مزید یہ کہ اس نے بچت کر کر کے اس میں کچھ اور جوڑ دیا تھا۔اس نے اپنے ایک تجارتی مشیر کے مشورے پر یہ رقم آراضی میں لگانے کے لیے دے دی۔یہ بہت اچھا چلا اور اس سے بہت اچھا سود ملتا رہا۔میں بٹسی کے بارے میں اس طرح کہہ رہی ہوں۔جیسے وہ ایک ''جنگی جہاز ہو'' ٹھیک ہے!پھر بٹسی نے اپنی رقم کسی دوسری جگہ لگانی چاہی۔اس نے سوچا کہ اب وہ خود اپنے تجارتی مشیر سے زیادہ ہوشیار ہوگئی ہے،جو اب اتنا اچھا تجارتی آدمی نہیں رہ گیا تھا جتنا کہ پہلے ہوا کرتا تھا ـــــ میں تمھارے پاپا کے بارے میں کنایتاً کہہ رہی ہوں،ایگنیز ـــــ اور اس (بٹسی) نے اپنا ذہن بنا لیا کہ وہ اب خود ہی اپنی رقم کہیں لگائے گی۔اس لیے اس نے بربادی مول لینے کے لیے باہر کے بازار میں رقم لگا دی جو کہ بہت خراب بازار ثابت ہوا۔پہلے اسے کان کنی میں نقصان ہوا،پھر مچھلی کے کاروبار میں نقصان اٹھایا'' دادی نے ناک سہلاتے ہوئے بتایا ''اور پھر کان کنی میں رقم ڈوب گئی اور سب سے آخر میں ان سب نقصانات کی تلافی کی غرض سے بینکنگ کے چکر میں نقصان اٹھایا۔میں نہیں جانتی کہ بینک شیئر کیا ہوتا ہے'' دادی نے کہا ''میں سمجھتی ہوں کہ اس میں

صد فی صد فائدہ ہوتا ہے لیکن بینک دنیا کے دوسرے کونے پر واقع تھا اور خلا میں چلا گیا کیونکہ مجھے کسی طرح جو معلوم ہو سکا وہ یہ ہے کہ بینک برباد ہو چکا ہے اور اس میں سے اب مجھے کچھ بھی نہ مل سکے گا اور بٹسی کا سب کچھ اسی میں تھا۔ اور اب یہ ختم ہو چکا ہے۔ جتنا کم کہا جائے، اتنا ہی کم نقصان ہوگا!''

دادی نے اپنا یہ فلسفیانہ بیان ایگنیز کے چہرے پر اپنی آنکھیں فاتحانہ انداز میں مرکوز کرتے ہوئے پورا کیا، جس پر دھیرے دھیرے رنگ واپس آ رہا تھا۔

''عزیز مس ٹراٹ ووڈ، بس یہی پوری کہانی ہے؟'' ایگنیز نے کہا۔

میں سمجھتی ہوں کہ اتنا بتا دینا ہی کافی ہے، میری بچی'' دادی نے کہا ''اگر گنوانے کے لیے اور رقم ہوتی تو کہانی اتنے پر ہی ختم نہ ہو جاتی شاید۔ بٹسی ستا لینے کے بعد پھر اپنی رقم گنواتی اور دوسرا باب شروع ہو جاتا، مجھے اس میں شبہ نہیں۔ لیکن اور روپیہ نہیں تھا، اس لیے اور کہانی نہیں ہے۔''

ایگنیز نے پہلے یہ سب سانس روک کر سنا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اب بھی آتا جاتا رہا لیکن اب وہ اور آسانی سے سانس لینے لگی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں جانتا ہوں، ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ ڈر ہے کہ جو کچھ ہوا اس کے لیے کہیں نہ کہیں سے اس کے ناشاد باپ پر الزام آ سکتا تھا۔ دادی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہنسنے لگیں۔

''کیا بس، یہی پوری کہانی ہے؟'' دادی نے دہرایا۔ ''آں، ہاں، یہی پوری کہانی ہے، اس کے علاوہ کہ ''اور اس کے بعد وہ ہمیشہ خوش وخرم رہی'' شاید مجھے بٹسی کے بارے میں اب بھی اتنا جوڑ دینا چاہیے کہ آج کل بھی وہ بہت خوش ہے۔ اب، ایگنیز، تم کافی عقلمند ہو۔ اسی طرح تم بھی ٹراٹ بعض چیزوں میں، اگرچہ میں ہمیشہ تمھاری تعریف نہیں کر سکتی۔'' اور اتنا کہہ کر دادی نے میری طرف دیکھ کر اپنا سر ہلایا، اسی عالی ہمتی کے ساتھ جو انھیں کا خاصہ تھی ''اب کیا کیا جائے؟'' بنگلہ بچا ہے اسی کو کرائے پر اٹھاتے رہنے سے سمجھو کہ ستر پونڈ سالانہ ملتا رہے گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اتنے پر ہمیں اٹھا دینا چاہیے۔ ٹھیک! ــــ اب ہمارے پاس اتنا ہی ہے۔'' دادی نے کہا جن کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ جیسے بہت سے گھوڑے کرتے ہیں، وہ بہت تھوڑی دیر کے لیے رکتی تھیں، جب انھیں دور جانا ہوتا تھا۔

''پھر'' دادی نے کچھ لمحے ستا لینے کے بعد کہا ''ڈک بھی ہیں۔ وہ سو پونڈ سالانہ کے

آدمی ہیں لیکن وہ رقم خود ان پر ہی خرچ کی جانی چاہیے۔ میں جلد ہی انھیں بھیج دوں گی اگرچہ میں جانتی ہوں کہ میں واحد ہستی ہوں جو ان سے زیادہ ان کی صلاحیتوں کی قدر کرتی ہوں اور ان کا پیسہ خود پر خرچ نہیں کر سکتی۔ ان ذرائع پر میں اور ٹراٹ کس طرح بہتر طریقے سے رہ سکتے ہیں؟ ایگنیز تم کیا کہتی ہو؟''

''میں کہتا ہوں، دادی'' میں مداخلت کرتے ہوئے بول پڑا۔'' کہ مجھے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیے!''

''جا کر فوج میں بھرتی ہو جاؤ گے، یہی مطلب ہے تمھارے کہنے کا؟'' دادی نے چونک کر کہا'' یا جہاز رانی میں جاؤ گے؟ میں یہ سب نہیں سننا چاہوں گی۔ تمھیں ایک پراکٹر بننا ہے۔ اس خاندان میں یہ سب کوئی نہیں کرے گا، سمجھے جناب۔''

میں اس کی وضاحت کرنے جا رہا تھا کہ میں اپنے خاندان میں اس طرح کی کوئی بدعت شروع کرنے کا خواہاں نہیں تھا، جب ایگنیز نے سوال کر دیا کہ میری رہائش گاہ کیا لمبی مدت کے لیے کرائے پر لی گئی ہے؟''

''تم اصل مدے پر آ گئیں میری بچی'' دادی نے فرمایا'' کم از کم چھ ماہ تک اس سے نجات نہیں مل سکتی جب تک کہ اسے کم کرائے پر نہ اٹھا دیا جائے اور میں یہ پسند نہیں کرتی۔ ٹراٹ سے پہلے والا کرایہ دار اسی میں مر گیا تھا۔ چھ میں سے پانچ لوگ مر جائیں گے ـــــ یقیناً ـــــ اس نانکین اور فلالین کی پیٹی کوٹ والی عورت (مسز کرپ) کی وجہ سے ـــــ میرے پاس کچھ نقد رقم ہے اور میں تمھارے خیال سے اتفاق کرتی ہوں کہ ہمارے لیے سب سے بہتر ہوگا کہ بقیہ مدت تک ہم یہیں رہیں اور مسٹر ڈک کے سونے کے لیے ایک کمرہ لے لیں۔

میں نے اسے اپنا فرض سمجھا کہ میں اس بات کا اشارہ کر دوں کہ دادی کو وہاں مسز کرپ کے ساتھ مستقلاً ''گوریلا جنگ'' کرتے ہوئے رہنے میں اذیت ہوگی لیکن انھوں نے میرے اس معروضے کو یہ کہہ کر فوراً خارج کر دیا کہ پہلی ہی جھڑپ میں وہ مسز کرپ کو حیرانی میں ڈال دینے کے لیے تیار ہیں جسے مسز کرپ زندگی بھر یاد رکھیں گی۔

''میں سوچ رہی تھی، ٹراٹ ووڈ'' ایگنیز نے قدرے تذبذب کے ساتھ کہا'' کہ اگر

تمھارے پاس وقت ہو ـــــ''

''میرے پاس بہت وقت رہتا ہے ایگنیز ۔ میں روز چار پانچ بجے کے بعد خالی ہی رہتا ہوں اور صبح سویرے بھی میرے پاس وقت رہتا ہے۔ میں نے قدرے شرماتے ہوئے کہا کہ کسی نہ کسی طرح میں گھنٹوں شہر کے چکر لگا تا ہوں اور نارووڈ روڈ پر ادھر سے ادھر آتا اور جاتا رہتا ہوں ۔میرے پاس بہت وقت رہتا ہے۔''

''میں جانتی ہوں کہ ایک سکریٹری کے فرائض انجام دینے کے لیے میرے گھر آنے میں تم کو کوئی پس وپیش نہ ہوگا'' اس نے یہ بات اتنی دھیمی اور میٹھی آواز میں کہی جو مجھے آج بھی یاد ہے۔

''کیا کہہ رہی ہو تم، میری عزیز ایگنیز؟''

''کیونکہ'' اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''ڈاکٹر اسٹرانگ ریٹائر ہو کر لندن میں رہنے کے لیے آگئے ہیں اور انھوں نے پاپا سے کہا ہے کہ وہ ان کے لیے ایک سکریٹری کا انتظام کر دیں۔ کیا تم نہیں سوچتے کہ کسی اور کے بجائے اپنے پرانے شاگرد کو اپنے پاس پا کر وہ کتنے خوش ہوں گے؟''

''عزیز ایگنیز!'' میں نے کہا ''میں تمھارے بغیر کیا کر سکتا ہوں۔ تم ہمیشہ میرے لیے ایک نیک فرشتہ جیسی رہی ہو، میں تم سے یہ بتا چکا ہوں۔ میں تمھارے بارے میں کبھی اور کسی طرح نہیں سوچتا۔''

ایگنیز نے خوشگوار ہنسی سے جواب دیا جس کا مطلب تھا کہ ایک نیک فرشتہ (یعنی ڈورا) ہی کافی تھا اور اس نے مجھے یاد دلایا کہ ڈاکٹر اسٹرانگ صبح اور شام اپنے لکھنے پڑھنے میں مشغول رہا کرتے تھے ـــــ اور میرا خالی وقت ان کی ضرورت کے لیے بہت موزوں رہے گا۔ میں اس بات سے اور بھی زیادہ خوش ہوا کہ میں خود اپنی روزی صرف کما ہی نہیں لوں گا بلکہ اپنے پرانے استاد کی خدمت کر کے کماؤں گا۔ مختصر یہ کہ ایگنیز کی صلاح پر عمل کرتے ہوئے میں فوراً ڈاکٹر اسٹرانگ کو خط لکھنے بیٹھ گیا جس میں میں نے اپنا مقصد بیان کر دیا اور دوسرے دن دس بجے ان کے گھر حاضر ہونے کے لیے لکھ دیا۔ خط پر میں نے ہائی گیٹ کا پتہ لکھا ـــــ میرے لیے یہ وہی یادگار جگہ ہے، جہاں وہ رہتے تھے ـــــ اور ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر میں نے جا کر خود خط پوسٹ کر دیا ۔

ایگنیز جہاں بھی رہتی اس کی خاموش لائق داری کا خوشگوار احساس کسی نہ کسی شکل میں اس جگہ موجود رہتا۔ جب میں خط پوسٹ کر کے واپس لوٹا تو میں نے اپنی دادی کی چڑیوں کو اسی طرح ٹنگی پایا جیسے وہ ایک طویل عرصے سے ان کے بنگلے کی کھڑکی میں ٹنگی رہتی تھیں اور میری آرام کرسی کھلی کھڑکی کے سامنے اسی طرح رکھی ہوئی تھی جیسے دادی اپنے بنگلے میں اپنی کرسی کھڑکی کے پاس رکھ کر بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ کھڑکی پر وہ ہرے رنگ کا گول پنکھا بھی کھڑکی میں لگا دیا گیا تھا جو میری دادی اپنے ساتھ لیتی آئی تھیں۔ میں جان گیا کہ یہ سب کس نے کیا ہے، یہ جتنی خاموشی کے ساتھ کیا گیا تھا اور میں ایک لمحے میں جان گیا کہ میری ادھر ادھر پڑی کتابوں کو کس نے پھر اتنے سلیقے سے لگا دیا جیسے میں اپنے اسکول کے دنوں میں کتابیں ادھر ادھر پھینک دیا کرتا تھا، یہاں تک کہ اگر میں ایگنیز کو یہ سب کرتے ہوئے اور اس افراتفری پر مسکراتے ہوئے دیکھنے کے بجائے یہ سمجھ لیتا کہ وہ یہاں سے میلوں دور ہے۔

میری دادی ٹھیمس (Thames) کے سلسلے میں کافی خوش تھیں (جب اس پر سورج کی کرنیں پڑتیں تو واقعی بہت بھلا معلوم ہوتا تھا، اگر چہ اتنا اچھا نہیں جتنا کہ ان کے بنگلے کے سامنے سمندر پر سورج کی کرنیں اچھی لگتی تھیں) لیکن لندن میں آگ اور دھویں کے بارے میں ان کے خیال میں ذرا بھی تبدیلی نہ آسکی جسے وہ کہا کرتی تھیں ''ہر چیز میں مرچ بھری رہتی ہے۔'' میرے کمرے کے گوشے گوشے میں ایک مکمل انقلاب آرہا تھا جس میں پیگٹی کا بہت اہم رول تھا اور میں یہ سب دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ پیگٹی نے بھی کتنے کم شور وغل سے یہ سب کر ڈالا اور ایگنیز نے تو ذرا بھی شور کے بغیر ہی اتنا سب کچھ کر ڈالا کہ اتنے میں دروازے پر دستک سنائی پڑی۔

''میرے خیال میں پاپا ہیں'' ایگنیز نے کہا جس کا چہرہ اچانک پیلا پڑ گیا۔'' انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور آئیں گے۔''

میں نے دروازہ کھول دیا اور صرف مسٹر وک فیلڈ ہی نہیں بلکہ یورایا ہیپ بھی داخل ہوا۔ میں نے پچھلے کچھ دنوں سے مسٹر وک فیلڈ کو نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ایگنیز سے جو کچھ سنا تھا، اس کے پیشِ نظر ان میں کافی تبدیلی کی توقع تو کر رہا تھا لیکن انھیں دیکھ کر میرا دل دھک سے ہو گیا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اب کئی برس اور زیادہ عمر کے لگنے لگے تھے، اگر چہ وہ اب بھی اسی طرح

صاف ستھرے بہترین لباس میں تھے، یا یہ کہ ان کے چہرے کی سرخی بالکل ہی غائب ہو چکی تھی، یا یہ کہ ان کی آنکھوں سے جیسے خون چھلک رہا تھا، یا یہ کہ ان کا ہاتھ کانپ رہا تھا جیسا کہ میں کچھ برسوں سے کام کرتے وقت دیکھ رہا تھا، جس کی وجہ میں جانتا بھی تھا۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ ان کی خوبصورتی میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہو یا وہ پہلے جیسے شریف آدمی نہیں لگ رہے تھے —— ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی —— لیکن جس چیز سے مجھے سب سے زیادہ چوٹ لگی کہ ان کی پیدائشی برتری کے ثبوت اب بھی موجود تھے لیکن وہ اس بدمعاش رینگتے کیڑے، یورایا ہیپ کے سامنے ماتحت نظر آ رہے تھے۔ ان دونوں کی پوزیشن اب بالکل الٹی ہوگئی تھی، یورایا مالک مختار تھا اور مسٹر وک فیلڈ اس پر منحصر، یہ منظر میرے لیے اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا جتنا کہ میں بیان کر سکتا ہوں۔ اگر میں کسی بندر کو آدمی کو نچاتے دیکھتا تو یہ بھی شاید مجھے اتنا تحقیر آمیز نہ محسوس ہوتا۔

لگ رہا تھا جیسے انھیں خود بھی اس کا شدید احساس تھا۔ اندر آ جانے کے بعد وہ خاموش کھڑے رہے، سر جھکائے ہوئے، جیسے انھیں اس کا شدت سے احساس ہو رہا ہو۔ ایسا ایک لمحے تک ہی رہا کیونکہ ایگنیز نے بڑی محبت سے کہا ”پاپا! مس ٹراٹ وڈ ہیں —— اور ٹراٹ وڈ، جنھیں آپ نے بہت دنوں سے نہیں دیکھا ہے!“ اور تب وہ آگے بڑھے اور اپنا ہاتھ دادی کی جانب بڑھا دیا اور مجھ سے بڑے خلوص کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ لمحے بھر کے وقفے میں میں نے دیکھا کہ یورایا کے چہرے پر حقارت آمیز مسکراہٹ آ گئی تھی۔ ایگنیز نے بھی اسے دیکھ لیا تھا میرے خیال میں، کیونکہ پھر اس نے ادھر سے نظریں ہٹا لی تھیں۔

میری دادی نے کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا، میں علمِ قیافہ کی قیاس آرائی کو بھی نہیں مان سکتا اگر خود دادی اس کا اقرار نہ کر لیں۔ مجھے یقین ہے کوئی ایسا شخص پیدا ہی نہیں ہوا جو دادی کی طرح ضبط و تحمل سے کام لے سکے، جب وہ ایسا کرنا چاہ لیں۔ اس موقعے پر ان کے چہرے سے کسی قسم کے جذبات یا تاثرات کا اندازہ کر پانا ناممکن تھا جب تک کہ اچانک انھوں نے اپنی خاموشی توڑ نہیں دی۔

”ہاں، وک فیلڈ!“ دادی نے کہا اور انھوں نے پہلی بار دادی کی طرف دیکھا۔ ”میں تمھاری بیٹی سے یہ بتا رہی تھی کہ میں خود اپنا پیسہ کہاں کہاں لگاتی رہی ہوں، کیونکہ اس کے لیے مجھے

تم پر بھروسا نہیں رہ گیا تھا جیسا کہ تم تجارتی امور میں کمزور پڑتے جا رہے تھے۔ ہم لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرر ہے تھے اور ساری چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہت ٹھیک جا رہے تھے۔ ایگنیز ایک پوری کمپنی کے برابر ہوشیار ہے، میری رائے میں۔''

''میں بڑے ادب سے عرض کرنا چاہوں گا'' یورایا ہیپ نے اینٹھتے ہوئے کہا'' کہ میں مس بٹسی ٹراٹ ووڈ سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں اور اگر مس ایگنیز کو اپنی پارٹنر (ساجھی دار) بنا لیتی ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔''

''آپ تو خود ہی پارٹنر ہیں، آپ جانتے ہیں، اور یہ آپ کے لیے کافی ہے، میں امید کرتی ہوں۔ آپ کیسے ہیں جناب؟''

میری دادی کے غیر معمولی روکھے پن سے یہ سوال کیے جانے کے جواب میں یورایا نے بے چینی کے ساتھ اپنا نیلا بیگ جو وہ لیے ہوئے تھا، پکڑے ہوئے جواب دیا کہ وہ بہت ٹھیک ہے اور اس نے میری دادی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ امید کرتا ہے کہ وہ بھی اچھی ہوں گی۔

''اور آپ ماسٹر ـــــ مجھے مسٹر کاپر فیلڈ کہنا چاہیے۔ یورایا نے مزید کہا'' امید ہے آپ بھی اچھے ہوں گے! آپ سے ایسے حالات میں بھی مل کر مجھے خوشی ہو رہی ہے، مسٹر کاپر فیلڈ۔'' میں نے اس پر یقین کر لیا کیونکہ وہ ان حالات سے کافی خوش تھا۔ ''موجودہ حالات ایسے نہیں ہیں جو آپ کے خیر خواہ آپ کے لیے چاہیں گے، مسٹر کاپر فیلڈ، پیسے سے ہی آدمی، آدمی نہیں ہوتا۔ یہ ۔ یہ ـــــــــ دراصل مجھ میں اپنی بات زیادہ اچھی طرح کہہ پانے کی صلاحیت نہیں کہ میں بتا سکوں کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔'' یورایا نے جھٹکا کھاتے ہوئے کہا'' لیکن صرف پیسے سے ہی کچھ نہیں ہوتا۔''

اب اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا: عام انداز میں نہیں، بلکہ مجھ سے کافی دور کھڑے ہو کر اور میرا ہاتھ اس طرح اوپر نیچے کرتے ہوئے گویا ہینڈ پمپ چلا رہا ہو اور ڈر ڈر کر۔

''اور آپ کو ہم لوگ کیسے لگ رہے ہیں، ماسٹر کاپر فیلڈ ـــــ مجھے کہنا چاہیے مسٹر؟'' یورایا نے چاپلوسی کے انداز میں کہا۔ ''کیا آپ کو مسٹر وک فیلڈ ترقی کرتے نظر نہیں آ رہے ہیں، جناب؟ ہمارے کام میں سال گذرتے رہنے سے کچھ نہیں معلوم ہو پاتا، ماسٹر کاپر فیلڈ بجز اس کے

کہ میں نے اپنی ماں کواور خود کواو پر اٹھانے کی کوشش کی ہے ـــــــــــ اور'' اس نے دوبارہ سوچتے ہوئے کہا'' خوبصورت مس ایگنیز کی ترقی کی کوشش کی ہے۔''

یہ سب کہتے وقت وہ اتنے ناقابلِ برداشت طریقے سے اینٹھتا رہا کہ میری دادی جو ابھی تک ایک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھیں، ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک گیا:

''شیطان سمجھے اس آدمی سے!'' میری دادی نے بڑی بے رخی سے کہا۔'' یہ کہنا کیا چاہتا ہے؟ ایسی مصنوعی باتیں مت کیجیے، جناب!''

''میں آپ سے معافی مانگتا ہوں، مس ٹراٹ ووڈ'' یورایا نے جواباً کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ گھبرائی ہوئی اور پریشان ہیں۔''

''آپ اپنی باتیں جاری رکھیں جناب!'' میری دادی نے کہا'' چاپلوسی کے علاوہ اور کسی بھی طرح۔ اس طرح کچھ کہنے کی کوشش نہ کیجیے۔ اگر آپ ایک سانپ مچھلی ہیں جناب، تو اس طرح بل کھائیے۔ اگر آپ آدمی ہیں تو اپنے اعضا کو قابو میں رکھیے۔ خدا خیر کرے!'' دادی نے بڑی خفگی سے کہا۔'' اس طرح سانپ جیسا بل کھاتے دیکھ کر میرا دماغ ہی نہ خراب ہو جائے!''

یورایا ہیپ قدرے شرمندہ سا ہو کر رہ گیا جیسا کہ اس طرح کی پھٹکار سے زیادہ تر لوگ شرمندہ ہو جاتے۔ اس کی وجہ سے دادی اور بھی خفگی کے انداز میں اپنی کرسی پر جا بیٹھیں اور اس طرح اپنا سر ہلانے لگیں جیسے وہ اسے کاٹ رہی ہوں۔ یا اس پر جھپٹا مارنے جا رہی ہوں۔ لیکن اس نے میرے کان میں دھیرے سے کہا:

''مجھے اچھی طرح معلوم ہے، ماسٹر کاپرفیلڈ کہ مس ٹراٹ ووڈ، اگرچہ ایک بہت اچھی خاتون ہیں، ان کو غصہ بہت جلد آ جاتا ہے (واقعی میں سمجھتا ہوں کہ میں انھیں اسی وقت جان گیا تھا، جب میں ایک حقیر کلرک تھا، آپ کے جاننے سے بھی پہلے، ماسٹر کاپرفلیڈ) اور یہ عین فطری ہے، مجھے یقین ہے، کہ ان حالات میں انھیں اور بھی جلدی غصہ آ جاتا ہوگا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کا غصہ بہت زیادہ بڑھنے نہیں پاتا! میں صرف یہ کہنے آیا تھا کہ اگر ہم موجودہ حالات میں ان کے کسی کام آ سکیں، میری ماں یا میں، یا وک فیلڈ اور ہیپ، ہمیں واقعی بہت خوشی ہوگی۔ میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں؟ یورایا نے اپنے پارٹنر کی طرف دیکھتے ہوئے بیماری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''یورایاہیپ'' مسٹروک فلیڈ نے جیسے زبردستی کہا'' کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں گے، ٹراٹ ووڈ۔ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، میں ان سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ مجھے پہلے سے ہی آپ میں دلچسپی رہی ہے۔ اس کے ساتھ یورایاہیپ جو کچھ کہہ رہے ہیں مجھے ان سے بالکل اتفاق ہے!''

''اف، یہ بھی کیسا انعام ہے'' یورایاہیپ نے دادی سے پھر پھنکار کا خطرہ مول لیتے ہوئے اپنی ایک ٹانگ سکوڑتے ہوئے کہا۔ ''کہ کوئی مجھ پر اس قدر بھروسا کرلے! لیکن مجھے امید ہے میں ان کے کام کا بوجھ اور کم کرنے کی پوزیشن میں آجاؤں گا، ماسٹر کاپرفیلڈ!''

''یورایاہیپ سے مجھے بہت آرام ہے'' مسٹروک فلیڈ نے اسی طرح بجھی آواز میں کہا۔ ''ایسا پارٹنرمل جانے سے میرے سر کا بوجھ اتر گیا ہے، ٹراٹ ووڈ۔''

اس کی چالاکی ان سے یہ سب کہلا رہی تھی، میں جانتا تھا تاکہ میں اسے اس روشنی میں جان سکوں جس کی طرف اس رات اس نے اشارہ کیا تھا جب اس نے پوری رات میرا آرام حرام کر دیا تھا۔ میں نے پھر اسی طرح کی شیطانی مسکراہٹ اس کے چہرے پر دیکھی اور دیکھا کہ وہ کس طرح میرے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

''آپ نہیں چل رہے ہیں پاپا؟'' ایگنیز نے بے قراری سے پوچھا۔ کیا آپ ٹراٹ ووڈ اور میرے ساتھ واپس نہیں چلیں گے؟''

وہ کوئی جواب دینے سے قبل یورایا کی طرف دیکھتے، مجھے یقین ہے، اگر وہ پہلے ہی نہ بول پڑتا۔

''میں خود بتاتا ہوں۔'' یورایا نے کہا'' کام ہے، ورنہ میں اپنے خیر خواہوں کے ساتھ رہ کر خوشی محسوس کرتا۔ لیکن میں اپنے پارٹنر کو کمپنی کی نمائندگی کرنے کے لیے چھوڑ رہا ہوں۔ مس ایگنیز میں ہمیشہ آپ کا رہوں گا! آپ کا دن خوشگوار گذرے، ماسٹر کاپرفلیڈ اور مس بٹسی ٹراٹ ووڈ کو آداب۔''

ان الفاظ کے ساتھ، اپنا لمبا ہاتھ چومتے ہوئے ہمیں چور نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ چلا گیا۔ ہم وہیں ایک دو گھنٹے تک بیٹھے اپنے پرانے کینٹر بری کے دنوں کی باتیں کرتے رہے۔

مسٹروک فیلڈ، ایگنیز کے پاس تنہا چھوڑ دیے جانے پر پھر پہلے جیسے ہی ہو گئے اگر چہ اب بھی ان پر افسردگی کی گرد جمی ہوئی تھی جس سے انھیں کبھی نجات نہ مل سکی۔ ان تمام تکلیف دہ حالات کے باوجود اس کے چہرہ پر روشنی چمک اٹھی اور اس کو ہماری زندگی کے حالات سن کر بڑی خوشی ہو رہی تھی جن میں سے متعدد اسے آج بھی اچھی طرح یاد تھے۔ انھوں نے کہا کہ ایگنیز اور میرے ساتھ اس طرح باتیں کرنے پر جیسے ہم پھر اسی زمانے میں پہنچ گئے ہوں اور انھوں نے خدا سے دعا کی کہ یہ دن کبھی نہ بدلیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایگنیز کا معصوم چہرہ دیکھ کر ان پر بڑا اچھا اثر پڑتا تھا اور جب وہ اپنا ہاتھ ان کے شانے پر رکھ دیتی تھی تو ان میں حیرت انگیز طور پر تبدیلی آجاتی تھی۔

میری دادی (جو اس پورے وقت اندر کے کمرے میں پیگٹی کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہیں) جہاں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں جانے پر تیار نہ ہوئیں لیکن انھوں نے میرے جانے پر زور دیا اور میں ان لوگوں کے ساتھ چلا گیا۔ ہم لوگوں نے ساتھ ساتھ کھانا کھایا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد ایگنیز ان کے پاس پہلے کی ہی طرح بیٹھ گئی اور ان کے لیے جام تیار کرنے لگی۔ وہ جو کچھ انھیں دیتی، وہ چپکے سے لے لیتے ـــــ ایک بچے کی طرح ـــــ ہم تینوں ایک کھڑکی کے پاس بیٹھے رہے۔ اب شام کا اندھیرا چھانے لگا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ سوفے پر لیٹ گئے، ایگنیز کچھ دیر تک جھکی اپنا ہاتھ بطور تکیہ ان کے سر کے نیچے رکھے رہی اور جب وہ کھڑکی کے پاس واپس آئی، تو بہت گہرا اندھیرا نہیں تھا، اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسو مجھے صاف نظر آرہے تھے۔

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کے اس دور میں اس ننھی لڑکی کی محبت اور سچائی کبھی نہ بھول سکوں، کیونکہ اگر میں اسے بھول گیا تو یہ میرے لیے مرجانے جیسی بات ہوگی، جب میں اس کی ان باتوں کو یاد کروں گا! اس کی نیک نیتی اور حوصلہ افزائی سے مجھے طاقت ملتی رہی، اس کی مثال میرے لیے مشعلِ راہ تھی ـــــ میں نہیں جانتا کہ وہ کیسے، مجھے اتنی محبت اور شائستگی کے ساتھ طرح طرح کے مشورے دیا کرتی تھی کہ میں اپنے ذہنی انتشار کے باوجود جو کچھ بھی تھوڑے بہت اچھے کام کر سکا اور تمام تکالیف برداشت کر سکا، میں صدق دل سے مانتا ہوں کہ یہ ایگنیز کی وجہ سے ہی ممکن ہو پایا۔

اور اب وہ اندھیرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی مجھ سے ڈورا کے بارے میں پوچھ رہی

تھی۔ مجھے اس کی تعریف کرتے سن رہی تھی، خود بھی اس کی تعریف کر رہی تھی اور اپنے خوبصورت چہرے پر اپنی پاکیزگی کی کچھ اور رمق بکھیر رہی تھی جس سے وہ مجھے اور بھی گراں قدر اور معصوم نظر آنے لگی! اف، ایکنیز میرے لڑکپن کی بہن، اگر میں اسی وقت سب کچھ جان لیتا تو پھر بعد میں اتنے دنوں تک اور کیا جانتا!ـــــ

میں نیچے اترا تو گلی میں ایک فقیر کھڑا تھا اور جب میں نے ایکنیز کی خاموش گہری آنکھوں کے بارے میں سوچتے ہوئے کھڑکی کی جانب سر اٹھایا تو فقیر کی بڑبڑاہٹ نے مجھے آگے بڑھ جانے پر مجبور کر دیا جیسے وہ صبح کی صدائے بازگشت ہو:

''ناعاقبت اندیش! ناعاقبت اندیش! ناعاقبت اندیش!''

●●●

باب 36

ولولہ

اگلے دن کی شروعات میں نے رومی حمام میں ڈبکی لگانے کے بعد کی اور پھر ہائی گیٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں اب بہت زیادہ مایوس نہیں تھا۔ مجھے اب اپنے پرانے کوٹ کا خیال نہیں آرہا تھا اور نہ بانکے سفید گھوڑے کی سواری کی خواہش ہو رہی تھی۔ ابھی حال کی پریشانی سے میرے سوچنے کا انداز یکسر بدل گیا تھا۔ مجھے اب یہ کرنا تھا کہ میں اپنی دادی کو یہ دکھادوں کہ ابھی تک انھوں نے میرے ساتھ خلوصِ دل سے جتنی نیکیاں کی تھیں، وہ انھوں نے کسی بے حس اور ناشکرے پر ضائع نہیں کی تھیں۔ اب مجھے اپنی کم سنی کی بے اعتدالیوں کو درست کرتے ہوئے مضبوط دل اور ارادے کے ساتھ کام کرنا تھا۔ اب مجھے لکڑہارے کی کلہاڑی سے مشکلات کے جنگل میں اپنے لیے خود راستہ صاف کرنا تھا اور اس وقت تک راستے کے پیڑوں کو کاٹتے جانا تھا، جب تک کہ میں ڈورا تک نہیں پہنچ جاتا۔ اور میں اتنی تیزی سے چلنے لگا جیسے یہ صرف چلنے سے ہی ہو جائے گا۔

جب میں اپنی جانی پہچانی ہائی گیٹ والی سڑک پر پہنچا، تو میں نے خود کو اس پرانی خوشی سے بہت دور محسوس کیا، جو اس سڑک سے وابستہ تھی اور ایسا لگا جیسے میری زندگی پوری طرح تبدیل ہو گئی ہو۔ لیکن اس سے میں دل شکستہ نہیں ہوا۔ نئی زندگی کے ساتھ نیا مقصد اور نیا ارادہ بھی تھا۔ محنت

بڑی چیز تھی، پھل بیش قیمت۔ پھل ڈورا تھی اور مجھے ڈورا کو حاصل کرنا ہی تھا۔

میرے دل میں یہ جذبہ اتنا شدید ہوتا گیا کہ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میرا کوٹ اس سے بھی کچھ زیادہ گندہ کیوں نہیں تھا۔ میں مشکلات کے جنگل میں، ان حالات میں ان درختوں کو کاٹ ڈالنا چاہتا تھا جس سے میری قوت اور مضبوطی ثابت ہو جائے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں تار کی کمانی والا چشمہ پہنے اس بوڑھے سنگ تراش سے کہوں جو سڑک پر پتھر توڑ رہا تھا کہ وہ کچھ دیر کے لیے اپنی ہتھوڑی مجھے دے دے اور گرینائٹ (پتھر) پر ڈورا کے لیے راستہ بنا لینے دے۔ میرے اندر اتنی زیادہ گرمی پیدا ہوگئی اور میری سانس پھول گئی کہ میں نے محسوس کیا کہ میں نے اتنا کما لیا ہے کہ اس کا مجھے اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا ہے۔ اسی حالت میں اس بنگلے پر پہنچا جس پر ''کرائے پر اٹھانے کے لیے'' لکھا ہوا تھا۔ میں نے بڑی باریکی سے اس کا جائزہ لیا —— کیونکہ میں نے سوچا کہ عملی رجحان ہونا ضروری ہے۔ بنگلہ میرے اور ڈورا کے لیے بڑا شاندار تھا؟ سامنے ایک چھوٹا باغیچہ تھا جہاں جپ دوڑ سکتا تھا اور ریلنگ سے باہری لوگوں پر بھونک سکتا تھا۔ اوپر دادی کے لیے ایک بڑا کمرہ تھا۔ میں پھر اس سے بھی زیادہ گرم جوشی اور تیزی کے ساتھ چلنے لگا اور ہائی گیٹ اتنی جلدی پہنچ گیا جیسے میں وہاں ایک گھنٹہ پہلے پہنچ گیا ہوں اور مجھے کافی دیر تک ٹہل ٹہل کر دم لینا چاہیے تھا تاکہ میں کسی کے سامنے جانے کے قابل ہو سکوں۔

اس تیاری کے بعد مجھے ڈاکٹر اسٹرانگ کا مکان تلاش کرنے کی فکر ہوئی۔ یہ ہائی گیٹ کے اس علاقے میں نہیں واقع تھا جہاں مسز اسٹیر فورتھ رہتی تھیں بلکہ اس چھوٹے سے شہر کے دوسری جانب تھا۔ جب میں نے مکان تلاش کر لیا تو میں اس کشمکش سے خود کو روک نہ پاتے ہوئے پھر پیچھے اس گلی کی طرف چلا گیا جدھر مسز اسٹیر فورتھ کا مکان تھا اور باغ کے کونے کی دیوار سے اندر دیکھنے لگا۔ اسٹیر فورتھ کا کمرہ بند تھا۔ پود گھر کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور روزا ڈارٹل ننگے سر، تیز قدموں سے ادھر سے ادھر چہل قدمی کر رہی تھیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی بہت خطرناک بات ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لان کے اسی ایک حصے پر بار بار ادھر سے ادھر ٹہلنے کا ان کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا تھا اور وہ تھکی جا رہی تھیں۔

میں مشاہدے کے مقام سے چپکے سے لوٹ آیا اور پڑوس کے اس حصے کو نظر انداز کرتے

ہوئے اور یہ سوچتے ہوئے کہ وہاں میں نہ گیا ہوتا تو ہی ٹھیک تھا، اس وقت تک یوں ہی ٹہلتا رہا جب تک کہ دس نہیں بج گئے۔ اونچا چرچ جو پہاڑی کے اوپر اب بن گیا ہے، اس وقت نہیں بنا تھا جس کی گھڑی مجھے وقت بتا سکتی۔ لال رنگ کی اینٹوں سے بنی عمارت جو اسکول کے طور پر استعمال کی جا رہی تھی، موجود تھی اور یہ ایک عمدہ پرانی عمارت تھی، اسکول کے لیے، جیسا کہ مجھے یاد پڑ رہا ہے۔

جب میں ڈاکٹر اسٹرانگ کے بنگلے پر پہنچا —— ایک خوبصورت پرانی جگہ جس پر لگتا تھا کہ انھوں نے خود کچھ پیسہ لگایا تھا۔ میں نے مکان کی مرمّت اور اس کے رنگ و روغن کو کہ یہ سب کام ابھی جلدی کرایا گیا تھا۔ دیکھ کر یہ اندازہ لگایا —— میں نے انھیں باغ کی ایک طرف گیٹس وغیرہ پہنے اسی طرح ٹہلتے دیکھا جیسے انھوں نے اسی طرح ٹہلنا بند ہی نہ کیا ہو جس طرح وہ میرے زمانۂ طالب علمی کے زمانے میں ٹہلا کرتے تھے۔ ان کے پرانی ساتھی یہاں بھی موجود تھے۔ کیونکہ قریب میں بہت اونچے اونچے پیڑ تھے اور دو تین رک (ایک قسم کا کوا) بھی گھاس پر اتر کر ان کی اس طرح دیکھ بھال کر رہے تھے جیسے کینٹر بری کے رکوں نے انھیں لکھ بھیجا ہو، جس کے نتیجے میں وہ اتنی قریب سے ڈاکٹر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اتنی دور سے انھیں اپنی جانب متوجہ نہ کر پانے کے احساس سے میں نے ہمّت کر کے گیٹ کھولا اور ان کی جانب بڑھنے لگا کہ جب وہ ادھر مڑیں گے تو میری ملاقات ہو جائے گی۔ جب وہ ادھر مڑے اور میری طرف آنے لگے تو چند لمحوں تک غور سے میری جانب دیکھتے رہے، بظاہر میرے بارے میں ذرا بھی نہ سوچتے ہوئے اور پھر ان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ انھوں نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

''آؤ، میرے پیارے کاپر فیلڈ'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''تم اب بڑے ہو چکے ہو! کیسے ہو تم؟ تمھیں دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میرے پیارے کاپر فیلڈ، تم میں بہت زیادہ تبدیلی آ گئی ہے! تم بالکل —— ہاں، میرے عزیز!''

میں نے کہا کہ امید ہے کہ وہ اچھے ہوں گے اور ان کی اہلیہ بھی۔

''ہاں، میرے عزیز!'' ڈاکٹر نے کہا ''اینی بالکل ٹھیک ہیں اور وہ تمھیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔ وہ تمھیں ہمیشہ بہت چاہتی تھیں۔ انھوں نے رات یہ کہا جب میں نے انھیں تمھارا خط

دکھایا۔اور ـــــ ہاں، مجھے پوری امید ہے ـــــ کہ تمھیں مسٹر جیک مالڈن یاد ہوں گے، کاپرفیلڈ؟''

''بہت اچھی طرح، جناب۔''

''یقیناً'' ڈاکٹر نے کہا''یقین جانو وہ بھی بالکل ٹھیک ہیں۔''

''کیا وہ گھر واپس آگئے ہیں، جناب؟'' میں نے پوچھا۔

''ہندوستان سے؟'' ڈاکٹر نے کہا'' ہاں، مسٹر جیک مالڈن وہاں کی آب و ہوا برداشت نہیں کر پائے، میرے عزیز۔ مسز مارکلہم ـــــ تم مسز مارکلہم کو بھولے نہیں نا؟''

''بوڑھی سپاہی کو بھول جاؤں گا! اور وہ بھی اتنے کم عرصے میں!''

ڈاکٹر نے کہا''مسز مارکلہم'' ان کے لیے بے حد پریشان تھیں، بے چاری۔ اس لیے ہم نے انھیں پھر واپس بلا لیا اور ان کے لیے ایک چھوٹے دفتر رجسٹری ایجادات کا انتظام کر دیا ہے جو ان کے لیے موافق ثابت ہو رہا ہے۔''

میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس دفتر میں مسٹر جیک مالڈن کو زیادہ کچھ کرنا دھرنا نہیں پڑتا ہوگا اور پیسہ بہت اچھا ملتا ہوگا۔ ڈاکٹر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہل ٹہل کر مجھے حوصلہ افزا نظروں سے دیکھتے ہوئے کہتے گئے:

''اب، میرے عزیز کاپرفیلڈ، تمھاری پیشکش کے بارے میں باتیں ہو جائیں۔ یہ تو میرے لیے بہت ہی خوشی اور اطمینان کی بات ہے، مجھے یقین ہے، لیکن کیا تم نہیں سوچتے کہ تم اس سے بہتر کام کر سکتے ہو؟ تم جب ہمارے یہاں پڑھتے تھے تو تم نے امتیاز کے ساتھ امتحانات پاس کیے۔ تم بہت سے بہتر کاموں کے لیے اہلیت رکھتے ہو۔ تم نے اپنی ایسی مضبوط بنیاد بنالی ہے، جس پر کوئی بھی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے اور کیا یہ دکھ کی بات نہ ہوگی کہ تم اپنی زندگی کا اہم ترین وقت ایسے معمولی کام میں لگا دو جو میں تمھیں دوں؟''

میں پھر تمتما اٹھا اور بڑے ہی پر جوش انداز میں، مجھے ڈر ہے، میں نے انھیں یاد دلایا کہ میں پہلے ہی سے پراکٹر کی ٹریننگ کر رہا ہوں۔

''ہاں، ہاں'' ڈاکٹر نے کہا'' وہ ٹھیک ہے۔ یقیناً، تم ایک پیشے کے لیے تیاری کر رہے ہو،

یہ ایک اچھی بات ہے، لیکن میرے اچھے نوعمر دوست، ستر پونڈ سالانہ کیا ہے؟''

''اس سے ہماری آمدنی دوگنی ہو جائے گی، ڈاکٹر اسٹرانگ۔'' میں نے کہا۔

''میرے عزیز!'' ڈاکٹر نے جواباً کہا ''اس کے بارے میں سوچنا ہے! میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ستر پونڈ سالانہ سے کچھ اور زیادہ نہ مل سکے گا کیونکہ میں نے جب بھی کسی نوعمر دوست کو اپنے یہاں رکھا ہے، تو میں اسے کوئی تحفہ بھی دیتا ہوں۔ بلاشبہ'' ڈاکٹر نے اب بھی میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا ''میں نے ہمیشہ سال میں ایک تحفہ دینے کا حساب رکھا ہے۔''

''میرے عزیز استاذ'' میں نے کہا (اب واقعی بغیر کسی حماقت کے) ''جواب تک مجھ پر جتنا احسان کر چکا ہے کہ اس کا شکر میں کبھی ادا ہی نہیں کر سکتا ـــــ ''

''نہیں، نہیں'' ڈاکٹر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ''مجھے معاف کرنا!''

''اگر آپ میرا وہی وقت لیں گے جو خالی ہے، اور یہ صبح اور شام کا وقت ہے، جس کے لیے مجھے ستر پونڈ سالانہ ملیں گے، یہ آپ کی ایسی مدد ہوگی جس کا اظہار میں کر ہی نہیں سکتا۔''

''میرے عزیز!'' ڈاکٹر نے معصومیت کے ساتھ کہا ''اتنی معمولی سی رقم کو اتنا زیادہ سمجھنا! میرے عزیز! اور جبکہ تم اس سے بہتر اور زیادہ آمدنی والا کام کرنے کے اہل ہو، تم میرے یہاں کام کرو گے؟ کیوں کہ تم نے زبان دے دی ہے؟'' ڈاکٹر نے کہا، ـــــ جیسا کہ وہ ہمیشہ ہم سبھی بچوں کی عزت کرتے ہوئے بات کرتے تھے اور ہمیں ان کی باتیں بہت اچھی لگتی تھیں۔

''میں نے زبان دے دی ہے، جناب!'' میں نے اسی طرح جواب دیا جیسے ہم اسکول کے دنوں میں دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر نے میرے شانے تھپتھپاتے ہوئے اور ہاتھ وہیں رکھے اوپر سے نیچے آنے کے دوران کہا، ''تو ٹھیک ہے۔''

''اور مجھے بیس گنا زیادہ خوشی ہوگی، جناب'' میں نے قدرے چاپلوسی بھری معصومیت سے کہا ''اگر مجھے ڈکشنری والے کام میں لگایا جائے۔''

ڈاکٹر رک گئے، مسکراتے ہوئے میرا شانہ تھپتھپایا اور فاتحانہ انداز میں اتنی زیادہ خوشی کے ساتھ فرمایا جیسے میں نے کوئی بہت بڑی بات جوان کے دل میں پہلے سے تھی، کہہ دی ہو۔ ''میرے

عزیز نوعمر دوست، تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ ڈکشنری کا کام ہی رہے گا!''

بھلا یہ کوئی اور چیز کیوں کر ہو سکتی تھی! اس کے لیے ان کی جیبیں بھی بھری ہوئی تھیں جتنا کہ ان کا دماغ۔ یہ ان کی ہر جانب سے چھلکی پڑ رہی تھی۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ اسکول سے سبکدوش ہونے کے بعد سے ان کا یہ کام حیرت انگیز طور پر تیزی سے بڑھ رہا ہے اور صبح وشام والے وقت سے زیادہ انھیں کوئی اور وقت اتنا موافق آ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ دن میں اپنی ٹوپی پہنے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلا کرتے تھے۔ ان کے کاغذات قدرے ادھر ادھر ہو گئے تھے کیونکہ مسٹر جیک مالڈن پچھلے کچھ دنوں سے کبھی کبھی املا نویسی کے فرائض انجام دے دیا کرتے تھے اور یہ کام وہ ٹھیک سے جانتے نہیں تھے، لیکن ہم جلد ہی اسے ٹھیک کر لیں گے اور پھر بہت تیزی سے آگے بڑھیں گے۔ اس کے بعد جب ہم نے باقاعدہ کام کرنا شروع کیا تو میں نے پایا کہ مسٹر جیک مالڈن کی کارستانی میرے لیے اس سے بھی زیادہ پریشان کن ثابت ہوئی جتنی کہ میں امید کر رہا تھا۔ کیونکہ انھوں نے خود کو صرف بے شمار غلطیاں کرنے تک ہی محدود نہیں رکھا تھا بلکہ ڈاکٹر کے اس گراں قدر مسودے پر جا بجا فوجیوں اور عورتوں کی تصویریں بنا رکھی تھیں کہ میں اکثر ابہام کے اس گورکھ دھندے سے پریشان ہو جاتا۔

ڈاکٹر ہم لوگوں کے ساتھ ساتھ اس شاندار طریقے سے کام کرنے کے خیال سے بہت خوش تھے اور ہم نے روز صبح سات بجے سے دو گھنٹے اور شام کو دو یا تین گھنٹے تک کام کرنے کا پروگرام رکھا، سنیچر کے علاوہ، جس دن مجھے آرام کرنا تھا۔ ہر اتوار بھی میں آرام کرتا تھا اور میں نے انھیں بہت آسان اور آرام دہ شرائط تصور کیا۔

ہم دونوں کے اطمینان بخش منصوبہ بنا لینے کے بعد ڈاکٹر مجھے اپنی بیگم سے ملوانے اندر لے گئے جو ہمیں ڈاکٹر کے نئے لکھنے پڑھنے کے کمرے میں کتابیں جھاڑتے ہوئے ملیں ——— ایک ایسی آزادی جو انھوں نے کبھی کسی کو اس پاکیزہ اثاثے کے لیے نہیں دی۔ انھوں نے میری وجہ سے ابھی تک ناشتہ ملتوی کر رکھا تھا، اس لیے ہم تینوں ناشتے کی میز پر ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔ ابھی ہمیں بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے اچانک مسز اسٹرانگ کے چہرے پر خوشی عود کر آتے دیکھی، پھر میں نے کسی کے آنے کی آہٹ سنی۔ ایک صاحب گھوڑے پر سوار گیٹ تک آئے

اور زین اپنے بازو پر رکھ کر گھوڑے کو لیے اندر چلے آئے، جیسے وہ بہت اطمینان سے چل رہے تھے۔ انھوں نے گھوڑا خالی بگھی خانے کی دیوار کے خالی چھلے میں باندھ دیا اور چابک ہاتھ میں لیے ناشتے والے کمرے میں چلے آئے۔ یہ مسٹر جیک مالڈن تھے اور ہندوستان جانے سے ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، میں نے سوچا۔ میں ان نوجوانوں سے خاصا بددل ہو چکا تھا جو مشکلات کے جنگل میں راستے کے پیڑوں کو کاٹ کاٹ کر گرا نہیں دیتے تھے اور میرا یہ تاثر بڑے دھیان سے سمجھا جائے۔

''مسٹر جیک! ڈاکٹر نے کہا'' کاپر فیلڈ!''

مسٹر جیک مالڈن نے مجھ سے ہاتھ ملایا لیکن زیادہ گرم جوشی سے نہیں، مجھے یقین ہے، اور بڑی بے دلی کے ساتھ، جو مجھے بہت بری لگی۔ لیکن مجموعی طور پر اس کی نقاہت اور اس کا ڈھیلا پن بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا تھا بجز اس وقت کے جب وہ اپنی سے مخاطب ہوتا۔

''آج صبح تم نے ناشتہ کیا تھا مسٹر جیک؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

''میں شاید ہی کبھی صبح ناشتہ کرتا ہوں، جناب'' اس نے آرام کرسی میں اپنا سر پیچھے جھکاتے ہوئے کہا'' مجھے اس سے بوریت ہوتی ہے۔''

''آج کوئی خبر ہے؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

''کوئی خبر نہیں، جناب'' مسٹر مالڈن نے جواب دیا۔ شمالی حصے میں کچھ لوگوں کے بھوکے اور بدحال ہونے کا ذکر ہے، لیکن کہیں نہ کہیں لوگ بھوکے اور بدحال ہوتے ہی رہتے ہیں۔''

ڈاکٹر سنجیدہ نظر آنے لگے اور بولے،'' دراصل میں موضوع بدلنا چاہتا تھا، لیکن کوئی خبر ہی نہیں ہے، اور کوئی خبر نہ ہونا، لوگ کہتے ہیں، کہ اچھی خبر ہے۔

''اخباروں میں قتل کی ایک طویل خبر چھپی ہے، جناب'' مسٹر مالڈن نے بتایا۔'' لیکن ہمیشہ کسی نہ کسی کا قتل ہوتا ہی رہتا ہے، اور میں نے اس خبر کی تفصیل نہیں پڑھی۔''

انسانیت کے تئیں ہر طرح کے کام اور ہر طرح کے جذبات سے اس قدر بے اعتنائی ایسی کوئی خوبی کی بات کبھی نہیں سمجھی گئی میرے خیال میں، جیسا کہ اس کے بعد سے میں اس بات پر غور کرتا رہا ہوں۔ میں نے اسے ایک طرح کا فیشن یقیناً جانا ہے۔ میں نے لوگوں کو اپنی بے اعتنائی کا

مظاہرہ بڑی کامیابی سے کرتے دیکھا ہے۔ بہت سی بظاہر شائستہ خواتین وحضرات کو بھی اس کا ایسا مظاہرہ کرتے دیکھا ہے جیسے وہ پیدائشی غارت گر ہوں۔ شاید اس وقت مجھے اس پر زیادہ حیرت ہوئی تھی کیونکہ اس وقت میرے لیے یہ نئی بات تھی لیکن اس نے مسٹر جیک مالڈن کے بارے میں میری رائے اور بہتر ہونے میں ذرا بھی مدد نہ کی یا یہ کہ اس میں میرا اعتماد ذرا بھی بڑھ پاتا۔

''میں یہ معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں کہ کیا آج رات اینی اوپیرا دیکھنے جائیں گی؟'' مالڈن نے ان کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا۔ ''اس موسم میں آج اس شو کی آخری رات ہے اور اس میں ایک مغنیہ ہے جس کا گانا اینی کو ضرور سننا چاہیے۔ وہ گانے میں بہت ماہر ہے۔ اس کے علاوہ وہ اتنی دلکش بدصورت ہے۔'' وہ نقاہت سے نڈھال ہوتا جارہا تھا۔

ڈاکٹر اس بات سے ہمیشہ خوش ہوتے تھے جس سے ان کی کم سن بیوی خوش ہوتی ہو۔ انھوں نے ان کی طرف گھوم کر کہا:

''تمھیں ضرور جانا چاہیے، اینی تم ضرور جاؤ!''

''میں نہیں جاؤں گی'' انھوں نے ڈاکٹر سے کہا۔ ''میں گھر میں رہنے کو ہی ترجیح دیتی ہوں۔ میں یہاں زیادہ راحت محسوس کروں گی۔''

مالڈن کی جانب دیکھے بغیر اینی نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا کہ ایگنیز کیسی ہے اور کیا وہ ان سے ملاقات کرے گی یا اس دن اس کے آنے کی امید نہیں تھی اور وہ اتنی پریشان سی لگ رہی تھیں کہ مجھے حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر تک جو توس میں مکھن لگا رہے تھے، بھی اس کی وجہ سے ناواقف لگ رہے تھے۔

لیکن انھوں نے کچھ دھیان نہ دیا۔ انھوں نے ان سے بڑی خوش دلی سے کہا کہ وہ ابھی جوان ہیں اور انھیں تفریح سے لطف اندوز ہونا ہی چاہیے اور ایک بوڑھے افسردہ شخص کے ساتھ خود بھی افسردہ نہیں رہنا چاہیے۔ مزید برآں انھوں نے کہا کہ وہ چاہیں گے کہ اینی ہر نئی مغنیہ کے گائے گیت انھیں گا کر سنائیں اور وہ ایسا کیسے کرسکتی ہیں، جب تک کہ وہاں جا کر سن نہیں لیتیں؟ لہٰذا ڈاکٹر نے انھیں جانے کے لیے زور دیا اور مسٹر جیک مالڈن رات کے کھانے پر آکر انھیں ساتھ لے جائیں گے، یہ طے ہو جانے کے بعد وہ اپنے دفتر چلا گیا، میرے خیال میں، لیکن وہ گیا

بہر حال گھوڑے پر ہی، بے حد نڈھال سا۔

میں اگلی صبح یہ جاننے کے لیے بیتاب تھا کہ آیا وہ واقعی او پیرا دیکھنے گئی تھیں یا نہیں۔ وہ نہیں گئی تھیں بلکہ انھوں نے مالڈن کو یہاں سے دور رکھنے کے لیے لندن بھیج دیا تھا اور سہ پہر کو ایگنیز سے ملنے چلی گئی تھیں اور ڈاکٹر کو زبردستی اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ وہ کھیت کی طرف سے پیدل گھر واپس لوٹے تھے، ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ شام بڑی سہانی ہونے کی وجہ سے وہ لوگ پیدل ہی چلے آئے۔ تب مجھے حیرت ہوئی کہ اگر ایگنیز شہر میں نہ ہوتی تو بھی کیا وہ جاتیں اور کیا ایگنیز کا ان پر بھی کچھ اثر تھا!

وہ بہت خوش نظر نہیں آ رہی تھیں، میں نے سوچا، لیکن ان کا چہرہ اچھا لگ رہا تھا یا انھوں نے ایسا بنا رکھا تھا۔ میں نے کئی بار ان کی طرف نظریں دوڑائیں کیونکہ ہمارے کام کرنے کے دوران پورے وقت وہ اسی کھڑکی میں بیٹھی رہیں اور انھوں نے ہمارے لیے ناشتہ تیار کیا جو ہم ان کے ہاتھ سے لے لے کر کھاتے رہے کیونکہ ہم لوگ کام میں مصروف تھے۔ جب رات کو نو بجے میں وہاں سے چلنے لگا تو وہ زمین پر جھکی ڈاکٹر کے جوتے اور گیٹس کھول رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر کچھ سایہ پڑ رہا تھا، نیچے کے کمرے کی کھڑکی میں جھول رہی پتیوں کا، اور ڈاکٹرس کا منس جاتے وقت راستے بھر مجھے رات کو ڈاکٹر کو پڑھتے ہوئے دیکھتے رہنے کا خیال آتا رہا۔

اب میں بے حد مصروف رہنے لگا تھا۔ صبح پانچ بجے سے نو یا دس بجے رات تک، لیکن اتنا زیادہ مصروف رہنے میں مجھے بے پناہ سکون مل رہا تھا اور کبھی کسی بھی حالت میں میں دھیرے دھیرے نہیں چلا اور خود میں جوش سا محسوس کرتا کہ میں جتنا زیادہ خود کو تھکاؤں گا، اتنا ہی زیادہ میں ڈورا کو حاصل کر لینے کا حق دار بنتا جاؤں گا۔ میں نے اپنی اس تبدیلی کا ذکر ابھی تک ڈورا سے نہیں کیا تھا کیونکہ وہ کچھ ہی دنوں بعد مس ملز سے ملنے آ رہی تھی اور تب تک کے لیے میں نے وہ سب باتیں ٹال رکھی تھیں، جو مجھے اس سے بتانی تھیں۔ میں نے اپنے خط میں (اب ہماری ساری خط و کتابت مس ملز کے توسط سے ہی ہو رہی تھی) صرف اتنا ہی لکھ دیا تھا کہ مجھے اس سے بہت کچھ بتانا ہے۔ دریں اثنا میں تھوڑا تھوڑا خوشبودار روغن اور بالکل ہی چھوڑ دیا گیا عرقِ لونڈر استعمال کرنے لگا اور میں نے گراں قدر قربانی دیتے ہوئے اپنے تین واسکٹ بیچ ڈالے جو میرے اتنے سخت کیریر

کے لیے موجب عیش معلوم محسوس ہو رہے تھے۔

ان سب باتوں سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے بلکہ بے صبری سے کچھ اور کر گذرنے کی خواہش میں جلتے ہوئے، میں ٹریڈلس سے ملنے کے لیے چلا گیا، جواب کاسل اسٹریٹ (Castle Street) میں ایک مکان کے چھوٹے سے کمرے میں رہنے لگا تھا۔ مسٹر ڈک جو میرے ساتھ ہائی گیٹ دو بار جا چکے تھے، اور ڈاکٹر سے دوستی کر چکے تھے، ان کو بھی میں نے ساتھ لے لیا۔

میں نے مسٹر ڈک کو ساتھ لے لیا کیونکہ دادی پر آئی آفت سے بری طرح مغموم اور سنجیدگی سے یہ سمجھتے ہوئے کہ میں ان دنوں جہاز پر کام کرنے کی سزا پانے والے یا ایک سزا یافتہ قیدی سے بھی زیادہ کام کر رہا تھا، وہ اتنے زیادہ فکر مند رہنے لگے کہ ان کا حوصلہ اور بھوک جاتی رہی جیسا کہ وہ کوئی کار آمد کام کر بھی نہیں سکتے تھے۔ ایسی حالت میں وہ اپنی ''دستاویز'' (میموریل) پوری کر پانے سے خود کو اور بھی قاصر محسوس کر رہے تھے۔ اور جتنا زیادہ وہ اس پر کام کر رہے تھے اتنا زیادہ کنگ چارلس اول کا بدقسمت سر اس میں حائل ہو جاتا۔ بہت گہرائی سے بھانپتے ہوئے کہ اگر انھیں کسی طرح سے یہ باور نہ کرا دیا گیا کہ وہ بھی کسی کام کے ہیں، ان کی کیفیت اور بھی ابتر ہوتی جائے گی، میں نے دل میں طے کیا کہ کوشش کروں کہ شاید اس سلسلے میں ٹریڈلس کچھ مدد کر سکے۔ اس کے پاس جانے سے قبل میں نے اسے ایک طویل خط لکھا جس میں میں نے تفصیل سے وہ سب لکھ دیا جن مسائل سے ہم دوچار تھے اور ٹریڈلس نے جواب میں نہایت ہمدردانہ اور دوستانہ خط لکھا۔

ہم وہاں پہنچے تو وہ چھوٹے سے کمرے میں بیٹھا گلدان اور چھوٹی گول میز واپس مل جانے پر نئے حوصلے سے ان کی جانب دیکھ دیکھ کر بڑی محنت سے کاغذ پر پھول بنانے میں مشغول تھا۔ اس نے ہمارا پر تپاک خیر مقدم کیا اور مسٹر ڈک سے ایک لمحے میں دوستی کر لی۔ مسٹر ڈک نے بڑے یقین کے ساتھ کہا کہ وہ ٹریڈلس سے پہلے مل چکے ہیں اور ہم دونوں نے جلدی سے کہہ دیا کہ ''اس کے بہت زیادہ امکانات ہیں۔''

پہلا موضوع جس پر مجھے ٹریڈلس سے بات کرنی تھی وہ یہ تھا ——— میں نے سن رکھا تھا کہ بہت سے لوگوں نے جنھوں نے مختلف میدانوں میں امتیاز حاصل کیا، اپنے کیریر کی شروعات

پارلیمانی مباحث کی رپورٹنگ کر کے کی تھی۔ ٹریڈلس نے ان اخباروں کا ذکر کیا تھا جہاں کچھ گنجائش نکل سکتی تھی۔ میں نے دونوں باتوں کو ساتھ ساتھ کرتے ہوئے ٹریڈلس کو اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں کس طرح اس کام کا اہل قرار دیا جاسکتا ہوں۔ اب ٹریڈلس نے مجھے بتایا کہ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا ہے کہ کچھ بہت ہی خاص جگہوں کو چھوڑ کر، باقی جگہوں پر شارٹ ہینڈ جاننا اور پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ اور شاید اسے محنت کر کے کچھ برسوں میں سیکھا جاسکتا ہے۔ ٹریڈلس نے ٹھیک ہی سمجھا کہ اتنے سے بات بن جائے گی، لیکن میں، یہ محسوس کرتے ہوئے، کہ یہاں بھی کچھ اونچے پیڑ کاٹ کر گرا دینے ہیں، فوراً میں نے ذورا تک پہنچنے کے لیے اس جھاڑی کو بھی کاٹ ڈالنے کے لیے کلہاڑی ہاتھ میں اٹھالی۔

''میں تمھارا بے حد شکر گذار ہوں ٹریڈلس، میرے یار!'' میں نے کہا ''میں کل سے ہی شروع کروں گا۔''

ٹریڈلس حیران سا رہ گیا، جو اسے ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ وہ میری پُر جوش دلی کیفیت سے واقف نہیں تھا۔

''میں ایک کتاب خرید لوں گا'' میں نے کہا ''جس میں شارٹ ہینڈ کے بارے میں خوب اچھی طرح لکھا ہو۔ میں کامنس میں اس کی مشق کروں گا، جہاں مجھے زیادہ کام نہیں کرنا رہتا۔ میں اپنی عدالتوں کی تقریریں نوٹ کیا کروں گا، مشق کی غرض سے ــــ ٹریڈلس، میرے عزیز ساتھی، میں اس میں مہارت حاصل کرلوں گا۔''

''میرے یار'' ٹریڈلس نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا ''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم ارادے کے اتنے پکّے ہو، کاپرفیلڈ!''

میں جانتا تھا کہ اس نے ایسا کیسے کہہ دیا کیونکہ یہ میرے لیے ایک نئی بات تھی۔ میں نے مسٹر ڈک کو بولنے کا موقع دے دیا۔

''آپ سمجھیے'' مسٹر ڈک شروع ہوگئے ''اگر میں اپنی لیاقت دکھا سکتا، مسٹر ٹریڈلس ــــ اگر میں ڈھول بجا سکتا ــــ یا کوئی اور چیز بجا سکتا!''

بے چارے! مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں تھا کہ وہ دیگر مشاغل کی بہ نسبت ان لغویات

میں ملوث ہونے کے لیے دل سے کوشاں رہتے تھے۔ ٹریڈلس نے، جولحاظ میں ذرا بھی مسکرایا نہیں، بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا:

لیکن آپ تو ایک اچھے قلم کار ہیں، جناب۔ تم نے مجھ سے یہی بتایا تھا کاپرفیلڈ؟''

''بہت بڑے!'' میں نے کہا۔ اور یقیناً وہ تھے۔ وہ غیر معمولی صفائی سے لکھتے تھے۔

''کیا آپ نہیں سمجھتے'' ٹریڈلس نے کہا'' آپ نقل نویسی کر سکتے ہیں اگر میں آپ کے لیے کام لا دوں؟''

مسٹر ڈک نے مشکوک نظروں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا'' کیوں ٹراٹ ووڈ؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مسٹر ڈک نے بھی اپنا سر ہلا دیا۔ انھیں دستاویز کے بارے میں بتا دو۔'' انھوں نے فرمایا۔

میں نے ٹریڈلس کو بتایا کہ مسٹر ڈک کی تصنیف میں کنگ چارلس اوّل کے خیال سے بچ پانے میں دقت پیش آ رہی ہے۔ اس اثنا میں مسٹر ڈک بڑی سنجیدگی سے تعظیماً ٹریڈلس کو دیکھتے رہے اور اپنا انگوٹھا چوستے رہے۔

''لیکن میں جن چیزوں کی نقل کرنے کی بات کر رہا ہوں، وہ تو پہلے ہی لکھی جا چکی ہیں اور اب مکمل ہو چکی ہیں۔'' ٹریڈلس نے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد کہا'' مسٹر ڈک کو اپنی طرف سے ان میں کچھ نہیں کرنا ہے۔ کیا یہ ٹھیک نہیں رہے گا کاپرفیلڈ؟ بہرحال، اسے کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے؟''

اس سے ہمیں نئی امید نظر آئی۔ میں اور ٹریڈلس آپس میں باتیں کر کے ایک منصوبہ بناتے رہے اور مسٹر ڈک اپنی کرسی سے بے قراری کے ساتھ ہمیں دیکھتے رہے۔ منصوبے کے مطابق ہم دونوں نے اگلے دن سے انھیں کام پر لگا دیا، بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ۔ بکنگھم اسٹریٹ میں ایک کھڑکی کے پاس ہم نے ایک میز پر وہ کام رکھ دیا جو ٹریڈلس نے ان کے لیے مہیا کیا تھا۔ میں اب بھول گیا کہ اس قانونی دستاویز کی کتنی نقول کرنی تھیں ——— اور ایک دوسری میز پر ہم نے مسٹر ڈک کا آخری نامکمل عظیم محضر پھیلا دیا۔ مسٹر ڈک کو ہماری یہ ہدایت تھی کہ وہ بالکل اسی طرح نقل کریں جیسے ان کے سامنے لکھا رکھا ہے، اصل سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوں، اور جیسے ہی ان

کے ذہن میں کنگ چارلس اوّل کا فتور پیدا ہو، وہ فوراً اچھل کر اپنے محضر میں لگ جائیں۔ ہم نے انھیں اس سلسلے میں اچھی طرح تاکید کر دی اور دادی سے کہا کہ وہ ان پر نظر رکھیں۔ دادی نے ہمیں بعد میں بتایا کہ شروع میں تو وہ اس طرح مستقلاً دونوں میزوں کے درمیان اچھل اچھل کر دیکھتے رہے جیسے کوئی نقارہ بجا رہا ہو لیکن پھر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس سے وہ پریشان اور تھک کر چور ہو جائیں گے، وہ اصل کاپی سامنے رکھ کر جلد ہی اسے بڑے ڈھنگ سے نقل کرنے لگے اور اپنا محضر کسی اور مناسب موقعے کے لیے ملتوی کر دیا۔ مختصر یہ کہ اگرچہ ہم لوگوں نے اس کا بہت خیال رکھا کہ وہ اس سے زیادہ کام ہرگز نہ کریں جس سے ان کو تکلیف ہو اور انھوں نے ہفتہ شروع ہونے کے کئی دن بعد ڈھنگ سے اس کام کو کرنا شروع کیا، اس کے باوجود سنیچر کی رات تک انھوں نے دس شلنگ اور نو پنس کا کام کر ڈالا اور میں جب تک زندہ رہوں گا کبھی نہیں بھول پاؤں گا کہ کس طرح وہ آس پاس کی تمام دکانوں پر اس رقم کو لے کر چھ پنس تبدیل کرانے کے لیے چکر لگاتے یا جس طرح انھوں نے اس رقم کو ایک کشتی میں دل کی شکل میں سجا کر دادی کے سامنے پیش کیا، آنکھوں میں تفاخر اور خوشی کے آنسوؤں کے ساتھ —— قاعدے کا کام شروع کرتے ہی ان کے چہرے پر سرشاری آ گئی اور سنیچر کی اس رات دنیا میں کوئی شخص خوش تھا تو یہ وہی شکر گزار بندہ تھا جو میری دادی کو دنیا کی سب سے زیادہ حیرت انگیز خاتون اور مجھے دنیا کا سب سے زیادہ حیرت انگیز نوجوان تصور کرتا تھا۔

''اب بھوکوں نہیں مریں گے ٹراٹ ووڈ۔'' مسٹر ڈک نے ایک کونے میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ''میں مہیّا کروں گا، جناب!'' اور انھوں نے دسوں انگلیاں ہوا میں اس طرح اٹھا دیں جیسے یہ دس بینک ہوں۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کون زیادہ خوش تھا، ٹریڈلس یا میں۔ ''واقعی'' ٹریڈلس نے اچانک اپنی جیب سے ایک خط نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا ''مسٹر مکابر کا یہ خط دینے کا تو مجھے دھیان ہی نہ آیا!''

خط (مسٹر مکابر خط لکھنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے) میرے نام لکھا گیا تھا ''ٹامی ٹریڈلس صاحب، انرٹمپل والے، کے توسط سے۔'' جس میں لکھا تھا:

'میرے عزیز کاپرفیلڈ'

شاید تم یہ خبر جاننے کے لیے تیار ہو گے کہ کچھ ہو گیا ہے۔ میں نے اس سے قبل تم سے ذکر کیا تھا کہ میں اس کے ہونے کی امید کر رہا تھا۔

میں اب اپنے پسندیدہ جزیرے کے ایک شہر میں (جہاں کا سماج کاشتکاروں اور کلرکوں کا ملا جلا سنگم جیسا کہا جا سکتا ہے) بہت ہی قابل لوگوں کے ساتھ خود کو جمانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مسز مکابر اور میرے بچے میرے ساتھ جائیں گے۔ ہماری خاک، مستقبل میں، غالباً ایک مقدس قبر کے پاس ملے گی جس کے لیے وہ جگہ جس کا ذکر کر رہا ہوں، اپنی شہرت رکھتی ہے۔

جدید بلونیا کو الوداع کہتے وقت، جہاں ہم طرح طرح کے نشیب وفراز سے گذرتے رہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ مسز مکابر اور میں اسے بھول نہیں سکتا، جو میں یہاں چھوڑے جا رہا ہوں۔ برسوں لگ سکتے ہیں اسے بھول پانے میں یا شاید ہم کبھی بھول ہی نہ پائیں، اس شخص کو جو ہماری گھریلو زندگی کی قربان گاہ پر، سخت سے سخت گھڑی میں بھی ہمارا ساتھ دیتا رہا ہے۔ اگر جدائی کے اس موقعے پر تم بھی مسٹر ٹریڈلس کے ساتھ ہماری موجودہ رہائش گاہ، پر آ جاؤ اگر تم وہاں آ کر اپنی نیک خواہشات پیش کرو جو اس موقع پر ضروری ہیں تو بڑا احسان ہو گا ایک ایسے شخص پر جو ہمیشہ تمھارا ہے' ولکنس مکابر'

یہ جان کر میں بہت خوش ہوا کہ مسٹر مکابر اپنی دھول اور خاک کی فکر سے نجات پا چکے ہیں اور بالآخر واقعی کچھ ہو ہی گیا۔ ٹریڈلس سے یہ جان کر، کہ یہ دعوت نامہ اسی شام کے لیے ہے جو اب ڈھل رہی ہے، میں نے چلنے کے لیے ٹریڈلس سے آمادگی ظاہر کر دی اور ہم ساتھ ساتھ مسٹر مکابر کے مکان پر پہنچے جہاں وہ مارٹائمر کے نام سے رہائش پذیر تھے۔ مکان گریز ان روڈ (Gray's inn Road) کے اوپری حصے پر واقع تھا۔

اس رہائش گاہ میں جگہ اتنی محدود تھی کہ ہم نے دیکھا دونوں جڑواں بچے جو اب آٹھ نو برس کے ہو چکے تھے، بیٹھکے میں ایک جھلنگی پلنگ پر آرام کر رہے تھے جہاں مسٹر مکابر نے ایک جگ میں مشروب بنا رکھا تھا جس کے لیے وہ مشہور تھے۔ اس موقعے پر مجھے ماسٹر مکابر سے پھر ملنے کا اتفاق ہوا جو اب بارہ تیرہ سال کا نوجوان ہو رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر اس کی بہن مس مکابر کو دیکھا جس میں، جیسا کہ مسٹر مکابر بتا چکے تھے کہ ''جیسے اس کی ماں عنقہ پرندے کی طرح

پھر جوان ہوگئی ہو۔''

''میرے عزیز کاپرفیلڈ'' مسٹر مکابر نے کہا'' تم اور تمھارے دوست مسٹر ٹریڈلس دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہم ہجرت کرنے والے ہی ہیں اور ان تکالیف کے لیے مجھ کو معاف کروگے جو اس موقع پر فطری ہیں۔''

چاروں طرف دیکھتے ہوئے میں نے اس کا مناسب جواب دیتے وقت محسوس کیا کہ سارا سامان باندھا جاچکا تھا اور یہ کسی طرح بھی بہت زیادہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ میں نے آنے والی خوش آئند تبدیلی کے لیے مسز مکابر کو مبارکباد پیش کی۔

''میرے عزیز کاپرفیلڈ!'' مسز مکابر نے فرمایا'' میرے سارے گھریلو معاملات میں تمھارا دوستانہ اور ہمدردانہ رویہ مجھے اچھی طرح یاد رہے گا۔ میرا خاندان چاہے تو ہماری ہجرت کو جلاوطنی سمجھ سکتا ہے لیکن میں ایک بیوی اور ماں ہوں اور میں مسٹر مکابر کو کبھی نہیں چھوڑوں گی۔''

مسز مکابر نے ٹریڈلس کی جانب اسی جذباتی انداز میں دیکھا تو اس نے جیسے ان کی ساری باتوں کو چپ چاپ مان لیا۔

''یہ کہ'' مسز مکابر نے مزید فرمایا'' یہ کہ کم از کم میرا یہ ماننا ہے میرے عزیز مسٹر کاپرفیلڈ اور مسٹر ٹریڈلس کہ جب میں نے کبھی نہ مٹنے والے الفاظ دہرائے تھے'' میں، ایما تمھیں قبول کرتی ہوں، ولکنس'' میں نے گذشتہ رات شمع کے سامنے عبادت کی اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میں مسٹر مکابر کو کبھی نہیں چھوڑ سکوں گی۔ اور'' مسز مکابر نے کہا'' ہوسکتا ہے مجھے دیکھ کر ایسی غلط فہمی ہوجائے لیکن میں کبھی انھیں چھوڑوں گی نہیں!''

''عزیز از جان'' مسٹر مکابر نے قدرے بے قراری کے ساتھ کہا'' مجھے نہیں لگتا کہ تم کبھی اس قسم کا کچھ کروگی۔''

''مجھے اس کا احساس ہے مسٹر کاپرفیلڈ'' مسز مکابر نے فرمایا'' کہ اب میں اجنبیوں کے درمیان رہنے جارہی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے خاندان کے متعدد افراد، جنھیں مسٹر مکابر نے اس حقیقت سے مطلع کرنے کے لیے بہت ہی شریفانہ اصطلاحات میں لکھا ہے، ان لوگوں نے مسٹر مکابر کے خطوط پر ذرا بھی دھیان نہیں دیا ہے۔ یقیناً میں توہم پرست ہوسکتی ہوں'' مسز

مکابر نے کہا، لیکن مجھے لگتا ہے کہ مسٹر مکابر ان لوگوں کو چاہے جتنے خطوط لکھتے رہیں، انھیں کبھی کہیں سے کوئی جواب نہیں آئے گا۔ میرے خاندان والوں کی ایسی چپّی سادھے رہنے سے مجھے لگتا ہے کہ میں نے وہاں جانے کا جو فیصلہ کیا ہے، اس سے وہ لوگ خوش نہیں ہیں لیکن مجھے اپنے فرض کے راستے سے ڈگمگانا نہیں چاہیے، مسٹر کاپر فیلڈ، اگر میرے پاپا اور ممی زندہ ہوتے اور وہ بھی اسے پسند نہ کرتے، تب بھی ہم جاتے۔''

میں نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ وہ بالکل ٹھیک راستے پر جا رہی ہیں۔

''یہ قربانی جیسی ہو سکتی ہے'' مسز مکابر نے فرمایا ''خود کو کیتھیڈرل (بڑے گرجے) والے شہر میں مقید کر لینا، لیکن مسٹر کاپر فیلڈ، اگر یہ میرے لیے ایک قربانی ہے تو مسٹر مکابر جیسے صلاحیت والے آدمی کے لیے اور بڑی قربانی ہے۔''

''اوہ! تو آپ کیتھڈرل شہر جا رہی ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

مسٹر مکابر، جو جگ سے ہم لوگوں کو (مشروب دے کر) مستفید کر رہے تھے، بول پڑے:

''کینٹر بری جا رہے ہیں۔ دراصل میرے عزیز کاپر فیلڈ، میری بات اپنے دوست یورایہ ہیپ سے ہوئی اور میں نے انھیں زبان دے دی کہ میں ان کے ساتھ کام کروں گا ـــــ ان کے راز کے کام کرنے والے کلرک کی حیثیت سے۔''

میں نے حیرت سے مسٹر مکابر کی جانب دیکھا جو میرے اس طرح متحیر ہو جانے سے خاصے لطف اندوز ہوئے۔

''میں تم سے بتانے پر مجبور ہوں'' انھوں نے بڑی شان سے فرمایا ''کہ یہ مسز مکابر کے تاجرانہ مزاج اور ان کے مشوروں کا ہی نتیجہ ہے۔ چیلنج، جس کا ذکر اس سے قبل ایک موقعے پر انھوں نے کیا تھا، ایک اشتہار کی شکل میں دے کر، جسے میرے دوست ہیپ نے پڑھا جس سے ہم دونوں نے ایک دوسرے کی اہمیت کو سمجھا۔ اپنے دوست ہیپ کے بارے میں'' مسٹر مکابر نے کہا ''جو بہت زیادہ ہوشیار ہیں، میں بڑے احترام سے بات کرتا ہوں۔ میرے دوست ہیپ نے معاوضے کے طور پر بہت لمبی تنخواہ تو نہیں مقرر کی ہے لیکن انھوں نے کام کے لحاظ سے میری خدمات کا خیال رکھتے ہوئے اور ان خدمات کی قیمت سمجھتے ہوئے جن میں میں یقین رکھتا ہوں،

میرے لیے ترقی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ خطابت اور ذہانت جتنی مجھ میں پائی جاتی ہے'' مسٹر مکابر نے شیخی بگھارتے ہوئے مزید شان سے فرمایا ''اب اپنے دوست ہیپ کی خدمت میں لگا دوں گا۔ مجھے اب کچھ کچھ قانونی معلومات بھی ہو چکی ہیں ــــــ اپنے مقدمات کا سامنا کرتے کرتے ــــــ اور میں بہت جلد انگلستان کے نہایت معزز اور مشہور ماہرِ قانون کے تبصروں پر کام شروع کر دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بتانا غیر ضروری ہوگا کہ میرا اشارہ جسٹس بلیک اسٹون کی طرف ہے۔''

ان زرّیں خیالات اور یقیناً اس شام ان کی بلیغ تقاریر کے بیشتر حصے کے دوران مسز مکابر مداخلت کرتے ہوئے بتاتی رہیں کہ ماسٹر مکابر اپنے جوتوں پر بیٹھ گیا ہے یا اپنا سر دونوں ہاتھوں سے اوپر کو اس طرح تانے ہوئے ہے گویا یہ ڈھیلا پڑ گیا ہے، یا میز کے نیچے اس نے ٹریڈلس کو لات ماردی ہے یا وہ اپنے پاؤں ایک دوسرے پر چڑھا رہا ہے یا اپنے پاؤں بہت زیادہ پھیلا رہا ہے یا بغل میں پڑا ہوا ہے اور اس کے بال گلاسوں میں گھس گئے ہیں اور مسٹر مکابر انھیں بڑی ناراضگی کے ساتھ سنتے جاتے۔ میں پورے وقت تک ششدر سا بیٹھا مسٹر مکابر کے منصوبوں کو سنتا اور حیران ہوتا رہا کہ ان کا مطلب کیا ہے، جب تک کہ مسز مکابر نے تقریر کا تار پھر نہیں پکڑ لیا اور میری توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔

''میں مسٹر مکابر سے جس چیز کے لیے کا خاص طور سے محتاط رہنے کی گذارش کرتی ہوں، یہ ہے'' مسز مکابر نے فرمایا'' کہ یہ قانون کے نچلے درجے کے کام سے شروعات کر کے اس پیشے کی سب سے زیادہ بلندی پر پہنچ جانے کا راستہ بند نہیں کر رہے ہیں، مسٹر کاپر فیلڈ۔ مجھے پورا بھروسا ہے کہ مسٹر مکابر اپنا ذہن ایک ایسے پیشے میں لگانے جا رہے ہیں جو ان کے مزاج اور ان کی صلاحیتوں کے عین موافق ہے اور ان کی زبان کی روانی یقیناً رنگ لائے گی اور وہ ایک ممتاز عالمِ قانون بن جائیں گے۔ مثال کے طور پر، مسٹر ٹریڈلس'' مسز مکابر نے پورے جوش وخروش کے ساتھ فرمایا۔ ''ایک جج یا آپ کہہ سکتے ہیں کہ چانسلر کیا کوئی اس سے بھی زیادہ بلندی پر پہنچ سکتا ہے، ایک ایسے دفتر میں کام شروع کرنے کے بعد، جہاں کام کرنا مسٹر مکابر نے منظور کر لیا ہے؟''

''جانِ عزیز'' مسٹر مکابر بول پڑے ــــــ لیکن ٹریڈلس کی جانب بھیگی آنکھوں سے

دیکھتے ہوئے ــــ ''ان امور پر سوچ بچار کرنے کے لیے ہمارے پاس کافی وقت ہے۔''

''مکابر'' انھوں نے پلٹ کر کہا ''نہیں! زندگی میں تم ہی غلطی کرتے رہے ہو کہ تم زیادہ آگے نہیں دیکھتے۔ تمھیں اپنے کنبے کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے ضروری ہے، اگر خود اپنے لیے نہ کرو، کہ افق کے بلند ترین نقطے تک دیکھنے کی کوشش کرو، جہاں تک تمھاری صلاحیتیں لے جاسکیں۔''

مسٹر مکابر کو کھانسی آگئی اور انھوں نے بے حد اطمینان اور افتخار کے ساتھ جام ہونٹوں سے لگالیا ــــ اب بھی ٹریڈلس کی جانب دیکھتے ہوئے، جیسے وہ اس کی رائے جاننے کے متمنی ہوں۔

''تو یہ ہے، صاف بات، مسز مکابر'' ٹریڈلس نے انھیں کسی قدر حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ''میرا مطلب ہے آپ نے غیر شاعرانہ طور پر اصلی حقیقت...''

''صحیح کہا'' مسز مکابر بات کاٹتے ہوئے بول پڑیں ''میرے عزیز ٹریڈلس، میں اتنے اہم مسئلے پر جتنی غیر شاعرانہ ہوسکتی ہوں، ہونا چاہوں گی۔''

ٹریڈلس نے کہا ''قانون کی یہ شاخ بہت اہم ہے'' اگر مسٹر مکابر ایک تعلیم یافتہ اعلیٰ مشیرِ قانون ہوتے ــــ''

''بالکل صحیح'' مسز مکابر نے برجستہ کہا۔ (ولکنس تم بار بار بھینگی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، پھر تمھاری آنکھ ٹھیک نہ ہو پائے گی، سمجھ لو!)

''اس سے انھیں کچھ نہیں لینا دینا ہے'' ٹریڈلس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''صرف ایک بیرسٹر ہی اس کے لیے اہل مانا جاتا ہے اور مسٹر مکابر بیرسٹر نہیں ہوسکتے، پانچ سال تک باقاعدہ تعلیم حاصل کیے بغیر۔''

''کیا میں تمھاری بات ٹھیک سے سمجھ رہی ہوں؟'' مسز مکابر نے اس میں پوری دلچسپی لیتے ہوئے کہا ''کیا میں سمجھوں، میرے عزیز مسٹر ٹریڈلس، کہ یہ مدت (پانچ برس) پوری کر لینے کے بعد مسٹر مکابر جج یا چانسلر بن جانے کے اہل ہو جائیں گے؟''

''ہاں، تب وہ اس کے اہل ہو جائیں گے۔'' ٹریڈلس نے لفظ 'اہل' پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''شکریہ'' مسز مکابر نے کہا ''اتنا کافی ہے۔ اگر ایسی بات ہے اور مسٹر مکابر یہ کام کرتے ہوئے لاپروائی سے یہ موقع گنوا نہیں دیتے تو میری یہ فکر ختم سمجھو۔ میں کہتی ہوں'' مسز مکابر نے

اسی جوش وخروش کے ساتھ فرمایا ''ایک عورت کی حیثیت سے، جو کہ میں ہوں، لیکن میں ہمیشہ یہی سمجھتی رہی ہوں کہ مسٹر مکابر میں وہ خصوصیت ہے جو میں اپنے پاپا کو ان کے بارے میں کہتے سنا کرتی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے پاس جج کا دماغ ہے اور مجھے امید ہے کہ مسٹر مکابر اب اس میدان میں داخل ہو رہے ہیں جہاں ان کے دماغ کو اور فروغ حاصل ہوگا اور وہ ایک شاندار حیثیت حاصل کر لیں گے۔''

مجھے پورا یقین ہے کہ مسٹر مکابر نے خود کو اپنی جج کے دماغ والی نظر سے لارڈ چانسلر کے روپ میں دیکھا۔ انھوں نے بڑے اطمینان سے اپنے گنجے سر پر ہاتھ پھیرا اور بڑے پرسکون انداز میں فرمایا ——

''جانِ عزیز، ہم قسمت کے فیصلوں کے لیے پہل قدمی نہیں کریں گے۔ اگر میری قسمت میں وگ (جو جج سر پر پہنتے ہیں) پہننا لکھا ہے، تو کم از کم ظاہری طور پر میں اسے پہننے کے لیے تیار ہوں۔'' (اپنے گنجے پن کا خیال کرتے ہوئے) اس اعزاز کو حاصل کرنے کے لیے، مجھے اپنے سر پر بال نہ رہ جانے کے لیے افسوس نہیں اور شاید میں ایک خاص مقصد کے تحت ہی بال سے محروم کر دیا گیا ہوں، میں کہہ نہیں سکتا۔ میرا ارادہ ہے، عزیز کاپر فیلڈ کہ اپنے بیٹے کو چرچ کے لیے تعلیم دلواؤں گا۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا کہ اگر وہ یہ افتخار حاصل کر لیتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔''

''چرچ کے لیے؟'' میں نے اب بھی معاملے کے نشیب و فراز پر غور کرتے ہوئے کہا ''یورایا ہیپ کے ساتھ رہ کر؟''

''ہاں، مسٹر مکابر نے کہا'' اس کی غیر معمولی بلند (قوالوں جیسی) آواز ہے اور وہ کلیسائی سرودخواں کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ کینٹر بری میں ہماری رہائش گاہ اور ہمارے مقامی تعلقات، اس میں شبہ نہیں، کہ اس جگہ کو حاصل کرنے میں معاون ہوں گے، جو بڑے گرجے کے عملہ میں خالی ہوگی۔''

ماسٹر مکابر کی جانب پھر دیکھتے ہوئے میں نے پایا کہ اس کے چہرے پر عجب سا تاثر نظر آ رہا تھا جیسے اس کی آواز اس کے ابرو کے پیچھے ہو، جہاں یہ اس وقت محسوس ہو رہی تھی جب وہ ہمارے لیے گا رہا تھا۔ اس کے گانے کی خوب تعریف کر چکنے کے بعد ہم کچھ عام موضوعات پر گفتگو

کرنے لگے اور جیسا کہ میں اپنے بدلے ہوئے حالات کی تکلیف اپنے تک ہی محدود رکھ پانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا، میں نے ان کا ذکر مسٹر اور مسز مکابر سے کر دیا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری دادی کو پریشانی میں سن کر وہ دونوں کتنے زیادہ مسرور ہوئے اور اس سے انھیں کتنی اپنائیت اور آرام کا احساس ہوا۔

جب ہم پنچ (مشروب) کے آخری دور تک پہنچے، میں نے ٹریڈلس کو مخاطب کرتے ہوئے اسے یاد دہانی کرائی کہ اپنے خیر خواہوں کے لیے ان کی زندگی کی نئی شروعات کے لیے صحت، خوشی اور کامیابی کی دعاؤں کے بغیر ہم جدا نہیں ہوں گے۔ میں نے مسٹر مکابر سے درخواست کی کہ وہ ہمارے جام خوب بھر دیں اور ہم نے ان کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے ان سے ہاتھ ملایا اور اس موقعے کے لیے مسز مکابر کو چوم لیا۔ ٹریڈلس نے بھی میری نقل کرتے ہوئے پہلا کام تو کر دیا لیکن دوسرے والے کے لیے اس نے خود کو اتنا پرانا خیر خواہ نہیں سمجھا۔

''عزیز کاپر فیلڈ'' مسٹر مکابر نے اپنے واسکٹ کی دونوں جیبوں میں اپنا ایک ایک انگوٹھا باہر رکھتے ہوئے کہا ''میری نوجوانی کے ساتھی! اگر مجھے اس طرح اظہار کرنے دیا جائے —— اور میرے پیارے دوست ٹریڈلس! اگر مجھے اس طرح مخاطب کرنے کی اجازت دی جائے —— دونوں مجھے اجازت دیں گے، مسز مکابر کی جانب سے، میری جانب سے اور ہمارے بچوں کی جانب سے کہ میں دل کی گہرائیوں سے ان کی نیک خواہشات کے لیے ان کا شکریہ ادا کر سکوں۔ اس کی امید کی جا سکتی ہے کہ اس ہجرت کے موقعے پر، جس سے ہم ایک بالکل ہی نئی جگہ چلے جائیں گے'' مسٹر مکابر اس طرح کہہ رہے تھے جیسے وہ لوگ پانچ لاکھ میل دور جا رہے ہوں'' مجھے اپنے ان دونوں خیر خواہوں کے سامنے، جنھیں میں اس وقت دیکھ رہا ہوں، ایک الوداعی خطبہ پیش کرنا چاہیے۔ لیکن اس موقع پر مجھے جو کچھ کہنا ہے، میں کہہ چکا ہوں۔ سماج میں جو بھی مرتبہ حاصل کر پاؤں، اس عالمانہ پیشے کے توسط سے جس کا میں ایک نااہل رکن بننے جا رہا ہوں، میں کوشش کروں گا کہ اس پیشے کی توہین نہ کرنے پاؤں اور مسز مکابر کی پوزیشن محفوظ رہے۔ کچھ مالی بوجھ کے وقتی دباؤ کے تحت جس کا فوراً تصفیۂ حساب ہونا تھا، لیکن جو طرح طرح کے حالات کی وجہ سے نہ کیا جا سکتا تھا، مجھے اپنا حلیہ بدل کر روپوش ہونا پڑا —— میرا اشارہ کالے چشمے کی طرف ہے

—— اور مجھے اپنا نام بدل کر دوسرا لقب اختیار کرنا پڑا جس کا میں قانونی طور سے دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ان سب باتوں کے سلسلے میں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ اب تاریکی کے بادل چھنٹ چکے ہیں اور ایک بار پھر دن کا دیوتا پہاڑ کی چوٹیوں پر چمکنے لگا ہے۔ اگلے دوشنبہ کو سہ پہر چار بجے کوچ کینٹر بری پہنچنے پر میرے قدم اپنے وطن کی جھاڑیوں پر پڑیں گے —— میرا نام پھر رہے گا مکابر!"

مسٹر مکابر اس اظہارِ خیال کے بعد اپنی جگہ بیٹھ گئے اور انھوں نے جلدی جلدی دو گلاس پنچ سے گلا تر کیا۔ اس کے بعد انھوں نے اور بھی مستعدی کے ساتھ فرمایا!

"یہ علاحدگی مکمل ہونے سے قبل مجھے ایک کام اور کرنا ہے اور وہ ہے ایک انصاف کا کام انجام دینا۔ میرے دوست مسٹر ٹریڈلس جنھوں نے اس سے قبل دو موقعوں پر "اپنا نام دے دیا تھا" اگر میں ایک عام انداز میں ظہار کروں، میرے مکان کے کرائے کی ادائیگی کے لیے۔ پہلے موقعے پر مسٹر ٹریڈلس چھوڑ دیے گئے تھے —— مجھے کہنے دیجیے، مختصر یہ کہ، دوستانے میں۔ دوسرا بل ابھی نہیں آیا۔ پہلے بل کی رقم" اب مسٹر مکابر نے کاغذات دیکھنا شروع کیا" رقم تھی، میں سمجھتا ہوں، تیئیس، چار، اور ساڑھے نو۔ دوسرے بل کی، میرے لکھے حساب کے مطابق اٹھارہ، چھے، دو ہے۔ انھیں جوڑنے پر، اگر میرا جوڑ صحیح ہے تو، کل اکتالیس، دس، ساڑھے گیارہ ہوتا ہے۔ میرے دوست کاپرفیلڈ مہربانی کر کے ذرا ٹوٹل چیک کر دیں گے؟"

میں نے ٹوٹل چیک کر دیا اور یہ ٹھیک تھا۔

"یہ شہر چھوڑتے ہوئے" مسٹر مکابر نے فرمایا۔ "اور اپنے دوست مسٹر ٹریڈلس کو بغیر ان کا بقایا حساب چکتا کیے، چھوڑتے ہوئے میرے ذہن پر ایک بہت بڑا بوجھ رہے گا۔ اس لیے میں نے اپنے دوست مسٹر ٹریڈلس کے لیے ایک دستاویز تیار کی ہے جس میں یہ سب لکھ دیا ہے۔ میں اسے اپنے دوست مسٹر ٹریڈلس کو سونپ رہا ہوں۔ یہ اکتالیس، دس، ساڑھے گیارہ کا حساب چکتا اور مجھے اپنا وقار بحال کر لینے اور یہ سوچ کر کہ میں اپنے ساتھی کے سامنے پھر اپنا سر اٹھا کر چل سکتا ہوں، میں بے حد خوش ہوں!"

اس تعارف کے ساتھ (جو زیادہ تر انھیں کے لیے تھا) مسٹر مکابر نے وہ دستاویز ٹریڈلس کے ہاتھ میں تھمادی اور فرمایا کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں اس کے لیے نیک خواہشات پیش

کرتے ہیں۔ مجھے لگ رہا ہے کہ صرف یہی بات نہیں تھی کہ مسٹر مکابر اس کاغذ کے ٹکڑے کو اس طرح اسے دے رہے تھے جیسے پوری رقم ہی پیش کر رہے ہوں بلکہ خود ٹریڈلس بھی اس وقت یہی سمجھ رہا تھا اور کافی دیر بعد وہ اس کے بارے میں سوچ پایا۔

مسٹر مکابر اپنے ساتھی کے سامنے اب سر اتنا زیادہ اٹھا کر چلنے لگے کہ جب وہ زینے سے اترے تو دوبارہ ان کا سینہ چوڑا ہوتا دکھائی دینے لگا۔ ہم لوگ بے حد گرم جوشی کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور جب میں نے ٹریڈلس کو اپنے گھر تنہا جاتے ہوئے دیکھا تو میں نے دوسری متفرق اختلافی باتوں کے بارے میں بھی سوچا جن سے میں لطف اندوز ہوا۔ ان میں مجھے غیر مستقل مزاج مکابر کی وہ ہمدردی یاد آئی جب انھوں نے مجھے اپنے ساتھ ایک کرائے دار کی حیثیت سے رکھا تھا تو انھوں نے مجھ سے کرائے کے لیے کبھی نہیں کہا۔ اس سے انکار کر دینے کی جرأت میں خود میں نہیں پاتا اور مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ بھی اسے جانتے تھے (یہ ان کی خوبی میں نوٹ کیا جانا چاہیے) جیسے کہ میں نے نوٹ کیا۔

●●●

باب 37

خوشیوں پر پانی پھرنا

میری نئی زندگی ایک ہفتے سے زیادہ تک اسی طرح چلتی رہی اور میں نے اس بحران سے نبٹنے کے لیے جو کچھ دل میں ٹھان لی تھی اس کے لیے خود کو خاصا مضبوط محسوس کرنے لگا تھا۔ میں نے خوب تیز چلنا جاری رکھا اور یہ اندازہ ہوتا رہا کہ میں ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔ میں نے اسے ایک اصول بنا لیا تھا کہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے میں جتنی زیادہ مشقت کر سکتا ہوں، کرتا رہوں، میں نے خود کو پوری طرح مظلوم بنا رکھا تھا یہاں تک کہ میں نے گوشت خوری ترک کر کے ساگ، سبزی کا استعمال ہی شروع کر دیا، اس فضول سے خیال کے تحت کہ ایک گھاس چرنے والے کی حیثیت سے میں ڈورا کے سامنے قربانی پیش کر سکوں گا۔

ابھی تک ننھی ڈورا میرے ارادے کی پختگی سے بالکل بے خبر تھی، اس کے علاوہ کہ اب میرے خطوط میں اس کا رنگ گہرا ہونے لگا تھا۔ لیکن دوسرا سنیچر آیا اور اس سنیچر کی شام اسے مس ملز کے یہاں آنا تھا اور مس ملز جب اپنے تاش کلب گئی ہوئی تھیں تو گلی سے گذرتے وقت انھوں نے مجھے بتا دیا تھا اور مجھے وہاں چائے پر جانا تھا۔

اس وقت تک ہم لوگ بکنگھم اسٹریٹ میں خوب ٹھیک سے جم گئے تھے جہاں مسٹر ڈک بڑی شان اور مستعدی سے نقل نویسی کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ میری دادی نے مسٹر کرپ پر

ایک علامتی فتح یوں حاصل کر لی تھی کہ پہلا گھڑا جو مسز کرپ نے زینے پر رکھ چھوڑا تھا، اسے دادی نے کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور ایک زائد ملازم اس کام کے لیے رکھ لیا کہ وہ زینے پر اوپر نیچے چڑھتے اترتے وہاں اس قسم کی کوئی چیز پھر نہ رکھنے دے۔ ان سخت اقدامات سے مسز کرپ کے دل میں ایسا خوف سما گیا کہ وہ اپنے باورچی خانے میں ہی مقید ہو کر رہ گئیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ دادی پاگل ہیں۔ میری دادی مسز کرپ یا کسی اور کے بھی خیال کو ذرا بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے بلکہ اس خیال کو کمزور کرنے کے بجائے اسے اور تقویت پہنچاتے ہوئے مسز کرپ کا دل چند دنوں میں اتنا کمزور کر دیا کہ زینے پر آ کر میری دادی سے مقابلہ کرنے کے بجائے وہ خود کو دروازوں کے پیچھے چھپانے لگیں ـــــ بہرحال ان کے چوڑے فلالین کے پیٹی کوٹ کا کنارہ دروازے سے جھانکتا رہتا تھا ـــــ یا دادی کی آہٹ پاتے ہی وہ کسی تاریک کونے میں دبک جاتیں۔ اس سے میری دادی نے ایسی ناقابلِ بیان راحت محسوس کی کہ مجھے یقین ہے کہ انھیں اپنے سر پر اول جلول ڈھنگ سے ٹوپی رکھے، زینے پر اس وقت چڑھنے اترنے میں کافی لطف آنے لگا جب وہ سمجھتیں کہ مسز کرپ زینے پر آ سکتی ہیں۔

دادی جو اتنی غیر معمولی صفائی پسند اور کھری تھیں، انھوں نے ہمارے گھریلو انتظامات میں کچھ تبدیلیاں کیں جن سے میں نے محسوس کیا کہ جیسے میں غریب ہو جانے کے بجائے اب اور امیر ہو گیا ہوں۔ باقی تبدیلیوں میں انھوں نے کھانے پینے کی چیزیں رکھنے والی کوٹھری کو میرے لیے ڈریسنگ روم بنا دیا تھا اور میرے لیے ایک پلنگ خریدا جو دن میں بک کیس کی طرح معلوم ہوتا تھا، ایک پلنگ جس حد تک بک کیس لگ سکتا ہے۔ میں ان کی توجہ کا مستقل مرکز بنا رہتا تھا اور میری ماں بے چاری بھی مجھے اس سے زیادہ پیار نہ دے پاتیں یا اس پر اتنا غور نہ کر پاتیں کہ مجھے کس طرح اور زیادہ خوش رکھ پائیں۔

پیگٹی اس طرح کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کی اجازت پا جانے پر نازاں تھی اور گرچہ وہ دادی کے تئیں اپنے پچھلے کچھ تاثرات اسی طرح باقی رکھے ہوئے تھی، پھر میری دادی اس کے کاموں کی اتنی تعریف کرنے لگی تھیں اور اس میں اتنی زیادہ خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی کہ اب دونوں بے حد گہری دوست جیسی ہو گئی تھیں لیکن اب وقت آ گیا تھا (میں اس سنیچر کی بات کر رہا ہوں جس

شام مجھے مس ملز کے یہاں چائے پر جانا تھا) جب اسے اپنے گھر واپس جانا ضروری ہو گیا اور اسے ہیم کی طرف سے جو ذمہ داری ملی تھی، اسے نبھانا تھا۔ ''اچھا، خدا حافظ بارکس'' دادی نے کہا ''اور اپنا بہت خیال رکھنا۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تمھارے جانے پر مجھے اتنا دکھ ہوگا!''

میں پیگٹی کو کوچ آفس لے گیا اور گاڑی پر بٹھا کر اسے رخصت کر دیا۔ جدا ہوتے وقت وہ بلک پڑی اور بھروسا جتایا کہ اس کے بھائی کے تئیں میری خیر خواہی برقرار رہے گی جیسا کہ ہیم نے بھی جتایا تھا۔ اس سہ پہر سے جب مسٹر پیگٹی گھر سے نکلے تھے، ان کی کوئی خیر خبر ہمیں نہیں مل سکی تھی۔

''اچھا، میرے اپنے پیارے ڈیوی'' پیگٹی نے کہا ''جب تک تم ٹریننگ کر رہے ہو، تمھیں جب بھی پیسے کی ضرورت پڑے، یا تمھارے پاس وقت کی کمی رہے، تم دونوں چیزوں کے لیے (اور تمھیں کسی نہ کسی چیز کے لیے مجھ سے ضرور کہنا چاہیے، میرے دلارے) مجھ سے کہہ سکتے ہو، اپنی حسین لڑکی، کی احمق خادمہ سے زیادہ کس پر تمھارا حق ہے!'' میں جواب میں اس وقت کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھا لیکن اگر کبھی مجھے کسی سے روپے قرض لینے پڑتے تو میں اس سے ہی لیتا۔ اس کے بعد اسی وقت اسی جگہ ایک بڑی رقم قبول کر لینے سے، مجھے یقین ہے، کہ پیگٹی کو اتنا سکون ملا جتنا کہ میرے کسی اور کام سے نہ مل پاتا۔

''اور میرے عزیز!'' پیگٹی نے سرگوشی کے انداز میں کہا'' حسین ننھی پری سے کہہ دینا کہ میں اسے دیکھنا چاہوں گی، صرف ایک منٹ کے لیے! اور اس سے کہہ دینا کہ میں اپنے لڑکے کی شادی کرنے سے پہلے یہاں آؤں گی اور تمھارا گھر اچھی طرح سجا دوں گی، اگر مجھے اس کی اجازت ملے گی!''

میں نے اعلان کر دیا کہ کوئی اور گھر کو چھو نہیں سکتا اور اس سے پیگٹی کو اتنی مسرت ہوئی کہ وہ خوش خوش گھر کے لیے روانہ ہوئی۔

میں کامنس میں پورے دن جتنی سستی دکھا سکتا تھا، دکھاتا رہا، ہر کام میں، اور شام کو وقتِ مقررہ پر مس ملز کی گلی کی طرف چل پڑا۔ مسٹر مل جو کھانا کھا لینے کے بعد خوفناک حد تک گہری نیند سو جایا کرتے تھے، ابھی تک اٹھ کر باہر نہیں نکلے تھے۔ اور بیچ والی کھڑکی میں چڑیوں کا پنجرہ بھی نہیں جھول رہا تھا۔

وہ اتنی دیر تک مجھ سے انتظار کراتے رہے کہ میں سوچنے لگا کہ آج کلب میں تاخیر سے پہنچنے پر ان پر جرمانہ ہو جائے گا۔ بالآخر وہ باہر نکلے اور تب میں نے اپنی ڈورا کو آ کر کھڑکی میں پنجرہ ٹانگتے دیکھا، پھر اس نے بالکونی سے نیچے مجھے دیکھنے کے لیے جھانکا اور مجھے وہاں دیکھ کر دوڑتی ہوئی واپس بھاگ گئی، جبکہ جپ پیچھے ہی رہ گیا، گلی میں ایک قصائی کے بھیانک کتے پر بری طرح بھونکنے کے لیے، جو جپ کو گولی کی طرح نگل سکتا تھا۔

ڈورا ڈرائنگ روم کے دروازے پر مجھے لینے کے لیے آئی اور جپ غصے میں بھونکتا ہوا اس طرح اس کے پیچھے پیچھے آیا جیسے وہ مجھے کوئی ڈاکو سمجھ رہا ہو اور ہم تینوں خوشی خوشی، بے حد پیار کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ میری افسردگی جلد ہی غائب ہو گئی اور ہم خوشیوں میں ڈوب گئے۔

ایسا نہیں تھا کہ میں ایسا کرنا چاہتا تھا، لیکن میرے ذہن پر یہ موضوع اس بری طرح سوار تھا ـــــ کہ میں نے کسی تمہید کے بغیر ڈورا سے پوچھ لیا کہ کیا وہ ایک بھکاری سے پیار کرنا پسند کرے گی؟

میری دلربا ننھی ڈورا حیران سی رہ گئی! اس لفظ (بھکاری) سے اس کے ذہن میں صرف پیلا چہرہ اور ایک نائٹ کیپ یا ایک جوڑی بیساکھی یا ایک ٹانگ لکڑی کی یا صبوحی رکھنے والی گھرونچی منہ میں لیے کتا یا اسی قسم کی کوئی اور شبیہ ابھر رہی تھی اور وہ مجھے بے حد مسرت آمیز حیرت سے گھورے جا رہی تھی۔

''تم مجھ سے اس طرح کی احمقانہ باتیں کیوں کرتے ہو؟'' ڈورا نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا ''ایک بھکاری سے عشق!''

''ڈورا، میری جانِ عزیز'' میں نے کہا ''میں ایک بھکاری ہوں!''

''تم اتنے بوقوف کیسے ہو سکتے ہو'' ڈورا نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر مجھے وہیں بیٹھ جانے کے لیے اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اگر اس طرح کی باتیں کرو گے تو جپ سے کٹوا دوں گی تمھیں!''

اس کا بچکانہ انداز میرے لیے دنیا کا سب سے دلکش انداز تھا، لیکن یہ ضروری تھا کہ بات صاف ہو جائے اور میں نے بڑی سنجیدگی سے دہرایا:

''ڈورا، میری زندگی، میں تمھارا برباد ہو چکا ڈیوڈ ہوں!''

''میں کہہ دے رہی ہوں کہ میں جپ سے کٹوا دوں گی تمھیں!'' ڈورا اپنی کاکل لہراتے ہوئے بولی ''اگر تم اس طرح کی مضحکہ خیز باتیں کرو گے۔''

لیکن میں اس قدر سنجیدہ تھا کہ ڈورا نے اپنی کاکل لہرانا روک کر اپنا ننھا لرزتا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا اور پہلے تو کافی گھبرائی اور فکرمندسی لگی، پھر چیخ کر رونے لگی۔ یہ بہت ہی بھیانک تھا۔ میں سوفے کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہ وہ روکر میرا دل چیر نہ ڈالے، لیکن کچھ دیر تک ننھی ڈورا بے چاری اور کچھ کہہ ہی نہ سکی بجز اوہ، میرے پیارے! اوہ میرے پیارے! اور اف، وہ کتنی ڈری گئی تھی! اور جولیا ملز کہاں گئی! اف، انھیں جولیا ملز کے پاس لے چلو، جاؤ چلے جاؤ پلیز! جب تک کہ میں پھر اپنی جگہ پر واپس نہیں آ گیا۔

بالآخر بڑے دکھ اور اس کے احتجاج کے بعد میں نے اسے اس حد تک منالیا کہ وہ میری طرف پھر دیکھنے لگی، چہرے پر سراسیمگی کے ساتھ۔ رفتہ رفتہ دلاسہ دے دے کر میں نے اسے پر سکون کر دیا اور اس نے اپنا نرم خوبصورت رخسار میرے گال پر رکھ دیا۔ تب میں نے اپنی بانہہ اس کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے بتایا کہ میں اسے کتنا پیار کرتا ہوں، اتنا زیادہ اور اس بری طرح کہ میں نے کس دل سے یہ سوچا ہوگا کہ اب میں اسے خود سے آزاد کر دوں کیونکہ اب میں غریب ہو چکا تھا، میں اسے کبھی کیسے برداشت کر پاتا یا اس صدمے سے کیسے سنبھل پاتا، اگر میں اسے کھو دیتا، کیسے میں اپنی غریبی سے نہ ڈرتا، اگر میرا دل اس کی الفت میں بری طرح گرفتار نہ ہوتا، کیسے میں نے بڑے حوصلے کے ساتھ سخت سے سخت مشقت کرنی شروع کر دی ہے جو عشاق کے علاوہ کوئی اور کر ہی نہیں سکتا، کیسے اب مجھ میں عملی رجحان پیدا ہو گیا ہے اور میں مستقبل کی طرف دیکھنے لگا ہوں، کیسے محنت سے کمایا روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا کسی اور کے دیے عمدہ سے عمدہ پکوان سے زیادہ میٹھا ہوتا ہے، اور اسی مقصد سے اس شدّتِ جذبات سے بڑے بلیغانہ طور پر میں بولتا جا رہا تھا، جس پر مجھے خود بھی حیرت ہو رہی تھی، اگرچہ میں اس کے بارے میں اسی وقت سے سوچتا رہا تھا، دن رات، جب میری دادی نے اپنی بربادی کا ذکر کر کے مجھے اچنبھے میں ڈال دیا تھا۔

''کیا تمھارا دل اب بھی میرا ہے، پیاری ڈورا؟'' میں نے فرطِ طرب سے پوچھا کیونکہ اس کے میرے اور قریب کھسک آنے سے میں سمجھ گیا کہ ایسا ہی تھا۔

''اوہ، بالکل!'' ڈورا نے بے ساختہ کہا ''اوہ، ہاں یہ تمھارا ہی ہے، اتنے ظالم نہ بنو!''

''میں اور ظالم! ڈورا کے لیے!''

''اب اپنے غریب ہونے اور اتنی سخت مشقت کرنے کی بات مت کرنا!'' ڈورا نے تقریباً مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا ''اف نہیں بالکل نہیں!''

''میری جانِ عزیز'' میں نے کہا ''محنت سے کمایا روٹی کا سوکھا ٹکڑا ـــــ ''

''افوہ، ٹھیک ہے، لیکن اب میں سوکھی روٹی کے ٹکڑوں کا ذکر ذرا بھی نہ سنوں!'' ڈورا نے کہا ''اور جپ روزانہ بارہ بجے ایک مٹن چاپ کھاتا ہے، نہیں تو یہ مر جائے گا!''

مجھے اس کا دل جیت لینے کا بچکانہ انداز پسند آیا۔ میں نے ڈورا سے بڑی محبت کے ساتھ کہا کہ جپ کو اسی پابندی سے اپنا مٹن چاپ کھانا چاہیے۔ میں نے اپنے کفایت شعار مکان کا ایک نقشہ کھینچا جو میں صرف اپنی کمائی سے بنواتا ـــــ میں نے ہائی گیٹ میں جو چھوٹا مکان دیکھا تھا جس میں میری دادی اپنے اوپری کمرے میں تھیں۔

''اب میں ظالم نہیں لگ رہا ہوں، نا ڈورا؟'' میں نے بڑے پیار سے کہا۔

''اوہ، نہیں، نہیں!'' ڈورا نے بے ساختہ کہا ''لیکن میں امید کرتی ہوں کہ تمھاری دادی زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہا کریں گی اور مجھے امید ہے کہ وہ ایک ڈانٹ پھٹکار کرتی رہنے والی بڑھیا نہ ہوں گی!''

اگر یہ ممکن ہوتا کہ اس وقت میں ڈورا کو پہلے سے زیادہ پیار کر سکتا تو میں ایسا ضرور کرتا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس میں عملی رجحان نسبتاً کم پایا جاتا ہے۔ میں نے دل میں آئے نئے خیال کو فوراً دبا دیا، اس احساس کو اسے سمجھا پانے سے خود کو قاصر سمجھتے ہوئے۔ میں نے دوسری طرح سے پھر کوشش کی۔ جب وہ پھر بالکل پہلے کی طرح ہو گئی اور جپ کے کانوں کو سہلانے لگی، جو اس کی گود میں لیٹ گیا تھا، میں بہت سنجیدہ ہو گیا اور اس سے بولا:

''میری اپنی ڈورا! کیا میں تم سے کچھ بتاؤں؟''

'اف، پلیز عملی رجحان والے مت بنو!'' ڈورا نے اٹھلاتے ہوئے کہا ''کیونکہ اس سے مجھے بڑی وحشت ہوتی ہے!''

''جانِ جگر!'' میں نے پلٹ کر کہا ''اس میں تمھارے گھبرانے کی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر بالکل مختلف طریقے سے غور کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کو سمجھو، اور تم اس سے متاثر ہوسکو، ڈورا!''

''اف، لیکن یہ بہت اذیت ناک ہے۔'' ڈورا نے بے ساختہ کہا۔

''جانِ عزیز، نہیں۔ کردار کی ثابت قدمی اور مضبوطی ہمیں اور بھی بری چیزیں برداشت کرنے کے قابل بنا دے گی۔''

''لیکن مجھ میں ذرا بھی مضبوطی نہیں ہے'' ڈورا نے اپنی کاکل لہراتے ہوئے کہا۔ ''ذرا بتاؤ جِپ کہ کیا مجھ میں مضبوطی ہے؟ اف، جِپ کو پیار کرلو اور ڈھنگ کی باتیں کرو!''

جِپ کو چومنے سے خود کو روک پانا ناممکن تھا، جب اس نے اس مقصد سے جِپ کو میرے ہونٹ کے قریب اٹھالیا اپنا ننھا گلابی منہ چومنے کی شکل میں بناتے ہوئے، جب اس نے اس کام کے لیے ہدایت دی اور یہ بھی شرط لگادی کہ میں جِپ کی ناک کے وسط میں چوموں۔ میں نے ویسا ہی کردیا جیسا کہ اس نے کہا تھا — اس کے بعد مجھے میری اس فرمانبرداری کا صلہ بھی دیا اس نے — اور وہ میرے مضبوط کردار کا امتحان لیتی رہی، میں نہیں جانتا کہ کتنی دیر تک۔

''لیکن ڈورا میری جانِ عزیز! بالآخر میں نے پھر اپنی بات شروع کی ''میں تم سے کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔''

پریروگیٹیو کورٹ کے جج بھی ڈورا کی محبت میں گرفتار ہوجاتے اگر وہ اس وقت مجھ سے اسے ہاتھ جوڑے درخواست کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دیکھ لیتے کہ میں پھر کبھی ظالم نہ بنوں۔

''یقیناً میں کوئی ایسی بات نہیں کرنے جارہا ہوں جانِ عزیز!'' میں نے اسے اطمینان دلایا۔ ''لیکن ڈورا، میری زندگی، اگر تم کبھی سوچو گی — مایوسانہ انداز میں نہیں، تو تمھیں یہ بات اس سے بالکل الگ محسوس ہوگی! — لیکن اگر تم کبھی سوچو گی — اپنا حوصلہ بڑھانے کی غرض سے — کہ تم ایک غریب آدمی سے وابستہ ہوگئی ہو —''

''مت کہو، مت کہو! خدا کے لیے اب مت کہو!'' ڈورا نے بے ساختہ کہا ''یہ انداز بڑا ظالمانہ ہے۔''

''میری جان، بالکل نہیں!'' میں نے خوش دلی سے کہا ''اگر تم کسی وقت اس کے بارے

میں سوچوں گی اور اب اور تب اپنے پاپا کے گھر کے بارے میں غور کروں گی اور کچھ حساب کتاب رکھنے کی عادت ڈالوں گی ـــــ ''

ننھی ڈورا بے چاری نے اس تجویز پر نصف آہ بھری اور نصف چیخ اٹھی۔

'' ـــــ یہ ہمارے لیے بعد میں اتنا کارآمد ثابت ہوگا'' میں کہتا گیا۔ ''اور اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم تھوڑا بہت پڑھو گی ـــــ کھانا پکانے کی کتاب جو میں تمھیں بھیج دوں گا، تو یہ ہم دونوں کے لیے اتنا اچھا رہے گا۔ ہماری زندگی کے لیے ہمارا راستہ، میری ڈورا'' میں نے اس موضوع پر اور گہری روشنی ڈالتے ہوئے کہا ''اب سنگلاخ اور کٹا پھٹا ہے اور اب ہمیں ہی اسے ہموار کرنا ہے۔ اب ہمیں اپنے آگے کے راستے کے لیے جدو جہد کرنا پڑے گی۔ راستے میں رکاوٹیں آئیں گی اور ہمیں ان کا سامنا کرنا ہی پڑے گا اور انھیں کچل دینا ہوگا!''

میں ہاتھ اٹھا کر بڑے جوش وخروش اور بے حد روانی سے بولتا جا رہا تھا۔ لیکن اب مزید کچھ کہنا بالکل غیر ضروری تھا۔ میں کافی کہہ چکا تھا۔ میں نے پھر وہی کر دیا تھا۔ اف، وہ اتنی خوف زدہ سی ہوگئی تھی! اف، جولیا ملز کہاں گئی! اف، انھیں جولیا ملز کے پاس لے جاؤ اور یہاں سے ہٹ جاؤ، پلیز! اس لیے، مختصر یہ کہ میں نے ادھر سے بالکل توجہ ہٹالی اور اب ڈرائنگ روم کی تعریف کے پل باندھنے لگا۔

میں نے سمجھا کہ اس بار مار ہی ڈالا میں نے اسے۔ میں نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا گھٹنوں کے بل بیٹھ کر میں اپنے بال نوچنے لگا۔ میں نے خود کو لعنت ملامت کی اور اپنے کو بے رحم درندہ کہا۔ میں نے اس سے معافی کی التجا کی، میں نے اس سے اوپر دیکھنے کے لیے کہا، میں نے مس ملز کے سلائی کڑھائی کے ڈبے کو خوشبو کی شیشی سمجھ لیا اور اپنی ذہنی الجھن کے سبب خوشبو کے بجائے سوئیوں کا پلیتہ انڈیل لیا اور ساری سوئیاں ڈورا کے اوپر گر پڑیں۔ میں نے جپ پر گھونسہ تان لیا جو خود بھی اتنا ہی بدحواس تھا جتنا کہ میں۔ میں نے وہ ساری نامعقول حرکتیں کر ڈالیں جو کی جا سکتی تھیں اور میں ابھی اپنے ہوش وحواس میں آپانے سے بہت دور تھا جب مس ملز کمرے میں داخل ہوئیں۔

''یہ سب کس نے کیا ہے!'' مس ملز نے اپنی سہیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے جواب دیا''میں نے کیا ہے، مس ملز! میں نے کیا ہے یہ سب! دیکھ لیجیے اس تباہی مچانے والے کو!'' ـــــ یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ سمجھ لیجیے ـــــ اور میرا چہرہ روشنی سے چھپانے کے لیے صوفے کے گدّے کے آگے کر دیجیے!''

پہلے تو مس ملز نے سمجھا کہ یہ سب ہم دونوں کے مابین جھگڑے کے سبب ہوا ہے اور یہ کہ ہم دونوں صحارا کے ریگستان تک تقریباً پہنچ چکے تھے، لیکن جلد ہی وہ جان گئیں کہ اصل معاملہ کیا ہے کیونکہ میری پیاری ننھی ڈورا ان سے لپٹ کر چلانے لگی کہ میں ایک غریب مزدور ہوں اور پھر مجھ سے لپٹ کر رونے لگی اور مجھ سے پوچھنے لگی کہ میں اپنی ساری کمائی رکھنے کے لیے اس کے ہاتھ میں رکھ دیا کروں گا اور پھر وہ مس ملز کے گلے سے لگ کر اس طرح سسکنے لگی جیسے اس کا نازک دل ٹوٹ گیا ہو۔

مس ملز ہمارے لیے یقیناً نعمت، خداداد بن کر پیدا ہوئی تھیں۔ انھوں نے چند الفاظ میں مجھ سے یہ معلوم کر لیا کہ یہ سب کیا تھا اور ڈورا کو تسلی دیتے ہوئے رفتہ رفتہ یقین دلایا کہ میں ایک مزدور نہیں تھا ـــــ میں نے جس انداز میں ڈورا سے بتایا تھا، میرے خیال میں ڈورا نے یہ سمجھ لیا کہ میں بحری جہاز پر ملازم ہوں اور دن بھر تختے پر ڈھو ڈھو کر جہاز پر سامان لادتا ہوں ـــــ اس طرح مس ملز نے اسے سمجھا بجھا کر ہم دونوں کو پھر پرسکون کر دیا۔ جب ہم دونوں نارمل ہو گئے اور ڈورا اپنی آنکھوں میں ڈالنے کے لیے عرقِ گلاب لینے اوپر چلی گئی، مس ملز نے چائے کے لیے گھنٹی بجائی۔ اس وقفے میں میں نے مس ملز سے کہہ دیا کہ وہ ہمیشہ میری خیر خواہ رہیں گی اور اگر میں نے کبھی ان کی ہمدردی کو فراموش کیا تو میرا دل دھڑکنا بند ہو جائے گا۔

پھر میں نے مس ملز سے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو میں اتنی ناکامی کے ساتھ ڈورا کو بتانا چاہ رہا تھا۔ مس ملز نے عام اصول پر مبنی جواب دیا، کہ قناعت کی جھونپڑی جس میں محبت ہو، بے حس شان، شوکت کے محل سے بہتر ہوتی ہے، اور جہاں پیار ہوتا ہے، وہاں سب کچھ رہتا ہے۔

میں نے مس ملز سے کہا کہ وہ بالکل درست فرما رہی ہیں اور اس بات کو مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے جو ڈورا کو اس بری طرح پیار کرتا تھا جس طرح کبھی کسی انسان نے نہیں کیا ہوگا۔ لیکن مس ملز نے جب یہ فرمایا کہ یہ واقعی بڑی اچھی بات ہے کہ کوئی شخص کسی کو اس طرح پیار کرے، تو میں نے وضاحت کرتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ وہ میرے اس خیال کو صرف مردوں کے

لیے ہی محدود سمجھیں۔

تب میں نے یہ مس ملز پر چھوڑ دیا کہ وہ بتائیں کہ کیا جو کچھ میں ڈورا کو باور کرانا چاہ رہا تھا، وہ مناسب تھا یا نہیں، یعنی حساب کتاب، گھر گرہستی اور کھانا پکانے سے متعلق کتاب والی باتیں؟

مس ملز نے کچھ دیر سوچنے کے بعد یوں جواب دیا:

''مسٹر کاپر فیلڈ، میں تم سے صاف صاف کہہ رہی ہوں۔ یہ تجویز اپنی ڈورا کے لیے مناسب نہیں ہے۔ ہماری پیاری ڈورا فطرت کی پسندیدہ بچی ہے۔ وہ روشنی، کھلی فضا اور خوشی کی دلدادہ ہے۔ میں اس کا کھلے دل سے اعتراف کرتی ہوں کہ اگر ایسا کیا جا سکا تو یہ بہتر ہوگا، لیکن —— '' پھر مس ملز سر ہلا کر رہ گئیں۔ آخر میں مس ملز کے اس اعتراف سے میرا حوصلہ بڑھا کہ میں نے ان سے پوچھ لیا کہ ڈورا کے لیے، اگر اس کا موقع انھیں ملا تو وہ اسے ایک پرسکون اور خوش حال زندگی گذارنے کی تیاری کے سلسلے میں کچھ سمجھانے کی کوشش کریں گی؟ مس ملز اتنی خوشی سے اس کے لیے تیار ہو گئیں کہ میں نے ان سے مزید پوچھ لیا کہ کیا وہ کھانا پکانے والی کتاب کی ذمہ داری لے لیں گی، اور اسے ڈورا کو پڑھنے کے لیے آمادہ کر لیں گی کہ بغیر ڈرے ہوئے، وہ میرے لیے یہ پڑھنا شروع کر دے۔ مس ملز نے اس ذمہ داری کو بھی قبول کر لیا لیکن زیادہ جوش و خروش کے ساتھ نہیں۔

ڈورا اب لوٹی تو وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ۔ مجھے واقعی شبہ ہونے لگا کہ کیا اسے اتنی معمولی معمولی باتوں سے اتنا زیادہ پریشان ہونا چاہیے اور وہ مجھے کتنا زیادہ چاہتی تھی اور کتنی دلفریب لگتی تھی (خاص طور سے جب وہ جپ کو توس دینے کے لیے اسے ٹانگوں پر کھڑا کر دیتی تھی اور جب وہ سزا کے طور پر جپ کی ناک گرم چائے کی کیتلی سے لگا دینے کے لیے ڈراتی تھی، جب وہ نہیں کھاتا تھا) تو میں محسوس کرنے لگتا جیسے ایک قسم کا دیو پیکر جانور پری کے خلوت خانے میں گھس گیا ہو، اور اسی وقت مجھے اسے ڈرا دینے اور رلا دینے کا خیال آ جاتا۔

چائے پی چکنے کے بعد ہم گٹار بجانے لگے اور ڈورا نے وہی پرانے فرانسیسی گیت چھیڑ دیے جن میں کبھی کسی بھی حال میں ناچ گانا نہ چھوڑنے کا عزم دہرایا گیا تھا، لا رالا، لا رارا، جب تک کہ میں خود کو پہلے سے بھی زیادہ بڑا دیو پیکر جانور نہیں محسوس کرنے لگا۔

ہماری خوشی میں صرف ایک رکاوٹ آ گئی اور یہ اس وقت جب میں رخصت ہونے لگا اور

مس ملزا گلے دن صبح کی بات کرنے لگیں تو بدقسمتی سے میں نے اپنی دھاک جمانے کے لیے کہہ دیا کہ میں تو روزانہ صبح پانچ بجے اٹھ جاتا ہوں۔ پتہ نہیں ڈورا نے یہ سمجھ لیا کہ میں کہیں چوکیداری کرتا ہوں، میں کہہ نہیں سکتا لیکن اس کا اثر اس پر پڑا اور اس نے گانا بجانا بند کر دیا۔

یہ بات اب بھی اس کے ذہن میں تھی جب میں نے اس سے رخصت لی اور اس نے اپنے مخصوص اٹھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ جیسے میں کوئی گڈا ہوں، میں سوچا کرتا تھا۔

''اب صبح پانچ بجے مت اٹھا کرنا، شریر لڑکے۔ یہ بہت بیوقوفی کی بات ہے!''

''جانِ جگر'' میں نے کہا'' مجھے کام کرنا رہتا ہے۔''

''لیکن یہ کام مت کیا کرو'' ڈورا نے کہا'' تم کیوں کرو؟''

اس دلکش ننھے حیرت زدہ چہرے کو دیکھ کر ہلکے پھلکے تفریحی انداز میں یہ کہہ دینے کے علاوہ کچھ اور ممکن نہ تھا، کہ ہمیں زندہ رہنے کے لیے کام تو کرنا ہی چاہیے۔

''اف، کتنا مضحکہ خیز ہے یہ۔'' ڈورا نے بے ساختہ کہا۔

''اس کے بغیر ہم کیسے رہ پائیں گے، ڈورا'' میں نے کہا۔

''کیسے؟ کسی بھی طرح!'' ڈورا نے جواب دیا۔

اس نے سمجھا کہ اس نے بہت اچھی طرح اس سوال کا جواب دے دیا ہے اور اس نے براہ راست اپنے معصوم دل کی گہرائیوں سے ایسے فاتحانہ انداز میں اپنا رخسار میرے منہ سے لگا دیا کہ مجھے اس کے اس جواب سے مطمئن ہو جانا پڑا۔

ہاں مجھے اس سے پیار تھا اور میں اس سے پیار کرتا گیا، بالکل ڈوب کر، دل و جان سے اور مکمل طور پر۔ لیکن ساتھ ساتھ سخت محنت سے کام کرنا بھی جاری رہا اور ہر وقت جو بھی لوہا آگ میں تھا، اسے لال کرتا رہا، رات کو کسی وقت اپنی دادی کے سامنے بیٹھ کر سوچوں گا کہ میں نے اس وقت ڈورا کو کیسا ڈرا دیا تھا اور میں کس طرح گیٹار کیس ہاتھ میں تھامے آسانی اور تیزی کے ساتھ مشکلات کے جنگل سے گذر سکتا ہوں اس وقت تک جب تک کہ میرے سر کے بال سفید نہ پڑ جائیں۔

●●●

باب 38

ساجھے داری کی منسوخی

میں نے پارلیمانی مباحث کی رپورٹنگ شروع کرنے کے اپنے عزم کو سرد نہیں پڑنے دیا۔ یہ ان سلاخوں میں سے ایک تھی جنھیں میں نے فوراً پورے استقلال کے ساتھ آگ میں لال کرنا اور ان پر ہتھوڑا چلانا شروع کر دیا تھا۔ میں نے اسٹینوگرافی (شارٹ ہینڈ) کی ایک کتاب خرید لی اور طرح طرح کے الجھاؤں کے سمندر میں چھلانگ لگا دی جس کے نتیجے میں چند ہفتوں بعد ہی میرا دھیان بنٹ گیا۔ تبدیلیاں، جو لفظوں کے اوپر نیچے ہو جانے سے آ جاتیں اور جس حالت میں جس کا جو مطلب ہوتا اور جگہ تبدیل ہو جانے پر اس کا جو مطلب ہو جاتا اور کسی اور پوزیشن میں بالکل ہی مختلف مطلب نکلتا اور دائروں سے حیرت انگیز مطالب نکلتے، بے حساب نتیجے جو مکھیوں، انڈوں یا غلط جگہ ترچھے نشان کھینچ دینے سے نکلتے، صرف بیداری کی حالت میں ہی مجھے پریشان نہ کیے رہتے بلکہ سو جانے پر نیند میں بھی یہ پھر ظاہر ہونے لگتے۔ جب میں اندھوں کی طرح ٹٹول ٹٹول کر کسی طرح ان مشکلوں سے گذر گیا اور حروف تہجی میں ماہر ہو گیا جو بذات خود مصری مندر پر بنے نشانات کی طرح مشکل تھے تو نئی ہولنا کیوں کی شروعات ہو گئی جنھیں من مانے کردار کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، نہایت جابرانہ کردار جو میں اس سے قبل نہیں جانتا تھا۔ جو اس پر زور دیتے تھے، مثلاً مکڑی کے جالے کی شروعات جیسے نشان کا مطلب ''امکان'' ہوتا ہے اور قلم اور سیاہی

(ہوائی شکل میں) کا مطلب ''ناموافق'' ہوتا ہے۔ جب میں نے تکلیف دہ باتیں ذہن نشین کر لیں تو مجھے لگا جیسے ان علامات نے باقی ہر بات میرے ذہن سے نکال پھینکی ہو، پھر، دوبارہ یاد کرتے وقت بعد والی باتیں ذہن سے نکل جاتیں۔ جب میں انھیں چننے لگتا، دوسرے حصے گر جاتے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک روح فرسا مصیبت تھی۔

یہ خاصی روح فرسا مصیبت ضرور تھی لیکن ڈورا کے لیے مجھے سب کچھ گوارہ تھا، جواب میری زندگی کا مقصد بن چکی تھی۔ اس منصوبے میں ہلکی سی خراش مشکلات کے جنگل میں ایک بل داراوک جیسی تھی اور میں انھیں ایک کے بعد ایک اتنی پھرتی سے کاٹتا گیا کہ تین چار ماہ بعد ہی میں اس پوزیشن میں آ چکا تھا کہ کامنس کے دارالعوام کے میرِ مجلس کی تقریر نوٹ کرنے کا تجربہ کر سکتا تھا۔ کیا میں کبھی بھول پاؤں گا کہ میرِ مجلس، میرے نوٹ کرنا شروع کرتے ہی کس طرح بھاگنے لگتا تھا اور میری مریل پنسل کو کاغذ پر اس طرح لڑکھڑانے پر مجبور کر دیتا گویا پنسل پر مرگی کا دورہ پڑ گیا ہو!

اس سے کام نہ چل پائے گا، یہ بات صاف ہو چکی تھی۔ میں بہت اونچا اڑ رہا تھا، اور وہاں سے اترنا نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے ٹریڈلس سے رائے لینے کا ارادہ کیا جس نے کہا کہ وہ ان تقاریر کو املا کے طور پر مجھے بولے گا، رک رک کر اور میری کمزوریوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے۔ اس دوستانہ مدد کے لیے شکر گزار ہوتے ہوئے میں نے اس کی تجویز منظور کر لی اور اپنے کامنس سے لوٹنے کے بعد ہم رات کے بعد دوسری رات، تقریباً ہر رات اور کافی دیر تک، بکنگھم اسٹریٹ میں ایک طرح کا پرائیویٹ پارلیمان لگا دیتے تھے۔

میں اس طرح کا پارلیمان کہیں بھی دیکھنا پسند کروں گا! میری دادی اور مسٹر ڈک سرکاریا حزبِ مخالف (جیسا بھی ہوتا) کی نمائندگی کرتے اور ٹریڈلس تقاریر کی کتاب سے یا پارلیمانی تقاریر کی ایک جلد سے ان دونوں کے خلاف دہاڑ دہاڑ کر دنگ کر دینے والی دشنام آمیز تقریر کرتا۔ میز کے پاس کھڑے ہو کر ایک انگلی کتاب کے اس حصے پر رکھ کر، جہاں وہ پڑھ رہا ہوتا اور اپنا داہنا بازو سر سے اوپر لہرا لہرا کر ٹریڈلس اسی طرح تقریر کرتا جیسے پارلیمان میں نامی گرامی مقررین بولا کرتے تھے، اور اسی گرم جوشی اور تلخی کے ساتھ میری دادی اور مسٹر ڈک کے خلاف بداطواری اور

رشوت ستانی وغیرہ کے الزامات کی بوچھار کر دیتا جبکہ میں کچھ فاصلے پر بیٹھا، نوٹ بک اپنے گھٹنے پر رکھے ہوئے اپنی ساری طاقت اور صلاحیت کے ساتھ اسے نوٹ کرتے رہنے کی کوشش کرتا۔ ٹریڈلس کسی سیاست داں سے کم بیدردی کے ساتھ ایسا نہیں کرتا تھا۔ وہ ہر طرح کی پالیسیوں کے خلاف تقریر کرتا جس میں ہر طرح کے الزامات لگائے جاتے۔ میری دادی بالکل چانسلر کی طرح بت بنی بیٹھی کبھی کبھی مداخلت کر بیٹھتی تھیں، جیسے ''واہ''! یا ''نہیں!'' یا اوہ!'' جب تقریر میں اس کی کوئی گنجائش نکلتی جو ہمیشہ مسٹر ڈک کے لیے ایک اشارہ ہوتا کہ وہ بھی اسی انداز میں چیخ پڑیں۔ لیکن مسٹر ڈک پارلیمان میں اپنے رول سے اکثر پریشان بھی ہو جاتے اور اپنے خلاف ان الزامات کو سچ تصور کرتے ہوئے گھبرا جایا کرتے تھے کہ کہیں ان کو اس کی سزا نہ بھگتنی پڑے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ واقعی خوف زدہ ہو اٹھتے تھے کہ وہ برطانوی آئین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں اور ملک کی بربادی کے ذمہ دار ہیں۔

اکثر ہم لوگ یہ پارلیمان (مباحثہ) اس وقت تک چلاتے رہتے جب تک کہ گھڑی آدھی رات گذر جانے کا اشارہ نہ کرنے لگتی اور موم بتیاں جل کر ختم نہ ہونے لگتیں۔ اتنی سخت مشق کا نتیجہ یہ ہوا کہ دھیرے دھیرے میں ٹریڈلس کی رفتار کے ساتھ بہت آسانی سے نوٹ کرنے لگا اور خود کو خاصا فتحیاب سمجھنے لگتا اگر جو کچھ لکھتا تھا، وہ ذرا بھی میری سمجھ میں بھی آنے لگتا۔ لیکن نوٹ کر لینے کے بعد اسے پھر پڑھتے وقت بس جو لکھا رہتا، اسی کو صرف پڑھ کر چھوڑ دیتا۔

اس میں کوئی بات نہیں تھی لیکن اسے پھر شروع سے پڑھنا بہت مشکل کام تھا، لیکن میں پھر سے پڑھنا شروع کرتا، اگرچہ بادل ناخواستہ اور دھیرے دھیرے، پھر غور سے رک، رک کر ہر ہر نشان کو چک کرتا اور جہاں کہیں بھی مجھے اس طرح کے نشانات نظر آجاتے، انھیں غور سے دیکھنے لگتا تھا۔ میں اپنے دفتر ہمیشہ ٹھیک وقت سے پہنچ جاتا تھا اور ڈاکٹر اسٹرانگ کے یہاں بھی اسی پابندی سے جاتا تھا اور واقعی میں اسی طرح کام کرتا رہا جیسا کہ عام زبان میں کہا جاتا ہے ''گاڑی کے گھوڑے کی طرح۔''

ایک روز جب میں حسبِ معمول کامنس پہنچا تو دروازے کے پاس مسٹر اسپنلو کو خاصا فکر مند سا اور خود کلامی کرتے پایا۔ جیسا کہ انھیں اپنے سر میں درد کی شکایت کرتے رہنے کی عادت تھی

—— ان کے گلے میں یقیناً تکلیف رہتی تھی، اور میں سنجیدگی سے اس پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی بڑھا چڑھا کر بتاتے رہتے تھے —— پہلے تو میں ڈرا کہ اس وقت بھی شاید ان کے گلے میں تکلیف ہے، لیکن جلد ہی انھوں نے میرا یہ خدشہ دور کر دیا۔

میرے سلام کا جواب اپنے مخصوص انداز میں دینے کے بجائے انھوں نے دور سے ہی مجھے قدرے کشمکش کے ساتھ دیکھا اور سرد مہری سے اس کافی ہاؤس تک اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا جس کا ایک دروازہ اس زمانے میں، کامنس میں کھلتا تھا، سنت پال قبرستان کے پاس۔ میں بے حد شکستہ دلی سے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے ساتھ چلنے لگا اور میرے پورے جسم پر جیسے چیونٹیاں کاٹنے لگی ہوں۔ راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے جب میں نے انھیں تھوڑا آگے بڑھ جانے دیا تو میں نے محسوس کیا جیسے وہ اپنا سر اتنا تان کر چل رہے تھے جو ان کے معمول کے مطابق نہیں تھا اور میرے ذہن میں فوراً یہ خیال آ گیا کہ شاید انھیں ڈورا سے میرے عشق کا حال معلوم ہو گیا۔

اگر کافی ہاؤس جاتے وقت میں نے یہ اندازہ نہ بھی لگا لیا ہوتا، تو بھی میں یہ جان لینے میں غلطی نہ کرتا جب میں ان کے پیچھے چلتے چلتے زینے سے اوپر پہنچا جہاں مس مرڈاسٹون بیٹھی نظر آئیں، سائڈ بورڈ سے ٹیک لگائے ہوئے، جس پر متعدد گلاس، جن میں لیمو لگا ہوا تھا اور دو غیر معمولی صندوق جن میں چاروں طرف کانٹے چھری رکھنے کے لیے خانے بنے ہوئے تھے، جواب، خوشی کی بات ہے، انسانوں کے استعمال کے لیے متروک ہو چکے ہیں۔

مس مرڈاسٹون نے اپنی ٹھنڈی انگلیوں کے ناخن میری جانب بڑھا دیے (مصافحہ کے لیے) اور بے حد سختی سے اکڑی بیٹھی رہیں۔ مسٹر اسپنلو نے دروازہ بند کر دیا، مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا اور خود آتش دان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ مسٹر اسپنلو نے کہا، ''بس مرڈاسٹون براہ مہربانی ذرا مجھے اپنا تھیلا مسٹر کاپرفیلڈ کو دکھانے دیجیے کہ اس میں آپ نے کیا رکھا ہے۔''

مجھے یقین ہے کہ مس مرڈاسٹون کے ہاتھ میں وہی لوہے کا پرس تھا، جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا اور وہ اس طرح بند ہوتا تھا جیسے کسی کو کاٹ لیتا ہو۔ انھوں نے اسی طرح اپنے ہونٹ بھی بند کر رکھے تھے۔ انھوں نے اپنا پرس کھولا —— اور اسی کے ساتھ اپنا منہ بھی تھوڑا سا کھول لیا

—— اور ڈورا کو لکھا گیا میرا آخری خط نکال لیا جو عشق کے اظہار سے شرابور تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ یہ تمھارا ہی لکھا ہوا ہے، مسٹر کاپر فیلڈ؟'' مسٹر اسپنلو نے کہا۔

میں تپنے لگا تھا اور جب میں نے کہا ''ہاں، جناب، اسے میں نے ہی لکھا ہے'' تو خود مجھے اپنی آواز اپنی جیسی نہیں لگ رہی تھی۔

''اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں'' مسٹر اسپنلو نے کہا، جب مس مرڈاسٹون نے اپنے پرس سے خطوط کا بنڈل نکالا جو مجھے بے حد عزیز نیلے ربن کے ٹکرے سے بندھا ہوا تھا'' یہ بھی تمھارے قلم سے ہی لکھے گئے ہیں، مسٹر کاپر فیلڈ؟''

میں نے جھپٹ کر خطوط ان کے ہاتھ سے لے لیے اور ان پر اوپر ہی اس قسم کے فقرے ''میری پیاری اور اپنی ڈورا''، ''میری سب سے پیاری حور''، ''ہمیشہ کے لیے میری ڈورا'' اور اسی طرح کے دیگر زوردار القاب اور فقرے دیکھ دیکھ کر مجھے شرم آ گئی اور میرا سر چکرانے لگا۔

''نہیں، شکریہ!'' مسٹر اسپنلو سرد مہری سے بول اٹھے جب میں نے میکانیکی طور پر خطوط ان کی جانب بڑھائے ''میں تمھیں ان خطوط سے محروم نہیں کروں گا۔ مس مرڈاسٹون برائے مہربانی، آگے بڑھیے!''

وہ نیک مخلوق ایک لمحے تک دری کا غور سے معائنہ کرنے کے بعد بے حد خشک لہجے میں یوں گویا ہوئی:

''میں ضرور اس کا اعتراف کرنا چاہوں گی کہ مجھے ڈیوڈ کاپر فیلڈ کے ساتھ مس اسپنلو (ڈورا) کا کچھ چکر چلنے کا شبہ پچھلے کچھ دنوں سے رہتا تھا۔ میں نے مس اسپنلو اور مسٹر کاپر فیلڈ کو اس وقت بڑے غور سے دیکھا تھا جب یہ دونوں پہلی بار مل رہے تھے اور اسی وقت مجھ پر اس کا اثر خوشگوار نہیں پڑا۔ انسان کے دل کی سیاہ کاری ایسی ہوتی ہے ——''

''محترمہ'' مسٹر اسپنلو نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ''برائے مہربانی آپ اس وقت اصل موضوع تک ہی خود کو محدود رکھیں۔''

مس مرڈاسٹون نے نظریں جھکا لیں اور اپنا سر اس طرح جھٹکا جیسے وہ اس مداخلت کے خلاف احتجاج کر رہی ہوں، اور پھر برا سا منھ بنائے، ناک بھوں چڑھاتے ہوئے انھوں نے پھر

بولنا شروع کیا:

''چونکہ مجھے اس حقیقتِ واقعہ پر ہی محدود رہنا ہے، میں اسے اتنی ہی خشکی سے بیان کروں گی، جتنا کہ میں کرسکتی ہوں۔ غالباً یہ میری پیشکش کا قابلِ قبول طریقہ ہوگا۔ میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، جناب کہ مسٹر ڈیوڈ کا پرفیلڈ کے سلسلے میں مس اسپنلو پر مجھے پچھلے کچھ دنوں سے شبہ ہو چلا تھا۔ میں شک کو ثابت کرنے کے لیے فیصلہ کن ثبوت کی تلاش میں لگی رہی لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس لیے مجھے مس اسپنلو کے والد صاحب سے اس کا ذکر کرنا پڑا''، ان کی طرف نظریں گڑا کر دیکھتے ہوئے: ''یہ جانتے ہوئے کہ اس طرح کے معاملات میں ایمانداری سے اپنے فرض کی انجام دہی کا اعتراف کرا پانے کا کتنا کم امکان رہتا ہے۔''

مسٹر اسپنلو کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ مس مرڈاسٹون کے اتنے ماہرانہ انداز میں یہ بات کہہ دینے سے کافی خوش اور ان کے تئیں شکر گذار ہیں اور انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے مس مرڈاسٹون سے اور کم سختی سے پیش آنے کی التجا کی۔

''اپنے بھائی کی شادی میں شرکت کرنے کے بعد جب میں نارووڈ واپس آئی'' مس مرڈاسٹون نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے حقارت آمیز لہجے میں کہا ''اور مس اسپنلو کے اپنی سہیلی مس ملز کے یہاں سے آنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ مس اسپنلو کا رویہ مجھے اس سے زیادہ مشکوک لگنے لگا جتنا کہ پہلے لگتا تھا۔ لہٰذا میں مس اسپنلو پر اور گہری نظر رکھنے لگی۔''

پیاری، معصوم ننھی ڈورا اس سخت نگراں کی نظروں سے بے خبر تھی۔

''پھر بھی'' مس مرڈاسٹون نے مزید فرمایا ''گذشتہ رات سے قبل تک کوئی ثبوت میرے ہاتھ نہ لگ سکا تھا۔ لگتا تھا کہ مس اسپنلو کو اس کی سہیلی مس ملز کے توسط سے بہت سے خطوط ملے ہیں لیکن چونکہ مس ملز سے مس اسپنلو نے اپنے باپ کی اجازت سے دوستی کی تھی'' پھر مسٹر اسپنلو کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے ''اس معاملے میں مجھے مداخلت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اگر مجھے انسانی قلب کی فطری سیاہ کاری کی جانب اشارہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو کم از کم مجھے اس کی اجازت تو ملنی چاہیے ــــ ضرور ملنی چاہیے ــــ کہ میں اعتماد کو ٹھیس پہنچائے جانے کا حوالہ دے سکوں۔''

مسٹر اسپنلو نے معذرت آمیز انداز میں بدبداتے ہوئے اس کی اجازت دے دی۔

''گذشتہ شام چائے کے بعد'' مس مرڈاسٹون نے پھر بولنا شروع کیا ''میں نے ننھے کتے کو کوئی آہٹ پا کر ڈرائنگ روم کی طرف بھاگتے اور غراتے دیکھا۔ میں نے ڈورا سے کہا ''ڈورا کتا اپنے منھ میں کیا چیز لیے ہوئے ہے؟'' ''کاغذ ہے'' ڈورا نے کہا۔ ڈورا نے فوراً اپنی فراک پر ہاتھ رکھ دیا اور اچانک چیخ پڑیں اور کتے کی طرف بھاگیں۔ میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ''پیاری ڈورا، مجھے دیکھنے دو۔''

''اف جپ نالائق کہیں کے۔ یہ کیا کیا تم نے!''

''مس اسپنلو نے مجھے'' مس مرڈاسٹون نے کہا ''رشوت کے طور پر بوسے، سلائی کڑھائی کا ڈبہ اور چھوٹے موٹے زیورات ـــــ دینے کی کوشش کی ـــــ یقیناً اسی لیے کہ میں اس بات کو آگے نہ بڑھاؤں۔ میرے آگے بڑھنے پر ننھا کتا صوفے کے نیچے گھس گیا، بڑی مشکل سے آتش دان کی سلاخ سے بچتے ہوئے۔ یہاں تک کہ جب وہ آگ سے بچ کر آگے نکل گیا تو بھی اس نے خط کو منھ میں دبائے ہی رکھا اور جب میں نے اسے اس سے چھیننے کی کوشش کی، کاٹ لیے جانے کے پورے خطرے کے باوجود، تو اس نے خط کو دانتوں میں بری طرح جکڑ لیا۔ کافی دیر کے جدوجہد کے بعد بالآخر میں خط کو اپنے قبضے میں کر پائی۔ اسے پڑھنے کے بعد میں نے ڈورا سے کہا کہ ان کے پاس اس طرح کے بہت سے خطوط ہوں گے اور آخر کار میں نے ان سے خطوط کا وہ بنڈل حاصل کر ہی لیا جو اس وقت مسٹر کاپرفیلڈ کے ہاتھ میں ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئیں، اپنا پرس ہاتھ میں اٹھا کر منھ بند کر کے اس طرح تن کر بیٹھ گئیں جیسے انھیں توڑا تو جا سکتا ہے لیکن موڑا نہیں جا سکتا۔

''تم نے مس مرڈاسٹون کی باتیں سن لیں'' مسٹر اسپنلو نے میری جانب گھومتے ہوئے کہا ''میں جاننا چاہتا ہوں مسٹر کاپرفیلڈ کہ کیا جواب میں تمھیں کچھ کہنا ہے؟''

میرے سامنے میری حسین دل کی رانی کی تصویر گھومنے لگی، جو رات بھر سسکتی بلکتی رہی ـــــ تنہا، ڈری سہمی، بالکل ٹوٹی ہوئی، پھر ـــــ اس کا ایسی رحم طلب نگاہوں سے اس سنگدل عورت سے گڑگڑانا کہ وہ اسے معاف کر دے ـــــ بوسے، سلائی کڑھائی کا ڈبہ اور چھوٹے موٹے زیورات رشوت کے طور پر پیش کرنے میں ناکامی ـــــ اس کا اس قدر پریشان ہونا، اور

سب میرے لیے ـــــــ میں اب تک اپنا جو تھوڑا بہت وقار بنا پایا تھا، مٹی میں مل گیا۔ میں ایک آدھ منٹ تک تو جیسے سکتے کے عالم میں کھڑا رہ گیا اگرچہ میں نے اپنی دلی کیفیت چھپا لے جانے کی پوری کوشش کی۔

''میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے، جناب'' میں نے جواباً کہا ''بجز اس کے کہ سارا قصور میرا ہے، ڈورا ـــــ ''

اس کے باپ نے زہر خند لہجے میں ٹوکا۔

''مس اسپنلو بولیے، خدا کے لیے۔'' میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مس اسپنلو (ڈورا) سے میں نے ہی کہا تھا، میں کہتا گیا، کہ وہ اس بات کو راز میں رکھے اور مجھے اس کے لیے بے حد افسوس ہے۔''

''سارا قصور آپ کا ہی ہے، جناب'' مسٹر اسپنلو نے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا اور انھوں نے جو کچھ کہا اس پر صرف سر کے بجائے پورے جسم سے زور دیتے ہوئے، اپنی کلف دار نکٹائی اور ریڑھ کی وجہ سے۔'' آپ نے دغا بازی کا کام کیا ہے، مسٹر کاپر فیلڈ۔ میں جب کسی شریف آدمی کو اپنے گھر لے آتا ہوں، اس سے مطلب نہیں کہ وہ انیس سال کا ہے، انتیس سال کا ہے یا نوے سال کا ہے، میں اس پر اعتماد کر کے اسے اپنے گھر لے آتا ہوں۔ اگر وہ میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا ہے، وہ ایک ذلیل حرکت کرتا ہے، مسٹر کاپر فیلڈ۔''

''مجھے اس کا احساس ہے، جناب، یقین کیجیے'' میں نے جواب دیا۔ ''لیکن میں نے پہلے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا۔ میں پورے خلوص اور پوری ایمانداری سے کہہ رہا ہوں مسٹر اسپنلو کہ واقعی میں نے کبھی ایسا سوچا تک نہ تھا۔ میں ڈورا کو اس حد تک پیار کرتا ہوں۔''

''اونہہ! احمقانہ باتیں'' مسٹر اسپنلو نے بے حد غصے سے کہا۔ برائے مہربانی میرے سامنے یہ مت کہیے کہ آپ میری بیٹی سے پیار کرتے ہیں، مسٹر کاپر فیلڈ!''

اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اپنے چال چلن کا دفاع کر پاتا، جناب؟'' میں نے بے حد انکسار سے کہا۔

''اگر آپ ایسا کر رہے ہیں تو آپ اپنے چال چلن کا دفاع کر سکتے ہیں، جناب؟'' مسٹر

اسپنلو نے رکتے ہوئے کہا'' آپ نے اپنی عمر اور میری بیٹی کی عمر کے بارے میں سوچا ہے، مسٹر کاپرفیلڈ؟ کیا آپ نے سوچا ہے کہ اس سے میرے اور میری بیٹی کے مابین ایک دوسرے کے لیے جو اعتماد ہے، اس کا کیا ہوگا؟ کیا آپ نے میری بیٹی کی زندگی کے معیار کے بارے میں سوچا ہے، اس کی ترقی کے لیے جو منصوبے میں نے بنا رکھے ہیں، اس کے لیے میں کیا کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس کے بارے میں بھی کچھ سوچا آپ نے؟ کیا آپ نے کچھ بھی سوچا ہے، مسٹر کاپرفیلڈ؟''

''بہت تھوڑا، جناب، مجھے ڈر ہے'' میں نے انھیں نہایت ادب اور افسوس کے ساتھ جواب دیا'' لیکن خدا کے لیے میرا یقین کیجیے کہ میں نے اپنی حیثیت کے بارے میں بہت سوچا ہے۔ جب میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو ہماری منگنی ہو چکی تھی۔''

''میں گذارش کروں گا'' مسٹر اسپنلو نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر بہت زور سے مکہ مارتے ہوئے کہا'' کہ اپنے اس مایوسی کے عالم میں بھی آپ کے منہ سے پھر منگنی کا نام لیا جانا نہ سن سکوں گا میں، مسٹر کاپرفیلڈ!''

ابھی تک بالکل بت بنی مس مرڈاسٹون تحقیر آمیز انداز میں ہنس پڑیں۔

''جب میں نے آپ سے اپنے بدلے ہوئے حالات کے بارے میں بتایا تھا، جناب'' میں نے اس بات کو جو وہ سننا نہیں پسند کر رہے تھے، اب دوسرے انداز میں کہنے کی کوشش کی'' یہ اخفا، مجھے افسوس ہے، جس میں مس اسپنلو کو پھنسا دیا، شروع ہو چکا تھا۔ جب سے میرے حالات بدلے ہیں میں نے انھیں بہتر بنانے کے لیے اپنی طرف سے کوشش شروع کر دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں انھیں بہتر بنا لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا ـــــ کتنا وقت لگ سکتا ہے؟ ابھی ہم دونوں اتنے کم عمر ہیں، جناب ـــــ''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں'' مسٹر اسپنلو نے سر ہلاتے ہوئے مداخلت کی اور گھورتے ہوئے فرمایا'' آپ دونوں بہت کم عمر ہیں۔ یہ سب حماقت کی باتیں ہیں اور حماقت اب ختم ہو جانی چاہیے۔ یہ خطوط لے جا کر آگ کے حوالے کر دیجیے۔ مس اسپنلو کے خطوط مجھے دے دیجیے تا کہ میں انھیں نذرِ آتش کر دوں، اور آئندہ ہمارے تعلقات، جیسا کہ آپ سمجھ رہے ہوں گے، اب صرف دفتر تک ہی محدود رہیں گے اور ہم ماضی کا ذکر کبھی نہیں کریں گے ـــــ لاؤ، مسٹر کاپرفیلڈ، تم

ہوش مندی کا کام کرنا نہیں چاہتے، اور یہ ہوش مندی کا راستہ ہے۔''

نہیں، میں اس کے لیے تیار نہ ہو سکا۔ مجھے بڑا افسوس ہو رہا تھا لیکن ہوش سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہوتی ہے۔ محبت دنیا کی ہر چیز سے اوپر ہے اور میں ڈورا کی پوجا کرتا تھا اور ڈورا بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی تھی۔ میں اس بات کو بالکل اسی طرح نہیں کہہ سکا۔ میں اسے جتنے نرم انداز میں کہہ سکتا تھا، میں نے کہہ دیا لیکن میں اس بات پر قائم تھا اور اپنے ارادے پر سختی سے اڑا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کرنے میں میں نے خود کو خاصا مضحکہ خیز سا بنالیا تھا، لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی جگہ اٹل تھا۔

''ٹھیک ہے، مسٹر کاپر فیلڈ'' مسٹر اسپنلو نے کہا ''میں اپنی بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔''

مس مرڈاسٹون نے ایسی لمبی سانس بھر کر جو نہ تو آہ تھی اور نہ کراہ، بلکہ دونوں کی غمازی کر رہی تھی، اپنی اس رائے کا اظہار کر دیا کہ یہ کام تو مسٹر اسپنلو کو پہلے ہی کرنا چاہیے تھا۔

''مجھے ضرور کوشش کرنی چاہیے'' مسٹر اسپنلو نے مس مرڈاسٹون کی اس حمایت سے حوصلہ پاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے اپنی بیٹی کو سمجھانے کی۔ کیا آپ کو ان خطوط کو لینے سے انکار ہے، مسٹر کاپر فیلڈ؟ کیونکہ میں نے انھیں میز پر رکھ دیا ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے ان سے کہہ دیا کہ وہ اسے غلط نہ سمجھیں گے، لیکن میں انھیں مس مرڈاسٹون سے نہیں لے سکتا تھا۔

''مجھ سے بھی نہیں؟'' مسٹر اسپنلو نے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں۔ میں نے بے حد ادب و احترام کے ساتھ کہا کہ میں ان سے بھی لینا پسند نہیں کروں گا۔

''بہت ٹھیک!''

اس کے بعد خاموشی چھا گئی اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں وہاں سے چلا جاؤں یا وہیں کھڑا رہوں۔ بالآخر میں دھیرے دھیرے دروازے کی جانب بڑھنے لگا، یہ کہنے کے ارادے سے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں تو ہی بہتر ہے، جب انھوں نے اپنے ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں اتنی اندر تک ڈالے ہوئے جتنی اندر جا سکتے تھے مجموعی طور پر بڑے پاکیزہ احساس کے ساتھ کہا:

''شاید آپ جانتے ہوں مسٹر کاپر فیلڈ کہ میرے پاس خاصی جائداد ہے اور ڈورا میری بے حد عزیز بیٹی ہے؟''

میں نے جلدی سے اس طرح کا جواب دیا کہ کہیں وہ میری بے پناہ محبت، جس کی وجہ سے مجھ سے یہ غلطی ہوگئی، وہ اس محبت کو ان کی دولت حاصل کرنے کی غرض سے کی گئی محبت تو نہیں سمجھ رہے ہیں یعنی مجھے مطلب کا یار تو نہیں تصور کر رہے ہیں؟

''میں اس معاملے کو اس روشنی میں نہیں دیکھ رہا ہوں'' مسٹر اسپنلو نے کہا ''یہ آپ کے لیے بہتر ہوتا اور ہم سب کے لیے بہتر ہوتا اگر آپ مطلب کے یار ہوتے، مسٹر کاپر فیلڈ ——— میرا کہنے کا مطلب ہے کہ اگر آپ اور سمجھدار ہوتے اور جوانی کی ناسمجھی میں اس طرح دیوانے نہ ہوگئے ہوتے۔ نہیں میں صرف یہ کہہ رہا ہوں، ایک بالکل مختلف نظریہ سے، آپ غالباً اس سے واقف ہیں کہ مجھے اپنی کچھ جائداد اپنی بچی کو دینا ہے!''

میں یقیناً ایسا سمجھتا تھا۔

''اور آپ مشکل سے یہ سوچ سکتے ہیں'' مسٹر اسپنلو نے فرمایا ''کہ یہاں کامنس میں رہتے ہوئے میں روز ہی اس طرح کے تجربے سے دوچار ہوتا رہتا ہوں جہاں بہت سے لوگوں کی لاپروائی کی وجہ سے ان کی جائیداد یا حساب کتاب گھپلے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر طرح کے، اور ایسے ایسے معاملات کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے ——— لیکن یہ کہ میرا معاملہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جہاں مجھے نقصان ہو۔''

میں نے رضامندی کے طور پر اپنا سر خم کر دیا۔

''میں یہ نہیں ہونے دوں گا'' انھوں نے اور بھی پاکیزہ جذبات سے مغلوب ہوتے ہوئے اپنا سر دھیرے دھیرے ہلاتے ہوئے، کیونکہ وہ باری باری اپنی ایڑیوں اور پنجوں پر جھولتے سے جا رہے تھے، کہا ''کہ اپنی بچی کے لیے کیے گئے میرے مناسب اقدام پر نوعمری کی حماقت اثر انداز نہ ہونے پائے، جیسی کہ موجودہ صورت حال ہے۔ یہ سراسر حماقت ہے۔ سراسر ناسمجھی ہے۔ آنِ واحد میں یہ ایک پر سے بھی زیادہ ہلکی ہو جائے گی۔ لیکن مجھے ——— مجھے ——— اگر یہ احمقانہ معاملہ ہمیشہ کے لیے بالکل سے ختم نہیں ہو جاتا تو، مجھے اس کی نگرانی کی فکر کرنی ہوگی اور

شادی جیسا بیوقوفی والا قدم اٹھانے کے لیے روک تھام کرنی پڑے گی۔ اب، مسٹر کاپرفیلڈ، میں امید کرتا ہوں کہ آپ بند کر دیے گئے زندگی کی کتاب کے اس صفحے کو پھر ذرا دیر کے لیے بھی مجھے کھولنے کے لیے مجبور نہ کریں گے اور ذرا دیر کے لیے بھی، پرسکون ہو چکے اس معاملے کو پھر درہم برہم نہیں کر دیں گے۔''

ان کے انداز میں متانت تھی، سکون تھا اور غروب آفتاب کے بعد کی خاموش ہوا کی آمیزش تھی جس سے میں بہت متاثر ہوا۔ وہ اتنے پرسکون اور صابر لگ رہے تھے۔ اپنی بات انھوں نے اتنے قاعدے سے رکھ دی اور اپنے معاملے کو اس طرح ختم کر دیا ــــ کہ وہ ایسے آدمی تھے کہ ایسا کرنے میں ان کے دل کو چوٹ لگی ہوگی۔ میں واقعی سوچتا ہوں کہ میں نے ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے، جو ان کے اپنے احساسات کی شدت سے چھلکے آ رہے تھے۔

لیکن میں کیا کر سکتا تھا؟ نہ میں ڈورا کا دل توڑ سکتا تھا اور نہ اپنا ــــ جب انھوں نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ میں ایک ہفتے تک اس پر غور کر لوں جو انھوں نے مجھے بتایا تھا، میں کیسے کہہ سکتا تھا کہ میں ایک ہفتہ نہیں لوں گا، میں یہ جان لینے میں کیسے چوک سکتا تھا کہ چاہے جتنے ہفتے لگا دوں، اس طرح کی محبت پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑ سکے گا، جیسی محبت میری تھی؟

''اس دوران، مس مرڈاسٹون یا کسی ایسے شخص سے صلاح مشورہ کر لو جسے زندگی کی کچھ واقفیت ہو۔'' مسٹر اسپنلو نے دونوں ہاتھوں سے اپنی نکٹائی ٹھیک کرتے ہوئے کہا ''ایک ہفتے میں سوچ لیجیے مسٹر کاپرفیلڈ۔''

میں نے ٹوٹے دل سے اس طرح کا تاثر دے دیا کہ میں کوشش کروں گا اور کمرے سے نکل آیا، مس مرڈاسٹون کے گھنے ابرو دروازے تک میرا پیچھا کرتے رہے۔ میں ان کی آنکھوں کے بجائے ان کے ابرو اس لیے کہتا ہوں کیونکہ ان کے چہرے میں ان کی اہمیت کہیں زیادہ تھی ــــ اور انھوں نے ٹھیک اسی طرح میری جانب دیکھا جیسے وہ دیکھا کرتی تھیں، بلنڈراسٹون میں صبح کے وقت، کہ مجھے لگا کہ جیسے میں پھر پڑھتے وقت اپنا سبق بھول رہا ہوں اور میرے ذہن پر وہ مردہ بوجھ پھر محسوس ہونے لگا جو پرانی کتاب میں ہجے کرتے وقت محسوس ہوتا تھا اس طرح جیسے چشمے کے شیشے فریم سے باہر نکل آئے ہوں۔

جب میں دفتر پہنچا اور بوڑھے ٹھے اور دیگر کلرکوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرانے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص گوشے میں اپنے ڈسک پر اس زلزلے کے بارے میں جو اچانک آ گیا تھا، سوچتے ہوئے بیٹھا اپنی تلخی کے باعث جپ کو کوستا ہوا ڈورا کے لیے اتنی اذیت محسوس کرنے لگا کہ مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ میں اپنی ہیٹ اٹھا کر دیوانہ وار نارووڈ کی طرف بھاگنے کیوں نہیں لگا۔ میرے ذہن میں ان دونوں کے ذریعہ اس کو ڈرانے دھمکانے اور رلانے کا تصور تھا اور اسے دلاسہ دینے کے لیے میرا وہاں نہ ہونا اتنا اذیت ناک اور ناقابلِ برداشت ہو گیا کہ میں مسٹر اسپنلو کو ایک طویل خط لکھنے پر مجبور ہو گیا جس میں میں نے ان سے التجا کی تھی کہ وہ میری بدقسمتی اور میرے قصور کا بدلہ اس سے نہ لیں۔ میں نے ان سے گذارش کی کہ وہ اسے معاف کر دیں ـــــ ایک نازک پھول کو کچلیں نہیں ـــــ جہاں تک مجھے یاد آتا ہے، میں نے انھیں اسی طرح مخاطب کیا تھا جیسے وہ ایک آدم خور جن ہوں۔ اس خط کو بند کرنے کے بعد میں نے ان کے آنے سے قبل ان کے ڈسک پر رکھ دیا، اور جب وہ آئے تو میں نے ان کے کمرے کے نصف وا دروازے سے دیکھا کہ انھوں نے خط اٹھا لیا اور اسے پڑھنے لگے۔

انھوں نے پورے دن اس سلسلے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا لیکن سہ پہر کو گھر جانے سے قبل انھوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا اور مجھ سے کہا کہ میں ان کی بیٹی کی خوشی کے لیے خود کو ذرا بھی ہلکان نہ کروں۔ انھوں نے اسے یقین دلایا ہے کہ یہ سب حماقت ہے اور اب وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کہیں گے۔ انھیں یقین تھا کہ وہ ایک نہایت شفیق اور بامروت باپ تھے (اور وہ یقیناً ایسے تھے) اور اب میں اس کے لیے ذرا بھی پریشان نہ رہوں۔

''تم چاہو تو، اگر تم واقعی احمق یا ضدّی ہو، مسٹر کاپر فیلڈ، تو مجھے مجبور کر دو'' انھوں نے کہا ''کہ میں کچھ دنوں کے لیے اپنی بیٹی کو پھر ولایت بھیج دوں لیکن تمھارے بارے میں اس سے اچھی رائے رکھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ کچھ دنوں میں تمھیں عقل آ جائے گی۔ جہاں تک مس مرڈاسٹون کی بات ہے (میں نے اپنے خط میں ان کی طرف اشارہ کیا تھا) میں اس عورت کی چوکسی اور نگرانی کا احترام کرتا ہوں اور اس کے تئیں خود کو شکر گذار محسوس کرتا ہوں لیکن میں نے ان سے بھی سختی سے کہہ دیا ہے کہ اب وہ اس موضوع کو نظر انداز کریں۔ میں صرف اتنا ہی چاہتا ہوں، مسٹر کاپر فیلڈ، کہ

اس کو سرے سے بھول جایا جائے۔ تمھیں بھی بس یہی کرنا ہے، مسٹر کاپرفیلڈ، کہ تم اسے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔''

اس کے بعد میں نے جو خط مس ملز کو لکھا، اس میں بے حد تلخی کے ساتھ اس احساس کا حوالہ دیا۔ میں نے طنزیہ انداز میں لکھا کہ ''مجھے بس اتنا ہی کرنا ہے کہ میں ڈورا کو بھول جاؤں۔ بس اتنی سی بات، اور یہ کیا تھی؟ میں نے خواہش ظاہر کی کہ اس شام مس ملز مجھ سے ملیں۔ اگر اس ملاقات کی منظوری مسٹر ملز سے مل پانی ممکن نہ ہو تو پھر میں چوری چھپے ان سے باورچی خانے کے پیچھے جہاں استری کرنے کی مشین رکھی ہوئی ہے، وہیں آ کر بات کرنا چاہوں گا۔ میں نے انھیں مطلع کر دیا کہ میرا ہوش و حواس بری طرح لڑکھڑا رہا ہے اور صرف وہ، یعنی مس ملز ہی اسے گرنے سے بچا سکتی ہیں۔ میں نے اپنی دستخط کرنے سے قبل لکھا ''آپ کے لیے مضطرب'' اور جب میں نے اسے بھیجنے سے قبل ایک بار اور پڑھا تو میں یہ محسوس کرنے سے خود کو روک نہ سکا کہ یہ خط کچھ کچھ مسٹر مکابر کی اسٹائل میں ہو گیا تھا۔

بہر حال میں نے اسے قاصد سے بھیج دیا۔ رات ہونے پر میں مس ملز کی گلی میں ادھر سے ادھر چکر لگانے لگا جب تک کہ ان کی خادمہ نے مکان کے پیچھے سے چپکے سے مجھے اندر نہ بلا لیا اور پھر وہ باورچی خانے کے پیچھے طے شدہ مقام پر مجھے لے گئی۔ تب سے مجھے برابر یہی خیال آتا ہے کہ اس وقت دنیا کی کوئی چیز مجھے ان کے سامنے کے دروازے سے اندر داخل ہو کر ڈرائنگ روم تک پہنچ جانے سے نہ روک پاتی لیکن رومانی تجسس کے تئیں مس ملز کے پیار نے مجھے اس سے باز رکھا۔

باورچی خانے میں پہنچتے ہی جیسے مجھ پر ہذیان طاری ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں وہاں اپنی حماقت دکھانے گیا تھا اور مجھے پورا یقین ہے کہ میں نے ایسا کیا بھی۔ مس ملز کو جلدی میں لکھا گیا ڈورا کا ایک رقعہ موصول ہوا تھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ سارا راز کھل گیا اور اس نے گذارش کی تھی ''خدا کے لیے میرے پاس آ جاؤ، جولیا، ضرور بالضرور!'' لیکن مس ملز اس اندیشے کے تحت کہ وہاں کا اعلیٰ کمان ان کی موجودگی کو شاید پسند نہ کرے، وہ ابھی تک نہیں گئی تھیں اور ہم سبھی سہارا کے ریگستان کی ظلمت اور گمراہی میں بھٹک رہے تھے۔

مس ملز کے پاس الفاظ کا حیرت انگیز ذخیرہ تھا اور وہ اسے اس وقت خالی کر دینا چاہ رہی

تھی۔ میں خود کو یہ سوچنے سے روک نہ سکا کہ اگر چہ میرے آنسوؤں میں وہ اپنے آنسو بھی شامل کیے دے رہی تھی، کہ ہمارے معاملے میں اسے ایک خطرناک قسم کی لذت تو نہیں مل رہی تھی۔ وہ ان سے نفرت کرتی ہو، اور مجھے کہنا چاہیے کہ ان حالات سے وہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو رہی تھی۔ اس نے خیال ظاہر کیا کہ ڈورا اور میرے درمیان ایک گہری خلیج حائل ہو چکی ہے اور محبت کا پیغام صرف قوس قزح سے ہی پہنچایا جا سکتا تھا یعنی یہ ایک دشوار کام تھا۔ اس سنگ دل دنیا میں محبت کو تکلیف اٹھانی ہی چاہیے۔ ہمیشہ سے ہی ایسا ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ کوئی نئی بات نہیں، مس ملز نے اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ مکڑی کے جالوں میں قید دل بالآخر پھٹ جائیں گے اور تب محبت کا انتقام پورا ہو جائے گا۔

یہ تو چھوٹی موٹی تسلی تھی لیکن مس ملز نے کسی مغالطے میں ڈال دینے والی امید دلا کر حوصلہ افزائی نہیں کی۔ انھوں نے مجھے پہلے سے بھی زیادہ رنجیدہ اور نڈھال کر دیا اور میں نے محسوس کیا (اور اس سے بے حد شکر گزاری کے ساتھ بتا بھی دیا) کہ وہ واقعی ایک سچی بہی خواہ تھی۔ ہم نے طے کیا کہ وہ صبح ڈورا کے گھر جائیں اور اسے خواہ اپنے چہرے مہرے سے یا زبانی یہ باور کرائیں کہ میں اس کے لیے کتنا پریشان ہوں اور میری کیا حالت ہو گئی ہے۔ ہم بے حد غمگین حالت میں جدا ہوئے اور میں سمجھتا ہوں مس ملز نے اس کا پوری طرح سے لطف لیا۔

جب میں گھر آیا تو میں نے دادی کو سب کچھ بتا دیا اور اس کے باوجود کہ وہ مجھے جو چاہتیں کہہ سکتی تھیں، وہ خاموشی سے بے حد رنجیدہ بستر پر چلی گئیں۔ میں اٹھا تو رنجیدہ تھا اور باہر بھی رنجیدہ ہی نکلا۔ یہ سنیچر کی صبح تھی، میں سیدھا کامنس چلا گیا۔

مجھے دفتر کا دروازہ نظر آیا تو میں یہ دیکھ کر چونک گیا کہ لوگ باہر ہی کھڑے بات چیت کر رہے تھے اور کوئی نصف درجن ملازمین کھڑکیوں کی طرف بڑی حسرت سے دیکھ رہے تھے، جو بند تھیں۔ میں نے قدم بڑھا دیے اور ان کے درمیان سے گذرتے اور انھیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے جلدی سے اندر چلا گیا۔

کلرک وہاں موجود تو تھے لیکن ان میں سے کوئی کام نہیں کر رہا تھا۔ بوڑھے ٹفے، میرے خیال میں زندگی میں پہلی بار کسی اور کے اسٹول پر بیٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنی ہیٹ اتار کر

ٹانگی نہیں تھی۔

''یہ بے حد دردناک سانحہ ہے، مسٹر کارپرفیلڈ'' میرے داخل ہوتے ہی انھوں نے کہا۔

کیا ہوا؟'' میں نے چونکتے ہوئے کہا ''بات کیا ہے؟''

''آپ نہیں جانتے؟'' ٹفے نے بے ساختہ کہا اور باقی سارے لوگ میرے گرد جمع ہوگئے۔

''نہیں!'' میں نے ایک کے بعد دوسرے کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''مسٹر اسپنلو'' ٹفے نے کہا۔

''کیا ہوا انھیں؟''

''ختم ہوگئے!''

میں نے سمجھا کہ میں نہیں بلکہ دفتر ہی گھومنے لگا ہے، جب کلرکوں میں سے ایک نے مجھے پکڑ لیا۔ انھوں نے مجھے کرسی میں بٹھا دیا اور میری نکٹائی کھول دی اور میرے لیے پانی لائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب ہونے میں کتنی دیر لگی۔

''ختم ہوگئے؟'' میں نے کہا۔

''انھوں نے کل شہر میں کھانا کھایا اور فٹن خود ہی چلاتے ہوئے گھر چلے آئے'' ٹفے نے کہا ''اپنے سائیس کو گاڑی سے گھر بھیج کر، جیسا کہ وہ کبھی کبھی کیا کرتے تھے، آپ جانتے ہی ہیں —— ''

''اچھا؟''

فٹن ان کے بغیر ہی گھر پہنچ گئی۔ اصطبل کے پھاٹک پر گھوڑے رک گئے۔ لالٹین لے کر آدمی وہاں گیا۔ گاڑی میں کوئی نہیں تھا۔''

''کیا گھوڑے بھاگ گئے تھے؟''

''وہ گرم نہیں ہوگئے تھے'' ٹفے نے چشمہ پہنتے ہوئے کہا ''نہیں گھوڑے اتنے گرم نہیں ہوگئے تھے، میں سمجھتا ہوں، جتنے کہ وہ ہو جایا کرتے تھے، اپنی مقررہ جگہ پر پہنچنے کے بعد۔ باگ راستے میں ہی ٹوٹ گئی تھی لیکن گھوڑے انھیں گھسیٹتے ہوئے لیے چلے آئے۔ گھر کے لوگ اٹھ گئے اور ان میں سے تین لوگ واپس سڑک پر چلتے گئے۔ ایک میل کی دوری پر وہ انھیں مل گئے۔''

''ایک میل سے زیادہ دوری پر، مسٹر ٹُفے'' ایک ساتھی ملازم نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

''ایسا؟ میرے خیال میں تم ٹھیک کہہ رہے ہو'' ٹُفے نے کہا ــــ ایک میل سے زیادہ ــــ گرجا گھر سے بہت زیادہ دور نہیں ــــ نصف حصہ سڑک پر اور نصف حصہ پٹری پر تھا۔ وہ بالکل چت پڑے تھے۔ پتہ نہیں دورہ آنے پر وہ گر پڑے یا طبیعت گڑبڑ محسوس کرتے ہوئے وہ باہر نکل آئے تھے۔ یا وہ پہلے ہی مر چکے تھے، اگرچہ اس میں شک نہیں کہ بالکل بے ہوش تھے ــــ لگتا ہے، کوئی کچھ نہیں جانتا۔ اگر ان کی سانس آ بھی رہی تھی تو بھی وہ بولے یقیناً نہیں تھے۔ جتنی جلد ممکن ہو سکا، طبی مدد پہنچائی گئی لیکن یہ بالکل بیکار ثابت ہوئی۔''

اس خبر سے میرے ذہن کو کیسا دھچکا لگا اور میری کیا حالت ہوئی، اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اتنی اچانک ــــ اتنا بڑا دھچکا اور وہ بھی ان کے سلسلے میں جن سے ان دنوں میرا ایک طرح سے اختلاف چل رہا تھا ــــ جس کمرے میں وہ اتنے دنوں سے بیٹھا کرتے تھے، جہاں آج بھی ان کی میز کرسی جیسے ان کا انتظار کر رہی تھی، خالی، بہت ہی دردناک منظر پیش کر رہی تھی اور ان کی کل کی لکھی تحریر بھوت کی طرح لگ رہی تھی۔ اس جگہ سے ان کو ہمیشہ کے لیے الگ تصور کر پانا ممکن نہ ہو پا رہا تھا اور جب دروازہ کھلا تو یہ محسوس ہوتا کہ جیسے وہ آ سکتے ہیں ــــ دفتر میں سست روی اور آرام اسی طرح نظر آ رہا تھا اور لوگ اس کے بارے میں بڑے مزے سے باتیں کر رہے تھے۔ لوگ دن بھر آتے جاتے رہے اور خود کو اس موضوع سے اچھی طرح واقف کراتے رہے۔ یہ کسی کے بھی آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ میں جو بیان نہیں کر سکتا، وہ یہ ہے کہ کیسے میں اپنے دل کے سب سے اندر کے خانوں میں موت تک سے حسد محسوس کر رہا تھا۔ میں کیسے محسوس کر رہا تھا کہ اس واقعے کا شدید اثر مجھے میری جگہ سے اٹھا کر ڈورا کے خیالوں میں پہنچا دے گا۔ اسے الفاظ میں نہیں بتا سکتا کہ میں ڈورا کے غم پر کتنا رشک کر رہا تھا۔ یہ سوچ کر کہ وہ دوسروں سے لپٹ کر روئے گی یا کوئی اور اسے دلاسہ دے گا تو میں کتنا بے چین ہو اٹھوں گا۔ کس طرح میرے دل میں خیال آ رہا تھا کہ میں اپنے علاوہ کسی کو اس سے ملنے ہی نہ دوں اور اس کے لیے سب کچھ میں ہی رہوں، زندگی کے اس بدترین وقت میں۔

اسی ذہنی کیفیت سے پریشان ــــ یہ صرف میرا اپنا غم ہی نہیں تھا، مجھے امید ہے، بلکہ

دوسرے لوگ بھی جانتے ہیں ـــــ میں اسی رات ناروو ڈ پہنچ گیا، دروازے پر پوچھنے پر نوکروں میں سے ایک نے بتایا کہ مس ملز آ چکی تھیں، میں نے دادی سے کہا کہ وہ خط ڈورا تک پہنچا دیں، جو میں نے لکھ رکھا تھا۔ میں نے مسٹر اسپنلو کی اچانک رحلت پر دلی رنج وغم کا اظہار کیا تھا اور ایسا کرتے وقت آنسو بہائے تھے۔ میں نے دادی سے کہا کہ اگر ڈورا یہ سب سن سکنے کی حالت میں ہو تو وہ اس سے بتا دیں گی کہ مسٹر اسپنلو نے مجھ سے بہت شفقت اور اپنائیت سے بات کی تھی اور ڈورا کے لیے ناراضگی یا ناخوشی کا ایک لفظ بھی نہیں کہا بلکہ اس کا نام اتنے ہی پیار سے لیتے رہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایسا میں نے خودغرضی کے تحت کیا تاکہ اس کے سامنے میرا نام آ سکے لیکن میں نے یہ سمجھ لینے کی بھی کوشش کی کہ ایسا کرنا آنجہانی کی یاد کے ساتھ انصاف کرنا ہوگا۔ شاید میں نے ایسا یقین کر بھی لیا۔

میری دادی کو اگلے دن ایک مختصر سا جواب موصول ہوا۔ لفافے پر دادی کا نام لکھا تھا، خط میرے نام تھا۔ ڈورا کسی حد تک اس صدمے سے سنبھل چکی تھی اور جب اس کی سہیلی نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ مجھے اپنا پیار بھیجنا چاہے گی تو وہ صرف چیخنے چلانے لگی، جیسا کہ وہ ہر وقت چیختی رہتی تھی، اف پیارے پاپا! ہائے پاپا بے چارے!'' لیکن اس نے ناں نہیں کیا اور اتنا میرے لیے بہت تھا۔

مسٹر جارکنس، جو اس حادثے کے بعد سے ناروو ڈ میں ہی تھے، کچھ دنوں بعد دفتر آئے۔ وہ اور ٹفے کچھ دیر تک راز دارانہ انداز میں گفتگو کرتے رہے اور پھر ٹفے نے دروازے کی جانب دیکھا اور مجھے اندر آنے کے لیے کہا۔

''اوہ!'' مسٹر جارکنس نے کہا ''ٹفے اور میں، مسٹر کاپر فیلڈ، درازوں اور اس طرح کی دیگر چیزوں کو دیکھنے جا رہے ہیں کہ ان کے ذاتی کاغذات کو مہر بند کر دیں اور تلاش کریں کہ شاید انھوں نے اپنی کوئی وصیّت چھوڑی ہو۔ ابھی تک تو اس طرح کی کسی چیز کا پتہ چلا نہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کام میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔''

میں ان حالات کے بارے میں کچھ جاننے کے لیے پریشان تھا جن میں اب میری ڈورا کو رہنا تھا ـــــ یعنی اب وہ کس کی سرپرستی میں رہے گی وغیرہ، وغیرہ ـــــ اور یہ تلاش اسی لیے ہو رہی تھی۔ ہم نے فوراً تلاش شروع کر دی۔ مسٹر جارکنس درازوں کے تالے توڑتے جاتے اور ہم

لوگ ان میں سے کاغذات نکالتے جاتے۔ دفتر سے متعلق کاغذات ایک طرف رکھتے جاتے اور ان کے ذاتی کاغذات (جو بہت زیادہ نہیں تھے) دوسری طرف رکھتے جاتے۔ ہم بے حد غمگین تھے اور جب ہمیں ادھر ادھر پڑی مہر یا پنسل یا کوئی انگوٹھی یا چھلّا یا کوئی بھی ایسی چیز جن کا تعلق صرف انھی سے تھا، نظر آجاتی تو ہم بہت دھیمے دھیمے بولنے لگتے (جذبات سے مغلوب ہو کر)۔

ہم لوگ کئی پیکٹ مہر بند کر چکے تھے اور اب بھی خاموشی سے یہ کام کیے جا رہے تھے، جب مسٹر جارکنس نے ہم سے بالکل انھی الفاظ میں کہا جن الفاظ میں ان کے آنجہانی پارٹنر ان کے لیے کہا کرتے تھے:

''مسٹر اسپنلو کو پرانے ڈھرّے سے ذرا بھی ادھر ادھر کر پانا بہت مشکل تھا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کیسے تھے وہ! میں یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا ہوں کہ انھوں نے کوئی وصیت نہیں چھوڑی ہے۔''

''آئیں، میں جانتا ہوں کہ انھوں نے وصیت کی تھی'' میں نے کہا۔

ان دونوں نے اپنے ہاتھ روک لیے اور میری جانب دیکھنے لگے۔

''جس دن میں نے آخری بار دیکھا تھا'' میں نے کہا ''انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ انھوں نے وصیت لکھ دی ہے اور سارے معاملات پہلے سے ہی طے کر دیے ہیں۔''

مسٹر جارکنس اور ٹفے نے ایک ساتھ سر ہلایا۔

''یہ عجیب سا لگتا ہے'' ٹفے نے کہا۔

''بہت عجیب۔'' مسٹر جارکنس نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس میں شک نہ ہوگا۔'' میں نے کہا۔

''میرے نیک مسٹر کاپر فیلڈ!'' ٹفے نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھتے ہوئے اور اپنی دونوں آنکھیں بند کر کے سر ہلاتے ہوئے کہا ''اگر آپ کامنس میں اتنے دنوں سے ہوتے جتنے دنوں سے میں یہاں ہوں تو آپ جان جاتے کہ یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر لوگ بہت زیادہ بے اصول ثابت ہوتے ہیں اور ان کی باتوں پر بہت کم یقین کیا جا سکتا ہے۔''

''آئیں، خدا خیر کرے، انھوں نے ویسا ہی کہا تھا۔'' میں نے پھر اپنی بات دہرادی۔

''مجھے کہنا چاہیے کہ اصل بات وہی ہے۔'' مسٹر ٹفے نے اپنی رائے ظاہر کی ''میرا خیال

ٹھیک لگتا ہے ــــ انھوں نے کوئی وصیت نامہ نہیں چھوڑا۔"

یہ مجھے عجیب بات لگی لیکن آخر میں ہوا یہی کہ کوئی وصیت نامہ نہیں ملا۔ کاغذات دیکھ کر تو یہی معلوم ہوتا تھا جیسے کبھی انھوں نے اس سلسلے میں سوچا ہی نہیں تھا کیونکہ اس کا کہیں سے ذرا بھی اشارہ نہیں مل پا رہا تھا، کوئی خاکہ یا اس قسم کا کوئی ارادہ، کسی بات کا شائبہ تک نہ تھا۔ جو چیز مجھے سب سے زیادہ حیران کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ ان کے معاملات بڑے افراتفری کے عالم میں تھے۔ یہ جان پانا بہت ہی مشکل تھا، میں نے سنا، کہ ان پر کیا کیا بقایا تھا، کیا کیا انھوں نے ادا کر دیا ہے: مرتے وقت ان کے پاس کیا تھا۔ یہ سمجھا گیا کہ شاید برسوں سے ان معاملات میں ان کا ذہن کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ دھیرے دھیرے یہ معلوم ہوا کہ کامنس میں لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ آمدنی سے زیادہ خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی یہ آمدنی بہت زیادہ نہیں تھی اور ان کے نجی ذرائع بھی بہت محدود ہو چکے تھے اگر وہ کبھی بہت زیادہ رہے ہوں (جس میں بہت زیادہ شبہ ہے) نارووڈ میں فرنیچر اور پٹے کی فروخت کی گئی اور ٹفے نے مجھے بتایا، بغیر یہ سمجھے ہوئے کہ اس کہانی میں مجھے کتنی زیادہ دلچسپی تھی، کہ آنجہانی کے بقایا جات ادا کرنے کے بعد اور فرم (کمپنی) پر بقایا قرض کو دیکھتے ہوئے وہ ان کی ساری املاک کا ایک ہزار پونڈ بھی دینا پسند نہیں کریں گے۔

یہ بات ان کے انتقال کے چھے ہفتے بعد کی ہے۔ اس دوران میں نہایت اذیت میں مبتلا رہا اور دل چاہتا تھا کہ میں اپنے بال نوچ ڈالوں جب مس ملز اب بھی یہی بتاتیں کہ میری دل شکستہ ننھی ڈورا کے سامنے جب میرا نام لیا جاتا تو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہتی کہ "ہائے پاپا بے چارے! ہائے، پیارے پاپا!" یہ بات بھی تھی کہ اس کے اور کوئی رشتے دار بھی نہیں تھے بجز دو پھوپھیوں کے (مسٹر اسپنلو کی دو غیر شادی شدہ بہنیں) جو پٹنی (Putney) میں رہتی تھیں اور کئی برسوں سے انھوں نے اپنے بھائی سے کسی بھی قسم کا رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کا اپنے بھائی سے کوئی جھگڑا ہوا البتہ ڈورا کی نام رکھائی کے موقع پر انھیں چائے پر مدعو کیا گیا تھا جب انھوں نے محسوس کیا تھا کہ انھیں زیادہ خوشی ہوتی اگر انھیں کھانے پر مدعو کیا جاتا۔ انھوں نے اپنے ان خیالات کا اظہار تحریری طور پر کیا تھا کہ "یہ سبھی کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ لوگ اس موقع پر بھی دور ہی رہیں۔" تب سے وہ لوگ اپنے راستے پر چل رہی تھیں اور ان کے بھائی اپنے

راستے پر۔

اب یہ دو خواتین اچانک حرکت میں آگئیں اور انھوں نے ڈورا کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ ان کے ساتھ پٹنی میں رہے۔ ڈورا نے ان دونوں کی تجویز منظور کرتے ہوئے اور روتے ہوئے استفسار کیا ''ہاں، ہاں پھوپھیو! پلیز جولیا مِلز، مجھے اور جیپ کو پٹنی لے چلیے!'' لہٰذا تجہیز و تکفین کے فوراً بعد ہی وہ لوگ وہاں چلے گئے۔

پٹنی کے خیال میں ڈوبے رہنے کے لیے میں کیسے وقت نکال لیتا تھا، میں واقعی نہیں جانتا لیکن میں کوئی نہ کوئی تدبیر کرکے پڑوس میں اکثر جاتا رہتا تھا۔ مس مِلز نے بہت اچھی طرح دوستی نبھاتے ہوئے ایک ڈائری رکھ لی تھی اور وہ کبھی کبھی کامنس میں ملا کرتی تھیں اور اسے پڑھا کرتی تھیں یا (اگر ان کے پاس پڑھ کر سنانے کا وقت نہ ہوتا) تو مجھے اسے دے دیا کرتی تھیں۔ یہ اندراجات میرے لیے کتنے بیش بہا ہوتے تھے، ایک نمونہ پیش ہے: -

دوشنبہ۔ میری پیاری ڈورا اب بھی بہت افسردہ ہے۔ دردِ سر —— جولیا کی جانب دیکھا، ایک دبلی پتلی دوشیزہ کی طرح۔ ڈورا نے جولیا کو سینے سے لگا لیا۔ یادیں پھر تازہ ہوگئیں، غموں کے پھاٹک کھول دیے۔ دکھ کی یلغار قبول کی۔ (کیا آنسو دل سے نکلی شبنم کی بوندیں ہوتی ہیں؟ جولیا مِلز)

''منگل۔ ڈورا کمزور اور نروس ہو چکی ہے۔ پیلی پڑ جانے سے اور اچھی لگ رہی ہے۔ (کیا ہم اسی طرح چاند کے بارے میں نہیں کہتے؟ جولیا مِلز) ڈورا، جولیا، نے گاڑی سے سر نکال کر لمبی سانس لی اور جیپ جھاڑ دینے والے پر بھونکتا رہا۔ جس پر ڈورا معمولی سی مسکرا دی —— اس طرح کے واقعات ہماری زندگی کا حصہ ہیں —— جولیا مِلز

''بدھ۔ ڈورا نسبتاً خوش۔ اپنے آپ ایک درد بھرا گیت گایا، شام کی گھنٹیاں بجیں۔ اثر خوشگوار نہیں بلکہ الٹا پڑا۔ ڈورا بہت زیادہ متاثر ہوگئی۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں سسکنے لگی۔ اشعار پڑھے جن میں اپنی اور غزال کی تعظیم تھی۔

''جمعرات۔ ڈورا یقیناً بہتر ہوئی ہے۔ رات اچھی گذری۔ گالوں پر ہلکی سی گلابی جھلک پھر آگئی۔ ڈیوڈ کاپرفیلڈ کا نام لینے کا ارادہ کیا۔ نام لیا، بہت محتاط ہوکر، سانس لینے کے دوران۔ ڈورا فوراً جذبات سے مغلوب ہوگئی۔ اف، پیاری، پیاری جولیا! اوہ! میں ایک شریر اور بے وفا بچی

رہی ہوں!'' پرسکون کیا، دلاسہ دیا۔ مقبرے پر ڈیوڈ کاپرفلیڈ کی مثالی تصویر کھینچی۔ ڈورا پھر جذبات سے مغلوب ہوگئی ''اف، میں کیا کروں، میں کیا کروں؟ اف، مجھے لے چلو کہیں!'' بہت خوفزدہ ـــــــ ڈورا بیہوش ہو جاتی ہے۔ ہوٹل سے گلاس میں پانی لایا گیا (شاعرانہ نسبت) دروازے کی چوکھٹ پر شطرنجی نشان: انسانی زندگی شطرنج کی بساط جیسی۔ افسوس! جولیا ملز۔

''جمعہ۔ حادثے کا دن۔ آدمی نیلا بیگ لیے باورچی خانے میں آتا ہے اور باورچی سے کچھ کہتا ہے۔ باورچی جواب دیتا ہے ''نہیں۔ ایسے آرڈر نہیں لیتا۔'' آدمی اسے پھر اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ باورچی آدمی کو جپ کے پاس تنہا چھوڑ کر اندر پوچھنے جاتا ہے۔ باورچی کے واپس لوٹنے پر آدمی پھر اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے لیکن آخر میں مایوس چلا جاتا ہے۔ جپ کھو گیا۔ ڈورا پریشان ـــــــ پولیس کو مطلع کر دیا گیا۔ اس آدمی کی شناخت کے لیے پھیلی ناک اور ٹانگیں کسی پل کے جنگلے جیسی بتائی گئیں۔ ہر طرف تلاش کی گئی۔ کامیابی نہیں ہوئی۔ جولیا، ڈورا بری طرح رو رہی ہیں اور کسی طرح چپ نہیں ہو رہی ہیں۔ غزال کا حوالہ پھر دیا گیا۔ مناسب، لیکن کچھ حاصل نہیں۔ شام کے وقت اجنبی لڑکا آتا ہے۔ اسے اندر کمرے میں لایا گیا۔ ناک پھیلی ہوئی ہے لیکن ٹانگیں جنگلے جیسی نہیں ہیں۔ کہتا ہے کہ وہ ایک پونڈ چاہتا ہے اور ایک کتے کو جانتا ہے اور کچھ بتانے سے انکار کرتا ہے اگرچہ کافی زور دیا گیا۔ ڈورا کے پونڈ دینے پر وہ باورچی کو چھوٹے مکان میں لے جاتا ہے جہاں جپ تنہا ایک میز کے پائے سے بندھا ہوا ہے۔ ڈورا خوش ہو جاتی ہے اور جپ کے سامنے ناچنے لگتی ہے جبکہ جپ کھانا کھانے لگتا ہے۔ اس خوش آئند تبدیلی سے ڈیوڈ کاپرفیلڈ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ڈورا پھر رونے لگتی ہے، پاکیزہ آواز میں چلاتی ہے ''اف، مت نام لو! مت نام لو! پاپا بے چارے کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا بہت بری بات ہوگی۔'' جپ کو سینے سے لگا لیتی ہے اور سسکتے سسکتے سو جاتی ہے۔ ڈیوڈ کاپرفیلڈ کو خود کو وقت کے دندانے دار پہیوں پر ہی ڈالے نہیں رکھنا چاہیے؟ جولیا ملز)۔''

اس زمانے میں مس ملز اور ان کی یہ ڈائری میری تسکین کا واحد ذریعہ تھیں۔ اسے دیکھنا جس نے تھوڑی دیر پہلے ہی ڈورا کو دیکھا ہو۔ ڈورا کو ہمدردی بھرا لکھا گیا ابتدائی خط خطوط کے بنڈل سے ڈھونڈھ کر نکالنا ـــــــ اس کے ذریعہ اور زیادہ دکھی بنایا جانا۔ اسی سے مجھے سکون ملتا

لوگ ان میں سے کاغذات نکالتے جاتے۔ دفتر سے متعلق کاغذات ایک طرف رکھتے جاتے اور ان کے ذاتی کاغذات (جو بہت زیادہ نہیں تھے) دوسری طرف رکھتے جاتے۔ ہم بے حد غمگین تھے اور جب ہمیں ادھر ادھر پڑی مہر یا پنسل یا کوئی انگوٹھی یا چھلا یا کوئی بھی ایسی چیز جن کا تعلق صرف انھی سے تھا، نظر آ جاتی تو ہم بہت دھیمے دھیمے بولنے لگتے (جذبات سے مغلوب ہو کر)۔

ہم لوگ کئی پیکٹ مہر بند کر چکے تھے اور اب بھی خاموشی سے یہ کام کیے جا رہے تھے، جب مسٹر جارکنس نے ہم سے بالکل انھی الفاظ میں کہا جن الفاظ میں ان کے آنجہانی پارٹنر ان کے لیے کہا کرتے تھے:

''مسٹر اسپنلو کو پرانے ڈھرّے سے ذرا بھی ادھر ادھر کر پانا بہت مشکل تھا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کیسے تھے وہ! میں یہ سوچنے پر مجبور ہو رہا ہوں کہ انھوں نے کوئی وصیت نہیں چھوڑی ہے۔''

''آ ئیں، میں جانتا ہوں کہ انھوں نے وصیت کی تھی'' میں نے کہا۔

ان دونوں نے اپنے ہاتھ روک لیے اور میری جانب دیکھنے لگے۔

''جس دن میں نے آخری بار دیکھا تھا'' میں نے کہا ''انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ انھوں نے وصیت لکھ دی ہے اور سارے معاملات پہلے سے ہی طے کر دیے ہیں۔''

مسٹر جارکنس اور ٹفے نے ایک ساتھ سر ہلایا۔

''یہ عجیب سا لگتا ہے'' ٹفے نے کہا۔

''بہت عجیب۔'' مسٹر جارکنس نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس میں شک نہ ہوگا'' میں نے کہا۔

''میرے نیک مسٹر کاپر فیلڈ!'' ٹفے نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھتے ہوئے اور اپنی دونوں آنکھیں بند کر کے سر ہلاتے ہوئے کہا ''اگر آپ کامنس میں اتنے دنوں سے ہوتے جتنے دنوں سے میں یہاں ہوں تو آپ جان جاتے کہ یہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر لوگ بہت زیادہ بے اصول ثابت ہوتے ہیں اور ان کی باتوں پر بہت کم یقین کیا جا سکتا ہے۔''

''آ ئیں، خدا خیر کرے، انھوں نے ویسا ہی کہا تھا'' میں نے پھر اپنی بات دہرا دی۔

''مجھے کہنا چاہیے کہ اصل بات وہی ہے۔'' مسٹر ٹفے نے اپنی رائے ظاہر کی ''میرا خیال

ٹھیک لگتا ہے ـــــ انھوں نے کوئی وصیت نامہ نہیں چھوڑا۔"

یہ مجھے عجیب بات لگی لیکن آخر میں ہوا یہی کہ کوئی وصیت نامہ نہیں ملا۔ کاغذات دیکھ کر تو یہی معلوم ہوتا تھا جیسے کبھی انھوں نے اس سلسلے میں سوچا ہی نہیں تھا کیونکہ اس کا کہیں سے ذرا بھی اشارہ نہیں مل پا رہا تھا، کوئی خاکہ یا اس قسم کا کوئی ارادہ، کسی بات کا شائبہ تک نہ تھا۔ جو چیز مجھے سب سے زیادہ حیران کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ ان کے معاملات بڑے افراتفری کے عالم میں تھے۔ یہ جان پانا بہت ہی مشکل تھا، میں نے سنا، کہ ان پر کیا کیا بقایا تھا، کیا کیا انھوں نے ادا کر دیا ہے: مرتے وقت ان کے پاس کیا تھا۔ یہ سمجھا گیا کہ شاید برسوں سے ان معاملات میں ان کا ذہن کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ دھیرے دھیرے یہ معلوم ہوا کہ کامنس میں لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ آمدنی سے زیادہ خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ ان کی یہ آمدنی بہت زیادہ نہیں تھی اور ان کے نجی ذرائع بھی بہت محدود ہو چکے تھے اگر وہ کبھی بہت زیادہ رہے ہوں (جس میں بہت زیادہ شبہ ہے) نارووڈ میں فرنیچر اور پٹے کی فروخت کی گئی اور ٹھے نے مجھے بتایا، بغیر یہ سمجھے ہوئے کہ اس کہانی میں مجھے کتنی زیادہ دلچسپی تھی، کہ آنجہانی کے بقایاجات ادا کرنے کے بعد اور فرم (کمپنی) پر بقایا قرض کو دیکھتے ہوئے وہ ان کی ساری املاک کا ایک ہزار پونڈ بھی دینا پسند نہیں کریں گے۔

یہ بات ان کے انتقال کے چھے ہفتے بعد کی ہے۔ اس دوران میں نہایت اذیّت میں مبتلا رہا اور دل چاہتا تھا کہ میں اپنے بال نوچ ڈالوں جب مس ملزاب بھی یہی بتاتیں کہ میری دل شکستہ ننھی ڈورا کے سامنے جب میرا نام لیا جاتا تو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہتی کہ "ہائے پاپا بے چارے! ہائے، پیارے پاپا!" یہ بات بھی تھی کہ اس کے اور کوئی رشتے دار بھی نہیں تھے بجز دو پھوپھیوں کے (مسٹر اسپنلو کی دو غیر شادی شدہ بہنیں) جو پٹنی (Putney) میں رہتی تھیں اور کئی برسوں سے انھوں نے اپنے بھائی سے کسی بھی قسم کا رابطہ قائم نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کا اپنے بھائی سے کوئی جھگڑا ہوا البتہ ڈورا کی نام رکھائی کے موقع پر انھیں چائے پر مدعو کیا گیا تھا جب انھوں نے محسوس کیا تھا کہ انھیں زیادہ خوشی ہوتی اگر انھیں کھانے پر مدعو کیا جاتا۔ انھوں نے اپنے ان خیالات کا اظہار تحریری طور پر کیا تھا کہ "یہ سبھی کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ لوگ اس موقع پر بھی دور ہی رہیں۔" تب سے وہ لوگ اپنے راستے پر چل رہی تھیں اور ان کے بھائی اپنے

راستے پر۔

اب یہ دوخواتین اچانک حرکت میں آگئیں اورانھوں نے ڈورا کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ ان کے ساتھ پٹنی میں رہے۔ ڈورا نے ان دونوں کی تجویز منظور کرتے ہوئے اور روتے ہوئے استفسار کیا ''ہاں، ہاں پھوپھیو! پلیز جولیا ملز، مجھےاور جپ کو پٹنی لے چلیے!'' لہٰذا تجہیز و تکفین کے فوراً بعد ہی وہ لوگ وہاں چلے گئے۔

پٹنی کے خیال میں ڈوبے رہنے کے لیے میں کیسے وقت نکال لیتا تھا، میں واقعی نہیں جانتا لیکن میں کوئی نہ کوئی تدبیر کر کے پڑوس میں اکثر جاتا رہتا تھا۔ مس ملز نے بہت اچھی طرح دوستی نبھاتے ہوئے ایک ڈائری رکھ لی تھی اور وہ کبھی کبھی کامنس میں ملا کرتی تھیں اور اسے پڑھا کرتی تھیں یا (اگر ان کے پاس پڑھ کر سنانے کا وقت نہ ہوتا) تو مجھے اسے دے دیا کرتی تھیں۔ یہ اندراجات میرے لیے کتنے بیش بہا ہوتے تھے، ایک نمونہ پیش ہے: -

دوشنبہ۔ میری پیاری ڈورا اب بھی بہت افسردہ ہے۔ درد سر—— جولیا کی جانب دیکھا، ایک دبلی پتلی دوشیزہ کی طرح۔ ڈورا نے جولیا کو سینے سے لگا لیا۔ یادیں پھر تازہ ہوگئیں، غموں کے پھاٹک کھول دیے۔ دکھ کی یلغار قبول کی۔ (کیا آنسو دل سے نکلی شبنم کی بوندیں ہوتی ہیں؟ جولیا ملز)

''منگل۔ ڈورا کمزور اور نروس ہو چکی ہے۔ پیلی پڑ جانے سے اور اچھی لگ رہی ہے۔ (کیا ہم اسی طرح چاند کے بارے میں نہیں کہتے؟ جولیا ملز) ڈورا، جولیا، نے گاڑی سے سر نکال کر لمبی سانس لی اور جپ جھاڑو دینے والے پر بھونکتا رہا۔ جس پر ڈورا معمولی سی مسکرا دی —— اس طرح کے واقعات ہماری زندگی کا حصہ ہیں —— جولیا ملز

''بدھ۔ ڈورا نسبتاً خوش۔ اپنے آپ ایک درد بھرا گیت گایا، شام کی گھنٹیاں بجیں۔ اثر خوشگوار نہیں بلکہ الٹا پڑا۔ ڈورا بہت زیادہ متاثر ہوگئی۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں سسکنے لگی۔ اشعار پڑھے جن میں اپنی اور غزال کی تعظیم تھی۔

''جمعرات۔ ڈورا یقیناً بہتر ہوئی ہے۔ رات اچھی گذری۔ گالوں پر ہلکی سی گلابی جھلک پھر آگئی۔ ڈیوڈ کاپرفیلڈ کا نام لینے کا ارادہ کیا۔ نام لیا، بہت محتاط ہو کر، سانس لینے کے دوران۔ ڈورا فوراً جذبات سے مغلوب ہوگئی۔ اف، پیاری، پیاری جولیا! اوہ! میں ایک شریر اور بے وفا بچی

رہی ہوں!'' پرسکون کیا، دلاسہ دیا۔ مقبرے پر ڈیوڈ کاپرفیلڈ کی مثالی تصویر کھینچی۔ ڈورا پھر جذبات سے مغلوب ہوگئی ''اف، میں کیا کروں، میں کیا کروں؟ اف، مجھے لے چلو کہیں!'' بہت خوفزدہ ——— ڈورا بیہوش ہو جاتی ہے۔ ہوٹل سے گلاس میں پانی لایا گیا (شاعرانہ نسبت) دروازے کی چوکھٹ پر شطرنجی نشان: انسانی زندگی شطرنج کی بساط جیسی۔ افسوس! جولیا ملز۔

''جمعہ۔ حادثے کا دن۔ آدمی نیلا بیگ لیے باورچی خانے میں آتا ہے اور باورچی سے کچھ کہتا ہے۔ باورچی جواب دیتا ہے ''نہیں۔ ایسے آرڈر نہیں لیتا۔'' آدمی اسے پھر اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ باورچی آدمی کو جپ کے پاس تنہا چھوڑ کر اندر پوچھنے جاتا ہے۔ باورچی کے واپس لوٹنے پر آدمی پھر اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے لیکن آخر میں مایوس چلا جاتا ہے۔ جپ کھو گیا۔ ڈورا پریشان ——— پولیس کو مطلع کر دیا گیا۔ اس آدمی کی شناخت کے لیے پھیلی ناک اور ٹانگیں کسی پل کے جنگلے جیسی بتائی گئیں۔ ہر طرف تلاش کی گئی۔ کامیابی نہیں ہوئی۔ جولیا، ڈورا بری طرح رو رہی ہیں اور کسی طرح چپ نہیں ہو رہی ہیں۔ غزال کا حوالہ پھر دیا گیا۔ مناسب، لیکن کچھ حاصل نہیں۔ شام کے وقت اجنبی لڑکا آتا ہے۔ اسے اندر کمرے میں لایا گیا۔ ناک پھیلی ہوئی ہے لیکن ٹانگیں جنگلے جیسی نہیں ہیں۔ کہتا ہے کہ وہ ایک پونڈ چاہتا ہے اور ایک کتے کو جانتا ہے اور کچھ بتانے سے انکار کرتا ہے اگرچہ کافی زور دیا گیا۔ ڈورا کے پونڈ دینے پر وہ باورچی کو چھوٹے مکان میں لے جاتا ہے جہاں جپ تنہا ایک میز کے پائے سے بندھا ہوا ہے۔ ڈورا خوش ہو جاتی ہے اور جپ کے سامنے ناچنے لگتی ہے جبکہ جپ کھانا کھانے لگتا ہے۔ اس خوش آئند تبدیلی سے ڈیوڈ کاپرفیلڈ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ڈورا پھر رونے لگتی ہے، پاکیزہ آواز میں چلاتی ہے ''اف، مت نام لو! مت نام لو! پاپا بے چارے کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا بہت بری بات ہوگی۔'' جپ کو سینے سے لگا لیتی ہے اور سسکتے سسکتے سو جاتی ہے۔ ڈیوڈ کاپرفیلڈ کو خود کو وقت کے دندانے دار پہیوں پر ہی ڈالے نہیں رکھنا چاہیے؟ جولیا ملز)۔''

اس زمانے میں مس ملز اور ان کی یہ ڈائری میری تسکین کا واحد ذریعہ تھیں۔ اسے دیکھنا جس نے تھوڑی دیر پہلے ہی ڈورا کو دیکھا ہو۔ ڈورا کو ہمدردی بھرا لکھا گیا ابتدائی خط خطوط کے بنڈل سے ڈھونڈھ کر نکالنا ——— اس کے ذریعہ اور زیادہ دکھی بنایا جانا۔ اسی سے مجھے سکون ملتا

راستے پر۔

اب یہ دوخواتین اچانک حرکت میں آگئیں اور انھوں نے ڈورا کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ ان کے ساتھ پٹنی میں رہے۔ ڈورا نے ان دونوں کی تجویز منظور کرتے ہوئے اور روتے ہوئے استفسار کیا''ہاں، ہاں پھوپھیو! پلیز جولیا ملز، مجھے اور جپ کو پٹنی لے چلیے!'' لہٰذا تجہیز و تکفین کے فوراً بعد ہی وہ لوگ وہاں چلے گئے۔

پٹنی کے خیال میں ڈوبے رہنے کے لیے میں کیسے وقت نکال لیتا تھا، میں واقعی نہیں جانتا لیکن میں کوئی نہ کوئی تدبیر کر کے پڑوس میں اکثر جاتا رہتا تھا۔ مس ملز نے بہت اچھی طرح دوستی نبھاتے ہوئے ایک ڈائری رکھ لی تھی اور وہ کبھی کبھی کامنس میں ملا کرتی تھیں اور اسے پڑھا کرتی تھیں یا (اگر ان کے پاس پڑھ کر سنانے کا وقت نہ ہوتا) تو مجھے اسے دے دیا کرتی تھیں۔ یہ اندراجات میرے لیے کتنے بیش بہا ہوتے تھے، ایک نمونہ پیش ہے: -

دوشنبہ۔ میری پیاری ڈورا اب بھی بہت افسردہ ہے۔ دردِ سر —— جولیا کی جانب دیکھا، ایک دبلی پتلی دوشیزہ کی طرح۔ ڈورا نے جولیا کو سینے سے لگا لیا۔ یادیں پھر تازہ ہوگئیں، غموں کے پھاٹک کھول دیے۔ دکھ کی یلغار قبول کی۔ (کیا آنسو دل سے نکلی شبنم کی بوندیں ہوتی ہیں؟ جولیا ملز)

''منگل۔ ڈورا کمزور اور نروس ہو چکی ہے۔ پیلی پڑ جانے سے اور اچھی لگ رہی ہے۔ (کیا ہم اسی طرح چاند کے بارے میں نہیں کہتے؟ جولیا ملز) ڈورا، جولیا، نے گاڑی سے سر نکال کر لمبی سانس لی اور جپ جھاڑو دینے والے پر بھونکتا رہا۔ جس پر ڈورا معمولی سی مسکرا دی —— اس طرح کے واقعات ہماری زندگی کا حصہ ہیں —— جولیا ملز

''بدھ۔ ڈورا نسبتاً خوش۔ اپنے آپ ایک درد بھرا گیت گایا، شام کی گھنٹیاں بجیں۔ اثر خوشگوار نہیں بلکہ الٹا پڑا۔ ڈورا بہت زیادہ متاثر ہوگئی۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں سسکنے لگی۔ اشعار پڑھے جن میں اپنی اور غزال کی تعظیم تھی۔

''جمعرات۔ ڈورا یقیناً بہتر ہوئی ہے۔ رات اچھی گذری۔ گالوں پر ہلکی سی گلابی جھلک پھر آگئی۔ ڈیوڈ کاپرفیلڈ کا نام لینے کا ارادہ کیا۔ نام لیا، بہت محتاط ہو کر، سانس لینے کے دوران۔

رہی ہوں!'' پرسکون کیا، دلاسہ دیا۔مقبرے پرڈیوڈ کاپرفلیڈ کی مثالی تصویر کھینچی۔ڈورا پھر جذبات سے مغلوب ہوگئی ''اف، میں کیا کروں، میں کیا کروں؟ اف، مجھے لے چلو کہیں!'' بہت خوفزدہ ـــــــ ڈورا بیہوش ہو جاتی ہے۔ہوٹل سے گلاس میں پانی لایا گیا (شاعرانہ نسبت) دروازے کی چوکھٹ پر شطرنجی نشان: انسانی زندگی شطرنج کی بساط جیسی۔افسوس! جولیا ملز۔

''جمعہ۔ حادثے کا دن۔آدمی نیلا بیگ لیے باورچی خانے میں آتا ہے اور باورچی سے کچھ کہتا ہے۔ باورچی جواب دیتا ہے ''نہیں۔ایسے آرڈر نہیں لیتا۔'' آدمی اسے پھر اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ باورچی آدمی کو جپ کے پاس تنہا چھوڑ کر اندر پوچھنے جاتا ہے۔ باورچی کے واپس لوٹنے پر آدمی پھر اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا ہے لیکن آخر میں مایوس چلا جاتا ہے۔ جپ کھو گیا۔ڈورا پریشان ـــــــ پولیس کو مطلع کر دیا گیا۔اس آدمی کی شناخت کے لیے پھیلی ناک اور ٹانگیں کسی پل کے جنگلے جیسی بتائی گئیں۔ ہر طرف تلاش کی گئی۔کامیابی نہیں ہوئی۔ جولیا، ڈورا بری طرح رو رہی ہیں اور کسی طرح چپ نہیں ہو رہی ہیں۔غزال کا حوالہ پھر دیا گیا۔مناسب، لیکن کچھ حاصل نہیں۔شام کے وقت اجنبی لڑکا آتا ہے۔اسے اندر کمرے میں لایا گیا۔ناک پھیلی ہوئی ہے لیکن ٹانگیں جنگلے جیسی نہیں ہیں۔کہتا ہے کہ وہ ایک پونڈ چاہتا ہے اور ایک کتے کو جانتا ہے اور کچھ بتانے سے انکار کرتا ہے اگرچہ کافی زور دیا گیا۔ڈورا کے پونڈ دینے پر وہ باورچی کو چھوٹے مکان میں لے جاتا ہے جہاں جپ تنہا ایک میز کے پائے سے بندھا ہوا ہے۔ڈورا خوش ہو جاتی ہے اور جپ کے سامنے ناچنے لگتی ہے جبکہ جپ کھانا کھانے لگتا ہے۔اس خوش آئند تبدیلی سے ڈیوڈ کاپرفیلڈ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ڈورا پھر رونے لگتی ہے، پاکیزہ آواز میں چلاتی ہے ''اف، مت نام لو! مت نام لو! مت نام لو! پاپا بےچارے کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچنا بہت بری بات ہوگی۔'' جپ کو سینے سے لگا لیتی ہے اور سسکتے سسکتے سو جاتی ہے۔ڈیوڈ کاپرفیلڈ کو خود کو وقت کے دندانے دار پہیوں پر ہی ڈالے نہیں رکھنا چاہیے؟ جولیا ملز)۔''

اس زمانے میں مس ملز اور ان کی یہ ڈائری میری تسکین کا واحد ذریعہ تھیں۔اسے دیکھنا جس نے تھوڑی دیر پہلے ہی ڈورا کو دیکھا ہو۔ڈورا کو ہمدردی بھرا لکھا گیا ابتدائی خط خطوط کے بنڈل سے ڈھونڈھ کر نکالنا ـــــــ اس کے ذریعہ اور زیادہ دکھی بنایا جانا۔اسی سے مجھے سکون ملتا

تھا۔ مجھے لگتا تھا جیسے میں تاش کے پتوں کے محل میں رہتا تھا جو ڈھے گیا تھا اور صرف مس ملز اور میں ہی ملبے سے زندہ نکل سکے تھے۔ مجھے لگتا تھا جیسے کسی جادوگر نے میرے دل کی معصوم دیوی کے گرد جادو کا گھیرا ڈال دیا تھا اور کسی اور چیز سے نہیں بلکہ وہی مضبوط دندانے دار پہیے ہی جو اتنے لوگوں کو کھینچ سکیں، میری اس معصوم دیوی کے پاس لے جا سکیں گے۔

●●●

باب 39

وک فیلڈ اور ہیپ

میں نے محسوس کیا کہ میری دادی اب میری اس طویل مایوسی اور افسردگی سے کافی پریشان سی رہنے لگی تھیں۔ انھوں نے مجھ سے بہانہ بناتے ہوئے کہا کہ وہ فکرمند ہیں ڈوور والے بنگلے کے بارے میں جو کرائے پر اٹھایا جا چکا تھا اور میں وہاں جا کر دیکھوں کہ وہاں سب ٹھیک چل رہا ہے یا نہیں؟ اور اسی کرائے دار سے اور طویل مدّت کے لیے معاہدہ کرلوں۔ جینٹ مسز اسٹرانگ کی خادمہ کی حیثیت سے کام کرنے لگی تھی جہاں میری روز اس سے ملاقات ہوتی تھی۔ وہ ڈوور چھوڑنے کے لیے کچھ طے نہیں کر پا رہی تھی۔ اس انسانی پناہ گاہ کو، جس میں رہ کر اس نے تعلیم حاصل کی اور ایک ملاح سے شادی کرلی، اسے چھوڑنے پر اس کا دل آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے بالآخر اسے چھوڑنے کا ارادہ کر ہی لیا۔ اصول کی بنا پر اتنا نہیں، جتنا کہ میرے خیال میں اس وجہ سے کہ وہ اپنے شوہر کو پسند نہیں کرتی تھی۔

حالانکہ مس ملز کو چھوڑ کر جانا بڑا مشکل معلوم ہو رہا تھا لیکن میں نے دادی کی بات بڑی خوشی سے مان لی کیونکہ اس سے ایگنیز کے ساتھ کچھ گھنٹے گذار کر اپنا غم غلط کرنے کا موقع مل جاتا۔ میں نے نیک ڈاکٹر اسٹرانگ سے تین دن کی رخصت کے لیے کہا تو انھوں نے بڑی خوشی سے اسے منظور کرلیا ـــــ انھوں نے کچھ اور دنوں تک وہاں رہنے کے لیے کہا لیکن اس سے زیادہ

وہاں رہنے میں مجھے دقت ہوتی ـــــ میں نے وہاں جانے کے لیے ذہن بنالیا۔

جہاں تک کامنس کی بات تھی، اس سہ ماہی میں کوئی ایسا خاص موقع نہیں تھا جب میرا وہاں جانا بہت ضروری رہا ہو۔ سچ بات یہ ہے کہ ٹپ ٹاپ والے پراکٹروں سے ہم لوگوں کا ٹھیک سے تال میل نہیں بیٹھ پا رہا تھا اور ہماری پوزیشن بڑی تیزی سے گرتی جا رہی تھی۔ مسٹر اسپنلو کے آنے سے قبل مسٹر جارکنس کے تحت یہاں کا کام بے حد ڈھیلا ڈھالا تھا اور ان کے آنے سے یقیناً اس دفتر میں نئی روح پھونک اٹھی تھی اور کام اچھا ہونے لگا تھا لیکن مسٹر اسپنلو کے مظاہرے کے بعد بھی معاملہ ابھی اتنا مضبوط نہیں ہو پایا تھا کہ اچانک اس کے اتنے فعال منیجر کے اچانک انتقال ہو جانے کا دھچکا آسانی سے برداشت کرلیا جاتا۔ بزنس بہت گر گیا۔ مسٹر جارکنس کی فرم میں جو حیثیت تھی، اس سے قطع نظر، وہ ایک آرام کے ساتھ کام کرنے والے آدمی تھے جن کی گھر سے باہر کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اب مجھے ان کے ساتھ ہی کام کرنا پڑ رہا تھا اور جب میں نے دیکھا کہ وہ ناس سونگھتے پڑے رہتے تھے اور بزنس کو قطعاً نظرانداز کر رکھا تو مجھے اپنی دادی کے ان ایک ہزار پونڈ کو سوچ کر اتنا دکھ ہونے لگا جتنا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

لیکن بات بس یہیں ختم نہیں تھی۔ کامنس میں بہت سے باہری لوگ دلال کے طور پر کام کرتے تھے، جو خود پراکٹر نہیں تھے۔ وہ لوگوں کے کام خود لے لیتے اور مستند پراکٹروں سے کام کرا لیتے یعنی پراکٹر اپنا حصہ لے کر صرف اپنی دستخط کر دیتے تھے۔ اب ہماری فرم کو بزنس کی تلاش تھی، خواہ وہ کسی طرح بھی ملے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو بھی ان نیک بختوں (دلالوں) کا سہارا لینا ہی پڑا اور ان دلالوں سے ہم نے بھی اپنے لیے کام لانے کے لیے کہا۔ شادی کے لائسنس اور تصدیق وصیت نامہ جیسے کام ہم زیادہ چاہتے تھے کیونکہ ان کاموں میں سب سے اچھا پیسہ ملتا تھا اور اس کے لیے کمپیٹیشن واقعی بہت بڑھ گیا تھا۔ اغوا کرنے والے اور پٹی پڑھانے والے کامنس کے ہر دروازے پر اس تاکید کے ساتھ تعینات کر دیے جاتے تھے کہ وہ سوگوار نظر آنے والے اور شرمانے والے ہر شخص پر کڑی نظر رکھیں اور کسی بھی طرح انھیں بہلا پھسلا کر یا اغوا کر کے اس آدمی کے دفتر میں پہنچا دیں جس سے ان کا کمیشن طے ہو۔ ان ہدایات پر اتنی سختی سے عمل کیا جاتا تھا کہ میں خود، جب تک وہاں لوگ مجھے اچھی طرح پہچاننے نہیں لگے تھے، دو بار پکڑ کر اپنے خاص مد

مقابل کے دفتر میں لے جایا گیا تھا۔ چونکہ ان غنڈوں، بدمعاشوں کا یہ کام ہی ایسا تھا جس میں کسی موکل کا دوسرے دلال کے ہاتھ لگ جانا بقیہ دلالوں (بدمعاشوں) کو مشتعل کر ہی دیتا تھا، اس لیے ان میں آپس میں خوب لڑائی بھی ہوتی رہتی تھی اور کامنس میں آنے والے ضرورت مندوں کی توہین اور رسوائی کا ٹھیکہ سب سے بڑے بدمعاش (جو پہلے شراب کا دھندہ چلاتا تھا، بعد میں جھوٹی گواہی دینے کا کام کرنے لگا تھا) نے لے رکھا تھا جو اکثر کئی کئی دنوں تک ایک آنکھ کے گرد نیلے حلقے (مار پیٹ میں چوٹ لگ جانے سے) کے ساتھ دکھائی دیتا۔ ان بدمعاشوں میں سے کوئی بھی کسی موکل سے شرافت سے پیش آنے کے بارے میں سوچتا تک نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ماتمی لباس میں ملبوس بوڑھی عورتوں سے بھی اسی بدتمیزی سے پیش آتے اور وہ جس پراکٹر کو پوچھتیں فوراً وہ اسے مرحوم بتاتے ہوئے اس کا وارث یا نمائندہ خود کو ہی کہتے اور اس خاتون کو اس دفتر تک لے جا کر ہی دم لیتے، جہاں سے ان کا کمیشن بندھا ہوتا۔ میرے پاس بھی اس طرح کے بہت سے قیدی لائے جاتے۔ شادی کے لائسنس حاصل کرنے والوں کے لیے یہ کمپیٹیشن اس حد تک پہنچ گیا کہ کوئی شرماتا ہوا نوجوان اس مقصد سے جیسے ہی کامنس کے قریب پہنچتا، سب سے پہلے مل جانے والے دلال کے ساتھ لگ جاتا ورنہ اس کے دلالوں میں کھینچ تان اور مار پیٹ ہونے لگتی اور جو سب سے زیادہ طاقت ور اور اثر دار ہوتا اسے اسی کا شکار بننا پڑتا۔ ایک منشی جو باہری تھا، اس مقابلے کے لیے ہیٹ پہنے بالکل تیار بیٹھا رہتا تھا اور جیسے ہی کوئی ضرورت مند نظر آتا، یہ کود کر اس کے پاس پہنچ جاتا اور فوراً قائم مقام یا نائب بشپ کے پاس جا کر حلفیہ گواہی دینے لگتا۔ موکلوں کو پٹی پڑھانے اور انھیں اغوا کر لینے کا سلسلہ، مجھے یقین ہے، کہ آج بھی جاری ہے، میں جب آخری بار کامنس گیا تو ایک بہت شریف نظر آنے والا شخص جو سفید لبادہ پہنے ہوئے تھا، دروازے سے اچھل کر میرے پاس آیا اور میرے کان میں سرگوشی کے انداز میں بولا ''شادی کا لائسنس'' اور مجھے پکڑ کر کیا بلکہ اٹھا کر پراکٹر کے دفتر کی طرف لے جانے لگا اور لوگوں نے مل کر بڑی مشکل سے مجھے اس کی گرفت سے آزاد کرایا۔

اس سے انحراف کرتے ہوئے مجھے ڈوور کی طرف بڑھنے دیجیے——

میں نے بنگلے پر ہر چیز اطمینان بخش پائی اور اس بات سے بہت خوش ہوا کہ میری دادی کو

کتنی دلی مسرت ہوگی جب میں ان سے بتاؤں گا کہ کرائے دار نے ان کی لڑائی کو وراثت جیسی تصور کرتے ہوئے گدھوں کے خلاف مسلسل جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ مکان کا معمولی سا مسئلہ حل کرکے اور ایک رات وہاں سونے کے بعد صبح سویرے میں کینٹر بری کے لیے روانہ ہوگیا۔ اب پھر سردی کا موسم شروع ہوگیا تھا اور شگفتہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس کھلی فضا میں مجھے امید ہوئی کہ میرا دل قدرے بہل جائے گا۔

کینٹر بری پہنچنے پر پرانی گلیوں میں چلتے وقت میں کافی سکون محسوس کرنے لگا اور میرے دل کو خاصا اطمینان سا نصیب ہوا۔ وہاں وہی پرانے سائن بورڈ تھے۔ دوکانوں پر لکھے گئے وہی پرانے نام نظر آرہے تھے اور وہی پرانے لوگ ان دوکانوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے لگا جیسے مجھے اسکول چھوڑے بہت دن ہوگئے لیکن اس جگہ تبدیلی بہت کم واقع ہوئی ہے جب تک کہ مجھے یہ دھیان نہیں آیا کہ میں خود بھی بہت کم بدلا ہوں۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے عجیب سا لگ رہا ہے کہ ایگنیز کے بارے میں میرے ذہن پر جو پرسکون اور خاموش تاثر تھا، وہ مجھے اس پورے شہر پر نظر آرہا تھا جہاں وہ رہتی تھی۔ بڑے گرجا کے مینار، اور پرانے چھوٹے اور بڑے قسم کے کوے جن کی کھوکھلی آوازیں انھیں اس سے بھی زیادہ سن رسیدہ اور تھکا ہوا ظاہر کررہی تھیں جتنا کہ وہ خاموش رہنے پر لگتے۔ ٹوٹے پھوٹے پھاٹک، جن کے اندر کبھی مورتیں سلیقے سے رکھی رہتی تھیں، اب ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں اور اسی طرح لگ رہی تھیں جیسے عقیدت مند انھیں کبھی دیکھا کرتے تھے۔ گری پڑی دیواریں، پرانے مکانات، کھیتوں کے سلسلے، چراگاہ اور باغ، ہر جگہ ـــــ ہر چیز پر میں نے وہی خاموشی اور وہی سکون محسوس کیا، سوچ میں ڈوبا ہوا، حوصلہ شکن ماحول۔

مسٹر وک فیلڈ کے مکان پر پہنچنے کے بعد میں نے دیکھا نچلی منزل کے چھوٹے کمرے میں جہاں یورایہ ہیپ بیٹھا کرتا تھا، مسٹر مکابر بیٹھے ہوئے بڑے انہاک سے قلم چلا رہے تھے۔ وہ اس چھوٹے سے دفتر میں بالکل وکیلوں جیسے لباس میں ملبوس کافی لمبے چوڑے لگ رہے تھے۔

مسٹر مکابر مجھے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے لیکن قدرے گھبرا بھی اٹھے۔ وہ مجھے فوراً یورایا کے پاس لے جاتے لیکن میں نے ایسا کرنے سے منع کردیا۔

''میں اس پرانے مکان کو پہلے سے جانتا ہوں، آپ کو یاد ہوگا'' میں نے کہا'' اور میں خود

ہی اوپر چلا جاؤں گا۔ قانون آپ کو کیسا لگ رہا ہے، مسٹر مکابر؟''

''میرے عزیز کاپرفیلڈ'' انھوں نے جواب دیا ''ایک ایسے آدمی کے لیے جس میں اعلیٰ تخیلی صلاحیت ہو، قانون کے مطالعے میں جتنی تفصیلات مل سکیں بہتر ہے۔'' یہاں تک کہ ہماری تجارتی ــــ خط وکتابت میں ہمارے ذہن کو عمدہ اظہار خیال کی آزادی نہیں ہوتی۔'' مسٹر مکابر نے چندان خطوط کو دیکھتے ہوئے کہا جن کو وہ لکھ رہے تھے ــــــــ اس کے باوجود یہ ایک کاروباری مشغلہ ہے ــــ ایک عظیم مشغلہ۔

پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ یورایا ہیپ کے پرانے مکان میں کرائے دار کی حیثیت سے رہنے لگے ہیں اور یہ کہ مسز مکابر ایک بار پھر اپنی چھت کے نیچے میرا استقبال کر کے بہت خوش ہوں گی۔

مسٹر مکابر نے کہا ''میرے دوست ہیپ کے پسندیدہ خیال کا ذکر کرنا میرے لیے اعزاز کی بات ہے لیکن یہ ایک شاندار رہائش گاہ مل جانے کا وسیلہ ثابت ہوسکتا ہے۔''

میں نے پوچھا کہ کیا وہ اپنے دوست ہیپ کے اب تک کے رویے سے مطمئن ہیں؟ دھیمی آواز میں جواب دینے سے قبل انھوں نے اٹھ کر یہ اطمینان کر لیا کہ دروازہ ٹھیک سے بند ہے یا نہیں، پھر بولے:

''میرے عزیز کاپرفیلڈ، کوئی شخص جو حالات سے مجبور ہو کر بہت گر کر کام کرتا ہے، عموماً اسے کچھ نہ کچھ شرمندگی کا بھی سامنا کرتے ہی رہنا پڑتا ہے، اور یہ مسئلہ اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ضرورت اسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ معاوضہ ملنے کی مدّت پوری ہونے سے پہلے یہ رقم مانگنے لگے۔ میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میرے دوست ہیپ نے ہمیشہ میری وہ گذارش مان لی ہے جس کی اور تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا اور انھوں نے اپنا وقار بنائے رکھا ہے۔ وہ بڑے اچھے دل کے آدمی ہیں۔''

''مجھے یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ بہت دل کھول کر پیسہ خرچ کرتے ہیں۔'' میں نے رائے ظاہر کی۔

''معاف کیجیے!'' مسٹر مکابر نے قدرے کشمکش کے ساتھ کہا ''میں اپنے دوست ہیپ

کتنی دلی مسرت ہوگی جب میں ان سے بتاؤں گا کہ کرائے دار نے ان کی لڑائی کو وراثت جیسی تصور کرتے ہوئے گدھوں کے خلاف مسلسل جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ مکان کا معمولی سا مسئلہ حل کر کے اور ایک رات وہاں سونے کے بعد صبح سویرے میں کینٹر بری کے لیے روانہ ہو گیا۔ اب پھر سردی کا موسم شروع ہو گیا تھا اور شگفتہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس کھلی فضا میں مجھے امید ہوئی کہ میرا دل قدرے بہل جائے گا۔

کینٹر بری پہنچنے پر پرانی گلیوں میں چلتے وقت میں کافی سکون محسوس کرنے لگا اور میرے دل کو خاصا اطمینان سا نصیب ہوا۔ وہاں وہی پرانے سائن بورڈ تھے۔ دوکانوں پر لکھے گئے وہی پرانے نام نظر آرہے تھے اور وہی پرانے لوگ ان دوکانوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے لگا جیسے مجھے اسکول چھوڑے بہت دن ہو گئے لیکن اس جگہ تبدیلی بہت کم واقع ہوئی ہے جب تک کہ مجھے یہ دھیان نہیں آیا کہ میں خود بھی بہت کم بدلا ہوں۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے عجیب سا لگ رہا ہے کہ ایگنیز کے بارے میں میرے ذہن پر جو پرسکون اور خاموش تاثر تھا، وہ مجھے اس پورے شہر پر نظر آرہا تھا جہاں وہ رہتی تھی۔ بڑے گرجا کے مینار، اور پرانے چھوٹے اور بڑے قسم کے کوے جن کی کھوکھلی آوازیں انھیں اس سے بھی زیادہ سن رسیدہ اور تھکا ہوا ظاہر کر رہی تھیں جتنا کہ وہ خاموش رہنے پر لگتے۔ ٹوٹے پھوٹے پھاٹک، جن کے اندر کبھی مورتیں سلیقے سے رکھی رہتی تھیں، اب ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں اور اسی طرح لگ رہی تھیں جیسے عقیدت مند انھیں کبھی دیکھا کرتے تھے۔ گری پڑی دیواریں، پرانے مکانات، کھیتوں کے سلسلے، چراگاہ اور باغ، ہر جگہ ——— ہر چیز پر میں نے وہی خاموشی اور وہی سکون محسوس کیا، سوچ میں ڈوبا ہوا، حوصلہ شکن ماحول۔

مسٹر وک فیلڈ کے مکان پر پہنچنے کے بعد میں نے دیکھا نچلی منزل کے چھوٹے کمرے میں جہاں یورایہ ہیپ بیٹھا کرتا تھا، مسٹر مکابر بیٹھے ہوئے بڑے انہماک سے قلم چلا رہے تھے۔ وہ اس چھوٹے سے دفتر میں بالکل وکیلوں جیسے لباس میں ملبوس کافی لمبے چوڑے لگ رہے تھے۔

مسٹر مکابر مجھے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے لیکن قدرے گھبرا بھی اٹھے۔ وہ مجھے فوراً یورایا کے پاس لے جاتے لیکن میں نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

''میں اس پرانے مکان کو پہلے سے جانتا ہوں، آپ کو یاد ہوگا'' میں نے کہا ''اور میں خود

ہی اوپر چلا جاؤں گا۔ قانون آپ کو کیسا لگ رہا ہے، مسٹر مکابر؟''

''میرے عزیز کاپرفیلڈ'' انھوں نے جواب دیا ''ایک ایسے آدمی کے لیے جس میں اعلیٰ تخیلی صلاحیت ہو، قانون کے مطالعے میں جتنی تفصیلات مل سکیں بہتر ہے۔'' یہاں تک کہ ہماری تجارتی ــــ خط وکتابت میں ہمارے ذہن کو عمدہ اظہار خیال کی آزادی نہیں ہوتی۔'' مسٹر مکابر نے چندان خطوط کو دیکھتے ہوئے کہا جن کو وہ لکھ رہے تھے ــــــ اس کے باوجود یہ ایک کاروباری مشغلہ ہے ــــ ایک عظیم مشغلہ۔

پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ یورایا ہیپ کے پرانے مکان میں کرائے دار کی حیثیت سے رہنے لگے ہیں اور یہ کہ مسز مکابر ایک بار پھر اپنی چھت کے نیچے میرا استقبال کر کے بہت خوش ہوں گی۔

مسٹر مکابر نے کہا ''میرے دوست ہیپ کے پسندیدہ خیال کا ذکر کرنا میرے لیے اعزاز کی بات ہے لیکن یہ ایک شاندار رہائش گاہ مل جانے کا وسیلہ ثابت ہوسکتا ہے۔''

میں نے پوچھا کہ کیا وہ اپنے دوست ہیپ کے اب تک کے رویے سے مطمئن ہیں؟

دھیمی آواز میں جواب دینے سے قبل انھوں نے اٹھ کر یہ اطمینان کرلیا کہ دروازہ ٹھیک سے بند ہے یا نہیں، پھر بولے:

''میرے عزیز کاپرفیلڈ، کوئی شخص جو حالات سے مجبور ہوکر بہت گر کر کام کرتا ہے، عموماً اسے کچھ نہ کچھ شرمندگی کا بھی سامنا کرتے ہی رہنا پڑتا ہے، اور یہ مسئلہ اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ضرورت اسے مجبور کر دیتی ہے کہ وہ معاوضہ ملنے کی مدت پوری ہونے سے پہلے یہ رقم مانگنے لگے۔ میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میرے دوست ہیپ نے ہمیشہ میری وہ گذارش مان لی ہے جس کی اور تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا اور انھوں نے اپنا وقار بنائے رکھا ہے۔ وہ بڑے اچھے دل کے آدمی ہیں۔''

''مجھے یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ بہت دل کھول کر پیسہ خرچ کرتے ہیں۔'' میں نے رائے ظاہر کی۔

''معاف کیجیے!'' مسٹر مکابر نے قدرے کشمکش کے ساتھ کہا ''میں اپنے دوست ہیپ

کے بارے میں اسی طرح بتا رہا ہوں جیسا کہ میرا تجربہ رہا ہے۔"

"مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ کا تجربہ خوشگوار رہا ہے۔" میں نے جواباً کہا۔

"آپ بہت اچھے آدمی ہیں، میرے عزیز کاپر فیلڈ۔" مسٹر مکابر نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور گنگنانے لگے۔

"کیا آپ مسٹر وک فیلڈ سے بھی برابر ملتے رہتے ہیں؟" میں نے موضوع بدلنے کی غرض سے کہا۔

"زیادہ نہیں" مسٹر مکابر نے لاپروائی سے کہا "مسٹر وک فیلڈ، میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا، کہ بہت ہی نیک طبیعت کے آدمی ہیں، لیکن مختصر یہ کہ، اب وہ بیکار ہو چکے ہیں۔"

"مجھے ڈر ہے کہ ان کا پارٹنر انھیں ایسا کیے دے رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"میرے عزیز کاپر فیلڈ!" مسٹر مکابر نے تذبذب کے ساتھ اپنے اسٹول پر کچھ دیر تک جھولتے رہنے کے بعد کہا "مجھے ایک بات صاف کرنے کی اجازت دیجیے! میں یہاں ان کے راز دار کی حیثیت سے ہوں۔ میں یہاں ایک پُراعتماد آدمی کی حیثیت سے رکھا گیا ہوں۔ کچھ باتوں پر گفتگو، مسز مکابر تک سے (جو ایک مدت سے میری بدقسمتی میں شریک رہیں اور ایک بے حد عقلمند خاتون ہیں) کرنے سے پہلے میں سوچ لیتا ہوں کہ آیا یہ بات مجھے ان سے کرنی چاہیے یا نہیں۔ اس لیے میں آپ سے کہنا چاہوں گا کہ ہم اپنی دوستانہ گفتگو کے لیے ایک خط کھینچ لیں —— جو مجھے یقین ہے کہ کبھی بگڑنے نہیں پائے گی۔ اس لکیر کے ایک طرف" مسٹر مکابر نے ڈسک پر دفتر کا رولر رکھتے ہوئے فرمایا۔ "یہ گفتگو انسانی عقل کی ساری ذہانت کا دائرہ ہے جبکہ دوسری طرف وہ استثنا، یعنی میسرز وک فیلڈ اینڈ ہیپ اور ان کے سارے معاملات۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے نوعمر دوست سے اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے لیے کہہ کر اس کی دل شکنی نہیں کر رہا ہوں۔؟"

اگر چہ میں نے مسٹر مکابر میں ایک بے اطمینانی والی تبدیلی دیکھی جس سے لگ رہا تھا کہ ان کا نیا کام ان کے لیے ٹھیک نہیں تھا، میں نے سوچا کہ مجھے ان کی اس بات کا برا ماننے کا کوئی حق نہیں۔ میں نے جب ان سے یہ بات کہہ دی تو انھیں کافی راحت محسوس ہوئی اور انھوں نے لپک کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

''میں ان سے بے حد متاثر ہوا ہوں، کاپر فیلڈ'' مسٹر مکابر نے کہا ''میں آپ کو مس وک فیلڈ (ایگنیز) کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ وہ ایک نفیس نوعمر خاتون ہیں جن میں بے حد کشش، وقار اور خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔'' مسٹر مکابر نے مسلسل اپنا ہاتھ چومتے ہوئے اور انکسار میں سرخم کرتے ہوئے کہا ''میں مس وک فیلڈ کا عقیدت مند ہوں! ہاں!''

''کم از کم میں اس سے بہت خوش ہوا۔'' میں نے کہا۔

''اگر آپ نے مجھ سے نہ بتایا ہوتا، میرے پیارے کاپر فیلڈ، اس خوشگوار سہ پہر ہم جب آپ سے رخصت ہونے کی سعادت حاصل کر رہے تھے، کہ ڈ (ڈورا) آپ کا پسندیدہ حرف ہے'' مسٹر مکابر نے کہا ''تو میں بلاشبہ یہی سمجھتا کہ آپ کا پسندیدہ حرف الف (ایگنیز) ہی ہے۔''

ہم سبھی کو اپنے اپنے احساس کا تجربہ جو وقتاً فوقتاً ہمیں ہوتا رہتا ہے، کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کہہ اور کر چکے ہیں، ماضی بعید میں ——— خود طرح طرح کے حالات سے گھرے، انھیں چہروں، چیزوں اور حالات کے سلسلے میں ——— اور یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ اب کیا کہا جانے والا ہے جیسے کہ یہ اچانک ہمیں یاد آ جاتا ہے! مجھے زندگی میں اس کا اتنا شدید احساس اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا جتنا کہ ان کے ایسا کہنے پر ہوا ———

میں نے مسٹر مکابر سے اس وقت اجازت لے لی، گھر پر سب لوگوں کو خوب یاد کے ساتھ پوچھ لینے کی تاکید کرتے ہوئے۔ جب میں ان سے رخصت ہونے لگا، انھوں نے اپنے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے قلم اٹھا لیا اور اپنا سر پھر اپنے کام پر جھکا لیا تو مجھے صاف محسوس ہوا کہ ان کے اور میرے درمیان، جب سے انھوں نے نیا کام کرنا شروع کر دیا ہے، کچھ فاصلہ پیدا ہو گیا ہے جو ہمارے ایک دوسرے سے پہلے کی طرح گفتگو کرنے کی راہ میں حائل ہو گیا ہے۔

پرانے ڈرائنگ روم میں اس وقت کوئی نہیں تھا اگرچہ اسے دیکھ کر مسز ہیپ (یورایا کہ ماں) کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ میں نے اس کمرے میں جھانکا جواب بھی ایگنیز کی تحویل میں تھا۔ وہ آتش دان کے پاس بیٹھی نظر آئی، ایک پرانے طرز کے ڈسک پر لکھتی ہوئی۔

میرا عکس پڑنے سے اندھیرا ہو جانے پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ یہ سوچ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی کہ مجھے دیکھتے ہی اس میں کتنی خوشگوار تبدیلی آ گئی اور اس نے کتنے تپاک سے میرا استقبال کیا!

''ہائے، ایگنیز!'' جب ہم ساتھ ساتھ بیٹھ گئے تو میں نے کہا ''ادھر میں تمھیں بری طرح یاد کر رہا تھا!''

''واقعی؟'' اس نے جواباً کہا ''پھر! اور اتنی جلدی؟''

میں نے سر ہلا دیا۔

''میں نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے ایگنیز، میں سمجھتا ہوں کہ میرے ذہن میں اس صلاحیت کی کمی ہے جو کہ مجھ میں ہونی چاہیے۔ تم میرے لیے اتنا سوچنے لگی تھیں، یہاں پہلے ہمارے خوشی کے دنوں میں، اور میں اتنے فطری انداز میں تم سے صلاح اور مدد مانگنے لگتا تھا کہ میں واقعی سوچتا ہوں کہ اب میں کوئی فیصلہ کرنے سے خود کو قاصر محسوس کرنے لگتا ہوں۔

''معاملہ کیا ہے؟'' ایگنیز نے شوخی سے کہا۔

میں نہیں جانتا کہ اسے کیا کہوں۔'' میں نے کہا ''میرے خیال میں میں مخلص اور مستقل مزاج ہوں؟''

''مجھے اس کا یقین ہے کہ تم ایسے ہی۔'' ایگنیز نے کہا۔

''اور صابر بھی، ایگنیز؟'' میں نے قدرے تذبذب کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں،'' ایگنیز نے ہنستے ہوئے کہا ''بہت زیادہ۔''

''اس کے باوجود'' میں نے کہا ''میں اس قدر دل گرفتہ اور متفکر ہو جاتا ہوں اور اتنا بے چین اور بے قرار سا ہو جاتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے —— مجھے اسے کیا کہنا چاہیے —— سہارا، کسی قسم کا؟''

''تم چاہو تو ایسا کہہ سکتے ہو۔'' ایگنیز نے کہا۔

''ٹھیک ہے!'' میں نے کہا ''دیکھو! تم لندن آتی ہو تو مجھ کو سہارا مل جاتا ہے اور مجھے فوراً ایک مقصد اور راستہ نظر آنے لگتا ہے۔ جب میرا یہ احساس ختم ہو جاتا ہے تو میں یہاں چلا آتا ہوں اور ایک لمحے میں محسوس کرنے لگتا ہوں کہ جیسے میں ایک بدلا ہوا آدمی ہوں۔ حالات جو مجھے پریشان کیے رہتے ہیں، وہ میرے اس کمرے میں آ جانے سے بدل نہیں جاتے، لیکن اسی مختصر وقفے میں مجھ پر ایسا اثر پڑتا ہے جس سے مجھ میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

اف، کتنا اچھا محسوس ہونے لگا! یہ کیا ہے؟ تم میں ایسی کیا بات ہے، ایگنیز؟''

وہ سر جھکائے آگ کو دیکھتی رہی۔

''یہ وہی پرانی کہانی ہے'' میں نے کہا ''ہنسنا نہیں، جب میں کہوں کہ ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ میری پہلے کی پریشانیاں تو حماقت آمیز ہوا کرتی تھیں اب یہ پریشانیاں سنجیدہ اور گہری ہیں، لیکن جب کبھی میں اپنی منھ بولی بہن سے دور ہوا ہوں ــــ ''

ایگنیز نے سر اٹھا کر میری جانب دیکھا ــــ ایسے معصوم چہرے سے! اور اس نے اپنا ہاتھ میری جانب بڑھا دیا جسے میں نے چوم لیا۔

جب بھی تم مجھے مشورہ دینے اور ابتدا میں میرے کام کو منظوری دینے کے لیے نہیں مل پاتیں تو میں الٹا سیدھا کام کر کے طرح طرح کی پریشانیوں میں گھر جاتا ہوں۔ جب میں پچھلی بار تمھارے پاس آیا تھا (جیسا کہ میں ہمیشہ کرتا رہا ہوں) مجھے سکون مل گیا تھا اور میں خود کو ہشاش بشاش محسوس کرنے لگا تھا۔ میں اب ایک تھکے مسافر کی طرح گھر آیا ہوں اور مجھے یہاں کتنی راحت کا احساس ہو رہا ہے!''

میں جو کچھ کہہ رہا تھا اسے شدت سے محسوس کر رہا تھا اور اس کا میرے دل پر ایسا اثر پڑ رہا تھا کہ میری آواز بھرّانے لگی اور میں نے ہاتھ سے اپنا چہرہ چھپا لیا، میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میں سچائی بیان کر رہا ہوں۔ مجھ میں جو بھی تضادات اور لاابالی پن پایا جاتا رہا ہو، جیسا کہ بہت سے لوگوں میں ہوتا ہے، یہ تضادات اوروں سے چاہے جتنے مختلف یا بہتر رہے ہوں، جو کچھ میں نے کیا، جن میں اپنے دل کی آواز کی ان سنی کرتے ہوئے ادھر ادھر بھٹکا ہوں، اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ جب میں ایگنیز کو اپنے قریب پاتا تو میں بالکل مستعد رہتا اور خود کو سکون و آرام میں پاتا۔

ایک شفیق بہن کی طرح روشن نظروں سے دیکھتے ہوئے، اپنی شیریں آواز اور اپنے شفقت آمیز انداز سے، جس نے بہت پہلے سے اس مکان کو میرے لیے متبرک مقام بنا دیا تھا، جلد ہی اس نے مجھے اتنا پرسکون کر دیا کہ پچھلی ملاقات کے بعد سے اب تک جو کچھ ہوا تھا، اسے میں اس کے گوش گذار کر سکوں۔

''اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے، ایگنیز۔'' میں نے کہا،'' اب جبکہ خود اعتمادی پھر ختم ہونے لگی ہے تو ان حالات میں میرا آسرا تم ہی ہو۔''

''لیکن یہ آسرا مجھ پر نہیں ہونا چاہیے۔'' ایگنیز نے خوشگوار تبسم کے ساتھ کہا'' یہ کسی اور پر ہونا چاہیے۔''

''ڈورا پر؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''بالکل۔''

''آئیں، میں نے ذکر نہیں کیا ایگنیز۔'' میں نے قدرے خفیف ہوتے ہوئے کہا'' کہ ڈورا پر مشکل سے (ہی بھروسا کیا جا سکتا ہے) ـــــ میں اس کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کرنا چاہوں گا کہ اس پر مجھے بھروسا نہیں ہے ـــــ لیکن بہت مشکل ہے ـــــ میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ اس کے لیے کون سا لفظ استعمال کروں، واقعی ایگنیز وہ بہت ہی شرمیلی اور کمزور دل کی لڑکی ہے اور بہت جلد پریشان ہو جاتی ہے اور ڈر جاتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے، اس کے والد کے انتقال سے قبل، جب میں نے مناسب سمجھا کہ اس سے اس کا ذکر کر دوں ـــــ لیکن میں تمھیں بتاؤں گا، اگر تم سمجھ سکو، کہ معاملہ کیا ہے۔''

پھر میں نے ایگنیز کو بہت کچھ بتا دیا کہ میں نے کیسے اس کے سامنے اپنی غریبی کا اعلان کیا اور کھانا پکانے کی کتاب، گھر گرہستی چلانے کی بات اور اس طرح کی دیگر سبھی باتیں۔

''اف، ٹراٹ ووڈ'' اس نے مسکراتے ہوئے اعتراض کیا۔'' بالکل تمھارا وہی پرانا عاجلانہ انداز! تم دنیا میں اپنی جدوجہد، اتنی جلد ڈورا جیسی بھولی بھالی ناتجربہ کار لڑکی سے اس قسم کی باتیں کیے بغیر بھی جاری رکھ سکتے تھے۔ بچاری ڈورا!''

میں نے اتنی خوشگوار آواز اور انداز میں اس طرح کی نصیحت اور کبھی نہیں سنی تھی۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے میں نے ایگنیز کو بے حد پیار سے ڈورا کو گلے سے لگا لیتے دیکھا ہو اور بغیر کچھ کہے اس ننھی معصوم بچی کو جلد بازی میں میرے پریشان کیے جانے سے بچاتے ہوئے پایا۔ مجھے ایسا بھی محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے لیے ڈورا کو بے حد اپنائیت اور احسان مندی سے اس کا شکریہ ادا کرتے اور بڑی ادا سے اپنی شکایت کرتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایگنیز کے تئیں بے حد تشکر کا جذبہ

محسوس کیا اور اس کی خوب تعریف بھی کی! میں نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھا ایک بہت ہی شاندار پس منظر میں، دو بہترین سہیلیاں، ایک دوسرے کو بے حد چاہنے والی!

''تو میں کیا کروں، ایگنیز؟'' چند لمحے تک آگ کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد میں نے کہا'' کیا کرنا ٹھیک رہے گا؟''

''میں سمجھتی ہوں'' ایگنیز نے کہا'' کہ شریفانہ طریقہ یہ ہوگا کہ ان دو خواتین کو لکھا جائے۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ اس بات کو راز میں رکھے ہی رہ جانا غلط ہوگا؟''

''ہاں، غلط ہوگا۔ اگر تم ایسا سمجھتی ہو۔'' میں نے کہا۔

''اس طرح کے معاملات کو ٹھیک سے سمجھ پانے کے لیے مجھ میں زیادہ صلاحیت نہیں ہے'' ایگنیز نے قدرے تذبذب میں پڑتے ہوئے کہا'' لیکن میں یہ ضرور محسوس کرتی ہوں ——— مختصر یہ کہ، میں محسوس کرتی ہوں کہ اس معاملے کو راز میں رکھتے ہوئے تم چوری چھپے اس سے ملتے رہو، یہ تمھارے شایانِ شان نہیں ہے۔''

''میرے شایانِ شان، تم میرے بارے میں بہت اونچی رائے رکھتی ہو، ایگنیز، میں ڈرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

تمھارے شایانِ شان، تمھاری صاف دلی اور تمھارے کھرے پن کے پیشِ نظر، میرے کہنے کا مطلب ہے۔'' ایگنیز نے کہا۔'' اس لیے ان دونوں خواتین کو لکھوں گی۔ میں جتنا صاف صاف اور کھول کر لکھ سکوں گی، جو کچھ ہوا ہے لکھ دوں گی اور میں ان سے کسی وقت ان کے گھر جا کر ان سے ملنے کی اجازت مانگوں گی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ تم ابھی کم عمر ہو اور زندگی میں کوئی مقام حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہو، میرے خیال میں یہ کتنا اچھا ہوگا کہ تم بڑی خوشی سے ان کی شرائط مان لو گے، اگر وہ کوئی شرط رکھتی ہیں۔ میں ان سے کہوں گی کہ ڈورا سے پوچھے بغیر وہ تمھاری گذارش کو نہ ٹھکرائیں اور وہ کسی مناسب وقت اس سے اس سلسلے میں بات کر لیں۔ میں بہت زیادہ زور نہیں دوں گی'' ایگنیز نے بے حد نرمی سے کہا'' یا میں بہت لمبی چوڑی باتیں نہیں کروں گی۔ میں اپنی وفاداری اور ثابت قدمی پر بھروسا رکھوں گی ——— اور ڈورا کی بھی۔''

میں نے ایگنیز سے پوچھا،'' لیکن اگر وہ دونوں ڈورا سے بات کر کے اسے پھر ڈرا دیں

''اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے، ایگنیز۔'' میں نے کہا،'' اب جبکہ خود اعتمادی پھر ختم ہونے لگی ہے تو ان حالات میں میرا آسرا تم ہی ہو۔''

''لیکن یہ آسرا مجھ پر نہیں ہونا چاہیے۔'' ایگنیز نے خوشگوار تبسم کے ساتھ کہا'' یہ کسی اور پر ہونا چاہیے۔''

''ڈورا پر؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''بالکل۔''

''آئیں، میں نے ذکر نہیں کیا ایگنیز۔'' میں نے قدرے خفیف ہوتے ہوئے کہا'' کہ ڈورا پر مشکل سے (ہی بھروسا کیا جاسکتا ہے) ـــــــ میں اس کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کرنا چاہوں گا کہ اس پر مجھے بھروسا نہیں ہے ـــــ لیکن بہت مشکل ہے ـــــ میں نہیں سمجھ پارہا ہوں کہ اس کے لیے کون سا لفظ استعمال کروں، واقعی ایگنیز وہ بہت ہی شرمیلی اور کمزور دل کی لڑکی ہے اور بہت جلد پریشان ہو جاتی ہے اور ڈر جاتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے، اس کے والد کے انتقال سے قبل، جب میں نے مناسب سمجھا کہ اس سے اس کا ذکر کردوں ـــــ لیکن میں تمھیں بتاؤں گا، اگر تم سمجھ سکو، کہ معاملہ کیا ہے۔''

پھر میں نے ایگنیز کو بہت کچھ بتادیا کہ میں نے کیسے اس کے سامنے اپنی غریبی کا اعلان کیا اور کھانا پکانے کی کتاب، گھر گرہستی چلانے کی بات اور اس طرح کی دیگر سبھی باتیں۔

''اف، ٹراٹ ووڈ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اعتراض کیا۔'' بالکل تمھارا وہی پرانا عاجلانہ انداز! تم دنیا میں اپنی جدوجہد، اتنی جلد ڈورا جیسی بھولی بھالی ناتجربہ کار لڑکی سے اس قسم کی باتیں کیے بغیر بھی جاری رکھ سکتے تھے۔ بچاری ڈورا!''

میں نے اتنی خوشگوار آواز اور انداز میں اس طرح کی نصیحت اور کبھی نہیں سنی تھی۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے میں نے ایگنیز کو بے حد پیار سے ڈورا کو گلے سے لگا لیتے دیکھا ہو اور بغیر کچھ کہے اس ننھی معصوم بچی کو جلد بازی میں میرے پریشان کیے جانے سے بچاتے ہوئے پایا۔ مجھے ایسا بھی محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے لیے ڈورا کو بے حد اپنائیت اور احسان مندی سے اس کا شکریہ ادا کرتے اور بڑی ادا سے اپنی شکایت کرتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایگنیز کے تئیں بے حد تشکر کا جذبہ

محسوس کیا اور اس کی خوب تعریف بھی کی! میں نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھا ایک بہت ہی شاندار پس منظر میں، دو بہترین سہیلیاں، ایک دوسرے کو بے حد چاہنے والی!

''تو میں کیا کروں، ایگنیز؟'' چند لمحے تک آگ کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد میں نے کہا'' کیا کرنا ٹھیک رہے گا؟''

''میں سمجھتی ہوں'' ایگنیز نے کہا'' کہ شریفانہ طریقہ یہ ہوگا کہ ان دو خواتین کو لکھا جائے۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ اس بات کو راز میں رکھے ہی رہ جانا غلط ہوگا؟''

''ہاں، غلط ہوگا۔ اگر تم ایسا سمجھتی ہو۔'' میں نے کہا۔

''اس طرح کے معاملات کو ٹھیک سے سمجھ پانے کے لیے مجھ میں زیادہ صلاحیت نہیں ہے'' ایگنیز نے قدرے تذبذب میں پڑتے ہوئے کہا'' لیکن میں یہ ضرور محسوس کرتی ہوں —— مختصر یہ کہ، میں محسوس کرتی ہوں کہ اس معاملے کو راز میں رکھتے ہوئے تم چوری چھپے اس سے ملتے رہو، یہ تمھارے شایانِ شان نہیں ہے۔''

''میرے شایانِ شان، تم میرے بارے میں بہت اونچی رائے رکھتی ہو، ایگنیز، میں ڈرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

تمھارے شایانِ شان، تمھاری صاف دلی اور تمھارے کھرے پن کے پیشِ نظر، میرے کہنے کا مطلب ہے۔'' ایگنیز نے کہا۔'' اس لیے ان دونوں خواتین کو لکھوں گی۔ میں جتنا صاف صاف اور کھول کر لکھ سکوں گی، جو کچھ ہوا ہے لکھ دوں گی اور میں ان سے کسی وقت ان کے گھر جا کر ان سے ملنے کی اجازت مانگوں گی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ تم ابھی کم عمر ہو اور زندگی میں کوئی مقام حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہو، میرے خیال میں یہ کتنا اچھا ہوگا کہ تم بڑی خوشی سے ان کی شرائط مان لو گے، اگر وہ کوئی شرط رکھتی ہیں۔ میں ان سے کہوں گی کہ ڈورا سے پوچھے بغیر وہ تمھاری گذارش کو نہ ٹھکرائیں اور وہ کسی مناسب وقت اس سے اس سلسلے میں بات کر لیں۔ میں بہت زیادہ زور نہیں دوں گی'' ایگنیز نے بے حد نرمی سے کہا'' یا میں بہت لمبی چوڑی باتیں نہیں کروں گی۔ میں اپنی وفاداری اور ثابت قدمی پر بھروسا رکھوں گی —— اور ڈورا کی بھی۔''

میں نے ایگنیز سے پوچھا،'' لیکن اگر وہ دونوں ڈورا سے بات کر کے اسے پھر ڈرا دیں

''اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے، ایگنیز۔'' میں نے کہا، ''اب جبکہ خود اعتمادی پھر ختم ہونے لگی ہے تو ان حالات میں میرا آسرا تم ہی ہو۔''

''لیکن یہ آسرا مجھ پر نہیں ہونا چاہیے۔'' ایگنیز نے خوشگوار تبسم کے ساتھ کہا ''یہ کسی اور پر ہونا چاہیے۔''

''ڈورا پر؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''بالکل۔''

''آئیں، میں نے ذکر نہیں کیا ایگنیز۔'' میں نے قدرے خفیف ہوتے ہوئے کہا'' کہ ڈورا پر مشکل سے (ہی بھروسا کیا جا سکتا ہے) ـــــ میں اس کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کرنا چاہوں گا کہ اس پر مجھے بھروسا نہیں ہے ـــــ لیکن بہت مشکل ہے ـــــ میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ اس کے لیے کون سا لفظ استعمال کروں، واقعی ایگنیز وہ بہت ہی شرمیلی اور کمزور دل کی لڑکی ہے اور بہت جلد پریشان ہو جاتی ہے اور ڈر جاتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے، اس کے والد کے انتقال سے قبل، جب میں نے مناسب سمجھا کہ اس سے اس کا ذکر کر دوں ـــــ لیکن میں تمھیں بتاؤں گا، اگر تم سمجھ سکو، کہ معاملہ کیا ہے۔''

پھر میں نے ایگنیز کو بہت کچھ بتا دیا کہ میں نے کیسے اس کے سامنے اپنی غریبی کا اعلان کیا اور کھانا پکانے کی کتاب، گھر گرہستی چلانے کی بات اور اس طرح کی دیگر بھی باتیں۔

''اف، ٹراٹ ووڈ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اعتراض کیا۔ ''بالکل تمھارا وہی پرانا عاجلانہ انداز! تم دنیا میں اپنی جدوجہد، اتنی جلد ڈورا جیسی بھولی بھالی نا تجربہ کار لڑکی سے اس قسم کی باتیں کیے بغیر بھی جاری رکھ سکتے تھے۔ بچاری ڈورا!''

میں نے اتنی خوشگوار آواز اور انداز میں اس طرح کی نصیحت اور کبھی نہیں سنی تھی۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے میں نے ایگنیز کو بے حد پیار سے ڈورا کو گلے سے لگا لیتے دیکھا ہو اور بغیر کچھ کہے اس ننھی معصوم بچی کو جلد بازی میں میرے پریشان کیے جانے سے بچاتے ہوئے پایا۔ مجھے ایسا بھی محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے لیے ڈورا کو بے حد اپنائیت اور احسان مندی سے اس کا شکریہ ادا کرتے اور بڑی ادا سے اپنی شکایت کرتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایگنیز کے تئیں بے حد تشکر کا جذبہ

محسوس کیا اور اس کی خوب تعریف بھی کی! میں نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھا ایک بہت ہی شاندار پس منظر میں، دو بہترین سہیلیاں، ایک دوسرے کو بے حد چاہنے والی!

''تو میں کیا کروں، ایگنیز؟'' چند لمحے تک آگ کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد میں نے کہا ''کیا کرنا ٹھیک رہے گا؟''

''میں سمجھتی ہوں'' ایگنیز نے کہا ''کہ شریفانہ طریقہ یہ ہوگا کہ ان دو خواتین کو لکھا جائے۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ اس بات کو راز میں رکھے ہی رہ جانا غلط ہوگا؟''

''ہاں، غلط ہوگا۔ اگر تم ایسا سمجھتی ہو۔'' میں نے کہا۔

''اس طرح کے معاملات کو ٹھیک سے سمجھ پانے کے لیے مجھ میں زیادہ صلاحیت نہیں ہے'' ایگنیز نے قدرے تذبذب میں پڑتے ہوئے کہا ''لیکن میں یہ ضرور محسوس کرتی ہوں —— مختصر یہ کہ، میں محسوس کرتی ہوں کہ اس معاملے کو راز میں رکھتے ہوئے تم چوری چھپے اس سے ملتے رہو، یہ تمھارے شایانِ شان نہیں ہے۔''

''میرے شایانِ شان، تم میرے بارے میں بہت اونچی رائے رکھتی ہو، ایگنیز، میں ڈرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

تمھارے شایانِ شان، تمھاری صاف دلی اور تمھارے کھرے پن کے پیشِ نظر، میرے کہنے کا مطلب ہے۔'' ایگنیز نے کہا۔ ''اس لیے ان دونوں خواتین کو لکھوں گی۔ میں جتنا صاف صاف اور کھول کر لکھ سکوں گی، جو کچھ ہوا ہے لکھ دوں گی اور میں ان سے کسی وقت ان کے گھر جا کر ان سے ملنے کی اجازت مانگوں گی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ تم ابھی کم عمر ہو اور زندگی میں کوئی مقام حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہو، میرے خیال میں یہ کتنا اچھا ہوگا کہ تم بڑی خوشی سے ان کی شرائط مان لوگے، اگر وہ کوئی شرط رکھتی ہیں۔ میں ان سے کہوں گی کہ ڈورا سے پوچھے بغیر وہ تمھاری گذارش کو نہ ٹھکرائیں اور وہ کسی مناسب وقت اس سے اس سلسلے میں بات کرلیں۔ میں بہت زیادہ زور نہیں دوں گی'' ایگنیز نے بے حد نرمی سے کہا ''یا میں بہت لمبی چوڑی باتیں نہیں کروں گی۔ میں اپنی وفاداری اور ثابت قدمی پر بھروسا رکھوں گی —— اور ڈورا کی بھی۔''

میں نے ایگنیز سے پوچھا، ''لیکن اگر وہ دونوں ڈورا سے بات کر کے اسے پھر ڈرا دیں

اور وہ رونے لگے اور میرے بارے میں کچھ نہ کہے۔تو''

''کیا ایسا ہوسکتا ہے؟'' ایگنیز نے اسی طرح خوشگوار چہرہ بنائے ہوئے پوچھا۔

''خدا اسے سلامت رکھے، وہ اتنی جلدی ڈر جاتی ہے جیسے کوئی چڑیا۔'' میں نے کہا ''ایسا ہوسکتا ہے! یا مسٹر اسپنلو کی وہ دونوں بہنیں (اس طرح کی معمر خواتین کبھی کبھی کچھ عجیب مزاج کی ہو جاتی ہیں ــــ ایسی نہیں ہیں کہ ان سے اس قسم کی بات کی جائے!''

''میں نہیں سمجھتی ٹراٹ ووڈ۔'' ایگنیز نے اپنی معصوم آنکھیں میری جانب اٹھاتے ہوئے کہا۔ میں اس پر غور کروں گی۔ شاید یہ بہتر ہوگا کہ ہم اس پر ٹھیک سے غور کرلیں کہ کیا ایسا کرنا بہتر رہے گا، اور اگر ہمیں یہ ٹھیک لگے گا تو ایسا کریں گے۔''

اس سلسلے میں مجھے اب کوئی تردد نہیں رہ گیا تھا۔ اب میرا دل کافی ہلکا ہو چکا تھا اگرچہ مجھے اپنے اس کام کے بوجھ کی اہمیت کا شدید احساس تھا۔ میں نے اس خط کا مضمون تیار کرنے میں پوری سہ پہر لگادی۔ اس اہم مقصد کے لیے ایگنیز نے اپنا ڈسک میرے لیے خالی کر دیا تھا۔ لیکن میں پہلے نیچے مسٹر وک فیلڈ اور یورایا ہیپ سے ملنے گیا۔

میں نے دیکھا کہ یورایا نے اپنے لیے باغ کی جانب ایک کمرہ بنوالیا ہے جس کے پلاسٹر میں بو اب بھی باقی تھی۔ وہ ڈھیر ساری کتابوں اور کاغذات کے درمیان بیٹھا غیر معمولی کمینہ لگ رہا تھا۔ اس نے حسب معمول میرے سامنے بچھتے ہوئے میرا استقبال کیا اور ایسا ظاہر کیا جیسے مسٹر مکابر سے اسے میری آمد کی اطلاع ابھی تک نہیں ملی تھی۔ ایک ایسی بات جس پر مجھے یقین نہ آسکا۔ وہ مجھے مسٹر وک فیلڈ کے کمرے تک لے گیا جو اب پہلے والے کمرے کی پرچھائیں جیسا لگ رہا تھا۔ نئے پارٹنر کو دے دینے کی وجہ سے ان کے کمرے میں اب بہت سی سہولیات نہیں تھیں۔ وہ آگ کے پاس کھڑے ہو کر اپنی پیٹھ سینکنے اور اپنے پتلے ہاتھ سے داڑھی بنانے (کھجلانے) لگا، جب کہ مسٹر وک فیلڈ اور میں نے ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا۔

''تم ہمارے ساتھ رہو، ٹراٹ ووڈ، جب تک تم کینٹر بری میں ہو؟'' مسٹر وک فیلڈ نے کہا، لیکن منظوری کے لیے یورایا کی جانب دیکھے بغیر نہیں۔

''کیا میرے لیے کوئی کمرہ ہے؟'' میں نے پوچھا۔

یقیناً ہے ماسٹر کاپر فیلڈ ـــــ مجھے مسٹر کہنا چاہیے،لیکن دوسرا والا اتنا فطری طریقے سے نکل آتا ہے''یورایا نے کہا ـــــ ''میں آپ کے پرانے کمرے سے بڑی خوشی سے نکل آؤں گا، اگر آپ اسے پسند فرمائیں۔''

''نہیں،نہیں۔''مسٹر وک فیلڈ نے جلدی سے کہا۔''تمھیں کیوں خواہ مخواہ تکلیف ہو؟ دوسرا کمرہ ہے۔دوسرا کمرہ ہے۔''

''اوہ!لیکن سمجھ لیجیے''یورایا نے دانت نکالتے ہوئے کہا''ایسا کرنے میں مجھے واقعی بڑی خوشی ہوگی!''

بات جلدی سے ختم کردینے کی غرض سے میں نے کہہ دیا کہ میں دوسرے کمرے میں ہی رہوں گا یا پھر یہاں رہوں گا ہی نہیں،اس لیے یہ طے پا گیا کہ میں دوسرے کمرے میں ہی رہوں گا،اوران لوگوں سے اجازت لے کر میں پھراوپر چلا گیا۔

میں نے سوچا تھا کہ وہاں ایگنیز کے علاوہ کوئی اور نہ رہے گا لیکن مسز ہیپ نے اسی کمرے میں آگ کے پاس بیٹھ کر بنائی کرنے کی اجازت چاہی،اس بنا پر کہ یہ کمرہ ان کے گٹھیا کے مرض کو مدِ نظر رکھتے ہوئے زیادہ مناسب رہے گا کیونکہ اس وقت ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم میں تیز ہوا آرہی تھی۔اگرچہ ذرا بھی تامل کیے بغیر میں انھیں بڑے گرجے کے سب سے اوپری حصے پر بلاشبہ ہوا کے حوالے کر دیتا لیکن پھر میں نے ضرورت کو سمجھتے ہوئے انھیں بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔

میرے طبیعت پوچھنے کے اعتراف میں مسز ہیپ نے کہا،''میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں، جناب۔''

''لیکن میں بہت اچھی ہوں۔مجھے شیخی نہیں بگھارنی ہے۔میں اپنے یورایا کو زندگی میں اچھی طرح کامیاب دیکھ سکوں،بس اس سے زیادہ میری اور کوئی تمنا نہیں ہے،میں سمجھتی ہوں۔میرا یوری(یورایا)دیکھنے میں کیسا لگا آپ کو جناب؟''

مجھے تو وہ دیکھنے میں پہلے ہی جیسا بدمعاش لگ رہا تھا اور میں نے جواب دیا کہ مجھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں نظر آئی۔

''اوہ،آپ کو نہیں لگتا کہ اس میں تبدیلی آگئی ہے؟''مسز ہیپ نے کہا''میں بڑے ادب سے

اس مسئلے پر آپ سے اختلاف کی اجازت چاہوں گی۔ کیا آپ کو وہ پہلے سے دبلا نہیں لگ رہا ہے؟''

''پہلے سے دبلا تو نہیں لگ رہا ہے۔'' میں نے کہا۔

''آپ کو دبلا نہیں لگ رہا ہے!'' مسز ہیپ نے کہا'' دراصل آپ اسے ایک ماں کی آنکھ سے نہیں دیکھ رہے ہیں!''

اس کی ماں کی آنکھ دنیا کی سب سے خراب آنکھ تھی، میں نے سوچا، جب مجھ سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں، خواہ وہ اس کے لیے کتنی ہی شفیق کیوں نہ رہی ہوں، اور مجھے یقین ہے کہ وہ اور ان کا بیٹا ایک دوسرے کے لیے جان دیتے تھے۔ ان کی نظریں مجھ پر سے گذرتی ہوئی اب ایگنیز پر مرکوز ہو چکی تھیں۔

''کیا آپ کو اس کی صحت گرتی ہوئی نہیں لگتی، مس وک فیلڈ؟'' مسز ہیپ نے پوچھا۔

''نہیں'' ایگنیز نے اپنا کام اسی طرح کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا'' آپ ان کے بارے میں کچھ زیادہ ہی پریشان رہتی ہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔''

مسز ہیپ بہت بھیانک طریقے سے ناک سکوڑتے ہوئے پھر بنائی کرنے لگیں۔

وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہ کمرے سے باہر گئیں اور نہ ہم دونوں کو تنہا چھوڑا۔ میں صبح جلد ہی آ گیا تھا اور اب بھی کھانے میں تین چار گھنٹے کا وقت تھا لیکن وہ وہیں بیٹھی اسی یکسانیت سے بنائی کرتی رہیں جیسے کوئی مشین۔ وہ آگ کے ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں، میں آگ کے سامنے ڈسک پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھ سے تھوڑی دور پر دوسری طرف ایگنیز بیٹھی تھی۔ جب بھی میں خط پر غور و خوض کرتے کرتے ذرا سا آنکھ اٹھا کر سوچ میں ڈوبے ایگنیز کے چہرے کی طرف دیکھتا تو یہ مجھے بالکل پرسکون نظر آتا اور اس سے مجھے حوصلہ ملتا۔ اس کے چہرے سے اس کے پاکیزہ تاثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ اس وقت مجھے اس کا احساس تھا کہ وہ بری نظر مجھ پر سے گذر کر ایگنیز پر جا رہی تھی اور پھر مجھ پر واپس آ رہی تھی اور پھر بنائی پر مرکوز ہو جاتی۔ وہ کیا بن رہی تھیں، میں نہیں جانتا، کیونکہ یہ فن میں نہیں جانتا تھا لیکن یہ ایک جال کی طرح لگ رہا تھا اور جب وہ چینی سلائیوں سے اسے بن رہی تھیں تو وہ آگ کی روشنی میں کسی جادوگرنی جیسی دکھائی پڑ رہی تھیں اور ان کے سامنے روشن نیکی (ایگنیز) جیسے ان کے راستے کا روڑا بنی ہوئی تھی، وہ دھیرے دھیرے اپنا جال پھینکنے کی تیاری کرتی رہیں۔

کھانا کھاتے وقت بھی پلکیں جھپکائے بغیر وہ ہم پر نظر رکھے رہیں، اسی طرح مجھ پر سے گذرتے ہوئے ایگنیز پر اور پھر میری طرف گھوم جاتیں۔ کھانے کے بعد ان کے بیٹے نے یہ ذمے داری سنبھال لی اور جب صرف مسٹر وک فیلڈ اور میں وہاں رہ گیا تو اس نے چور نظروں سے میری جانب دیکھا اور اس وقت تک اینٹھتا، بل کھاتا رہا جب تک کہ میرے لیے ناقابلِ برداشت نہ ہو گیا۔ ڈرائنگ روم میں ماں بنائی کرتے ہوئے پھر ہماری پہرے داری کرنے لگی۔ پورے وقت جب تک ایگنیز پیانو بجا کر گاتی رہی، ماں پیانو کے پاس ہی بیٹھی رہی۔ ایک بار اس نے ایک مخصوص گیت کی فرمائش کی جو اس کے مطابق اس کے یوری (جو ایک بڑی سی کرسی پر بیٹھا جمائیاں لے رہا تھا) کو بہت پسند تھا اور وقفے وقفے سے وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھ دیکھ کر ایگنیز سے بتاتی کہ وہ اس کے گانے میں ڈوب گیا ہے۔ لیکن وہ شاید ہی کبھی کچھ بولتی ـــــ بغیر اپنے یوری کا حوالہ دیے ہوئے ـــــ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ ایسا کرنے کے لیے یورایا نے اپنی ماں سے کہہ رکھا تھا۔

یہ سلسلہ سونے تک چلتا رہا۔ ماں، بیٹے کو پورے گھر میں دو بڑے چمگادڑوں کی طرح اپنی بدنما شکلوں سے اندھیرا کرتے دیکھ دیکھ کر مجھے اتنی کوفت ہوتی رہی تھی کہ میں سونے کے لیے جانے کے بجائے نیچے بیٹھا رہ جانا ہی پسند کرتا۔ مجھے بالکل نیند نہ آسکی۔ اگلے روز بنائی اور پہرے داری کا سلسلہ پورے دن چلتا رہا۔

میں دس منٹ تک ایگنیز سے بات کرنے کا موقع نہ پا سکا۔ میں اسے اپنا خط تک ٹھیک سے نہ دکھا سکتا تھا۔ میں نے تجویز رکھی کہ وہ میرے ساتھ وہاں سے چلی آئے لیکن مسز ہیپ نے بار بار شکایت کی کہ ان کی طبیعت بہت گھبرا رہی ہے، اس لیے ایگنیز ان کی مروّت میں ان کے ساتھ بیٹھی رہ گئی۔ شام ڈھلنے پر میں باہر نکل آیا، یہ سوچتے ہوئے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا ایگنیز سے ابھی بھی وہ بات نہیں بتا دینی چاہیے جو لندن میں یورایا ہیپ نے مجھ سے کہی تھی۔ کیونکہ یہ بات مجھے پھر بہت زیادہ پریشان کرنے لگی تھی۔

میں اتنی دور نہیں چلا آیا تھا کہ شہر سے باہر نکل گیا ہوں۔ ریمس گیٹ (Rams Gate) روڈ پر جہاں ایک راستہ اچھا تھا، اچانک پیچھے سے دھول اڑاتا کوئی میرے پاس پہنچ گیا۔ یہ ہیبت ناک

شکل اور چھوٹا سا ڈھیلا ڈھالا چھوٹا اوورکوٹ دیکھ کر اسے پہچان لینے میں غلطی کیسے ہو سکتی تھی۔ میں رک گیا اور یورایا ہیپ میرے پاس آ گیا۔

کیا بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔

آپ کتنی تیز چلتے ہیں!'' اس نے کہا ''میری ٹانگیں بہت لمبی ہیں، اس کے باوجود آپ نے مجھے تھکا ڈالا۔''

''تم جا کہاں رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

آپ کے پاس ہی آیا ہوں ماسٹر کاپرفیلڈ، اگر آپ مجھے اپنے پرانے شناسا کے ساتھ ٹہلنے کی اجازت دیں۔'' اپنے جسم کو جھٹکا دیتے ہوئے اس نے جواب دیا اور میرے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔

''یورایا!'' میں نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس سے اتنی ہی شرافت سے کہا جتنی شرافت سے کہہ سکتا تھا۔

''ماسٹر کاپرفیلڈ!'' یورایا نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

''تم سے سچ بات بتانے کے لیے (جسے سن کر تمھیں تکلیف نہ پہنچے گی) میں تنہا باہر ٹہلنے کے بہانے نکل آیا کیونکہ وہاں اتنے لوگ تھے۔''

اس نے مجھے کنکھیوں سے دیکھا اور جتنا دانت نکال سکتا تھا، نکالتے ہوئے کہا ——

''آپ کا مطلب، میری ماں سے ہے۔''

''آں، ہاں، میرا یہی مطلب ہے۔'' میں نے کہا۔

''آہ! لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگ کتنے منکسر المزاج اور کم مایہ ہیں'' اس نے جواباً کہا ''اور اپنی کم مائیگی اور منکسر المزاجی کو دیکھتے ہوئے ہمیں اس کا بھی دھیان رکھنا ہے کہ وہ لوگ ہمیں بالکل ہی گرا ہوا نہ سمجھیں۔ محبت میں ہر طرح کی جگت جائز ہے، جناب۔''

وہ اپنے لمبے ہاتھ اس وقت تک اٹھاتا گیا جب تک کہ وہ اس کی ٹھوڑی تک نہیں پہنچ گئے اور پھر ہلکے سے انھیں رگڑا اور تفاخر سے ہنسنے لگا۔ جیسے کوئی خبیث بن مانس لگ رہا تھا وہ، اگر میں اسے کسی انسانی ہیئت سے تشبیہ دوں۔''

''دیکھیے''اس نے اسی طرح بے ڈھنگے انداز میں اینٹھتے ہوئے میری طرف سر ہلاتے ہوئے کہا''آپ بڑے خطرناک رقیب ہیں، ماسٹر کاپرفیلڈ۔ آپ ہمیشہ میرے رقیب رہے ہیں، سمجھے۔''

''کیا تم مس وک فیلڈ پر نظر رکھتے ہو اور میری وجہ سے اسے گھر میں سکون سے نہیں رہنے دیتے؟''میں نے کہا۔

''اوہ! ماسٹر کاپرفیلڈ! آپ بہت سخت بات کہہ رہے ہیں۔''اس نے جواباً کہا۔

''میرا مطلب سمجھنے کے لیے کوئی بھی لفظ سمجھ لو۔''میں نے کہا''تم اس کا مطلب سمجھتے ہو، پورا پورا، جیسے کہ میں سمجھتا ہوں۔''

''ارے نہیں! آپ خود اسے صاف الفاظ میں کہیے''اس نے کہا''ارے، واقعی۔ میں اسے الفاظ نہیں دے سکتا۔''

''کیا تم سمجھتے ہو''میں نے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے ایگنیز کا خیال کرتے ہوئے حتی الامکان پرسکون انداز میں کہا''کہ میں مس وک فیلڈ کو ایک بہت عزیز بہن کے علاوہ بھی کچھ سمجھتا ہوں؟''

''اچھا، ماسٹر کاپرفیلڈ۔''اس نے جواب دیا''آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس سوال کا جواب دینے کے لیے مجبور نہیں ہوں۔ آپ مجبور نہیں کر سکتے، آپ جانتے ہیں۔ لیکن سمجھ لیجیے کہ آپ مجبور کر بھی سکتے ہیں!''

اس کی شاطرانہ چالوں اور اس کی بغیر پلکوں والی بھوت جیسی آنکھوں کی طرح بری چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

''اچھا چلو!''میں نے کہا''مس وک فیلڈ کے لیے ——''

''میری ایگنیز!''اس نے حسب معمول جسم کو اینٹھتے ہوئے مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''کیا آپ اسے ایگنیز کہنے کی زحمت فرمائیں گے، ماسٹر کاپرفیلڈ!''

''ایگنیز وک فیلڈ کے لیے —— خدا اسے سلامت رکھے!''

''اس کلمۂ خیر کے لیے آپ کا شکریہ، ماسٹر کاپرفیلڈ۔''اس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمھیں بتاؤں گا جو مجھے بتانا چاہیے جیسے مجھے جیک کچ (Jack Ketch) کو بتانا ہوتا۔''

''کس کو، جناب؟'' یورایا نے گردن نکال کر اپنے کان پر ہاتھ سے شیڈ بناتے ہوئے پوچھا۔

''جلاّد کو۔'' میں نے جواب دیا ''سب سے ناپسندیدہ شخص جسے میں سوچ سکتا تھا ——— اگر چہ خود اس کا چہرہ فطری انداز میں اس کنایے سے میل کھا رہا تھا ——— ''ایک دوسری نوعمر لڑکی سے میری منگنی ہو چکی ہے۔ مجھے امید ہے اس سے تمھیں اطمینان ہو جائے گا۔''

''آپ کی قسم؟'' یورایا نے کہا۔

میں بے دلی سے پھر اسے یقین دہانی کرانے جا رہا تھا جب اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے دبانے لگا۔

''اف، ماسٹر کاپر فیلڈ!'' اس نے کہا ''اگر آپ میرا اعتماد بحال کرنے کی کرم فرمائی کر دیتے جب میں نے اس رات آپ کے سامنے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا۔ اسی رات جب آپ کے ڈرائنگ روم میں آگ کے پاس سو کر آپ کو اتنی زحمت دی تھی، تو میں آپ پر کبھی شک نہ کرتا۔ اب میں سیدھے اپنی ماں سے بات کروں گا اور بہت خوش ہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ اس معاملے میں میرے اتنی احتیاط برتنے پر مجھے معاف فرمائیں گے، کیوں جناب؟ کتنے افسوس کی بات ہے، ماسٹر کاپر فیلڈ کہ آپ نے اس دن میرا اعتماد بحال کرنے کی کرم فرمائی نہ کی! مجھے یقین ہے کہ میں نے اس کے لیے آپ کو ہر طرح سے موقع دیا تھا۔ لیکن آپ نے مجھ پر کرم نہیں کیا جتنا کہ میں چاہتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے مجھے کبھی پسند نہیں کیا جیسا کہ میں ہمیشہ آپ کو پسند کرتا رہا ہوں!''

اس پورے وقت وہ اپنی مچھلی جیسی چپچپی انگلیوں سے میرا ہاتھ دباتا رہا، جبکہ میں پوری کوشش کرتا رہا کہ اپنے ہاتھ کو اس کی گرفت سے آزاد کرا لوں۔ لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے اوورکوٹ کی آستین کے اندر کھینچ لیا اور مجھے مجبوراً اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ساتھ ساتھ چلنا پڑا۔

''اب ہمیں لوٹنا چاہیے؟'' یورایا نے دھیرے دھیرے اپنا چہرہ شہر کی طرف گھماتے ہوئے کہا جہاں اب چاند کی روشنی پڑنے لگی تھی اور دور کھڑکیاں چاندنی میں چمکنے لگی تھیں۔

یہی وہ وقت تھا جب پہلی بار مجھے خیال آیا تھا کہ اس تکلیف دہ مصنوعی منکسر المزاجی کا

آغاز یورایا خاندان سے ہی ہوا ہوگا۔ میں نے فصل تو دیکھی تھی لیکن اس کے بیج کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا۔

''اس موضوع کو ختم کرنے سے قبل تمھیں سمجھ لینا چاہیے۔'' میں نے طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا ''میں سمجھتا ہوں کہ ایگنیز وک فیلڈ تم سے اتنی ہی زیادہ اونچی ہے اور تمھاری آرزوؤں سے اتنی ہی دور ہے جتنا کہ چاند!''

''پرسکون! ہے نہ وہ!'' یورایا نے کہا ''بہت! اب آپ اقرار کریں، ماسٹر کاپرفیلڈ کہ آپ نے مجھے اتنا نہیں پسند کیا ہے جتنا کہ میں آپ کو پسند کرتا رہا ہوں۔ آپ مجھے ہمیشہ بہت حقیر سمجھتے رہے ہیں، اس پر مجھے حیرت نہیں ہونی چاہیے''

''مجھے کسی کی تحقیر کرنے کا شوق نہیں ہے'' میں نے جلدی سے کہا ''یا اس طرح کے کسی اور کام سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''اب دیکھیے!'' یورایا نے چاندنی کا روپہلا رنگ دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا میں یہ جانتا نہیں تھا! لیکن آپ مجھ جیسی حیثیت کے شخص میں حقیر ہونے کے احساس کا کتنا کم خیال کرتے ہیں، ماسٹر کاپرفیلڈ! میرے والد کی اور میری، دونوں کی پرورش اور تعلیم غریب لڑکوں والے اسکول میں ہوئی اور میری ماں، ان کی پرورش بھی ایک طرح کے یتیم خانے جیسے ادارے میں ہوئی۔ وہاں ہم لوگوں کو صبح سے رات تک منکسر المزاجی اور کم مائیگی کی تعلیم اتنی زیادہ دی گئی جتنا کہ میں کچھ اور نہیں جانتا۔ ہمیں کسی شخص سے عاجزی اور انکسار سے پیش آنا اور ہمیں اس شخص سے اسی طرح پیش آنا ہے، یہاں پر ہمیں اپنی ٹوپی اتار کر تعظیم کرنی چاہیے تو وہاں ہمیں جھک کر اس کا احترام کرنا چاہیے اور ہمیں ہمیشہ اپنی اوقات میں رہنا چاہیے اور اپنے سے بہتر لوگوں کے سامنے سرنگوں رہنا چاہیے اور ہمارے لیے بہتر لوگ اتنے زیادہ ہوا کرتے تھے! والد صاحب کو سب سے زیادہ منکسر المزاج ہونے کا تمغہ ملا اور اسی طرح مجھے بھی یہ تمغہ ملا۔ نہایت منکسر المزاج ہونے کے باعث والد صاحب گرجا دار (محافظ گرجا) بن گئے۔ ان کا اخلاق اور کردار اتنا شریفانہ رہا ہے کہ لوگ انھیں بے حد ماننے لگے۔ ''منکسر المزاج بنو یورایا'' میرے والد صاحب مجھ سے کہا کرتے تھے ''تو تم آگے بڑھتے رہو گے۔ اسکول میں تمھیں اور مجھے ہمیشہ یہی سکھایا جاتا رہا ہے۔ یہی طریقہ

سب سے اچھا ہے آگے بڑھنے کا۔ ''منکسر المزاج بنو'' والد صاحب کہتے تھے ''تم کامیاب رہو گے۔'' اور واقعی ایسا کرتے رہنے سے نقصان نہیں ہوا!''

''جب میں کافی چھوٹا تھا'' یورایا نے کہا ''تبھی مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ منکسر المزاجی کیا کیا کر سکتی ہے اور میں نے اسے اپنا لیا۔ میں نے انکسار کی کھیر خوب جم کر کھائی اور اپنی تعلیم انکسار پر ہی ختم کر دی اور اب میں کہتا ہوں ''اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو!'' جب آپ نے مجھے لاطینی پڑھانے کی پیش کش کی تھی، تو میں اسے بہت ٹھیک سے جانتا تھا ''لوگ آپ سے اوپر رہنا پسند کرتے ہیں۔'' والد صاحب کہا کرتے تھے ''خود کو نیچے ہی رکھو۔'' میں اس وقت بھی بہت منکسر المزاج ہوں، ماسٹر کاپر فیلڈ، لیکن مجھے کچھ رتبہ مل چکا ہے!''

اور اس نے یہ سب جو کہا۔ میں جانتا تھا، جیسا کہ میں نے چاندنی میں اس کا چہرہ دیکھا ــــ تو سمجھ گیا کہ وہ اب اپنے رتبے کا استعمال ضرور کرے گا۔ مجھے اس کی کمینگی، اس کے ہنر اور کینہ میں کبھی شبہ نہیں رہا لیکن یہ بات پہلی بار اچھی طرح اب میری سمجھ میں آئی کہ شروع سے ہی اسے اتنا دب کر رہنے کے لیے اتنی سختی سے سکھایا جاتا رہا، جس کی وجہ سے یورایا اس طرح ہو گیا۔

وہ اپنے بارے میں جو کچھ بتا رہا تھا، میں ابھی تک بڑے صبر و تحمل سے سنتا رہا، جس کے نتیجے میں اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا تا کہ وہ اپنے اس ہاتھ سے پھر اپنی ٹھوڑی کھجلا سکے۔ ایک بار جب میرا ہاتھ اس کے شکنجے سے آزاد ہوا تو پھر میں نے تہیہ کر لیا کہ اب خود کو اس سے دور ہی رکھوں گا اور پھر ہم واپس لوٹنے لگے، بہت کم بولتے ہوئے۔

پتہ نہیں اس کا حوصلہ اس وجہ سے کافی بڑھ گیا تھا جو کچھ میں نے اس سے بتا دیا تھا یا اس نے خود اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں جو بتا دیا، اس کی وجہ سے، میں نہیں جانتا۔ لیکن اس کا حوصلہ کسی نہ کسی وجہ سے بلند ہو گیا تھا۔ وہ کھانے پر اس سے زیادہ بولتا رہا جتنا اس سے قبل بولا کرتا تھا۔ اس نے اپنی ماں سے پوچھا (ہمارے کمرے میں واپس آتے ہی یہاں ان کی ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی) کہ کیا شادی کے لیے اس کی عمر بہت زیادہ نہیں ہوتی جا رہی ہے اور اس نے ایک بار ایگنیز کو اس طرح دیکھا کہ اسے پیغ دینے کے لیے میں اپنی پوری طاقت لگا دیتا۔

جب کھانا کھا چکنے کے بعد ہم تین مرد ہی وہاں رہ گئے تو وہ اور زیادہ بہادری دکھانے لگا۔

اس نے بہت تھوڑی شراب پی یا بالکل ہی نہیں لی اور مجھے لگتا ہے کہ اس پر یہ فتح کا نشہ ہی سوار تھا جسے وہ میری موجودگی میں جتانا چاہ رہا تھا۔

میں نے ایک دن پہلے دیکھا تھا کہ اس نے مسٹروک فیلڈ کو شراب پینے کی ترغیب دینے کی کوشش کی تھی اور ایکنیز نے وہاں سے جاتے وقت جن نظروں سے میری جانب دیکھا تھا، اس سے میں نے صرف ایک گلاس پینے پر ہی اکتفا کیا اور پھر میں نے تجویز رکھ دی کہ ہم لوگوں کو ایکنیز کی بات ماننی چاہیے۔ میں آج بھی ویسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن یورایا نے مجھ سے کہیں زیادہ تیزی دکھادی۔

''اپنے موجودہ مہمان کبھی کبھار ہی یہاں تشریف لاتے ہیں، جناب'' اس نے مسٹروک فیلڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جو اس کی دوسری طرف میز کے بالکل کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ ''اور چاہوں گا کہ مزید ایک دو گلاس سے ان کا استقبال کیا جائے، اگر آپ کو اعتراض نہ ہو۔ مسٹر کاپر فیلڈ، آپ کی صحت اور خوشی کے لیے!''

میں نے بے دلی سے اس کا بڑھایا ہوا ہاتھ چھو دیا اور پھر بالکل ہی مختلف جذبات کے ساتھ میں نے دل شکستہ شخص، اس کے پارٹنر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''ہاں، ساتھی'' یورایا نے کہا ''اگر مجھے اجازت ہو ـــــ اب، فرض کر لیجیے کہ آپ ہمیں کچھ دے رہے ہیں یا کاپر فیلڈ کے شایانِ شان کچھ کر رہے ہیں!''

مسٹروک فیلڈ کو میں نے اپنی دادی کے لیے، مسٹر ڈک کے لیے، ڈاکٹرس کامنس کے لیے، یورایا کے لیے جامِ صحت پیتے دیکھا اور سب کے لیے دو دو گلاس، اپنی کمزوری کے تئیں احساس کا تاثر، اسے چھپانے کی ان کی ناکام کوشش۔ یورایا کے رویے اور شرمندگی کے احساس کے مابین جدوجہد اور اسے برداشت کر لینے کی ان کی خواہش، طرح طرح سے یورایا کا اینٹھنا اور بل کھانا اور میرے سامنے اس کا خود کو اوپر رکھنا، یہ سب دیکھ دیکھ کر میرا دل دکھ رہا تھا اور اسے لکھتے ہوئے میرا ہاتھ لرزنے لگا ہے۔

''آیئے ساتھی!'' یورایا نے بالآخر کہا ''میں آپ کو ایک گلاس اور دوں گا اور بڑے ادب سے لبریز گلاس کے لیے کہوں گا، میں اسے ایکنیز کے لیے سب سے مقدس بنا دینا چاہتا ہوں۔''

ایگنیز کے باپ کے ہاتھ میں خالی گلاس تھا۔ میں نے انھیں اسے رکھتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اس تصویر کو دیکھا جو بالکل اسی کی طرح تھی، اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور اپنی آرام کرسی میں پیچھے کی طرف لڑھک گئے۔

میں ایک حقیر آدمی کی حیثیت سے اس کے نام جامِ صحت پیش کر رہا ہوں' یورایا نے اپنی بات جاری رکھی' لیکن میں اسے چاہتا ہوں، اس کی پرستش کرتا ہوں۔''

میرے خیال میں اس ذہنی تناؤ سے زیادہ میرے لیے اس بوڑھے باپ کے ذہن پر کوئی اور جسمانی اذیت نہیں ہو سکی تھی جتنا کہ میں نے اس کے دونوں بھینچے ہوئے ہاتھوں میں دیکھی۔

''ایگنیز'' یورایا یا تو ان کا لحاظ نہ کرتے ہوئے یا پھر ان کی کیفیت نہ سمجھ پاتے ہوئے کہتا گیا ''میں بغیر تامل کہہ رہا ہوں ایگنیز وک فیلڈ، لڑکیوں میں حسین ترین ہیں۔ کیا میں اپنے دوستوں سے کہہ سکتا ہوں؟ ان کا باپ ہونا بڑے فخر کی بات ہے لیکن ان کا شوہر ہونا —— ''

خدا نہ کرے کہ میں کبھی ایسی بات سنوں جس کو سن کر ایگنیز کے باپ میز سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے!

''کیا ہوا؟'' یورایا نے مردہ دلی سے کہا '' آپ پاگل نہیں ہو گئے ہیں، مسٹر وک فیلڈ! مجھے امید ہے؟ اگر میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کی ایگنیز کو اپنی ایگنیز بنا لینے کی میری آرزو ہے تو مجھے ایسا کہنے کا اسی طرح حق ہے جیسے کہ کسی اور کو! کسی اور کے مقابلے میں مجھے ایسا کہنے کا زیادہ حق پہنچتا ہے!''

میں مسٹر وک فیلڈ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر انھیں جس طرح بھی سمجھا سکتا تھا، سمجھانے لگا کہ وہ خود پر قابو رکھیں اور پر سکون ہو جائیں۔ اس وقت وہ پاگل ہو گئے تھے، اپنے بال نوچتے ہوئے، اپنا سر پیٹتے ہوئے، مجھے خود سے دور دھکیلنے کی کوشش کرتے ہوئے اور خود کو مجھ سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے، کسی بات کا جواب نہ دیتے ہوئے، کسی چیز یا کسی شخص کی طرف نہ دیکھتے ہوئے، جیسے ان کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا ہو کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں، ان کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی —— ایک بھیانک نظارہ!

میں نے کسی طرح انھیں سمجھایا کہ وہ اس دیوانگی سے باز آ جائیں اور میری بات پر دھیان دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ ایگنیز کے بارے میں سوچیں اور یاد کریں کہ ہم دونوں

کس طرح ساتھ ساتھ بڑے ہوئے ہیں۔ میں اس کی کتنی عزت کرتا تھا اور اس سے کتنی محبت رکھتا تھا۔ کس طرح وہ ان کے لیے فخر اور خوشی کا مجسمہ تھی۔ میں نے کوشش کی کہ انھیں کسی بھی شکل میں ایکنیز کا خیال آ جائے۔ یہاں تک کہ میں نے انھیں سختی سے تاکید کی کہ ایکنیز کو اس کا علم نہ ہونے پائے جس طرح اس وقت وہ ہیں۔ میری کوششوں کا کچھ نتیجہ نکلا اور پھر ان کی دیوانگی کا عالم ختم ہو چکا تھا، دھیرے دھیرے ان کا جنون کم ہوتا گیا اور انھوں نے میری طرف دیکھنا شروع کیا ——— پہلے عجیب سی نظروں سے، پھر جیسے مجھے پہچاننے لگے ہوں۔ بالآخر انھوں نے کہا ''میں جانتا ہوں ٹراٹ ووڈ! اپنی دلاری بچی کو اور تم کو ——— میں جانتا ہوں! لیکن اس کو دیکھو!''

انھوں نے یورایا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا، جو ایک کونے میں کھڑا بالکل پیلا پڑ چکا تھا، بہ ظاہر اپنے ارادے میں ناکام اور حیرت زدہ سا نظر آ رہا تھا۔

''میری اذیت پر غور کرو'' انھوں نے کہا ''اس کے سامنے رفتہ رفتہ میں اپنا نام اور اپنی شہرت گنواتا رہا، سکون اور خاموشی، مکان اور آرام، سب۔''

''میں نے آپ کا نام اور آپ کی شہرت کو برقرار رکھا ہے، آپ کا گھر اور آرام بھی'' یورایا نے شکست خوردگی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے والے انداز میں کہا۔ ''حماقت نہ کریں، مسٹر وک فیلڈ۔ اگر میں اس سے ذرا سا آگے بڑھ گیا جتنے تک کے لیے آپ تیار تھے، تو میں وہاں سے پیچھے لوٹ سکتا ہوں؟ ابھی کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔''

''میں ہر شخص میں صرف ایک مقصد دیکھتا ہوں'' مسٹر وک فیلڈ نے کہا ''اور میں مطمئن تھا کہ میں نے بزنس کے لیے اسے اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ لیکن دیکھو یہ کیا ہے ——— اف، دیکھو یہ کیا ہے!''

''بہتر ہوگا کہ آپ انھیں خاموش کرا دیں، کاپر فیلڈ، اگر آپ ایسا کر سکتے ہوں'' یورایا نے اپنی لمبی انگشتِ شہادت میری جانب دکھاتے ہوئے کہا۔ ''ابھی یہ جو کچھ کہیں گے ——— دھیان رکھیے! ——— اس کے بعد یہ اس کے لیے افسوس کریں گے اور آپ کو بھی سن کر افسوس ہوگا!''

''میں جو چاہوں گا کہوں گا!'' مسٹر وک فیلڈ نے شکست خوردگی کے ساتھ چیختے ہوئے کہا ''میں دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا۔''

''یاد رکھیے میں آپ سے کہہ دے رہا ہوں!'' یورایا نے پھر مجھے دھمکی دیتے ہوئے کہا، اگر آپ ان کا منہ بند نہیں کرا دیتے، تو آپ ان کے بہی خواہ نہیں ہیں! آپ کو دنیا میں کیوں کسی کی پرواہ نہیں ہے، مسٹروک فیلڈ؟ اس لیے کہ آپ کے پاس ایک بیٹی ہے۔ آپ اور میں، دونوں جانتے ہیں۔ کیا ہم نہیں جانتے؟ کتوں کو سوتا رہنے دو، انھیں جگانا کون چاہتا ہے؟ میں تو نہیں چاہتا۔ آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ میں اتنا ہی انکسار دکھا رہا ہوں جتنا کہ دکھا سکتا ہوں؟ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، اگر میں بھی، بہت کچھ کہہ دیتا، مجھے افسوس ہے آپ کا کیا ہوتا، جناب؟''

''اف، ٹراٹ ووڈ، ٹراٹ ووڈ!'' مسٹروک فیلڈ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا ''تب سے میں کتنا نیچے آ گیا ہوں، جب اس گھر میں میں تم سے پہلی بار ملا تھا! تب سے میں تنزلی کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن تب سے میں کتنے تیرہ و تار راستوں سے گذر تا رہا ہوں! میری کمزوریوں نے مجھے برباد کر ڈالا۔ کسی کی یاد کو نہ بھول پانے اور اپنا سب کچھ بھول جانے کی عادت۔ میری بچی کی ماں کا فطری دکھ میری بیماری بن گیا۔ اپنی بچی کے لیے فطری محبت میری بیماری بن گئی۔ میں نے جو کچھ بھی چھوا وہ خراب ہو گئی۔ میں جسے اتنا چاہتا ہوں، اس کے لیے میں نے پریشانی کھڑی کر دی، میں جانتا ہوں — تم جانتے ہو! میں نے اسے ممکن سمجھا کہ میں دنیا میں صرف ایک مخلوق سے ہی صحیح طور پر محبت کر سکتا ہوں اور باقی کسی سے قربت نہ رکھوں، میں نے سوچا کہ ایسا ممکن ہے کہ میں دنیا میں صرف اس مخلوق کا سوگ ہی مناؤں جو دنیا چھوڑ کر چلا گیا ہو اور باقی سوگواروں کی طرف ذرا بھی دھیان نہ دوں۔ پس میری زندگی کے اسباق درہم برہم ہو گئے! میں نے اپنے مریضانہ جذبات رکھنے والے ڈرپوک دل کا شکار کیا اور اس نے میرا شکار کر لیا۔ اپنے دکھ میں تنگ دل، اپنی محبت میں تنگ دل، اور ان دونوں کے تاریک تر پہلوؤں سے فرار، میں تنگ دل، اف، دیکھو میں کیسا برباد ہو گیا اور مجھ سے نفرت کرو، بچو مجھ سے!''

وہ ایک کرسی پر گر گئے اور دھیرے دھیرے سسکنے لگے۔ جس جوش سے انھوں نے بولنا شروع کیا تھا، وہ اب ختم ہو رہا تھا۔ یورایا ان کے پاس آ گیا۔

''میں نے بیوقوفی میں کیا کیا کر ڈالا ہے، میں نہیں جانتا۔'' مسٹروک فیلڈ نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے کہا گویا کہ میری ملامت پر اظہارِ ناپسندیدگی ظاہر کرنا ہو۔ ''وہ

اچھی طرح جانتا ہے'' یعنی یورایاہیپ'' کیونکہ وہ ہمیشہ میری کہنی سے لگا رہا ہے، مجھے سرگوشی میں مشورے دیتے ہوئے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ وہ کس طرح میری گردن پر سوار رہتا ہے۔ تم اسے میرے مکان میں دیکھ رہے ہو، تم اسے میرے بزنس میں دیکھ رہے ہو۔ ابھی کچھ دیر قبل تم نے سنا کہ یہ کیا کہہ رہا تھا، اب اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے!''

''آپ کو اتنا کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کا آدھا بھی۔ کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' یورایا نے نصف بغاوت، نصف چاپلوسی والے انداز میں کہا'' اگر آپ اتنے نشے میں نہ ہوتے تو اسے اس طرح نہ لیتے اور یہ سب نہ کہتے۔ کل آپ اس کے بارے میں بہتر طور پر سوچیں گے، جناب۔ اگر میں نے بہت زیادہ کہہ دیا ہے یا اس سے زیادہ جتنا میں کہنا چاہتا تھا، تو کیا ہو گیا؟ میں اس پر اڑا تو نہیں رہ گیا!''

دروازہ کھلا اور ایگنیز اندر آ گئی، چہرے پر خوشی کے ذرا بھی آثار نہیں، اس نے باہیں ان کی گردن میں حمائل کر دیں اور جلدی سے بولی'' پاپا، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلیے!'' انھوں نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا جیسے وہ شرم سے گڑے جا رہے ہوں اور وہ اس کے ساتھ چلے گئے۔ ایگنیز کی نظریں مجھ سے چار ہوئیں لیکن بس ایک لمحہ کے لیے۔ اس کے باوجود مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اس کے بارے میں کتنا جانتی ہے، جو ابھی ہو چکا تھا۔

''مجھ کو اس کی امید نہ تھی کہ وہ اتنا برا مانیں گے، ماسٹر کاپر فیلڈ'' یورایا نے کہا'' لیکن کوئی بات نہیں۔ کل میں پھر ان کا بہی خواہ ہو جاؤں گا۔ یہ ان کے لیے بہتر ہو گا۔ میں ان کی بھلائی کے لیے پریشان رہتا ہوں۔''

میں نے اسے کچھ جواب نہیں دیا اور اوپر اس پرسکون کمرے میں چلا گیا جہاں ایگنیز اکثر میری بغل میں میری کتابوں کے پاس بیٹھا کرتی تھی۔ دیر رات تک میرے پاس کوئی نہیں آیا۔ میں نے ایک کتاب اٹھالی اور اسے پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے گھڑی کو بارہ کا گھنٹہ بجاتے سنا اور اب بھی پڑھے جا رہا تھا بغیر یہ جانے ہوئے کہ میں کیا پڑھ رہا تھا، جب ایگنیز نے مجھے آ کر چھوا۔

''تم صبح سویرے چلے جاؤ گے ٹراٹ ووڈ! ہمیں ایک دوسرے کو اسی وقت الوداع کہہ

دینی چاہیے!''

وہ روتی رہی تھی لیکن اس کا چہرہ اتنا پرسکون اور خوبصورت لگ رہا تھا!

''خدا تمھیں اچھا رکھے!'' اس نے اپنا ہاتھ میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''عزیز ترین ایگنیز!'' میں نے جواباً کہا ''تم چاہتی ہو کہ آج رات کی باتوں کا ذکر نہ کیا جائے ـــــ لیکن کیا اب کچھ کیا نہیں جاسکتا؟''

''بس خدا کا سہارا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''میں کچھ نہیں کرسکتا؟ ـــــ میں، جو تمھارے پاس اپنا غم لے کر آتا ہوں؟''

''اور میرا غم اتنا ہلکا کردیتے ہو'' اس نے جواباً کہا ''پیارے ٹراٹ ووڈ نہیں!''

''پیاری ایگنیز'' میں نے کہا ''میرے لیے یہ گستاخی ہوگی، جو تمھارے مقابلے میں ان سبھی معاملات میں اتنا کمزور ہے اور تم بہت زیادہ مضبوط ـــــ نیکی اور ارادے کی پختگی، سبھی نیک صفات ـــــ جن کے بارے میں شک کروں یا تمھیں کچھ ہدایت دوں، لیکن تم جانتی ہو کہ میں تمھیں کتنا چاہتا ہوں اور میں تمھارا کتنا مرہونِ منّت ہوں۔ فرض کی ادائیگی کے چکر میں غلطی کر کے تم خود کو کبھی قربان تو نہیں کردوگی ایگنیز؟''

ایک لمحے کے لیے اتنی تمتماہٹ جتنی میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے جھٹکے سے چھڑا لیا اور ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''کہہ دو کہ تمھارے دل میں ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے، پیاری ایگنیز! میرے لیے ایک بہن سے بھی زیادہ عزیز! سوچو تو ذرا اپنے اس بیش قیمت تحفۂ دل کو اور اس محبت کو جو تمھارے دل میں ہے!''

اف، اس کے بہت دیر بعد میں نے اپنے سامنے اس چہرے کو اٹھتے دیکھا جس پر عجیب سا تاثر تھا، نہ تو حیرت تھی، نہ کوئی الزام تراشی اور نہ پچھتاوا۔ اف، اس کے بہت دیر بعد میں نے اس تاثر کو ختم ہوتے دیکھا اور اب اس پر پھر مسکراہٹ آچکی تھی۔ اس نے مجھے اسی طرح مسکراتے ہوئے بتایا کہ اسے اپنے لیے کسی قسم کا ڈر نہ تھا ـــــ اور میں چاہتا بھی تھا کہ اسے کسی چیز کا ڈر نہ رہے ـــــ اور وہ مجھے الوداع بھائی، کہتے ہوئے رخصت ہوگئی!

صبح کو ابھی اندھیرا ہی تھا جب میں سرائے کے دروازے پر گاڑی میں سوار ہوا۔ جب ہم روانہ ہونے لگے تو دن نکلنا شروع ہو رہا تھا اور میں جب بیٹھا ایگنیز کے بارے میں سوچ رہا تھا، گاڑی میں کودتا پھاندتا، اندھیرے اجالے کے درمیان یورایا کا سر نظر آیا۔

''کاپرفیلڈ'' اس نے گاڑی کی چھت پر لگی چھڑ کو پکڑ کر جھولتے ہوئے بھیانک سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''میں نے سوچا کہ جانے سے قبل یہ سن کر آپ خوش ہوں گے کہ ہم دونوں کے مابین کوئی دراڑ نہیں آئی ہے۔ میں ان کے کمرے میں گیا تھا اور ہم نے ہنسی خوشی کام کیا۔ آئیں، اگرچہ میں منکسر المزاج ہوں، میں ان کے لیے بڑا کارآمد ہوں، آپ جانتے ہیں اور جب وہ نشے میں نہیں رہتے تو میری اہمیت سمجھتے ہیں! کتنے اچھے آدمی ہیں وہ، بہرحال، ماسٹر کاپرفیلڈ!''

میں نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ مجھے خوشی ہے کہ اس نے ان سے معذرت کر لی ہے۔

''اوہ، یقین جانیے!'' یورایا نے کہا ''جب کوئی شخص منکسر المزاج ہوتا ہے، تو سمجھیے کہ معذرت کیسی؟ بہت آسان ہے! میں کہتا ہوں! میں سمجھتا ہوں'' جھٹکا کھاتے ہوئے ''آپ نے کبھی ناشپاتی پکنے سے پہلے توڑی ہے، ماسٹر کاپرفیلڈ؟''

''میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ایسا کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

میں نے ایسا گذشتہ رات کیا۔'' یورایا نے کہا ''اسے پکنا ابھی باقی ہے! بس اس کو دیکھتے رہنا ہے۔ میں انتظار کر سکتا ہوں!''

جیسے ہی گاڑی بان اٹھا، وہ الوداع کہتے ہوئے گاڑی سے اتر گیا۔ جانے کیسے مجھے لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ کھا رہا تھا۔ وہ اس طرح منہ چلا رہا تھا جیسے ناشپاتی اب پک چکی تھی اور وہ اس پر اپنے ہونٹ پھیر رہا ہو ——

●●●

باب 40

آوارہ گرد

اس رات بکنگھم اسٹریٹ میں دادی سے ان امور پر بہت سنجیدگی سے گفتگو ہوئی جن گھریلو واقعات کی تفصیل گذشتہ باب میں لکھ چکا ہوں۔ میری دادی کو ان امور میں بہت گہری دلچسپی تھی اور وہ دو گھنٹے تک اپنے بازو موڑے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہ گئیں۔ جب کبھی وہ بہت زیادہ الجھن میں ہوتیں تو ہمیشہ اسی طرح ٹہلنے لگتی تھیں اور ان کے اس طرح ٹہلتے رہنے کی مدت سے ان کی الجھن کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ اس موقعے پر وہ اتنی زیادہ پریشان ہو گئی تھیں کہ انھوں نے سونے والے کمرے کا دروازہ بھی کھول دینا ضروری سمجھا اور اپنے ٹہلنے کا دائرہ دونوں کمروں کی ہر دیوار کے پاس جانے تک وسیع کر دیا تھا جبکہ مسٹر ڈک اور میں آگ کے پاس خاموش بیٹھے رہے، وہ اس پورے ٹریک (Track) پر ایک رفتار سے مسلسل آتی جاتی رہیں بالکل اسی مستعدی اور پابندی کے ساتھ جیسے گھڑی کا پنڈلم۔

مسٹر ڈک کے سونے کے لیے چلے جانے پر جب میں اور میری دادی تنہا رہ گئے، میں ان دو بزرگ خواتین (ڈورا کی پھوپھیاں) کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس وقت تک میری دادی تھک چکی تھیں اور وہ حسب معمول اپنے کپڑے سمیٹ کر آگ کے پاس بیٹھ گئیں۔ لیکن گلاس اپنے گھٹنے پر رکھنے کے بجائے اسے آتش دان کی تختی پر رکھ کر جیسے وہ اسے بھول گئی ہوں اور اپنی بائیں کہنی اپنے

دائیں بازو پر رکھے ہوئے، اور ٹھوڑی بائیں ہاتھ پر رکھے مجھے بڑی فکرمندی سے دیکھ رہی تھیں۔ جب بھی میں ان کی طرف دیکھتا، ان سے میری نظریں چار ہو جاتیں۔ ''میں بہت آرام سے ہوں میرے بچے'' وہ فوراً سر ہلا کر مجھے یقین دلانے لگتیں، ''لیکن میں بے چین اور دکھی ہوں!''

جب تک وہ سونے کے لیے نہیں چلی گئیں، میں برابر انھیں دیکھتا رہا۔ انھوں نے سوتے وقت پینے والا مشروب چکھے بغیر ہی آتش دان کی کارنس پر رکھ دیا تھا۔ جب میں نے دروازے پر دستک دی تو وہ ہمیشہ سے زیادہ شفقت دکھاتی ہوئی دروازہ کھولنے آئیں۔ جب میں نے انھیں بتایا کہ وہ مشروب پینا بھول گئی ہیں تو انھوں نے صرف اتنا کہا ''آج اسے پینے کا دل نہیں چاہ رہا ہے، ٹراٹ'' اور سر ہلاتے ہوئے واپس چلی گئیں۔

انھوں نے ان دو بوڑھی عورتوں کو لکھا گیا خط صبح کو پڑھا اور اسے پاس کر دیا۔ میں نے خط پوسٹ کر دیا اور صبر کے ساتھ جواب کا انتظار کرنے لگا۔ میں اب بھی جواب کی امید میں تھا اور ایک ہفتے تک انتظار کرتا رہا جب ایک برف باری ہوتی رات کو میں چل پڑا۔

آج بہت زیادہ سردی تھی۔ کچھ دیر تک تیز برفیلی ہوا چلتی رہی۔ اندھیرا ہوتے ہی ہوا چلنا بند ہو گئی اور برف باری شروع ہو گئی۔ اس رات بہت زیادہ برف باری ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ بہت موٹی تہہ جم گئی تھی۔ گاڑی کے پہیوں اور لوگوں کے چلنے کی آواز ایسی لگ رہی تھی جیسے گلیوں میں پر بچھا دیے گئے ہوں۔

یہ میرے گھر کے لیے قریب ترین راستہ سینٹ مارٹنز لین سے ہو کر جاتا تھا ——— اور فطری طور پر میں نے ایسی رات میں یہی راستہ اپنایا ——— گرجا گھر، جس کے نام سے یہ سڑک جانی جاتی ہے، اس زمانے میں اتنا کھلا ہوا نہیں تھا کیونکہ اس کے آس پاس خالی جگہ نہیں تھی اور یہ سڑک اسٹرینڈ کی طرف مڑ گئی تھی۔ جب میں پورٹیکو کے قدمچے پر سے گذر رہا تھا تو کونے پر مجھے ایک عورت نظر آئی۔ اس نے مجھے دیکھا اور ایک گلی میں غائب ہو گئی۔ اس کا چہرہ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔ میں نے اسے کہیں دیکھا تھا۔ لیکن یاد نہیں آ رہا تھا جب میں نے اسے دیکھا اور تذبذب میں پڑ گیا۔

گرجا گھر کی سیڑھیوں پر ایک آدمی جھکا بیٹھا تھا، جس نے چکنی برف پر کچھ بوجھ رکھ دیا

تھا۔ میں نے اس کا چہرہ اور پورا جسم ساتھ ساتھ دیکھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ چونک کر میں وہیں رک گیا لیکن پھر بھی میں اس کی جانب بڑھنے لگا، وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا، میری جانب مڑا اور میرے پاس آ گیا۔ میں مسٹر پیگٹی کے سامنے کھڑا تھا!

تب مجھے اس عورت کا دھیان آیا۔ یہ مارتھا تھی جسے اس رات ایملی نے باورچی خانے میں پیسہ دیا تھا۔ مارتھا اینڈل ــــــ جس کی بغل میں مسٹر پیگٹی اپنی پیاری بھتیجی کا بیٹھنا تک پسند نہیں کرتے تھے، ہیم نے مجھے بتایا تھا کہ کسی بھی حالت میں وہ یہ گوارہ نہیں کر سکتے تھے۔

ہم نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ کچھ دیر تک ہم میں سے کوئی بھی ایک لفظ نہ بول پایا۔

''ماسٹر ڈیوی! انھوں نے میرا ہاتھ زور سے پکڑتے ہوئے کہا'' آپ کو دیکھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی، جناب، خوب ملے، خوب ملے!''

''خوب ملے میرے پرانے دوست!'' میں نے کہا۔

''میں آپ کے بارے میں پتہ کرنے کے لیے سوچ رہا تھا، جناب آج رات'' انھوں نے کہا'' لیکن یہ جانتے ہوئے کہ آپ کی دادی آپ کے ساتھ رہ رہی ہیں ــــــ کیونکہ میں اس طرف ــــــ یارمتھ کی طرف جا رہا تھا ــــــ میں نے سوچا کہ اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے جانے سے قبل صبح سویرے آنا چاہیے، جناب۔''

''پھر چلے جائیں گے؟'' میں نے کہا۔

''ہاں، جناب'' انھوں نے سر ہلاتے ہوئے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔'' میں کل جاؤں گا۔''

''اب کہاں جا رہے ہیں آپ؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں!'' انھوں نے اپنے لمبے بالوں سے برف گراتے ہوئے کہا'' میں کہیں اور جا رہا ہوں۔''

ان دنوں گولڈن کراس (Golden Cross) کے اصطبل والے احاطے میں ایک بغلی دروازہ ہوا کرتا تھا، وہ سرائے جو مسٹر پیگٹی کی بدقسمتی کے سلسلے میں میرے لیے یادگار بن گئی تھی، ہم جہاں کھڑے تھے، وہیں سامنے ہی تھی۔ میں نے اس کے پھاٹک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے

ان کے بازو میں اپنا بازو حمائل کر دیا اور میں انھیں لے کر ادھر چلا گیا۔ اصطبل کے احاطے میں دو تین کمروں کے دروازے کھلے تھے، ان میں سے ایک کو خالی اور وہاں خوب آگ جلتی دیکھ کر میں انھیں اندر لے گیا۔ جب میں نے انھیں روشنی میں دیکھا تو میں نے پایا کہ صرف ان کے بال ہی بہت لمبے اور ملگجے نہیں ہو گئے تھے بلکہ ان کا چہرہ بھی دھوپ میں جل کر سیاہ ہو گیا تھا۔ وہ اور بوڑھے نظر آنے لگے تھے۔ ان کے چہرے اور پیشانی پر فکر کی لکیریں اور گہری ہو گئی تھیں اور لگ رہا تھا کہ وہ ہر طرح کے موسم کا سامنا کرتے ہوئے بڑی محنت سے ایملی کو تلاش کرتے رہے ہیں لیکن وہ اب بھی بہت قوی لگ رہے تھے اور ان کا عزم اب بھی اتنا مستحکم لگ رہا تھا جسے کچھ بھی تھکا نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے اپنے لباس اور ہیٹ پر سے برف جھاڑی اور اپنے چہرے سے بھی برف پونچھی، جب میں دل ہی دل میں یہ سب سوچ رہا تھا۔ جب وہ ایک میز پر میرے سامنے بیٹھ گئے اور ان کی پیٹھ اس دروازے کی طرف تھی جس سے ہم اندر داخل ہوئے تھے تو انھوں نے اپنا کھردرا ہاتھ پھر میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اسے گرم جوشی سے پکڑ لیا۔

''میں آپ کو بتاؤں گا، مسٹر ڈیوی'' انھوں نے کہا ـــــ کہ میں کہاں کہاں رہا ہوں اور ہم نے کیا کیا سنا ہے۔ میں بہت دور دور گیا ہوں اور ہم نے تھوڑا سنا ہے، لیکن میں آپ کو بتاؤں گا!''

میں نے پینے کے لیے کوئی گرم چیز لانے کے لیے گھنٹی بجائی۔ وہاں ایل (شراب) سے زیادہ کڑی کوئی اور چیز نہیں تھی اور جب یہ لائی جا رہی تھی اور آگ پر گرم کی جا رہی تھی، وہ بیٹھے سوچتے رہے۔ ان کا چہرہ بہت زیادہ سنجیدہ تھا، مداخلت کی میں جسارت نہ کر سکا۔

''جب وہ ایک بچی تھی'' انھوں نے جلد ہی سر اٹھا کر کہنا شروع کیا،'' جب ہم دونوں تنہا چھوڑ دیے گئے تو وہ مجھ سے سمندر کے بارے میں بہت باتیں کیا کرتی تھی اور ان ساحلوں کی، جہاں سمندر گہرا نیلا ہو جاتا تھا اور سورج کی روشنی میں خوب چمکتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ چونکہ اس کے باپ سمندر میں ڈوب گئے تھے اسی وجہ سے وہ اس طرح اتنا زیادہ سوچا کرتی تھی۔ میں نہیں جانتا، آپ سمجھ لیجیے، لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ سوچتی تھی ـــــ یا امید کرتی تھی ـــــ کہ وہ انھیں حصوں میں چلے گئے ہیں جہاں پھول ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور وہ خطہ چمکتا رہتا ہے۔

''یہ ایک طفلانہ خیال ہو سکتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''جب وہ ـــــ غائب ہوگئی'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''تو میرے ذہن میں آیا کہ وہ (اسٹیر فورتھ) اسے انھیں خطوں میں لے گیا ہوگا۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی آئی کہ اس نے ایملی سے ان عجائبات کے بارے میں بتایا ہوگا اور وہ کتنی خوشی سے تیار ہوگئی ہوگی اور کس طرح اس نے پہلے اپنی بات سننے کو کہا ہوگا، اس طرح کی باتوں کے ساتھ ساتھ۔ جب ہم اسٹیر فورتھ کی والدہ سے ملے تو میں سمجھ گیا تھا کہ میرا خیال بالکل صحیح ہے۔ میں خلیج پار کرتے ہوئے فرانس چلا گیا اور وہیں رک گیا کیونکہ لگتا تھا جیسے میں آسمان سے گر پڑوں گا۔''

میں نے دیکھا کہ دروازہ تھوڑا سا کھل گیا اور برف اندر آنے لگی۔ میں نے اسے تھوڑا اور کھلتے دیکھا اور اب ایک ہاتھ دکھائی دینے لگا تھا جس نے دروازے کو کھلا رکھنے کے لیے اسے پکڑ رکھا تھا۔

''مجھے ایک انگریز ملا جو مجھے بھلا آدمی لگا۔ میں نے اس سے بتایا کہ میں اپنی بھتیجی کو ڈھونڈنے نکلا ہوں۔ اس نے مجھے ان راستوں کا نقشہ بنا کر دے دیا جہاں جہاں میں جانا چاہتا تھا ـــــ میں ٹھیک سے نہیں جانتا کہ ان مقامات کے صحیح نام کیا ہیں ـــــ اور وہ مجھے پیسے بھی دے رہا تھا لیکن میں نے اس کا شکریہ ادا کر دیا کہ مجھے پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اس کی مہربانیوں کے لیے خوب شکریہ ادا کر دیا، مجھے یقین ہے! ''میں نے آپ کے بارے میں لکھ دیا ہے'' وہ مجھ سے کہتا ہے'' اور اس راستے میں جو لوگ ملیں گے، ان سے کہوں گا اور بہت سے لوگ آپ کو جان جائیں گے، یہاں سے بہت دور دور تک، جب آپ تنہا سفر کر رہے ہیں۔'' میں نے اسے اچھی طرح بتا دیا جتنا میں بتا سکتا تھا کہ میں اس کا کتنا احسان مند ہوں اور میں فرانس سے چل پڑا۔''

''تنہا اور پیدل؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''زیادہ تر پیدل۔'' انھوں نے بتایا ''کبھی کبھار بازار جاتے لوگوں کے ساتھ گاڑیوں میں، کبھی کبھی خالی گاڑیوں میں۔ روزانہ کئی میل پیدل اور اکثر بے چارے ان فوجیوں کے ساتھ جو اپنے دوستوں سے ملنے جا رہے ہوتے۔ میں ان سے بات نہیں کر سکتا تھا'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''اور نہ وہ مجھ سے بات کر سکتے تھے لیکن ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہتے تھے، ان دھول بھری سڑکوں پر۔''

ان کے دوستانہ اندازِ گفتگو کی وجہ سے میں جانتا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ بھی رہ سکتے ہیں۔

''جب میں ایک شہر میں پہنچتا'' انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''تو سرائے

مل جانے پر وہیں کھڑا انتظار کرتا رہتا جب تک کہ کوئی ایسا آدمی نہ آجاتا (عموماً کوئی نہ کوئی آ ہی جایا کرتا تھا) جو انگریزی جانتا ہو۔ تب میں اس سے بتادیتا کہ کس طرح میں اپنی بھتیجی کی تلاش میں نکلا ہوں اور وہ مجھے بتادیتا کہ اس گھر میں کس کس قسم کے لوگ ہیں اور میں انتظار کرتا رہتا کہ ان میں سے کوئی ایملی کی طرح نظر آجائے، اندر جاتے ہوئے یا اندر سے باہر نکلتے ہوئے۔ جب ان میں سے کوئی ایملی جیسا نہ نکلتا تو میں پھر چل پڑتا۔ دھیرے دھیرے جب میں کسی نئے گاؤں یا قصبے کے غریب لوگوں میں پہنچتا تو معلوم ہوتا کہ وہ لوگ مجھے جانتے ہیں۔ وہ مجھے اپنی جھونپڑی کے دروازے پر لے جاتے اور مجھے کھانے پینے کے لیے کیا کیا نہ دیتے اور مجھے بتاتے کہ مجھے کہاں سونا ہے اور ماسٹر ڈیوی، ایک عورت کو جو ایملی کی عمر کی لڑکی تھی، میں نے اپنا انتظار کرتے پایا، گاؤں کے باہر اور سیوریس کراس (Saviour's Cross) پر کچھ عورتوں کی بیٹیاں مرچکی تھیں اور صرف خدا ہی جانتا ہے کہ ان کی مائیں مجھ سے کتنی محبت سے پیش آئیں!''

دروازے پر مارتھا تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بدحال تھی اور چہرے سے پریشان حالی عیاں تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں مسٹر پیگٹی اپنا سر اس طرف گھما نہ دیں اور اسے دیکھ نہ لیں۔

''وہ لوگ اکثر اپنے بچوں کو میرے پاس چھوڑ دیتیں، —— خاص طور سے اپنی چھوٹی لڑکیوں کو۔'' مسٹر پیگٹی نے کہا'' میرے گھٹنوں پر، اور آپ مجھے اکثر ان کے دروازے پر بیٹھا ہوا دیکھ سکتے تھے، جب رات ہونے لگتی، تقریباً اسی طرح جیسے وہ میری دلاری (ایملی) کے بچے ہوں۔ اف، میری دلاری!''

اچانک غم گہرا ہوجانے پر وہ زور سے آہ بھرنے لگتے۔ میں نے اپنا لرزتا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا جس سے انھوں نے اپنا منہ ڈھانپ رکھا تھا۔ شکریہ، جناب'' انھوں نے کہا ''پریشان نہ ہوں آپ۔''

جلد ہی انھوں نے اپنا ہاتھ چہرے سے ہٹا لیا اور اسے سینے پر رکھتے ہوئے اپنی کہانی پھر سنانے لگے ——

''وہ لوگ اکثر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگتے'' انھوں نے کہا ''صبح، میرے ساتھ ایک دو میل تک سڑک پر چلتے اور جب ہم رخصت ہونے لگتے اور میں کہتا'' میں آپ لوگوں کا بے حد شکر

گذار ہوں! خدا بھلا کرے آپ کا!'' تو ہمیشہ یہی لگتا جیسے وہ میری بات سمجھ گئے ہوں اور اسی طرح خوشگوار جواب بھی دیتے۔ بالآخر میں سمندر کے قریب چلا جاتا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مجھ جیسے سمندر میں جاتے رہنے والے آدمی کے لیے اٹلی پہنچ جانا مشکل نہ تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں اسی طرح ادھر ادھر پھرتا رہا جیسے کہ پہلے پھرتا رہتا تھا۔ یہاں کے لوگ بھی مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آئے اور میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچتا رہا، ہوسکتا ہے ایک خطے سے دوسرے خطے نکل جاتا رہا ہوں۔ لیکن تب مجھے خبر ملی کہ وہ سوئس (Swiss) کی پہاڑیوں میں دیکھی گئی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ تینوں (اسٹیرفورتھ، ایملی اور لٹیمر) کدھر سے گذرے اور کہاں ہیں۔ میں ان کی تلاش میں ان پہاڑیوں پر دن رات مارا مارا پھرتا رہا، ماسٹر ڈیوی۔ جب میں یہ سمجھتے ہوئے وہاں پہنچتا کہ اب میں اس جگہ پہنچ رہا ہوں تو وہ پہاڑیاں جیسے پھر مجھ سے اتنی ہی دور چلی جاتیں لیکن میں چلتا ہی رہا اور انھیں پار کرکے ہی دم لیا اور جب میں اس مقام کے قریب پہنچا جیسا کہ مجھے بتایا گیا تھا، تو میں دل میں سوچنے لگا'' جب میں... جب میں ایملی کو دیکھوں گا تو کیا کروں گا؟''

دروازے سے لگا چہرہ، سرد رات کی پروا نہ کرتے ہوئے اب بھی اسی طرح دروازے سے لگا ہماری باتیں سنتا رہا اور ہاتھ اٹھا کر مجھ سے اشارے میں درخواست کرتا رہا ــــــ انھیں اب اور آگے مت جانے دیجیے۔

''میں نے اس پر کبھی شک نہیں کیا'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''نہیں! ذرا بھی نہیں! بس وہ میرا چہرہ دیکھ بھر لے ــــــ بس اسے میری آواز سن بھر لینے دیجیے۔ بس اس کے سامنے مجھے خاموش کھڑے رہ کر اسے اپنے اس گھر واپس لے چلنے کا خیال بھر آجانے دیجیے جس مکان سے وہ بھاگی ہے اور وہ بچپن سے وہاں رہی ہے ــــــ اور اگر وہ بڑی ہوکر اب ایک رئیس زادی ہوگئی ہے، تو بھی وہ میرے قدموں پر گر پڑے گی! میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ بہت مرتبہ نیند میں میں نے اسے چلّاتے ہوئے سنا ہے ''چاچا!'' اور اسے اپنے سامنے مردے کی طرح گرتے دیکھا ہے۔ بہت مرتبہ خواب میں میں نے اسے جگا کر سرگوشی میں کہا ہے ''میری پیاری ایملی، میں تمھیں معاف کرتے ہوئے تمھیں گھر واپس لے چلنے کے لیے آیا ہوں!''

وہ چپ ہوگئے اور انھوں نے اپنا سر جھٹکا اور لمبی سانس بھرتے ہوئے پھر بتانے لگے۔

''اب میرے لیے وہ (اسٹیر فورتھ) کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا۔ ایملی سب کچھ تھی۔ میں نے اسے پہنانے کے لیے ایک دیہاتی لباس خریدا اور میں جانتا تھا کہ وہ ایک بار مل بھر جائے، وہ میرے ساتھ ساتھ ان پہاڑی راستوں پر بڑی خوشی سے چلے گی اور جہاں میں جاؤں گا، وہ ساتھ ساتھ جائے گی اور پھر مجھے چھوڑ کر نہیں ــــ کبھی نہیں جائے گی۔ اسے یہ لباس پہنانے کے لیے، اور یہ دکھانے کے لیے کہ اس نے کیا پہن رکھا ہے۔ اسے پھر اپنی بانہوں میں لے لینے کے لیے، اور گھر کی طرف لے جانے کے لیے ــــ کبھی کبھی راستے میں رک کر اس کے تھک چکے پاؤں سہلانے کے لیے اور بری طرح ٹوٹ گئے دل کو قرار دلانے کے لیے ــــ اب یہی سب سوچتا رہتا تھا میں ــــ مجھے یقین نہیں آتا کہ اسے (اسٹیر فورتھ) دیکھ لینے پر میں یہ سب کر پاتا۔ لیکن ماسٹر ڈیوی، ایسا نہیں ہو پایا۔ ابھی تک نہیں ہو پایا! مجھے بہت دیر ہو چکی تھی اور وہ لوگ نکل گئے۔ کہاں گئے، یہ میں نہ جان پایا۔ کسی نے کہا، یہاں، کسی نے کہا، وہاں۔ میں یہاں گیا اور وہاں گیا، لیکن مجھے ایملی نہ مل سکی اور میں واپس گھر کی طرف چل پڑا۔''

''میں نے پوچھا کہ اس بات کو کتنے دن ہو گئے۔''

''چار دن پہلے کی بات ہے'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''اندھیرا ہو جانے پر میں نے پرانی کشتی (مکان) اور کھڑکی میں روشنی چمکتی دیکھی۔ جب میں قریب پہنچا اور کھڑکی کے شیشے سے دیکھا تو میں نے اس وفادار مخلوق مسز گمج کو آگ کے پاس اسی طرح تنہا بیٹھی پایا جیسا کہ ہم لوگوں نے اس کو تنہا چھوڑا تھا۔ ڈرو مت! میں ڈینیل ہوں'' یہ کہتے ہوئے میں اندر داخل ہو گیا۔ میں کبھی سوچ تک نہیں سکتا تھا کہ پرانی کشتی اب اتنی عجیب سی لگے گی!''

انھوں نے اپنے سامنے کی جیب سے بڑی احتیاط سے کاغذات کا ایک چھوٹا بنڈل نکالا جس میں دو تین خطوط یا چھوٹے پیکٹ تھے، جنھیں انھوں نے میز پر رکھ دیا۔

''یہ پہلا ہے'' انھوں نے ایک بینک نوٹ نکالتے ہوئے کہا ''میرے جانے کے ایک ہفتے بعد مجھے ملا تھا۔ پچاس پونڈ کا نوٹ جو مجھے بھیجا گیا تھا اور رات کو دروازے کی دراز سے اندر پھینک دیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنی تحریر بدل کر چھپانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ مجھ سے چھپا نہ سکیں!''

انھوں نے نوٹ پھر بڑے اطمینان اور احتیاط سے بالکل اسی طرح موڑ کر میز پر ایک

طرف رکھ دیا۔

''مسز گمج نے دو تین ماہ پہلے بھیجا تھا اسے۔'' انھوں نے دوسرا کاغذ (خط) کھولتے ہوئے مجھے دے دیا اور سرگوشی کے انداز کہا ''براہِ کرم اسے پڑھ دیجیے جناب۔''

خط یوں تھا:

''اف، آپ کیا سوچیں گی، جب آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ خط میرے گھناؤنے ہاتھ سے لکھا گیا ہے! لیکن کوشش کیجیے، کوشش کیجیے ـــــ میرے لیے نہیں، بلکہ چاچا کی بھلائی کے لیے۔ میرے لیے اپنے دل میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش کیجیے، بس تھوڑی دیر کے لیے! کوشش کیجیے خدا کے لیے، ایک پریشان حال لڑکی کے لیے اپنے دل میں کچھ جگہ پیدا کیجیے اور ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ دیجیے کہ وہ کیسے ہیں اور انھوں نے کیا کیا جب آپ لوگوں نے میرا نام ہمیشہ کے لیے بھلا دیا ـــــ اور کیا رات کو جب میرے آنے کا وقت ہوتا ہے تو اب بھی کبھی انھیں دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ کھڑکی سے باہر اسی طرح دیکھ رہے ہوں جیسے وہ اپنی چہیتی بھتیجی کی راہ دیکھا کرتے تھے۔ اف، میرا دل ڈوبنے لگتا ہے جب یہ سوچتی ہوں! میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آپ سے بھیک مانگ رہی ہوں اور التجا کر رہی ہوں کہ آپ میرے لیے اتنی سنگ دل نہ بنیں جس کی میں مستحق ہوں ـــــ جیسا کہ میں جانتی، بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں اس کی مستحق ہوں۔ لیکن آپ سے منت کرتی ہوں کہ آپ ان کے بارے میں کچھ لکھ کر مجھے بھیجنے کا کرم کریں۔ آپ کو اب مجھے ننھی کہنے کی ضرورت نہیں، اب آپ میرا نام بھی نہ لیں جسے میں نے بٹا لگا دیا، لیکن اف، آپ میری اس اذیّت کا خیال کرتے ہوئے مجھ پر رحم کھا کر میرے چاچا کے بارے میں چند الفاظ لکھ بھیجیں جنھیں اب میں اس دنیا میں اپنی ان آنکھوں سے پھر نہیں، کبھی نہیں دیکھ پاؤں گی!''

''میری عزیزا اگر آپ کا دل میرے تئیں سخت ہو چکا ہے ـــــ اور جائز طور پر سخت ہوا ہے، مجھے اس کا احساس ہے ـــ لیکن سن لیجیے، اگر یہ سخت ہو چکا ہے، تو بھی خدارا اس پیارے آدمی سے کہہ دیجیے، جسے میں نے سب سے زیادہ تکلیف پہنچائی ہے ـــــ اس سے، مجھے جس کی بیوی ہونا تھا ـــــ میری اس کمزور، بے حد کمزور درخواست کو ٹھکرا دینے سے قبل! اگر وہ اتنا کرم کریں کہ اس کی اجازت دے دیں کہ آپ ان کے بارے میں تھوڑا سا لکھ بھیجیں جسے میں پڑھ

لوں ــــــ میں سمجھتی ہوں کہ وہ اس کی اجازت دے دیں گے، اف، میں سمجھتی ہوں کہ وہ اس کی اجازت دے دیں گے، اگر آپ ان سے صرف پوچھ بھر لیں کیونکہ وہ ہمیشہ بڑے بہادر اور درگذر کرنے والے رہے ہیں ــــــ ان سے کہہ دیجیے (لیکن کسی اور سے نہیں) کہ جب رات کو میں ہوا چلنے کی آواز سنتی ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ان کو اور چاچا کو دیکھ کر غصے میں بہتی ہوئی آرہی ہے اور میری شکایت کرنے خدا کے پاس جارہی ہے۔ ان سے کہہ دیجیے اگر مجھے کل مرنا ہو (اف، اگر مجھے مرنا ہو تو میں بہت خوشی سے مرجاؤں گی!) تو ان کے اور چاچا کے لیے میرے آخری الفاظ یہی ہوں گے کہ خدایا انھیں ایک خوش حال گھر عطا کر!''

اس خط کے ساتھ بھی کچھ رقم تھی۔ پانچ پونڈ۔ یہ نوٹ بھی اسی طرح جوں کا توں رکھا تھا جیسے کہ پہلے والی رقم اور انھوں نے اسے بھی اسی طرح پھر موڑ کر رکھ دیا۔ خط کے جواب کے لیے پتے کی تفصیلات درج کی گئی تھیں جو کئی لوگوں کی دخل اندازی کا راز فاش کررہی تھیں۔ اس کے روپوش ہونے کی جگہ کے سلسلے میں کوئی نتیجہ اخذ کرنا مشکل ہورہا تھا لیکن گمان یہی تھا کہ اس نے خط اسی جگہ سے لکھا تھا جہاں کے لوگوں نے بتایا تھا کہ وہ یہیں دیکھی گئی تھی۔

''جواب کیا لکھا گیا؟'' میں نے مسٹر پیگٹی سے پوچھا۔

''مسز گمج'' انھوں نے جواب دیا ''زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہیں، جناب، اس لیے ہیم نے خط لکھ دیا اور انھوں نے اسی کی نقل کردی۔ انھوں نے اسے لکھ دیا کہ میں اس کی تلاش میں نکلا ہوں اور گھر سے روانہ ہوتے وقت میں نے اس کے لیے آخری الفاظ کیا کہے تھے۔''

''کیا آپ کے ہاتھ میں یہ دوسرا خط ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ کرنسی نوٹ ہے، جناب، مسٹر پیگٹی نے اسے تھوڑا سا کھولتے ہوئے کہا۔ دس پونڈ، یہ دیکھیے۔ اور اندر لکھا ہے 'ایک سچے خیر خواہ کی جانب سے۔' پہلے والے کی طرح۔ لیکن پہلا والا دروازے کی درز سے اندر ڈال دیا گیا تھا اور یہ ڈاک سے ملا ہے، پرسوں۔ میں ڈاک ٹکٹ کے نشان کے مطابق اسے ڈھونڈنے جارہا ہوں۔

انھوں نے اسے مجھے دیا۔ یہ اپر رائن [1] (Upper Rhine) پر ایک شہر تھا۔ انھوں نے

---

[1] ندی کا نام

یارمتھ میں پتہ کیا تھا، باہر کے کچھ تاجروں سے، جو اس خطے کو جانتے تھے اور انھوں نے کاغذ پر اس جگہ کا اس طرح نقشہ کھینچ دیا تھا جو مسٹر پیگٹی بڑی آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔ انھوں نے ہمارے سامنے اسے میز پر پھیلا دیا اور اپنے ایک ہاتھ پر ٹھوڑی رکھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنے راستے کی نشان دہی کرنے لگے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ ہیم کیسا ہے؟ انھوں نے سر ہلا دیا۔

انھوں نے کہا ''وہ کام کر رہا ہے اتنی ہی بہادری سے جتنا کہ آدمی کر سکتا ہے۔ اس پورے علاقے میں اس کی اتنی ہی عزت ہے جتنی کہ کسی نیک آدمی کی ہو سکتی ہے، دنیا میں کہیں بھی۔ ہر آدمی اس کی مدد کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، آپ سمجھتے ہیں، وہ بھی ان کی مدد کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس کو کبھی کسی نے کسی طرح کی شکایت کرتے نہیں سنا لیکن میری بہن کا ماننا ہے (یہ میرے اور آپ کے درمیان کی بات ہے) کہ اس سے اس کو بہت گہری چوٹ لگی ہے۔''

بے چارہ، میں اس پر یقین کر سکتا ہوں۔

''اس کے لیے فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ماسٹر ڈیوی'' مسٹر پیگٹی نے جلدی سے سرگوشی کے انداز میں کہا ـــــ وہ اپنی زندگی کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا۔ جب خراب موسم میں کسی آدمی سے سخت کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ حاضر ہو جاتا ہے۔ جب کوئی خطرے سے بھرا کوئی مشکل کام ہوتا ہے، تو وہ اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں سب سے پہلے آگے بڑھتا ہے اس کے باوجود وہ اتنا ہی سیدھا اور نیک ہے جیسے کوئی بچہ۔ یارمتھ میں بچہ بچہ اسے جانتا ہے۔''

انھوں نے سوچ میں غرق ان خطوط کو یکجا کیا۔ ہاتھ پھیر پھیر کر انھیں برابر کر کے ان کا چھوٹا سا بنڈل بنایا اور بڑی احتیاط سے اسے پھر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ دروازے سے لگا چہرہ اب غائب ہو چکا تھا۔ میں نے اب بھی دروازے سے برف اندر آتے دیکھا لیکن وہاں اب اور کوئی نہیں تھا۔

''ٹھیک ہے!'' انھوں نے اپنا بیگ دیکھتے ہوئے کہا ''آج رات آپ کو دیکھ لینے کے بعد، ماسٹر ڈیوی کل صبح میں چلا جاؤں گا (اور اس سے مجھے بڑی راحت ملی)۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میرے پاس کیا ہے، خطوط کے بنڈل والی جیب پر ہاتھ رکھتے ہوئے'' مجھے جو بھی پریشانی ہے، یہی ہے کہ یہ سوچ کر کہ مجھے کچھ ہو نہ جائے، اس رقم کو اسے واپس کرنے سے قبل ـــــ اگر میں

مر جاتا ہوں اور یہ رقم کھو جاتی ہے، یا کوئی چرا لیتا ہے، یا کوئی چھین کر بھاگ جاتا ہے اور وہ کبھی نہ جان پائے گا کہ میں نے اس کا کیا کیا تو مجھے یقین ہے کہ دوسری دنیا مجھے قبول نہیں کرے گی! مجھے یقین ہے کہ میں ضرور واپس آ جاؤں گا!''

وہ اٹھ گئے اور میں بھی اٹھ گیا۔ باہر جانے سے قبل ہم نے پھر ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا۔

انھوں نے کہا ''میں دس ہزار میل تک جاؤں گا۔ میں اس کے سامنے یہ رقم واپس رکھ دینے کے لیے اس وقت تک چلتا رہوں گا جب تک کہ گر کر مر نہ جاؤں۔ اگر میں ایسا کرتا ہوں اور اپنی ایملی کو پا جاتا ہوں تو مجھے اطمینان ہو جائے گا۔ اگر میں اسے نہیں پاتا، تو ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی جب یہ سنے کہ اس کا پیارا چاچا اس وقت تک اسے تلاش کرتا رہا جب تک کہ مر نہیں گیا، تو اگر میں اسے ٹھیک سے سمجھتا ہوں، تو صرف اتنا سن کر ہی وہ بالآخر گھر واپس آ جائے گی!''

''جب ہم اس سخت رات میں جانے لگے تو میں نے اس تنہا عورت کو نکل کر جاتے دیکھا۔ میں نے بہانے سے انھیں ایک بار پھر اپنی طرف مڑنے پر مجبور کر دیا اور ان سے اس وقت تک باتیں کرتا رہا جب تک کہ وہ عورت (مارتھا) نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

انھوں نے ڈوور روڈ پر ایک مسافر خانے کا ذکر کیا تھا جہاں انھیں معلوم تھا کہ رات گذارنے کے لیے ان کو صاف ستھری جگہ مل جائے گی۔ میں ان کے ساتھ ساتھ ویسٹ منسٹر برج تک گیا اور پھر ان سے مرے کے ساحل تک چل کر رخصت لے لی۔ مجھے ہر چیز، اپنے تصور میں، ان کے لیے عقیدت سے جھکتی نظر آئی اور وہ شدید برف باری میں تنہا سفر پر نکل گئے۔

میں سرائے کے احاطے میں واپس آیا اور پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ اب وہاں وہ چہرہ نہیں تھا۔ برف باری سے ہمارے پہلے کے قدموں کے نشانات بند ہو چکے تھے۔ اب صرف میرے قدموں کے تازہ نشان ہی نظر آ رہے تھے اور جب میں نے مڑ کر پیچھے کی جانب دیکھا تو وہ بھی غائب ہوتے جا رہے تھے (کیونکہ برف باری شدت سے ہو رہی تھی۔)۔

●●●

باب 41

ڈورا کی پھوپھیاں

بالآخر ڈورا کی دونوں پھوپھیوں کی جانب سے خط کا جواب آیا۔ انھوں نے خط میں مسٹر کاپر فیلڈ کو دعائیں لکھیں اور انھیں مطلع کیا کہ انھوں نے ان کے خط پر بہت اچھی طرح غور وخوض کیا "دونوں فریقین کی خوشی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے" ___ جو میرے خیال میں ایک تشویشناک اظہار تھا، صرف اس وجہ سے نہیں کہ انھوں نے خط میں دونوں خاندانوں میں فرق کا اشارہ کیا تھا (جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے) بلکہ میں نے پایا تھا (اور میں نے زندگی بھر ایسا ہی دیکھا ہے) کہ روایتی فقرے آتش بازی جیسے ثابت ہوتے ہیں جو آسانی سے چھٹنے لگتے ہیں اور ان میں آگ طرح طرح کی شکلوں اور رنگوں میں نکلنے لگتی ہے اور اس میں وہ شکل نہیں ہوتی جس کی امید کی جاتی ہے۔ پھوپھیوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ انھوں نے "بذریعہ ڈاک" مسٹر کاپر فیلڈ کے خط کا جواب دے دیا ہے لیکن مسٹر کاپر فیلڈ کسی دن (اگر وہ مناسب سمجھیں تو اپنے کسی ہمزاد کے ساتھ) خود آ کر ان سے ملیں تو ان لوگوں کو اس موضوع پر گفتگو کرنے میں خوشی ہوگی۔

اس کے جواب میں مسٹر کاپر فیلڈ نے فوراً شکریہ اور ادب کے ساتھ لکھا کہ ان لوگوں کی خواہش کے مطابق اپنے دوست مسٹر ٹامس ٹریڈلز (انر ٹمپل والے) کے ساتھ حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرنے میں انھیں خوشی ہوگی۔ خط کو پوسٹ کر دینے کے بعد مسٹر کاپر فیلڈ پر اختلاجِ

کیفیت طاری ہوگئی جو مقررہ دن آنے تک برقرار رہی۔

میری بے قراری کا سبب، ایسے اہم موقعے پر مس ملز کی خدمات حاصل نہ ہو پانا تھا۔ لیکن مسٹر ملز، جو میری دل برداشتگی کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے تھے —— یا میں خود ایسا محسوس کرتا تھا، بات ایک ہی تھی —— ان کے سر میں یہ سودا سما گیا تھا کہ وہ ہندوستان جائیں گے۔ وہ کیوں چلے جائیں گے ہندوستان، صرف مجھے ہراساں کرنے کے لیے؟ یہ بات یقینی تھی کہ دنیا کے کسی اور حصے سے انھیں کچھ لینا دینا نہیں تھا اور اس حصے میں انھیں بہت کچھ کرنا تھا، ہندوستان میں تجارت کرتے رہنے کی وجہ سے، یہ جس طرح کی بھی تجارت رہی ہو (میرے ذہن میں خیال آتا تھا کہ سنہرے شال اور ہاتھی دانت کی تجارت تھی) جو وہ اپنی جوانی کے دنوں میں کلکتے میں کیا کرتے تھے، اور اب وہاں ایک مقامی حصے دار کی حیثیت سے انھوں نے پھر جا کر رہنے کا منصوبہ بنا لیا تھا۔ لیکن میرے لیے یہ کچھ بھی نہیں تھا۔ بہر حال وہ ہندوستان جانے پر بضد تھے اور جولیا کو ساتھ لے کر، چنانچہ جولیا (مس ملز) وطن اپنے اعزہ سے رخصت لینے کی غرض سے گئی ہوئی تھی اور گھر کرائے پر اٹھائے جانے کے لیے یا فروخت کر دیے جانے کے لیے تیار تھا، اور فرنیچر (استری کرنے والی مشین اور دیگر اشیا بھی) کی قیمت لگائی جا رہی تھی۔ اس سے قبل کہ میں اس سے پہلے والے زلزلے سے سنبھل پاتا، میرے لیے یہ ایک دوسرا زلزلہ آ گیا تھا۔

میری سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ اس اہم موقعے پر میں کیا پہنوں۔ میں جاذب نظر دکھائی دینے اور کسی موزوں لباس کے انتخاب کے درمیان کشمکش میں مبتلا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ڈورا کی پھوپھیوں کی نظر میں اپنے عملی کردار کو خطرے میں نہ ڈال دوں۔ میں نے ان دونوں طریقوں کے درمیان کا راستہ اختیار کیا اور اسے میری دادی نے پاس بھی کر دیا اور جب میں ٹریڈلس کے ساتھ گھر سے نکلنے لگا تو نیک شگون کے طور پر مسٹر ڈک نے ہمارے پیچھے اپنا ایک جوتا پھینکا۔

جیسا کہ میں جانتا کہ ٹریڈلس بہت اچھا آدمی ہے اور میں اسے دل سے پسند کرتا تھا، میں اس نازک موقعے پر اپنی یہ خواہش ظاہر کر دینے سے خود کو روک نہ سکا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ اپنے بال اوپر کی جانب اتنا کھڑا رکھنے کا عادی نہ ہو گیا ہوتا جس سے وہ بڑا عجیب سا لگنے لگتا تھا۔ جس کے لیے میرے دل میں مبہم سا خیال آ گیا کہ کہیں یہ ہم لوگوں کے لیے نقصان دہ نہ ثابت

ہو جائے۔

میں نے ہمت کر کے اس کا ذکر ٹریڈلس سے کر ہی دیا، جب ہم پٹنی جا رہے تھے، کہ وہ اگر اپنے بال تھوڑا نیچے کر کے برابر کر لے ——"

"میرے پیارے کاپر فیلڈ" ٹریڈلس نے میری بات کاٹ کر اپنا ہیٹ سر سے اتارتے ہوئے بالوں کو ہر طرف رگڑتے ہوئے کہا "ایسا کر لینے میں مجھے بے حد خوشی ہوتی لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"اور نیچا ہو ہی نہیں سکتا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نہیں،" ٹریڈلس نے کہا "کسی بھی طرح نہیں ہو سکتا۔ اگر میں اس پر پچاس سیر کا وزن بھی رکھ کر پٹنی تک چلوں تو جیسے ہی وزن ہٹایا جائے گا، بال پھر اسی طرح کھڑے ہو جائیں گے، تم نہیں سمجھ سکتے کہ میرے بال کتنے ضدی ہیں، کاپر فیلڈ۔ میرے بال خطرناک ساہی (جانور جس کی پشت پر کانٹے ہوتے ہیں) جیسے ہیں۔"

مجھے اعتراف ہے کہ اس سے مجھے قدرے مایوسی ہوئی، لیکن اس کے اچھے مزاج اور صاف گوئی سے خاصا متاثر بھی ہوا۔ میں نے اس سے بتایا کہ میں اس کی نیک مزاجی کی کتنی قدر کرتا ہوں اور کہا کہ اس کے بالوں نے اس کی شخصیت سے سارا ضدی پن کھینچ لیا ہے کیوں کہ اب اس میں ذرا بھی ضدی پن نہیں بچا رہ گیا ہے۔

"اوہ!" ٹریڈلس نے ہنستے ہوئے جواب دیا "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بڑی پرانی کہانی ہے، میرے بدقسمت بال۔ میرے چاچا کی بیوی اسے برداشت نہیں کر پاتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ اسے میرے بال دیکھ کر غصہ آنے لگتا ہے۔ یہ میرے لیے بھی پریشانی کا سبب بنتا تھا جب میں پہلے پہل سوفی کے عشق میں گرفتار ہوا۔ بہت زیادہ پریشانی ہوئی تھی!"

"کیا وہ اس پر اعتراض کرتی تھی؟"

"اس نے اعتراض نہیں کیا" ٹریڈلس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "لیکن اس کی سب سے بڑی بہن —— وہی پیکرِ حسن —— اس کا مذاق اڑایا کرتی تھی، میرے خیال میں۔ سچ پوچھو تو ساری بہنیں میرے بالوں پر ہنستی ہیں۔"

''خوشگواری کے ساتھ!'' میں نے کہا۔

''ہاں'' ٹریڈلس نے پوری معصومیت سے جواب دیا ''ہم لوگوں میں یہ مذاق چلتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ سوفی نے اپنے ڈسک میں اس کا ایک تالا رکھ چھوڑا ہے اور بالوں کو نیچے رکھنے کے لیے اسے بند کر دیتی ہے۔ اس پر ہم لوگ خوب ہنستے ہیں۔''

''بہر حال، میرے پیارے ٹریڈلس'' میں نے کہا ''تمھارا تجربہ مجھے کچھ راستہ سُجھا سکتا ہے۔ جب اس لڑکی سے تمھارا عشق شروع ہوا، جس کا تم نے ابھی ذکر کیا، تو کیا تم نے اس کے گھر والوں کے سامنے باقاعدہ یہ تجویز رکھی تھی؟ کیا اس طرح کا کچھ ہوا تھا جس طرح ـــــ مثال کے طور پر جس طرح کے حالات سے ہم لوگ آج گذر رہے ہیں؟'' میں نے نروس ہوتے ہوئے کہا۔

''آئیں'' ٹریڈلس نے جواباً کہا، جس کے چمکتے چہرے پر فکرمندی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے ''میرے معاملے میں تو بہت تکلیف دہ بات ہو گئی تھی، کاپرفیلڈ ـــــ سمجھ لو، کہ سوفی اپنے گھر کے لیے اتنی کارآمد تھی کہ گھر میں کوئی سوچتا تک نہیں تھا کہ کبھی اس کی شادی ہو۔ واقعی ان لوگوں نے اسے بہت اچھی طرح مان رکھا تھا کہ کبھی اس کی شادی نہیں ہوگی اور وہ لوگ اسے بوڑھی دائی کہنے لگے تھے۔ اسی کے مطابق جب میں نے بڑی احتیاط سے اس کا ذکر مسز کریولر (Mrs. Crewler) سے کیا ـــــ''

''اس کی ماں سے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، ماں سے'' ٹریڈلس نے کہا ''پادری ہوریس (Horace) کریولر'' اس کے باپ کا نام ہے ـــــ جب میں نے ہر طرح سے احتیاط برتتے ہوئے مسز کریولر سے اس کا ذکر کیا تھا تو ان پر اس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ وہ چیخ مار کر بیہوش ہو گئیں۔ پھر مہینوں یہ موضوع چھیڑنے کی میری ہمت ہی نہ پڑی۔''

''بالآخر تم نے ذکر چھیڑا؟'' میں نے پوچھا۔

''دراصل پادری ہوریس نے یہ ذکر چھیڑا'' ٹریڈلس نے کہا ''وہ نہایت نفیس آدمی ہیں۔ ہر طرح سے غیر معمولی، انھوں نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ ایک عیسائی ہونے کے ناتے انھیں قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے (خصوصی طور پر اس کے لیے جو اتنی غیر یقینی تھی) اور اپنے دل میں

میرے تئیں منفی احساسات نہ پیدا ہونے دیں۔ جہاں تک میری بات ہے، کاپر فیلڈ، میں تم سے سچ بتا رہا ہوں کہ میں اس کنبے میں اسے شکار کے لیے چڑیا جیسی پاتا ہوں۔''

''اس کی بہنوں نے تمھاری طرفداری کی ہوگی، ٹریڈلس؟''

''آ ئیں، میں کہہ نہیں سکتا کہ انھوں نے ایسا کیا۔'' اس نے جواب دیا ''جب ہم نے کسی حد تک مسز کریولر کو اس کے لیے راضی کرلیا تب میں نے اس کا ذکر سارہ سے کیا۔ تمھیں یاد ہے کہ میں نے تم سے سارہ کا ذکر کیا تھا، وہی جس کی ریڑھ میں تکلیف رہتی ہے؟''

''اچھی طرح یاد ہے!''

''اس نے مجھے ایک ٹک دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ زور سے بھینچ لیے، آنکھیں بند کرلیں، چہرہ سفید پڑ گیا اور بالکل بے جان سی ہوگئی اور دو دنوں تک کچھ کھایا پیا نہیں۔ بس توس پانی میں بھگو کر چمچ سے کسی طرح منھ میں ڈال دیا جاتا تھا۔''

''وہ بہت نامعقول لڑکی ہے، ٹریڈلس!'' میں نے رائے زنی کی۔

''اوہ! میں معذرت چاہوں گا، کاپر فیلڈ!'' ٹریڈلس نے کہا ''وہ بہت ہی اچھی لڑکی ہے لیکن وہ سوچتی بہت ہے۔ سچ پوچھو تو وہ سبھی بہت سوچتے ہیں۔ اس کے بعد سوفی نے مجھ سے بتایا کہ اس اثنا میں جب تک وہ سارہ کے پاس رہی، اس کا دل خود کو اس طرح ملامت کرتا رہا کہ اسے بیان کر پانے کے لیے اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ میں جانتا ہوں کہ ایسا ہی رہا ہوگا کیونکہ مجھے خود بھی اسی طرح کا احساس ہو رہا تھا کاپر فیلڈ، جیسے مجھ سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہو۔ جب سارہ کی حالت بحال ہوئی تو ہمیں ابھی بقیہ آٹھ بہنوں سے یہ بات بتانی تھی اور اس کا ان لوگوں پر الگ الگ طرح کا دردناک اثر پڑا۔ چھوٹی دونوں بہنوں نے جنھیں سوفی پڑھاتی ہے، اب جا کر مجھ سے چڑنا بند کیا ہے۔''

''کسی طرح ان سب لوگوں نے اسے مان لیا ہے، مجھے امید ہے؟'' میں نے کہا۔

''ہا.....ں.....ں، مجھے کہنا چاہیے کہ مجموعی طور پر ان لوگوں نے کسی طرح اسے برداشت کرلیا'' ٹریڈلس نے مشکوک انداز میں کہا ''سچ یہ ہے کہ اب ہم اس کا ذکر کرنے سے گریز کرتے ہیں اور میرے غیر یقینی امکانات اور حالات کو دیکھتے ہوئے انھیں کافی تسلی رہتی ہے۔ جب بھی

ہماری شادی ہوگی یہ ایک افسوس ناک منظر ہی رہے گا۔ یہ شادی سے کہیں زیادہ جنازہ اٹھنے جیسا ہوگا اور وہ سب سوفی کو ان سے دور لے جانے کے لیے مجھ سے نفرت کرنے لگیں گی!''

اس کا سچا چہرہ، جب اس نے کچھ سنجیدہ، کچھ مزاحیہ انداز میں اپنا سر ہلایا، یاد آنے پر اس سے کہیں زیادہ دل کو مسوستا ہے جتنا کہ اس وقت میں نے اس درد کو محسوس کیا تھا کیونکہ اس وقت میرے ذہن میں اتنا انتشار رہا کرتا تھا کہ میں کسی ایک چیز پر اپنا دھیان پوری طرح مرکوز نہیں کر پاتا تھا۔ ہم جب ڈورا کی پھوپھیوں کے گھر کے قریب پہنچ رہے تھے تو میں خود سے ایسا غافل سا نظر آنے لگا کہ مجھے چاق چوبند کرنے کے لیے ٹریڈلس نے ایک ایک گلاس شراب پینے کی تجویز رکھی جو ہم نے قریب کی ایک سرائے میں جا کر پی، پھر وہ لرزتے قدموں سے مجھے پھوپھیوں کے دروازے پر لے گیا۔

جب ملازمہ نے دروازہ کھولا تو میرے جسم میں ایک عجیب سی سنسنی ہونے لگی اور ہم لرزتے ہوئے ایک ہال سے گذر کر ایک چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں پہنچے جس کے سامنے ایک صاف ستھرا باغ تھا۔ یہاں صوفے پر بیٹھ جانے کے بعد اور ٹریڈلس کے بال کھڑے ہوتے دیکھ کر، اب اس نے اپنا ہیٹ سر سے اتار لیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے اسپرنگوں سے بنایا گیا چہرہ، نقلی ناس بکس کا ڈھکن کھولنے پر اچھل کر نکل پڑتا ہے۔ ایک پرانی طرز کی گھڑی کی ٹک ٹک سن کر جو آتش دان کی تختی پر رکھی ہوئی تھی، اور اسے اپنے دل کی دھڑکن کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھ کر بھی ـــــ جو یہ کر نہیں پا رہی تھی ـــــ کمرے میں ڈورا کو تلاش کرتے ہوئے اور اس کا کہیں نام ونشان نہ پاتے ہوئے بھی ـــــ جپ کو کہیں دور بھونکتے سن کر اور پھر فوراً کسی کے ذریعے اسے فوراً چپ کرا دیے جانے سے بھی ـــــ آخر میں نے خود کو ٹریڈلس کے پیچھے پیچھے ماتمی لباس پہنے دو منحنی سوکھی سی بوڑھیوں کے سامنے گھبراہٹ کے عالم میں سر جھکاتے ہوئے پایا۔

''برائے مہربانی'' ان دو منحنی خواتین میں سے ایک نے کہا ''تشریف رکھیے۔''

جب میں ٹریڈلس پر گرتے پڑتے کسی چیز پر بیٹھ گیا، جو بلی نہیں تھی ـــــ پہلے میں اسی پر بیٹھ گیا تھا ـــــ اب مجھے اتنا صاف نظر آنے لگا کہ میں یہ اندازہ لگا سکوں کہ مسٹر اسپنلو اپنے کنبے میں سب سے چھوٹے تھے، کہ دونوں بہنوں کی عمر میں چھ سے آٹھ برس کا فرق تھا اور چھوٹی

والی اس کانفرنس کی انچارج معلوم ہو رہی تھی کیونکہ اس کے ہاتھ میں میرا خط تھا — میں نے اسے پہچان لیا تھا اس کے باوجود یہ مجھے عجیب سا لگ رہا تھا! وہ اسے محدب شیشے سے دیکھ رہی تھی اور جھالر وغیرہ اس کے کپڑوں میں زیادہ لگا تھا جس سے وہ کچھ غنیمت لگ رہی تھی۔ گفتگو میں دونوں پرسکون، رسمی، خشک اور دوٹوک انداز اختیار کیے ہوئے تھیں۔ جس بہن کے ہاتھ میں میرا خط نہیں تھا، اس نے اپنے ہاتھ سینے پر باندھ رکھے تھے اور ایک دوسرے سے ٹیک لگائے اتنی آرام سے بیٹھی تھیں جیسے کوئی مورت۔

''مسٹر کاپرفیلڈ، میں سمجھتی ہوں۔'' خط والی بہن نے ٹریڈلس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یہ ایک خطرناک شروعات تھی۔ ٹریڈلس کو اشارہ کرنا پڑا کہ کاپرفیلڈ میں ہوں اور مجھے خود کو جتانا پڑا اور ان لوگوں کو اپنا یہ خیال ترک کرنا پڑا جو انھوں نے پہلے سے کر رکھا تھا، کہ ٹریڈلس کا پرفیلڈ تھا اور مجموعی طور پر ہم ٹھیک حالت میں ہی تھے۔ اسے اور بہتر بنانے کے لیے ہم نے واضح طور پر جپ کا دوبار مختصراً بھونکنا اور پھر فوراً چپ کرا دیا جانا سنا۔

''مسٹر کاپرفیلڈ!'' خط والی بہن نے کہا۔

''میں نے کچھ کیا — سمجھتا ہوں کہ تعظیماً جھک گیا تھا اور پوری طرح متوجہ ہو گیا جب دوسری بہن نے کہنا شروع کیا۔

''میری بہن لوینیا (Lavania) '' اس نے کہا ''اس قسم کے معاملات میں ماہر ہونے کے ناتے بتائیں گی کہ ہم لوگوں نے دونوں فریقین کو خوش رکھنے کے لیے بہت سوچ سمجھ کر کیا طے کیا ہے۔''

بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ مس لوینیا کو دل کے معاملات میں قدرت حاصل تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کسی زمانے میں ایک کوئی مسٹر پجر (Pidger) پائے جاتے تھے جو تاش کھیلا کرتے تھے اور لوینیا پر فریفتہ تھے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ محض ایک خیالِ خام تھا اور پجر اس طرح کے جذبات سے قطعاً عاری تھے — اس کے لیے انھوں نے ایسا کوئی بھی تاثر نہیں دیا تھا جس کے بارے میں میں نے کبھی سنا ہو۔ دونوں بہنیں مس لوینیا اور مس کلیریسا (Clarissa) کو یہ توہم تھا کہ وہ اپنی محبت کا اعلان کر دیتے اگر وہ بہت زیادہ شراب پینے کی وجہ سے جوانی (تقریباً ساٹھ برس)

میں مر نہ گئے ہوتے۔ ان کو یہ شک بھی تھا کہ وہ رازدارانہ عشق ہی سے مرے تھے۔

''اس معاملے میں ہم ماضی کی باتوں پر دھیان نہیں دیں گے۔ بے چارے ہمارے بھائی فرانسس (اسپنلو) کی موت نے اسے منسوخ کر دیا۔'' مس لوینیا نے فرمایا۔

''ہم اپنے بھائی فرانسس سے بہت زیادہ نہیں ملتے تھے'' مسکلیریسا نے کہا ''لیکن ہم لوگوں کے مابین کوئی نا اتفاقی یا تفرقہ نہیں تھا۔ فرانسس نے اپنا راستہ اختیار کیا اور ہم نے اپنا۔ ہم نے طے کیا کہ اس طرح تمام فریقین خوش رہیں گے اور ایسا ہی ہوا۔''

دونوں بہنیں بولتے وقت آگے کو جھک جایا کرتیں اور بول چکنے کے بعد اپنا سر ہلا دیتیں اور خاموش ہو جانے پر پھر سیدھی تن جایا کرتی تھیں۔ مس کلیریسا گفتگو کرتے وقت اپنی بانہیں کبھی نہیں ہلایا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی وہ ان پر اپنی انگلیوں سے کوئی دھن بجانے لگتی تھیں۔ لیکن کبھی بانہوں کو حرکت میں نہیں لاتی تھیں۔

''ہماری بھتیجی کی پوزیشن، یا مفروضہ پوزیشن ہمارے بھائی کے انتقال کے بعد اب بہت بدل چکی ہے۔'' مس لوینیا نے فرمایا ''اس لیے ہم اس کی طرح ہی اپنے بھائی کے خیالات کو بھی اب بدلا ہوا سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی مسٹر کاپر فیلڈ، کہ آپ ایک شریف آدمی ہیں، آپ بڑی صفات کے حامل اور اچھے کردار کے مالک ہیں، یا آپ محبت کرتے ہیں۔ یا پوری طرح سمجھتے ہیں کہ آپ ہماری بھتیجی سے پیار کرتے ہیں۔''

میں، جب بھی اس کی گنجائش نکل پاتی ان کو عموماً اس طرح کا جواب دے دیتا کہ کبھی کسی نے کسی کو اتنا پیار نہیں کیا ہے جتنا میں ڈورا کو پیار کرتا ہوں۔ ٹریڈلس بدبداتے ہوئے تائید کر دیتا تھا۔

مس لوینیا کچھ کہنے جا رہی تھیں جب مس کلیریسا، جو بار بار اپنے بھائی فرانسس کا نام لینے کی خواہاں نظر آ رہی تھیں، پھر بول پڑیں:

''اگر ڈورا کی ممی'' انھوں نے فرمایا ''جب انھوں نے ہمارے بھائی فرانسس سے شادی کی تب ہی فوراً کہہ دیتیں کہ کھانے کی میز پر خاندان کے لوگوں کے لیے جگہ نہیں ہے تو یہ تمام فریقین کی خوشی کے لیے بہتر ہوتا۔''

''کلیریسا بہن'' مس لوینیا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ''شاید ہمیں اب اس کا خیال

نہیں کرنا چاہیے۔''

''لوینیا بہن'' مس کلیریسا نے ناپسندیدگی کے انداز میں فرمایا ''اس کا تعلق موجودہ موضوع سے ہے۔ صرف ان موضوعات پر جن پر تم اچھی طرح بول سکتی ہو، اگر تم مداخلت کرو تو میں اس کا کچھ خیال نہ کروں گی۔ موضوع کے اس شعبے میں میں اپنی رائے اور بولنے کا حق رکھتی ہوں۔ یہ تمام فریقین کی خوشی کے لیے بہتر ہوتا اگر ڈورا کی ممی نے جب ہمارے بھائی فرانسس سے شادی کی تھی، وہ اپنے ارادے سے واضح طور پر آگاہ کر دیتیں تب ہم جان جاتے کہ ہمیں ان سے کتنی امید رکھنی چاہیے۔ ہم ان سے کہہ دیتے ''خدا کے لیے آپ ہم دونوں کو کسی بھی موقعے پر مدعو نہ کریں'' اور پھر کسی طرح کی غلط فہمی پیدا نہ ہو پاتی۔''

جب مس کلیریسا سر ہلا چکیں تو مس لوینیا نے بولنا شروع کیا: محدب شیشے سے پھر میرے خط کا معائنہ کرتے ہوئے۔ ان دونوں کی آنکھیں اتفاق سے گول اور چمکیلی تھیں جو چڑیوں کی آنکھوں سے ملتی جلتی تھیں۔ وہ بحیثیت مجموعی چڑیا کی طرح لگتی ہی نہیں تھیں، ایسی بات نہیں تھی، ان کا تیز، پھرتیلا اور اچانک حرکت میں آجانے کا انداز اور کنیری 1 کی طرح اچھل کر پوزیشن لے لینے کی صلاحیت قابلِ دید تھی۔

''جیسا کہ میں نے کہا'' اب مس لوینیا نے مورچہ سنبھال لیا تھا:

''آپ میری بہن کلیریسا اور مجھ سے یہ اجازت لینا چاہتے ہیں مسٹر کاپرفیلڈ کہ آپ یہاں ہماری بھتیجی سے شادی کے لیے امیدوار کی حیثیت سے آنا چاہتے ہیں۔''

''اگر ہمارے بھائی فرانسس'' مس کلیریسا پھر درمیان میں دخیل ہو گئیں، اگر میں اسے چپکے سے کود پڑنا کہہ سکوں'' خود کو ڈاکٹرس کامنس اور صرف ڈاکٹرس کامنس والے ماحول میں گھرے رہنا پسند کرتے تھے، اس میں اعتراض کرنے کی خواہش یا اس کا حق ہمیں کہاں پہنچتا ہے؟ ذرا بھی نہیں، مجھے یقین ہے۔ اس طرح کی دخل اندازی کرنے سے ہم ہمیشہ بہت دور رہے ہیں۔ لیکن اسے اس طرح کیوں نہ کہا جائے؟ ہمارے بھائی فرانسس اور ان کی اہلیہ کی اپنی الگ سوسائٹی تھی اور میری بہن لوینیا اور میری الگ قسم کی سوسائٹی رہی ہے۔ ہم اسے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں،

1 زرد رنگ کی گانے والی چڑیا۔

مجھے امید ہے!''

چونکہ یہ خطاب بہ ظاہر ٹریڈلس اور مجھ سے کیا گیا تھا اس لیے ہم دونوں نے کسی نہ کسی شکل میں اس کا جواب دے دیا۔ ٹریڈلس کی بات سنائی نہیں پڑی اور میرے خیال میں میں نے خود محسوس کیا یہ سبھی متعلقہ لوگوں کو پسند آئی۔ میں ذرا بھی نہیں جانتا کہ میرا کیا مطلب تھا۔

''لوینیا بہن'' مس کلیریسا نے اب اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا ''اب تم اپنی بات شروع کرسکتی ہو، میری عزیز۔''

مس لوینیا شروع ہوگئیں:

''مسٹر کاپرفیلڈ، میری بہن کلیریسا اور میں نے اس خط پر بہت غور و خوض کیا ہے اور نہ اپنی بھتیجی سے تبادلۂ خیالات کے بغیر اس پر غور کیا ہے۔ ہمیں اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اسے بہت پسند کرتے ہیں۔''

''سوچیے محترمہ'' میں نے بڑے درد سے کہا ''اف! —— ''

لیکن مس کلیریسا نے مجھے اس طرح دیکھا (بالکل تیز کنیری کی طرح) جیسے وہ گذارش کررہی ہوں کہ میں ان کی خطابت کے دوران بالکل مداخلت نہ کروں، میں نے معذرت کرلی۔

''محبت'' مس لوینیا نے اپنی بہن کی جانب اپنی بات کی تائید کی غرض سے دیکھتے ہوئے کہا، اور انھوں نے ہر فقرہ پورا ہونے پر دھیمے سے سر ہلا ہلا کر اس کی تائید کرنا شروع بھی کردی ''عشقِ کامل، عقیدت، اور خودسپردگی کا اظہار آسانی سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی آواز بہت دھیمی ہوتی ہے۔ یہ بہت شائستہ اور پرسکون ہوتا ہے۔ یہ مسلسل انتظار کرتا رہتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے عشقِ کامل۔ کبھی کبھی تو زندگی پھسل جاتی ہے اور یہ نامراد ہی پڑا رہ جاتا ہے۔''

یقیناً تب میں نہیں سمجھ پایا تھا کہ بے چارے پجر کے سلسلے میں وہ اپنے تجربات کو کنایتاً بیان کررہی تھیں لیکن میں نے یہ ضرور دیکھا تھا کہ مس کلیریسا جتنی سنجیدگی سے سر ہلا ہلا کر اسے بیان کررہی تھیں وہ ان کے الفاظ کو گہرائی عطا کررہا تھا۔

''روشنی —— کیونکہ اس طرح کے جذبات سے موازنہ کرنے پر میں اسے روشنی ہی کہتی ہوں —— روشنی —— بہت کم لوگوں کا میلان'' مس لوینیا نے بیان جاری رکھتے ہوئے

فرمایا ''چٹان کے مقابلے میں ڈھول جیسا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں یہ جان پانے میں دشواری ہورہی ہے کہ کیا ان کی واقعی کچھ بنیاد بھی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے میری بہن کلیریسا اور میں طے نہیں کر پارہی ہوں کہ میں کون سا قدم اٹھاؤں، مسٹر کاپرفیلڈ اور مسٹر —— ''

''ٹریڈلس'' میرے دوست نے جلدی سے بتادیا کیونکہ وہ اسی سے مخاطب تھیں۔

''معاف کیجیے گا۔ انر ٹمپل والے، مجھے یقین ہے؟'' مس کلیریسا نے پھر میرے خط پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

ٹریڈلس نے کہا ''بالکل ٹھیک'' اور اس کا چہرہ خاصا سرخ ہوگیا۔

اگرچہ ابھی تک کسی بھی طرح سے میری حوصلہ افزائی نہ ہوسکی تھی، اچانک مجھے محسوس ہونے لگا کہ ان دو ننھی بہنوں میں خصوصاً مس لوینیا میں گھریلو دلچسپی والے اس معاملے میں کچھ زیادہ گہری دلچسپی دکھائی دینے لگی اور مجھے امید کی کرن نظر آنے لگی، میں نے سوچا کہ شاید میرے اور ڈورا جیسے دو نوعمر محبوبوں کی دیکھ بھال کرتے رہنے میں انھیں غیر معمولی اطمینان اور لذت کا احساس ہوگا اور ہماری اس طرح دیکھ بھال ہوتے دیکھ کر مس کلیریسا کو کچھ کم مزہ اور اطمینان نہ ملے گا اور وہ اپنے اس مخصوص شعبے پر گفتگو کے دوران جذبات سے مغلوب ہو کر بے ارادہ بہت سی باتیں دہرانے لگتیں۔ اس سے مجھے حوصلہ ملا کہ میں اس بات پر اور زیادہ زور دے سکوں کہ میں ڈورا کو اتنا زیادہ چاہتا ہوں کہ بتا نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کا یقین کرسکتا ہے، کہ، میرے تمام احباب جانتے ہیں کہ میں ڈورا کو کتنا چاہتا ہوں، کہ میری دادی، ایگنیز، ٹریڈلس اور مجھے جاننے والا ہر شخص جانتا ہے کہ میں ڈورا سے کتنی محبت کرتا ہوں اور میرے عشق نے مجھے کتنا مستعد بنادیا ہے۔ اسے سچ ثابت کرنے کے لیے میں نے ٹریڈلس سے اس کی تصدیق کرنے کی گذارش کی اور ٹریڈلس تمتماتے ہوئے، جیسے وہ پارلیمانی مباحثے میں کود پڑا اور واقعی بڑی دردمندی کے ساتھ بڑے اچھے اور صاف انداز میں اس نے میری وکالت کی جس کا بہ ظاہر بڑا موافق اثر پڑا۔

''اگر میں اسے کہہ سکوں تو ایک ایسے شخص کی حیثیت سے کچھ کہہ رہا ہوں جسے اس طرح کی چیزوں کا تھوڑا بہت تجربہ ہے'' ٹریڈلس نے کہا ''خود ایک نوعمر لڑکی سے منسوب ہوجانے کے سبب —— دس بیٹیوں میں سے ایک، جو ڈیوان شائر میں رہتی ہے —— اور فی الحال اس رشتے

کے ٹوٹ جانے کا ذرا بھی امکان نہیں پایا جاتا۔"

"آپ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں، جو کچھ میں نے کہا ہے، مسٹر ٹریڈلس۔" مس لوینیا نے بہ ظاہر اس میں نئی طرح سے دلچسپی لیتے ہوئے فرمایا "اس عشق کے بارے میں جو شائستہ اور پرسکون ہوتا ہے، جو انتظار ہی کرتا رہ جاتا ہے؟"

"بالکل، محترمہ۔" ٹریڈلس نے بے ساختہ کہا۔

مس کلیریسا نے مس لوینیا کی جانب دیکھا اور سنجیدگی سے اپنا سر ہلا دیا۔ مس لوینیا نے مس کلیریسا کو بڑے غور سے دیکھا اور قدرے اطمینان کی سانس لی۔

"لوینیا بہن!" مس کلیریسا نے کہا "میری خوشبو والی شیشی لے لو۔"

مس لوینیا نے کافور کی آمیزش سے تیار کیا گیا عطر لگا کر خود کو تازہ دم کیا ——— اس درمیان ٹریڈلس اور میں بڑے انہماک سے یہ سب دیکھتا رہا۔ پھر وہ نسبتاً اور نحیف آواز میں گویا ہوئیں:

میری بہن اور میں بڑے شک و شبہے میں رہی ہیں، مسٹر ٹریڈلس کہ ہم کو آپ کے دوست مسٹر کاپرفیلڈ اور اپنی بھتیجی جیسے نوعمر لوگوں کے ایک دوسرے کو چاہنے یا محض ایسا تصور کرنے کے سلسلے میں کون سا راستہ اپنانا چاہیے۔"

"ہمارے بھائی فرانسس کی بیٹی" مس کلیریسا نے تبصرہ کیا "اگر ہمارے بھائی کی بیوی نے اپنی زندگی میں اسے مناسب سمجھا ہوتا (اگرچہ انھیں بے روک ٹوک ویسا کرنے کا اختیار تھا، جیسا وہ سب سے اچھا سمجھتیں) کہ خاندان کے لوگوں کو کھانے پر مدعو کرتیں تو ہم اپنے بھائی فرانسس کی بچی کو اس وقت اور بہت طور پر سمجھتے ہوتے۔ لوینیا بہن، آگے بڑھو!"

مس لوینیا نے میرے خط کو اس طرح موڑا اور محدب شیشے سے خط کے اس حصے کو دیکھنے لگیں جہاں انھوں نے نمبروار کچھ نوٹ کر رکھا تھا۔

"یہ ہمیں محتاط طریقہ معلو ہوتا ہے، مسٹر ٹریڈلس کہ ان احساسات کا ہم خود مشاہدہ کریں۔ فی الوقت ان کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے اور ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اس کا اندازہ کر سکیں کہ ان کے جذبات و احساسات میں کس قدر سچائی ہے۔ لہٰذا ہم مسٹر کاپرفیلڈ کی اس تجویز کو

منظوری دینے کی سوچ رہے ہیں کہ انھیں یہاں آنے کی اجازت دے دیں۔''

''پیاری خواتین!'' میں خطرے کا بوجھ کم ہوتے دیکھ کر چلّا اٹھا۔''میں آپ کی یہ رحم دلی کبھی نہیں بھولوں گا!''

''لیکن،'' مس لوینیا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ــــــ ''لیکن ہمیں ان کا یہاں آنا اسی طرح کا سمجھنا چاہیے جیسے فی الوقت یہاں آئے ہیں، مسٹر ٹریڈلس۔ ہمیں اس کا بہت خیال رکھنا ہوگا کہ جب تک اس کا موقع نہ آجائے ہمیں مسٹر کاپرفیلڈ اور ہماری بھتیجی کا رشتہ پکّا نہ سمجھ لیا جائے ــــ''

''جب تک کہ تم مطمئن نہ ہوجاؤ لوینیا بہن۔'' مس کلیریسا نے لقمہ دیا۔

''چلیے ایسا ہی سہی۔'' مس لوینیا نے سانس بھرتے ہوئے کہا ــــ جب تک کہ میں ان کا مشاہدہ نہیں کر لیتی۔''

''کاپرفیلڈ'' ٹریڈلس نے میری جانب گھومتے ہوئے کہا''تم محسوس کر رہے ہو گے، مجھے یقین ہے کہ اس سے زیادہ مناسب اور سوجھ بوجھ کی بات اور کچھ نہیں ہوسکتی۔''

''کچھ بھی نہیں!'' میں نے بے ساختہ کہا''میں اسے بہت اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں۔''

''معاملات کی ایسی حالت میں'' مس لوینیا نے پھر اپنے نوٹس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا'' اور صرف اس شرط پر ان کو یہاں آنے کی اجازت دینے سے قبل ہم مسٹر کاپرفیلڈ سے یہ یقین دہانی چاہیں گے کہ وہ وعدہ کریں کہ ان کے اور ہماری بھتیجی کے مابین ہمارے علم میں لائے بغیر کسی قسم کی کوئی بات چیت یا خط و کتابت نہیں ہوگی اور کوئی بھی منصوبہ یا کام جو ہماری بھتیجی سے متعلق ہوگا، پہلے ہمارے سامنے پیش کیا جائے گا ــــ''

''تمھارے سامنے، لوینیا بہن۔'' مس کلیریسا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ــــ

''ایسا ہی سہی، کلیریسا!'' مس لوینیا نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا ــــــــ ''میرے سامنے ــــ اور ہماری منظوری کے بعد ہی اس پر عمل کیا جاسکے گا۔ ہمیں اس کا بہت خیال رکھنا ہوگا کہ کسی بھی طرح سے یہ عہد نہ توڑا جائے۔ ہم نے آج مسٹر کاپرفیلڈ کو اپنے کسی قریبی دوست کے ساتھ آنے کی خواہش ظاہر کی تھی، اپنا سر ٹریڈلس کی جانب قدرے جھکاتے ہوئے،

جس نے اپنا سرخم کر دیا'' تا کہ اس موضوع پر کسی قسم کا شک شبہ یا غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔ اگر مسٹر کا پر فیلڈ یا آپ، مسٹر ٹریڈلس، اس طرح کا وعدہ کرنے میں کسی قسم کا تردّد محسوس کر رہے ہوں تو میں گذارش کروں گی کہ آپ اس پر غور وخوض کرنے کے لیے کچھ وقت لے سکتے ہیں۔''

میں نے بے حد جوش وخروش کے ساتھ جلدی سے کہہ دیا کہ اس کے لیے سوچنے کے لیے ایک لمحہ بھی درکار نہ تھا۔ میں نے بڑی بے صبری کے ساتھ خود کو مطلوبہ وعدے کا پابند کر لیا اور ٹریڈلس سے اس کی گواہی دینے کے لیے کہا اور میں نے کہا کہ اگر میں اس سے ذرا بھی ادھر ادھر ہوا تو میں خود کو بے حد ظالم انسان جیسا سمجھوں گا۔

''رکیے!'' مس لوینیا نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا ''آپ دونوں صاحبان کا یہاں استقبال کرنے سے قبل ہی ہم نے طے کر لیا تھا کہ ہم آپ دونوں کو تنہائی میں اس معاملے پر غور وخوض کرنے کے لیے چوتھائی گھنٹے کا وقت دیں گے۔ آپ ہمیں یہاں سے ہٹ جانے کی اجازت دیں۔''

میرے لیے اب یہ کہنا فضول تھا کہ سوچ بچار کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ مقررہ مدت تک کے لیے وہاں سے ہٹ جانے پر بضد تھیں۔ اسی کے مطابق یہ دونوں منحنی عورتیں بڑے وقار کے ساتھ وہاں سے چلی گئیں، مجھے ٹریڈلس کی مبارک باد وصول کرنے کے لیے اور یہ محسوس کرنے کے لیے کہ جیسے میں خوشیوں کی وادی میں پہنچ گیا ہوں۔ ٹھیک پندرہ منٹ گذر جانے کے بعد وہ دونوں اس سے کم وقار کے ساتھ واپس نہیں لوٹیں جتنے وقار سے وہ یہاں سے گئی تھیں۔ وہ اپنے کپڑے اس طرح سرسراتے ہوئے گئی تھیں جیسے ان کے لباس خزاں میں جھڑی پتیوں کے بنے ہوں اور وہ اسی طرح کپڑے سرسراتے ہوئے واپس بھی آئیں۔

تب میں نے ایک بار پھر مجوزہ شرط کا خود کو پابند کر لینے کا اعلان کیا۔

''کلیریسا بہن!'' مس لوینیا نے کہا ''اب بقیہ معاملہ آپ دیکھیں۔''

مس کلیریسا نے پہلی بار اپنے بازو کھولتے ہوئے نوٹس اٹھا لیے اور اس پر نظریں دوڑانے لگیں۔

''ہمیں مسٹر کاپر فیلڈ کو ہر اتوار کھانے پر مدعو کرنے میں خوشی ہوگی، اگر یہ آسانی سے انھیں

موافق بیٹھتا ہے۔ ـــــ ہم تین بجے کھانا کھاتے ہیں۔''

میں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

''اس ہفتے کے دوران'' مس کلیریسا نے مزید فرمایا ''ہمیں مسٹر کارپر فیلڈ کو چائے پر مدعو کرنے میں خوشی ہوگی۔ ہم شام ساڑھے چھے بجے چائے پیتے ہیں۔''

میں نے پھر سرِ تسلیم خم کر دیا۔

''ہفتے میں دوبار،'' مس کلیریسا نے کہا ''لیکن قاعدے کے مطابق جلدی جلدی نہیں۔''

میں نے پھر سرِ تسلیم خم کر دیا۔

مس کلیریسا نے کہا ''مس ٹراٹ ووڈ نے مسٹر کارپر فیلڈ کے خط میں ذکر کیا ہے کہ شاید وہ ہم سے ملیں گی۔ جب ان کے آنے میں تمام فریقین کو خوشی ہو تو ہمیں ان کا خیر مقدم کرنے میں مسرّت ہوگی اور جواب میں ہم خود بھی ان کے یہاں جایا کریں گے۔ جب تمام فریقین کی خوشی کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ وہ نہ آئیں یا ہم نہ جائیں (جیسا کہ ہمارے بھائی فرانسس اور ان کے گھر میں ہوتا تھا) یہ ایک بالکل مختلف بات ہوگی۔''

میں نے انھیں مطلع کیا کہ میری دادی ان سے مل کر خوشی اور فخر محسوس کریں گی، اگرچہ مجھے کہنا چاہیے کہ ملاقات ہونے پر وہ ایک دوسرے سے مطمئن رہیں گی۔ شرائط کی بات اب بند ہو جانے پر میں نے ان کا صمیمِ قلب سے شکریہ ادا کیا اور پہلے مس کلیریسا کا ہاتھ اور پھر مس لوینیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر باری باری اپنے ہونٹوں سے لگا کر دبا دیا۔

مس لوینیا تب اٹھ گئیں اور ٹریڈلس سے ہمیں ایک منٹ کے لیے الگ جا کر بات کرنے کے لیے معذرت کی اور مجھ سے اپنے پیچھے پیچھے آنے کے لیے کہا۔ میں ان کے حکم کی تعمیل میں لرزتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے ایک دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں میں نے اپنی محبوبہ کو دروازے کے پیچھے اپنے کان بند کرتے ہوئے پایا۔ اس کا ننھا حسین چہرہ دیوار کی جانب تھا اور جپ پلیٹ وارمر میں تھا اور اس کے سر میں تولیہ لپیٹ دی گئی تھی۔

''اف! وہ کالی فراک میں کتنی خوبصورت لگ رہی تھی اور وہ کس طرح روئی چلائی اور دروازے کے پیچھے سے نکلی نہیں! ہم دونوں کتنے خوش ہوئے جب بالآخر وہ آئی اور جب ہم جپ

کو پلیٹ وارمر سے نکال کر روشنی میں لائے اور ہم تینوں پھر ایک ہو گئے!''

''میری جان سے پیاری ڈورا! اب یقیناً ہمیشہ کے لیے میری!''

''اوہ ایسا مت کہو!'' ڈورا نے التجا کی ''پلیز!''

''کیا تم ہمیشہ کے لیے میری نہیں ہو، ڈورا؟''

''اوہ، ہاں یقیناً میں ہوں!'' ڈورا نے بے ساختہ کہا ''لیکن میں اتنی ڈر گئی ہوں!''

''کیا تم میرے اپنے ہی دوست سے خوفزدہ ہو؟''

''آں، ہاں! میں اسے نہیں پسند کرتی'' ڈورا نے کہا۔ ''وہ چلا کیوں نہیں جاتا؟''

''کون چلا جائے میری جان؟''

''تمھارا دوست۔'' ڈورا نے کہا ''یہاں اس کا کوئی کام نہیں۔ وہ بڑا احمق معلوم پڑتا ہے!''

''میری جان!'' (اس کے بچکانے انداز سے زیادہ لبھانے والی چیز کچھ اور نہیں تھی) ''وہ بہت اچھا آدمی ہے!''

''اف، لیکن ہمیں کسی بھی بہت اچھے آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔'' ڈورا نے منھ بسورتے ہوئے کہا۔

''میری پیاری ڈورا!'' میں نے دلیل دیتے ہوئے کہا ''جلد ہی تم اسے ٹھیک سے جان جاؤ گی اور اسے سب سے زیادہ پسند کرنے لگو گی۔''

اور میری دادی بھی جلد ہی آنے والی ہیں: اور تم ان کی بھی ہر چیز پسند کرنے لگو گی جب تم انھیں جان جاؤ گی۔''

''نہیں، پلیز انھیں یہاں مت لانا!'' ڈورا نے سہم کر اپنے رخسار میرے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مت لانا۔ میں جانتی ہوں کہ وہ بہت پاجی بڑھیا ہے! اسے یہاں مت آنے دینا ڈوڈی!'' اس نے دلار میں ڈیوڈ کو بگاڑتے ہوئے ڈوڈی کہا۔ اس وقت اس پر احتجاج کرنا فضول تھا اس لیے میں ہنس کر رہ گیا، مجھے اس کی ادا پسند آئی، مجھے اس پر اور پیار آنے لگا اور میں بہت خوش تھا۔ اس نے ایک گوشے میں مجھے جپ کا پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو جانے کا

ایک نیا کرتب دکھایا۔ جواس نے بجلی چمک جانے جیسی مدت تک ہی کیا اور فوراً دھڑام سے گر گیا ـــــ اور میں نہیں جانتا کہ میں ٹریڈلس کی طرف سے غافل وہاں کب تک رکا ہی رہ جاتا اگر مس لوینیا مجھے واپس لے جانے کے لیے نہ آ جاتیں۔ مس لوینیا ڈورا کو بہت پسند کرتی تھیں (انھوں نے بتایا کہ اس عمر میں وہ خود بھی بالکل ڈورا کی طرح ہی حسین تھیں ـــــ اب وہ کافی بدل چکی ہیں) اور وہ ڈورا سے اسی طرح پیش آتی تھیں جیسے وہ کوئی کھلونا ہو۔ میں نے ڈورا کو راضی کرنا چاہا کہ وہ آ کر ٹریڈلس سے مل لے لیکن میری اس تجویز پر وہ اپنے کمرے میں بھاگ گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لہٰذا میں اسے لیے بغیر ٹریڈلس کے پاس گیا اور اسے لے کر باہر نکل گیا۔

''اس سے زیادہ اطمینان کی بات کچھ اور نہیں ہو سکتی۔'' ٹریڈلس نے کہا'' اور وہ دونوں ہی نیک بوڑھی خواتین ہیں، مجھے پورا یقین ہے۔ مجھے ذرا بھی حیرت نہ ہوگی اگر تمھاری شادی مجھ سے کئی برس پہلے ہو جائے، کاپر فیلڈ۔''

''کیا تمھاری سوفی کوئی ساز بجاتی ہے ٹریڈلس؟'' میں نے دل ہی دل میں فخر محسوس کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''پیانو بجانا بہت اچھا جانتی ہے اور اپنی چھوٹی بہنوں کو سکھاتی ہے۔'' ٹریڈلس نے بتایا۔

''کیا وہ گاتی بھی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''آں، وہ دوسروں کو تازہ دم کرنے کے لیے کبھی کبھی رزمیہ گیت گاتی ہے، جب جب وہ ان کا حوصلہ پست ہوتے یا انھیں مایوس دیکھتی ہے۔'' ٹریڈلس نے کہا'' کوئی نیا گیت نہیں۔''

''وہ گیٹار پر نہیں گاتی؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے نہیں یار! ٹریڈلس نے جلدی سے کہا۔

''پینٹنگ آتی ہے اسے؟''

''بالکل نہیں۔'' ٹریڈلس نے کہا۔

میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں اسے ڈورا سے گانا سنواؤں گا اور اس کے بنائے ہوئے پھول دکھاؤں گا۔ اس نے کہا کہ وہ اسے بہت پسند کرے گا اور ہم ایک دوسرے کی بانہہ تھامے خوب موج مستی میں جھومتے گھر چلے آئے۔ راستے میں میں نے سوفی کے بارے میں کچھ

بتانے کے لیے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اس نے اس پر پورا اعتماد کرتے ہوئے اس کے بارے میں جو کچھ کہا، مجھے بہت اچھا لگا۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کا موازنہ ڈورا سے کیا، دل میں ڈورا کے تئیں کچھ زیادہ ہی اطمینان کے احساس کے ساتھ، لیکن میں نے اپنے دل میں اعتراف کیا کہ سوفی بھی ٹریڈلس کے لیے ایک غیر معمولی لڑکی ثابت ہوگی۔

دادی سے فوراً ہی اس کانفرنس کی تفصیلات بتادی گئیں اور جو کچھ کہا گیا تھا اور اس کا جو جواب دیا گیا تھا، سب کچھ پوری تفصیل سے ان کے گوش گذار کر دیا گیا۔ وہ مجھے اتنا خوش دیکھ کر ''بہت خوش تھیں اور انھوں نے وعدہ کیا کہ ذرا بھی وقت ضائع کیے بغیر وہ ڈورا کی پھوپھیوں سے ملاقات کریں گی۔ لیکن اس رات وہ گھر کے کمروں میں ادھر سے ادھر اتنی دیر تک ٹہلتی رہیں کہ میں بیٹھا ایگنیز کو خط لکھتے وقت سوچنے لگا کہ شاید دادی صبح تک ٹہلتی ہی رہ جائیں گی۔

ایگنیز کو لکھے خط میں میں نے اس کے تئیں تشکر کا اظہار کرتے ہوئے ان سارے اچھے تاثرات کا ذکر کر دیا تھا جو اس کے مشوروں پر عمل کرنے کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اس نے ڈاک سے میرے خط کا جواب دیا۔ اس کا خط امید افزا، مخلصانہ اور خوش کن تھا۔ اس وقت سے وہ ہمیشہ بہت خوش رہنے لگی تھی۔

میرے ہاتھ پہلے کی بہ نسبت اب کہیں زیادہ بھرے ہوئے تھے (میں بے حد مسرور تھا)۔ روز ہائی گیٹ کے سفر کے مقابلے میں، پٹنی بہت زیادہ دور تھا اور یہ بات فطری تھی کہ میں وہاں اکثر و بیشتر جانا چاہتا تھا۔ وہاں جا کر چائے پینے والی تجویز عملی طور پر ممکن نہ ہونے کے سبب میں نے مس لوینیا سے یہ رعایت لینی چاہی کہ مجھے ہر سنیچر کی سہ پہر وہاں جانے کی اجازت دی جائے، ہر اتوار وہاں جانے کا جو سنہرا موقع مجھے عنایت کیا جا چکا ہے، اس کے علاوہ مجھے یہ رعایت دی جائے۔ اس طرح اب ہر ہفتے کا آخیر میرے لیے بہت ہی خوشگوار ثابت ہونے لگا اور اس کے انتظار میں ہفتے کا میرا باقی وقت بڑی آسانی سے گذر جاتا۔

مجھے یہ جان کر حیرت انگیز مسرّت ہوئی کہ میری دادی اور ڈورا کی پھوپھیاں ہر مسئلے پر اچھی طرح غور و خوض کرتے ہوئے میری امید سے کہیں زیادہ آسانی اور سہولت سے تال میل بٹھا لے جانے میں کامیاب ہوگئیں۔ دادی نے وعدے کے مطابق اس کانفرنس کے چند دنوں بعد

ہی وہاں کا دورہ کر ڈالا اور اگلے چند دنوں بعد ڈورا کی پھوپھیاں پورے جوش وخروش اور وقار کے ساتھ ان سے ملنے آئیں۔ اس کے بعد اور بھی دوستانہ انداز میں ان لوگوں کے آنے جانے کا سلسلہ چلتا رہا، عموماً تین چار ہفتے کے وقفے سے۔ میں جانتا ہوں کہ دادی ڈورا کی پھوپھیوں کو بہت تکلیف پہنچا دیتی تھیں۔ اپنے یا ان لوگوں کے وقار کا ذرا بھی خیال نہ کرتے ہوئے خود گاڑی ہانکتی ہوئی وہاں پہنچ جایا کرتیں اور اکثر ناوقت پٹنی پہنچ جاتیں، ناشتے کے فوراً بعد یا بالکل چائے کے وقت سے کچھ قبل۔ اسی طرح کسی بھی انداز میں جس میں انھیں آرام ملتا۔ اپنی ٹوپی سر پر رکھے ہوئے، اس سلسلے میں ہر طرح کی روایات کو طاق پر رکھتے ہوئے۔ لیکن ڈورا کی پھوپھیاں دادی کو سنکی اور کسی قدر مردانہ سمجھنے لگیں جن میں بڑی پختہ سوجھ بوجھ تھی اور ہر چند کہ میری دادی شادی کی مختلف رسوم کے سلسلے میں اپنی عجیب وغریب رائے دے دے کر ڈورا کی پھوپھیوں کو حیران کر دیا کرتی تھیں، وہ مجھے اتنا چاہتی تھیں کہ میری خاطر اپنی چھوٹی موٹی انوکھی باتوں کو قربان کر دیا کرتیں تاکہ عام ہم آہنگی برقرار رہ سکے۔

ہماری چھوٹی سی سوسائٹی کا صرف ایک رکن یعنی جپ ہی ایسا تھا جو حالات کے مطابق خود کو ڈھال لینے سے انکار کر دیتا تھا۔ اس نے کبھی بھی میری دادی کی طرف فوراً اپنے سارے دانت باہر نکال کر نہیں دیکھا (یعنی وہ ان پر کبھی بھونکا نہیں) اور انھیں دیکھتے ہی کرسی کے نیچے دبک جاتا اور مسلسل غرّاتا رہتا: جب، تب بھیانک آواز بھی نکالتا رہتا جیسے وہ واقعی اس کے برداشت سے باہر ہوں۔ اسے سدھارنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی —— پھسلا کر، ڈانٹ کر، تھپڑ مار کر، اسے بکنگھم اسٹریٹ گھما کر (جہاں وہ پہنچتے ہی دونوں بلّیوں پر جھپٹ پڑتا اور سارے متعلقین دہشت زدہ ہو کر رہ جاتے) لیکن وہ میری دادی کی ہمراہی برداشت کر پانے کے لیے خود کو کبھی آمادہ نہ کر پایا۔ کبھی کبھی لگتا کہ جیسے دادی کے لیے اپنی ناپسندیدگی پر اس نے قدرے قابو پالیا ہے اور چند منٹ تک پرسکون رہتا اور پھر اپنی چپٹی ناک پھلا کر اس بری طرح چیخنے لگتا کہ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ ہی نہ رہ جاتا کہ اس کی آنکھ پر تولیہ لپیٹ کر اسے پلیٹ وارمر میں رکھ دیا جاتا۔ بالآخر جب بھی دادی کے دروازے پر پہنچ آنے کی اطلاع ملتی، ڈورا بڑی مستعدی سے اس کا سر تولیے میں لپیٹ کر اسے اسی میں رکھ دیا کرتی تھی۔

جب ہم سب ایک دوسرے سے اچھی طرح مانوس ہو گئے تو ایک بات سے میں بے حد پریشان تھا کہ ڈورا اب بالکل کسی خوبصورت کھلونے جیسی سمجھی جانے لگی تھی۔ میری دادی جن سے رفتہ رفتہ وہ خاصی مانوس ہو چکی تھی، اسے مستقلاً ننھی کلی کہنے لگیں اور مس لوینیا کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہ رہنے لگی کہ وہ اسے تاکتی رہتیں، اس کو خوب بناتی سنوارتی رہتیں، اس کے لیے گہنے بناتی رہتیں اور اسے ایک دلاری بچّی جیسی سمجھتیں، مس لوینیا جو جو کرتیں بعد میں ان کی بہن بھی اسی طرح کرنے لگتیں۔ یہ مجھے بہت برا لگتا لیکن وہ سبھی ڈورا سے اسی طرح کا سلوک کرتیں جیسے ڈورا جپ سے کیا کرتی تھی۔

میں نے اس سلسلے میں ڈورا سے بات کرنے کا ذہن بنایا اور ایک دن جب ہم دونوں ٹہلنے باہر نکلے (کیونکہ کچھ دنوں بعد مس لوینیا نے اس کی اجازت دے دی تھی کہ ہم دونوں اپنے طور پر ٹہلنے کے لیے باہر نکل سکتے ہیں) میں نے اس سے کہا کہ وہ ان لوگوں سے کہے کہ وہ اس سے اس طرح پیش نہ آیا کریں۔

''کیونکہ تم جانتی ہو جانِ عزیز، میں نے شکایتاً کہا ''تم اب بچّی نہیں رہیں۔''

''یہ بات ہے!'' ڈورا نے کہا ''اب تم تنک مزاج ہوتے جا رہے ہو!''

''تنک مزاج، جانِ من؟''

''میں بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ وہ مجھے بہت چاہتی ہیں'' ڈورا نے کہا ''اور میں بہت خوش ہوں۔''

''ٹھیک ہے! لیکن عزیز از جان'' میں نے کہا ''تم خوش رہو اس کے باوجود تمھارے ساتھ دانش مندانہ سلوک کیا جائے۔''

ڈورا نے مجھے شکوے کی نظر سے دیکھا —— نہایت خوبصورت انداز میں! —— اور روہانسی ہوتے ہوئے کہنے لگی کہ اگر میں اس کو پسند نہیں کرتا تو اس سے منگنی کرنے کے لیے اتنا بے قرار کیوں رہتا تھا؟ اور اب بھی میں اس سے دور کیوں نہیں ہو جاتا اگر میں اسے برداشت نہیں کر سکتا؟''

اس کے بعد میں کیا کر سکتا تھا، بجز اس کے آنسوؤں کو چوم لینے کے، اور اسے بتا دینے

کے کہ میں اس پر کتنا مرتا ہوں!

''مجھے یقین ہے کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں'' ڈورا نے کہا ''تمھیں مجھ پر ظلم نہیں کرنا چاہیے، ڈوڈی!''

''ظلم؟ میری جانِ عزیز! میں ظلم کروں گا ـــــ یا کر سکتا ہوں، تم پر!''

''تو پھر مجھ میں خامیاں نہ نکالا کرو'' ڈورا نے گلاب کی کلی جیسا منھ بناتے ہوئے کہا ''اور میں ٹھیک رہوں گی۔''

جب اس نے خود سے وہ کھانا پکانے والی کتاب لانے کے لیے مجھ سے کہا، جس کے بارے میں ایک بار بتا چکا ہوں، تو مجھے دلی خوشی ہوئی اور اس نے یہ بھی کہا کہ میں اسے گھر کا حساب کتاب رکھنا سکھادوں جیسا کہ میں نے ایک بار وعدہ کیا تھا کہ میں اسے سکھادوں گا۔ اگلی بار آنے پر میں اپنے ساتھ کھانا پکانے والی کتاب لے کر آیا (میں نے بہت خوبصورت ڈھنگ سے اس کی پھر جلد بندی کرائی تا کہ دیکھنے میں اتنی خشک نہ لگے اور یہ اپنی کشش کے باعث کھولی جانے کی دعوت دیتی رہی) اور جب ہم کامنس کی طرف ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے تو میں نے گھر گرہستی کی دادی والی پرانی کتاب اسے دکھائی اور اسے ایک خوبصورت پنسل کیس اور تختیوں کا سیٹ دیا تا کہ وہ گھر گرہستی کے حساب کتاب کی مشق شروع کر دے۔

لیکن کھانا پکانے والی کتاب سے ڈورا کے سر میں درد ہونے لگا اور اس میں بنی تصویریں دیکھ کر وہ چیخنے لگی۔ ''ان سے میرے علم میں ذرا بھی اضافہ نہ ہوگا؛'' اس نے کہا۔ اس لیے اس نے رگڑ کر سب مٹا دیا اور تختیوں پر چھوٹے چھوٹے گل دستے اور میری اور جپ جیسی شکلیں بنا ڈالیں۔

پھر میں نے گھریلو امور کے بارے میں بہانے سے اسے زبانی ہدایات دینی شروع کیں جب ہم ایک سنیچر کی سہ پہر ٹہل رہے تھے۔ کبھی کبھی جب ہم قصاب کی دوکان سے گذر رہے ہوتے تو میں کہتا:

''اب فرض کرو، میری جان، کہ ہم لوگوں کی شادی ہو چکی ہے اور تم کھانا پکانے کے لیے بکرے کی ران خریدنے جا رہی ہو تو جانتی ہو کہ تم اسے کیسے خریدو گی؟''

میری پیاری ڈورا کا منھ لٹک جاتا اور وہ اپنے ہونٹوں کو گلاب کی کلی کی شکل دے دیتی گویا

وہ اپنے بوسے سے میرا منہ بند کردینے کو ترجیح دے گی۔

''کیا تم جانتی ہو کہ تم اسے کیسے خریدو گی جانِ جگر؟'' میں پھر دہراتا، اگر میں اس پر اڑا ہی رہ جاتا۔

ڈورا کچھ دیر تک سوچتی اور پھر فاتحانہ انداز میں جواب دیتی:

''آں، قصاب تو جانتا ہی رہے گا کہ اسے کس طرح بیچنا چاہیے، مجھے یہ جاننے کی کیا ضرورت؟ اف، تم کتنے احمق ہو!''

اسی طرح جب ایک بار میں نے کھانا پکانے کی کتاب دیکھتے ہوئے ڈورا سے پوچھا کہ اگر ہماری شادی ہو جائے اور میں اس سے کہوں کہ میں آئرستانی اسٹو کھانا چاہتا ہوں، تو وہ کیا کرے گی۔ اس نے جلدی سے جواب دیا کہ وہ نوکر سے کہے گی کہ جلدی سے اسے پکا دے اور پھر اس نے اپنے ننھے ہاتھ میری بانہوں میں حمائل کر دیے اور اتنے دل کش انداز میں ہنسنے لگی کہ ہمیشہ سے زیادہ اچھی لگنے لگی۔

نتیجتاً، جس خاص مقصد کے لیے یہ کتاب لائی گئی تھی اسے پسِ پشت ڈال دیا گیا اور اب اسے ایک کونے میں رکھ دیا گیا جس پر جپ دو ٹانگوں پر کھڑے ہونے کی مشق کرنے لگا۔ لیکن ڈورا اس قدر خوش ہوئی جب اس نے جپ کو اس کتاب پر اپنے آپ کھڑے ہونے کی مشق کرا دی اور ساتھ ساتھ وہ پنسل کیس کو اپنے منہ میں دبائے رہتا، کہ میں بہت خوش ہوا کہ اسے میں نے ٹھیک ہی خریدا تھا۔

اور پھر ہم گیٹار کیس اور پھولوں کی نقاشی کرنے اور ان گیتوں کی طرف آ گئے جن میں ناچ گانا کبھی نہ چھوڑنے کی تلقین کی گئی تھی، تارالا! اور ہم نے یہ ہفتہ بے حد خوشی کے ساتھ گذارا۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا کہ میں مس لوینیا سے اشارتاً یہ کہنے کی جسارت کر ڈالوں کہ وہ میری دل کی رانی کو بالکل ایک کھلونے کی طرح سمجھتی ہیں اور کبھی کبھی میں خود بھی حیران ہو جاتا کہ میں بھی ایسا ہی ہو گیا ہوں اور اسے کھلونا جیسا سمجھنے لگا ہوں ــــ لیکن بس شاذ و نادر ــــ

●●●

باب 42

شرارت

میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ مجھے نہیں لکھنا چاہیے، ہر چند کہ میں یہ دستاویز کسی اور کے پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ خود اپنے لیے لکھ رہا ہوں، کہ میں نے اس مشکل شارٹ ہینڈ کو کتنی محنت سے سیکھا اور اس میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرنے کی کتنی کوشش کی، ڈورا اور اس کی پھوپھیوں کے تئیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے۔ میں اپنی اس دور کی زندگی کے بارے میں، جب میرے اندر صبر و استقلال اور قوت مستحکم ہو رہی تھی اور جسے میں اپنے کردار کا ایک مضبوط حصہ سمجھتا ہوں، اگر اس میں ذرا بھی مضبوطی آئی ہے صرف اتنا اور جوڑوں گا کہ وہاں پیچھے مڑ کر دیکھنے پر مجھے اپنی کامیابی کا ذریعہ نظر آتا ہے۔ دنیاوی معاملات میں میں بڑا خوش نصیب رہا ہوں، بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہیں زیادہ سخت محنت کی ہے اور میرے مقابلے میں نصف کامیابی بھی ان کو نہیں مل سکی، لیکن میں نے جو کچھ بھی کیا اسے کبھی نہیں کر سکتا تھا اگر مجھ میں پابندی، جاں فشانی کے ساتھ منظم طریقے سے کام کرنے اور سارا دھیان بیک وقت کسی ایک کام پر ہی مرکوز کرنے جیسی عادتیں نہ ہوتیں، اس سے غرض نہیں کہ کتنی جلد میرے ذہن میں کوئی نیا منصوبہ آ جایا کرتا تھا۔ خدا جانتا ہے کہ میں یہ اپنی تعریف کیے جانے کے جذبے سے نہیں لکھ رہا ہوں۔ جو شخص خود اپنی زندگی کا تجزیہ کرتا ہے، جیسا کہ میں اپنی زندگی کا تجزیہ کر رہا ہوں، زندگی کے ایک ایک صفحے کا، اس کے لیے

ضروری ہے کہ وہ یقیناً ایک ایماندار آدمی ہو، اگر اسے اس کے لیے معاف کر دیا جائے کہ اس نے اپنی بہت سی صلاحیتوں کا پورا استعمال نہیں کیا ہے، بہت سے مواقع برباد کر ڈالے ہیں، اس کے سینے میں بہت سے غلط اور بھٹکا دینے والے خیالات مسلسل جنگ کرتے اور اسے شکست دیتے رہے ہیں۔ مجھ میں ایک بھی ایسا قدرتی عطیہ نہیں ہے، میں کہنے کی جسارت کر رہا ہوں، جس کا میں نے بے جا طور پر استعمال نہیں کیا ہے۔ یہاں میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ میں نے زندگی میں جو کچھ بھی کرنے کی کوشش کی ہے، میں نے اسے پوری دلجمعی کے ساتھ بہتر سے بہتر طور پر کرنے کی کوشش کی ہے، کہ میں نے جو کچھ بھی اپنایا اسے پوری طرح سے اپنایا ہے، کہ میرے مقاصد بڑے رہے ہوں یا چھوٹے، میں نے ان کے حصول کے لیے پورے خلوص اور مستعدی سے کام کیا ہے۔ میں نے کبھی اسے ممکن نہیں سمجھا کہ کوئی فطری یا بہتر صلاحیت، مستعدی، سیدھی سادی اور سخت محنت جیسی صلاحیتوں کے فقدان میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہو۔ اس روئے زمین پر ایسا ہو پانا ممکن نہیں۔ کچھ اچھی صلاحیتیں اور کچھ خوش قسمت مواقع ایسی سیڑھی کے دو کنارے ہو سکتے ہیں جس کے سہارے کچھ لوگ اوپر چڑھتے ہیں لیکن اس سیڑھی کے ڈانڈے بہت مضبوط ہونے چاہئیں جو ہر طرح سرد و گرم کو برداشت کر سکیں یعنی سخت مشقت اور مضبوطی ہر حال میں ضروری ہے اور آگے بڑھتے رہنے، تپتے رہنے اور پورے خلوص اور مستعدی سے کام کرنے کا نعم البدل کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں کبھی کسی ایسی چیز پر اپنا صرف ایک ہاتھ نہیں رکھتا جس پر میں اپنے پورے وجود کو لگا سکتا ہوں اور اپنے کسی کام کی کم قدری یا تحقیر سے میں کبھی بددل نہیں ہوا خواہ یہ کچھ بھی رہا ہو، میں اب محسوس کرتا ہوں، یہی میرے سنہرے اصول رہے ہیں۔

میری اب نصیحت کرنے کی عادت کتنی کم ہو گئی ہے جو صرف ایگنیز کی مہربانی سے ہوا ہے، میں اسے یہاں دہراؤں گا نہیں۔ میرا بیان اب ایگنیز کی طرف بڑھتا ہے، ایک تشکر آمیز پیار کے ساتھ۔

وہ دو ہفتے کے لیے ڈاکٹر اسٹرانگ کے یہاں آئی۔ مسٹر وک فیلڈ ڈاکٹر کے پرانے دوست تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ مسٹر وک فیلڈ سے بات کر کے انھیں کچھ سکون پہنچانا چاہتے تھے۔ جب ایگنیز پچھلی مرتبہ شہر آئی تھی تو اس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ اس کا

نتیجہ تھا یہ دورہ۔ وہ اور اس کے باپ ساتھ ساتھ آئے۔ اس سے یہ سن کر مجھے حیرت نہیں ہوئی کہ وہ قریب میں ہی کہیں مسز ہیپ کے رہنے کے لیے الگ جگہ کی تلاش میں تھی جن کے گٹھیا کے مرض کے لیے تبدیلیِ آب و ہوا ضروری تھی اور یہ جان کر ان کی مسرّت کی انتہا نہ رہی کہ وہ اس طرح کی صحبت میں رہیں گی اور نہ اس وقت مجھے ذرا بھی حیرت ہوئی جب دوسرے ہی دن ایک فرمانبردار بیٹے کی طرح یورایا اپنی لائق ماں کو وہاں قبضہ جمانے کے لیے لے آیا۔

''آپ مجھیے، ماسٹر کاپرفیلڈ'' اس نے مجھے ڈاکٹر کے باغ میں لے جاتے ہوئے کہا ''جب کوئی شخص کسی سے پیار کرتا ہے تو اس میں کچھ حسد کا جذبہ آ ہی جاتا ہے۔ وہ ہر ہر طرح سے اپنی محبوبہ پر نظر رکھنے کے لیے فکرمند رہتا ہے۔''

''اب تم کس سے حسد کرتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''شکریہ ماسٹر کاپرفیلڈ'' اس نے جواباً کہا ''سرِ دست کسی مخصوص شخص سے نہیں۔ کم سے کم کسی مرد سے نہیں۔''

''تمھارا مطلب ہے کہ تم کسی خاتون سے حسد کرتے ہو؟''

اس نے اپنی مکروہ سرخ آنکھوں سے مجھ پر ترچھی نظر ڈالی اور ہنسنے لگا۔

''واقعی ماسٹر کاپرفیلڈ'' اس نے کہا ''مجھے مسٹر کہنا چاہیے لیکن آپ مجھے معاف کردیں میری اس عادت کے لیے۔ آپ اتنے ہوشیار ہیں کہ آپ مجھے کارک کے اسکرو کی طرح کھول لیتے ہیں! ٹھیک ہے، مجھے آپ کو بتا دینے میں کوئی تامل نہیں ہے۔'' اپنا مچھلی جیسا چپچپا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اس نے مزید کہا ''مجھے کبھی کسی عورت نے پسند نہیں کیا، جناب اور میں مسز اسٹرانگ کے ساتھ کبھی نہیں رہا۔''

اب اس کی آنکھیں ہرے رنگ کی نظر آنے لگی تھیں جواب مجھے بدمعاشی والی چالاکی سے دیکھنے لگی تھیں۔

''تمھارا مطلب کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''آں، اگرچہ میں ایک وکیل ہوں، ماسٹر کاپرفیلڈ'' اس نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ جواب دیا ''میرا مطلب فی الوقت وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''اور تمھارے بشرے سے تمھارا کیا مطلب ہے؟'' میں نے بڑے سکون سے پوچھا۔

''میرے بشرے سے؟ میرے عزیز کارپفیلڈ، یہ بڑی مشق سے آتا ہے! میرے بشرے سے میری کیا مراد ہے؟''

''ہاں،'' میں نے کہا ''تمھارے بشرے سے۔''

وہ اس سے خاصا محظوظ ہوا اور دل کھول کر ہنسنے لگا جیسا کہ ہنسنا اس کی فطرت میں شامل تھا۔ کچھ دیر تک ہاتھ سے اپنی ٹھوڑی کھجلاتے رہنے کے بعد اس نے نظریں نیچی کرتے ہوئے کہنا شروع کیا ـــــ اب بھی دھیرے دھیرے ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے:

''جب میں ایک معمولی کلرک تھا تو وہ ہمیشہ مجھے تحقیر کی نظر سے دیکھا کرتی تھیں۔ وہ اپنے گھر میں میری ایگنیز کو ہمیشہ اپنے آگے پیچھے رکھا کرتی تھیں اور وہ ہمیشہ آپ کی دوست جیسی رہی ہیں، ماسٹر کارپفیلڈ، لیکن میں ان کی نظر میں بہت حقیر تھا۔'' یورایا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بہت واضح طور پر اور مصالحت آمیز لہجے میں اپنی ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے کہا۔

''کیا تم ڈاکٹر کو اس سے بہتر طور پر جانتے نہیں'' میں نے کہا ''کہ انھیں تمھارے نہ رہنے پر بھی تمھارے وجود کا پورا احساس رہتا تھا؟''

وہ پھر مجھے ترچھی نظروں سے دیکھنے لگا اور جواب دینے سے قبل اس نے اپنا چہرہ لمبوترا بنالیا تاکہ اسے اپنی ٹھوڑی کھجلانے میں مزید آسانی رہے۔ اس نے کہا:

''میرے عزیز، میں ڈاکٹر کی بات نہیں کررہا ہوں! اف نہیں، بے چارے! میرا مطلب مسٹر مالڈن سے ہے!''

میرا دل اندر ہی اندر مرسا گیا۔ اس سلسلے میں میرے سارے پرانے شکوک اور خدشات، ڈاکٹر کی ساری خوشی اور سکون۔ معصومیت اور سمجھوتے کے سبھی امکانات، جو میں کہہ نہیں سکتا تھا، میں نے ایک لمحے میں اس شخص کے بل کھانے میں دیکھ لیے۔

''وہ کبھی مجھ پر حکم جتائے اور مجھے دھکا دیے بغیر دفتر میں نہیں آتے تھے۔'' یورایا نے کہا ''وہ آپ کے پسندیدہ لوگوں میں سے ایک تھے! میں بڑا خاموش طبع اور منکسر المزاج تھا ـــــ اور میں اب بھی ہوں ـــــ لیکن میں اس طرح کی باتیں پسند نہیں کرتا تھا ـــــ اور اب بھی نہیں

پسند کرتا!''

اس نے اب اپنی ٹھوڑی کھجلانا بند کر دیا اور اپنے گالوں کو اتنی زور سے سکوڑا کہ وہ اندر کی طرف جیسے ایک دوسرے سے مل سے گئے اور وہ پورے وقت مجھے کن انکھیوں سے دیکھتا رہا۔

''وہ آپ کی پسندیدہ عورتوں میں سے ایک ہیں، وہ ہیں۔'' اس نے اپنا چہرہ معمول پر لاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی ''اور مجھ جیسے آدمی سے دوستی کرنے کو تیار نہیں ہیں، یہ میں جانتا ہوں۔ وہ اس قسم کی ہیں جو میری ایکنیز کو اونچے قسم کے کھیل میں لگا سکتی ہیں۔ میں آپ کی اس خاتون کے لوگوں میں سے نہیں ہوں ماسٹر کاپر فیلڈ لیکن میں اپنی محبوبہ پر بہت پہلے سے نظر رکھے ہوئے ہوں۔ ہم حقیر لوگوں کی آنکھیں زیادہ تر بولتی رہتی ہیں ـــــــ اور ہم ان سے دیکھتے بھی رہتے ہیں۔''

میں نے کوشش کی کہ میں یہ ظاہر کروں کہ میں یہ نہیں جانتا اور اس سے پریشان نہیں ہوں، لیکن میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا، بہت کم کامیابی کے ساتھ ـــــ

''اب میں کسی کو خود کو روندنے نہیں دوں گا، کاپر فیلڈ۔'' اس نے اب اپنے چہرے کے اس حصے کو اوپر اٹھاتے ہوئے، جہاں اس کی سرخ بھویں ہوتیں، اگر کچھ ہوتیں، نجیبانہ فتحمندی کے انداز میں کہا ''اور میں اس طرح کی دوستی کو ختم کرا دینے کے لیے جو بھی کر سکوں گا، کروں گا۔ یہ مجھے پسند نہیں۔ میں آپ کے سامنے اس کا اعتراف کر لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ میرے اندر نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے اور اس طرح کے تمام دراندازی کرنے والوں کو یہاں سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اگر جان جاتا ہوں تو میں خود کو کسی سازش کا شکار ہونے کا خطرہ مول نہیں لیتا۔''

''تم ہمیشہ اس طرح کی شازش کرتے رہتے ہو اور سمجھتے ہو کہ دوسرا بھی اسی طرح کر رہا ہے، میں سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''شاید ایسا ہی ہے ماسٹر کاپر فیلڈ'' اس نے جواب دیا ''لیکن میرا ایک مقصد ہوتا ہے، جیسا کہ میرے ساتھی پارٹنر کہا کرتے تھے، اور میں اپنے مقصد کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہوں۔ مجھے بہت زیادہ سیدھا بھی نہیں سمجھنا چاہیے۔ میں لوگوں کو اپنی راہ میں حائل نہیں ہونے دیتا۔ واقعی انھیں راستے سے ہٹ ہی جانا چاہیے، ماسٹر کاپر فیلڈ!''

''میں تمھارا مطلب نہیں سمجھ پا رہا ہوں'' میں نے کہا۔

''نہیں سمجھ پا رہے ہیں؟'' اس نے جھٹکا کھاتے ہوئے کہا'' مجھے حیرت ہے اس پر، ماسٹر کاپرفیلڈ، کہ اتنے ذہین ہوتے ہوئے بھی آپ یہ بات نہیں سمجھ پا رہے ہیں! میں کسی وقت پھر اس سے بھی زیادہ صاف طریقے سے سمجھانے کی کوشش کروں گا ـــــ کیا وہ مالڈن گھوڑے پر سوار گیٹ پر گھنٹی بجا رہا ہے، جناب؟''

''وہی لگتا ہے'' میں نے بڑی لاپروائی سے جواب دیا۔

یورایا وہیں رک گیا، اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں میں پھنسا کر ہنستے ہنستے دہرا ہو گیا۔ بالکل خاموش قہقہہ۔ اس کے منھ سے ذرا سی آواز بھی نہیں پھسلنے پائی۔ میں اس کے اس عمل سے ایسا ششدر سا رہ گیا، خصوصاً آخری کارنامے (بے آواز قہقہہ) پر، کہ میں کچھ کہے سنے بغیر اسے باغ کے وسط میں دہراتے اسکیرکرو 1(Scare Crow) کی طرح سہارے کے انتظار میں پڑا چھوڑ کر چل دیا۔

اس شام کو نہیں، لیکن جیسا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیسری شام کو، جو سنیچر کا دن تھا، میں ایگنیز کو ڈورا سے ملوانے لے گیا۔ میں نے مس لوینیا سے بات کر کے پہلے سے یہ ملاقات طے کرا لی تھی اور ایگنیز کا چائے پر انتظار تھا۔

میں فخر اور اضطراب سے متزلزل تھا، فخر اپنی پیاری ننھی منگیتر پر اور اضطراب کہ ایگنیز اسے پسند کر لے۔ پٹنی کے پورے راستے بھر ایگنیز گاڑی کے اندر بیٹھی اور میں باہر کی طرف بیٹھا، میں ڈورا کی اس اس طرح سے تصویریں کھینچتا رہا جو مجھے بہت اچھی لگتی تھیں، اب میں اپنا ذہن بنا رہا تھا کہ وہ اس وقت جیسی بھی لگے گی، مجھے پسند آنا چاہیے اور پھر یہ شک کرنے لگتا کہ وہ ایسے ہی کسی اور موقعے پر جیسی لگ رہی تھی، اسی طرح اس وقت بھی لگتا مجھے کہیں نہ بھائے اور انھیں سب الجھنوں میں جیسے میں بخار سے تپنے سا لگا۔

اس میں شک نہیں کہ میں کسی نہ کسی طرح اس کے بہت زیادہ خوبصورت ہونے کے پیش نظر پریشان تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ میں نے اس سے قبل اسے اتنی اچھی لگتے دیکھا نہیں تھا۔

1 کھیتوں میں پرندوں اور چوپایوں کو ڈرانے کے لیے آدمی جیسا ڈھانچہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

جب میں نے ایگنیز کو ڈورا کی منحنی پھوپھیوں کے سامنے پیش کیا تو وہ ڈرائنگ روم میں نہیں تھی بلکہ شرماتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ کہاں گئی ہوگی اور واقعی میں نے اسے اسی فرسودہ دروازے کے پیچھے کان بند کیے ہوئے پایا۔

پہلے تو وہ آنے کے لیے ذرا بھی راضی نہ ہوئی، پھر اس نے میری گھڑی کے مطابق پانچ منٹ کا وقت مانگا۔ بالآخر جب اس نے اپنی بانہہ میری بانہہ میں حمائل کر دی تا کہ میں اسے ڈرائنگ روم میں لے چلوں، تو اس کا دلکش چہرہ دمک اٹھا اور اتنا خوبصورت کبھی نہیں لگا۔ لیکن جب ہم کمرے میں پہنچے اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تو وہ دس ہزار گنا زیادہ دلکش نظر آنے لگی۔

ڈورا ایگنیز سے خائف تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ جانتی ہے کہ ایگنیز ''بہت زیادہ چالاک'' ہے۔ لیکن جب ایگنیز اس سے مل کر اتنی خوش، اتنی مخلص، اتنی سمجھدار اور اتنی نیک نظر آئی تو وہ خوشی میں دھیمے سے چلا اٹھی اور فوراً شفیقانہ انداز میں اپنی بانہیں اس کے گلے میں ڈال دیں اور اپنا معصوم رخسار اس کے چہرے سے لگا دیا۔

میں کبھی اتنا خوش نہیں ہوا۔ مجھے اتنی مسرّت کبھی نہیں ہوئی جب میں نے ان دونوں کو ایک دوسرے کی بغل میں بیٹھی دیکھا۔ جب میں نے اپنی ننھی دلاری کو اتنے فطری انداز میں ایگنیز کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پایا، جب میں نے ایگنیز کو اس کی طرف شفقت اور احترام سے دیکھتے ہوئے پایا۔

مس لوینیا اور مس کلیریسا نے بھی اپنے اپنے انداز میں میری اس خوشی میں حصہ لیا۔ یہ دنیا کی سب سے زیادہ خوشگوار چائے کی میز تھی۔ مس کلیریسا نے اس کی صدارت کی، میں نے کیک کاٹ کر دیے — منحنی بہنیں (ڈورا کی پھوپھیاں) زیرہ وغیرہ چننے اور میٹھی چیزیں منہ مارنے میں چڑیوں جیسی تیزی دکھاتی تھیں، مس لوینیا ایسی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھیں گویا ہماری یہ شادکام محبت انہی کا ثمرہ ہے اور ہم خود اور ایک دوسرے سے پوری طرح خوش اور مطمئن تھے۔

ایگنیز کی خلیق خوش مزاجی ان کے دل کو چھو گئی۔ ڈورا کی جس بھی چیز میں دلچسپی تھی، اس میں اس کی خاموش دلچسپی، جپ سے خود کو مانوس کرنے کا (جس نے فوراً اتنے ہی خلوص کا مظاہرہ کیا) اس کا خوشگوار انداز، جب حسبِ معمول میری بغل کی سیٹ پر آنے میں ڈورا شرمانے لگی، اس

کا شائستہ اور پرسکون دیکھنے کا انداز اور ڈورا کو اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے اس کی جھینپ ختم کرا دینا، ان سب نے مل کر ہمارے حلقے کو بالکل مکمل کر دیا۔

''میں اتنی خوش ہوں'' ڈورا نے چائے ختم ہونے کے بعد کہا ''کہ آپ نے مجھے پسند کرلیا۔ میں نہیں سمجھتی کہ آپ مجھے پسند کریں گی، اور میں پہلے سے بہت زیادہ چاہتی ہوں کہ میں پسند کی جاؤں، اب جولیا ملز کے چلے جانے کے بعد۔''

میں اتفاق سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ مس ملز ہندوستان جا چکی تھیں اور ڈورا اور میں انھیں جہاز پر رخصت کرنے گریو سینڈ گئے تھے اور ہم نے ادرک، امرود اور اسی قسم کی دوسری چیزیں لنچ کے لیے رکھ لی تھیں۔ ہم نے مس ملز کو جہاز کے ایک کیمپ اسٹول پر بیٹھی روتی چھوڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نئی بڑی سی ڈائری تھی جس میں سمندری مناظر سے پیدا ہوئے خیالات و جذبات کو بڑی باریکی سے درج کیا جانا تھا۔

ایگنیز نے کہا کہ وہ ڈر رہی تھی کہ میں نے اسے بس یوں ہی متعارف کرایا ہوگا، لیکن ڈورا نے براہِ راست اس کا جواب دے دیا:

''ارے نہیں!'' اس نے اپنی کاکل میری طرف لہراتے ہوئے کہا ''یہ تو بس آپ کی تعریف ہی کرتے رہتے ہیں۔ یہ آپ کی رائے کے بارے میں اتنا سوچتے رہتے ہیں کہ میں اس سے ڈرنے سی لگی تھی۔''

''میری اچھی رائے کچھ لوگوں کے تئیں ان کی چاہت کو اور مضبوط نہیں کر سکتی'' ایگنیز نے مسکراتے ہوئے کہا ''یہ ان کے پسند کیے جانے لائق نہیں ہوتی۔''

''لیکن برائے مہربانی آپ مجھے اپنی رائے سے نوازتی رہیے گا'' ڈورا نے اپنے لبھانے والے انداز میں کہا ''اگر آپ ایسا کر سکیں!''

ہم نے ڈورا کی خود کو چاہے جانے والی خواہش کا مذاق اڑایا اور ڈورا نے کہا کہ میں بالکل احمق ہوں اور وہ مجھے ذرا بھی پسند نہیں کرتی اور مختصر سی شام جیسے پر لگا کر اڑ گئی۔ کوچ میں واپس جانے کا وقت آ گیا تھا۔ میں آگ کے پاس تنہا کھڑا تھا جب ڈورا چوری سے چپکے چپکے اندر آئی، جانے سے پہلے معمول کے مطابق اپنا قیمتی بوسہ دینے کے لیے۔

''کیا تم نہیں سوچتے، اگر میری اس سے بہت پہلے دوستی ہو گئی ہوتی ڈوڈی'' ڈورا نے کہا، اس کی چمکتی آنکھیں اب اور چمکنے لگی تھیں اور اس کا ننھا داہنا ہاتھ میرے کوٹ کی بٹن گھمانے میں مشغول ہو گیا ''تو میں اور ہوشیار ہو گئی ہوتی، شاید؟''

''میری جان! میں نے کہا'' یہ کیا حماقت ہے!''

''تم سمجھتے ہو کہ میں احمقانہ باتیں کر رہی ہوں؟'' ڈورا نے میری جانب دیکھے بغیر الٹ کر سوال کر دیا ''کیا تم واقعی ایسا سمجھتے ہو؟''

''یقیناً میں ایسا ہی سمجھتا ہوں!''

''میں بھول گئی تھی'' ڈورا نے اب بھی میرے کوٹ کا بٹن گھماتے ہوئے کہا'' کہ ایگنیز سے تمھارا کیسا رشتہ ہے، پیارے خراب لڑکے۔''

''خون کا رشتہ نہیں ہے'' میں نے جواباً کہا'' لیکن ہم دونوں ساتھ ساتھ پروان چڑھے ہیں، بھائی بہن کی طرح۔''

''مجھے حیرت ہے کہ تم کو آخر مجھ سے کیوں پیار ہو گیا؟'' ڈورا نے میرے کوٹ کے دوسرے بٹن کو گھمانا شروع کرتے ہوئے کہا۔

''شاید اس لیے کہ میں تمھیں دیکھے نہیں سکا، اور تمھیں پیار نہ کر سکا، ڈورا!''

''مان لو تم نے کبھی مجھے دیکھا ہی نہ ہوتا؟'' ڈورا نے اب دوسرا بٹن گھماتے ہوئے کہا۔

''مان لو ہم کبھی پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے!'' میں نے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔

میں حیران تھا کہ آخر وہ کس چیز کے بارے میں سوچنے لگی جب میں نے اس کا ننھا نرم ہاتھ اپنے کوٹ کے بٹنوں کی قطار کو چھوتے ہوئے، میرے سینے کے بالوں کو سہلانے لگا، اس کی جھکی نظریں اپنی خالی انگلیوں کو دیکھنے کے لیے تھوڑی سی اٹھتی ہوئی۔ بالآخر اس نے نظریں میری طرف اٹھا دیں اور وہ پنجوں پر کھڑی ہو گئی، معمول سے زیادہ سوچ میں ڈوبی ہوئی، مجھے اپنا قیمتی بوسہ نذر کرنے کے لیے ـــــ ایک بار، دو بار، تین بار ـــــ اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے پانچ منٹ بعد وہ سب ساتھ ساتھ آئے اور اب ڈورا کے چہرے سے اس غیر معمولی فکر مندی کے آثار غائب ہو چکے تھے۔ گاڑی آنے سے قبل تک وہ ہنستی ہوئی جب کے

سارے کرتب دکھاتی رہی۔ان کرتبوں میں کچھ وقت لگ گیا (کرتبوں میں تنوع کی وجہ سے اتنا نہیں جتنا کہ جپ کے نخرے کی وجہ سے) اور گاڑی کے دروازے پر لگ جانے تک سارے کھیل پورے نہیں ہو سکے۔ ایگنیز اور ڈورا بہت جلدی میں، لیکن بہت ہی شفیقانہ انداز میں ایک دوسرے سے جدا ہوئیں اور ڈورا نے کہا کہ وہ ایگنیز کو خط لکھے گی (جو اس کے احمقانہ خطوط کا کچھ خیال نہ کرے گی، ڈورا نے کہا) اور ایگنیز بھی ڈورا کو خط لکھے گی اور گاڑی کے دروازے پر وہ دونوں پھر ایک دوسرے سے گلے ملیں اور تیسری بار جب ڈورا مس لوینیا کے احتجاج کے باوجود بھاگتی ہوئی ایگنیز کو خط لکھنے کے لیے ایک بار اور تاکید کرنے گاڑی کی کھڑکی کے پاس آئی اور اپنی کاکل میرے منہ پر لہرادی۔

یہ گاڑی ہمیں کونٹ گارڈن کے قریب تک لے جارہی تھی جہاں ہائی گیٹ کے لیے دوسری گاڑی پکڑنی تھی۔اس گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی پر سوار ہونے کے لیے جتنی دور پیدل چلنا تھا میں اس کے انتظار میں بے قرار ہوا جارہا تھا کہ اس درمیان ایگنیز مجھ سے ڈورا کی تعریف کرسکتی تھی۔ ہائے! یہ بھی کیسی تعریف تھی! کتنے شفیقانہ اور والہانہ انداز میں اس نے اس حسین مخلوق کی تعریف کی جسے میں جیت چکا تھا۔اس نے بغیر کسی تصنع، میرا بے حد خیال رکھتے ہوئے کتنے خوبصورت طریقے سے اس کی تعریف کے پل باندھ دیے! کتنی سمجھ بوجھ سے غیر ارادی طور پر اس کا ذرا بھی اظہار کیے بغیر اس نے مجھے اس اعتماد کی یاد دہانی کرادی جو مجھے اس یتیم بچی پر تھا!

کبھی نہیں، کبھی نہیں ڈورا کو میں نے اتنی گہرائی اور صدق دل سے پیار کیا تھا جتنا کہ اس رات جب ہم پھر گاڑی سے اترے اور ستاروں کی روشنی میں ڈاکٹر اسٹرانگ کے گھر جانے والی خاموش سڑک پر جارہے تھے، تو میں نے ایگنیز سے کہہ دیا کہ یہ سب اسی کا کیا ہوا ہے۔

''جب تم اس کی بغل میں بیٹھی تھیں'' میں نے کہا ''تو تم اس سے کم اس کی سرپرست حور پیکر نہیں لگ رہی تھیں جتنی کہ میری اور ایگنیز تم اب بھی ویسی ہی لگ رہی ہو۔''

''ایک نادار حور پیکر'' اس نے جوابا کہا ''لیکن وہ ایک وفادار ہے۔''

اس کے صاف لہجے میں ادا کیے گئے یہ الفاظ سیدھے میرے دل میں اتر گئے اور فطری طور پر مجھے کہنا ہی پڑا:

''خوش طبعی جو تمھارے چہرے پر رہتی ہے، ایگنیز (اور جو میں نے کبھی کسی اور چہرے پر نہیں دیکھی، اس حد تک بحال ہو گئی ہے، میں نے آج محسوس کیا ہے، کہ میں یہ امید کرنے لگا ہوں کہ تم اب اپنے گھر پر خوش ہو؟''

''میں اپنے آپ میں خوش رہتی ہوں۔'' اس نے کہا ''میں بہت بشاش ہوں اور میرا جی ہلکا ہو گیا ہے۔''

میں نے اوپر کی جانب دیکھتے ہوئے اس کے پاکیزہ چہرے پر نظر ڈالی اور سوچنے لگا کہ ستاروں نے اس کے چہرے کو اتنا پرنور بنا دیا ہے۔

''گھر پر کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی ہے۔'' چند لمحوں بعد ایگنیز نے کہا۔

میں نے ایگنیز سے کہا ''تمھیں پریشان کرنے کے لیے میں کوئی نئی بات نہیں پوچھوں گا'' لیکن یہ پوچھنے سے میں خود کو باز نہیں رکھ پا رہا ہوں ـــــ وہی بات جو ہم پچھلی بار رخصت ہوتے وقت کر رہے تھے؟''

نہیں، کچھ بھی نہیں'' اس نے جواب دیا۔

''میں اس کے بارے میں اتنا سوچتا رہتا ہوں۔''

اس کے بارے میں تمھیں کم سوچنا چاہیے۔ یاد رکھو کہ میں سادہ لوح محبت اور سچائی میں یقین رکھتی ہوں۔ ''میرے تئیں کوئی خدشہ دل میں نہ لاؤ'' ٹراٹ ووڈ'' اس نے کچھ توقف کے بعد مزید کہا ''جس قدم کو اٹھانے کے لیے تم ڈر رہے ہو، میں کبھی وہ قدم نہیں اٹھاؤں گی۔''

ہر چند کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں اس قسم کا ڈر کبھی پیدا ہوا تھا، اس کے اپنے سچے ہونٹوں سے یہ یقین دہانی سن کر اتنا اطمینان سا ہو گیا کہ میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اس سے پورے خلوص سے اسے بتا بھی دیا۔

''اور جب یہ دورہ ختم ہو جائے گا'' میں نے کہا ـــــ ''کیونکہ پھر ہم دونوں تنہا بات نہ کر پائیں گے ـــــ میری پیاری ایگنیز، تم اندازاً کتنے دنوں بعد پھر لندن آؤ گی؟''

''شاید بہت دنوں بعد'' اس نے کہا ''میں سمجھتی ہوں کہ گھر پر رہنا ہی بہتر رہے گا ـــــ پاپا کے لیے۔ ابھی کچھ دنوں تک ہم بہت جلدی جلدی نہ مل پائیں گے لیکن میں ڈورا کی نامہ نگار کی

حیثیت سے کام کرتی رہوں گی اور اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کی خیریت جلدی جلدی جانتے رہیں گے۔

ہم ڈاکٹر کے بنگلے کے چھوٹے سے احاطے میں پہنچ چکے تھے۔اب دیر ہوئی جارہی تھی۔ مسز اسٹرانگ (اینی) کے چیمبر کی کھڑکی میں روشنی نظر آرہی تھی اور ایگنیز نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے شب بخیر کہا۔

''بدنصیبوں اور پریشانیوں کے لیے پریشان نہ ہونا۔'' اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا ''میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی اور بات نہ ہوگی کہ میں تمھیں خوش دیکھوں۔اگر تم کبھی ہماری مدد کر سکے، تو اطمینان رکھو، میں اس کے لیے تم سے کہوں گی۔خدا تمھیں ہمیشہ خوش رکھے!'' اس کی روشن مسکراہٹ اور اس کے خوش کن لہجے کی آواز سے مجھے لگا جیسے میں پھر اپنی ننھی ڈورا کو اس کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ میں کچھ دیر تک وہیں کھڑا پورچ سے ستاروں کو دیکھتا رہا، اس کے تئیں محبت سے لبریز دل اور احسان مندی کے جذبے کے ساتھ ـــــ اور پھر دھیرے دھیرے آگے بڑھ گیا۔ میں نے قریب ہی ایک اچھے سے شراب خانے میں ایک بستر بک کرالیا تھا اور اس کے گیٹ میں داخل ہونے جا ہی رہا تھا کہ میں نے سر گھمایا تو مجھے ڈاکٹر اسٹرانگ کے لکھنے پڑھنے کے کمرے میں روشنی نظر آئی۔میرے ذہن میں ہلکا سا خیال آیا کہ شاید ڈاکٹر اس وقت میری مدد کے بغیر ہی ڈکشنری کے کام میں مصروف ہیں۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا واقعی ایسا ہی تھا اور انھیں بہر حال شب بخیر ہی کہہ دوں گا اگر وہ واقعی کتابوں کے درمیان بیٹھے ہوں گے، میں پیچھے مڑ گیا اور آہستہ آہستہ ہال سے گذرتے ہوئے چپکے سے کمرے کا دروازہ کھول کر میں نے اندر جھانکا۔

پہلا شخص جسے لیمپ کی ہلکی روشنی میں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی، یورایا تھا۔ وہ لیمپ کے پاس کھڑا اپنا ڈھانچہ جیسا ایک ہاتھ اپنے منھ پر اور دوسرا ہاتھ ڈاکٹر کی میز پر رکھے ہوئے تھا۔ڈاکٹر صاحب اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھکے ہوئے اپنی کرسی پر بیٹھے تھے۔مسٹر وک فیلڈ، بے حد پریشان اور الجھے ہوئے سے جھک کر ڈاکٹر کا بازو چھو رہے تھے۔

ایک لمحے کے لیے میں نے سمجھا کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت خراب ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے

میں نے اپنے قدم تیز کر دیے، جب یورایا سے میری آنکھیں چار ہوئیں اور دیکھا کہ معاملہ کیا ہے۔ میں تو واپس چلا آتا لیکن ڈاکٹر نے مجھے اس طرح دیکھا جیسے وہ مجھے روکنا چاہ رہے ہوں اور میں رک گیا۔

''ہر حال میں'' یورایا نے اپنے بدنما جسم کو اینٹھتے ہوئے کہا ''ہمیں دروازہ بند رکھنا چاہیے۔ ہمیں اسے پورے شہر کو جانے نہیں دینا ہے۔''

اتنا کہتے ہوئے وہ دبے پاؤں دروازے کے پاس پہنچ گیا جسے میں نے کھلا چھوڑ دیا تھا اور بڑی احتیاط سے اسے بند کر دیا۔ پھر وہ واپس آیا اور اپنی پہلے والی جگہ لے لی۔ اس کی آواز اور اس کے انداز سے بڑے جوش وخروش کا اظہار ہو رہا تھا جو اور بھی ناقابلِ برداشت تھا ـــــ کم از کم میرے لیے ـــــ اس کے کسی اور ڈھنگ کے مقابلے میں۔

''میں نے اسے اپنے لیے ضروری سمجھا، ماسٹر کاپرفیلڈ'' یورایا نے کہا ''کہ میں اسے ڈاکٹر اسٹرانگ کو بتا دوں جس کے بارے میں تم اور میں پہلے ہی بات کر چکے ہیں۔ اگرچہ اس وقت آپ میرا مطلب پوری طرح نہیں سمجھ سکے تھے شاید؟''

میں نے بس اس کی طرف دیکھا، لیکن کوئی جواب نہ دیا اور اپنے پرانے نیک استاد کی طرف بڑھتے ہوئے انھیں سکون پہنچانے اور حوصلہ افزائی کے لیے کچھ الفاظ کہے۔ انھوں نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا جیسے وہ اس وقت بھی کیا کرتے تھے جب میں بہت چھوٹا تھا لیکن انھوں نے اپنا سفید سر نہیں اٹھایا۔

''چونکہ آپ میری بات سمجھ نہیں پائے تھے ماسٹر کاپرفیلڈ'' یورایا نے اپنے مکروہ انداز میں اپنی بات جاری رکھی ''اس لیے اپنے خیرخواہوں کے درمیان میں بڑے ادب سے اس کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ میں نے مسز اسٹرانگ کے سلسلے میں ڈاکٹر اسٹرانگ کو دھیان دلایا ہے۔ یہ میرے مزاج کے بالکل خلاف ہے، آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کاپرفیلڈ کہ اس طرح کی کسی بھی ناخوشگوار چیز سے واسطہ رکھوں لیکن واقعتاً، جیسا کہ یہ ہے، ہم تمام لوگ خود کو اس میں شامل کرتے جا رہے ہیں، جو نہیں ہونا چاہیے۔ میرا کہنے کا یہی مطلب تھا، جناب جو آپ سمجھ نہیں سکے تھے۔''

مجھے اب حیرت ہوتی ہے، جب اس کا اس وقت کا کن انکھیوں سے میری طرف دیکھنا یاد

آتا ہے کہ میں نے اس کا گلا دبا کر اس کے جسم سے جان نکال لینے کی کوشش کیوں نہیں کر ڈالی۔

"میں یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ میں نے اپنی بات بہت صاف طریقے سے نہیں کہی تھی،" وہ کہتا گیا "اور آپ نے بھی اور واضح طور پر کہنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ ظاہر ہے، ہم دونوں ایسے موضوع پر بہت کھل کر بات کرنے سے گریز کرتے رہے۔ بالآخر میں نے کسی طرح اپنا ذہن بنایا کہ صاف صاف بات کروں اور میں نے ڈاکٹر اسٹرانگ سے ذکر کر دیا کہ ——— کیا آپ نے ان سے بتا دیا، جناب؟"

یہ ڈاکٹر سے کہا تھا اس نے، جنھوں نے کچھ بدبدا دیا۔ ان کی آواز میرے دل کو چھو گئی لیکن یوراپا پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا۔

"——— ڈاکٹر اسٹرانگ سے کہہ دیا" وہ کہتا گیا "کہ کوئی بھی دیکھ سکتا ہے کہ مسٹر مالڈن اور نہایت خوبصورت اور پسندیدہ عورت، جیسی کہ ڈاکٹر اسٹرانگ کی بیوی ہیں، ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔ واقعی اب وقت آ گیا ہے (سرِ دست ہم سبھی لوگ اس میں شامل ہو رہے ہیں، جو نہیں ہونا چاہیے) جب ڈاکٹر اسٹرانگ کو بتا دینا چاہیے کہ یہ بات مسٹر مالڈن کے ہندوستان جانے سے قبل ہی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی تھی، کہ مسٹر مالڈن واپس آنے کے لیے طرح طرح کے بہانے کسی اور وجہ سے نہیں بناتے تھے اور یہ کہ وہ ہمیشہ یہیں رہتے ہیں کسی اور وجہ سے نہیں۔ جب آپ یہاں آئے، جناب، تو میں یہ بات اپنے ساتھی پارٹنر سے کہہ ہی رہا تھا" جن کی طرف اب وہ گھوم چکا تھا "کہ وہ ڈاکٹر اسٹرانگ سے اپنی زبان اور عزت کے واسطے سے بتا دیں کہ وہ پچھلے بہت دنوں سے ایسا سمجھ رہے تھے یا نہیں۔ بتائیے مسٹر وک فیلڈ صاحب! کیا آپ مہربانی کر کے ہمیں بتائیں گے؟ ہاں یا نہ، جناب؟ بتائیے ساتھی!"

خدا کے لیے میرے پیارے ڈاکٹر" مسٹر وک فیلڈ نے پھر اپنا لرزتا ہاتھ ڈاکٹر کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا "جو بھی شکوک میں نے ظاہر کیے تھے، ان کو زیادہ اہمیت مت دیجیے۔"

یوراپا سر ہلاتے ہوئے بے ساختہ کہہ اٹھا "کتنی دردناک تصدیق ہے! ہے کہ نہیں؟ ان کے لیے! کتنے پرانے دوست ہیں! خدا جانتا ہے، جب میں ان کے دفتر میں ایک معمولی سا کلرک تھا، کاپر فیلڈ، میں نے انھیں بیسیوں بار دیکھا ہے، اگر میں نے ایک بار اس کے بارے میں ان کا

ردِ عمل دیکھا ہے ـــــ بالکل بے چین ہوا ٹھے تھے (اور ایک باپ کی حیثیت سے یہ سوچنا بالکل ٹھیک بھی تھا: میں اس کے لیے انھیں الزام نہیں دے سکتا) کہ مس ایکنیز بھی اس چیز میں شامل ہو رہی ہیں، جو چیز نہیں ہونی چاہیے تھی۔''

''میرے عزیز اسٹرانگ!'' مسٹر وک فیلڈ نے درد بھری آواز میں کہا ''میرے اچھے دوست، مجھے تمھیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مجھ میں یہ خرابی ہے کہ میں ہر شخص میں بس ایک ہی مقصد دیکھا کرتا ہوں اور ایک معمولی سے تجربے کی روشنی میں ہر طرح کے قدم اٹھالیتا ہوں۔ ہوسکتا ہے اپنی اسی غلط عادت کے سبب مجھے اس طرح کے شکوک ہونے لگے ہوں۔''

''تمھیں شک و شبہ تھا وک فیلڈ؟'' ڈاکٹر نے اپنا سر اٹھائے بغیر کہا ''تمھیں شک وشبہ تھا؟''

''بولیے ساتھی پارٹنر۔'' یورایا نے کہا۔

''ایک موقعے پر مجھے یقیناً شک ہوا تھا۔'' مسٹر وک فیلڈ نے کہا ''میں ـــــ خدا معاف کرے مجھے ـــــ میں نے سمجھا کہ تم یہ جانتے تھے۔''

''نا، نا، نا!'' ڈاکٹر نے نہایت غمگین آواز میں کہا۔

''ایک موقعے پر میں نے سمجھا'' مسٹر وک فیلڈ نے کہا'' کہ تم مالڈن کو یہاں سے باہر اس لیے بھیجنا چاہتے تھے تاکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا رہیں۔''

''نا، نا، نا!'' ڈاکٹر نے پھر کہا۔ اپنی کوان کے بچپن کے ساتھی کے ساتھ رہ کر خوش رکھنے کی غرض سے میں نے کچھ نہ کچھ انتظام کر دیا تھا اور کسی وجہ سے نہیں۔'' مسٹر وک فیلڈ نے کہا ''جب تم نے مجھ سے اس طرح کہا تو میں نے یہ سمجھا کہ میرے لیے اس پر شک کرنے کا کوئی جواز نہیں میں تم سے گذارش کروں گا کہ اس معمولی سی بات کو یاد کرو جس کی بنا پر مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ـــــ کہ ایسے معاملات میں جہاں میاں بیوی کی عمر میں اتنا زیادہ فرق رہتا ہے ـــــ ''

''یہی طریقہ ہے اسے کہنے کا، دیکھیے ماسٹر کاپر فیلڈ!'' یورایا نے چاپلوسی اور تکلیف دہ ہمدردی کے ساتھ کہا۔

'' ـــــ ایک ایسی جوان اور پرکشش عورت، خواہ تمھارے تئیں کتنا بھی عزت واحترام

اس کے دل میں کیوں نہ ہو، ہوسکتا ہے محض دنیا کو دکھانے کے لیے ہی تمھارے ساتھ شادی کر لینے پر آمادہ ہوگئی ہو۔ میں نے ان بے شمار احساسات اور حالات خواہ وہ نیک نیتی سے ہی پیدا ہوئے ہوں، ان کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔ خدا کے لیے یاد کرواسے!''

''کتنے درد کے ساتھ کہہ رہے ہیں!'' یورایا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تمھاری اہلیہ کو ہمیشہ اس نظریہ سے دیکھتے رہنے پر'' مسٹروک فیلڈ نے کہا'' میں یہی کہوں گا کہ وہ، جو تمھیں پسند ہے، میرے دوست میں یہی کہوں گا کہ ذرا سوچو کہ یہ سب کیا تھا۔ کیونکہ اس سے فرار ممکن نہیں ہے اس لیے اب میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں۔''

''نہیں! اس سے مختلف نہیں سوچا جا سکتا تھا، مسٹروک فیلڈ!'' یورایا نے اپنی رائے ظاہر کی ''جب ایسی بات تھی۔''

مسٹروک دفیلڈ نے بے بسی سے مضطربانہ انداز میں اپنے پارٹنر (یورایا) کی جانب دیکھتے ہوئے کہا'' میں نے ان (ایی) پر یقیناً شک کیا اور یہ کہ اگر میں ساری بات کہنا چاہوں تو یہ بھی کہوں گا کہ کبھی کبھی مجھے ایگنیز کا ان سے بہت زیادہ قریب رہنا برا لگتا تھا، جو کچھ میں نے دیکھا تھا، اس کے پیش نظر، یا اپنے بیمار ذہن کی وجہ سے میں نے جو سمجھ لیا۔ میں نے اس کا ذکر کبھی کسی اور سے نہیں کیا۔ میں نے کبھی نہیں چاہا کہ اسے کوئی اور جان پائے۔ اگر چہ یہ سن کر تمھیں تکلیف ہوگی'' مسٹروک فیلڈ نے بہت آہستہ سے کہا'' اگر تم یہ جان سکتے کہ میرا تم سے یہ بتانا کتنا تکلیف دہ ہے تو تمھیں مجھ پر بہت ترس آتا!''

ڈاکٹر نے اپنے نیک مزاج کے عین مطابق اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ مسٹروک فیلڈ نے ہاتھ پکڑ لیا اور کچھ دیر تک اپنے ہاتھ میں لیے رہے، سر جھکائے ہوئے۔

''مجھے یقین ہے'' یورایا نے خاموشی کو توڑتے ہوئے سمندری بام (مچھلی) کی طرح بل کھاتے ہوئے کہا'' کہ یہ موضوع ہم سبھی کے لیے بے حد تکلیف دہ ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم لوگ اس پر اتنی گفتگو کر چکے ہیں، میں یہ بتانے کی اجازت چاہوں گا کہ کاپر فیلڈ نے بھی اس بات کو محسوس کیا تھا۔''

میں نے اس کی طرف گھومتے ہوئے پوچھا کہ اس کی یہ کہنے کی ہمت کیسے ہوئی!

''اف! یہ آپ کی شرافت ہے، کا پر فیلڈ'' یورایا نے خود کو پوری طرح اینٹھتے ہوئے کہا'' اور ہم سبھی جانتے ہیں کہ کتنے اچھے کردار کے مالک ہیں آپ، لیکن سمجھ لیجیے کہ اس رات جیسے ہی میں نے اس کا ذکر کیا، آپ سمجھ گئے تھے کہ میرا کہنے کا مطلب کیا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ جان گئے تھے کہ میرا کہنے کا مطلب کیا تھا، کا پر فیلڈ۔ اس سے انکار مت کیجئے! آپ نیک مقصد سے اس سے انکار کر رہے ہیں، لیکن ایسا مت کیجیے، کا پر فیلڈ۔''

میں نے نیک بوڑھے ڈاکٹر کی نظریں ایک لمحے کے لیے اپنی جانب گھومتے دیکھیں اور میں نے محسوس کیا کہ میرے پرانے شبہات اور یادداشتوں کا اعتراف بہت واضح طور پر میرے چہرے پر لکھا ہوا تھا، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب غصہ کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ میں اپنے ان تاثرات کو ابھر آنے سے روک نہ سکا۔ کہیئے کہ جو میں نہیں کہنا چاہتا تھا، اسے ظاہر ہونے سے روک نہ سکا۔

ہم پھر خاموش ہو گئے اور اس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ ڈاکٹر نے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کمرے کے دو تین چکر نہیں لگا ڈالے۔ اب وہ وہیں واپس آ گئے تھے جہاں ان کی کرسی تھی اور اس کی پشت پر جھکتے ہوئے اور کبھی کبھی اپنا رومال اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے سادہ لوح ایمانداری کے ساتھ جس کی وجہ سے کسی اور طرح سے اسے چھپانے کی کوشش کے مقابلے میں میرے دل میں ان کی عزت اور بڑھ گئی، انھوں نے کہا:

''اس میں زیادہ غلطی میری ہی رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا قصور بہت زیادہ رہا ہے۔ میں نے اسے، جسے میں اپنے دل میں رکھتا ہوں، طرح طرح کی آزمائشوں اور الزامات کے لیے چھوڑ دیا ـــــ میں انھیں الزامات کہتا ہوں، کسی کے ذہن میں اس کا ذرا بھی خیال آ گیا ہو تو بھی ـــــ جو اس کی نہیں بلکہ ہمیشہ میری وجہ سے اس پر عائد کیے جاتے رہے ہیں۔''

یورایا ہیپ نے خود پر مصنوعی رقت طاری کر لی۔ میرے خیال میں ہمدردی جتانے کی غرض سے۔

''میری اپنی کی وجہ سے نہیں'' ڈاکٹر نے کہا'' کبھی نہیں، بلکہ میری وجہ سے یہ الزامات لگائے جاتے رہے ہیں۔ صاحبو، اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں، جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ آج

رات میں یہ نہیں محسوس کر رہا ہوں کہ اب مجھے زیادہ دن زندہ رہنا ہے۔ لیکن میری زندگی ــــــ میری زندگی ـــــ اس پیاری عورت کی سچائی اور اس کی عزت کے لیے ہے، جو اس وقت موضوعِ گفتگو رہی ہے!''

میں نہیں سمجھتا کسی عورت کی اتنی اچھی اور رومانی تصویر کسی مصوّر کے تصوّر میں کبھی آسکتی تھی، جتنے موثر طریقے سے اور وقار کو ذرا بھی مجروح کیے بغیر ڈاکٹر نے سادے الفاظ میں تصویر کھینچ دی تھی۔

''لیکن میں تیار نہیں ہوں'' وہ کہتے گئے ''اس سے انکار کرنے کے لیے ـــــ شاید میں تیار ہوتا، بغیر اسے جانے ہوئے، کسی حد تک اس کا اقرار کرنے کے لیے ـــــ کہ انجانے میں میں نے اس عورت کو ایک ناشاد شادی میں پھنسا دیا ہے۔ میں ایک ایسا آدمی ہوں، جو جلدی کسی چیز کا ٹھیک سے مشاہدہ نہیں کر پاتا اور میں اس پر یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مختلف عمر اور حیثیت کے لوگوں کے مشاہدے جو ایک ہی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں (اور اتنے فطری انداز میں) میرے مشاہدے سے بہتر ہیں۔

میں نے اکثر ڈاکٹر کے اپنی کم سن بیوی کے تئیں شفیقانہ رویّے کو سراہا ہے، جیسا کہ میں کہیں اور بیان کر چکا ہوں لیکن اس موقع پر ہر بار ان (بیوی) کا حوالہ دیتے وقت وہ جس احترام اور شفقت سے ان کا نام لیتے تھے اور جس طرح ان کی دیانت داری اور وفاداری پر ذرا بھی شک ظاہر نہ کر رہے تھے اس نے انھیں میری نظروں میں اس حد تک بری کر دیا تھا جس کا بیان ممکن نہیں۔

''میں نے اس عورت سے شادی کی'' ڈاکٹر نے کہا'' جب وہ بہت ہی کم سن تھی۔ میں نے اس وقت انھیں اپنا لیا جب ان کا کردار پوری طرح تشکیل نہیں پا سکا تھا۔ میں ان کے باپ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ میں انھیں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے انھیں سکھایا تھا، جو کچھ سکھا سکا تھا، ان میں اچھی صلاحیتیں پیدا کرنے کے لیے۔ اگر میں نے ان کے ساتھ غلط کیا، جیسا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں نے کیا، ان کی محبت اور شکر گذاری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے (لیکن میرا کبھی یہ مقصد نہیں رہا) تو میں اس عورت سے اپنے دل میں معافی مانگتا ہوں!''

وہ کمرے میں ٹہلنے لگے اور پھر اسی جگہ واپس آکر رک گئے، کرسی کو لرزتے ہاتھ سے

پکڑے ہوئے اپنی کمزور آواز کی ہی طرح متانت سے۔

میں خود کو ان کے لیے ایک پناہ گاہ جیسا سمجھتا رہا، زندگی کے خطرات اور خباثتوں سے بچنے کے لیے۔ میں نے خود کو اس کے لیے یہ سوچ کر کسی طرح آمادہ کرلیا کہ اگرچہ ہماری عمر میں کافی فرق تھا، وہ میرے ساتھ سکون و آرام سے رہ تو سکیں گی۔ میں نے اس وقت کے بارے میں سوچنا بند نہیں کیا ہے جب میں انھیں آزاد چھوڑ کر چلا جاؤں گا، اور اس وقت بھی وہ نو عمر اور حسین رہیں گی، لیکن تب اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے ان کا ذہن پختہ ہو چکا ہوگا ـــــ صاحبو!

ان کی معمولی شکل وصورت، ان کی شرافت اور وسیع القلبی سے جگمگا سی اٹھی۔ ان کے ایک ایک لفظ میں اتنا اثر تھا جتنا اثر کسی اور طرز یا اسلوب میں ادا نہیں ہو سکتا تھا۔

''میری زندگی اس خاتون کے ساتھ بہت فرخندہ رہی ہے۔ آج سے قبل تک میں برابر اس دن کو دعا دیتا رہا جس دن میں نے ان کے ساتھ اتنی بڑی ناانصافی (شادی) کی۔''

ان الفاظ کو ادا کرتے وقت ان کی آواز کی لرزش بڑھتی گئی، چند لمحوں کے لیے وہ خاموش ہو گئے، پھر انھوں نے کہنا شروع کیا:

''ایک روز جب میں خواب سے جاگا ـــــ مجھے زندگی بھر کسی نہ کسی وجہ سے بہت کم نیند آتی رہی ـــــ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے دل میں اپنے ہم عمر اور پرانے ساتھی کے لیے کتنے پر تاسف احساسات ہیں۔ اور یہ کہ وہ ان (مالڈن) کے تئیں کچھ معصوم سی پشیمانی کا احساس رکھتی ہیں اور ایسے بے داغ خیالات، کہ کیا ہو سکتا تھا اگر درمیان میں میں نہ آ گیا ہوتا، جو میں ڈرتا ہوں، بہت صحیح ہیں۔ بہت کچھ جو میں نے دیکھا لیکن اس پر دھیان نہ دیا، اب آزمائش کی آخری گھڑی میں، وہ سب نئے معانی کے ساتھ میرے سامنے آ رہا ہے۔ لیکن اس سے ہٹ کر، حضرات، اس پیاری عورت کے نام کے ساتھ کبھی ایسا ویسا ایک لفظ بھی نہیں جوڑا جانا چاہیے، شک کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے۔''

چند لمحوں کے لیے ان کی آنکھوں میں پھر چمک پیدا ہوئی اور ان کی آواز میں استحکام آ گیا، وہ پھر چند لمحوں تک خاموش رہے۔ پھر انھوں نے پہلے کی ہی طرح کہنا شروع کیا:

میں نے کبھی کبھی جو ناخوشگوار چیزیں دیکھیں، اب مجھے اتنے ہی عجز و انکسار سے

برداشت کرتے رہنا ہے جتنا کہ میں کر سکتا ہوں۔ ملامت انھیں (اپنی) کرنی چاہیے، مجھے نہیں۔ اس کے لیے غلط اور بے رحم معنی پہنانا، جس سے میرے احباب تک خود کو نہیں روک سکے، اس سے اپنی کو بچانا میرا فرض بنتا ہے۔ ہم جتنے سکون سے رہیں گے، اتنا ہی میں اپنا یہ فرض نبھا سکوں گا اور جب وہ وقت آ جائے گا ـــــ یہ جلد ہی آ سکتا ہے، اگر خدا نے کرم کر دیا! ـــــ جب میری موت انھیں اس بندش سے نجات دلا دے گی، میں ان کے تابناک چہرے پر رکھ کر اپنی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کر لوں گا، بے پناہ اعتماد اور محبت کے ساتھ، اور تب ذرا بھی افسوس کے بغیر انھیں خوشی اور شادمانی کے دن دیکھنے کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔''

میں انھیں دیکھ نہیں سکا کیونکہ مکمل خلوص و شرافت سے اتنی اپنائیت کے ساتھ اتنے سیدھے سادے طریقے سے ادا کیے گئے ان الفاظ نے میری آنکھوں میں آنسو بھر دیے۔ انھوں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے مزید کہا:

''حضرات، میں نے آپ کو اپنا دل کھول کر دکھلا دیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس کا پاس رکھیں گے۔ آج رات ہم نے جو کچھ کہا ہے اب انھیں پھر کبھی دہرایا نہیں جائے گا۔ وک فیلڈ اوپر جانے کے لیے مجھے اپنے پرانے دوست کے ہاتھ کا سہارا چاہیے!''

مسٹر وک فیلڈ نے جلدی سے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ ایک لفظ بھی بولے بغیر وہ دونوں ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ کمرے سے چلے گئے، یورایا انھیں دیکھتا رہا۔

''ہاں، ماسٹر کاپر فیلڈ'' یورایا نے چپکے سے میری جانب گھومتے ہوئے کہا'' بات وہاں تک نہیں پہنچ سکی جہاں تک پہنچنے کی امید کی جاتی تھی کیونکہ بوڑھا عالم ـــــ کیا شاندار آدمی ہے! ـــــ اتنا اندھا ہے جیسے پتھر، لیکن یہ کنبہ گاڑی سے باہر ہو چکا ہے، میں سمجھتا ہوں!''

اس کے بولنے کی آواز نے مجھے اس قدر برانگیختہ کر دیا کہ میری ایسی کیفیت کبھی نہیں ہوئی تھی اور نہ تب سے آج تک کبھی ویسی ہوئی۔

''تم بدمعاش،'' میں نے کہا'' تم اپنے ذلیل منصوبوں میں مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ تم نے ابھی مجھ سے اس سلسلے میں اپنا بیان دینے کے لیے کیوں کہا تھا کمینے، جیسے کہ ہم آپس میں اسی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے؟''

اب ہم آمنے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے اس کے خوشی سے پھولے نہ سماتے چہرے پر صاف دیکھ لیا جو میں پہلے سے اچھی طرح جانتا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ اس نے زبردستی مجھ پر اپنا اعتماد تھوپنا چاہا تا کہ مجھے تکلیف پہنچ سکے اور جان بوجھ کر اس معاملے میں مجھے خواہ مخواہ گھسیٹ رہا تھا اور اسے میں برداشت نہ کر سکا۔ اس کا لمبوترا چہرہ میرے سامنے تھا اور مجھے نوچ لینے کی دعوت دے رہا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ میری انگلیاں اس بری طرح جھنجھنا اٹھیں جیسے آگ سے جل گئی ہوں۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم کھڑے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ہم اسی طرح دیر تک کھڑے رہے، اتنی دیر تک کہ اس کے سرخ گال پر میری انگلیوں کے سفید نشان مٹ کر پھر سرخ ہو گئے اور اس کا چہرہ اور زیادہ سرخ نظر آنے لگا۔

''کاپر فیلڈ'' بالآخر اس نے ہانپتے ہوئے کہا ''کیا تم نے اپنے ہوش و حواس سے نجات پا لی ہے؟''

''میں نے تم سے نجات پا لی ہے'' میں نے اپنا ہاتھ دور کھینچتے ہوئے کہا ''تم کتے، اب میں کبھی تمھارا نام نہ لوں گا۔''

''نہیں لو گے؟'' اس نے اپنا گال سہلاتے ہوئے کہا۔ شاید تم ایسا نہ کر سکو گے۔ کیا یہ تمھاری غداری نہ ہو گی اب؟''

میں نے کہا، ''میں نے اکثر تمھیں یہ جتایا ہے کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ اب میں نے تمھیں اور صاف طور پر جتا دیا ہے کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ میں تمھاری ذلیل کرتوتوں سے کیوں ڈروں؟ تم کبھی اور کرتے ہی کیا ہو؟''

اس نے اس کنایے کو مکمل طور پر سمجھ لیا جسے ابھی تک میں نے اس سے گفتگو کے دوران روکے رکھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ نہ تو میں اسے تھپڑ مارتا اور نہ ہی یہ کنایہ میرے منہ سے پھسل پاتا اگر اس رات ایگنیز سے مجھے وہ یقین دہانی نہ مل گئی ہوتی۔ اس لیے یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔

پھر طویل وقفہ گزر گیا۔ جب اس نے میری جانب دیکھا تو محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کو زیادہ سے زیادہ بدنما دکھائی دینے کے لیے اس میں ہر طرح کے رنگ آ گئے ہوں۔

''کاپرفیلڈ'' اس نے اپنا ہاتھ گال پر سے ہٹاتے ہوئے کہا ''تم ہمیشہ میری مخالفت کرتے رہے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ مسٹروک فیلڈ کے یہاں بھی تم ہمیشہ میری مخالفت کرتے رہے ہو۔''

''تم جو چاہو سوچ سکتے ہو'' میں نے اب بھی بے حد طیش میں کہا۔ اگر یہ سچ نہیں ہے تو تمھیں مبارک رہے۔

''اس کے باوجود میں ہمیشہ تمھیں پسند کرتا رہا، کاپرفیلڈ!'' اس نے کہا۔

میں نے اسے کوئی جواب نہ دینے میں ہی عافیت سمجھی اور اپنی ہیٹ اٹھاتے ہوئے میں سونے کے لیے جانے لگا، تو وہ آ کر میرے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گیا۔

''کاپرفیلڈ'' اس نے کہا ''جھگڑا کرنے کے لیے دو فریق چاہئیں۔ میں دوسرا فریق نہ بنوں گا۔''

''تم جہنم میں جاؤ!'' میں نے کہا۔

''ایسا مت کہو!'' اس نے جواب دیا ''میں جانتا ہوں کہ بعد میں تمھیں افسوس ہوگا۔ تم خود کو مجھ سے اتنے کمتر کیسے بنا سکتے ہو، ایسا خراب جذبہ دکھا کر؟ لیکن میں تمھیں معاف کرتا ہوں۔''

''تم مجھے معاف کر رہے ہو!'' میں نے زہرخند لہجے میں دہرایا۔

''ہاں، میں معاف کرتا ہوں اور تم خود کو روک نہیں سکتے'' یورایا نے جواباً کہا، ''یہ سوچنے سے، تم نے مجھ پر حملہ کیا ہے، جو ہمیشہ تمھارا خیر خواہ رہا ہے! لیکن دو فریق کے بغیر جھگڑا ہو ہی نہیں سکتا اور میں دوسرا فریق نہ بنوں گا۔ تمھارے اس رویّے کے باوجود میں تمھارا خیر خواہ ہی رہوں گا۔ لہٰذا اب تم سمجھ لو کہ تمھیں کیا امید کرنی ہے۔''

یہ مکالمہ دھیمی آواز میں جاری رکھنے کی ضرورت (وہ اپنا مکالمہ دھیرے دھیرے بول رہا تھا اور میں بہت تیز) اس لیے تھی کہ کہیں ایسے بے وقت ہمارے بولنے کی آواز گھر میں مخل نہ ہو لیکن اس سے میرے غصّے میں کوئی کمی نہ آ سکی اگرچہ میرے جذبات کا ہیجان سرد پڑتا جا رہا تھا۔ صرف اتنا کہتے ہوئے کہ مجھے اس سے اسی طرح کی امید کرنی چاہیے جیسی کہ ابھی تک کرتا رہا ہوں اور اس میں کبھی مجھے مایوسی نہیں ہوئی، میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا جیسے وہ بہت بڑا اخروٹ ہو جسے توڑنے کے لیے میں دروازے میں اسے دبانے جا رہا تھا، لیکن وہ بھی اس

گھر سے باہر ہی سویا، اپنی ماں کے کمرے میں، اور اس سے قبل کہ میں کئی سو گز دور جا سکوں، وہ میرے برابر پہنچ آیا۔

''جانتے ہو کاپرفیلڈ'' اس نے میرے کان میں کہا (میں نے اپنا سر گھمایا نہیں) تم ایک بہت غلط پوزیشن میں ہو۔'' جو میں نے ٹھیک ہی محسوس کیا اور اس سے میں مزید غضبناک ہو گیا، ''تم اسے بہت بہادری کا کام نہیں سمجھ سکتے اور اس کے لیے تم خود کو معاف کیے جانے سے بھی نہیں روک سکتے۔ اماں سے اس کا ذکر کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور ذی روح سے۔ میں نے تمہیں معاف کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا ہے۔ لیکن مجھے اس پر حیرت ضرور ہے کہ تم ایک ایسے شخص پر ہاتھ اٹھا سکتے ہو جس کے بارے میں تم جانتے ہو کہ وہ کتنا منکسر المزاج ہے۔''

میں نے خود کو صرف اس سے کم کمین محسوس کیا۔ وہ مجھے اس سے زیادہ بہتر جانتا تھا جتنا کہ میں اپنے آپ کو جانتا تھا۔ اگر اس نے جوابی حملہ کر دیا ہوتا، یا مجھے کھل کر برا بھلا کہتا تو اس سے مجھے سکون ہو جاتا اور یہ مناسب بات بھی ہوتی لیکن اس نے مجھے دھیمی آگ پر رکھ دیا تھا جس پر میں آدھی رات تک جلتا رہا۔

صبح ہونے پر جب میں باہر نکلا گرجا میں صبح سویرے کا گھنٹہ بج رہا تھا اور وہ اپنی ماں کے ساتھ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ اس نے اس طرح مجھے مخاطب کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا اور میں جواب دیے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے اسے اتنی زور سے تھپڑ مارا تھا کہ اس کا دانت ہل گیا تھا، ایسا میں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد اس کے چہرے پر ہر وقت ایک سلک کا کالا رومال بندھا رہتا تھا جس کے اوپر اس کی ہیٹ چپکی رہتی تھی، اور اس سے اس کی ہیٹ میں کوئی بہتری نہیں آسکی تھی۔ میں نے سنا کہ دوشنبہ کی صبح وہ لندن کے ایک دانت کے ڈاکٹر کے پاس گیا تھا جس نے اس کا ایک دانت نکال دیا۔ امید کرتا ہوں کہ یہ چوبھڑ (کنارے کا دوہرا دانت) رہا ہوگا۔

ڈاکٹر نے کہا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے اور اس دورے کے باقی دنوں میں وہ روزانہ کافی دیر تک تنہا رہا کرتا تھا۔ ایگنیز اور اس کے باپ کے جانے کے ایک ہفتہ بعد ہم نے اپنا کام پھر کرنا شروع کیا۔ کام شروع کرنے کے دوسرے دن ڈاکٹر نے ایک مڑا ہوا خط مجھے دیا جو لفافے میں بند نہیں تھا۔ خط میرے ہی نام لکھا گیا تھا جس میں چند شفیقانہ الفاظ میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ اس

رات جو کچھ ہوا تھا اس موضوع کا میں پھر کبھی ذکر نہ کروں۔ میں نے اس کے بارے میں صرف اپنی دادی سے بتایا تھا اور کسی سے بھی نہیں۔ یہ ایسا موضوع نہیں تھا جس کے بارے میں میں ایگنیز سے چرچا کرتا اور ایگنیز کو یقیناً اس بات کی بھنک تک نہیں لگ پائی تھی جو کچھ اس رات ہوا تھا۔

اور نہ ہی، مجھے پورا یقین تھا، کہ تب مسز اسٹرانگ کو ہی کچھ معلوم ہو سکا تھا۔ کئی ہفتے گذر گئے، میں نے ان میں کسی قسم کی تبدیلی آتے نہ دیکھی۔ تبدیلی دھیرے دھیرے آئی جیسے ہوا رک جانے پر بادل آتے ہیں۔ پہلے تو وہ اس پر چونکیں کہ ڈاکٹر ان سے اور بھی شفقت سے بات کرنے لگے ہیں اور انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ مسز اسٹرانگ اپنی ماں کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھیں تاکہ زندگی کی یکسانیت سے انھیں راحت مل سکے۔ اکثر جب ہم کام کر رہے ہوتے اور وہ پاس بیٹھی ہوتیں، میں انھیں اسی یاد رکھنے کے قابل چہرے سے ڈاکٹر کو بار بار دیکھتے ہوئے پاتا۔ اس کے بعد، میں نے کبھی کبھی انھیں نم آنکھوں کے ساتھ اٹھ کر کمرے سے چلی جاتے دیکھا۔ رفتہ رفتہ ایک ناشاد سایہ ان کے حسن پر منڈلانے لگا جو روز بروز گہرا ہوتا گیا۔ تب مسز مارکلہم (اپنی کی ماں) بنگلے میں مستقلاً قیام پذیر ہوگئی تھیں لیکن وہ صرف باتیں کیا کرتی تھیں، کچھ دیکھتی نہیں تھیں۔

جب اینی میں یہ تبدیلی آ گئی، جو کبھی ڈاکٹر کے گھر میں سورج کی کرن کی طرح جگمگایا کرتی تھیں، تب ڈاکٹر دیکھنے میں اور بوڑھے اور گمبھیر لگنے لگے لیکن ان کے مزاج کی شگفتگی اور طور طریقے کی شائستگی اور اپنی بیوی کے تئیں ان کی فیض رساں فکرمندی، اگر اس میں مزید اضافے کی گنجائش تھی، اس میں اضافہ ہوتا رہتا۔ میں نے ایک بار اپنی کی سالگرہ کے دن، صبح جب وہ وہاں کھڑکی میں بیٹھنے کے لیے آئیں جہاں ہم دونوں بیٹھے کام کر رہے تھے (جیسا وہ ہمیشہ کیا کرتی تھیں، لیکن اب وہ جیسے کچھ جھینپی سی اور قدرے بجھی بجھی سی رہنے لگیں جس سے میرے دل کو چوٹ سی لگتی) ڈاکٹر کے ہاتھوں کے درمیان اپنی پیشانی لے جا کر ان کے ہاتھوں کو چوم کر جلدی سے چلی جاتیں، وہاں رکی رہ پانے سے خود کو قاصر پاتے ہوئے۔ میں انھیں وہاں مورت کی طرح کھڑی رہ جاتے دیکھتا، جہاں ڈاکٹر انھیں چھوڑ جاتے اور پھر وہ سر جھکا کر ہاتھ ملتے ہوئے رونے لگتیں، میں کہہ نہیں سکتا کہ کتنے دکھ کے ساتھ وہ ایسا کرتیں۔

اس کے بعد، میں نے محسوس کیا کہ وہ کبھی کبھی وقفے میں جب ہم دونوں ہی وہاں رہ

جاتے، مجھ سے بولنے کی کوشش کرتیں لیکن کبھی ایک لفظ ان کے منھ سے نکل نہ سکا۔ ڈاکٹر ہمیشہ گھر سے باہر ماں کے ساتھ ان کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا انتظام کرتے رہتے تھے جس سے ان کا جی بہل سکے اور مسز مارکلہم جو تفریح کی دلدادہ تھیں اور کسی اور چیز سے بہت جلد ناخوش ہو جایا کرتی تھیں، ان تفریحات میں پورے جوش وخروش سے شرکت کے لیے نکلتیں لیکن اپنی بجھے دل سے ناشاد صرف وہاں چلی جاتیں جہاں وہ لے جائی جاتیں اور لگتا تھا جیسے وہ کسی بھی چیز پر دھیان نہیں دیا کرتی تھیں۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا سوچوں۔ میری دادی بھی کچھ نہیں سوچ پا رہی تھیں، جو مختلف اوقات میں الجھن میں سیکڑوں میل ٹہل چکی تھیں۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس گھریلو ناخوشگواری کے رازدارانہ علاقے میں اگر کسی طرح کی کچھ راحت پہنچ سکتی تھی تو یہ مسٹر ڈک کے ذریعے ہی پہنچ سکتی تھی۔

اس موضوع پر ان کے خیالات کیا تھے، ان کا مشاہدہ کیا تھا میں بیان کر پانے سے اتنا ہی قاصر ہوں جتنا کہ میں کہنے کی جسارت کروں گا کہ جتنا قاصر میں اس وقت رہتا جب وہ اس سلسلے میں میری مدد کر رہے ہوتے۔ لیکن جیسا کہ میں اپنے اسکول کے دنوں کے بیان میں درج کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر کے تئیں ان کی عقیدت بے پناہ تھی اور ان سے انھیں اتنا ہی سچا لگاؤ تھا جتنا کہ کسی انسان کے تئیں ہو سکتا تھا۔ مسٹر ڈک کی ذہنی کیفیت اور دلی جذبات کی سچائی کا برملا اظہار ہونے لگا۔

انھوں نے بڑے فخر کے ساتھ اپنے لیے یہ سعادت بحال کر لی کہ اب وہ اپنے خالی وقت کا زیادہ سے زیادہ حصہ باغ میں ڈاکٹر اسٹرانگ کے ساتھ ٹہلنے میں گزارنے لگے جیسے وہ کینٹر بری میں ان کے ساتھ ٹہلنے کے عادی تھے۔ لیکن جلدی ہی معاملہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ اب انھوں نے اپنا سارا خالی وقت اس گشت کے لیے وقف کر دیا (بلکہ صبح معمول سے کچھ اور جلدی ہی اٹھنے لگے، تاکہ اس کام میں اور وقت لگا سکیں) اگر پہلے وہ اس سے زیادہ خوش کبھی نہیں رہتے تھے جب ڈاکٹر ٹہلتے ہوئے بڑی شان سے اپنا شاہکار (ڈکشنری) پڑھ کر انھیں سناتے، اب وہ اس وقت تک خاصے پریشان سے رہتے جب تک کہ ڈاکٹر جیب سے

اسے نکال کر سنانا نہ شروع کر دیتے۔ جب میں اور ڈاکٹر کام میں مصروف رہتے تو اب انھوں نے اپنا یہ طریقہ اپنا لیا تھا کہ وہ مسز اسٹرانگ کے ساتھ ادھر سے ادھر ٹہلنے لگتے اور ان کے پسندیدہ پھولوں کو توڑنے یا کلیوں کے پاس سے خس و خاشاک صاف کرنے میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک گھنٹے میں مشکل سے ایک درجن الفاظ ہی بولتے تھے لیکن ان کی خاموش دلچسپی اور ان کے پرافتخار چہرے کا اثر دونوں کے سینوں میں نظر آتا۔ ہر ایک جانتا تھا کہ دوسرا اسے پسند کرتا ہے اور یہ کہ مسٹر ڈک دونوں (مسٹر اور مسز اسٹرانگ) سے ہی محبت رکھتے تھے اور ان کی وہ حیثیت ہوگئی جو کسی اور کی نہیں ہوسکتی تھی ——— مسٹر اور مسز اسٹرانگ کے مابین رابطے کا ذریعہ۔

جب میں ان کے بارے میں سوچتا ہوں، اپنے احمقانہ چہرے کے ساتھ انھیں ڈاکٹر کے ساتھ ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے اور ڈکشنری میں مشکل الفاظ کی مار سے خوش ہوتے ہوئے، جب میں انھیں اپنی کے پیچھے پیچھے بھاری بھاری سینچائی کرنے والے لوٹے لے کر چلتے ہوئے، جھکے جھکے اپنی کے دستانے کے پنجوں سے ننھی ننھی پتیاں نہایت اطمینان سے جیسے محدب شیشے سے دیکھ دیکھ کر نکالتے ہوئے اور ہر کام میں اپنے چہرے سے اس طرح کا تاثر دیتے ہوئے کہ کوئی فلسفی بھی ایسا تاثر نہیں دے سکتا، ان کا دوست بن جانے کا نازک سا ارمان دل میں لیے، لوٹے کے ہر سوراخ سے ہمدردی، پاس داری اور محبت کی بوچھار کرتے ہوئے، جب میں ان کے بارے میں سوچتا ہوں، انھیں کبھی اپنے اس فکرمند ناشاد چہرے کے ساتھ نہ ٹہلتے ہوئے جیسا چہرہ اس گشت کے علاوہ باقی وقت میں رہتا، کبھی بھی بدقسمت کنگ چارلس کو باغ میں نہ لاتے ہوئے، اپنی راحت بخش خدمت سے ذرا بھی نہ ڈگمگاتے ہوئے۔ اس خیال کے تحت ذرا بھی نہ بھٹکتے ہوئے کہ کنگ چارلس والے معاملے میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے، یا اپنی اس خواہش سے کہ اسے ٹھیک کرنا چاہیے، ذرا بھی ادھر ادھر ہوتے۔ میں واقعی خود کو شرمندہ سا محسوس کرتا ہوں کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ ان کا دماغ ٹھیک نہیں تھا، یہ یاد کر کے کہ میں خود اپنے دماغ سے کیا کیا کر چکا ہوں۔

''میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ آدمی کیا ہے!'' میں جب بھی دادی سے ان کے بارے میں بات کرتا تو دادی بڑے فخریہ انداز میں یہی کہتیں۔ ''ڈک ابھی اور امتیاز حاصل کریں گے!''

اس بات کوختم کرنے سے قبل ایک اور موضوع کا ذکر ضروری ہے۔ جب میرے ڈاکٹر کے یہاں جانے کا سلسلہ چل ہی رہا تھا، میں نے دیکھا کہ قاصد روزآنہ یورایاہیپ کے لیے دو تین خطوط لے آتا جو اس وقت تک ہائی گیٹ میں ہی رہا جب تک کہ بقیہ لوگ واپس نہیں چلے گئے۔ یہ آرام کرنے کا وقفہ ہونے کے ناتے، اور خطوط مسٹر مکابر ہمیشہ پیشہ ورانہ انداز میں بھجوایا کرتے تھے، جواب اپنے کام میں منجھ چکے تھے، مجھے یہ سوچ کر خوشی ہو رہی تھی کہ مسٹر مکابر ٹھیک جا رہے تھے جس کے نتیجے میں اس وقت ان کی نیک بیوی کا لکھا ہوا یہ خط پا کر مجھے بہت زیادہ حیرت ہوئی:

کینٹر بری، دوشنبے کی شام

اس خط کو پا کر تمھیں یقیناً حیرت ہوگی میرے عزیز کاپر فیلڈ۔ اس سے بھی زیادہ حیرت خط کا مضمون پڑھنے کے بعد ہوگی۔ اس سے بھی زیادہ حیرت اس اعتماد کے لیے ہوگی جو میں تم پر تھوپ رہی ہوں۔ لیکن ایک بیوی اور ماں کی حیثیت سے میرے احساسات راحت کے طلب گار ہیں اور جیسا کہ میں اپنے خاندان والوں سے صلاح مشورہ نہیں کرنا چاہتی (مسٹر مکابر کے احساسات سے پہلے ہی پریشان ہوں) میں کسی اور ایسے شخص کو نہیں جانتی جس سے میں مشورہ لے سکوں بجز اپنے خیر خواہ اور سابق کرائے دار کے۔

تمھیں معلوم ہوگا میرے عزیز کاپر فیلڈ، کہ میرے اور مسٹر مکابر (جنھیں میں کبھی نہیں چھوڑوں گی) کے مابین ہمیشہ آپسی اعتماد قائم رہا ہے۔ ہوسکتا ہے مسٹر مکابر نے کبھی میرے مشورے کے بغیر کوئی پیش نامہ (بقایے کی ادائیگی کے بارے میں) دے دیا ہو یا مجھے یہ غلط بتایا ہو کہ پیش نامے کی مدت کب پوری ہوگی۔ ایسا واقعی ہوا ہے لیکن عام طور سے، مسٹر مکابر نے اپنے محبت بھرے دل میں کوئی بات کسی سے چھپا کر نہیں رکھی ——— میں کنایتاً ان کی بیوی کے لیے کہہ رہی ہوں۔ اور جب ہم سونے کے لیے جاتے تو وہ دن بھر کی باتیں یاد کر کر کے بتایا کرتے تھے۔

تم خود تصوّر کر سکتے ہو میرے عزیز کاپر فیلڈ، کہ میرے جذبات کو کیسی ٹھیس لگ رہی ہوگی جب میں تمھیں بتا رہی ہوں کہ مسٹر مکابر یکسر بدل گئے ہیں۔ وہ اب بہت کم بولتے ہیں۔ بہت سی باتیں مجھ سے چھپانے لگے ہیں۔ ان کی زندگی ان کی خوشیوں اور غموں کی ساتھی کے لیے ایک معمہ بن گئی ہے ———میں پھر کنایتاً ان کی بیوی کے لیے کہہ رہی ہوں

——— اور اگر میں تمھیں یقین دلا سکوں کہ صبح سے رات تک ان کا وقت دفتر میں ہی گذر جاتا ہے اور میں اب اس کے بارے میں کچھ نہیں جان پاتی ہوں۔

''بس اتنے پر ہی بات ختم نہیں ہے۔ مسٹر مکابر روکھے اور تیکھے ہو گئے ہیں۔ وہ بہت سخت ہو چکے ہیں۔ وہ اب ہمارے بڑے بیٹے، بیٹی سے بات ہی نہیں کرتے، اب ان کو اپنے جڑواں بچوں پر ذرا بھی فخر نہیں رہ گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس بے ضرر اجنبی کو بھی سرد مہری کی نظر سے دیکھتے ہیں جو پچھلے دنوں ہمارے حلقے کا رکن بنا ہے۔ گھر کے ضروری اخراجات پورے کرنے کے لیے ان سے بڑی مشکل سے پیسے مل پاتے ہیں اور بھیانک خطرے کے ساتھ کہ وہ اپنا کام تمام کر لیں گے (بالکل یہی الفاظ کہتے ہیں) اور وہ اپنی اس بدلی ہوئی پالیسی کی وضاحت کرنے سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔

یہ سب برداشت کر پانا بہت مشکل ہے۔ یہ دل توڑ دینے والا ہے۔ اگر تم میری کمزور حالت کو جانتے ہوئے مجھے مشورہ دو گے کہ اس مشکل سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے، تو تم مجھ پر اپنے پچھلے دوستانہ احسانات میں ایک اور احسان کا اضافہ کر دو گے۔ بچوں اور خوشی سے بے خبر اجنبی (نوزائیدہ) کی جانب سے پیار کے ساتھ پیارے کاپر فیلڈ، میں ہوں۔

تمھیں تکلیف دینے والی

''ایما مکابر''

میں نے مسز مکابر جیسی تجربہ کار بیوی کو اس کے علاوہ کوئی اور مشورہ دینا مناسب نہ سمجھا کہ صبر اور رحم دلی کے ساتھ (جیسا کہ میں جانتا تھا کہ وہ ایسا ہی کریں گی) مسٹر مکابر کو پھر اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کریں، لیکن اس خط نے مسٹر مکابر کے بارے میں مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

●●●

باب 43

گذرے زمانے پر پھر ایک نظر

ایک بار پھر رک کر مجھے اپنی زندگی کے یادگار لمحوں کی یاد تازہ کر لینے دیجیے۔ مجھے ایک کنارے کھڑے ہو کر ان دنوں کی خیالی تصویروں کو سائے کی طرح جلوس کی شکل میں، خود میرے سائے کو ساتھ لیے، گذرتے ہوئے دیکھنے دیجیے ــــ

ہفتے، مہینے اور موسم، ایک ایک کر کے گذرتے جا رہے ہیں۔ یہ گرمیوں کے دن اور سردیوں کی شام جیسے معلوم ہو رہے ہیں۔ اب کامنس، جہاں میں ڈورا کے ساتھ ٹہلا کرتا ہوں، عنفوانِ شباب پر ہے، چمکتے سونے کے میدان جیسا، اور پھر کی جھاڑیاں خاک کے تودوں میں اور ٹہنیاں برف سے ڈھک گئی ہیں۔ اتوار کو جب ہم ٹہلتے ہوئے یہاں سے گذرتے ہیں تو ندی کا پانی سورج کی تیز روشنی میں خوب چمکتا ہے اور سردی کی تیز ہوا اس میں تموج پیدا کر دیتی ہے یا برف کی پرتیں اس پر جمتی جاتی ہیں۔ ندی پہلے سے تیز سمندر کی جانب بہنے لگتی ہے، پانی خوب چمکتا اور بہتا جاتا ہے۔

چڑیوں جیسی چھوٹی دو منحنی خواتین کے گھر میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوتی۔ آتش دان کی تختی پر رکھی گھڑی اب بھی اسی طرح ٹک ٹک کرتی رہتی ہے اور ہال میں بادنما اب بھی ویسے ہی جھول رہا ہے۔ نہ گھڑی اور نہ بادنما نے کبھی صحیح طور پر کام کیا ہے لیکن ہم لوگ دونوں کو صحیح

سمجھ کر دیکھا کرتے ہیں، بڑی عقیدت مندی سے۔

قانونی طور پر اب میں آدمی (بالغ) ہو چکا ہوں۔ میں نے اکیس سال کا ہو جانے کا وقار حاصل کر لیا ہے۔ لیکن یہ اس قسم کا وقار ہے جیسے یہ کسی پر تھوپ دیا گیا ہو۔ مجھے سوچنے دیجیے کہ میں نے کیا کیا حاصل کیا ہے اب تک ——

میں نے اس خطرناک اسٹینوگرافی پر قدرت حاصل کر لی ہے۔ اب اس کے ذریعے میری معقول آمدنی ہو جاتی ہے۔ اس فن میں بہت زیادہ دلچسپی لینے کے سبب اب مجھے کافی شہرت مل چکی ہے اور میں ایک روز نامے کے لیے پارلیمان کی رپورٹنگ کرنے والے گیارہ دیگر صحافیوں میں شامل ہو جاتا ہوں۔ رات کے بعد دوسری رات، میں ایسی پیشین گوئیاں درج کرتا رہتا ہوں جو کبھی سچ ثابت نہیں ہوتیں۔ ایسے وعدے جو کبھی پورے نہیں کیے جاتے ہیں۔ ایسی ایسی وضاحتیں جو معاملے کو اور الجھا دیتی ہیں۔ میں الفاظ سے کھیلتا ہوں —— برطانیہ، اس بدقسمت عورت جیسی ہے جو ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہتی ہے جو دفتری قلموں سے کباب سیخ کی طرح پرو دیا گیا ہے اور جو سر سے پیر تک لال فیتے سے بندھا ہے۔ میں سیاسی زندگی کا ماحصل اچھی طرح سمجھ جاتا ہوں۔ میں اس کے لیے خود کو بالکل کافر جیسا سمجھتا ہوں اور اس پر کبھی ایمان نہیں لاؤں گا۔

میرے پیارے دوست ٹریڈلس نے بھی اسی لائن میں قسمت آزمائی کی لیکن یہ اس کے مزاج کا کام نہیں ہے۔ وہ اپنی ناکامیوں کا مکمل اعتراف کرتا ہے اور مجھے یاد دلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ خود کو سست رو سمجھتا رہا ہے۔ اسے اسی اخبار میں کبھی کبھی کام مل جاتا ہے۔ وہ خشک موضوعات پر معلومات یکجا کرتا ہے جسے اس سے زیادہ تخلیقی ذہن رکھنے والے دلچسپ انداز میں لکھ دیتے ہیں۔ وہ بار میں بلایا جاتا ہے اور وہاں سو پونڈ اور پیدا کر لیتا ہے، ایک نقل نویس کی فیس دینے کے لیے جس کے دفتر میں بیٹھ کر وہ کام کرتا ہے۔ جب بار میں اسے بلایا گیا تو یار لوگوں نے اچھی والی شراب خوب جم کر پی اور اس کی آمدنی کے پیشِ نظر مجھے سمجھنا چاہیے کہ انرٹمپل نے اس سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔

اب میں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے۔ میں نے ڈرتے کانپتے تصنیف کا کام اپنا لیا ہے۔ میں نے چھپا کر ایک مختصر سا ''کچھ'' لکھا اور اسے ایک رسالے کو ارسال کر دیا اور یہ اس

رسالے میں چھپ گیا۔ تب سے میں نے متعدد مضامین لکھنے میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا۔ اب ان مضامین کے لیے مجھے برابر معاوضہ ملتا رہتا ہے۔ مجموعی طور پر اب میری پوزیشن بہت اچھی ہے۔ جب میں اپنی آمدنی بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر بتانے لگتا ہوں تو میں تیسری انگلی کو پار کرتے ہوئے چوتھی انگلی کی بیچ والی لکیر تک پہنچ جاتا ہوں۔ (یعنی میری معاشی حالت اب بدرجہا بہتر ہے)

اب ہم بکنگھم اسٹریٹ سے اٹھ کر ایک خوش نما چھوٹے سے بنگلے میں آ گئے ہیں جو اس مقام سے بہت قریب ہے جہاں میں نے پہلی بار جوش میں آنے پر رہنے کی تمنا کی تھی۔ میری دادی بہرحال (جنھوں نے بہتری کے لیے دور والا اپنا بنگلہ فروخت کر دیا ہے) میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں بلکہ قریب ہی کے ایک اور چھوٹے بنگلے میں چلی جائیں گی۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ میری شادی؟ ہاں!

ہاں! ڈورا کے ساتھ میری شادی ہونے جا رہی ہے! مس لوینیا اور مس کلیریسا نے اپنی منظوری دے دی ہے۔

مس لوینیا جنھوں نے میری دلاری کے لباس تیار کرانے کی ذمہ داری لے لی ہے، مستقلاً بادامی کاغذ کاٹ کر ایک بہت اعلیٰ درزی سے برابر بحث کرنے میں مصروف نظر آتی ہیں۔ درزی اپنی بغل میں ایک لمبا بنڈل اور گز دبائے رہتا ہے، ایک پوشاک تیار کرنے والی ہمیشہ اپنے سینے میں دھاگہ پڑی سوئی گھونپے رہتی ہے جو اب مستقلاً اسی گھر میں رہنے لگی ہے اور کھاتے پیتے اور سوتے کسی بھی وقت اپنی انگلی سے انگشتانہ (چھلا) اتارتی نہیں۔

وہ لوگ میری پیاری ڈورا کو ناپ کے لیے بار بار پریشان کرتے ہیں۔ وہ برابر اسے بلواتے رہتے ہیں کہ وہ آ کر فلاں چیز ناپ لے۔ ہم دونوں شام کو پانچ منٹ تک بھی ہنسی خوشی بیٹھ نہیں پاتے، کوئی نہ کوئی عورت دخل اندازی کرتی ہوئی دروازے پر دستک دے دیتی ہے اور کہتی ہے "ارے سن رہی ہیں مس ڈورا، برائے مہربانی آپ ذرا دیر کے لیے اوپر آ جائیے!"

مس کلیریسا اور میری دادی ڈورا اور میرے لیے فرنیچر دیکھنے کے لیے پورے لندن کا چکر لگا رہی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے بہتر ہوگا کہ اس طرح کے معائنے کے بغیر ہی فوراً سامان خرید

لیں۔ کیونکہ جب ہم باورچی خانے کے لیے کوئی سامان دیکھنے جاتے ہیں تو ڈورا جپ کے لیے ایک چینی مکان دیکھنے لگتی ہے، جس کے اوپر چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں لگی ہوئی ہیں اور اسی کو ترجیح دینے لگتی ہے اور جب ہم اس کو خرید لیتے ہیں تو جپ کو اپنی نئی رہائش گاہ سے مانوس ہونے میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ جپ جب بھی اس میں داخل ہوتا ہے، یا باہر نکلتا ہے تو ساری گھنٹیاں بج اٹھتی ہیں جس سے وہ خاصا ڈر جاتا ہے۔

پیگٹی اپنی خدمات پیش کرنے آتی ہے اور آتے ہی کام میں جٹ جاتی ہے۔ اس کا کام، لگتا ہے، یہی ہے کہ وہ ہر چیز کو بار بار صاف کرتی رہے۔ وہ ہر اس چیز کو جو رگڑی جا سکتی ہے، اس وقت تک رگڑتی رہتی ہے جب تک کہ وہ اس کی کھری پیشانی کی طرح چمکنے نہ لگے اور اب میں اس کے تنہا بھائی کو رات کو ان اندھیری گلیوں سے گذرتے دیکھتا ہوں اور جاتے ہوئے وہ ہر آنے جانے والے کے چہرے کی طرف دیکھتا جاتا ہے۔ ایسے وقتوں میں میں اس سے کبھی نہیں بولتا۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ گمبھیر شخص گذرتے ہوئے کیا تلاش کرتا رہتا ہے اور اسے کیا کیا ڈر لگا رہتا ہے۔

آج سہ پہر جب ٹریڈلس مجھ سے کامنس میں ملا تو وہ اتنا اہم کیوں لگ رہا ہے۔ کامنس جہاں اب بھی میں کبھی کبھی جاتا رہتا ہوں، فارم لینے کے لیے، میرے پاس وقت کہاں رہتا ہے؟ میرے لڑکپن کے خواب حقیقت میں بدلنے ہی والے ہیں۔ میں شادی کا لائسنس لینے جا رہا ہوں۔

یہ ایک ادنیٰ سی دستاویز ہے جس کے لیے اتنا کچھ کرنا پڑتا ہے اور ٹریڈلس ایسا ظاہر کرتا ہے جیسے یہ میرے ڈسک پر پڑی ہو، نصف توصیف کے طور پر، نصف رعب جمانے کے لیے۔ تصور میں دو نام لکھے دکھائی دے رہے ہیں، ڈیوڈ کاپرفیلڈ اور ڈورا اسپنلو، اور وہ کونے میں اسٹامپ آفس ہے، جو انسانی زندگی کے مختلف معاملات میں اتنے شفیقانہ طور سے دلچسپی لیتا ہے، اور وہاں کینٹربری کے لاٹ پادری ہیں جو ہمیں لکھ کر شادی کی دعائیں دے رہے ہیں، اتنے فرسودہ طریقے سے جتنے کی امید کی جا سکتی ہو۔

پھر بھی میں خواب دیکھ رہا ہوں، نیم مدہوشی کے عالم میں، خوشی کے سپنے۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ ایسا ہونے جا رہا ہے، اس کے باوجود مجھے یقین رہتا ہے کہ گلی میں جو بھی میرے پاس

سے گذرتا ہے، اسے کسی نہ کسی طرح سے یہ گمان گذرتا ہے کہ پرسوں میری شادی ہونے جارہی ہے۔ نائب بشپ مجھے جانتا ہے، جب میں اس کے پاس حلف لینے جاتا ہوں تو وہ میری جلدی سے چھٹی کردیتا ہے، گویا کہ ہم دونوں کے مابین پہلے سے یہ طے رہا ہو۔ ٹریڈلس کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ میرا ساتھ دینے کے لیے کھڑا ہے۔

''مجھے امید ہے کہ اگلی بار تم اس کام کے لیے یہاں آؤ گے میرے پیارے ساتھی۔'' میں ٹریڈلس سے کہتا ہوں۔ ''میں تمھارے لیے یہاں پھر آؤں گا اور امید ہے کہ وہ وقت جلد ہی آئے گا۔''

''تمھاری نیک تمناؤں کے لیے شکریہ میرے پیارے کاپر فیلڈ۔'' وہ جواب دیتا ہے ''میں بھی ایسی ہی امید کرتا ہوں۔ یہ جان کر اطمینان رہتا ہے کہ وہ کسی بھی مدت تک میرا انتظار کرتی رہے گی اور وہ واقعی سب سے پیاری لڑکی ہے۔''

تم اس سے گاڑی پر کب مل رہے ہو؟'' میں پوچھتا ہوں۔

''سات بجے'' ٹریڈلس بتاتا ہے، اپنی سادہ نقرئی گھڑی دیکھتے ہوئے — وہی گھڑی جس میں سے اس نے اسکول میں ایک پہیہ نکال لیا تھا پانی کی چکی بنانے کے لیے۔ ''وہ تو مس وک فیلڈ کا وقت ہے، ہے کہ نہیں؟''

''اس سے تھوڑا پہلے۔ ان کا وقت ساڑے آٹھ بجے ہے۔''

''میں تمھیں یقین دلاتا ہوں۔'' ٹریڈلس کہتا ہے ''میں قریب قریب اتنا ہی خوش ہوں جیسے کہ خود میری شادی ہونے جارہی ہے، یہ سوچ کر کہ یہ کام اتنی ہنسی خوشی انجام پانے جارہا ہے اور واقعی سوفی کو اس پرمسرّت موقعے میں شامل کرکے تم دوستی کا جیسا حق ادا کررہے ہو اور ایگنیز کے ساتھ ساتھ اسے بھی دلہن کی سہیلی کا رول دینے کے لیے لازم ہے کہ میں تہہ دل سے تمھارا شکریہ ادا کروں، مجھے اس کا اچھی طرح احساس ہے۔''

میں اس کی باتیں سنتا ہوں اور اس سے ہاتھ ملاتا ہوں اور پھر ہم باتیں کرتے ہیں، ٹہلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن مجھے اس پر یقین نہیں آتا۔ کسی چیز میں سچائی نہیں لگتی۔

سوفی مقرّرہ وقت پر ڈورا کی پھوپھیوں کے گھر پہنچتی ہے۔ وہ خاصی قبول صورت ہے — بہت زیادہ خوبصورت نہیں، لیکن غیر معمولی زندہ دل — ایسی ملنسار، بے تکلف اور خوش

مزاج لڑکی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ٹریڈلس اسے ہم لوگوں سے بڑے فخر سے ملواتا ہے اور گھڑی دیکھ کر دس منٹ تک ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے، سر کا ہر بال جیسے پنجے کے بل کھڑا ہو جاتا ہے جب میں ایک گوشے میں لے جا کر اسے اس کی پسند کی داد دیتا ہوں۔

میں ایگنیز کو کینٹر بری کوچ سے اتار کر لایا ہوں اور اس کا ہشاش بشاش حسین چہرہ دوسری بار ہمارے درمیان تھا۔ ایگنیز ٹریڈلس کو بہت پسند کرتی ہے اور جب ٹریڈلس دنیا کی سب سے پیاری لڑکی کے قریب ہونے پر جس طرح خوشی کا اظہار کرتا ہے دیکھتے ہی بنتا ہے۔

اب مجھے ان سب باتوں پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ شام ہم نے شاندار طریقے سے بہت خوشی سے گذاری لیکن مجھے اب بھی اس پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا۔ میں اپنی خوشی روک نہیں سکتا۔ میں دھند اور افراتفری جیسی حالت محسوس کرتا ہوں جیسے میں ایک یا دو ہفتے قبل بہت سویرے جاگ گیا ہوں اور تب سے پھر بستر پر نہیں گیا۔ میں نہیں بتا سکتا کہ کل کب تھا۔ لگتا ہے جیسے میں شادی کا لائسنس جیب میں لیے پھر رہا ہوں، کئی مہینے سے۔

دوسرے دن بھی، جب ہم سب ساتھ ساتھ گھر دیکھنے جاتے ہیں۔ ہمارا گھر۔ ڈورا کا اور میرا۔ تو میں خود کو اس گھر کا مالک ــــ بالکل نہیں سمجھ پاتا ــــ لگتا ہے جیسے میں وہاں کسی اور کی اجازت سے گیا ہوں۔ مجھے کچھ کچھ لگتا ہے جیسے ابھی گھر کا اصل مالک آئے گا اور مجھ سے کہے گا کہ مجھ سے مل کر اسے خوشی ہوئی۔ یہ چھوٹا سا گھر اتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔ اس کی ہر چیز نئی ہے اور چمک رہی ہے، قالین پر بنے پھول، معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی تازہ توڑ کر لائے گئے ہیں، اور کاغذ پر بنی ہری پتیاں جیسے ابھی ابھی شاخوں میں نکلی ہوں۔ صاف ستھرا بے داغ پردا، گلابی رنگ کا چمکتا فرنیچر، ڈورا کی باغ میں پہننے والی ہیٹ جس میں نیلا فیتہ لگا ہوا ہے۔ کیا اب میں یاد کر رہا ہوں کہ اسی طرح کی دوسری ہیٹ لگائے ہوئے پہلی ملاقات میں وہ مجھے کتنی اچھی لگی تھی! ــــ ٹوپی پہلے سے ہی چھوٹی سی کھونٹی پر ٹنگی ہوئی، گیٹار کیس ایک کونے میں سلیقے سے رکھا ہوا اور ہر شخص جپ کے چینی گھر پر گرتا پڑتا، جو اس مکان کی مناسبت سے کافی بڑا ہے۔

دوسری شاد کام شام بالکل اسی طرح غیر حقیقی جیسے کہ باقی شامیں، اور میں باہر جانے سے قبل اس مخصوص کمرے میں چپکے سے چلا جاتا ہوں، ڈورا وہاں نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اس

کی پوشاک ناپنے کا سلسلہ ان لوگوں نے نہیں شروع کیا ہے۔ مس لوینیا باہر سے جھانکتی ہیں اور مجھ سے پراسرار طریقے سے بتاتی ہیں کہ اسے آنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اسے دیر ہو چکی ہے، اس کے باوجود، لیکن رفتہ رفتہ میں دروازے پر سرسراہٹ سنتا ہوں اور کوئی پیر پٹکتا ہے۔

میں کہتا ہوں "آ جاؤ!" لیکن کوئی پھر پیر پٹکتا ہے۔

میں یہ دیکھنے کے لیے دروازے پر جاتا ہوں کہ آخر یہ ہے کون، وہاں میں دو چمکتی آنکھیں اور شرماتا چہرہ دیکھتا ہوں، یہ ڈورا کی آنکھیں اور چہرہ ہیں اور مس لوینیا نے اسے کل والا لباس اور ٹوپی وغیرہ پہنا رکھا ہے، مجھے دکھانے کے لیے۔ میں اپنی ننھی بیوی کو سینے سے لگا لیتا ہوں اور مس لوینیا چیخ سی پڑتی ہیں کیونکہ میں نے ٹوپی گرا دی ہے اور ڈورا ہنستے ہوئے فوراً چلا اٹھتی ہے، کیونکہ میں اتنا زیادہ خوش ہو جاتا ہوں، اور میں اس پر پہلے سے بھی کم یقین کرتا ہوں۔

"تمھیں دلکش لگ رہا ہے یہ ڈوڈی؟" ڈورا پوچھتی ہے۔

دلکش! مجھے سمجھنا چاہیے کہ یہ دلکش لگ رہا ہے۔

"کیا تمھیں پکا یقین ہے کہ تم مجھے بہت پسند کرتے ہو؟" ڈورا کہتی ہے۔

یہ موضوع اس کی ٹوپی کے لیے اتنا پرخطر ہے۔ مس لوینیا پھر چیخ پڑتی ہیں اور مجھے سمجھانے کی کوشش کرتی ہیں کہ اس وقت ڈورا کو صرف دیکھا جا سکتا ہے، کسی بھی حالت میں چھوا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا ڈورا ایک یا دو منٹ تک خوشی سے، گھبراہٹ میں وہیں کھڑی رہ جاتی ہے، تاکہ اس کے لباس کی تعریف کی جا سکے اور پھر اپنی ٹوپی اٹھا لیتی ہے ـــــ ٹوپی پہنے بغیر اتنے فطری انداز میں نظر آتی ہے! ـــــ اور ٹوپی ہاتھ میں لیے ہوئے بھاگ جاتی ہے اور پھر اپنے معمول والے لباس میں ناچتی ہوئی پھر آتی ہے اور جیپ سے پوچھتی ہے کہ کیا مجھے ایک ننھی خوبصورت بیوی مل گئی ہے اور کیا شادی کر لینے کے لیے وہ اسے معاف کر دے گا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھانا پکانے والی کتاب پر اپنی اکیلی زندگی میں آخری بار اسے دو ٹانگوں پر کھڑا کرتی ہے۔

میں ہمیشہ سے زیادہ ان سب باتوں پر یقین نہ کرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ پر چلا جاتا ہوں جو قریب ہی ہے، اور صبح بہت سویرے اٹھ جاتا ہوں، ہائی گیٹ جا کر اپنی دادی کو لانے کے لیے۔

میں نے اپنی دادی کو ایسی حالت میں کبھی نہیں دیکھا ہے۔ وہ لونڈر رنگ کے سلک کے

کپڑوں میں ملبوس ہیں اور سفید ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔ وہ بے حد اچھی لگ رہی ہیں۔ جینٹ نے انھیں تیار کرایا ہے اور اب مجھے دیکھنے آئی ہے۔ پیگٹی گرجا جانے کے لیے تیار ہے، اس ارادے سے کہ وہ گیلری سے شادی کی تقریبات دیکھے گی۔ مسٹر ڈک جنھیں عقد کے بعد میری پیاری ڈورا کو مجھے سونپنا ہے، انھوں نے اپنے بال گھنگھرالے بنا رکھے ہیں۔ ٹریڈلس کریم کلر اور ہلکے نیلے لباس میں بہت شاندار لگ رہا ہے اور دونوں کو، اسے اور مسٹر ڈک کو اپنی اس تیاری کا پورا پورا احساس بھی ہے۔

بلا شبہ میں یہ دیکھ رہا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایسا ہو رہا ہے، لیکن میں رہ رہ کر جیسے غافل سا ہو جاتا ہوں اور لگتا ہے کہ میں کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں اور نہ ہی کسی چیز پر مجھے یقین ہی آرہا ہے، جو کچھ بھی ہو رہا ہو پھر بھی، جب ہم کھلی گاڑی میں گرجا کے لیے جا رہے ہیں، یہ پریوں کی شادی مجھ میں یہ حیرت انگیز ترس کا جذبہ بھر دینے کے لیے کافی ہے کہ میں ان بدقسمت لوگوں پر ترس کھاتا چلوں کہ اس انوکھی شادی میں ان کا کچھ کام ہی نہیں ہے اور وہ اپنی اپنی دکانوں میں جھاڑ و لگا رہے ہیں اور اپنے روزمرّہ کے کاموں میں مصروف ہونے جا رہے ہیں۔

دادی پورے راستے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھی رہیں۔ جب ہم گرجا سے کچھ پہلے پیگٹی کو گاڑی سے اتارنے کے لیے رکے، جسے ہم کوچوان کی پشت والے بکس پر بٹھا کر لائے تھے، تو میری دادی میرا ہاتھ زور سے دبا دیتی ہیں اور مجھے پیار کر لیتی ہیں۔

''خدا تمھیں خوش رکھے، ٹراٹ! میرا اپنا بیٹا بھی مجھے تم سے زیادہ پیارا نہ ہوتا۔ آج مجھے پیاری بچی بے چاری کا خیال آرہا ہے۔''

''مجھے بھی یاد آرہی ہے، اور آپ نے میرے ساتھ جتنا کچھ کیا، وہ بھی یاد آرہا ہے پیاری دادی!''

''ہش، بچے!'' میری دادی کہتی ہیں اور جذبات سے مغلوب ہو کر اپنا ہاتھ ٹریڈلس کے ہاتھ میں دے دیتی ہیں، جو تب اپنا ہاتھ مسٹر ڈک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے، جو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور میرا ہاتھ ٹریڈلس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں اور پھر ہم گرجا گھر کے دروازے پر آتے ہیں۔

گرجا گھر میں خاصی خاموشی ہے، مجھے یقین ہے، لیکن جیسے دخانی طاقت (جس سے اسٹیم

انجن چلتے ہیں) مجھ میں پوری طرح بھر گئی ہو اور مجھ پر نشے کا سا عالم طاری ہو گیا۔ میں بہت آگے جا چکا ہوں۔

باقی کم و بیش ایک نہ سمجھ میں آنے والے خواب جیسا ہے۔

ان لوگوں کا ڈورا کو لے کر اندر آنے کا خواب، ہم لوگوں کے لیے مخصوص نشستوں کے انتظام کیے جانے کا خواب جیسے ڈرل سرجنٹ سب کو ہدایات دے رہا ہو قربان گاہ (جہاں عقد کی رسم ادا کی جاتی ہے) کی باڑ کے پاس، میرے حیرت میں پڑ جانے کا خواب کہ نشستیں کھولنے والی ہمیشہ بے حد ناپسندیدہ عورتیں ہی کیوں ہوا کرتی ہیں۔

خواب، پادری، اور کلرک کا، کچھ ملاحوں کا اور کچھ لوگوں کے وہاں ٹہلتے رہنے کا، میرے پیچھے ایک بوڑھے ملاح کے کھڑے رہنے کا گرجا کو رم سے مہکاتے ہوئے، گمبھیر آواز میں عبادت کی شروعات کا، جسے ہم سب بڑے دھیان سے سن رہے ہیں۔

خواب مس لوینیا کا، جو دلہن کی نیم سہیلی کے روپ میں کام کر رہی ہیں اور سب سے پہلے چلاتی ہیں، اور ان کا سسکتے ہوئے (جیسا کہ میں سمجھ رہا ہوں) پیجر کی یاد کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کا، مس کلیریسا کے ایک شیشی سے خوشبو لگانے کا، ایگنیز کے ڈورا کا خیال رکھنے کا، دادی کا خود کو سخت گیری کے نمونے کے طور پر پیش کرنے کا، چہرے پر آنسو بہاتے ہوئے، ننھی ڈورا کے بہت زیادہ لرزنے کا، اور سرگوشی کے انداز میں جواب دینے کا۔

خواب، ہم لوگوں کے ساتھ ساتھ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جانے کا، ڈورا کا لرزنا رفتہ رفتہ کم ہونے کا، اور مستقلاً ایگنیز کا ہاتھ تھامے رہنے کا، بڑے سکون اور سنجیدگی کے ساتھ عبادت ہوتے رہنے کا، عبادت ختم ہونے پر ہم لوگوں کا ایک دوسرے کو مسکراہٹ اور آنسوؤں کے ساتھ دیکھنے کا، میری نوعمر بیوی کا گرجے کے توشہ خانے میں بے تحاشا چلا اٹھنے کا اور اپنے پاپا بے چارے، پیارے پاپا بے چارے کے لیے رونے پیٹنے کا۔

خواب، اس کے پھر خوش ہو جانے کا اور رجسٹر میں جگہ جگہ دستخط کرنے کا۔ میرا گیلری میں جا کر پیگٹی کو دستخط کرنے کے لیے لے آنے کا، ایک کونے میں پیگٹی کا مجھے تھپتھپا کر مبارکباد دینے کا اور اس کے یہ بتانے کا کہ اس نے میری پیاری ماں کی شادی ہوتے بھی دیکھا تھا، تقریب ختم

ہو جانے اور ہم لوگوں کے واپس جانے کا۔

اپنی پیاری بیوی کو اپنی بانہوں میں تھامے نششتوں کے درمیان سے بے حد فخر کے ساتھ نکلنے کا، نصف دیکھے ہوئے لوگوں کی دھند، منبر، یادگار عمارتوں، مخصوص نششتوں، حوضوں اور گرجا کی کھڑکیوں کو دیکھتے ہوئے، جن سے میرے بچپن کی پرانی یادیں وابستہ ہیں۔

لوگوں کے سرگوشیوں میں یہ کہنے کا، کہ ہمارا کتنا نوعمر جوڑا ہے اور وہ کتنی حسین ننھی بیوی ہے۔ گاڑی پر واپس جاتے ہوئے ہم لوگوں کا آپس میں اتنا زیادہ باتیں کرنے کا، سوفی کے یہ بتانے کا، کہ جب اس نے ٹریڈلس (جسے میں نے اپنی شادی کا لائسنس رکھے رہنے کے لیے دیا تھا) کو دیکھا تو فوراً اس کے بارے میں پوچھ لیا، وہ تقریباً بے ہوش سی ہوگئی، یہ سوچ کر کہ کہیں ٹریڈلس لائسنس گرا نہ دے یا اس کی جیب نہ کٹ جائے۔ ایگنیز کے خوشی سے ہنسنے کا اور ڈورا کے ایگنیز کی ایسی دلدادہ ہونے کا، وہ اس سے الگ ہونا ہی نہیں چاہ رہی ہے اور اب بھی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے ہے۔

ناشتے کا، جس میں کھانے پینے کی لذیذ اور مقوی چیزوں کی بھرمار ہے۔ میں بھی اس میں اسی طرح حصہ لیتا ہوں جیسا کہ مجھے کسی بھی اور خواب میں حصہ لینا چاہیے، ان چیزوں کے ذائقے کا پہلے سے ذرا بھی اندازہ نہ ہوتے ہوئے کھانا اور پینا، جیسا کہ میں کہہ سکتا ہوں، کچھ اور نہیں بلکہ صرف محبت اور شادی، اور کھانے پینے میں اتنا یقین رکھنا جتنا کہ کسی اور چیز میں نہیں۔

اس خوابیدہ کیفیت میں وہاں میرے تقریر کرنے کا، بغیر جانے ہوئے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس طرح تقریر کی گویا مجھے یقین ہے، کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ ہمارے بے حد خوش ہونے کا (اگرچہ ہمیشہ خواب میں) اور جپ کو شادی کا کیک کھاتے ہوئے اور بعد میں اسے پسند نہ کرتے ہوئے دیکھنے کا۔

کرائے کی بگھی کے گھوڑوں کے تیار ہونے کا، اور ڈورا کو وہاں سے جا کر اپنا لباس تبدیل کرنے کا، صرف میری دادی اور مس کلیریسا کا ہی میرے پاس رہ جانے کا، اور باغ میں ہمارے ٹہلنے کا، دادی جنھوں نے ناشتے کے دوران خاصی طویل تقریر کر ڈالی تھی، کا بہت زیادہ خوش ہو کر ڈورا کی پھوپھیوں کو چھو لینے کا لیکن انھیں اس پر قدرے غرور ہونے کا بھی۔

ڈورا کے تیار ہونے کا اور مس لوینیا کا اس کے آگے پیچھے لگے رہنے کا، اس افسوس کے ساتھ کہ اب ان کا یہ خوبصورت کھلونا (ڈورا) ان سے جدا ہو رہا ہے جس نے انھیں ایسی خوشگوار مصروفیت دے رکھی تھی۔ ڈورا کا ایک کے بعد ایک حیرت انگیز اطلاق کرتے رہنے کا کہ وہ ہر طرح کی ننھی چیزوں کو بھول چکی ہے اور ہر آدمی کا ہر جگہ ان چیزوں کو لینے کے لیے بھاگنے کا۔

تمام لوگوں کا ڈورا کے گرد جمع ہو جانا جب آخر میں وہ سب کو الوداع کہتی ہے، اپنے شوخ رنگ کے لباس اور ربن کے ساتھ دیکھتے ہوئے پھولوں کے بستر کی طرح اپنی پیاری ڈورا کا پھولوں سے تقریباً ڈھک جانا اور پھر پھولوں سے نکل کر ہنستے اور چلاّتے ہوئے میری حاسد بانہوں میں سما جانا۔

میرا جپ کو لے کر چلنے کی خواہش ظاہر کرنا (جسے ہمارے ساتھ جانا ہے) اور ڈورا کا کہنا، جپ کو اسے ہی لے کر چلنا چاہیے ورنہ وہ سوچے گا کہ ڈورا اب اسے بالکل نہیں پسند کرتی، اب اس نے شادی کر لی ہے، اور جپ کا دل ٹوٹ جائے گا۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہمارا جانا، اور ڈورا کا رک جانا اور پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے سب سے کہنا ''اگر میں کبھی کسی سے ذرا بھی غصہ ہوئی ہوں، یا کسی کے تئیں شکرگذار نہیں رہی ہوں تو اس کا خیال نہ کرنا!'' اور پھر اس کا بلک بلک کر رونے لگنا۔

اس کا اپنا ننھا ہاتھ ہلانا اور ایک بار پھر ہمارا دور ہو جانا، اس کا ایک بار پھر رک جانا اور پیچھے مڑ کر دیکھنا اور جلدی سے ایگنیز کے پاس پہنچ جانا اور ایگنیز کو آخری بوسہ دینا اور الوداع کہنا۔

ہم ساتھ ساتھ ہی بگھی پر چل رہے ہیں اور میں خواب سے جاگ اٹھتا ہوں۔ مجھے بالآخر اس پر یقین آ جاتا ہے۔ میری پیاری، بہت پیاری بیوی میری بغل میں ہے جسے میں اتنا زیادہ پیار کرتا ہوں!

''کیا اب تم خوش ہو، بدھولڑ کے؟'' ڈورا کہتی ہے ''اور مجھے پکا یقین ہے کہ تم پچھتا نہیں رہے ہو؟''

میں ایک طرف کھڑا ہو گیا ہوں، ان دنوں کی خیالی تصویریں اپنے پاس سے گذرتے ہوئے دیکھنے کے لیے! اب وہ گذر چکی ہیں اور میں اپنی کہانی کے سفر میں آگے بڑھتا ہوں۔

●●●

باب 44

ہماری گھر گرہستی

ہنی مون ختم ہونے اور ڈورا کی سہیلیوں کے چلے جانے کے بعد بڑا عجیب سا معاملہ ہو گیا جب میں اپنے چھوٹے سے گھر میں بیٹھا خود کو بالکل بیکار سا محسوس کرنے لگا، جیسا کہ میں کہہ سکتا ہوں، کہ پہلے جیسے لطف آ گئیں عشق کی مصروفیت کے مقابلے میں۔

ڈورا کو ہر وقت وہاں موجود دیکھنا اتنا غیر معمولی لگتا تھا۔ میں بتا نہیں سکتا کہ مجھے کیسا لگتا تھا بار بار ڈورا کو نہ دیکھنے جانا، اس کی یاد میں تڑپتے رہنے کا کوئی موقع نہ ملنا، اس کو خط نہ لکھنا۔ اس کے ساتھ تنہا کہیں رہنے اور طرح طرح کے منصوبے نہ بنانا اور موافقے کی تلاش میں نہ رہنا۔ شام کو کبھی کبھی لکھتے وقت جب میں سر اٹھاتا تو اس کو اپنے سامنے بیٹھی پاتا۔ میں کرسی پر پیچھے کی جانب جھک کر سوچنے لگتا کہ یہ کتنا عجیب ہے کہ ہم دونوں وہاں ہر وقت ساتھ رہتے ہیں —— اب ہم میں سے کسی ایک کو دوسرے کے لیے پریشان نہیں رہنا پڑتا تھا۔ ہماری ساری رومانی مصروفیات اب الماری میں بند ہو چکی تھیں، زنگ لگنے کے لیے۔ اب ہمیں بس ایک دوسرے کو خوش رکھنا تھا، زندگی بھر۔

جب ایک روز پارلیمان میں بحث بہت دیر تک چلتی رہ گئی اور گھر واپس آنے میں مجھے خاصی تاخیر ہو گئی تو مجھے بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا تھا گھر آتے وقت یہ سوچ کر کہ ڈورا گھر میں موجود ہے!

پہلے تو یہ مجھے اتنا زیادہ اچھا لگا جب میں کھانا کھانے لگا تو وہ دبے پاؤں مجھ سے بات

کرنے کے لیے میرے پاس آئی۔ یہ جان کر اتنا مزہ آیا کہ وہ اپنے بال کاغذ میں رکھ دیتی ہے۔ اسے ایسا کرتے دیکھ کر ایسی حیرت انگیز خوشی ہوتی تھی!

مجھے اس میں شبہ ہے کہ ہم دونوں جیسا کوئی اور نوعمر جوڑا (میاں بیوی) گھر گرہستی کے بارے میں اتنا جانتا رہا ہوگا جتنا ڈورا اور میں جانتا تھا۔ یقیناً ہمارے پاس ایک ملازمہ بھی تھی۔ وہ ہمارے گھر کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ میں اب بھی کچھ کچھ مانتا ہوں کہ وہ مسز کرپ کی بیٹی جیسی ہی تھی کیونکہ اس میری این (Mary-Anne) سے اکثر ہمیں الجھنا پڑتا تھا۔

اس کا پکارنے کا نام پیراگان (Paragon) تھا۔ جب ہم نے اسے اپنے یہاں رکھا تب اس کا مزاج ہم پر عیاں ہوا، جو کسی حد تک اس کے نام (مجموعۂ کمالات) سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ وہ کیا کیا کر سکتی تھی اسے اس نے لکھ رکھا تھا اور یہ دستاویز اتنی ہی لمبی چوڑی تھی جتنے کے اس کے دعوے، اور اس دستاویز کے مطابق وہ گھریلو قسم کا ایسا ہر کام کر سکتی تھی جس کے بارے میں میں نے سن رکھا تھا اور بہت سے ایسے کام بھی تھے جن کے بارے میں میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ وہ ابھی عالم شباب میں تھی اور بڑی کریہہ شکل وصورت رکھتی تھی اور جسم، بالخصوص بانہیں جیسے آگ سے جھلسی ہوئی سی لگتی تھیں۔ اس کے رشتے کا ایک بھائی شاہی سواروں کے دستے (Life Guards) میں تھا جس کی ٹانگیں اتنی لمبی تھیں کہ وہ سہ پہر کے وقت کسی اور کی پرچھائیں جیسا لگتا تھا۔ اس کا کوٹ اس کے حساب سے اتنا چھوٹا تھا جیسے اس کی جسامت گھر کے لیے بہت بڑی تھی۔ اس کے اتنے غیر متناسب ہونے کی وجہ سے یہ گھر اس سے چھوٹا لگنے لگتا، جو کہ واقعی تھا۔ اس کے علاوہ گھر کی دیواریں زیادہ موٹی نہیں تھیں اور وہ جب بھی شام ہمارے گھر میں گذارتا تو ہمیں باورچی خانے میں اس کے مستقلاً بڑبڑاتے رہنے کی وجہ سے اس کی موجودگی کا علم ہوتا رہتا تھا۔

ہمارا پیسہ بہت محنت اور ایمانداری کا تھا۔ لہٰذا مجھے یقین ہے کہ جب ہم اسے بوائلر (پانی گرم کرنے کا برتن) کے نیچے پاتے تو جیسے اس پر دورہ سا پڑ جاتا اور چمچے تو کوڑا اٹھانے والے کی نذر ہوتے ہی رہتے تھے۔

لیکن اس کا خوف ہم پر چھایا رہتا۔ ہمیں اپنی ناتجربہ کاری کا احساس رہتا اور اس کے بغیر ہمارا کام نہ چل پاتا۔ ہم اس کے رحم وکرم پر رہتے، اگر اس کے پاس ذرا بھی رحم ہوتا۔ لیکن وہ بڑی

بے درد عورت تھی اور اس میں رحم ذرا بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ ہی ہمارے مابین پہلے معمولی سے جھگڑے کا سبب بنی۔

''میری پیاری بیوی!'' میں نے ایک دن ڈورا سے کہا ''کیا تم سمجھتی ہو کہ میری اینی کو وقت کا ذرا بھی احساس ہے؟''

''کیوں، ڈوڈی؟'' ڈورا نے ڈرائنگ بناتے ہوئے میری طرف دیکھ کر معصومیت سے پوچھا۔

''جانِ من، اس لیے کہ پانچ بج چکے ہیں اور ہمیں چار بجے ہی کھانا کھا لینا تھا۔''

ڈورا نے گھڑی کی جانب دیکھا اور کہا کہ اس نے سمجھا کہ گھڑی بہت تیز چل رہی ہے۔

''اس کے برخلاف جانِ جگر'' میں نے اپنی کلائی کی گھڑی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ''یہ بہت دھیمی چل رہی ہے۔''

میری ننھی بیوی آ کر میرے گھٹنے پر بیٹھ گئی تاکہ مجھے پرسکون ہو جانے کے لیے بہلا سکے اور اس نے اپنی پنسل سے میری ناک کے وسط میں ایک لکیر کھینچ دی لیکن میں اسے مٹا نہ سکا کیوں کہ وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''کیا تم نہیں سمجھتیں کہ تمھیں میری اینی کو اس کے لیے کچھ کہنا سننا چاہیے؟''

''ارے نہیں، نہیں! میں اس سے کچھ نہیں کہہ سکتی ڈوڈی!'' ڈورا نے جلدی سے کہا۔

''کیوں نہیں، جانِ عزیز؟'' میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''آئیں، اس لیے کہ میں اتنی مختصر سی ہوں'' ڈورا نے کہا ''اور وہ جانتی ہے کہ میں اس کا کیا بگاڑ لوں گی۔''

میں نے سوچا کہ اس کے اس طرح کے جذبے سے تو میری اینی پر کسی قسم کی بندش لگا پانا ممکن نہ ہو پائے گا اور میں نے ناک بھوں چڑھا لی۔

''اف، میرے نا سمجھ لڑکے کی پیشانی پر بل کتنے بدنما لگ رہے ہیں'' ڈورا نے اب بھی میرے گھٹنے پر بیٹھے بیٹھے کہا اور اپنی پنسل سے ان کی نشان دہی کرنے لگی، پنسل کی نوک اپنے گلابی ہونٹوں سے لگا کر اسے گیلی کیا تاکہ نشان اور سیاہ پڑ سکے اور پھر اتنی محنت سے وہ میری پیشانی کی

لکیروں کو سیاہ کرنے لگی کہ یہ مجھے بہت اچھا لگنے لگا، ناراض رہنے کے باوجود۔

''اچھا بچہ ہے۔'' ڈورا نے کہا ''ہنسنے کے لیے اتنا اچھا منھ بناتا ہے۔''

''لیکن میری جان۔'' میں نے کہا۔

''نا، نا پلیز!'' ڈورا نے مجھے پیار کرتے ہوئے بے ساختہ کہا ''شیطانی نہ کرو! اتنے سنجیدہ مت ہو جاؤ!''

''میری پیاری بیوی۔'' میں نے کہا ''ہمیں کسی کسی وقت سنجیدہ بھی رہنا چاہیے۔'' چلو! اس کرسی پر بیٹھ جاؤ! بالکل میری بغل میں! پنسل مجھے دے دو! ہاں! اب ہم سنجیدگی سے باتیں کریں گے۔ تم جانتی ہو ڈیر، کتنا ننھا ہاتھ تھا یہ پکڑنے کے لیے اور کتنی ننھی شادی کی انگوٹھی تھی، دیکھنے لائق! تم جانتی ہو جانِ من بغیر کھانا کھائے گھر سے نکلنا اچھی بات نہیں ہے۔ بتاؤ یہ اچھی بات ہے؟''

''ن... نہیں!'' ڈورا نے دھیمے سے جواب دیا۔

''میری جان، تم تو کانپنے لگیں!''

''اس لیے کہ میں جانتی ہوں کہ اب تم مجھے ڈانٹنے والے ہو۔'' ڈورا نے رحم طلب آواز میں کہا۔

''میری پیاری'' میں صرف سمجھانا چاہ رہا ہوں۔''

''اف، لیکن سمجھانا تو ڈانٹنے سے بھی زیادہ خراب ہوتا ہے'' ڈورا نے چیختے ہوئے کہا۔ میں نے اس لیے تم سے شادی نہیں کی کہ تم مجھے کچھ سمجھاؤ۔ اگر تمھیں مجھ جیسی ننھی لڑکی سے بحث کرنا تھا تو یہ تمھیں پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا، تم ظالم لڑکے!''

میں نے ڈورا کو منانا چاہا لیکن اس نے اپنا چہرہ دوسری طرف گھما لیا اور اپنے کاکل ادھر سے ادھر لہراتے ہوئے کہا ''تم ظالم، ظالم... ظالم!'' اس نے اتنی بار ظالم کہا کہ واقعی میری سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں: اس لیے تذبذب کے عالم میں کمرے میں ادھر سے ادھر کچھ دیر تک چکر لگاتے رہنے کے بعد پھر وہیں آ گیا۔

''ڈورا، میری دلاری!''

''نہیں، میں تمھاری دلاری نہیں ہوں۔ کیونکہ تمھیں یقیناً افسوس ہے کہ تم نے مجھ سے شادی کی ورنہ تم مجھ سے بحث نہ کرتے!'' ڈورا نے روٹھے انداز میں کہا۔

''اس خواہ مخواہ کے الزام سے میرے دل کو ایسی چوٹ لگی کہ میں اور بھی سنجیدہ ہو گیا۔

''میری اپنی ڈورا'' میں نے کہا ''تم میں ابھی بہت بچپنا ہے اور تم نا سمجھی کی باتیں کر رہی ہو۔ تمھیں یاد ہوگا، مجھے یقین ہے، کہ مجھے کل آدھا پیٹ کھا کر ہی بھاگنا پڑا تھا اور پرسوں جلدی میں ادھ پکا گوشت کھا لینے سے مجھے خاصی پریشانی ہو گئی تھی، آج میں نے کچھ کھایا ہی نہیں اور مجھے یہ کہتے ڈر لگ رہا ہے کہ ہمیں ناشتے کے لیے ابھی کتنا اور انتظار کرنا پڑے گا ـــــ اور ابھی پانی بھی گرم نہیں ہوا۔ میں تمھیں طعنہ نہیں دے رہا ہوں، میری جان لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔''

''اف، تم ظالم، ظالم لڑکے، کہہ رہے ہو کہ میں ایک نااہل بیوی ہوں! ڈورا نے چیختے ہوئے کہا۔

''پیاری ڈورا، تمھیں اتنا سمجھنا چاہیے کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا!''

''تم نے کہا ہے کہ میں اطمینان بخش نہیں ہوں!'' ڈورا نے شکوہ کیا۔

''میں نے کہا تھا کہ گھر کی انتظامی حالت اطمینان بخش نہیں ہے۔''

''یہ بھی وہی بات ہوئی'' ڈورا نے اسی طرح چیخ کر کہا اور اس نے واقعی ایسا ہی سمجھ بھی لیا کیونکہ اب وہ بری طرح رونے بھی لگی تھی۔

میں نے اپنے دل کی رانی کی محبت سے بے قرار ہوتے ہوئے کمرے کا ایک چکر اور لگایا اور ڈورا کو دکھ پہنچا دینے کے احساس سے اپنا سر دروازے پر دے مارنے سے خود کو کسی طرح روکا۔ میں پھر وہیں آ کر بیٹھ گیا اور اس سے میں نے کہا:

''میں تمھیں کچھ کہہ نہیں رہا ہوں، ڈورا۔ ہم دونوں کو ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میں تمھیں صرف یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں، میری پیاری کہ تم خود کو ـــــ خود کو واقعی (میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ اس بات کو چھوڑوں گا نہیں) میری اپنی پر نظر رکھے رہنے کی عادی بنا لو اور اسی کے مطابق خود اپنے لیے اور میرے لیے تھوڑا بہت کیا کرو۔

''مجھے حیرت ہے، واقعی حیرت ہے تمھارے اس طرح ناشکری کی تقریریں کرنے پر۔''

ڈورا نے سسکتے ہوئے کہا" جب تم جانتے ہو کہ ابھی حال ہی میں جب تم نے کہا کہ مچھلی کھانے کا دل چاہ رہا ہے، تو میں نے خود کئی میل جا کر اس کے لیے آرڈر دیا تھا، تمھیں حیرت میں ڈال دینے کی غرض سے۔"

"تم نے بڑا کرم کیا تھا مجھ پر میری دلاری۔" میں نے کہا۔" میں اس بات سے اتنا زیادہ متاثر ہوا تھا کہ میں کسی بھی حالت میں کبھی اس کا ذکر تک نہ کرتا کہ تم نے سالمن (مچھلی) خرید لی تھی ـــــ جو ہم دونوں کے لیے بہت زیادہ تھی۔ یا یہ کہ یہ ایک پونڈ چھے پنس کی ملی تھی ـــــ جو ہماری استعداد سے زیادہ ہے۔"

"لیکن کھانے میں تو تمھیں بہت مزہ آیا تھا" ڈورا نے سسکتے ہوئے کہا" اور تم نے کہا تھا کہ میں چوہیا ہوں۔"

"اور میں ایسا پھر کہوں گا۔" میں نے کہا" ہزار بار!"

لیکن میں نے ڈورا کے نازک ننھے دل کو چوٹ پہنچائی تھی اور وہ آسانی سے ماننے والی نہیں تھی۔ وہ اتنے درد سے رو بلک رہی تھی کہ میں نے محسوس کیا جیسے میں نے کہہ دیا ہو کہ میں نہیں جانتا کہ اس کو کون سی بات بری لگ جائے گی۔ میں جلدی سے گھر سے بھاگ نکلا، رات کو دیر تک خود کو باہر ہی رکھا اور رات بھر میں خود کو لعنت ملامت کرتا رہا جیسے میں ایک قاتل ہوں اور رہ رہ کر مجھے یہ خیال پریشان کرتا رہا کہ میں نے ڈورا کے ساتھ بڑی زیادتی کر دی۔

رات کے دو یا تین بج چکے تھے جب میں گھر واپس آیا۔ میں نے گھر میں دادی کو اپنے انتظار میں بیٹھی پایا۔

"کوئی خاص بات ہو گئی ہے، دادی؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں ٹراٹ" انھوں نے جواب دیا" بیٹھو، بیٹھو، ننھی کلی بڑی بجھی بجھی سی تھی اس لیے میں اس کا ساتھ دیتی رہی۔ بس۔"

میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور خود کو مزید غمگین اور دل شکستہ محسوس کرنے لگا۔ میری سب سے بڑی تمنا پوری ہو جانے کے بعد اتنی جلدی ہی ایسا ہو گیا۔ میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا جب میری نظر دادی کی آنکھوں پر پڑی جو میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ان میں فکرمندی کے آثار صاف

نمایاں تھے لیکن پھر فوراً ہی غائب ہو گئے۔

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں دادی۔'' میں نے کہا'' ڈورا کی اس کیفیت کو سوچ سوچ کر میں خود بھی رات بھر خاصی تکلیف میں رہا ہوں۔ لیکن میرا اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ اس سے بڑے نرم لہجے میں اپنے گھریلو معاملات کے بارے میں بات کروں۔''

دادی نے میری حوصلہ افزائی کے لیے اپنا سر ہلا دیا۔

''تمھیں صبر سے کام لینا تھا، ٹراٹ'' انھوں نے کہا۔

''یقیناً، خدا جانتا ہے کہ میرا مطلب کچھ غلط نہیں تھا، دادی جان!''

''نہیں، نہیں'' دادی نے کہا'' لیکن ننھی کلی بہت نازک ننھی کلی ہے اور ہوا بہت آہستہ چلنی چاہیے اس کے لیے (اگر ذرا زور سے ہوا چلی تو وہ اس کے ساتھ اڑ جائے گی)۔

میں نے اپنی بیوی کے تئیں دادی کے اتنے پیار کے لیے دل میں ان کا شکریہ ادا کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ جان بھی گئیں کہ میں نے ایسا کیا۔'' آپ نہیں سمجھتیں، دادی'' میں نے کچھ دیر تک مزید آگ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا'' کہ آپ کبھی کبھی ڈورا کو تھوڑا بہت رائے مشورہ دیتی رہا کریں، ہم دونوں کے بھلے کے لیے؟''

''ٹراٹ'' دادی نے قدرے جذباتی ہوتے ہوئے کہا'' نہیں! مجھ سے ایسی بات کے لیے مت کہو۔''

ان کی آواز میں اتنا درد تھا کہ حیرت سے میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''جب میں اپنی زندگی کا جائزہ لیتی ہوں، بچے'' دادی نے کہا'' اور میں ان کے بارے میں سوچتی ہوں جو اپنی اپنی قبروں میں ہیں، جن سے میرے بہت اچھے تعلقات رہے ہوں گے۔ اگر میں دوسرے لوگوں کی شادی کر لینے کی غلطی کو اتنی درشتی سے دیکھتی ہوں، تو یہ اس وجہ سے ہو سکتا ہے، کہ میں خود اپنی اس غلطی کو بھی اسی طرح دیکھتی ہوں۔ اب اس کی بات جانے دو۔ میں بہت برسوں تک ایک بد مزاج پرانے وضع کی ضدی عورت رہی ہوں۔ میں اب بھی ہوں اور ہمیشہ رہوں گی۔ لیکن تم نے، اور میں نے ایک دوسرے کے لیے کچھ اچھا کیا ہے ــــ ہر موقع پر تم نے مجھے سکون پہنچایا ہے میرے عزیز اور اب ہم دونوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں پیدا ہونا چاہیے۔''

''ہم دونوں کے مابین اختلاف!'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''بچے، بچے! دادی نے اپنے کپڑے برابر کرتے ہوئے کہا۔'' یہ کتنی جلدی ہم لوگوں کے مابین پیدا ہو سکتا ہے یا میں اپنی ننھی کلی کو ناخوش کر سکتی ہوں، اگر میں کسی چیز میں دخل دیتی ہوں، یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ میں چاہتی ہوں کہ میری دلاری مجھے پسند کرتی رہے اور اسی طرح خوش رہا کرے جیسے کہ ایک تتلی۔ ماں کی دوسری شادی کے بعد اپنے گھر کو یاد کرو اور دونوں کو یعنی مجھے اور اسے کبھی اس طرح کی چوٹ نہ پہنچانا جس کی طرف ابھی تم نے اشارہ کیا ہے!''

میں فوراً سمجھ گیا کہ میری دادی کا خیال درست ہے اور میری پیاری بیوی کے تئیں ان کے فراخدلانہ احساسات کو بھی میں سمجھ گیا۔

''یہ ابتدائی دن ہیں، ٹراٹ'' انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''اور روم ایک دن میں نہیں بن گیا تھا۔ تم نے اپنی مرضی سے اپنے لیے اسے منتخب کیا ہے۔'' ایک لمحے کے لیے جیسے ان کے چہرے پر فکر کے بادل چھا گئے ہوں، میں نے سوچا، ''اور تم نے ایک بے حد خوبصورت اور محبت کرنے والی مخلوق کا انتخاب کیا ہے۔ یہ تمھارا فرض ہوگا، اور اس میں تمھیں خوشی بھی حاصل ہوگی ـــــ یقیناً، میں یہ جانتی ہوں، میں لکچر نہیں دے رہی ہوں ـــــ کہ تم اس کے بارے میں سوچو (کیونکہ تم نے اسے منتخب کیا ہے) اس میں موجود خوبیوں کو دیکھ کر، ان صلاحیتوں کے پیش نظر نہیں، جو اس میں نہ پائی جاتی ہوں۔ یہ صلاحیتیں تمھیں خود اس میں پیدا کرنی ہوں گی، اگر تم کر سکو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے، بچے'' یہ کہتے ہوئے دادی نے اپنی ناک سہلائی ''تو تمھیں خود کو اس کا عادی بناتے ہوئے ان صلاحیتوں کے بغیر ہی اس کے ساتھ گذارہ کرنا چاہیے۔ لیکن یاد رکھو میرے بچے۔ تمھارا مستقبل تم دونوں کے ہاتھ میں ہی ہے۔ اس میں کوئی تمھاری مدد نہیں کر سکتا۔ یہ اپنے لیے تمھیں خود ہی کرنا ہوگا۔ یہ شادی ہے، ٹراٹ اور خدا تم دونوں کو اس میں خوش اور شادکام رکھے کیونکہ تم دونوں جنگل میں ننھے بچوں کے جوڑے جیسے ہو!''

دادی نے بڑی زندہ دلی کے ساتھ یہ کہا اور اپنی دعاؤں کو مزید اثر دار بنانے کے لیے مجھے چوم لیا۔

''اب'' انھوں نے کہا ''میری لالٹین جلا دو اور مجھے باغ کے راستے سے میرے ڈبے

(چھوٹا مکان) تک پہنچا آؤ۔'' کیوں کہ ہمارے بنگلوں کے درمیان ادھر سے راستہ تھا۔ ''واپس آنے پر ننھی کلی کو بٹسی ٹراٹ ووڈ کا پیار دینا اور تم جو بھی کرنا، ٹراٹ، ڈورا کو ڈرائے رکھنے کے لیے کبھی مجھے اسکیر کرو (Scare Crow) کی طرح نہ کھڑی کرنا نہیں تو میں یہاں آنے پر جب بھی شیشے سے اندر دیکھوں گی، وہ گھبرا جائے گی اور وحشت زدہ ہو اٹھے گی۔''

اتنا کہہ کر دادی نے رومال سر میں لپیٹ لیا جیسا کہ وہ ایسے موقعوں پر سر کو گٹھری کی طرح باندھ لینے کی عادی تھیں اور میں نے انھیں ان کے گھر تک پہنچا دیا۔ جب وہ اپنی چھوٹی سی لالٹین پکڑے باغ میں مجھے واپسی پر روشنی دکھانے کے لیے کھڑی تھیں تو میں نے محسوس کیا جیسے وہ مجھے پھر فکرمندی کے احساس سے دیکھ رہی تھیں لیکن میں ان سب باتوں پر غور کرنے میں مصروف تھا جو انھوں نے ابھی کہی تھیں اور ان سے بہت متاثر بھی ہو رہا تھا ــــــ پہلی بار، حقیقت میں ــــــ اس ارادے کے ساتھ کہ اب واقعی ڈورا اور مجھے ہی اپنا مستقبل سنوارنے کے لیے کام کرنا ہوگا اور اس کا بہت خیال رکھنے کے لیے کوئی ہماری مدد نہیں کر سکتا تھا۔

ڈورا اپنی ننھی چپل پہنے ہوئے چپکے سے مجھ سے ملنے آئی کیونکہ اب میں یہاں تنہا تھا اور میرے شانے پر اپنا چہرہ رکھ کر اس نے چیختے ہوئے کہا کہ میں سنگ دل ہوں اور وہ خود ایک شریر لڑکی تھی، اور میں نے بھی جواب میں ایسا ہی کچھ کہا، مجھے یقین ہے، اور ہم پھر ایک ہو گئے اور ہم نے طے کیا کہ ہمارا یہ پہلا معمولی سا اختلاف آخری ثابت ہوگا اور ہم اب پھر کبھی جھگڑا نہیں کریں گے خواہ ہم سو سال تک کیوں نہ زندہ رہیں۔

اگلی گھریلو آزمائش، جس سے ہم گذرے، گھر کے ملازموں کے سلسلے میں تھی۔ ایک دن میری اینی (Mary Anne) کا بھائی گھر کے کوئلے کی کوٹھری میں گھس گیا جسے ہماری سخت حیرانی کے لیے اس کے ساتھیوں کی ٹولی نے اپنی بانہوں میں بھر کر باہر نکالا اور اسے ہتھکڑی پہنا کر جلوس کی شکل میں ہمارے گھر کے سامنے کے باغ سے ذلت کے ساتھ لے گئی۔ اس حادثے سے میں اتنا گھبرا گیا کہ مجھے میری اینی سے نجات حاصل کر لینی پڑی جو تنخواہ لے کر اتنی آسانی سے چلی گئی کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی جب تک کہ مجھے چمچوں کے بارے میں اور آس پاس کے دوکانداروں سے ہمارے نام سے چھوٹی رقمیں جو وہ بطور قرض لیتی رہی، اس کا علم نہیں ہو گیا۔ پھر مسز کجر بری (Mrs.

Kidgerbury) ـــــ کنٹ ٹاؤن کی سب سے بزرگ باشندہ، میرے خیال میں، آئیں، جو گھر کی صفائی کیا کرتی تھیں لیکن وہ اس کام کے لیے نہایت کمزور تھیں ـــــ پھر ہمیں ایک دوسری بوڑھی خادمہ مل گئی جو بہت ہی نیک خاتون تھیں لیکن جیسے انھوں نے باورچی خانے والے زینے سے مع چائے کی ٹرے، گرتے رہنا (چڑھتے وقت یا پھر اترتے وقت) اپنا شعار بنالیا تھا اور چائے کے سامان کے ساتھ کمرے میں اسی طرح گر پڑتیں گویا حوض میں چھلانگ لگادی ہو، اس سے جس طرح کی تباہی مچتی، اس کے پیشِ نظر ان کو ملازمت سے برطرف کردینا ضروری ہوگیا۔ ان نااہل ملازماؤں کے آتے جاتے رہنے کا طویل سلسلہ چلتا رہا۔ مجبوراً ہم نے ایک نوجوان کو جو دیکھنے میں بہت سیدھا لگ رہا تھا، اس کام کے لیے رکھا جو گرینچ میلہ (Greenwich Fair) دیکھنے ڈورا کی ٹوپی پہن کر چلا گیا۔ اس کے بعد مجھے یاد ہے کہ نوکروں کے سلسلے میں میری ناکامی کا یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔

ہر شخص جس سے ہمارا سابقہ پڑتا ہمیں ٹھگنے کے چکّر میں رہتا۔ دکانوں میں ہمارے پہنچتے ہی فوراً خراب خراب سامان ہمارے سامنے پیش کردیا جاتا۔ اگر ہم جھینگا مچھلی خریدتے تو اس میں پانی ہی پانی بھرا رہتا۔ جو بھی گوشت ہم خریدتے وہ بھی ناقص ہوتا جس پر کھانے کو بوٹی تو ملتی ہی نہ تھی جس سے کہ روٹی کھائی جاسکتی۔ اس چکّر میں کہ گوڑی (چوپائے کا پایہ) کیسے بھونی جائے جو بھن بھی جائے اور جلے بھی نہیں، میں نے خود کھانا پکانے والی کتاب دیکھی اور اس میں پایا کہ ایک پونڈ کی ہر گوڑی کو پندرہ منٹ تک بھوننا چاہیے۔ لیکن یہ اصول ہمیشہ ناکام ثابت ہوتا رہا اور ہمیں کبھی بھی ٹھیک بھنی ہوئی گوڑی کھانے کو نہ مل سکی۔

ایسا سمجھنے کی میرے پاس وجہ تھی کہ ان ناکامیوں کی وجہ سے ہمارا خرچ بہت بڑھ جاتا تھا۔ دکانداروں کی بہی دیکھنے پر لگتا جیسے ہم نے اپنے مکان کا چبوترا مکھن سے بنوایا ہو، مکھن اتنے بڑے پیمانے پر خریدا جاتا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس زمانے میں ہمارے یہاں مرچ کا خرچ اتنا زیادہ بڑھ گیا تھا کہ اگر اس سے بازار میں مرچ کی قلّت پیدا نہ بھی ہوئی ہو تو میں کہوں گا کہ بہت سے گھروں میں ضرور اس کا استعمال ترک کردیا گیا ہوگا ـــــ اور اس کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ ہمارے گھر میں کبھی کچھ رہتا نہیں تھا۔

جہاں تک دھوبن کی بات ہے تو وہ ہمارے کپڑے اپنے یہاں رکھ کر سڑاتی رہتی اور نشے کی حالت میں اونگھتی ہوئی آ کر تاخیر کے لیے معذرت کر لیتی، میرے خیال سے ایسا کسی کے بھی ساتھ برابر ہوتا رہتا ہوگا۔ اسی طرح گرجے کا جمعدار دروغ گوئی سے پیسے اینٹھتا رہتا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ ہم لوگ خود ایسے بدقسمت واقع ہوئے تھے کہ ہم جو بھی ملازم یا ملازمہ رکھتے وہ سب شراب کے شوقین نکلتے جو شراب خانے پر ہمارا حساب بے تحاشا بڑھاتے رہتے تھے، مہنگی اور زیادہ مقدار میں شراب لے لے کر، جس کا حساب کچھ یوں لکھا رہتا۔ رَم چار پونڈی ڈبل روٹی اور رم (مسز کاپر فیلڈ)، ایک گلاس رم اور پپر منٹ (مسز کاپر فیلڈ)۔ یہ ساری چیزیں ڈورا کے نام پر ہی لی جاتیں تھیں اور پوچھنے پر ملازم یا ملازمہ یہی بتاتے کہ ساری چیزیں اکیلے ڈورا نے ہی استعمال کی ہیں۔

ہماری گھر گرہستی میں پہلی چھوٹی سی دعوت ٹریڈلس کو دی گئی۔ میں اس سے شہر میں ملا اور اس سے کہا کہ وہ میرے ساتھ اس سہ پہر میرے گھر چلے۔ وہ تیار ہو گیا تو میں نے ڈورا کو لکھ بھیجا کہ میں ٹریڈلس کو لے کر کھانا کھانے آؤں گا۔ موسم بہت خوشگوار تھا اور راستے میں گفتگو کا موضوع میں نے اپنی گھریلو خوش حال زندگی کو ہی بنایا۔ ٹریڈلس کو یہ باتیں بہت اچھی لگیں اور اس نے کہا کہ اسی طرح کے گھر میں سوفی کو اپنا انتظار کرتے اور کھانا بناتے دیکھنا اس کی سب سے بڑی آرزو کی تکمیل ہوگی۔

میں میز کے دوسرے سرے پر سامنے اپنی حسین ننھی بیوی کو بیٹھی پانے سے زیادہ اور کس بات کی تمنا کر سکتا تھا لیکن جب ہم سب لوگ میز پر بیٹھ گئے تو میں نے یقیناً اس بات کی تمنا بھی کرنا چاہی کہ کمرے میں جگہ کچھ اور ہوتی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسے تھا لیکن اگرچہ وہاں صرف ہم دو ہی تھے پھر بھی ہم کو ہمیشہ جگہ کی قلت محسوس ہوتی رہتی اس کے باوجود اس میں ہماری ہر چیز کھو جایا کرتی تھی۔ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ ایسا شاید اس لیے ہوتا تھا کہ ہمارے یہاں کسی چیز کی اپنی کوئی مخصوص جگہ نہیں تھی، بجز جِپ کے چینی گھر کے جو برابر راستہ روکتا رہتا تھا۔ اس موقعے پر، ٹریڈلس جِپ کے چینی گھر، گیٹار کیس، ڈورا کی بنائی ہوئی ڈرائنگ اور میری لکھنے کی میز کے درمیان ایسا گھر گیا تھا کہ میں سنجیدگی سے اس میں شبہ کرنے لگا کہ وہ اپنا کانٹا چھری چلا بھی پایا

ہوگا لیکن اس نے اپنی مخصوص خوش مزاجی سے احتجاج کیا،''بہت جگہ ہے کارپرفیلڈ! میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں، بہت جگہ ہے!''

ایک بات اور تھی جسے میں چاہتا تھا کہ نہ ہوتی، یعنی جپ کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی تھی کہ کھانا کھانے کے دوران وہ میز پوش پر ٹہلے۔ میں سوچنے لگا کہ اس کے وہاں موجود رہنے میں ہی گڑبڑی تھی، چاہے وہ نمکدان یا پگھلائے گئے مکھن میں بار بار اپنا پیر نہ رکھ دیتا تو بھی۔ اس موقع پر لگ رہا تھا جیسے اسے وہاں ٹریڈلس کو کھانے سے دور رکھنے پر ہی معمور کیا گیا تھا۔ وہ میرے پرانے دوست پر بھونکتا اور اس کی پلیٹ کی طرف بار بار لپکتا، اتنی مستعدی سے اور اتنی جلدی جلدی کہ اس نے کسی کو ٹھیک سے بات تک نہ کرنے دی۔

بہرحال جیسا کہ میں جانتا تھا کہ میری پیاری ڈورا کتنے نازک دل کی تھی اور اس کے دلارے جپ کے خلاف ذرا سا کچھ کہا جانا بھی وہ پسند نہیں کرے گی، میں نے زبان تک نہ ہلائی۔ اسی وجہ سے فرش پر پلیٹوں کے ایک دوسرے سے ٹکراتے رہنے یا مسالہ دانی اور اچار دان وغیرہ کے لیے کنایتاً بھی کچھ نہ کہا جو بہت گندے اور تتر بتر تھے اور لگتا تھا جیسے نشے میں پڑے ہوں، یا سبزی کے ڈونگوں اور جگوں کے ادھر ادھر بے ڈھنگے طریقے سے رکھے رہنے کے لیے بھی کچھ نہ کہا جس سے ٹریڈلس کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں اپنے دل میں تعجب کرنے سے خود کو روک نہ سکا جب میں نے بھیڑ کی ابلی ران ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے اپنے سامنے رکھی، کہ بھیڑ کے جوڑ کتنے ٹیڑھے میڑھے ہیں ـــــ اور کیا ہمارا قصاب دنیا جہان کی تمام ٹیڑھے میڑھے جوڑوں والی بھیڑیں ہمارے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لایا ہے، لیکن میں نے اپنے اس خیال کو ظاہر نہیں کیا۔

''جانِ من'' میں نے ڈورا سے کہا ''اس قاب میں کیا چیز ہے؟''

میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ ڈورا بار بار للچانے کے لیے منہ اس طرح کیوں بنا رہی ہے جیسے وہ مجھے چوم لینا چاہتی ہو۔

''کستورا مچھلی، ڈیر'' ڈورا نے دھیمے سے کہا۔

یہ تمھاری پسند تھی؟'' میں نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ آں، ڈوڈی'' ڈورا نے جواب دیا۔

اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی ہے! میں نے چھری کا نثار کھتے ہوئے بلند آواز میں کہا ''ٹریڈلس کو اس سے زیادہ اور کوئی چیز پسند نہیں!''

''ہاں۔آں، ڈوڈی'' ڈورا نے کہا ''اسی لیے میں نے بہت زیادہ خرید لیا تھا اور دوکاندار نے کہا کہ یہ بہت اچھی ہیں۔لیکن میں ـــــ مجھے ڈر ہے کہ ان میں کچھ خرابی ہے۔یہ ٹھیک نہیں لگ رہی ہیں۔'' ڈورا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کی آنکھوں میں ہیرے چمکنے لگے۔

''یہ دونوں طرف سے کھولے جاتے ہیں۔'' میں نے کہا ''اوپر والا ڈھکن بھی نکالو، میری جان!''

لیکن یہ نہیں نکل رہا ہے۔'' ڈورا نے زور لگاتے ہوئے پریشان ہو کر کہا۔

''کیا تم جانتے ہو کاپرفیلڈ'' ٹریڈلس نے قاب کو دیکھتے ہوئے خوشی سے کہا ''یہ بہت دنوں تک بند رہنے کی وجہ سے نہیں کھل رہا ہے۔ویسے یہ ہیں تو اصلی کستورے لیکن میرے خیال میں انھیں کبھی کھولا ہی نہیں گیا۔اسی لیے نہیں کھل پا رہا ہے۔

انھیں کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور انھیں کھولنے والا چاقو بھی ہمارے یہاں نہیں تھا ـــــ اور اگر چاقو ہوتا بھی تو میں اسے استعمال نہ کر پاتا۔اس لیے ہم مچھلی کو صرف دیکھتے رہے اور گوشت کھاتے رہے۔کم از کم ہم نے اتنا تو کھا ہی ڈالا جتنا حصہ کھانے کے لائق ہو گیا تھا۔اگر میں اس کی اجازت دیتا تو یقین ہے کہ ٹریڈلس ایک آدھ پلیٹ کچا گوشت بھی کھا جاتا، اس کھانے کی خوشی ظاہر کرنے کے لیے لیکن میں نے دوستی کی قربان گاہ پر اس قسم کی قربانی پسند نہیں کی اور اس کے بجائے ہم نے بیکن 1 (Bacon) کھانا شروع کر دیا۔خوش قسمتی سے نعمت خانے میں ٹھنڈا بیکن رکھا ہوا تھا۔

میری ننھی بیوی بے چاری یہ سوچ کر بے حد پریشان نظر آ رہی تھی کہ میں اس پر غصہ کروں گا اور وہ اتنی خوش ہو گئی جب اسے معلوم ہوا کہ میں اس پر خفا نہیں ہوں کہ ساری ہزیمت جاتی رہی اور ہم نے شام پر لطف طور پر گذاری۔ڈورا میری کرسی پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھی جبکہ میں اور ٹریڈلس ایک ایک جام اور چڑھانے کے بارے میں باتیں کرنے لگے، اور ڈورا سرگوشی کر پانے کے ہر موقعے کا استعمال کرتے ہوئے برابر میرے کان میں کہتی رہی کہ یہ کتنی اچھی بات

1 نمک لگا سکھایا ہوا گوشت

تھی کہ میں ظالم اور غصیل بوڑھا لڑکا نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے سب کے لیے چائے بنائی۔ اسے چائے بناتے دیکھ کر مجھے اتنا اچھا لگ رہا تھا جیسے وہ گڑیوں کے چائے کے سامان سے کھیل رہی ہو اور میں نے اس پر دھیان ہی نہ دیا کہ اس نے جو چائے بنائی وہ پینے میں کیسی لگی۔ پھر میں نے ٹریڈلس کے ساتھ ایک دو گیم تاش کھیلا۔ ڈورا گیٹار پر گاتی رہی اور مجھے ایسا محسوس ہوتا رہا جیسے ہمارا عشق اور پھر شادی میرے نازک خواب تھے اور ڈورا کی اس رات گانے کی آواز جو میں نے پہلی بار سنی تھی، ابھی ختم نہیں ہوئی۔

جب ٹریڈلس چلا گیا اور میں باہر اسے رخصت کر کے واپس کمرے میں آیا تو میری بیوی اپنی کرسی میرے قریب کھینچتے ہوئے میری بغل میں بیٹھ گئی۔

"مجھے بہت افسوس ہے" اس نے کہا "کیا تم مجھے سکھانے کی کوشش کرو گے ڈوڈی؟"

"پہلے مجھے خود کو سکھانا چاہیے، ڈورا" میں نے کہا "میں خود بھی اتنا ہی خراب ہوں جتنی کہ تم جانِ من۔"

"آہا! لیکن تم سیکھ سکتے ہو" اس نے جواباً کہا "تم ہوشیار، بہت ہوشیار آدمی ہو!"

"بکواس، چوہیا!" میں نے کہا۔

"میں چاہتی ہوں" میری بیوی نے طویل خاموشی کے بعد سوچتے ہوئے کہا "کہ میں جا کر پورے ایک سال ایگنیز کے ساتھ رہوں!"

وہ اپنے ہاتھ میرے شانے پر رکھے ہوئے تھی اور ہاتھوں پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے ہوئے تھی۔ اس کی نیلی آنکھیں میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔

"ایسا کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"میں سوچتی ہوں کہ وہ میری اصلاح کر دے گی اور میں سمجھتی ہوں کہ میں اس سے بہت کچھ سیکھ لوں گی۔" ڈورا نے کہا۔

"اس نے بہت دنوں میں یہ سب سیکھا ہے جانِ جگر۔ ایک زمانے سے ایگنیز اپنے والد کی دیکھ بھال کرتی رہی ہے، تمھیں یہ یاد رکھنا چاہیے۔ جب وہ چھوٹی بچی تھی، تب ہی وہ ایسی ہو گئی تھی جیسی ہم آج اسے دیکھ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

''کیا تم مجھے وہ نام دے سکو گے جو میں رکھنا چاہتی ہوں؟'' ڈورا نے ذرا بھی حرکت کیے بغیر پوچھا۔

''کون سا نام؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یہ ایک احمقانہ نام ہے۔'' اس نے ایک لمحے کے لیے اپنے کاکل لہراتے کہا ''بچہ بیوی۔''

میں نے ہنستے ہوئے اپنی بچہ بیوی سے پوچھا کہ اس نام سے پکاری جانے کی خواہش اس کے دل میں کیسے پیدا ہوئی۔ اس نے اسی انداز میں اپنی نیلی آنکھیں میرے اور قریب لاتے ہوئے جواب دیا:

میرا یہ مطلب نہیں ہے بدّھو کہ تم یہ نام ڈورا کی جگہ استعمال کرنے لگو۔ میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ تم میرے بارے میں اس طرح سوچا کرو، جب تمھیں مجھ پر غصہ آنے لگے تو خود سے کہہ لیا کرو' یہ میری بچہ بیوی ہے! جب میں کوئی بہت بے ڈھنگا کام کر بیٹھوں تو تم کہو میں پہلے سے ہی جانتا تھا کہ یہ ایک بچہ بیوی ہی ثابت ہوگی! جب تم سمجھو کہ میں اس طرح نہیں بن پائی جیسی بننا چاہتی ہوں، اور میں سمجھتی ہوں کہ کبھی نہیں بن پاؤں گی، تو کہو اس کے باوجود میری بیوقوف بچہ بیوی مجھے چاہتی بہت ہے! کیونکہ واقعی میں تمھیں بہت چاہتی ہوں۔''

میں ابھی تک اس کی اس بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہا تھا کیونکہ میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ خود سنجیدگی سے ایسا کہہ رہی تھی۔ لیکن اس کا محبت بھرا دل خوشی سے ناچ اٹھا جب میں نے بڑی محبت سے ایسا کہا اور اس کی چمکتی آنکھیں خشک ہونے سے قبل ہی اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور وہ ہنسنے لگی۔ اس کے بعد واقعی وہ میری بچہ بیوی ہوگئی، فرش پر جپ کے چینی گھر کے سامنے بیٹھی ایک ایک کر کے اس کی ساری گھنٹیاں بجاتی رہی، جپ کو اس کی اس حرکت کے لیے سزا دینے کے طور پر، جو اس نے کھانے کے وقت کی تھی جبکہ جپ اپنے گھر کے دروازے سے سر باہر نکالے اس طرح اونگھتا رہا کہ اس کو اب پریشان کرنا بھی ممکن نہ تھا۔

ڈورا کی اس گذارش نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا۔ پیچھے مڑ کر اس وقت کو دیکھتا ہوں جس وقت کی بات لکھ رہا ہوں، اس کی معصوم صورت، جسے میں بری طرح پیار کرتا تھا، ماضی کی دھند اور

پرچھائیوں میں سے نکل کر اسے اپنا بھولا چہرہ ایک بار پھر اپنی جانب کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ میں اب بھی یہ اعلان کرسکتا ہوں کہ یہ ایک چھوٹی سی تقریر میری یادداشت میں ہمیشہ بنی رہی۔ ہوسکتا ہے میں اس کا استعمال بہت اچھے طریقے سے نہ کرسکا ہوں، کیونکہ اس وقت میں کم عمر اور ناتجربہ کار تھا لیکن جس طرح بھولے انداز میں ڈورا نے مجھ سے یہ گذارش کی تھی، میں اسے کبھی بھول نہ سکا۔

اس کے کچھ دیر بعد ڈورا نے مجھ سے بتایا کہ وہ ایک حیرت انگیز گرہستن بننے جارہی ہے۔ اسی کے مطابق اس نے تختیوں کو پوتا اور پنسل کی نوک بنائی، ایک بڑی سی حساب کی کاپی خرید لائی، سوئی سے بڑی احتیاط سے کھانا پکانے والی کتاب کی سلائی کی جسے جپ نے پھاڑ ڈالا تھا اور ''اچھی بننے کی'' جیسا کہ اس نے کہا، کچھ کوشش کی۔ لیکن ہندسے پہلے کی ہی طرح ضدی پن دکھانے لگے۔ وہ جوڑ ہی نہ پاتی۔ جب وہ حساب کی کاپی میں دو تین بھاری بھرکم آئیٹم نوٹ کرلیتی تو جپ اس صفحے پر دم ہلاتے ہوئے ٹہلنے لگتا اور سب خراب کرڈالتا۔ خود اس کی داہنی بیچ کی انگلی روشنائی سے رنگ اٹھتی اور میرے خیال میں اس مشقت کا ماحصل صرف یہی ہوتا۔

کبھی کبھی شام کو، جب میں گھر پر رہتا اور کچھ لکھ رہا ہوتا، کیونکہ اب میں کافی لکھنے لگا تھا اور ایک چھوٹے موٹے ادیب کی حیثیت سے جانا جانے لگا تھا ـــــ میں اپنے قلم کو رکھ دیتا اور اپنی بچہ بیوی کو اچھا بننے کی کوشش کرتے دیکھنے لگتا۔ سب سے پہلے وہ حساب کی کاپی لاتی اور گہری سانس بھرتے ہوئے اسے میز پر رکھ دیتی۔ پھر وہ اس صفحے کو کھولتی جسے گذشتہ شب جپ خراب کر چکا ہوتا اور جپ کو بلا کر اسے اس کی حرکت دکھاتی۔ اس کے بعد پھر وہ جپ میں لگ جاتی اور اس کی ناک پر کچھ روشنائی لگا دیتی، غالباً سزا کے طور پر۔ پھر وہ جپ سے کہتی کہ وہ میز پر فوراً شیر کی طرح ـــــ جو اس کے کرتبوں میں سے ایک تھا، اگرچہ میں کہہ نہیں سکتا کہ وہ ذرا بھی شیر کی طرح لیٹتا تھا ـــــ اور اگر وہ کہنا ماننے کے موڈ میں ہوتا تو اس حکم کی تعمیل کردیتا۔ پھر وہ ایک قلم لے کر لکھنا شروع کرتی اور اس میں ریشہ نظر آجاتا۔ تب وہ دوسرا قلم اٹھا لیتی اور لکھنا شروع کرتی تو معلوم ہوتا کہ قلم پھٹ گیا ہے۔ تب وہ تیسرا قلم لے لیتی اور لکھنا شروع کرتی اور دھیمی آواز میں کہتی، ''اف، یہ تو بولنے (چرچرانے) والی قلم ہے اور ڈوڈی کے لکھنے میں خلل ڈالے گی! اور تب وہ

اسے خراب سمجھ کر ہٹا دیتی اور حساب کی کاپی دور رکھ دیتی، شیر کو اس سے (قلم) کوٹ ڈالنے کی ایکٹنگ کرنے کے بعد۔

یا اگر وہ بہت زیادہ سنجیدہ موڈ میں ہوتی تو تختیاں لے کر بیٹھ جاتی اور بلوں اور اور رسیدوں کی چھوٹی باسکٹ لے کر جو بالوں میں گھونگھر بنانے والے کاغذ جیسے معلوم ہوتے اور ان سے کچھ نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتی۔ ایک سے دوسرے کو خوب ٹھیک سے ملانے کے بعد اور تختی پر انھیں لکھ لینے کے بعد انھیں سوختے سے سکھا کر اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر بار بار جوڑتی، پیچھے اور آگے جوڑتے جوڑتے وہ پریشان اور پست سی ہو جاتی اور اتنی افسردہ سی نظر آنے لگتی کہ اس کا دمکتا چہرہ مرجھاتے ہوئے دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہوتی ـــــ اور میرے لیے! ـــــ اور میں چپکے چپکے اس کے پاس جا کر کہتا:

''کیا بات ہے ڈورا؟''

ڈورا مایوسی سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہتی کہ ان کا جوڑ کبھی ٹھیک نہ آئے گا۔ یہ میرے سر میں درد پیدا کر دیتے ہیں۔ اور یہ جوڑ کبھی ایسا نہ ہوگا جیسا میں چاہتی ہوں!''

تب میں کہوں گا ''چلو ہم دونوں مل کر کرتے ہیں میں تمھیں جوڑ کر کے دکھاتا ہوں۔''

تب میں خود عملی طور پر اسے کر کے دکھاؤں گا جسے ڈورا بڑے غور سے دیکھتی رہے گی، شاید پانچ منٹ تک جب وہ بری طرح تھکنے سی لگے گی اور میرے بالوں کا گچھا بنا کر اس موضوع کو کچھ ہلکا کرنے کی کوشش کرے گی یا میری قمیص کے کالر سے میرا چہرہ کھجلانے لگے گی۔ اگر میں ایسا کرنے سے اسے جلدی سے روک دیتا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیتا تو وہ اتنا گھبرا جاتی اور بے چین سی ہونے لگتی جیسے اس سے اسے اور بھی وحشت ہونے لگی ہو اور پھر مجھے اس کا وہ فطری حسن یاد آنے لگتا جب اس نے پہلی بار مجھ سے خود کو بچہ بیوی سمجھنے کی درخواست کی تھی اور میں خود کو ملامت کرنے لگتا اور میں اپنی پنسل فرش پر رکھ دیتا اور اس سے گیٹار اٹھالانے کو کہتا۔

مجھے بہت زیادہ کام کرنا رہتا تھا اور بہت طرح کی فکریں رہا کرتی تھیں لیکن یہی سب سوچ کر میں انھیں اپنے دل میں ہی رکھتا، ڈورا پر ظاہر نہ ہونے دیتا۔ میں ذرا بھی وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ کیا ایسا کرنا درست تھا، لیکن میں نے ایسا اپنی بچہ بیوی کے لیے کیا۔ میں اپنے

سینے میں تلاش کرتا ہوں اور اگر ایسا کچھ مل جاتا ہے تو کسی جھجک کے بغیر اسے اس کاغذ پر اتار رہا ہوں۔ پرانے نقصانات جن سے مجھے تکلیف پہنچی تھی یا کچھ پا لینے کی خواہش، جو پوری نہ ہو سکی، مجھے احساس ہے کہ میرے دل میں کہیں نہ کہیں یہ خلش موجود ہے، لیکن میری زندگی تلخ بنا دینے کے لیے نہیں۔ جب میں خوشگوار موسم میں تنہا ٹہلنے نکلتا اور گرمیوں کے ان دنوں کے بارے میں سوچتا جب پوری فضا میرے طفلانہ سحر سے بھر اٹھتی تھی، میں یقیناً اپنے کچھ خوابوں کی تکمیل نہ ہو پانے کی خلش محسوس کرتا تھا۔ لیکن میں سوچ لیتا کہ یہ ماضی کا ہلکا کیا ہوا طرۂ امتیاز ہے جس کا ذرا بھی اثر میرے حال پر نہیں پڑ پایا۔ کبھی کبھی میں نے کچھ لمحوں کے لیے یہ یقیناً محسوس کیا کہ کاش میری بیوی مجھے کچھ صلاح مشورے دینے کے قابل ہوتی: اور زیادہ اہل اور سمجھدار ہوتی، مجھے سہارا دینے کے لیے اور مجھے اوپر اٹھانے کے لیے، اس خلا کو پر کر پانے کی اس میں طاقت ہوتی جو مجھ میں کہیں نہ کہیں تھا، لیکن میں محسوس کرتا کہ یہ میری خوشیوں کی غیر ارضی تکمیل جیسا تھا جسے کبھی نہ ہونا تھا اور کبھی نہ ہوا۔

میں کئی برسوں تک ایک بچہ شوہر رہا۔ میں اور کسی غم یا تجربے کا اثر نہیں جانتا تھا بجز ان کے جنھیں میں نے ان صفحات پر درج کر دیا ہے۔ اگر میں نے کچھ غلط کیا، جیسا کہ ہو سکتا ہے کہ میں نے بہت کچھ غلط کیا ہو، میں نے ایسا غلط محبت اور سمجھ کی کمی کی وجہ سے کیا۔ میں اصل حقیقت لکھ رہا ہوں۔ اب اس میں کچھ کم کر کے لکھنے سے مجھے کچھ نہ ملے گا۔

اس طرح سے میں نے اپنی زندگی کی ساری ذمہ داری اور مشقت اپنے ذمہ لے لی اور اس میں کسی کو شریک نہیں رکھا۔ ہم زیادہ تر پہلے کی ہی طرح رہتے، یعنی ہماری گھر گرہستی اسی طرح اول جلول طریقے سے چلتی رہی لیکن اب میں نے خود کو ان کا عادی سا بنا لیا تھا اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی تھی کہ اب ڈورا شاید ہی کبھی پریشان یا افسردہ رہتی ہو۔ وہ اپنے اسی طفلانہ انداز میں خوب خوش رہتی، مجھے بے حد پیار کرتی اور پہلے ہی کی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش رہتی۔

جب کبھی پارلیمان میں بحث بہت بھاری ہو جاتی ـــــ میرا مطلب طوالت سے ہے، معیار سے نہیں، کیونکہ معیار عموماً بہت اونچا نہیں رہتا تھا ـــــ اور میں دیر سے گھر پہنچتا تو ڈورا میرے قدموں کی آہٹ سن لینے کے بعد لیٹی نہ رہ جاتی بلکہ ہمیشہ زینے سے اتر کر میرا استقبال

کرنے آتی۔ جس شام میں اپنے اس کام میں نہ مصروف رہتا جو میں نے اتنی محنت سے سیکھا تھا (پارلیمان کی رپورٹنگ) اور میں گھر پر تصنیف کا کام کرتا رہتا، وہ خاموشی سے میرے پاس بیٹھی رہتی خواہ رات کتنی ہی زیادہ کیوں نہ گذر جاتی اور اس طرح گونگی بنی بیٹھی رہتی کہ اکثر میں سمجھتا کہ وہ سو گئی ہے لیکن عام طور پر جب بھی میں سر اوپر اٹھاتا تو اس کی نیلی آنکھیں مجھے دیکھتی ہوتیں، اتنے ہی دھیان سے جتنا کہ میں بتا چکا ہوں۔

''اف، کتنا تھک گیا ہے لڑکا!'' ڈورا نے ایک رات کہا، جب کام سمیٹتے وقت میری نظریں اس کی نظروں سے چار ہوئیں۔

''کتنی تھک گئی ہے لڑکی!'' میں نے بھی کہہ دیا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمھیں اور جلد سو جانا چاہیے، میری جان۔ تمھارے لیے یہ بہت زیادہ تاخیر ہے۔''

''نہیں، مجھے سونے کے لیے مت بھیجو!'' ڈورا نے میرے پاس آتے ہوئے التجا کی ''خدا کے لیے ایسا مت کرنا!''

''ڈورا!''

میں حیران رہ گیا جب وہ میرے شانے پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔

''طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میری جان! خوش نہیں نظر آ رہی ہو!''

''آں، بالکل ٹھیک ہوں اور بہت خوش ہوں'' ڈورا نے کہا ''لیکن کہو کہ لکھتے وقت تم مجھے اپنے پاس بیٹھی رہنے دیا کرو گے اور لکھتے ہوئے دیکھتی رہنے دو گے۔''

''آں، ایسی روشن آنکھوں کے لیے آدھی رات کو دیکھنے کے لیے یہ بھی کوئی منظر ہے!'' میں نے جواب دیا۔

''واقعی میری آنکھیں بہت روشن ہیں؟'' ڈورا نے ہنستے ہوئے کہا ''یہ جان کر مجھے بیحد خوشی ہوئی کہ میری آنکھیں بہت روشن ہیں۔''

''تھوڑا غرور ہے ان میں!'' میں نے کہا۔

لیکن میں جانتا تھا کہ یہ غرور نہیں تھا، میری چاہت کی چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔ میں اس کے بتانے سے قبل ہی اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا۔

''اگر تم انھیں حسین سمجھتے ہو، تو کہو کہ تم ہمیشہ مجھے اپنے پاس بیٹھ کر لکھتے ہوئے دیکھتی رہنے دو گے!'' ڈورا نے کہا'' کیا تمھیں میری آنکھیں روشن لگتی ہیں؟''

''بے حد روشن۔''

''تو پھر لکھتے وقت ہمیشہ مجھے اپنے پاس بیٹھی رہنے دیا کرو تاکہ میں تمھیں لکھتے ہوئے دیکھتی رہوں۔''

''میں نہیں سمجھتا کہ اس سے تمھاری آنکھوں کی تابانی میں ذرا بھی اضافہ ہو جائے گا، ڈورا۔''

''بالکل اضافہ ہوگا! کیونکہ تم چالاک لڑکے، تب تم مجھے فراموش نہ کر پاؤ گے، لکھتے وقت طرح طرح کے گمان اور ترنگ میں ڈوبے رہنے پر۔ کیا تم برا مانو گے اگر میں ایک بہت، بہت ہی احمقانہ بات کہوں؟'' ـــــ معمول سے زیادہ احمقانہ؟'' ڈورا نے میرے شانے پر سے میرے چہرے کو تاکتے ہوئے پوچھا۔

''کون سی ایسی حیرت انگیز بات ہے؟'' میں نے کہا۔

''پلیز مجھے بھی قلم پکڑنے دو۔'' ڈورا نے کہا'' میں چاہتی ہوں کہ اس طویل وقت میں جب تم لکھنے میں اتنی مشقت کرتے رہتے ہو تو مجھے بھی کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔ کیا میں قلم اٹھا سکتی ہوں؟''

جب میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس کا حسین چہرہ خوشی سے کیسا کھل اٹھا تھا، اسے یاد کر کے میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب میں لکھنے بیٹھا اور اس کے بعد بھی پابندی سے وہ اپنی پرانی جگہ پر بیٹھ جاتی، اپنے پاس قلم کا ایک فاضل بنڈل رکھ کر۔ مجھے لکھتے دیکھ کر اور جب میں اس سے دوسرا قلم مانگتا تو وہ ایسے فاتحانہ انداز میں خوش ہو جاتی ـــــ اور میں اکثر جھنجھلا کر اس سے دوسرا قلم مانگتا رہتا ـــــ کہ میں اس کو اپنی بچہ بیوی کو خوش کرنے کا ایک نیا بہانہ سمجھنے لگا۔ کبھی کبھی میں اس سے ایک دو صفحے نقل کرنے کی خواہش ظاہر کر دیتا۔ تب ڈورا کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہتا۔ اس عظیم کام کے لیے وہ اس طرح تیاری کرتی کہ پہلے تو ایپرن پہن لیتی اور باورچی خانے سے بب لا کر گلے میں باندھ لیتی تاکہ کپڑے میں روشنائی نہ لگنے پائے، اس میں جتنا وقت وہ لگاتی، جانے کتنی بار رک رک کر وہ جپ کے ساتھ ہنسنے لگتی گویا جپ یہ سب سمجھ رہا ہو

اور اس کا یہ سوچنا کہ اس کا یہ کام اس وقت تک مکمل نہیں مانا جائے گا جب تک کہ وہ صفحہ کے آخر میں اپنی دستخط نہ کر دے، اور پھر جس انداز میں وہ اسے لے کر میرے پاس آتی، اسکول کی کاپی کی طرح اور پھر جب میں اس کی تعریف کر دیتا، وہ میرے گلے میں جھول جاتی، یہ ایسی یادیں ہیں جو میرے دل کو مسوستی رہتی ہیں، جیسے کہ یہ کسی بھی آدمی کے دل کو مسوس سکتی ہیں۔

اس کے بعد جلد ہی اس نے گھر کی ساری کنجیاں اپنی تحویل میں لے لیں اور پورا گچھا ایک چھوٹی سی باسکٹ میں رکھ کر اسے اپنی پتلی کمر میں باندھے پورے گھر میں بجاتی پھرتی۔ میں نے شاذ ہی کبھی پایا کہ ان کنجیوں کے تالے جہاں بند ہونے چاہیے تھے، بند کیے گیے ہوں یا ان کنجیوں کا کبھی کوئی اور استعمال رہا ہو بجز جپ کے کھیلنے کے۔ لیکن اس سے ڈورا بہت خوش تھی۔ اس لیے یہ مجھے بھی اچھا لگتا تھا۔ وہ بہت مطمئن تھی کہ وہ اب خاصی گھر گرہستی سیکھ گئی ہے اور وہ اتنی خوش رہنے لگی جیسے ہم ایک بچوں کے گھر میں رہ رہے ہوں، تقریباً۔

ہم اسی طرح رہتے رہے۔ ڈورا میری دادی کو مجھ سے کم نہیں چاہتی تھی اور اکثر ان سے اس وقت کے بارے میں بتایا کرتی جب وہ ڈرا کرتی تھی کہ وہ ''غصیل'' بڑھیا ہیں۔ میں نے دادی کو کبھی کسی اور سے اس طرح رفتہ رفتہ گھلتے ملتے نہیں دیکھا۔ وہ جپ کے ساتھ بھی رہتیں، اگر چہ جپ کبھی انھیں لفٹ نہ دیتا، روز ڈورا سے گیٹار سنتیں، اگر چہ میں سمجھتا ہوں کہ انھیں موسیقی سے ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی، ڈورا کے پھوہڑ پن یا نااہلی پر کبھی ناک بھوں نہ چڑھایا حالانکہ اکثر وبیشتر اور شدت سے اس کی ضرورت محسوس کرتی رہی ہوں گی، کافی دور تک پیدل ہی چلی جایا کرتیں، چھوٹی سے چھوٹی چیز لانے کے لیے، جس کی ان کے خیال میں ڈورا کو ضرورت ہوتی اور اچانک وہ چیز دکھا کر ڈورا کو خوشی سے چونکا دیا کرتیں۔ وہ کبھی بھی باغ سے ہو کر نہیں آتی تھیں اور وہ کمرے میں اس کی کمی محسوس کرتیں لیکن وہ زینے کے نیچے سے ایسی آواز سے پکارتیں کہ سارا گھر خوشی سے گونج اٹھتا:

''ننھی کلی کہاں ہے؟''

●●●

باب 45

مسٹر ڈک دادی کی پیشین گوئی سچ ثابت کرتے ہیں

جب میں نے ڈاکٹر اسٹرانگ کے یہاں کام کرنے کے لیے جانا بند کیا تو اس کے کچھ دنوں بعد کی بات ہے۔ان کے پڑوس میں رہتے ہوئے میں انھیں برابر دیکھتا رہتا تھا اور ہم سب دو تین بار ان کے یہاں کھانے یا چائے پر جا چکے تھے۔ بوڑھی سپاہی (مسز مار کلہم) اب ڈاکٹر اسٹرانگ کی چھت کے نیچے مستقلاً رہنے لگی تھیں۔ وہ اب بھی بالکل پہلے جیسے ہی تھیں اور ان کی ٹوپی پر بھی لافانی تتلیاں پہلے ہی کی طرح منڈلاتی رہتی تھیں۔

دیگر ماؤں کے مقابلے میں جنھیں میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے، مسز مار کلہم عیش پرستی کی اس سے کہیں زیادہ شوقین تھیں جتنی کہ ان کی بیٹی۔ انھیں بہت زیادہ تفریح کی ضرورت رہتی اور ایک گھاگھ بوڑھے سپاہی کی طرح اپنی اس خواہش کا اظہار اس طرح کرتیں گویا وہ اسے اپنی بیٹی کی دلجوئی کے لیے کہہ رہی ہوں۔ اس لیے ڈاکٹر کی یہ خواہش کہ اینی کسی بھی طرح خوب خوش رہے، اس شاندار ماں کے لیے قابلِ قبول تھی اور وہ دل سے اس کی حمایت کا اظہار کرتی رہتیں۔

مجھے واقعی اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ انھوں نے ڈاکٹر کے زخم کو جانے بغیر ہی اس کی گہرائی کا اندازہ لگالیا۔ یعنی بڑی چالاکی اور خودغرضی سے ڈاکٹر کے اس خوف کو پکا کر دیا تھا کہ وہ اپنی کم سن بیوی کے لیے ایک قسم کی بندش یا قید جیسے تھے اور ان دونوں کے جذبات واحساسات میں

ذرا بھی ہم رنگی نہ تھی، اور وہ اپنی کی زندگی کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے سیر وتفریح کے لیے لے جایا کرتی تھیں۔

''میرے پیارے ڈاکٹر'' انھوں نے ایک دن کہا جب میں وہاں موجود تھا ''تم جانتے ہو کہ اپنی کے لیے ہمیشہ گھر میں بند رہنا کچھ تکلیف دہ محسوس ہوتا ہوگا۔''

ڈاکٹر نے اپنا منکسر سر ہلا دیا۔

''جب وہ اپنی ماں کی عمر کی ہو جائے گی'' مسز مارکلھم نے اپنا پنکھا جھلتے ہوئے فرمایا ''تب یہ دوسری بات ہوگی۔ تم مجھے کسی جیل میں رکھ سکتے ہو، کچھ میرے ہی جیسے لوگوں کے ساتھ اور میں وہاں سے کبھی بھی نکلنے کی فکر نہ کروں گی۔ لیکن میں اپنی نہیں ہوں، تم جانتے ہو، اور نہ اپنی اپنی ماں جیسی ہے۔''

''بالکل، بالکل'' ڈاکٹر نے جلدی سے کہا۔

''تم ایک بہت ہی نیک مخلوق ہو ـــــ نہیں، مجھے معاف کرنا!'' کیونکہ ڈاکٹر نے کچھ ناپسندیدگی کا تاثر دے دیا تھا ''مجھے تمھارے منھ پر کہنا چاہیے جیسا کہ میں تمھارے پیٹھ پیچھے کہتی رہتی ہوں، تم ایک بے حد نیک انسان ہو لیکن اب یقیناً تمھارے جذبات اس طرح کے نہیں رہ گئے جیسے کہ اپنی کے ہیں۔''

''نہیں'' ڈاکٹر نے غمگین لہجے میں کہا۔

''نہیں، یقیناً نہیں'' بوڑھی سپاہی نے کہا ''مثال کے لیے اپنی ڈکشنری کو ہی لے لو۔ ڈکشنری کا کام کتنا کار آمد ہے! کتنا ضروری کام! الفاظ کے معنی! ڈاکٹر جانسن (جنھوں نے پہلی لغت تیار کی تھی) یا انھیں کی طرح کا کوئی ـــ اگر یہ نہ ہوتے تو ہم اطالوی استری کو پلنگ کہتے ہوتے۔ لیکن ہم یہ نہیں امید کر سکتے کہ ایک ڈکشنری ـــــ خصوصاً جب وہ ابھی تیار ہی ہو رہی ہے ـــ میں اپنی کو دلچسپی ہوگی، ہے کہ نہیں؟''

ڈاکٹر نے اپنا سر ہلا دیا۔

''اسی لیے میں تمھاری سمجھداری کی قدر کرتی ہوں'' مسز مارکلھم نے اپنے بند پنکھے سے ڈاکٹر کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا ''اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم یہ نہیں چاہتے، جیسا کہ بہت سے

بوڑھے چاہتے ہیں، کہ جوان کندھوں پر بوڑھے سر مسلط رہیں۔ تم نے اپنی کے کردار کو خوب پرکھ لیا ہے اور اسے خوب سمجھتے ہو۔ تمھاری یہی بات مجھے بہت اچھی لگتی ہے!''

ڈاکٹر اسٹرانگ جیسے پرسکون اور صابر چہرے پر بھی ایسی توصیف کی چوٹ سے درد کی جھلک نمایاں ہوگئی، میں نے سوچا۔

''اس لیے میرے پیارے ڈاکٹر'' بوڑھی سپاہی نے انھیں کئی شفیقانہ تھپکیاں دیتے ہوئے فرمایا، ''تم مجھ پر حکم چلا سکتے ہو، ہر وقت، ہر موسم میں۔ اب تم سمجھ لو کہ میں پوری طرح تمھاری خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ میں اپنی کے ساتھ اوپیرا، ناچ گھر، نمائش، ہر طرح کی جگہوں پر جا سکتی ہوں اور تم مجھے کبھی تھکتے نہیں پاؤ گے۔ میرے پیارے ڈاکٹر، دنیا میں فرض ہر چیز پر اولیت رکھتا ہے!''

وہ اتنی ہی اچھی تھیں جتنے ان کے الفاظ۔ وہ ان قسم کے لوگوں میں سے تھیں جو بہت زیادہ تفریح اور عیش وعشرت کا لطف لے سکتے تھے اور وہ اس سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں۔ وہ روزانہ اخبار اٹھا لیتیں (جو وہ گھر کی ملائم ترین کرسی میں رکھ کر محدّب شیشے سے دو گھنٹے تک پڑھتی تھیں) اور کسی نہ کسی ایسے پروگرام کی خبر تلاش کر ہی لیتیں جس کے بارے میں انھیں یقین رہتا کہ اینی اسے دیکھنا پسند کرے گی۔ اینی کے لیے یہ کہنا بیکار تھا کہ وہ ایسی چیزوں سے اکتا چکی ہیں۔ ان کی ماں ہمیشہ انھیں اسی طرح ملامت کرتیں' میری پیاری اینی، مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتی ہو اور میں تم سے کہوں گی میری گڑیا کہ تم ڈاکٹر اسٹرانگ کی رحم دلی کا مناسب جواب نہیں دیتی ہو۔

ایسا عموماً ڈاکٹر کی موجودگی میں کہا جاتا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ اتنا سنتے ہی اینی کو فوراً اپنا اعتراض یا انکار بھول جانے پر مجبور ہو جانا پڑتا تھا۔ لیکن عام طور سے وہ خود کو اپنی ماں کی خواہش اور مرضی پر ہی ڈالے رہا کرتی تھیں اور بوڑھی سپاہی جہاں بھی انھیں لے جاتی، چلی جاتیں۔

اب شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ مسٹر مالڈن بھی ان لوگوں کے ساتھ کہیں جاتا۔ کبھی کبھی میری دادی ساتھ جانے کے لیے مدعو کی جاتیں اور وہ دعوت قبول کر لیا کرتیں۔ کبھی کبھی صرف ڈورا ہی مدعو کی جاتی۔ وہ وقت ایسا تھا جب ڈورا کے تنہا وہاں جانے میں مجھے قباحت ہو سکتی تھی لیکن اس رات ڈاکٹر اسٹرانگ کے کمرے میں جو کچھ ہو چکا تھا، اس کی یاد نے میرے عدم اعتماد میں تبدیلی

لادی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ڈاکٹر ٹھیک آدمی ہیں اور اب مجھے کسی قسم کا شک شبہ نہیں رہ گیا تھا۔

میری دادی جب کبھی میرے ساتھ تنہا ہوتیں تو اپنی ناک سہلاتے ہوئے مجھ سے کہتیں کہ انھیں یہ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ ڈاکٹر اور ان کی اہلیہ اور خوش و خرم رہا کریں۔ وہ نہیں سمجھتی تھیں کہ فوجی سپاہی (بوڑھی سپاہی کو دادی ہمیشہ فوجی سپاہی ہی کہا کرتی تھیں) حالات کو ذرا بھی بہتر بنا پار ہی تھیں۔ دادی نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرمایا "اگر فوجی سپاہی اپنی ٹوپی میں نکی تتلیاں کاٹ کر آتش دان کی صفائی کرنے والے کو "یوم بہار [1]" (May Day) کے لیے دے دیں تب لگے گا کہ انھوں نے کچھ کچھ سمجھداری کا کام کرنے کی شروعات کر دی ہے۔

لیکن ان کو سب سے زیادہ بھروسا مسٹر ڈک پر تھا۔ "اس آدمی کے دماغ میں ایک آئیڈیا ہے" انھوں نے کہا "اور اگر وہ ایک بار ہی اسے کاغذ پر صرف اتار ہی لیں، جو ان کی سب سے بڑی پریشانی تھی، تو وہ خود کو ایک غیر معمولی شخصیت کے روپ میں منوالیں گے۔"

اس پیشین گوئی سے بے خبر مسٹر ڈک ڈاکٹر اسٹرانگ اور ان کی بیوی کے سلسلے میں اپنے رویے پر اسی طرح جمے رہے۔ نہ وہ ذرا بھی آگے بڑھ رہے تھے اور نہ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ لگتا تھا جیسے کسی عمارت کی طرح اپنی اصل بنیاد پر جم گئے ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا ماننا ہے کہ ان کے اس مقام سے کبھی ہلنے کے اس سے زیادہ امکانات نہیں تھے جتنا کہ اس حالت میں ہوتے جب وہ واقعی کوئی عمارت ہوتے۔

لیکن ایک رات، میری شادی ہو جانے کے کچھ ماہ بعد، مسٹر ڈک نے اپنا سر کمرے میں داخل کیا جہاں میں تنہا بیٹھا لکھنے میں مصروف تھا (ڈورا میری دادی کے ساتھ دو ننھی چڑیوں کے یہاں چائے پر گئی ہوئی تھی) اور عجیب طرح سے کھانستے ہوئے فرمایا:

"تم خود کو زحمت دیے بغیر مجھ سے بات نہ کر پاتے، ٹراٹ ووڈ؟"

"بالکل، مسٹر ڈک" میں نے کہا "آجایئے!"

"ٹراٹ ووڈ" مسٹر ڈک نے ہاتھ ملا لینے کے بعد اپنی ناک کے کنارے انگلی رکھتے

---

1 یکم مئی انگلستان میں یوم بہار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اب اسی دن کو مزدوروں کے دن (یوم مئی) کے نام سے بھی منایا جانے لگا ہے۔ مترجم

ہوئے کہا ''بیٹھنے سے قبل میں ایک بات کہہ دینا چاہوں گا۔ تم اپنی دادی کو جانتے ہو؟''

''بہت کم۔'' میں نے جواب دیا۔

''وہ دنیا کی سب سے حیرت انگیز خاتون ہیں، جناب!''

اس اطلاع کے بعد، جو انھوں نے اسی طرح منھ سے باہر نکال دی جیسے وہ بندوق کی گولی رہی ہو، مسٹر ڈک معمول سے زیادہ سنجیدگی سے بیٹھ گئے اور میری جانب تاکنے لگے۔

''ہاں بھئی'' مسٹر ڈک نے کہا ''میں اب تمھارے سامنے ایک سوال رکھ رہا ہوں۔''

''آپ جتنے سوال، چاہیں کر سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں، جناب؟'' مسٹر ڈک نے اپنے بازو موڑتے ہوئے پوچھا۔

''ایک پرانا پیارا دوست۔'' میں نے کہا۔

''شکریہ ٹراٹ ووڈ'' مسٹر ڈک خوشی سے اچھل کر ہنستے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملانے لگے۔ ''لیکن میرا مطلب ہے، میاں'' پھر بے حد سنجیدہ ہوتے ہوئے ''اس سلسلے میں تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟'' انھوں نے اپنا سر چھوتے ہوئے کہا۔

میں پریشان ہو گیا کہ اس کا کیا جواب دوں لیکن انھوں نے خود ایک لفظ کہہ کر میری مدد کی۔

''کمزور؟'' مسٹر ڈک نے پوچھا۔

''ہاں'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا ''کچھ اسی قسم کا۔''

''بالکل'' مسٹر ڈک نے بے ساختہ کہا۔ لگ رہا تھا کہ میرے جواب سے وہ بے حد مسرور ہوا ٹھے تھے ''ایسا ہی ہے، ٹراٹ ووڈ، جب وہ لوگ کچھ پریشانیاں ان کے سر سے ——— تم جانتے ہو، کس کے سر سے ——— نکال کر وہاں رکھ دیتے ہیں، تم جانتے ہو کہ کہاں رکھ دیتے ہیں ——— ایک'' مسٹر ڈک نے اپنے دونوں ہاتھ متعدد بار نچائے اور پھر دونوں ہاتھ ٹکراتے ہوئے انھیں سر کے اوپر بار بار گھماتے رہے، الجھن ظاہر کرنے کے لیے۔ ''کسی طرح میرے ساتھ ایسا کچھ کر دیا گیا، ہے نا؟''

میں نے سر ہلا دیا جس کے جواب میں انھوں نے بھی سر ہلا دیا۔

''مختصر یہ کہ'' مسٹر ڈک نے اپنی آواز سرگوشی میں تبدیلی کرتے ہوئے فرمایا ''میں

سادہ لوح ہوں۔''

میں خودکو بھی ایسا ہی جتانے جا رہا تھا لیکن انھوں نے مجھے روک دیا۔

''ہاں، میں ہوں! وہ سمجھتی ہیں کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ وہ ایسا سننا تک پسند نہ کریں گی، لیکن میں ایسا ہی ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں ایسا ہی ہوں۔ اگر وہ میری خیر خواہ نہ بنتیں، جناب تو میں ان برسوں میں خودکو کہیں قید کر کے بیکار زندگی گذارنے پر مجبور کر دیا گیا ہوتا۔ لیکن میں ان کے لیے کچھ کروں گا! نقل کرنے سے جو آمدنی ہوتی ہے، اسے میں کبھی خرچ نہیں کرتا۔ میں اسے ایک بکس میں رکھتا جا رہا ہوں۔ میں نے وصیت تیار کر لی ہے۔ میں یہ سب ان کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔ وہ امیر ہو جائیں گی۔ نیک خاتون!''

مسٹر ڈک نے اپنا دستی رومال نکالا اور اپنی آنکھیں پونچھیں۔ پھر انھوں نے بڑی احتیاط سے رومال کو تہ کیا اور دونوں ہاتھوں کے درمیان دبا کر اسے برابر کیا اور پھر جیب میں رکھ لیا اور محسوس ہوا جیسے انھوں نے میری دادی کو بھی اسی کے ساتھ دور رکھ دیا۔

''اب تم عالم فاضل ہو گئے ہو ٹراٹ ووڈ'' مسٹر ڈک نے کہا ''تم ایک اچھے عالم ہو چکے ہو۔ تم جانتے ہو کہ کتنے پڑھے لکھے اور کتنے عظیم انسان ہیں ڈاکٹر اسٹرانگ۔ تم جانتے ہو کہ انھوں نے ہمیشہ مجھے کتنی عزت دی ہے۔ اپنے علم پر انھیں ذرا بھی گھمنڈ نہیں، منکسر مزاج، بے حد منکسر مزاج ــــــ بے چارے ڈک تک کا اتنا لحاظ کرتے ہیں جو اتنا سادہ لوح ہے اور کچھ نہیں جانتا۔ میں نے ایک چٹ پر ان کا نام لکھ کر اوپر بھیج دیا ہے، پتنگ میں چپکا کر، تاکہ یہ آسمان میں چکاوکوں (چنڈولوں) (بھورے مٹیالے رنگ کے پرندے) کے ساتھ اڑتا رہے۔ پتنگ نے بڑی خوشی سے ان کا نام قبول کر لیا، جناب، اور اس سے آسمان اور بھی روشن ہو گیا۔''

میں نے تہ دل سے یہ کہہ کر انھیں خوش کر دیا کہ ڈاکٹر ہمارے حد درجہ احترام کے مستحق ہیں۔

''اور ان کی حسین بیوی ایک ستارہ ہیں'' مسٹر ڈک نے کہا ''ایک درخشاں ستارہ۔ میں نے انھیں چمکتے ہوئے دیکھا ہے، جناب، لیکن'' اپنی کرسی اور قریب لاتے ہوئے اور اپنا ایک ہاتھ میرے گھٹنے پر رکھتے ہوئے ــــ ''بادل، جناب بادل۔''

میں نے ان کے چہرے کی حیرانی کی طرح خود اپنے چہرے پر بھی حیرانی طاری کرتے

ہوئے اپنا سر ہلا دیا۔

"کیسے بادل؟" مسٹر ڈک نے ایسے غور وفکر کے انداز سے میرے چہرے پر نظریں گڑاتے ہوئے کہا اور میرا جواب سمجھنے کے لیے اتنے بے قرار نظر آ رہے تھے کہ میں نے رک رک کر اسی طرح سمجھانے والے انداز میں بتایا جیسے کسی بچے کو کوئی بات سمجھائی جاتی ہے۔

"ان دونوں کے درمیان بدقسمتی سے کچھ اختلاف ہو گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "علاحدگی کی کوئی ناخوشگوار وجہ۔ ایک راز ـــــ ان دونوں کی عمروں میں اتنا زیادہ فرق بھی اس کی وجہ ہو سکتی ہے، ہو سکتا ہے کسی بات کے بغیر ہی ایسا ہو۔"

مسٹر ڈک جو ہر جملے پر بڑی فکرمندی سے سر ہلا دے رہے تھے، میرے خاموش ہونے پر انھوں نے سر ہلانا بھی بند کر دیا اور اپنی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز کیے ہوئے اور اپنا ہاتھ میرے گھٹنے پر رکھے ہوئے سوچنے لگے۔

پھر انھوں نے کچھ توقف سے کہا، "ڈاکٹر ان سے خفا نہیں ہیں، ٹراٹ ووڈ؟"

"نہیں وہ انھیں بہت چاہتے ہیں۔"

"تب میں سمجھ گیا، میاں!" مسٹر ڈک نے کہا۔

اچانک خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے انھوں نے جس طرح میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور اپنی کرسی پر پیچھے کی جانب ٹیڑھے ہو گئے، اپنی بھوں اتنی اوپر اٹھاتے ہوئے جتنی کہ اٹھائی جا سکتی تھی، اس نے مجھے ان کے بارے میں پہلے سے بھی زیادہ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اچانک پھر سنجیدہ ہو گئے اور پہلے کی ہی طرح آگے کی طرف جھکتے ہوئے انھوں نے فرمایا ـــــ پہلے بڑے ادب سے جیب سے اپنا رومال نکال لینے کے بعد، جیسے یہ واقعی میری دادی کی نمائندگی کر رہا تھا:

"دنیا کی سب سے زیادہ حیرت انگیز خاتون، ٹراٹ ووڈ۔ انھوں نے اس معاملے کو ٹھیک کرنے کے لیے کچھ کیوں نہیں کیا؟"

"مداخلت کرنے کے لیے یہ بڑا ہی مشکل اور نازک معاملہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھے مفکر ہو۔" مسٹر ڈک نے انگلی سے مجھے چھوتے ہوئے کہا "انھوں نے کچھ کیوں نہیں کیا؟"

''اسی وجہ سے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میں سمجھ گیا، میاں!'' مسٹر ڈک نے کہا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے میرے سامنے کھڑے ہو گئے، سر ہلاتے ہوئے اور بار بار اپنا سینہ پیٹتے ہوئے، تب تک کہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ انھوں نے سر ہلا ہلا کر اور سینہ پیٹ پیٹ کر اپنے جسم سے ساری سانس نکال ہی ڈالی ہوگی۔

''ایک معمولی آدمی جس میں کچھ کر گذرنے کی دھن ہے، جناب'' مسٹر ڈک نے فرمایا ''ایک سادہ لوح، ایک کمزور دماغ والا شخص ـــــ موجودہ صحبت، تم جانتے ہو!'' اپنا سینہ پھر پیٹتے ہوئے ''وہ کر سکتی ہے جو بڑے بڑے حیرت انگیز لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ میں ان دونوں کو پھر ایک کر دوں گا، میاں۔ میں، میں کوشش کروں گا۔ وہ مجھے الزام نہ دیں گے۔ انھیں مجھ پر کچھ اعتراض نہ ہوگا۔ میں جو کچھ بھی کروں گا، وہ خیال نہ کریں گے، اگر یہ غلط ہوگا۔ میں صرف مسٹر ڈک ہوں۔ اور مسٹر ڈک کی بات کا کون برا مانتا ہے؟ ڈک کچھ بھی نہیں ہے! ہو...و...!'' انھوں نے بڑے بھدے طریقے سے لمبی سانس بھری جیسے انھوں نے خود کو اڑا دیا ہو۔

خوش قسمتی سے ابھی تک وہ اپنے اس پُر اسرار منصوبے کے بارے میں اتنا ہی بتا پائے تھے کہ ہمارے چھوٹے سنہرے گیٹ پر گاڑی آکر رکنے کی آہٹ سنائی پڑی، جو میری دادی اور ڈورا کو گھر واپس لے آئی تھی۔

''ایک لفظ بھی نہیں، میاں!'' انھوں نے سرگوشی میں اپنی بات جاری رکھی۔ ''سارا الزام ڈک کے سر چھوڑ دو ـــــ سادہ لوح ڈک ـــــ پاگل ڈک ـــــ میں کچھ دنوں سے سوچ رہا ہوں، جناب، کہ میں اسے سمجھ رہا ہوں، اور اب میں سمجھ گیا ہوں۔ آپ نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے، میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں سمجھ گیا اسے۔ ٹھیک ہے!''

مسٹر ڈک اس موضوع پر پھر ایک لفظ بھی نہ بولے لیکن وہ اگلے نصف گھنٹے تک خود کو ٹیلیگراف جیسے بنائے ہوئے مجھے طرح طرح کے اشارے کرتے رہے (جس سے میری دادی کے سوچنے میں خلل پڑ رہا تھا) مجھ پر راز داری جتانے اور مجھ سے بھی راز داری برتنے کی درخواست کرنے کے لیے۔

اگلے دو تین ہفتے تک اس موضوع پر ان سے کچھ بھی نہ سننے پر مجھے حیرت ہو رہی تھی اگر چہ مجھے ان کی اس جد و جہد کا نتیجہ جاننے میں خاصی دلچسپی تھی، ان کی خوشی دیکھتے ہوئے ــــ میں اچھے جذبات کے بارے میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ اس کا اظہار تو وہ برابر کرتے ہی رہتے تھے ــــ انھوں نے جو نتیجہ اخذ کر لیا تھا۔ بالآخر مجھے یقین ہونے لگا ــــ کہ اپنے الجھے دماغ اور اس کی اونچی پرواز کے سبب یا تو وہ اپنی یہ مہم بھول گئے ہیں یا پھر اس کا ارادہ ترک ہی کر دیا ہے۔

ایک خوش گوار شام جب ڈورا باہر نہیں جانا چاہ رہی تھی، میں اپنی دادی کے ساتھ ٹہلتے ہوئے ڈاکٹر اسٹرانگ کے بنگلے پر چلا گیا۔ یہ خزاں کا موسم تھا جب شام کی ہوا قدرے دھیمی ہو جاتی ہے، اس وقت پارلیمان میں بحث نہیں چلتی تھی اور مجھے یاد آتا ہے کہ پتیوں سے اسی طرح کی مہک اٹھ رہی تھی جیسے ہمارے بلنڈ راسٹون والے باغ سے اٹھتی تھی جب ہم ان پر چلتے تھے اور کس طرح پرانے اور دلگیر احساسات ہوا کے ساتھ پیچھے چھوٹتے جا رہے تھے۔

جب ہم بنگلے پر پہنچے تو آسمان میں شفق کی لالی چھا چکی تھی۔ مسز اسٹرانگ باغ سے نکل ہی رہی تھیں، جہاں مسٹر ڈک اب بھی چاقو لیے مالی کے ساتھ باغ کو سنوارنے میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر اسٹرانگ اپنے کمرے میں کسی سے بات کر رہے تھے جنھیں وہیں سے واپس چلا جانا تھا، اس لیے مسز اسٹرانگ نے ہم لوگوں سے درخواست کی کہ ہم رکے رہیں اور ڈاکٹر سے مل کر ہی جائیں۔ ہم لوگ ان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور کھڑکی کے پاس بیٹھ گئے۔ ہم جیسے دوستوں اور پڑوسیوں کے آنے پر یہاں کبھی کوئی تکلف یا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔

ہم یہاں ابھی زیادہ دیر تک نہیں بیٹھے تھے جب مسز مارکلہم جو ہمیشہ جیسے کسی چیز کے لیے بدحواس سی رہتی تھیں، ہاتھ میں اخبار لیے بھاگتی ہوئی آئیں اور ہانپتی ہوئی بولیں ''توبہ، توبہ، اینی تم نے مجھ سے بتایا کیوں نہیں کہ ڈاکٹر کے کمرے میں کوئی اور موجود ہے!''

''پیاری ممی'' انھوں نے پرسکون انداز میں جواب دیا ''مجھے کیا معلوم کہ آپ کو یہ اطلاع درکار تھی؟''

''اطلاع درکار تھی؟'' مسز مارکلہم نے صوفے میں دھنستے ہوئے کہا ''مجھے زندگی میں کبھی ایسا دھچکا نہیں لگا!''

''کیا آپ اس کمرے میں چلی گئی تھیں ممی؟'' ایمی نے پوچھا۔

''کمرے میں چلی گئی تھی، ڈیر!'' انھوں نے اس پر زور دیتے ہوئے جواب دیا ''یقیناً میں چلی گئی تھی! میں اس پسندیدہ مخلوق کے کام میں مخل ہوگئی ــــ اگر آپ میرے احساسات کا اندازہ کرسکیں مس ٹراٹ ووڈ اور ڈیوڈ'' ان کے وصیت تیار کرنے کے کام میں۔''

ان کی بیٹی نے جلدی سے کھڑکی سے جھانکا۔

''اس کام میں میری پیاری ایمی'' مسز مارکلہم نے اخبار اپنی گود میں میز پوش کی طرح بچھا کہ اس پر ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے دہرایا۔ ''ان کا آخری وصیت نامہ تیار کرنے میں میں مخل ہوگئی۔ اپنی پیاری کے لیے ان کی محبت اور دور اندیشی! میں تم سے ضرور بتاؤں گی کہ یہ کیسے ہوا، میں ضرور بتاؤں گی، اس پیارے انسان کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے ــــ کیونکہ وہ صرف ایک پیارے انسان سے ذرا بھی کم نہیں ہیں۔ میں بتاؤں گی کہ یہ کیسے ہوا۔ شاید آپ جانتی ہوں، مس ٹراٹ ووڈ کہ اس گھر میں اس وقت تک ایک بھی شمع روشن نہیں کی جاتی جب تک کہ اخبار پڑھتے وقت کسی کی آنکھیں سر سے نکل کر گر نہ پڑیں اور اس گھر میں اس کمرے کے علاوہ کہیں ایک بھی ایسی کرسی نہیں ہے جس میں رکھ کر اخبار پڑھا جاسکے۔ اسی وجہ سے مجھے وہاں جانا پڑا، جہاں مجھے روشنی دکھائی پڑی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ڈاکٹر کے ساتھ دو اور لوگ تھے جو قانون کے پیشے سے وابستہ لگ رہے تھے اور وہ تینوں میز کے گرد کھڑے تھے: پیارے ڈاکٹر کے ہاتھ میں قلم تھا ''اس سے یہ صاف ظاہر ہے'' ڈاکٹر نے کہا ــــ ''ایمی میری پیاری'' الفاظ پر غور کریں'' تو اس سے صاف ظاہر ہے صاحبان، اعتماد جو مجھے مسز اسٹرانگ (بیوی) پر ہے اور یہ وصیت انھیں میرا سب کچھ بلاشرط دے دیتی ہے۔'' اس پر ایک ماں کے فطری جذبات کے تحت میرے منھ سے نکل گیا۔ ''واہ رے اللہ!'' میں آپ لوگوں سے معذرت چاہتی ہوں!'' کہتے ہوئے میں ڈیوڑھی پر گر پڑی اور پچھلی راہ داری سے بھاگ کر یہاں آگئی۔''

مسز اسٹرانگ نے کھڑکی کھول دی اور برآمدے میں چلی گئیں جہاں وہ ایک ستون سے ٹک کر کھڑی ہوگئیں۔

''کیا یہ تقویت بخش نہیں ہے، مس ٹراٹ ووڈ، کیا یہ تقویت بخش نہیں ہے ڈیوڈ؟'' مسز

مارکلہم نے اپنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''ڈاکٹر اسٹرانگ جیسے آدمی کا مل جانا جو اپنے مضبوط دماغ سے اس طرح کا کام کر سکے؟'' یہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں نے کتنا صحیح فیصلہ لیا تھا۔ میں نے اینی سے کہا تھا، جب ڈاکٹر مجھ سے ملنے آئے اور انھوں نے اس سے شادی کرنے کی پیشکش کی، تو میں نے کہا تھا ''میری بٹیا، میرے خیال میں تمھارے لیے اس سے زیادہ مناسب اور کوئی انتظام نہیں ہوسکتا کیونکہ ڈاکٹر اسٹرانگ تمھارے لیے اس سے زیادہ کریں گے جتنا انھیں کرنا چاہیے۔''

اب گھنٹی بجی اور ہم نے ان دونوں کے جانے کی آہٹ سنی۔

''سب ہو گیا، بلاشبہ'' بوڑھی سپاہی نے آہٹ سننے کے بعد کہا ''پیاری مخلوق نے دستخط کیا، اسے مہر بند کیا اور بھیج دیا۔ اب ان کے دماغ کو سکون ہو گیا۔ ٹھیک ہے، ایسا ہونا ہی چاہیے! کیا دماغ ہے! اینی میری جان، میں اخبار لے کر ڈاکٹر کے کمرے میں جا رہی ہوں کیونکہ اخبار پڑھے بغیر میں رہ ہی نہیں سکتی۔ مس ٹراٹ ووڈ، ڈیوڈ، پلیز آ کر ڈاکٹر سے مل لیں۔''

مجھے معلوم تھا کہ مسٹر ڈک کمرے کے پاس کھڑے اپنا چاقو بند کر رہے تھے جب ہم مسز مارکلہم کے ساتھ ڈاکٹر کے کمرے میں گئے۔ میری دادی اپنی ناک بری طرح سہلا رہی تھیں جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ہماری فوجی دوست کو برداشت نہیں کر پا رہی تھیں۔ کون پہلے ڈاکٹر کے کمرے میں گیا، یا کیسے مسز مارکلہم نے ایک لمحے میں خود کو اپنی آرام کرسی پر گرا لیا، یا کیسے میں اور میری دادی دروازے پر ٹھہر گئے (ان کی آنکھیں مجھ سے تیز تھیں اور انھوں نے مجھے پکڑ کر روک لیا)، اگر میں جانتا بھی تھا تو اب بھول چکا ہوں۔ لیکن یہ میں جانتا ہوں — کہ ڈاکٹر ہمیں دیکھ سکیں، اس سے پہلے ہی ہم نے انھیں میز پر کاپیوں کے انبار میں دیکھ لیا۔ جن میں مصروف رہ کر انھیں مزہ آتا تھا وہ اپنے ہاتھ پر سر رکھے خاموشی سے آرام کر رہے تھے کہ ٹھیک اسی لمحے ہم نے مسز اسٹرانگ کو کانپتے ہوئے اندر آتے ہوئے دیکھا جو پیلی پڑ چکی تھیں۔ مسٹر ڈک انھیں اپنے ہاتھ سے سہارا دیے ہوئے تھے۔ مسٹر ڈک نے اپنا دوسرا ہاتھ ڈاکٹر کے بازو پر رکھ دیا جس سے وہ چونک کر اوپر دیکھنے لگے۔ جیسے ہی ڈاکٹر نے اپنا سر اٹھایا، ان کی بیوی نے ان کے ایک گھٹنے پر گر کر ان کا پیر پکڑ لیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا سر اوپر اٹھا کر ڈاکٹر کے چہرے کی طرف ایسی ملتجیانہ نظروں سے دیکھنے لگیں جسے میں کبھی بھول نہ سکا۔ یہ منظر دیکھ کر مسز مارکلہم کے ہاتھوں

سے اخبار گر پڑا اور وہ اس طرح دم بخود رہ گئیں جیسے وہ کوئی مجسمہ ہوں۔ اس سے زیادہ حیرت زدہ چہرہ میں تصوّر ہی نہیں کر سکتا۔

ڈاکٹر کے انداز کی شائستگی اور ان کی حیرت، ان کی بیوی کے اس عاجزانہ رویّے سے ان میں آ گیا وقار، مسٹر ڈک کی اتنی پسندیدہ کارکردگی اور خلوص جس سے میری دادی خود بخود کہہ اٹھیں ''یہ آدمی پاگل ہے؟'' (اس فاتحانہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جو انھیں مسٹر ڈک کو پاگلوں جیسی زندگی گذارنے سے بچا لینے میں ہوئی تھی) ــــــ میں یہ سب دیکھ اور سن رہا ہوں بجائے یاد کرنے کے، جب میں اس کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔

''ڈاکٹر!'' مسٹر ڈک نے کہا ''کیا کر رہے ہیں؟ ادھر دیکھیے!''

''اینی!'' ڈاکٹر نے چیختے ہوئے کہا ''میرے پیروں پر نہیں میری عزیز!''

''ہاں!'' اینی نے کہا ''میں سب لوگوں سے التجا کرتی ہوں کہ کوئی یہاں سے جائے نہیں! اف، میرے چاہنے والے شوہر اور باپ، اب یہ طویل خاموشی توڑ دیجیے۔ ہم دونوں کو معلوم ہو جانے دیجیے کہ کون سی چیز ہمارے درمیان حائل ہو گئی ہے!''

مسز مارکلہم کی گویائی اب واپس آ چکی تھی اور لگ رہا تھا جیسے ان کا خاندانی غرور اور ایک ماں کا غیض ابل پڑا ہو، انھوں نے چیختے ہوئے کہا ''اینی اٹھ جاؤ فوراً اور اس طرح خود کو گرا کر خود سے وابستہ ہر شخص کی تذلیل مت کرو، اگر تم یہ نہیں چاہتیں کہ میں اسی وقت پاگل ہو جاؤں!''

''ممّی!'' اینی نے جواب دیا ''مجھ سے کچھ کہہ کر اپنے الفاظ برباد نہ کیجیے کیونکہ میں اپنے شوہر سے التجا کر رہی ہوں، اور یہاں آپ کچھ نہیں ہیں۔''

''کچھ نہیں ہوں!'' مسز مارکلہم نے چیخ کر کہا ''میں کچھ نہیں ہوں! بچی نے اپنا ہوش کھو دیا ہے۔ پلیز مجھے ایک گلاس پانی دے دو!''

میں ڈاکٹر اور ان کی بیوی کو دیکھنے میں اتنا محو تھا کہ ان کی اس گذارش پر ذرا بھی دھیان نہ دے سکا اور نہ کسی اور نے ہی دھیان دیا۔ اس لیے مسز مارکلہم خود کو سہلاتی، گھورتی اور پنکھا جھلتی ہی رہ گئیں۔

''اینی!'' ڈاکٹر نے انھیں اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا ''میری

پیاری! اگر وقت کے ساتھ ہماری ازدواجی زندگی میں کوئی ناگزیر تبدیلی آ گئی ہے تو تم اس کے لیے ذمہ دار نہیں ہو۔ غلطی میری ہے، اور صرف میری۔ تمھارے لیے میری شفقت، چاہت اور عزت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ میں تمھیں خوش رکھنا چاہتا ہوں۔ میں دل سے تمھیں چاہتا اور تمھاری عزت کرتا ہوں۔ اٹھ جاؤ اینی، خدا کے لیے!''

لیکن وہ نہیں اٹھیں۔ کچھ دیر ان کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد وہ ان کے اور قریب کھسک آئیں اور اپنی باہیں ان کے گھٹنے پر رکھ دیں اور اس پر اپنا سر ٹکاتے ہوئے بولیں:

اگر یہاں میرا کوئی ہمدرد ہے، جو میرے لیے ایک لفظ بول سکتا ہے یا اس معاملے میں میرے شوہر کے لیے ایک لفظ بول سکتا ہے۔ اگر یہاں میرا کوئی ہمدرد ہے جو میری اس سرگوشی کو، جو کبھی کبھی میرے دل نے کی ہے، اپنی آواز دے سکتا ہے، اگر یہاں میرا کوئی ہمدرد ہے جو میرے شوہر کی عزت کرتا ہے، یا کبھی میری فکر کی ہے اور اس کے علم میں کوئی بھی ایسی چیز رہی ہے، اس سے غرض نہیں کہ یہ کیا ہے، جو ہم دونوں کے مابین مصالحت کرانے میں معاون رہی ہو ——— میں اس ہمدرد سے التجا کرتی ہوں کہ وہ اپنی زبان کھولے!''

گہری خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں تک تکلیف دہ کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد میں نے خاموشی توڑی۔

''مسز اسٹرانگ'' میں نے کہا'' کچھ ایسی باتیں میرے علم میں ہیں جنھیں ڈاکٹر اسٹرانگ نے مجھ سے راز میں ہی رہنے دینے کی گذارش کی تھی اور میں نے آج رات تک اسے چھپائے رکھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ اعتماد اور شائستگی کا غلط استعمال ہوگا اگر میں اسے مزید چھپائے رہا اور جب آپ کی گذارش مجھے ان کی بات کو نظر انداز کرنے کا مجاز بنا رہی ہے۔''

انھوں نے اپنا چہرہ ایک لمحے کے لیے میری جانب گھمایا اور میں سمجھ گیا کہ میں حق بجانب تھا۔ مجھے اس راز کو کھولنے میں کچھ تامل ہوتا اگر مسز اسٹرانگ کی جانب سے مجھے اس طرح کی حوصلہ افزائی کا احساس نہ ہو گیا ہوتا۔

انھوں نے کہا ''ہمارے مستقبل کا سکون'' آپ کے ہاتھوں میں ہو سکتا ہے۔ مجھے پورا بھروسا ہے کہ آپ اس کے بارے میں ذرا بھی کچھ چھپائیں گے نہیں۔ میں پہلے سے ہی جانتی

ہوں کہ آپ، یا کوئی بھی مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتا جس سے میرے نیک شوہر کے دل کو کسی اور روشنی میں دیکھا جا سکے۔ اسے بتانے میں آپ کو چاہے جتنا محسوس ہو کہ اس سے مجھے تکلیف پہنچ سکتی ہے، آپ اس کا خیال نہ کریں۔ میں خود ان کے سامنے اپنی بات رکھوں گی اور اُس کے بعد خدا کے سامنے۔''

اس طرح سے میں نے کچھ بتانے کے لیے ڈاکٹر سے اجازت لینے کی ضرورت نہ سمجھی۔ پورا ایپی سوڈ کے گھٹیا پن کو کچھ ہلکا کر دینے کے علاوہ میں نے حقیقت سے کسی اور قسم کا سمجھوتہ کیے بغیر صاف صاف بیان کر دیا، اسی کمرے میں اس رات جو کچھ ہوا تھا۔ اس پورے بیان کے دوران مسز مارکلہم کا آنکھیں پھاڑے حیرت سے دیکھتی رہنے اور بیچ بیچ میں چیخ کر مداخلت کر بیٹھنے کا بیان کر پانا ممکن نہیں۔

جب میں نے اپنی بات ختم کی تو اپنی چند لمحوں تک اسی طرح سر جھکائے خاموش رہیں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ پھر انھوں نے ڈاکٹر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے (وہ اسی طرح سے بیٹھے ہوئے تھے) اسے اپنے سینے سے لگایا اور پھر اسے چوم لیا۔ مسز ڈک نے آہستہ سے انھیں اٹھایا اور وہ کھڑی ہو گئیں اور ان پر ٹکتے ہوئے اپنے شوہر کو دیکھتے ہوئے انھوں نے بولنا شروع کیا ——— جہاں سے انھوں نے پھر اپنی نظریں ہٹائیں نہیں۔

''جب سے میری شادی ہوئی ہے، جو کچھ بھی میرے دماغ میں رہا ہے'' انھوں نے دھیمی اور ملتجیانہ نرم آواز میں کہنا شروع کیا ''میں آپ لوگوں کے سامنے بالکل اسی طرح رکھ دوں گی۔ میں ایک بھی بات چھپا کر نہیں رکھوں گی جو میں اب تک جان سکی ہوں۔''

''نہیں، اینی'' ڈاکٹر نے محبت بھرے لہجے میں کہا ''میں نے کبھی تم پر شک نہیں کیا میری بچی۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، واقعی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میری پیاری۔''

''اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے'' انھوں نے اسی انداز میں جواب دیا ''کہ میں دریا دلی اور سچائی کے اس منبع کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دوں جس کی عزت اور چاہت سال بہ سال اور دن بہ دن میرے دل میں بڑھتی رہی جیسا کہ خدا بہتر جانتا ہے!''

''واقعی!'' مسز مارکلہم نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ''اگر مجھے ذرا بھی بولنے کا حق ہے ——— ''

(''تمھیں ذرا بھی حق نہیں ہے کمبخت'' دادی نے چڑ کر سرگوشی کے انداز میں کہا)

'' ــــــ مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے کہ اس معاملے میں اتنی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔''

''بجز میرے شوہر کے، اس کا فیصلہ اور کوئی نہیں کر سکتا ممی'' ایمی نے اسی طرح اپنے شوہر کے چہرے پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ اور وہ میری بات سنیں گے۔ اس سے پہلے مجھے تکلیف پہنچی ہے، اکثر اور طویل مدت تک میں برداشت کرتی رہی ہوں۔''

''میری بات سے؟'' مسز مارکلھم نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''جب میں بہت چھوٹی تھی'' ایمی نے کہا'' بالکل بچی، مجھے کسی بھی قسم کی معلومات ایک ہمدرد اور استاد سے ہی ملیں ــــ میرے مرحوم باپ کے دوست ــــ جو مجھے ہمیشہ بہت عزیز رہے ہیں۔ میں جو کچھ بھی جانتی ہوں، ان کو یاد کیے بغیر یاد نہیں کر سکتی۔ انھوں نے میرے دماغ میں اچھی اچھی باتوں کا خزانہ بھر دیا اور اپنے کردار کی چھاپ چھوڑ دی میں سمجھتی ہوں، جتنی وہ میرے لیے اچھی ثابت ہوئی ہیں وہ باتیں ایسی کبھی نہ ہوتیں اگر میں نے انھیں کسی اور سے سیکھا ہوتا۔''

''ماں کوئی چیز ہی نہ ہوئی!'' مسز مارکلھم نے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے ممی'' ایمی نے کہا'' لیکن میں انھیں ویسا ہی بتا رہی ہوں جیسے وہ تھے۔ مجھے ایسا کرنا ہی چاہیے۔ میں جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی، میری نظر میں ان کا وہی مقام رہا۔ وہ مجھ میں جتنی دلچسپی لیتے تھے، اس پر مجھے فخر تھا: میں انھیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی اور بہت پسند کرتی تھی۔ میں انھیں کس کس طرح دیکھتی تھی، بیان کر پانا مشکل ہے ــــ ایک باپ کی حیثیت سے، ایک راہ نما کی حیثیت سے، ان کی تعریف مجھے کسی اور کی تعریف سے زیادہ اچھی لگتی تھی، ایک شخص کی حیثیت سے، جس پر مجھے پورا اعتماد تھا اگر میں پوری دنیا پر شک کرنے لگتی۔ لیکن ان پر اس وقت بھی پورا بھروسا رکھتی۔ آپ جانتی ہیں ممی، میں کتنی کم عمر اور ناتجربہ کار تھی جب آپ نے ڈاکٹر صاحب کو اچانک میرے سامنے ایک منگیتر کے روپ میں پیش کر دیا تھا۔''

''میں نے اس حقیقت کا کم از کم پچاس بار یہاں موجود لوگوں کے سامنے ذکر کیا ہے!'' مسز مارکلھم نے کہا۔

(تب خدا کے لیے اپنا منھ بند رکھو اور اب ایک بار بھی اس کا ذکر نہ کرو۔'' میری دادی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا)

''یہ کتنی بڑی تبدیلی تھی: کتنا زیادہ صدمہ ہوا مجھے اس سے'' اینی نے اسی طرح دیکھتے ہوئے اسی لہجے میں کہا'' کہ مجھے غصہ آ گیا اور میں پریشان ہوگئی۔ میں بہر حال ایک لڑکی تھی اور جب اچانک اتنی بڑی تبدیلی آ گئی ان کی شخصیت میں جنھیں میں اب تک ایک ہمدرد اور استاد کی حیثیت سے اتنے احترام کی نظر سے دیکھتی تھی، کہ مجھے بہت زیادہ دکھ ہوا۔ لیکن اب وہ کسی طرح بھی میری نظر میں ویسے نہیں ہو سکتے تھے جیسے کہ پہلے تھے، اور میں نے فخر محسوس کیا کہ انھوں نے مجھے اس قابل سمجھا اور پھر ہماری شادی ہوگئی۔''

'' —— سنت الفیج (ST. Alphage) کینٹر بری میں'' مسز مارکلھم بول پڑیں۔

(چپ کراؤ اس عورت کو!'' میری دادی نے کہا'' یہ چپ نہ رہے گی!'')

''میں نے کبھی نہیں سوچا'' اینی نے کچھ اور جوش میں پھر کہنا شروع کیا'' کسی بھی دنیاوی فائدے کے لیے جو مجھے اپنے شوہر سے پہنچتا۔ میرے جوان دل میں اس طرح کی معمولی باتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی، ممی، مجھے معاف کریں آپ، جب میں یہ کہوں کہ یہ آپ ہی تھیں جنھوں نے میرے ذہن میں سب سے پہلے یہ بات ڈالی تھی کہ کوئی اس طرح کے بے رحمانہ شک کر کے مجھے تکلیف پہنچا سکتا ہے اور انھیں بھی تکلیف پہنچا سکتا ہے۔''

(ہاں، تم نے ہی!'' میری دادی نے دھیمے سے کہا'' اور اب تم اپنی یہ بات ہوا میں اڑا نہیں سکتیں میری فوجی سہیلی!'')

''میری نئی زندگی کا پہلا المیہ تھا یہ۔'' اینی نے کہا'' میرے لیے یہ پہلا موقع تھا جس کا ہر لمحہ المناک تھا۔ ادھر کچھ دنوں سے یہ لمحے، اتنے بڑھتے جا رہے ہیں کہ میں انھیں شمار تک نہیں کر سکتی لیکن —— میرے وسیع القلب شوہر! —— اس لیے نہیں جو آپ سمجھ رہی ہیں، کیونکہ میرے دل میں اس کا خیال تک نہیں آتا نہ اس کی امید ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے آپ سے الگ کر سکتی ہے!''

انھوں نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں، اپنے ہاتھ باندھ لیے اور اسی طرح پروقار اور سچی نظر

آنے لگیں۔ ڈاکٹر بھی اب ان کی جانب اسی انہاک سے دیکھنے لگے جیسے وہ انھیں دیکھ رہی تھیں۔

''ممی بے قصور ہیں'' وہ کہتی گئیں ''انھوں نے کبھی اپنے لیے آپ سے کچھ نہیں کہا اور ان کی نیت ہر طرح سے صاف تھی، میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں ـــــ لیکن جب میں نے دیکھا کہ میرا نام لے لے کر آپ سے اتنے بڑے بڑے کام لیے جانے لگے، آپ کتنے وسیع القلب اور فراخ دل تھے اور کس طرح مسٹروک فیلڈ نے اس پر احتجاج کیا، جو دل سے آپ کی بھلائی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ تب پہلی بار مجھے اس ذلیل قسم کے شک کا حساس ہوا کہ میری محبت خرید لی گئی تھی ـــــ اور آپ کے ہاتھ فروخت کی گئی تھی، دنیا کے تمام لوگوں کے لیے ـــــ یہ بات مجھے نہایت ذلّت آمیز محسوس ہوئی، جس میں شریک ہونے کے لیے میں نے آپ کو مجبور کیا۔ میں آپ سے بتا نہیں سکتی کہ یہ کیا کیا تھا ـــــ ممی تصور تک نہیں کرسکتیں کہ یہ خوف اور تکلیف ہمیشہ اپنے ذہن پر لادے رہنا کتنا اذیّت ناک تھا، اس کے باوجود اپنے دل میں یہی جاننا کہ اپنی شادی کے دن میں نے محبت اور اپنی زندگی کی عظمت کو تاج پہنایا ہے!''

''کسی کے تئیں شکر گذاری کا نمونہ'' مسز مارکلھم نے آنکھوں میں آنسو بھر کر بے ساختہ کہا ''کسی کے کنبے کا خیال رکھنے کے لیے! کاش میں ایک ترک ہوتی!''

(''میں دل سے چاہتی ہوں کہ کاش تم ایک ترک ہوتیں ـــــ اور اپنے آبائی وطن میں رہتیں!'' میری دادی نے برجستہ کہا)

یہ وہی زمانہ تھا جب ممی میرے رشتے کے بھائی مالڈن کے لیے بہت فکر مند رہنے لگیں۔ میں انھیں پسند کرتی تھی'' وہ بڑے پرسکون انداز میں بول رہی تھیں لیکن ذرا بھی تذبذب کے بغیر، ''میں انھیں بہت پسند کرتی تھی۔ کبھی ہم ایک دوسرے سے پیار بھی کرنے لگے تھے۔ اگر حالات خراب نہ ہو جاتے تو میں یہی سوچتی کہ میں واقعی ان سے پیار کرتی تھی اور ان سے شادی بھی کر سکتی تھی اور بڑی اذیّت میں مبتلا ہو جاتی۔ ذہنی ہم آہنگی نہ ہونے سے شادی کے لیے کوئی اور دوسری ناموافق بات نہیں ہو سکتی۔''

میں ان الفاظ کی گہرائی میں ڈوب سا گیا باوجود اس کے کہ وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، میں بڑے دھیان سے دیکھ رہا تھا، جیسے ان میں میری خاص دلچسپی ہو۔ یا یہ الفاظ میرے دل پر عجیب

طرح سے اثر دکھا رہے تھے۔'' شادی میں اس سے زیادہ ناموافق بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہو۔ ذہنی ہم آہنگی نہ رہنے سے زیادہ ناموافق کوئی اور بات نہیں ہوتی شادی میں۔''

''ہم دونوں میں'' اینی نے کہا'' کوئی بھی چیز ایک جیسی نہیں ہے۔ میں نے بہت پہلے ہی محسوس کر لیا تھا کہ ہماری کسی چیز میں ہم آہنگی نہیں ہے۔ اگر میں کسی اور چیز کے لیے اپنے شوہر کی شکر گذار نہ ہوتی تو بھی مجھے اس کے لیے ان کا بے حد شکر گذار ہونا چاہیے کہ انھوں نے مجھے اپنے ناپختہ دلی جذبات میں بہہ کر پہلی غلطی (مالڈن سے شادی) کرنے سے بچا لیا۔''

وہ ڈاکٹر کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئیں اور ایسی مستعدی سے بولنے لگیں کہ میں چونک گیا۔ اس کے باوجود ان کی آواز پہلے ہی کی طرح پر سکون رہی۔

''جب وہ آپ کی فیاضی سے مستفیض ہو رہے تھے، میری وجہ سے، اور جب میں ان حالات سے کبیدہ خاطر تھی جن حالات میں کر دی گئی تھی، تو میں سوچتی تھی کہ ان (مالڈن) کے لیے یہ بہتر ہوتا کہ وہ اپنے لیے خود کچھ کرتے۔ میں سوچتی تھی کہ اگر ان کی جگہ میں ہوتی تو میں سخت سے سخت مشکلات جھیل کر بھی اپنے لیے خود کچھ کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن میں نے ان کے بارے میں اس سے زیادہ خراب طور پر اس سے پہلے کبھی نہیں سوچا جب وہ اس رات ہندوستان کے لیے رخصت ہو رہے تھے۔ اس رات میں جان گئی کہ اس کا دل جھوٹا اور ناشکرا ہے۔ مسٹر وک فیلڈ نے جب مجھ سے کچھ پوچھ تاچھ کی تو پہلی بار میں نے اس میں ذو معنی پایا۔ تب پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ میری زندگی پر شک کا سایہ منڈلانے لگا ہے۔''

''شک، اینی!'' ڈاکٹر نے کہا'' نا، نا، نا!''

''آپ کے دل میں ذرا بھی شک نہیں ہوا، میں جانتی ہوں میرے سرتاج!'' انھوں نے جواباً کہا'' اور اس رات جب میں آپ کے پاس آئی، اپنی شرمندگی اور غم کا سارا بوجھ اتارنے کے لیے، اور میں جانتی تھی کہ مجھے آپ کو بتانا تھا کہ آپ کی چھت کے نیچے، میرے ایک قریبی عزیز دار نے جس کی آپ ہر طرح سے مدد کر رہے تھے، میری محبت کے طفیل، مجھ سے آپ کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہیں جو اس کے منہ سے نہیں نکلنی چاہیے تھیں، اس کے باوجود کہ میں ایک مسکین

نادار تھی، جیسا کہ وہ میرے بارے میں سوچتا تھا ـــــــ اس کی اس کہانی سے جو گھناؤنا اخلاقی داغ لگ رہا تھا، اس کے خلاف میرے ذہن میں بغاوت پیدا ہوگئی۔ یہ باتیں میرے ہونٹوں پر جم سی گئیں اور اس وقت سے آج تک کبھی میرے منھ سے نہیں نکلیں۔''

مسز مارکلہم قدرے چونکتے ہوئے اپنی آرام کرسی میں لیٹ سی گئیں اور انھوں نے اپنا پنکھا منہ پر رکھ لیا جیسے اب وہ کچھ بھی نہ بولیں گی۔

''اس وقت سے میں نے آپ کی غیر موجودگی میں ان سے ایک لمحے کے لیے بھی گفتگو نہیں کی، اور جب آپ کی موجودگی میں گفتگو کی بھی ہے تو تب ہی، جب اس بات کو چھپائے رکھنے کے لیے ان سے بات کرنا ضروری ہو جاتا۔'' ''کئی برس ہو چکے ہیں اسے، جب میں نے انھیں جتا دیا کہ اس گھر میں ان کی حیثیت کیا ہے ان کی خوش حالی کے لیے مجھ سے چھپا کر جو امداد آپ کرتے رہے اور بعد میں مجھے خوشی سے چونکا دینے کی غرض سے مجھ کو بتاتے تھے، آپ یقین کریں میرے غم میں اضافہ اور میرے اس راز کے لیے مزید بوجھ جیسی ثابت ہوتی تھی۔''

پھر وہ خاموشی سے ڈاکٹر کے قدموں پر گر پڑیں، اگرچہ انھوں نے انھیں اس سے باز رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ وہ نمناک آنکھوں سے ڈاکٹر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولیں:

''آپ ابھی نہ بولیں! مجھے تھوڑا سا اور کہہ لینے دیں! صحیح یا غلط، اگر ایسا پھر کرنا پڑے تو میں سمجھتی ہوں کہ مجھے پھر بالکل اسی طرح کرنا چاہیے۔ آپ کبھی نہیں جان سکتے کہ آپ کے لیے خود کو وقف کر دینا کیسا رہا، ان پرانے تعلقات کے مدِ نظر، یہ پانا کہ کوئی ایسا سنگدل ہو سکتا ہے جو یہ فرض کر لے کہ میرے دل کی سچائی کسی چیز سے بدل گئی ہے اور لوگوں کا رخ ایسا نظر آنے لگے جو اس عقیدے کو پختہ کرتا رہے۔ میں بہت چھوٹی تھی اور مجھے صلاح دینے والا کوئی نہیں تھا۔ میرے اور ممی کے مابین آپ کے بارے میں ہر معاملے میں خاصا اختلاف تھا۔ اگر میں نے اس بے عزتی کو چھپا لیا، جو مجھے جھیلنی پڑی تو یہ صرف اس لیے تھا کہ میں آپ کا بے حد احترام کرتی ہوں اور اتنا ہی چاہتی ہوں کہ آپ بھی میری اسی طرح عزت کریں!''

''اینی، میرے دل کی راحت!'' ڈاکٹر نے کہا ''میری پیاری لڑکی!''

''تھوڑا سا اور! بس چند الفاظ اور! میں سوچا کرتی تھی کہ ایسی بہت سی لڑکیاں تھیں جن

سے آپ شادی کر سکتے تھے، جو آپ کے لیے اس طرح کی پریشانیوں اور الزامات کا سبب نہ بنتیں اور جو آپ کا گھر اور اچھا بنا دیتیں۔ میں سوچا کرتی تھی کہ میں آپ کی شاگرد ہی رہتی تو ٹھیک تھا، بالکل آپ کی بچی جیسی۔ میں خائف رہتی کہ میں آپ کی ذہانت اور آپ کے علم کے لحاظ سے قطعی ناموزوں ہوں۔ اگر ان سب باتوں نے مجھے اپنے آپ میں سمٹ جانے پر مجبور کر دیا (اور میں نے واقعی ایسا کیا) اور جب مجھے یہ سب آپ سے بتانا چاہیے تھا، تو میں نے اس لیے نہیں بتایا کہ میں آپ کی بے حد عزت کرتی تھی اور امید کرتی تھی کہ ایک نہ ایک دن آپ بھی میری عزت کرنے لگیں گے۔''

''وہ دن آنے میں اتنا طویل وقت لگ گیا، اینی'' ڈاکٹر نے کہا ''اور اس کی ایک طویل رات ہو سکتی ہے، میری عزیز۔''

''ایک بات اور! اس کے بعد میں نے غور کیا اور بہت اچھی طرح غور کیا اور اپنے دل میں سوچا کہ اس کی ساری نالائقی اور دھوکے بازی کا سارا بوجھ میں خود برداشت کرلوں جس کے ساتھ آپ نے اتنا کچھ کیا تھا اور اب آخری بات، عزیز ترین اور سب سے اچھے دوستو! پچھلے کچھ دنوں سے آپ لوگوں میں میرے تئیں جو تبدیلی آ رہی تھی، جسے میں بڑے درد اور افسوس کے ساتھ دیکھتی رہی ہوں اور کبھی کبھی میں نے اپنے پرانے خدشے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ کبھی کبھی یہ خدشہ حقیقت سے قریب تر ہونے لگتا ـــــــ آج کی رات آپ کے سامنے یہ بات صاف کر دی گئی ہے اور اتفاقیہ طور پر آج رات مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس غلطی کے باوجود آپ کو مجھ پر کتنا زیادہ اعتماد ہے۔ مجھے امید نہیں کہ اس کے جواب میں آپ کے تئیں میں کتنی بھی محبت اور اپنے فرض کی ادائیگی کا مظاہرہ کروں، لیکن وہ آپ کے اس بیش قیمت اعتماد کے شایانِ شان نہ ہو سکے گا، لیکن یہ ساری باتیں تازہ ہو جانے پر بھی میں اس پیارے چہرے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتی ہوں جس کو میں نے باپ کی طرح عزت دی ہے، شوہر کی طرح چاہا ہے، جو بچپن میں میرے ہمدرد جیسا رہا ہے اور میں صدق دل سے اعلان کرتی ہوں کہ میں نے کبھی خواب و خیال میں بھی آپ کے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا ہے، آپ کے تئیں اپنی محبت اور وفاداری میں ذرا بھی لرزش نہیں آنے دی ہے!''

انھوں نے اپنے ہاتھ ڈاکٹر کے گلے میں حمائل کر دیے اور ڈاکٹر نے اپنا سر ان کے سر پر

ٹکا دیا، اپنے سفید بال ان کے گہرے بادامی گیسو میں ملاتے ہوئے۔

''اف، مجھے اپنے سینے سے لگا لیجیے میرے سرتاج! مجھے کبھی الگ نہ کیجیے گا! ہمارے مابین کسی قسم کے فرق کی بات نہ سوچیے، نہ منھ سے نکالیے کیونکہ کوئی فرق ہے ہی نہیں، علاوہ میری طرح طرح کی خامیوں کے۔ ہر سال گذرنے کے ساتھ ساتھ مجھے اس کا اور احساس ہوتا رہا کیونکہ میرے دل میں آپ کی عزت بڑھتی ہی گئی، اف، مجھے اپنے سینے سے لگا لیجیے میرے سرتاج کیونکہ میری محبت کی بنیاد ایک چٹان پر رکھی گئی تھی جو آج بھی بالکل اسی طرح اٹل ہے!''

اس کے بعد خاموشی چھا گئی تو میری دادی بڑے افتخار اور اطمینان سے چلتی ہوئی مسٹر ڈک کے پاس پہنچیں اور انھوں نے انھیں اپنی باہوں میں لیتے ہوئے چوم لیا ـــــ اور یہ بڑی خوش آئند بات تھی کہ مسٹر ڈک کے کمال کو دیکھتے ہوئے انھوں نے ایسا کیا کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ اس لمحے میں نے مسٹر ڈک کو ایک پیر پر کھڑے ہو جانے کی کوشش کرتے دیکھا، اپنی مسرّت کے مناسب اظہار کے لیے۔

''تم ایک غیر معمولی آدمی ہو ڈک!'' میری دادی نے بڑے فخر سے کہا ''اور کبھی تم نے خود کو اس کے برخلاف ظاہر نہیں کیا، کیونکہ میں اسے بہتر طور پر جانتی ہوں۔''

اسی کے ساتھ میری دادی نے مسٹر ڈک کو آستین پکڑ کر کھینچ لیا اور میری طرف دیکھ کر سر ہلایا، اور ہم تینوں خاموشی سے کمرے کے باہر نکل آئے، اور گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔

''یہ ہماری فوجی دوست کے لیے ضرب کاری ہے، کچھ بھی ہو'' میری دادی نے گھر جاتے ہوئے راستے میں کہا، ''اگر خوش ہونے کے لیے اور کچھ نہ ہو، تب بھی اسی کے لیے مجھے اچھی نیند آنی چاہیے!''

''مجھے خوف ہے کہ وہ جذبات سے مغلوب ہو گئی تھیں'' مسٹر ڈک نے دردمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے کبھی کسی مگرمچھ کو جذبات سے مغلوب ہوتے دیکھا ہے؟'' میری دادی نے پوچھا۔

''میں نہیں سمجھتا کہ میں نے کبھی مگرمچھ دیکھا ہے۔'' مسٹر ڈک نے آہستہ سے جواب دیا۔

''اگر وہ بوڑھی جانور (مسز مارکلہم) نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا۔'' میری دادی نے زور دے

کر کہا'' کتنا اچھا ہو کہ مائیں شادی کے بعد اپنی بیٹیوں کو تنہا چھوڑ دیں اور اس بری طرح پیار نہ کریں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ایک بدنصیب عورت کو دنیا میں لانے (پیدا کرنے) کے لیے انھیں یہی ایک معاوضہ ملنا چاہیے (کہ وہ اپنی بیٹی کے گھر رہیں) ــــــ خدا میری روح کو تسکین دے، جیسے اس نے اسے بلوانے کو کہا ہو یا وہ آنا چاہتی ہو! اس لیے اسے پریشان ہونا ہی چاہیے۔ تم کیا سوچنے لگے ٹراٹ؟''

میں اسی سب کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کچھ کہا گیا تھا۔ میرا ذہن اب بھی کچھ جملوں پر غور کر رہا تھا'' شادی میں اس سے زیادہ ناموافق بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہو۔'' ناپختہ دلی جذبات میں بہہ کر پہلی غلطی'' ''میری محبت کی بنیاد ایک چٹان پر رکھی گئی تھی'' ــــــ لیکن اب ہم گھر پہنچ چکے تھے اور سوکھی پتیاں پیروں کے نیچے کچلتی جا رہی تھیں، بادِ خزاں چل رہی تھی۔

●●●

ذہانت

تاریخوں کے بارے میں اگر میں اپنی ناقص یادداشت پر بھروسا کروں تو میری شادی کو ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ ہو چکے تھے جب ایک شام میں تنہا ٹہلنے کے بعد گھر واپس آ رہا تھا، اس کتاب کے بارے میں سوچتے ہوئے، جو میں ان دنوں لکھ رہا تھا ——— کیونکہ لکھنے میں اس وقت تک مجھے خاصی کامیابی حاصل ہو چکی تھی اور میں اپنا پہلا ناول لکھنے میں مشغول تھا ——— میں مسٹر اسٹیرفورتھ کے مکان کے پاس سے گذرا۔ میں اس کے قریب ہی رہائش پذیر رہنے کے زمانے میں اس سے قبل بھی یہاں سے اکثر گذرتا رہا، اگرچہ اس وقت کبھی نہیں جب میں کسی اور سڑک کو ٹہلنے کے لیے منتخب کر سکتا تھا۔ حالانکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ طویل چکر لگائے بغیر کسی اور سڑک پر جا پانا ممکن نہ ہوتا تو میں اسی راستے سے گذرتا تھا، مجموعی طور پر اکثر و بیشتر۔

میں نے یہاں سے تیز قدموں سے گذرتے ہوئے اس مکان پر صرف ایک نگاہ ڈال لینے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔ یہ مستقلاً بے رونق اور بے جان نظر آتا۔ اچھے کمروں میں سے کوئی بھی لب سڑک نہیں تھا اور پتلی پتلی پرانی طرز کی کھڑکیاں، کبھی کسی بھی موقعے پر روشن نظر نہ آتیں، ہمیشہ بند اور ان پر کالے پردے کھنچے رہتے۔ ایک چھوٹے سے ڈھکے حصے سے ہو کر بھی ایک راستہ جاتا تھا، اس دروازے کی طرف جو کبھی استعمال میں نہیں لایا جاتا تھا اور ایک گول زینے کی کھڑکی

تھی جو باقی کھڑکیوں سے الگ قسم کی تھی اور اس میں پردہ نہیں لگا تھا اور یہ بھی اسی طرح بے رونق نظر آتی تھی۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے پورے گھر میں کبھی کہیں روشنی دیکھی ہو۔ اگر میں کوئی اتفاقیہ طور پر ادھر آ گیا مسافر ہوتا تو شاید یہی سمجھ لیتا کہ کوئی بے اولاد شخص لاوارث مرا پڑا ہے اس گھر میں۔ اگر میں اس جگہ کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہوتا اور اسے اکثر و بیشتر اسی طرح کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر دیکھتا تو کہنے کی جسارت کروں گا کہ اس کے بارے میں میرے ذہن میں جانے کیسے کیسے تصورات جنم لیتے رہتے۔

بہرصورت، میں اس کے بارے میں کم سے کم سوچنے کی کوشش کرتا لیکن میرا ذہن ایسا کرنے کو تیار نہ ہوتا اور اسے اسی طرح نہ چھوڑ دیتا جیسے کہ میرا جسم کرتا اور عموماً میرے ذہن میں یادوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا۔ اس مخصوص شام کو جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، میری بچپن کی یادیں اور پھر بعد کے طرح طرح کے سہانے سپنے ادھوری امیدوں کے بھوت، مایوسیوں کی ٹوٹی پرچھائیاں جو بہت مشکل سے دیکھی سمجھی جا سکتی تھیں، تجربہ اور تخیل کی آمیزش، جو میرے ذہن میں آتے رہتے، یہ بہت ہی معنی خیز ہوتے۔ چلتے چلتے میرے کانوں میں کسی کی آواز آئی۔

یہ ایک عورت کی آواز تھی۔ مجھے اس آواز کو پہچان لینے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ یہ مسز اسٹیرفورتھ کی مختنی خادمہ تھی جس نے پہلے اپنی ٹوپی میں نیلا فیتہ لگا رکھا تھا۔ اب اس نے اسے نکال دیا تھا، میرے خیال میں، مکان کی بدلی ہوئی حیثیت سے مطابقت رکھنے کی غرض سے اور ایک یا دو بادامی رنگ کے فیتے باندھ لیے تھے۔

''معاف کیجیے گا جناب، کیا آپ اندر چل کر مس ڈارٹل سے ملنا پسند کریں گے؟''

''کیا مس ڈارٹل نے مجھے بلانے کے لیے تمھیں بھیجا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''آج نہیں، جناب، لیکن بات وہی ہوئی۔ مس ڈارٹل نے ایک یا دو بار رات میں آپ کو ادھر سے گذرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس وقت میں زینے پر بیٹھی کام کر رہی تھی اور آپ کو پھر ادھر سے گذرتے ہوئے دیکھا تو آپ سے اندر چل کر ان سے مل لینے کے لیے کہہ دیا۔''

میں پلٹ پڑا اور اس سے پوچھا کہ مسز اسٹیرفورتھ کیسی ہیں۔ اس نے بتایا کہ اس کی مالکن بہت افسردہ رہتی ہیں اور زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہتی ہیں۔

جب ہم مکان میں داخل ہو گئے تو اس نے مجھے باغ میں مس ڈارٹل کے پاس چھوڑ دیا تا کہ میں خود انھیں اپنی آمد کا احساس کرادوں۔ وہ ایک ٹرلیس کے ایک کونے پر بیٹھی شہر کا نظارہ کر رہی تھیں۔ یہ بجھی بجھی سی شام تھی۔ آسمان میں ہلکی سی روشنی باقی تھی۔ دور سے میں نے انھیں ناک بھوں چڑھاتے دیکھا جو اس بدمزاج خاتون کی پرانی یادوں کے پیشِ نظر کوئی نئی بات نہیں تھی۔

جب میں اور آگے بڑھا تو انھوں نے مجھے دیکھ لیا اور ایک لمحے کے لیے میرا استقبال کرنے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ مجھے تب وہ اس سے بھی زیادہ بے جان اور دبلی نظر آئیں جب میں نے اس سے قبل انھیں دیکھا تھا۔ چمکتی آنکھوں میں اب کچھ اور چمک آ گئی تھی اور زخم کا نشان اسی طرح تھا۔

ہماری ملاقات پر تپاک نہیں رہی۔ پچھلی مرتبہ ہم غصے میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے اور ان کے چہرے پر اس کا کچھ اثر نظر آ رہا تھا جسے انھوں نے چھپانے کی زحمت بھی نہیں کی۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ مجھ سے بات کرنا چاہتی ہیں، مس ڈارٹل۔'' میں نے ان کے قریب کھڑے ہو کر کہا اور انھوں نے مجھ سے بھی وہیں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا تو میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

''بیٹھ جائیے'' انھوں نے کہا ''کیا لڑکی مل گئی ہے؟''

''نہیں''

''وہ پھر بھاگ گئی ہے!''

میں نے ان کے پتلے ہونٹوں کو ہلتے ہوئے دیکھا جب وہ مجھے دیکھ رہی تھیں، جیسے ان کے ہونٹ ملامت کرنے کے لیے تیاری کر رہے ہوں۔

''بھاگ گئی؟'' میں نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں، ان کے پاس سے بھی بھاگ گئی'' انھوں نے زہریلی ہنسی کے ساتھ کہا۔ اگر وہ نہیں ملی ہے تو شاید اب کبھی نہ مل پائے گی۔ ہوسکتا ہے وہ مر چکی ہو!''

مجھے ان کے چہرے پر ایسی سفاکی نظر آئی کہ میں نے اس طرح کا تاثر کبھی کسی چہرے پر نہیں دیکھا ہے۔

میں نے کہا ''یہ خواہش کہ وہ مر جائے اس کی کسی ہم صنف کی یہ خواہش اس کے لیے سب سے رحم دلانہ ہو سکتی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وقت نے آپ کے مزاج میں اتنی نرمی لا دی، مس ڈارٹل۔''

انھوں نے اپنا انکسار جتانے کے لیے کوئی جواب نہ دیا لیکن پھر ایک زہریلے قہقہے کے ساتھ میری جانب مڑیں اور فرمایا:

اس شاندار اور بے حد زخم خوردہ جوان لڑکی کے دوست آپ کے دوست ہیں۔ آپ ان لوگوں کے حامی ہیں اور ان کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ جانتے ہیں آپ کہ اس کے بارے میں کیا معلوم ہوا ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے کہا۔ وہ مکروہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ گئیں اور ہولی [1] کی دیوار کی جانب چند قدم بڑھیں جو قریب ہی تھی اور لان کو باورچی خانے سے الگ کرتی تھی، پھر کچھ اور تیز آواز میں کہا ''یہاں آؤ!'' ـــــ جیسے وہ کوئی واضح ثبوت دکھلانے کے لیے کسی کو بلا رہی ہوں۔

''آپ اس جگہ اس کی حمایت کرنے یا انتقام لینے سے خود کو باز رکھیں گے، مسٹر کاپر فیلڈ؟'' انھوں نے اپنے شانوں کے اوپر سے میری طرف دیکھتے ہوئے اسی انداز میں کہا۔

میں نے اپنا سر خم کر دیا یہ جانے بغیر کہ ان کے کہنے کا مطلب کیا تھا۔ اور انھوں نے پھر آواز دی ''یہاں آؤ'' اور واپس چلی آئیں۔ اس کے بعد شریف لٹیمر آ گیا جس نے روایتی شرافت کے ساتھ اپنا سر خم کرتے ہوئے مجھے سلام کیا اور مس ڈارٹل کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ ان کے چہرے پر فتح یابی کی شیطانی چمک کے ساتھ جس میں، کہنا بڑا عجیب لگتا ہے، کہ اس کے باوجود کچھ نسوانی کشش بہر حال پائی جاتی تھی وہ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئیں اور جس طرح میری جانب دیکھا وہ کسی قصے کہانی کی ظالم شہزادی جیسی تھی۔

''اب'' انھوں نے اس کی جانب دیکھے بغیر اور اپنے پرانے زخم کے نشان کو چھوتے ہوئے: شاید اس موقعے پر اس نشان میں درد کے بجائے راحت کا احساس کرتے ہوئے کہا۔

''مسٹر کاپر فیلڈ سے بھاگنے کے بارے میں بتا دو۔''

1۔ (Holly) ایک سدا بہار جھاڑی جس کے پتے کانٹے دار، پھول چھوٹے سبز اور پھل سرخ انگور نما ہوتے ہیں۔

''مسٹر جیمس اور میں محترمہ ـــــ''

''تم میری طرف مخاطب نہ ہو!'' انھوں نے گھورتے ہوئے مداخلت کی۔

''میری طرف بھی نہیں پلیز۔'' میں نے کہا۔

لٹیمر نے ذرا بھی مضطرب ہوئے بغیر اسی طرح تعظیماً سر خم کر دیا جیسے ہم جیسا کچھ بھی پسند کریں، وہ اسے بھی اتنا ہی پسند آئے گا اور اس نے پھر کہنا شروع کیا:

''اس جوان عورت کو لے کر مسٹر جیمس جب سے یار متھ سے باہر نکلے، میں ان کے ساتھ ساتھ رہا ہوں۔ ہم مختلف مقامات پر رہے ہیں اور ہم نے بہت سے بیرون ممالک دیکھے۔ ہم فرانس، سوئیٹزر لینڈ، اٹلی ـــــ سچ تو یہ ہے تقریباً ہر حصے میں رہے۔''

اس نے سوفے کے پیچھے کی جانب اس طرح دیکھا گویا وہ اس سے مخاطب تھا اور ہلکے سے سوفے پر اس طرح ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ کسی بند پیانو پر ہاتھ چلا رہا ہو۔

''مسٹر جیمس اس عورت کا غیر معمولی طور پر خیال رکھتے تھے۔ اور اتنے طویل عرصے تک معاملہ ٹھیک ٹھاک چلتا رہا کہ ان کی خدمت میں رہتے ہوئے اس سے قبل میں نے اتنے طویل عرصے تک کسی سے ان کا معاملہ ٹھیک چلتے نہیں دیکھا تھا۔ اس عورت میں خاصی تبدیلی آتی جارہی تھی اور جس جس ملک میں رہتی، وہیں کی زبان بولنے لگتی اور وہاں کے لوگ اس کے باہری ہونے پر شک تک نہ کرتے۔ میں نے محسوس کیا کہ ہم جہاں بھی جاتے، لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔''

مس ڈارٹل نے اپنا ہاتھ اپنی طرف سوفے پر رکھ لیا۔ میں نے دیکھا کہ اس نے چور نظروں سے ان کی جانب دیکھا اور اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

''واقعی بہت پسند کی جاتی تھی وہ عورت۔ اس کا لباس کتنا پسند کیا جاتا تھا، اس کا چلنا غرض کہ اس کی ہر چیز پسند کی جاتی تھی اور اس کی یہ خصوصیات عام آدمی کو متوجہ کر لیتی تھیں۔''

وہ چند لمحوں کے لیے رکا۔ مس ڈارٹل دور خلا میں دیکھنے لگیں اور انھوں نے اپنا زخمی ہونٹ کاٹ لیا، اس کا منہ بند کرانے کے لیے۔

اپنا ہاتھ سوفے پر سے اٹھا کر اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے، اب لٹیمر ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا اور نظریں نیچی کیے ہوئے اور منکسر سر ذرا سا آگے بڑھاتے ہوئے اور ایک طرف کو

ڈھلکاتے ہوئے اس نے پھر بتانا شروع کیا:

''وہ عورت کچھ دنوں تک اسی طرح رہی، کبھی کبھی افسردہ بھی نظر آنے لگتی تھی، جب تک کہ میرے خیال میں رنجیدہ رہ کر اور غصہ کر کر کے مسٹر جیمس کو پریشان نہیں کرنے لگی اور اب معاملہ پہلے جیسا نہیں رہ گیا تھا۔ مسٹر جیمس پھر بے چین سے رہنے لگے۔ وہ جتنے ہی بے چین ہوتے، اس کی حالت اتنی ہی اور بری ہوجاتی اور میں کہوں گا کہ اب ان دونوں کے درمیان میرے لیے بڑی پریشانی کھڑی ہوجاتی۔ اس کے باوجود معاملات بار بار ٹھیک کیے جاتے لیکن پھر ویسے ہی ہوجاتے اور میرے خیال میں یہ سلسلہ اتنے دنوں تک چلتا رہا، ان حالات میں جتنے دنوں تک کوئی امید نہیں کر سکتا۔''

دور خلا سے اپنی نظریں ہٹاتے ہوئے مس ڈارٹل نے اب پھر میری جانب دیکھا، پہلے ہی جیسے انداز میں لٹیمر ہلکی سی شریفانہ کھانسی سے اپنا گلا صاف کرتے ہوئے، اب دوسری ٹانگ پر کھڑا ہوگیا اور اس نے کہنا شروع کیا:

بالآخر جب لڑائی جھگڑا طعنہ تشنہ بہت بڑھ گیا تو ایک صبح مسٹر جیمس نیپلس (Naples) کے نواح سے جہاں ان کا ایک بنگلہ تھا یہ کہہ کر کہ وہ ایک دو دن میں واپس آجائیں گے، مجھے یہ ہدایت دیتے ہوئے کہ ان کے چلے جانے کے بعد اصل بات میں اس عورت سے بتادوں، کہ سب کی خوشی کے لیے وہ ـــــ'' ایک ہلکی سی کھانسی کی مداخلت کے بعد ـــــ ''چلے گئے۔'' لیکن مسٹر جیمس، میں کہوں گا، نے بڑا شریفانہ برتاؤ کیا کیونکہ انھوں نے تجویز رکھی کہ وہ ایک آدمی سے شادی کرلے جو بے حد شریف ہے۔ وہ اس کی پچھلی باتوں کو نظرانداز کردینے کے لیے تیار ہے اور جو کم از کم اتنا ہی اچھا تھا جتنا کہ عام حالات میں وہ عورت کسی سے امید کرتی: جس سے اس کے اچھے تعلقات بھی ہوچکے تھے۔''

اس نے پھر اپنی ٹانگ تبدیل کی اور اپنے ہونٹ زبان پر پھیر کر تر کیے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ وہ بدمعاش خود اپنے بارے میں ہی کہہ رہا تھا اور اس کی تصدیق میں نے مس ڈارٹل کے چہرے پر دیکھ لی۔

''مجھے اس بات کو بتانے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی۔ میں مسٹر جیمس کو پریشانی سے

نجات دلانا چاہتا تھا اور ان کے تئیں شفیق ماں کے پیار کو بحال کرانا چاہتا تھا جنھیں ان کی وجہ سے اب تک اتنی تکلیف پہنچ چکی تھی۔ اس لیے میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ جب میں نے اس عورت سے مسٹر جیمس کے چلے جانے کے بارے میں بتایا تو وہ اس طرح تشدد پر آمادہ ہوگئی جس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بالکل پاگل سی ہوگئی اور اسے قابو میں رکھنے کے لیے پکڑنا پڑتا تھا کہ کہیں وہ خود کو چاقو نہ گھونپ لے یا سنگ مرمر کے فرش پر اپنا سر نہ دے مارے۔''

مس ڈارٹل سوفے پر پیچھے کی طرف جھک گئیں، چہرے پر فاتحانہ انداز لیے جیسے اس کی کہی باتوں کا زیادہ سے زیادہ لطف لینے کی کوشش کر رہی ہوں۔

لیکن جب میں نے خود کو سونپی گئی ذمہ داری کے دوسرے حصے (شادی) کا ذکر کیا'' لٹیمر نے بے قراری کے ساتھ اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا ''جس کی موجودہ حالات میں ہر شخص ہمدردی کے طور پر تعریف ہی کرتا، وہ عورت اپنے اصلی رنگ میں آ گئی۔ اس سے زیادہ دہشت ناک شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کا رویہ حیرت ناک حد تک خراب رہا۔ اب اس میں کسی قسم کا ذرا سا بھی لحاظ، احساس، صبر یا سمجھ کا شائبہ تک نہ رہ گیا تھا، وہ بالکل پتھر جیسی ہوگئی تھی۔ اگر میں ہر طرح سے چوکنا نہ رہتا تو وہ میرا خون کر دیتی۔''

''میرے خیال میں یہ اس کے لیے بہتر ہوتا'' غصے میں میرے منہ سے نکل گیا۔

لٹیمر نے اس طرح سر خم کر دیا جیسے وہ کہہ رہا ہو ''واقعی جناب؟ لیکن ابھی آپ بہت چھوٹے ہیں!'' اور اس نے پھر بتانا شروع کر دیا:

مختصر یہ کہ ایسے وقت میں یہ ضروری تھا کہ اس کے پاس سے ایسی ہر چیز ہٹالی جائے جس سے وہ خود کچھ کر بیٹھے یا کسی اور کو نقصان پہنچا دے۔ اور اسے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اس کے باوجود رات کو کھڑکی کی جالی جسے میں نے خود اپنے ہاتھ سے جڑ دیا تھا، نیچے انگوری بیل پر گرا کر بھاگ نکلی اور اس کے بعد نہ وہ کہیں دیکھی گئی اور نہ اس کے بارے میں کچھ سنا گیا۔''

''وہ مر گئی شاید۔'' مس ڈارٹل نے مسکراتے ہوئے اس طرح کہا جیسے وہ اس مظلوم لڑکی کی لاش کو اپنے پیروں سے روند چکی ہوں۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں ڈوب مری ہو، محترمہ۔'' لٹیمر نے اس طرح کہا جیسے وہ کسی سے

مخاطب ہونے کے لیے معذرت کا خواہاں ہو۔'' یہ عین ممکن ہے۔ یا پھر اس نے ملاحوں اور ان کے بیوی بچوں سے مدد لی ہو۔ نچلے طبقے کی ہونے کی وجہ سے ساحل پر ان لوگوں سے باتیں کرنے کی اس کی عادت تھی، مس ڈارٹل، ان کی کشتیوں کے پاس بیٹھ کر۔ جب مسٹر جیمس نہیں رہتے تھے تو میں اسے سارے سارے دن وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے دیکھ چکا تھا۔ مسٹر جیمس نے اسے پسند نہیں کیا تھا جب انھیں معلوم ہوا کہ اس نے ایک بار ان کے بچوں سے بتا دیا تھا کہ وہ بھی ایک ملاح کی بیٹی ہے اور بہت پہلے اپنے دیہات میں وہ خود بھی ان کی طرح ہی ساحل پر گھوما کرتی تھی۔''

اف، ایملی مصیبت زدہ حسن! کیسی اس کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے ابھری، دور سمندر کے کنارے اپنے ہی جیسے بچوں کے ساتھ بیٹھی، جب وہ بہت معصوم تھی، ایسی آوازوں کو سننے کی کوشش کرتے ہوئے جیسے کہ اس کی ماں نے پکارا ہو اور پھر سمندر کی تیز آواز جیسے کہہ رہی ہو ''اب کبھی نہیں لوٹیں گے ڈوبنے والے!''

''جب یہ صاف ہو گیا کہ اب کچھ نہیں کیا جا سکتا، مس ڈارٹل ـــــ ''

''تم سے میں نے کہا تھا نا کہ مجھے مت مخاطب کرو!'' انھوں نے جھڑکتے ہوئے کہا۔

'' آپ نے مجھ سے کہا تھا، محترمہ'' اس نے جواب دیا ''میں معافی چاہتا ہوں۔ آپ کا حکم ماننا میرا فرض ہے''

''اپنا فرض ادا کرتے رہو'' انھوں نے جلدی سے کہا ''قصہ ختم کرو اور جاؤ یہاں سے!''

''جب یہ صاف ہو گیا'' اس نے بے پناہ شرافت اور فرمانبرداری کے ساتھ جھک کر کہا ''کہ اب وہ نہیں ملے گی، تب میں مسٹر جیمس کے پاس گیا، ایک ایسی جگہ جہاں پہلے سے طے ہو گیا تھا کہ میں انھیں لکھ بھیجوں گا اور انھیں وہ سب بتایا جو ہو چکا تھا۔ ہم دونوں میں باتیں ہوئیں اور میں نے اپنے مزاج کے مطابق یہی بہتر سمجھا کہ میں انھیں چھوڑ دوں۔ میں ان کی باتیں برداشت کر سکتا تھا اور میں نے بہت کچھ برداشت کیا بھی۔ لیکن وہ ابھی تک مجھے ذلیل ہی کرتے رہے۔ انھوں نے مجھے دکھ پہنچایا۔ ان کے اور ان کی ماں کے مابین اختلاف کے بارے میں جانتے ہوئے اور ماں کی فکر بہت زیادہ بڑھ جانے کے خدشے سے میں نے انگلینڈ واپس آ جانا ہی بہتر سمجھا سب کچھ بتانے کے لیے ـــــ ''

''پنیسے کے لیے جو میں نے، اسے دے دیا۔'' مس ڈارٹل نے مداخلت کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

''بالکل یہی بات ہے محترمہ ــــــ اور سب کچھ بتانے کے لیے جو میں جانتا تھا۔ میں نہیں جانتا'' لٹیمر نے ایک لمحے تک سوچنے کے بعد کہا'' کہ کوئی اور بات بھی ہے۔ سرِ دست میں بے روزگار ہوں اور کوئی باعزت کام مل جانے پر مجھے بڑی خوشی ہوگی۔''

مس ڈارٹل نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ جاننا چاہ رہی ہوں کہ کیا میں اس سے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرے ذہن میں ایک بات آ گئی تھی، اس لیے میں نے جواب میں کہا:

''میں اس مخلوق سے جاننا چاہتا تھا'' میں اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر کوئی اور لفظ نہ کہہ سکا۔'' کہ کیا ان لوگوں نے کوئی ایسا خط بیچ میں اڑا لیا تھا جو ایملی کو اس کے گھر والوں نے لکھا تھا یا کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ خط اسے مل گیا تھا۔''

وہ اپنی آنکھیں زمین میں گڑائے اور دائیں ہاتھ کی ہر انگلی کی نوک بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کی نوک پر رکھے پرسکون انداز میں خاموش رہا۔

مس ڈارٹل نے اپنا سر گھما کر اسے حقارت سے دیکھا۔

''میں معافی چاہتا ہوں محترمہ'' اس نے اپنی چپی توڑتے ہوئے کہا،'' لیکن میں آپ کا کتنا بھی فرمانبردار ہوں، میری اپنی ایک حیثیت ہے، اگرچہ ایک ملازم۔ مسٹر کاپرفیلڈ اور آپ محترمہ، آپ لوگ مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ اگر مسٹر کاپرفیلڈ مجھ سے کوئی بات جاننا چاہتے ہیں تو میں مسٹر کاپرفیلڈ کو یاد دلانا چاہوں گا کہ وہ کوئی سوال مجھ سے براہِ راست کر سکتے ہیں۔ میرے بھی اپنے کچھ اصول ہیں اور میں انھیں کے مطابق کام کرنا پسند کرتا ہوں۔''

چند لمحوں تک تذبذب کے عالم میں رہنے کے بعد میں نے اپنی آنکھیں اس کی طرف گھمائیں اور کہا'' تم نے میرا سوال سن لیا ہے۔ سمجھ لو کہ یہ تم سے ہی پوچھا گیا ہے، اگر تم چاہو ــــــ کیا جواب دے رہے ہو؟''

''جناب! اپنی انگلیوں کو ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے سے الگ کرنے کے بعد پھر انھیں اسی طرح کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا'' میرے جواب کو اچھی طرح سمجھا جائے،

کیونکہ مسز جیمس کا اپنی ماں کے اعتماد کو دھوکہ دینا اور میرا آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا دو مختلف باتیں ہیں۔ میرے خیال میں ایسا نہیں لگتا کہ مسز جیمس اس قسم کے خطوط جن سے ناگواری بڑھے اور حوصلے پست ہوں، ان کی وصولیابی میں مدد کرتے۔ لیکن مزید یہ کہ جناب، میں اس سلسلے میں کچھ اور کہنے سے گریز کرنا چاہوں گا۔''

''بس اتنا ہی؟'' مس ڈارٹل نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے بتایا کہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا تھا۔ میں نے مزید کہا، یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ جارہا ہے۔ ''بجز اس کے کہ اس ذلیل قصے میں اس کا رول میں سمجھ گیا ہوں اور یہ کہ میں اس سچے انسان سے بتادوں گا جو ایملی کے بچپن سے اس کے باپ کی حیثیت سے رہا ہے اور میں انھیں یہ بھی صلاح دوں گا کہ وہ عام لوگوں میں بہت زیادہ جانے سے گریز کریں۔''

میں نے جیسے ہی کہنا شروع کیا تھا وہ فوراً رک گیا۔ اور حسبِ معمول مودّب انداز میں سننے لگا تھا۔

''شکریہ، جناب لیکن آپ مجھے معاف کریں گے اگر میں کہوں، جناب کہ اس ملک میں نہ تو غلام ہیں اور نہ غلاموں کے نگراں اور یہ کہ لوگوں کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کی ہی بربادی کا سبب ہوگا، اس پر دوسرے لوگوں کے مقابلے میں میں زیادہ یقین رکھتا ہوں۔ نتیجتاً میں جہاں چاہوں چلے جانے میں ذرا بھی خائف نہیں ہوں، جناب۔''

اتنا کہنے کے بعد اس نے انکسار سے اپنا سر خم کیا اور پھر مس ڈارٹل کی طرف بھی سر خم کرتے ہوئے ہولی کی دیوار کی طرف سے، جدھر سے وہ آیا تھا، چلا گیا۔ مس ڈارٹل اور میں ایک دوسرے کو کچھ دیر تک خاموشی سے دیکھتے رہے، ان کے تیور اب بھی اسی طرح تھے جیسے کہ اس وقت جب انھوں نے لٹیمر کو بلایا تھا۔

''اس کے علاوہ اس کا کہنا ہے'' انھوں نے ہونٹ ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا'' کہ اس نے سنا ہے کہ اس کا مالک (اسٹیرفورتھ) اسپین میں رہ رہا ہے! اور ایسا ہو جانے کے بعد وہ اپنی پسندیدہ سمندر کی سیر سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور اس وقت تک وہیں رہے گا جب تک کہ وہ تھک نہیں

جا تا۔ لیکن اس میں آپ کو دلچسپی نہ ہوگی۔ ان دونوں مغرور اشخاص، ماں اور بیٹے کے مابین درار اب پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی اور یہ درار پُر ہونے کی بہت کم امید ہے، کیونکہ دونوں کا دل ایک جیسا ہی ہے اور جیسے جیسے وقت گذرتا جائے گا دونوں اور ضد پکڑتے جائیں گے۔ اس بات سے بھی آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ اس بات کی تمہید ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔ یہ چڑیل جسے آپ فرشتہ جیسی معصوم کہتے ہیں، میرا مطلب اس ذلیل لڑکی سے ہے جسے اس نے سیلاب کے کیچڑ سے اٹھالیا تھا'' اپنی سیاہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھتے ہوئے اور اپنی بے قرار انگلی اوپر اٹھائے ہوئے ''ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ ہو ـــــ کیونکہ میرا ماننا ہے کہ اس طرح کے عام لوگ مشکل سے مرتے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہے تو آپ اسے کسی بھی قیمت میں پانا چاہیں گے اور چاہیں گے کہ اس کی ٹھیک سے دیکھ بھال ہو۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ دوبارہ اسٹیر فورتھ کو اپنا شکار نہ بنانے پائے یہاں تک ہمارا آپ کا مقصد ایک ہے اور اسی لیے میں، جو ایسی ذلیل اور بدمعاش کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہوں، میں نے آپ کو اسی لیے بلوایا ہے کہ آپ بھی یہ سب سن لیں۔''

ان کے چہرے پر تغیر آجانے سے میں نے دیکھا کہ میرے پیچھے کوئی بڑھتا چلا آرہا تھا۔ یہ مسز اسٹیر فورتھ تھیں جنھوں نے نہایت سرد مہری سے میری جانب اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنے پہلے جیسے شاہانہ انداز میں ہی۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے مس کرتے ہی ان کے بیٹے کے لیے میرے دل میں پرانی محبت پھر جاگ اٹھی۔ وہ اب بہت بدل چکی تھیں۔ ان کا گٹھا ہوا جسم اب ڈھیلا پڑ چکا تھا اور ان کے خوبصورت چہرے پر جھریاں نظر آنے لگی تھیں اور ان کے بال تقریباً سفید ہو چکے تھے، لیکن جب وہ سوفے پر بیٹھیں تو وہ اب بھی ایک شاندار عورت لگ رہی تھیں اور میں اچھی طرح جانتا تھا ان روشن آنکھوں کو، اسکول کے دنوں میں میں جن کا خواب دیکھا کرتا تھا۔

''کیا مسٹر کاپر فیلڈ سے ہر چیز بتا دی گئی ہے روزا؟''

''ہاں۔''

''اور کیا انھوں نے لٹیمر کی زبانی ہی سب سنا؟''

''ہاں، میں نے انھیں بتا دیا کہ ہم لوگوں نے کیوں یہ چاہا کہ انھیں بھی یہ سب باتیں معلوم ہو جائیں''

''تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں نے آپ کے ایک سابق دوست سے کچھ خط و کتابت کی ہے، جناب'' مجھے مخاطب کرتے ہوئے ''لیکن اس میں اپنے فرض کے تئیں ذرا بھی احساس بیدار نہ ہوا۔ اس لیے اس سلسلے میں اب میرا کچھ اور ارادہ نہیں ہے، بجز اس کے، جو روزا نے بتا دیا ہے۔ اگر اس درمیان اس نیک آدمی کا، جسے آپ یہاں لائے تھے (جس کے لیے مجھے بڑا افسوس ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتی) دماغ کچھ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو میرا بیٹا پھر دشمن کے جال میں پھنسنے سے بچایا جا سکتا ہے۔''

انھوں نے خود کو سمیٹ لیا اور خاموشی سے سامنے دیکھنے لگیں، بہت دور۔

''محترمہ!'' میں نے بڑے ادب سے کہا ''میں سمجھتا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے مقاصد کی راہ میں مشکلیں پیدا نہیں کروں گا لیکن میں یہ ضرور کہوں گا، آپ سے بھی، اس زخم خوردہ کنبے کو بچپن سے جانتے ہوئے کہ اگر آپ سمجھتی ہیں کہ وہ لڑکی، جس کے ساتھ اتنی زیادتی کی گئی اور بے رحمی سے دھوکہ دیا گیا، وہ اب آپ کے لڑکے کے ہاتھ سے ایک پیالہ پانی لینے کے مقابلے میں سو بار مرنا پسند نہ کرے گی تو آپ ایک بہت بڑی غلطی کر رہی ہیں۔''

''ٹھیک ہے روزا، ٹھیک ہے!'' مسز اسٹیر فورتھ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ مس روزا مداخلت کرنے جا رہی ہیں، کہا ''کوئی بات نہیں۔ رہنے دو۔ آپ کی شادی ہو گئی ہے، جناب، مجھے بتایا گیا ہے؟''

میں نے بتا دیا کہ کچھ عرصہ قبل میری شادی ہو چکی ہے۔

''سب ٹھیک چل رہا ہے؟'' جس طرح کی خاموش زندگی میں گذار رہی ہوں، اس میں مجھے باہر کی باتیں بہت کم ہی معلوم ہو پاتی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اب آپ مشہور ہونے لگے ہیں۔''

''میں بڑا خوش نصیب ہوں'' میں نے کہا ''اور میری تھوڑی بہت تعریف ہونے لگی ہے۔'' ''آپ کی ماں نہیں ہیں؟'' ـــــ نرم لہجے میں انھوں نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''بڑے دکھ کی بات ہے'' انھوں نے جواباً کہا ''وہ آپ پر فخر کرتیں۔ اچھا، شب بخیر!''

میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جسے انھوں نے بڑی اپنائیت کے ساتھ پکڑ رکھا تھا اور مجھے اتنا اچھا لگ رہا تھا جیسے ان کے دل کو بھی سکون مل رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ ان کا غرور اب بھی برقرار تھا اور ان کے چہرے پر نقاب سا ڈالے ہوئے تھا جس میں سے وہ اپنے سامنے دور دیکھ رہی تھیں۔

جب میں ان لوگوں سے رخصت لے کر ٹریس کے کنارے چلنے لگا تو میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ دونوں بیٹھی یہی سوچ رہی تھیں کہ اب کیا ہوگا اور ان کے چہرے پر فکرمندی کے آثار بڑھتے جا رہے تھے۔ دور شہر میں یہاں، وہاں کچھ لیمپ جھلملاتے نظر آ رہے تھے اور آسمان کے مشرق کی جانب وحشتناک زرد روشنی اب بھی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن وادی کے ایک بڑے حصے میں سمندر کی طرح اٹھتی دھند پھیلتی جا رہی تھی جو اندھیرے سے مل کر ایسا نظارہ پیش کر رہی تھی جیسے وہاں جمع ہو رہا پانی اسے اپنی آغوش میں لیتا جا رہا ہو۔ میرے اس نظارے کو یاد کرنے کی وجہ ہے۔ اور اسے بڑے دکھ کے ساتھ سوچتا ہوں کیونکہ ان دونوں کی طرف میں نے جب پھر دیکھا تو اس سے قبل ان کے پیروں میں سمندری طوفان آ چکا تھا۔

جو کچھ مجھے بتایا گیا، اس پر غور کرنے کے بعد میں نے اسے ٹھیک سمجھا کہ اسے مسٹر پیگٹی کو بتا دیا جانا چاہیے۔ اگلے دن شام کو میں ان کی تلاش میں لندن گیا۔ وہ اپنی بھتیجی کو تلاش کرنے کے واحد مقصد سے ہمیشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رہتے لیکن کسی اور جگہ کے مقابلے میں لندن میں زیادہ رہا کرتے تھے۔ اب میں انھیں اکثر و بیشتر اندھیری رات میں گلیوں سے گذرتے دیکھا کرتا تھا، ایسے بے وقت ان چند لوگوں میں اپنی بھتیجی کو کھوجتے ہوئے، جو گھر سے باہر مل جاتے۔

انھوں نے سونے کے لیے ہنگر فورڈ میں بنئے کی دوکان کے اوپر ایک کمرہ لے رکھا تھا جس کا ذکر میں متعدد بار کر چکا ہوں اور جہاں سے انھوں نے اپنے اس رحم آگیں سفر کا آغاز کیا تھا۔ میں اسی طرف چل پڑا۔ ان کے بارے میں پوچھنے پر اس گھر کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ابھی وہ گھر سے نکلے نہیں ہیں اور اوپر اپنے کمرے میں مل سکتے ہیں۔

وہ ایک کھڑکی کے پاس بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے جہاں انھوں نے کچھ پودے رکھ لیے تھے۔ کمرہ بہت صاف ستھرا تھا اور ہر چیز قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ ایک لمحے میں میں نے محسوس کر لیا کہ کمرہ ہر وقت اس کے استقبال کے لیے تیار رکھا جاتا ہے اور یہ کہ اب وہ باہر نہیں جاتے بلکہ

یہی سوچتے تھے کہ وہ اسے ہی گھر لے آئیں گے۔ انھوں نے دروازے پر میرے قدموں کی تھپتھپاہٹ نہیں سنی تھی اور جب میں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا تب ہی انھوں نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

''ماسٹر ڈیوی! شکریہ، جناب، تہہ دل سے شکریہ، یہاں آنے کے لیے! تشریف رکھیے، آپ کا تہہ دل سے استقبال کرتا ہوں، جناب!''

''مسٹر پیگٹی'' میں نے کرسی پکڑتے ہوئے کہا، جو انھوں نے میری جانب بڑھائی تھی ''بہت زیادہ امید مت کیجیے! میں نے کچھ باتیں سنی ہیں۔''

''ایملی کے بارے میں؟''

انھوں نے گھبرائے ہوئے انداز میں اپنا ہاتھ منھ پر رکھ لیا اور ان کا چہرہ پیلا پڑ گیا جب انھوں نے اپنی نظریں میرے چہرے پر مرکوز کیں۔

''اس خبر سے یہ تو نہیں پتہ چلتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے لیکن یہ ضرور معلوم ہوا کہ اب وہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔''

''وہ مستقلاً مجھے دیکھتے ہوئے فرش پر بیٹھ گئے اور میں نے جو کچھ بتایا اسے بڑی خاموشی سے سنتے رہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے وقار، بلکہ حسن کا وہ احساس، جس سے ان کے چہرے کی صابر سنجیدگی نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ جب میرے چہرے سے اپنی نظریں بتدریج ہٹاتے ہوئے وہ بیٹھ کر اپنے ہاتھوں پر اپنا سر ٹیک کر میری باتیں سنتے رہے اور انھوں نے درمیان میں ذرا بھی مداخلت نہیں کی بلکہ پورے وقت بالکل ساکت بیٹھے رہے۔ لگتا تھا جیسے جیسے میں بتاتا جا رہا تھا، وہ برابر اس کی تصویر دیکھتے رہے اور کسی اور چیز کے بارے میں دل میں ذرا سا خیال تک نہ لائے جیسے ایملی کے علاوہ باقی ہر چیز ان کی نظر میں کچھ نہیں تھی۔

جب میں سب کچھ بتا چکا تو انھوں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور خاموش ہی رہے۔ میں کچھ دیر تک کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا اور پھر پودوں کو دیکھنے لگا۔

''ان سب باتوں سے آپ کیا محسوس کرتے ہیں، ماسٹر ڈیوی؟'' بالآخر انھوں نے پوچھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ وہ زندہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں نہیں جانتا۔ ہوسکتا ہے کہ پہلا دھچکا بہت سخت لگا ہو اور جنون میں ـــــــ یہ کہ نیلا پانی جیسا کہ وہ کہا کرتی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اتنے برسوں سے اسی لیے اس طرح سوچا کرتی تھی کیونکہ سمندر میں ہی اس کی قبر بننا تھی!''

انھوں نے سوچتے ہوئے بہت دھیمی اور ڈری ہوئی آواز میں کہا اور چھوٹے سے کمرے میں ٹہلنے لگے۔

''اس کے باوجود'' انھوں نے مزید کہا ''ماسٹر ڈیوی، مجھے پکا یقین ہے کہ وہ زندہ ہے۔ ـــــــ میں جانتا تھا، جاگتے، سوتے کہ یہ پکی بات ہے کہ میں اسے پا جاؤں گا ـــــــ میں اسی خیال کے سہارے ابھی تک چلتا رہا ہوں اور اسی کے سہارے زندہ ہوں ـــــــ میں نہیں سمجھتا کہ مجھے دھوکہ ہوگا۔ نہیں! ایملی زندہ ہے!''

انھوں نے اپنا ہاتھ زور سے میز پر مارا اور دھوپ سے جھلس چکے ان کے چہرے پر پورے یقین کا تاثر پایا جا رہا تھا۔

''میری بھتیجی، ایملی زندہ ہے، جناب!'' انھوں نے زور دیتے ہوئے کہا ''میں نہیں جانتا کہ یہ کون کہتا ہے یا یہ کیسے ہوتا ہے، لیکن جیسے مجھ سے کوئی کہتا رہتا ہے کہ وہ زندہ ہے!''

یہ انھوں نے پر امید نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں کچھ لمحوں تک انتظار کرتا رہا جب تک کہ وہ میری طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہو گئے اور میں نے اس احتیاط کی وضاحت کی کہ یہ بات کل رات میرے ذہن میں آئی ہے اور ایسا کرنا بہتر رہے گا۔

''اب میرے پیارے دوست ـــــــ '' میں نے کہنا شروع کیا۔

''شکریہ، شکریہ، رحم دل جناب!'' انھوں نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں ملتے ہوئے کہا۔

''اگر وہ لندن آتی ہے، جس کی امید ہے ـــــــ کیونکہ اس بڑے شہر سے زیادہ اور کہاں وہ آسانی سے خود کو گم کرسکتی ہے۔ اگر وہ گھر نہیں جاتی تو اس کے علاوہ اور کیا کرسکتی ہے کہ وہ یہیں خود کو چھپاتی پھرے؟ ـــــــ ''

''اور وہ گھر نہیں جائے گی۔'' انھوں نے مداخلت کرتے ہوئے سر ہلا کر بڑے درد سے

کہا۔ ''اگر وہ خود سے بھاگی ہے تو وہ گھر نہیں جاسکتی، جیسا کہ میں سمجھتا ہوں، جناب۔''

''اگر وہ یہاں آتی ہے'' میں نے کہا ''تو میرے خیال میں یہاں ایک شخص ہے جو دنیا میں کسی اور شخص کے مقابلے میں زیادہ اہل ہے اسے پا جانے میں۔ آپ کو یاد ہے ـــــ میں جو کہہ رہا ہوں، اسے بڑے دھیان سے سنیے ـــــ آپ اپنے بڑے مقصد کے بارے میں سوچیے مارتھا یاد ہے آپ کو؟''

''اپنے شہر کی؟''

ان کے چہرے کے تاثر سے زیادہ صحیح جواب مجھے نہیں مل سکتا تھا۔

''کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ لندن میں ہے؟''

''میں نے اسے گلیوں میں گھومتے دیکھا ہے۔'' انھوں نے لرزتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ نہیں جانتے'' میں نے کہا ''کہ ایملی اس کی بہت مدد کرتی تھی، ہیم کے توسط سے، اس سے بہت پہلے سے جب وہ بھاگی تھی۔ اتنا ہی نہیں، جب ہم ایک رات ملے تھے اور قریب کے ایک کمرے کے باہر باتیں کر رہے تھے تو وہ دروازے پر کھڑی چپکے سے ہماری باتیں سن رہی تھی۔''

''ماسٹر ڈیوی!'' وہ حیرت سے بولے ''اس رات جب بہت زیادہ برف باری ہو رہی تھی؟''

''اسی رات۔ تب سے میں نے پھر اسے نہیں دیکھا۔ میں آپ کو رخصت کر کے گیا تا کہ اس سے بات کروں لیکن وہ جا چکی تھی۔ اس وقت میں آپ سے ذکر نہیں کرنا چاہ رہا تھا، اس لیے اب میں اس کا ذکر کر رہا ہوں اور میرے خیال میں ہم اسی کے توسط سے ایملی کو کچھ کہلا سکتے ہیں۔ سمجھ رہے ہیں آپ؟''

''بہت اچھی طرح، جناب'' انھوں نے جواب دیا۔ اب ہم لوگوں نے اپنی آواز سرگوشی میں تبدیل کر لی اور پھر اسی طرح چپکے چپکے بولتے رہے۔

''آپ کہتے کہ آپ نے اسے دیکھا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اسے تلاش کر لیں گے؟ میں تو اتنی ہی امید کر سکتا ہوں کہ وہ اتفاقیہ طور پر ہی ہمیں مل سکتی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں ماسٹر ڈیوی، میں جانتا ہوں کہ اسے کہاں دیکھا جائے۔''

''اندھیرا ہو چکا ہے۔ہم لوگوں کو ساتھ ساتھ اسی وقت چل کر اسے تلاش کرنا چاہیے؟''

انھوں نے یہ تجویز پسند کی اور میرے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔ وہ کیا کر رہے تھے، اسے نہ دیکھتے ہوئے میں نے دیکھا کہ اس چھوٹے سے کمرے میں وہ ہر چیز کتنے قرینے سے رکھ رہے تھے ایک موم بتی رکھی اور پاس میں ہی دیا سلائی، اسے جلانے کے لیے، بستر ٹھیک کیا اور آخر میں دراز سے ایملی کا ایک جوڑا کپڑا نکال کر (مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کو اسے پہنے ہوئے دیکھا تھا) بڑے سلیقے سے تہہ کیا ہوا اور اس کے ساتھ کچھ اور پہننے کی چیزیں، ایک ٹوپی جسے انھوں نے ایک کرسی پر رکھ دی۔ انھوں نے ان کپڑوں کے بارے میں کچھ بھی نہ بتایا اور نہ میں نے پوچھا۔ وہاں جانے کب سے یہ ایملی کے انتظار میں روز رات کو نکال کر رکھ لیے جاتے تھے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔

''ایک وقت تھا ماسٹر ڈیوی'' جب ہم نیچے اتر آئے تو انھوں نے کہا'' جب میں سوچتا تھا کہ یہ لڑکی، مارتھا میری ایملی کے قدموں کی دھول جیسی ہے، خدا معاف کرے مجھے، اب بہت فرق آ چکا ہے!''

جب ہم چلے جا رہے تھے تو کچھ تو انھیں باتوں میں بہلائے رہنے کے لیے اور کچھ اپنے اطمینان کے لیے میں نے ان سے ہیم کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے تقریباً اسی طرح جواب دیا جیسے کہ پہلے بتایا تھا کہ ہیم بالکل اسی طرح ہے'' اپنی ذرا بھی پروانہ کر کے وہ بے تحاشا مشقت کیے جا رہا ہے، کبھی کسی سے کچھ کہتا نہیں اور ہر شخص اسے پسند کرتا ہے۔''

میں نے ان سے پوچھا کہ ان کے خیال میں ہیم کی ذہنی کیفیت کیسی ہے، ان کی اس بدنصیبی کے حوالے سے؟ کیا وہ اسے خطرناک سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً وہ کیا سمجھتے ہیں کہ اب ہیم کیا کرے گا، اسے اگر کبھی اسٹیرفورتھ مل گیا؟''

''میں نہیں جانتا، جناب،'' انھوں نے جواب دیا'' میں نے اس کے بارے میں اکثر سوچا ہے لیکن میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پایا، کوئی بات نہیں۔''

میں نے ان کی یاددہانی کی غرض سے اس صبح کا ذکر کیا جب ہم تینوں سمندر کے ساحل پر تھے۔ ''کیا آپ کو یاد ہے؟'' میں نے کہا'' کتنے خوفناک طریقے سے اس نے سمندر کو دیکھتے ہوئے کہا تھا'' اس کا اختتام؟''

''مجھے بالکل یاد ہے۔''انھوں نے کہا۔

آپ کے خیال میں اس سے اس کا کیا مطلب تھا؟''

''ماسٹر ڈیوی''انھوں نے جواب دیا''میں نے خود سے یہ سوال بہت بار کیا ہے لیکن اس کا کبھی کوئی جواب نہیں مل سکا۔ پریشانی کی بات یہ ہے ــــ کہ اگر چہ وہ اتنے اچھے مزاج کا ہے لیکن میں اس سے یہ پوچھ کر اسے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ وہ اتنا ہی فرمانبردار ہے جتنا کہ کوئی ہوسکتا ہے اور اس نے کبھی میرے سامنے زبان نہیں ہلائی اور اس کی امید نہیں پائی جاتی کہ وہ اب بھی کسی اور طرح سے پیش آئے گا مجھ سے۔ لیکن اس کے ذہن میں صرف سمندر کے پانی کا ہی خیال نہیں رہتا جب وہ ایسی بات کہتا ہے۔ وہ کوئی بہت گہری بات کہتا ہے جہاں تک میں نہیں پہنچ پاتا۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''میں نے کہا''اور کبھی کبھی مجھے متفکر کر دیتا ہے۔''

''اور مجھے بھی، ماسٹر ڈیوی۔''انھوں نے کہا''اس سے بھی زیادہ، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ اس کے رویے سے اگر چہ یہ دونوں طرح کے تغیرات اس میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کسی بھی حالت میں تشدد پر اتر آئے گا، لیکن میں یہی امید کروں گا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے نہ آنے پائیں۔''

ہم لوگ ٹمپل بار (Temple Bar) سے ہوتے ہوئے شہر میں پہنچ آئے تھے۔ ہم اب گفتگو نہیں کر رہے تھے اور میرے برابر چلتے ہوئے وہ پھر اپنے اس واحد مقصد کی سوچ میں اس طرح غرق ہو گئے اور چلتے رہے کہ بھیڑ میں بھی تنہا ہی نظر آ رہے تھے۔ ہم بلیک فرائر برج سے زیادہ دور نہیں تھے جب انھوں نے اپنا سر گھمایا اور ایک تنہا خاتون کی طرف اشارہ کیا، جو گلی کی دوسری طرف چلی جا رہی تھی۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ وہی عورت ہے ہم جسے تلاش کر رہے تھے۔

ہم نے سڑک پار کر لی اور اس کی طرف بڑھنے لگے تو مجھے دفعتاً خیال آ گیا کہ اگر ہم اس سے ایک کھوئی ہوئی لڑکی کے بارے میں بھیڑ سے الگ کسی سنسان جگہ پر پوچھیں تو وہ زیادہ بہتر محسوس کرے گی اور دلچسپی لے گی اور وہاں لوگ ہمیں کم دیکھ پائیں گے۔ اس لیے میں نے اپنے ساتھی کو مشورہ دیا کہ ہم اسے ابھی نہ مخاطب کریں، بلکہ اس کا پیچھا کرتے رہیں۔ یہ باتیں کرتے ہوئے میرے دل میں یہ جان لینے کی بھی خواہش ہو رہی تھی کہ وہ اس وقت جا کہاں رہی تھی۔

انھوں نے میری بات مان لی اور ہم اتنے فاصلے سے اس کا پیچھا کرنے لگے کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے لیکن اس کے بہت قریب پہنچ جانے سے گریز کر رہے تھے کیونکہ وہ مڑ مڑ کر دیکھے جا رہی تھی۔ ایک بار رک کر وہ باجہ پارٹی کی موسیقی سننے لگی تو ہم بھی رک گئے۔

وہ بہت دور تک چلتی رہی ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ وہ جس جس راستے سے جا رہی تھی، اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ پہلے سے کسی مقررہ منزل پر جا رہی تھی اور یہ بات، اور اس کا بھیڑ والی گلیوں سے ہو کر جانا اور میں سمجھتا ہوں کسی طرح اس طرح خفیہ اور پراسرار طریقے سے پیچھا کرنا، اس کا احساس اسے تھا۔ بالآخر وہ ایک بے رونق اندھیری گلی میں مڑ گئی جہاں بھیڑ اور شور ختم ہو چکا تھا اور میں نے کہا کہ اب ہم اس سے بات کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی رفتار بڑھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔

●●●

باب 47

مارتھا

اب ہم ویسٹ منسٹر میں تھے۔ ہم اس کا پیچھا کرنے کے لیے پیچھے گھوم گئے تھے، جب ہم نے اسے اپنی جانب آتے دیکھا اور ویسٹ منسٹر ابھی وہ جگہ تھی جہاں وہ روشن اور پرشور گلیوں سے گذری تھی، وہ اتنی تیزی سے نکل گئی جب اس نے پل پر سے آنے جانے والوں کی بھیڑ کو پار کیا اور اتنا زیادہ آگے بڑھ گئی کہ ہم مل بینک (Mill Bank) کے پاس کی پتلی گلی سے اس کے پاس تک پہنچ پائے۔ اس وقت اس نے سڑک پار کی جیسے وہ اپنے پیچھے قدموں کی آواز بہت قریب سن کر، پیچھے دیکھے بغیر، ان سے بچنے کے لیے اور تیزی سے بڑھنے لگی تھی۔

ایک بے رونق پھاٹک سے ندی کی جھلک، جہاں کچھ چوپہیا چھکڑے رات ہو جانے کی وجہ سے کھڑے کر دیے گئے تھے، میرے قدموں کو آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔ میں نے کچھ بولے بغیر اپنے ساتھی کو چھوڑ دیا اور ہم دونوں اس کے پار ہو جانے کے بعد ہی آگے بڑھے اور پھر ہم اس کا پیچھا کرنے لگے، مکانوں کی پرچھائیوں میں اتنی ہی خاموشی سے چلتے رہے جتنا کہ خاموش رہ سکتے تھے لیکن ہم دونوں اس سے بہت قریب ہی چلتے رہے۔

اس ڈھلواں گلی کے آخیر میں ایک چھوٹا سا بوسیدہ مکان تھا، جو آج بھی ہے، جب میں یہ لکھ رہا ہوں، غالباً ایک پرانا ہاؤس بوٹ جو اب استعمال میں نہیں تھا۔ یہ ٹھیک اسی جگہ پر ہے جہاں

یہ گلی ختم ہوتی ہے اور سڑک شروع ہو جاتی ہے جو مکانوں کی قطار اور ندی کے درمیان ہے۔ وہ جیسے ہی یہاں پہنچی اور اس نے پانی کو دیکھا وہ اسی طرح رک گئی جیسے وہ اپنی منزل پر پہنچ گئی ہو اور اب وہ دھیرے دھیرے ندی کے کنارے مستقلاً پانی کو دیکھتے ہوئے چل رہی تھی۔

پورے راستے میں یہی سمجھتا رہا کہ وہ کسی مکان میں جائے گی، یقیناً میرے دل میں یہ مبہم سی امید تھی کہ وہ مکان کسی نہ کسی طرح اس کھوئی ہوئی لڑکی سے وابستہ ہوگا۔ لیکن پھاٹک سے ندی کی اس ایک اندھیری جھلک سے میرے ذہن میں خیال آیا کہ وہ اب اور آگے نہیں جائے گی۔

اس وقت آس پاس افسردگی سی چھائی ہوئی تھی۔ بڑا دلگیر، اداس سا ماحول، گریٹ بلیک پریزن (Great Black Prison) سے ملحق سڑک کے پاس نہ مکان تھے نہ ندی پر گھاٹ۔ جیل کی دیواروں کے گڈھوں میں کیچڑ جمع ہو گیا تھا۔ آس پاس کی زمین پر گھاس ہی گھاس نظر آ رہی تھی۔ ایک حصے میں مکانوں کے کھنڈروں کا لامتناہی سلسلہ۔ دوسرے حصے میں ٹوٹے پھوٹے گھر پھیلے تھے جن سے بو آ رہی تھی اور دوسرا حصہ زنگ آلود اسٹیم بائلروں کے لوہے لکڑ، پہیوں، پیڈلوں، کباڑ، پائپوں، بھٹیوں، لنگروں اور میں نہیں جانتا اور کتنی عجیب عجیب طرح کی اشیا سے پٹا پڑا تھا جیسے کسی کباڑی نے انھیں جمع کر رکھا تھا اور یہ ساری چیزیں پڑی دھول کھا رہی تھیں جن کے نیچے ــــــ بارش کے موسم میں اپنے بوجھ سے ہی دھنسی ہوئی چیزیں، لگتا تھا جیسے خود کو زمین میں چھپانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ندی کی دوسری طرف متعدد جڑائی کرنے کے کارخانوں سے آنے والی تڑاخ پڑاخ کی تیز آوازیں رات میں ہر چیز میں مخل ہو رہی تھیں بجز کارخانوں کی چمنیوں سے مسلسل نکل رہے دھوئیں کے بادلوں کے۔ پرانے لکڑی کے ستونوں میں دراریں اور ان میں کائی جمی ہوئی اور پچھلے ڈوب جانے والوں کو نکالنے پر انعام کے لیے چپکائے ہوئے ہینڈ بلوں کے چیتھڑے پانی کے اوپر لہرا رہے تھے۔ یہاں سے متعلق ایک کہانی کہی جاتی تھی کہ جب طاعون کی وبا پھیلی تھی تو اس مرض سے مرنے والوں کے لیے یہیں کہیں گڑھا کھودا گیا تھا اور اس کا اثر آس پاس کے پورے علاقے میں پھیل گیا تھا۔ یا پھر لگتا تھا کہ رفتہ رفتہ ان لاشوں کے سڑ گل جانے پر یہاں کا پانی آلودہ ہو گیا۔

معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لڑکی اس کوڑے کباڑ کا ایک حصہ ہو اور برباد ہونے کے لیے

چھوڑ دی گئی ہو۔لڑکی جس کا ہم پیچھا کر رہے تھے، ندی کے کنارے ڈھلان تک چلی گئی اور پھر رات کے اس پر ہیبت ماحول میں تنہا اور بالکل ساکت کھڑی ندی کے پانی کو دیکھنے لگی۔

کنارے کیچڑ میں کچھ کشتیاں اور بجرے پھنسے ہوئے تھے۔جس کی وجہ سے ہم اس کو نظر آئے بغیر اس سے کچھ گز کی دوری تک پہنچ چکے تھے۔تب میں نے مسٹر پیگٹی کو اشارہ کیا کہ وہ جہاں ہیں، وہیں رک جائیں اور کشتیوں کی آڑ سے نکل کر اس سے بات کریں۔ میں اس تنہا شبیہہ کی طرف بڑھتے ہوئے کانپنے لگا، کیونکہ وہ جس جگہ آ کر رکی تھی اور جس انداز میں وہ کھڑی تھی، آہنی پل کی پرچھائیں کے درمیان، تیز لہروں پر روشنی کے عکس کو دیکھتی ہوئی، جس نے میرے اندر خوف کا احساس پیدا کر دیا تھا۔

میرے خیال میں وہ خود کلامی میں مصروف تھی۔ مجھے پورا یقین ہے، اگرچہ وہ پانی کو تکے جا رہی تھی، اس کی شال شانوں سے ڈھلک گئی تھی اور وہ اس سے اپنے ہاتھ ڈھک رہی تھی، بڑی بے قراری اور وحشت کے ساتھ، کسی ٹہلنے والے سے زیادہ نیند میں چلنے والے کی طرح۔ میں جانتا ہوں اور کبھی بھول نہیں سکتا کہ اس کے اس وحشتناک انداز سے ہی مجھے اندازہ لگ گیا کہ وہ میری آنکھوں کے سامنے ہی ڈوب جائے گی اور میں نے لپک کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

اسی لمحے میں نے کہا ''مارتھا!''

اس کے منھ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ اتنی طاقت سے اپنا ہاتھ چھڑانے لگی کہ مجھے شک ہے کہ میں تنہا اسے پکڑے رہنے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن ایک مجھ سے مضبوط ہاتھ نے اسے پکڑ لیا اور جب اس نے اپنی خوف زدہ آنکھیں اوپر اٹھائیں اور دیکھا کہ یہ ہاتھ کس کا تھا، تو اس نے بس ایک بار اور خود کو آزاد کرانے کی کوشش کی اور ہم دونوں کے درمیان گر پڑی۔ ہم اسے پانی سے اٹھا کر اس جگہ لے آئے جہاں کچھ سوکھے پتھر کے ٹکڑے تھے اور اسے وہیں چیختے غرّاتے لٹا دیا۔ کچھ دیر بعد وہ پتھروں کے درمیان بیٹھ گئی، اپنا اجڑا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے۔

''ہائے رے ندی!'' وہ غصے سے چلائی ''ہائے رے ندی!''

''ہش، ہش!'' میں نے کہا ''خود کو قابو میں رکھو!''

لیکن وہ اب بھی یہی الفاظ دہراتی رہی، بار بار چلاتی ہوئی ''ہائے رے ندی!''

''میں جانتی ہوں کہ یہ میری ہی جیسی ہے!'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔ میں جانتی ہوں کہ میں اسی کی طرح ہوں، میں جانتی ہوں کہ میرا اور اس کا ساتھ فطری ہے! یہاں دیہاتوں سے بہتی ہوئی آتی ہے جہاں کبھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تھا ــــ اور یہ دھندلی اور تاریک گلیوں سے گذرتی ہے جو گندگی اور پریشانیوں سے بھری ہیں ــــ اور یہ بہتی جاتی ہے، میری زندگی کی طرح، ایک بڑے سمندر کی جانب، جہاں ہمیشہ تلاطم رہتا ہے ــــ اور میں محسوس کرتی ہوں کہ مجھے اس کے ساتھ چلا ہی جانا چاہیے!''

میں نے کبھی نہیں جانا تھا کہ یاس کیا ہوتا ہے بجز اس لہجے کے جس میں یہ الفاظ ادا کیے گیے۔

''میں اس سے الگ نہیں رہ سکتی، میں اسے بھول نہیں سکتی۔ یہ رات دن میرے ذہن میں ناچتی رہتی ہے۔ دنیا میں یہی ایک واحد شے ہے جس کے لیے میں موزوں ہوں یا جو میرے لیے موزوں ہے۔ ہائے رے خوفناک ندی!''

میرے ذہن میں خیال آیا کہ میرے ساتھی کے چہرے پر، جب وہ کچھ بولے بغیر ایک ٹک سکتے کی حالت میں اسے دیکھے جارہے تھے، میں ان کی کہانی پڑھ سکتا تھا، اگر میں کچھ اور نہ جانتا ہوتا تو بھی۔

میں نے کبھی کسی تصویر یا حقیقت میں خوف اور دردمندی کی اتنی موثر آمیزش نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس طرح لرز رہے تھے جیسے گر پڑیں گے اور ان کا ہاتھ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔

''یہ ہذیانی حالت میں ہے۔'' میں نے ان سے سرگوشی کی'' جلد ہی یہ دوسری طرح بولنے لگے گی۔''

میں نہیں جانتا کہ جواب میں انھوں نے کیا کہا۔ انھوں نے منھ چلایا اور سمجھ لیا کہ وہ بول چکے لیکن انھوں نے صرف ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف اشارہ بھر کیا تھا۔

اب وہ نئے سرے سے چیخنے لگی اور ایک بار پھر اپنا چہرہ پتھروں میں چھپالیا اور ہمارے سامنے پڑی رہی۔ تذلیل اور بربادی کی مکمل تصویر۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ کیفیت بھی جلد ہی ختم ہو جائے گی، اس سے قبل کہ ہم اس سے کچھ بولیں، میں نے انھیں روک دیا جب وہ اسے اٹھانے ہی جارہے تھے اور ہم بالکل خاموش کھڑے رہے جب تک کہ وہ اور پرسکون نہیں ہوگئی۔

''مارتھا'' تب میں نے جھکتے ہوئے کہا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی ـــــ لگ رہا تھا جیسے وہ جانے کے لیے خود بھی اٹھنا چاہ رہی تھی لیکن وہ بہت کمزور ہو چکی تھی اور ایک کشتی کے سہارے ٹک گئی۔ ''کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون ہیں، میرے ساتھ یہ کون ہیں؟''

اس نے نحیف آواز میں کہا ''ہاں۔''

''کیا تم جانتی ہو کہ آج رات ہم لوگ بہت دور سے تمھارا پیچھا کرتے آئے ہیں؟''

اس نے اپنا سر ہلا دیا۔ نہ وہ ان کی طرف دیکھ رہی تھی نہ میری طرف بلکہ اپنی ٹوپی اور شال ایک ہاتھ میں لیے عاجزانہ انداز میں کھڑی رہی جیسے وہ ان چیزوں سے بے خبر ہو، اور دوسرے ہاتھ سے اپنی پیشانی دبائے ہوئے تھی۔

''اب تم پرسکون ہو چکی ہو'' میں نے کہا ''کہ اس سلسلے میں کچھ بتا سکو جس نے تمھیں ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے امید ہے برف باری والی رات یاد ہو گی تمھیں؟''

وہ پھر سسکنے لگی اور اس رات اس کے چپکے سے ہم دونوں کی گفتگو سننے پر دروازے سے نہ ہٹانے پر اس نے نحیف آواز میں شکریہ ادا کیا۔

''میں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔'' چند لمحوں بعد اس نے کہا ''میں بری ہوں۔ میں برباد ہو چکی ہوں۔ مجھے ذرا بھی امید نہیں رہ گئی لیکن ان سے کہہ دیجیے، جناب'' اس نے خود کو سمیٹتے ہوئے ان سے دور کر لیا ''اگر آپ ایسا کرنے میں زیادہ دقت نہیں محسوس کرتے، کہ میں ان کی بدقسمتی (ایملی کا بھاگنا) کے لیے کسی بھی طرح ذمہ دار نہیں ہوں۔''

''اس کے لیے کبھی تمھیں ذمہ دار کہا بھی نہیں گیا'' میں نے اتنی ہی سنجیدگی سے جواب دیا جتنی سنجیدگی سے اس نے کہا تھا۔

''اگر میں دھوکہ نہیں کھا رہی ہوں تو یہ آپ ہی تھے'' اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا ''جو اس رات باورچی خانے میں چلے آئے تھے جب وہ مجھ پر ترس کھا کر میری مدد کر رہی تھی، میرے لیے کتنی نیک تھی، اس نے اوروں کی طرح خود بھی مجھ سے پلہ نہیں جھاڑ لیا اور میری اتنی مدد کرتی رہی! کیا یہ آپ ہی تھے، جناب؟''

''ہاں میں ہی تھا۔'' میں نے کہا۔

''میں بہت پہلے ہی ندی میں ڈوب کر مر چکی ہوتی'' اس نے ندی کو بڑے بھیانک تاثر سے دیکھتے ہوئے کہا'' اگر اس کے لیے میرے ذہن پر ذرا بھی بار ہوتا کہ میں نے اس کے ساتھ کچھ غلط کیا ہے۔ میں ایک رات بھی نہیں گذار سکتی تھی اگر اس حادثے میں کسی طرح بھی شریک نہ ہونے کا مجھے اطمینان نہ ہوتا!''

''اس کے بھاگ جانے کی وجہ بہت اچھی طرح سمجھی جا چکی ہے۔'' میں نے کہا'' تم اس کے لیے کہیں سے بھی قصوروار نہیں ہو، یہ ہم لوگ بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں ـــــ جانتے ہیں۔''

''اف، کاش کہ میں اس کے لیے اور بہتر ثابت ہوتی اگر میرا دل اور بہتر ہوتا!'' مارتھا نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔'' کیونکہ وہ ہمیشہ میرے لیے بہت ہی نیک اور رحم دل رہی ہے! کیا ایسا ممکن ہے کہ میں اسے اپنی طرح بنانے کی کوشش کرتی، یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ میں کیا ہوں؟ جب میں نے وہ ساری چیزیں کھودیں جن سے جینے کی تمنا باقی رہتی ہے، میرے ذہن میں سب سے زیادہ تکلیف دہ خیال یہی آیا کہ میں اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئی!''

مسٹر پیگٹی نے ایک ہاتھ سے کشتی پکڑے ہوئے، آنکھیں نیچی کیے ہوئے دوسرا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیا۔

''اور جب میں نے اپنے شہر کے کچھ لوگوں سے سنا کہ تیز برف باری والی رات کیا ہوا تھا'' مارتھا نے روتے ہوئے کہا'' تو میرے ذہن میں سب سے زیادہ تکلیف دہ خیال یہی آیا کہ لوگ یاد کریں گے کہ کبھی وہ میرے ساتھ بھی رہا کرتی تھی اور میں نے ہی اسے بد چلنی سکھائی ہے! جب کہ خدا جانتا ہے کہ میں اس کی نیک نامی کے لیے جان تک دے سکتی تھی!''

دل کو چیر دینے والی اس کی پشیمانی اور اذیّت بہت ہی دردناک تھی۔

''میرے لیے مر جانا کوئی بڑی بات نہ تھی ـــــ میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ ـــــ میں زندہ رہتی!'' اس نے بے ساختہ کہا'' میں بوڑھی ہو جانے کے لیے ان سڑی گلیوں میں پڑی رہتی اور رات کے اندھیرے میں لوگوں کی نظروں سے بچتی ہوئی گھوما کرتی ـــــ اور مکانوں کی مہیب قطار میں صبح ہوتے دیکھتی اور یاد کرتی کہ اسی طرح کبھی میرے کمرے میں بھی سورج کی روشنی آیا کرتی تھی اور میں ایک بار پھر بیدار ہو جاتی ـــــ یہاں تک کر سکتی تھی اس کو بچانے کے لیے!''

پتھروں کے درمیان جھکتے ہوئے اس نے کچھ پتھر اپنے ہاتھ میں اٹھالیے اور انھیں اس طرح زور سے دبایا جیسے وہ انھیں پیس ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ رہ رہ کر طرح طرح سے اینٹھ رہی تھی، اپنے بازو سخت کر کے اپنے چہرے کے سامنے گھمارہی تھی جیسے وہ ذراسی آتی روشنی سے بھی اپنی آنکھوں کو بچانا چاہتی ہو اور اس نے سر اس طرح چھپالیا جیسے یہ پرانی یادوں کا بوجھ اٹھا نہ پار ہا ہو۔

''میں کروں گی بھی کیا!'' اس نے اپنی مایوسی سے جوجھتے ہوئے کہا ''اس طرح تنہائی کا عذاب جھیلتے جھیلتے میں کیسے زندہ رہ سکتی ہوں۔ میں جس کے پاس بھی جاتی ہوں وہ اسے اپنی توہین سمجھتا ہے!'' اچانک وہ میرے ساتھی کی جانب مڑی، ''کوٹ ڈالیے مجھے، مجھے مارڈالیے! وہ جب آپ کے لیے فخر کا باعث تھی، آپ سوچتے رہے ہوں گے کہ میں گلیوں میں اس سے بات کر کے اسے خراب کر رہی ہوں۔ آپ یقین نہیں کر سکتے —— کیوں یقین کریں آپ؟ —— ایک فقرہ جو میرے ہونٹوں پر آتا ہے۔ اب بھی آپ کے لیے یہ بے حد شرم کی بات ہوگی اگر وہ اور میں آپس میں ایک لفظ بول لیں۔ میں شکایت نہیں کر رہی ہوں۔ میں یہ کہتی نہیں ہوں کہ وہ اور میں ایک جیسی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ ہم دونوں کے درمیان لمبا، بہت لمبا فاصلہ ہے۔ میں صرف یہ کہتی ہوں، اپنی ساری خطاؤں اور بدبختی کو ذہن میں رکھتے ہوئے، کہ میں دل سے اس کی شکر گذار ہوں اور اس سے محبت کرتی ہوں۔ اف، یہ مت سمجھیے کہ میری کسی چیز کو پیار کرنے کی ساری صلاحیت ختم ہی ہوگئی ہے! مجھے دور بھگا دیجیے جیسے کہ پوری دنیا کرتی ہے۔ میں جیسی ہوں، اور کبھی اسے جانتی تھی، اس کے لیے مجھے مارڈالیے، لیکن مجھے ویسی مت سمجھیے!''

مسٹر پیگٹی اسے دیکھتے رہے جب اس نے بڑے ہی ملتجیانہ انداز میں یہ کہا اور جب وہ چپ ہوئی تو انھوں نے خاموشی سے اسے اٹھادیا۔

''مارتھا'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔ ''خدا نہ کرے کہ میں تمھیں ویسی سمجھوں۔ خدا نہ کرے کہ اور لوگوں کی طرح میں بھی سوچوں۔ میری بچی! تم اس تبدیلی کے بارے میں نصف بھی نہیں جانتیں، جو وقت گذرنے کے ساتھ مجھ میں آچکی ہے۔ جب تم سمجھتی ہو کہ میں ایسا سوچ سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔'' انھوں نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، پھر کہنے لگے ''تم نہیں سمجھ سکتیں کہ یہاں جو صاحب ہیں اور میں، تم سے باتیں کرنے کے لیے کتنے پریشان تھے۔ تم نہیں سمجھ رہی ہو کہ ہم کیا

کہنا چاہ رہے ہیں ۔ـــــ اب سنو!''

ان کی باتوں کا اس پر پورا اثر ہوا۔ وہ اٹھ کر کمٹی ہوئی ان کے سامنے کھڑی ہوگئی جیسے وہ ان سے نظریں ملاتے ہوئے ڈر رہی ہو، لیکن اس کا کرب اس کے چہرے سے صاف عیاں تھا۔

''اگر تم سنو'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''کہ اس رات جب بہت تیز برف باری ہو رہی تھی، تو میرے اور ماسٹر ڈیوی کے مابین کیا گفتگو ہوئی، تم جانتی ہو، میں کہاں نہیں گیا ۔ـــــ اپنی بھتیجی کو ڈھونڈھنے کے لیے۔ اپنی پیاری بھتیجی کو ڈھونڈھنے کے لیے'' انھوں نے جلدی سے دہرایا۔ کیونکہ وہ مجھے اب عزیز، اتنی عزیز ہوگئی ہے مارتھا، جتنی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔''

اس نے اپنے ہاتھ چہرے پر رکھ لیے لیکن بالکل خاموش ہی رہی۔

''میں نے اسے کہتے سنا ہے'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''کہ تمھارے ماں باپ بہت جلدی مر گئے تھے اور کوئی دوسرا بہی خواہ تمھیں نہ مل سکا، اس مشکل سمندری سفر میں، جو ان کی جگہ لے سکے۔ ہوسکتا ہے کہ تمھیں بھی کوئی ہمدرد مل جاتا اور وقت گذرنے کے ساتھ تم بھی اسی طرح مانوس ہو جاتیں اور میری بھتیجی کی طرح تم اس کی چہیتی بیٹی جیسی ہو جاتیں جیسے ایملی میری بیٹی کی طرح ہے۔''

وہ خاموش کھڑی کانپ رہی تھی، اس لیے مسٹر پیگٹی نے اس کی شال زمین سے اٹھا کر بڑی احتیاط سے اوڑھا دی۔

''جس کی وجہ سے'' انھوں نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ وہ ایک بار اگر مجھے پھر دیکھ لے تو وہ میرے ساتھ دنیا کے کسی کونے میں بھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اسے میری محبت پر ذرا بھی شک نہ ہوگا۔ نہیں ہوگا ـــــ بالکل نہیں ہوگا'' انھوں نے اپنی کہی ہوئی بات کا یقین دلانے کے لیے اسے بار بار دہرایا ''صرف شرم اسے مجھ سے دور رکھے ہوئے ہے۔''

میں نے ان کے ہر لفظ میں بڑی سادگی کے ساتھ موثر انداز میں اس سلسلے میں ان کے دلی جذبات کو پڑھ لیا۔

''ہمارے خیال کے مطابق'' انھوں نے مزید کہا ''ماسٹر ڈیوی، یہاں ہیں اور میں بھی ہوں، امید ہے کہ ایک دن وہ بھی لندن آ جائے گی۔ ہمیں یقین ہے ـــــ ماسٹر ڈیوی کو، مجھے اور سبھی کو ۔ـــــ کہ جو آفت ہم پر آن پڑی ہے، اس کے لیے تم بالکل اسی طرح بے قصور ہو جیسے

کہ ماں کے پیٹ میں ایک بچہ۔ تم نے کہا ہے کہ وہ تم سے بہت خوش رہتی تھی، تمھارے لیے رحم دل اور ہمدرد تھی، خدا اسے خوش رکھے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسی تھی! میں جانتا ہوں کہ وہ ہمیشہ سب کے لیے ایسی ہی تھی۔ تم اس کے تئیں شکر گذار ہو اور اس سے محبت رکھتی ہو، اس لیے اس کو پانے میں ہماری جو بھی مدد کر سکتی ہو، کرو، اور خدا تمھیں اس کا صلہ دے گا!''

اس نے جلدی سے ان کی طرف دیکھا اور پہلی بار جیسے اسے اس کے بارے میں شبہہ ہوا جو انھوں نے کہا۔

''آپ مجھ پر بھروسا کریں گے؟'' اس نے حیرت سے دھیمی آواز میں پوچھا۔

''بالکل اور ہر طرح سے!'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔

''اس سے بات کرنے پر، اگر میں کبھی اسے پا جاتی ہوں، اسے ساتھ رکھوں، اگر میرے پاس اسے رکھنے کی جگہ ہو، اور پھر اسے بتائے بغیر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ کو اس کے پاس لے چلوں؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔

ہم دونوں نے جلدی سے کہہ دیا ''ہاں!''

اس نے نظریں اوپر کیں اور بڑے عزم سے کہا کہ وہ اس کام کے لیے خود کو وقف کر دے گی، پوری تندہی اور وفاداری کے ساتھ۔ وہ اس کام میں ذرا بھی ڈگمگائے گی نہیں، کبھی اس سے ادھر ادھر نہیں ہوگی اور اس کوشش کو کبھی بند نہیں کرے گی جب تک کہ اس کے مل جانے کی ذرا بھی امید باقی رہے گی۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو اس کی زندگی کا یہ مقصد کہ وہ برائیوں سے پاک رہتے ہوئے دوسروں کے کام آئے گی، اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور وہ اس سے بھی زیادہ تنہا اور مایوس ہو جائے گی جتنی کہ اس رات ندی کے کنارے تھی اور پھر اس کے لیے ہر طرح کی امداد انسانی اور قدرتی —— ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی۔

اس نے اپنی آواز ذرا بھی اونچی نہیں ہونے دی اور نہ ہی ہماری جانب دیکھا بلکہ جیسے اس نے رات کے آسمان سے کہا، اس کے بعد بالکل خاموشی کے ساتھ ساکت اور افسردہ پانی کو دیکھتے ہوئے اٹھ گئی۔

اب ہم نے ضروری سمجھا کہ اس سے وہ سب کچھ بتا دیں جو ہم جانتے تھے۔ میں نے

تفصیل سے سب بتا دیا۔ وہ بڑے دھیان سے سنتی رہی اور اس کا چہرہ بار بار تغیر پذیر ہوتا رہا۔ لیکن ہر تاثر سے ایک ہی مقصد کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اکثر آنسو آ جاتے لیکن وہ انھیں پی جانے کی کوشش کرتی۔ لگتا تھا جیسے اب اس کے جذبے میں خاصی تبدیلی آ چکی تھی اور اب وہ زیادہ خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔

جب سب کچھ بتا دیا گیا تو اس نے پوچھا کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم لوگوں کے مابین رابطہ کہاں ہوگا۔ سڑک پر جل رہے ایک لیمپ کی مدھم روشنی میں میں نے اپنی جیبی نوٹ بک کے ایک صفحے پر دو جگہ کے پتے لکھے اور وہ صفحہ پھاڑ کر اس کے حوالے کر دیا جسے اس نے اپنے گریبان میں رکھ لیا۔ میں نے پوچھا کہ آج کل وہ کہاں رہ رہی ہے۔ اس نے قدرے توقف سے کہا کہ کسی خاص جگہ نہیں، یہ نہ جاننا ہی بہتر ہوگا۔

مسٹر پیگٹی نے میرے کان میں وہی بات کہی جو میرے ذہن میں پہلے سے ہی آ چکی تھی۔ میں نے اپنا پرس نکالا لیکن میں اسے کوئی رقم بھی قبول کرنے پر آمادہ نہ کر سکا اور نہ اس سے وعدہ کرا لینے میں ہی کامیاب ہو سکا کہ وہ پھر کبھی اسے قبول کرے گی۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ مسٹر پیگٹی کو، ان کی موجودہ حالت میں بھی غریب نہیں کہا جا سکتا اور اس خیال سے کہ اس تلاش میں اسے یوں ہی لگا دیا جائے جب کہ وہ اپنی کفالت خود کر رہی ہے، ہم دونوں کو بے حد تکلیف پہنچی ہے۔ لیکن وہ اپنی بات پر جمی رہی۔ اس معاملے میں بھی میری بات کا اس پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اس نے میرے اس جذبے کے لیے تہہ دل سے شکریہ ادا کیا لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''کام تلاش کیا جا سکتا ہے'' اس نے کہا ''میں کوشش کروں گی۔''

''کم سے کم کچھ رقم تو لے لو'' میں نے جواباً کہا ''جب تک تمھیں کہیں کام نہیں مل جاتا۔''

''میں نے جس کام کے لیے وعدہ کر لیا ہے، اسے پیسے لے کر نہیں کر سکتی'' اس نے جواب دیا ''میں اسے نہیں لے سکتی چاہے میں فاقہ ہی کیوں نہ کر رہی ـــــ مجھے پیسے دینے کا مطلب ہوگا کہ آپ مجھ پر سے اپنا اعتماد ہٹا رہے ہیں، آپ نے جو کام مجھے سونپا ہے، اسے واپس لے رہے ہیں، جو مجھے ندی میں ڈوب کر مر جانے کے لیے روکے ہوئے ہے۔''

''میں اس بڑے انصاف کرنے والے کا واسطہ دے کر کہہ رہا ہوں'' میں نے کہا ''جس

کے سامنے تم اور ہم سبھی میدانِ حشر میں کھڑے ہوں گے، یہ تکلیف دہ خیال دل سے نکال دو! ہم سب مل کر کچھ نہ کچھ کر لیں گے، اگر ہم چاہیں گے۔''

وہ کانپنے لگی اور اس کے ہونٹ ہلنے لگے، اس کا چہرہ اور پیلا پڑ گیا جب وہ جواب دینے لگی:

''شاید یہ بات آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے کہ آپ کو ایک برباد مخلوق پر ترس کھا کر اسے بچالینا ہے۔ میں ایسا سوچ کر ڈر رہی ہوں، یہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر میرے لیے کوئی بہتری کی صورت ہو تو میں امید کر سکتی ہوں، لیکن ابھی تک تو میں نے جو کچھ بھی کیا ہے، ہمیشہ اس سے نقصان ہی ہوا ہے۔ اپنی تکلیف دہ زندگی میں ایک مدت کے بعد پہلی بار مجھ پر بھروسا کیا جارہا ہے، آپ نے مجھ سے جو کرنے کے لیے کوشش کرنے کو کہا ہے۔ میں اور کچھ نہیں جانتی اور نہ میں کچھ اور کہہ سکتی ہوں۔''

اس نے پھر آنسوؤں کو روک لیا جو اس کی آنکھوں سے چھلکنے لگے تھے۔ پھر اپنے لرزتے ہاتھ بڑھا کر اس نے مسٹر پیگٹی کو چھو لیا جیسے ان میں زخموں کو بھر دینے کی کرامت پائی جاتی ہو، اور سنسان سڑک پر آگے بڑھ گئی۔ شاید وہ ایک طویل عرصے سے بیمار چل رہی تھی۔ میں نے اسے قریب سے دیکھنے پر محسوس کیا کہ وہ بہت خستہ حال اور وحشت زدہ تھی اور اس کی دھنسی ہوئی آنکھوں سے عُسرت اور تحمل کا اظہار ہو رہا تھا۔

ہم اس کے پیچھے پیچھے کچھ دور تک گئے، کیونکہ ہمارا راستہ بھی اسی سمت کو جاتا تھا، جب تک کہ ہم روشن اور بھیڑ بھاڑ والی گلیوں میں واپس نہیں پہنچ آئے۔ اس نے جو کچھ کہا تھا اس پر مجھے اتنا بھروسا ہو گیا تھا کہ میں نے مسٹر پیگٹی سے کہا کہ اب مزید اس کا پیچھا کرتے رہنے سے کہیں وہ یہ نہ سوچ بیٹھے کہ ہم اس پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں۔ وہ خود بھی یہی سوچ رہے تھے اور ان کو بھی اس پر میری ہی طرح پورا بھروسا تھا، اس لیے ہم نے اسے اپنے راستے پر جانے دیا اور ہم نے اپنی سڑک پکڑ لی جو ہائی گیٹ کی طرف جاتی تھی۔ وہ کافی دور تک میرے ساتھ چلتے رہے اور جب ہم اس نئی کوشش میں کامیابی کے لیے دعا کرتے ہوئے جدا ہوئے تو ان میں اس کے تئیں مزید فکرمندانہ رحم پایا جاتا تھا اور مجھے اطمینان ہوا کہ میں نے اس کے بارے میں انھیں بتا کر اچھا ہی کیا تھا۔

میں گھر پہنچا تو آدھی رات گذر چکی تھی۔ میں اپنے دروازے پر پہنچ چکا تھا اور کھڑے ہو کر

سنت پال کا گھنٹہ بجتے سننے لگا۔ پھر اچانک یہ دیکھ کر چونک گیا کہ میری دادی کے مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور مدھم سی روشنی سڑک کے پار تک آ رہی تھی۔

یہ سوچ کر کہ شاید جیری کے دل میں ان کے پرانے خدشے کا احساس جاگ گیا ہو اور وہ دور کہیں خیالی آتش زدگی کے پھیلنے کا اندازہ لگا رہی ہوں، میں ان سے بات کرنے کے لیے چلا گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ ایک آدمی ان کے چھوٹے سے باغ میں کھڑا تھا۔

اس کے ہاتھ میں گلاس اور بوتل تھی اور وہ کچھ پی رہا تھا۔ میں گھنے پتوں کے درمیان کچھ پہلے ہی رک گیا کیونکہ چاندنی رات تھی اور میں نے اس آدمی کو پہچان لیا جسے پہلے میں نے مسٹر ڈک سمجھ لیا تھا، جس سے ایک بار شہر کی گلیوں میں اپنی دادی کے ساتھ ملا تھا۔

وہ باری باری سے کھائے پیے جا رہا تھا اور لگتا تھا جیسے بہت بھوکا رہا ہو۔ وہ مکان کو بھی بڑی حیرت سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ یہاں پہلی بار آیا ہو، جھک کر بوتل فرش پر رکھ دینے کے بعد اس نے اوپر کی کھڑکیوں کو دیکھا اور پھر پورے مکان پر نظریں دوڑائیں اگرچہ بڑی عجلت کے ساتھ جیسے وہ واپس چلے جانے کے لیے بے قرار ہو۔

راہ داری میں ایک لمحے کے لیے اندھرا ہوا اور میری دادی باہر آ گئیں۔ وہ جھنجھلائی ہوئی تھیں اور اپنے ہاتھ میں کچھ سکے لیے ہوئے تھیں، میں نے انھیں بجتے سنا۔

''اتنے سے کیا ہوگا؟'' اس آدمی نے کہا۔

''میں اس سے زیادہ نہیں دے سکتی۔'' میری دادی نے جواباً کہا۔

''تو پھر میں نہیں جاؤں گا'' اس نے کہا ''لیجیے اسے واپس رکھ لیجیے۔

''تم برے آدمی۔'' میری دادی نے بڑے درد سے کہا ''تم مجھے اس طرح کیوں استعمال کر رہے ہو؟ صرف اس وجہ سے کہ تم جانتے ہو کہ میں کتنی کمزور ہوں! میں کیا کروں کہ مجھے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے تمھارے یہاں آنے سے اور تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دوں؟''

''تو آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟'' اس نے کہا۔

''تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں کیوں نہیں تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دیتی!'' دادی نے جواباً کہا ''تمھارا دل بھی کیا ہے!''

وہ کھڑا کچھ دیر سکّے بجاتا اور سر ہلاتا رہا، پھر بولا:

''تو آپ بس اتنا ہی دینا چاہتی ہیں مجھے؟''

''میں اتنا ہی دے سکتی ہوں تمھیں'' میری دادی نے کہا ''تم جانتے ہو کہ میرا کتنا نقصان ہو گیا ہے۔ میں اب پہلے سے بھی زیادہ غریب ہو گئی ہوں۔ میں تمھیں یہ بتا چکی ہوں۔ اتنا پا جانے کے بعد بھی تم کیوں مجھے تکلیف پہنچا رہے ہو کہ میں تمھیں اس حال میں مزید دیکھتی رہوں؟''

''میں بہت خستہ حال ہو چکا ہوں، اگر آپ کا یہ مطلب ہے۔ میں الوؤں کی طرح زندگی گذار رہا ہوں۔''

''میرے پاس جو کچھ بھی تھا اس کا ایک بڑا حصہ تم مجھ سے لے چکے ہو۔'' میری دادی نے کہا ''تمھاری وجہ سے میں نے سالہا سال سے پوری دنیا سے ناتہ توڑ لیا ہے۔ تم نے میرے ساتھ غلط، ناشکری کا اور بے رحمانہ سلوک کیا ہے، جاؤ اور اس پر پچتاؤ۔ زخموں کی اس طویل، بے حد طویل فہرست میں اور زخموں کا اضافہ مت کرو، جو تم نے مجھے دیے ہیں!''

''آئے، ہائے اس نے جواباً کہا'' یہ بہت اچھا کہا آپ نے! ـــــ ٹھیک ہے! مجھے اس وقت وہی کرنا چاہیے جو میں کر سکوں، میں سمجھتا ہوں۔''

ایسا ہونے کے باوجود میری دادی کی آنکھوں میں برہمی کے آنسو دیکھ کر جیسے وہ خجل سا نظر آنے لگا اور باغ سے باہر نکل آیا۔ جلدی جلدی دو تین قدم چلنے کے بعد، جیسے کہ میں ابھی ابھی وہاں پہنچا ہوں، گیٹ پر اس سے میری ملاقات ہو گئی اور اس کے باہر نکلتے ہی میں اندر داخل ہو گیا۔ گذرتے وقت ہم نے ایک دوسرے کو اچٹتی نظروں سے بڑی بے اعتنائی سے دیکھا۔

''دادی جان'' میں نے جلدی سے کہا ''یہ آدمی پھر آپ کو پریشان کر رہا ہے! مجھے اس سے بات کرنے دیجیے۔ کون ہے وہ؟''

''بچے'' میری دادی نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا ''اندر آ جاؤ اور دس منٹ تک مجھ سے بولو نہیں۔''

ہم ان کے چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ گئے۔ میری دادی نے پرانے ہرے گول پنکھے کے پیچھے ٹیک لگا لیا جو کرسی کے پیچھے پیچ سے کس دیا گیا تھا اور وہ رہ رہ کر اپنی آنکھیں پونچھتی رہیں

تقریباً پندرہ منٹ تک، پھر وہ باہر آ گئیں اور میری بغل میں بیٹھ گئیں۔

''ٹراٹ'' میری دادی نے پرسکون لہجے میں کہا ''یہ میرے شوہر ہیں۔''

''آپ کے شوہر، دادی جان؟ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مر چکے ہیں!''

''میرے لیے مر چکے ہیں'' دادی نے جواب دیا ''لیکن زندہ ہیں۔''

میں حیرت زدہ خاموش بیٹھا رہا۔

''بٹسی ٹراٹ ووڈ، نہیں لگتی کہ کبھی نازک جذبات بھی رکھتی رہی ہوگی'' میری دادی نے رک رک کر کہا ''لیکن ایک وقت تھا جب وہ اس آدمی پر پورا بھروسا کرتی تھی۔ جب اس سے اس کو پیار ہوا، ٹراٹ، تو سب ٹھیک ٹھاک رہا۔ جب اس کا کوئی ثبوت نہیں رہ گیا کہ اس (بٹسی) نے اپنی محبت اور چاہت اس پر نچھاور کر دی، تو اس نے اس کا صلہ اس کی قسمت پھوڑ کر دیا اور اس کا دل توڑ دیا۔ اس لیے اس نے اپنے سارے جذبات ہمیشہ کے لیے ختم کر دیے۔''

''میری پیاری اچھی دادی جان۔''

''میں نے اسے چھوڑ دیا'' دادی نے حسب معمول اپنا ہاتھ میری پشت پر رکھتے ہوئے کہا ''فراخ دلی کے ساتھ۔ میں اتنے دنوں بعد بھی کہہ سکتی ہوں، ٹراٹ کہ میں نے اسے فراخ دلی کے ساتھ چھوڑا۔ وہ مجھ پر اتنا ظلم کرتا تھا کہ میں اس سے بڑی آسانی سے قانونی طور پر اپنی شرائط کے مطابق علاحدگی اختیار کر سکتی تھی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر جلد ہی میں جو کچھ اسے دیتی وہ اسے برباد کر دیتا اور روز بروز نیچے ہی گرتا گیا، اس نے ایک دوسری عورت سے شادی کی، میرے خیال میں، ادھر ادھر گھومنے لگا، جواری بنا، دھوکے بازی کرنی شروع کر دی۔ اب وہ کیا ہے، تم دیکھ ہی رہے ہو۔ جب میں نے اس سے شادی کی تو وہ دیکھنے میں بہت اچھا لگتا تھا'' دادی نے اپنی پہلے کی پسندیدگی اور افتخار کے اظہار کے ساتھ کہا ''اور میں نے اس پر اعتماد کیا ــــ میں نے بیوقوفی کی! ــــ کہ وہ ایک معتبر اور باعزت آدمی ہوگا!''

انھوں نے میرا ہاتھ دبایا اور اپنا سر ہلایا۔

''اب وہ میرے لیے کچھ نہیں ہے، ٹراٹ'' کچھ نہیں سے بھی حقیر تر۔ لیکن اس کے جرائم کے لیے اسے سزا دینے کے بجائے جیسا کہ اس کے ساتھ ہونا چاہیے اگر وہ اس ملک میں اس طرح

کی آوارہ گردی کرتا پھرے میں اپنی بساط سے زیادہ رقم اسے دیتی رہتی ہوں، جب وہ وقفے وقفے سے آتا رہتا ہے، اور چلا جاتا ہے۔ میں بیوقوف تھی جب میں نے اس کے ساتھ شادی کی اور اس معاملے میں میں اب بھی ایک لاعلاج بیوقوف ہوں کہ کبھی میں اسے جو سمجھتی تھی، آج تک میں اسے اپنے دل سے نکال نہیں پائی۔ کیونکہ میں اس کے تئیں وفادار تھی، ٹراٹ، اتنی ہی، جتنی کہ شاید ہی کوئی عورت رہی ہو۔''

''دادی نے ایک لمبی سانس بھرتے ہوئے اس معاملے کو ختم کر دیا اور اپنے کپڑے برابر کرنے لگیں۔

''میرے عزیز!'' انھوں نے کہا'' اب تم ابتدا، وسط اور اختتام، سب کچھ جان گئے۔ اب ہم ایک دوسرے سے پھر کبھی اس کا ذکر نہیں کریں گے اور نہ ہی تم اس کا ذکر کسی اور سے کرو گے۔ یہ ہے میری تکلیف دہ اور بدقطع کہانی اور ہم اسے اپنے تک ہی محدود رکھیں گے، ٹراٹ!''

●●●

باب 48

خانگی

اپنے اخبار کی ڈیوٹی میں کسی طرح کی لاپروائی کیے بغیر میں اپنی کتاب لکھنے میں سخت محنت کرنے لگا، اور میں اس میں خاصا کامیاب رہا۔ میں اس تعریف سے دنگ نہیں رہ گیا جو اس کتاب کے سلسلے میں میرے کانوں میں پڑتی رہی، یہ الگ بات ہے کہ میں اسے سننے کے لیے اتنا ہی بے قرار رہتا تھا اور اپنی اور بہتر کارگردگی کے بارے میں سوچتا رہتا تھا، جتنا کہ کوئی اور، اس میں مجھے ذرا بھی شبہ نہیں۔ انسانی فطرت کا مشاہدہ کرتے ہوئے میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص جو خود باصلاحیت ہو، وہ کبھی لوگوں کے سامنے اپنی اس صلاحیت کو خاص طور سے جتانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کرتا کہ وہ اس کی اس خصوصیت پر یقین کرلیں۔ اسی وجہ سے میں اپنی خودداری کو سینے سے لگائے ہوئے خودستائی سے دور رہنے کی کوشش کرتا اور میں جتنا ہی خودستائی سے بچنے کی کوشش کرتا، اتنی ہی زیادہ میری ستائش کی جاتی۔

اس کتاب میں جو ہر چند کہ بھی دیگر لوازمات کے لحاظ سے میری خودنوشت سوانح ہے، میرا یہ مقصد نہیں، کہ میں اپنے ان حصول کا ذکر کرکے فسانے کی تاریخ لکھنے میں وقفہ دے دوں۔ وہ تو خود ہی اپنے آپ کو بیان کردیتے ہیں اور میں انھیں انہی کے سہارے چھوڑتا ہوں۔ جب میں اتفاقاً ان کا حوالہ دیتا ہوں تو محض اس لیے کہ یہ میرے آگے بڑھنے کا ایک حصہ ہیں۔

اب یہ یقین کر لینے کی کچھ بنیاد بن چکی تھی کہ قدرت اور اتفاق نے مجھے ایک ادیب بنا دیا ہے، میں اور زیادہ اعتماد کے ساتھ لکھنے لگا ہوں۔ اس طرح کے یقین کے بغیر یقیناً میں نے لکھنا چھوڑ دیا ہوتا اور اپنی محنت کسی اور کام میں لگاتا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ قدرت اور اتفاق نے مجھے واقعی کیا بنایا ہے، اور وہ بن جانے کے بعد اور کچھ نہیں بننا ہے۔

میں اخباروں اور رسالوں میں اتنی کثرت سے لکھنے لگا کہ جب میری پہلی کتاب چھپی تو اس کی کامیابی دیکھ کر میں نے ٹھیک ہی سوچا کہ اب پارلیمان کے بے جان تھکا دینے والے مباحثے کی رپوڈنگ بند کر دی جائے۔ لہٰذا ایک پرمسرت رات میں نے آخری بار پارلیمان کی بحث کی رپورٹنگ کی اور پھر تب سے میں نے یہ بحث کبھی نہیں سنی۔ اگرچہ میں اب بھی اخباروں میں وہاں کی ایک ہی طرح کی تقریریں پڑھتا رہتا ہوں جن میں کوئی خاص تبدیلی (بجز اس کے کہ شاید یہ اب اور زیادہ چھپنے لگی ہیں) نظر نہیں آتی، پورے سشن (Session) کے دوران۔

اب میں اس وقت کے بارے میں لکھ رہا ہوں جب میری شادی ہوئے، میرے خیال میں، تقریباً ڈیڑھ سال ہو چکے تھے۔ طرح طرح کے تجربات کرنے کے بعد اب ہم نے گھر گرہستی کو ایک خراب کام سمجھ کر، اس کا چکّر ہی ختم کر دیا تھا۔ گھر اپنے آپ چل رہا تھا اور ہم نے ایک لڑکا ملازم رکھ لیا تھا۔ اس لڑکے کا سب سے خاص کام تھا باورچن سے لڑتے رہنا اور اس کام میں وہ خاصا ماہر تھا۔

مجھے لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ جنگلیوں کے درمیان ہی رہا ہے۔ جیسے اس کا پورا وجود ہی دھینگا مشتی تھا۔ وہ نہایت غیر مناسب مواقع پر خود کو بچانے کے لیے چلاتا ـــــ مثلاً جب ہم نے کوئی چھوٹی موٹی دعوت کا اہتمام کر رکھا ہوتا یا کچھ دوست شام کو بیٹھے ہوتے ـــــ اور لڑکھڑاتا ہوا باورچی خانے سے نکلتا اور اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی چیز پھینک کر ماری جاتی ہوتی۔

ہم تو اس سے چھٹکارا پا جانا چاہتے تھے لیکن وہ اب ہم لوگوں سے بہت مانوس ہو چکا تھا وہ ہم کو چھوڑ کر جانے کو راضی ہی نہ تھا۔ وہ ہر وقت رونے لگتا تھا۔ وہ اس بری طرح چیخ چیخ کر رونے لگتا، جب اپنے نکالے جانے کی بھنک بھر پا جاتا کہ ہم مجبوراً پھر سے رکھ لیتے۔ اس کی ماں نہیں تھی ـــــ رشتے دار کے نام پر کوئی بھی نہیں تھا جس کا میں پتہ لگا سکتا بجز ایک بہن کے جو اسی لمحے

امریکہ بھاگ گئی جس لمحے ہم نے اس لڑکے کو اس کے قبضے سے لیا اور وہ ہمارے لیے ایک آفت بن کر ہمارے ساتھ رہنے لگا۔ اسے اپنی بدنصیبی کا ایک دلچسپ ادراک تھا اور وہ ہمیشہ اپنی آستین سے اپنی آنکھیں ملتا رہتا تھا یا اپنے رومال کے ایک کونے میں ناک پونچھتا رہتا تھا اور کبھی پورا رومال جیب سے نکالتا نہیں تھا بلکہ ہمیشہ اس میں ناک پونچھ پونچھ کر گندہ کرتا رہتا تھا۔

یہ بدنصیب لڑکا جو ایک منحوس گھڑی میں چھے پونڈ دس شلنگ سالانہ تنخواہ پر ملازم رکھا گیا تھا میرے لیے مستقلاً سر درد کا باعث رہتا۔ میں اسے بڑھتے دیکھ رہا تھا —— اور وہ سیم کی طرح بڑھ رہا تھا —— اس وقت کے تکلیف دہ خدشات سے ہراساں جب وہ اپنی داڑھی بنانے لگے گا، یہاں تک کہ ان دنوں کے بارے میں بھی جب اس کے بال سفید ہوجائیں گے یا وہ گنجا ہوجائے گا۔ مجھے کبھی بھی اس سے چھٹکارا پا جانے کی امید نہیں نظر آرہی تھی اور میں خود کو مستقبل میں لے جاتے ہوئے سوچا کرتا کہ جب وہ بوڑھا ہوجائے گا تب کتنی بڑی مصیبت بن جائے گا۔

میں اس بدنصیب کے سلسلے میں پریشانی سے نجات پانے سے کم کسی بات کی امید نہیں کرتا تھا۔ اس نے ڈورا کی گھڑی چرالی، جس کی رکھنے کی ہمارے گھر میں بقیہ چیزوں کی طرح کوئی جگہ نہیں تھی اور اس نے اسے فروخت کر دیا اور رقم کو مستقلاً لندن سے اکسبرج (Uxbridge) کی سیر کر کر کے اڑا دیا (وہ ہمیشہ ایک کند ذہن لڑکا رہا ہے) کوچ کے باہر بیٹھ کر۔ مجھے یاد ہے کہ اس کے پندرھویں سفر کے مکمل ہونے پر اسے بواسٹریٹ (Bowstreet) تک لے جایا گیا تھا، اور اس کے پاس چار شلنگ چھے پنس اور ایک بانسری پائی گئی تھی جسے وہ بجانا نہیں جانتا تھا۔

اس کے ان کارناموں پر مجھے حیرت ہوتی اور اس کے اثر سے اور کم تکلیف پہنچتی اگر وہ شرم ساری کا مظاہرہ نہ کرنے لگتا لیکن وہ واقعی بہت پچھتانے والا لڑکا تھا اور انوکھے انداز میں پچھتایا کرتا تھا۔ اور ایک بار میں ہی نہیں بلکہ قسطوں میں۔ مثلاً اس دن کے ایک دن بعد جب میں اسے نہ لینے والا تھا، تہ خانے میں رکھے اس پٹارے کو چھوتے ہوئے اس نے متعدد انکشافات کیے، جو ہمارے خیال سے شراب کی بوتلوں سے بھرا ہونا چاہیے تھا لیکن اس میں خالی بوتلوں اور کارکوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ ہم نے سمجھا کہ اب اس کے ذہن کو سکون مل گیا ہوگا کیوں اس نے باورچن سے

متعلق بدترین بات بتا دی ہے، لیکن اس کے ایک یا دو دن بعد، اس کے ضمیر نے ایک نئی خلش پیدا کی اور اس نے یہ راز کھول دیا کہ باورچن کی ایک چھوٹی لڑکی تھی جو روز صبح ہمارے یہاں سے ڈبل روٹی اٹھا لے جایا کرتی تھی اور یہ بھی بتایا کہ وہ خود دودھ والے کو کوئلہ دے دے کر اس کے بدلے دودھ پیا کرتا تھا۔ دو یا تین دن بعد حکام نے مجھے مطلع کیا کہ اس نے باورچی خانے سے بورے میں بھرا گوشت برآمد کروایا ہے۔ اس کے بعد پھر جلد ہی اس نے ایک بالکل ہی نئی قسم کی بات بتائی اور ایک شراب خانے کے مالک کے ملازم لڑکے کے ہمارے گھر میں چوری کرنے کے منصوبے کے علم ہونے کا اعتراف کیا جو فوراً ہی پکڑ لیا گیا۔ اس اس طرح سے دھوکہ دیے جانے پر دل ہی دل میں مجھے اتنی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ میں اسے اپنی زبان بند کر لینے کے لیے کوئی بھی رقم دے سکتا تھا یا پھر اس کے یہاں سے بھاگ جانے کے لیے زیادہ سے زیادہ رشوت دے سکتا تھا۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ اذیت ناک پہلو یہ تھا کہ اسے میرے اس طرح سوچنے کا ذرا بھی اندازہ نہ ہو پا رہا تھا بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ مجھے دھوکہ دھڑی کے نئے نئے معاملات بتا بتا کر میری اصلاح کر رہا تھا: یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ میرے سر پر احسانات کا بوجھ لادتا جا رہا تھا۔

بالآخر میں خود گھر سے بھاگ نکلتا جب دیکھتا کہ کسی نئی مخبری پر پولیس کی ٹولی میرے گھر کی طرف آ رہی ہے اور اس وقت تک چوروں کی زندگی گذارتا رہا جب تک کہ مقدمہ چلانے کے بعد اسے جیل نہیں بھیج دیا گیا۔ وہ تب بھی چپ نہ بیٹھا بلکہ ہمیں برابر خط لکھتا رہا اور جانے سے قبل ڈورا کو ایک بار دیکھ لینے کے لیے اتنا بے قرار ہو گیا کہ ڈورا کو اس کے پاس جانا پڑا اور جب ڈورا نے خود کو جیل کی سلاخوں کے اندر پایا تو بیہوش ہو گئی۔ مختصر یہ کہ میری زندگی کا سکون اس وقت تک درہم برہم رہا جب تک اسے شہر سے دوسری جگہ منتقل نہ کر دیا گیا اور (جیسا کہ میں نے سنا) اسے بھیڑ چرانے پر معمور کر دیا گیا، دیہات کے کسی حصے میں۔ میں جغرافیہ کے مطابق نہیں بتا سکتا کہ کہاں۔

ان سب باتوں نے مجھے پھر سے سوچنے پر مجبور کر دیا اور ہماری غلطیوں کو ایک نئے پہلو سے اجاگر کیا کہ میں ڈورا سے کہے بغیر نہ رہ سکا، اس کے تئیں چاہت میں کوئی کمی واقع نہ ہونے کے باوجود۔

''میری جانِ عزیز'' میں نے کہا ''یہ بہت تکلیف دہ بات ہے کہ ہمارا طور طریقہ اور

ہمارے گھریلو انتظامات صرف ہمارے لیے ہی پریشانی کا سبب نہیں (جس کے ہم عادی ہو چکے ہیں) بلکہ اس سے دوسروں کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔''

''تم ایک طویل مدت تک چپ رہے اور اب تم پھر خفا ہونے جا رہے ہو!'' ڈورا نے کہا۔

''نہیں میری عزیز، بالکل نہیں! مجھے سمجھانے دو کہ میرے کہنے کا کیا مطلب ہے۔''

''میں سمجھتی ہوں کہ مجھے جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔'' ڈورا نے کہا۔

''لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم جانو، میری جانِ عزیز۔ جپ کو گود سے اتار دو!''

ڈورا نے اپنی ناک میری ناک پر رکھا اور کہا ''بوہ''! میری سنجیدگی دور کرنے کے لیے، لیکن اس میں کامیاب نہ ہونے پر اس نے جپ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر (چینی گھر) میں چلا جائے اور میری طرف دیکھتی ہوئی ہنسی ضبط کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ گئی۔

''حقیقت یہ ہے جانِ من'' میں نے کہنا شروع کیا ''ہم میں چھوت والی خرابیاں ہیں۔ جو بھی ہمارے پاس آتا ہے، اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔''

میں اسی طرح تمثیلی انداز میں بولتا ہی رہ جاتا اگر ڈورا کے چہرے سے مجھے یہ اندازہ نہ لگ جاتا کہ وہ اپنی پوری طاقت سے حیران ہوتی جا رہی ہے کہ شاید میں اس چھوت والی بیماری سے نجات پانے کے لیے کوئی انجکشن یا کسی اور قسم کے ڈاکٹری علاج کی تجویز پیش کرنے جا رہا ہوں۔ اس لیے میں نے خود کو روکا اور اپنی بات اور صاف طور پر کہنا شروع کیا:

''اتنا ہی نہیں ہے میری جان'' میں نے کہا ''کہ ہمارے پیسے یا آرام کا نقصان ہوتا ہے یا کبھی کبھی ہمیں غصہ تک آ جاتا ہے، اور محتاط رہنا نہ سیکھ پانے کی وجہ سے، بلکہ اس سے ہر وہ شخص متاثر ہو جاتا ہے جو ہمارے یہاں آتا ہے یا ہم سے کسی قسم کا ربط ضبط رکھتا ہے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ خامی پوری طرح ایک طرف ہی نہیں ہے بلکہ یہ سارے لوگ (نوکر چاکر وغیرہ) بُرے ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم خود بہت اچھے نہیں رہ پاتے۔''

''اف، کیا الزام لگایا ہے۔'' ڈورا نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا ''تمھارے کہنے کا مطلب ہے کہ تم نے مجھے سونے کی گھڑیاں چراتے دیکھا ہے! اف!''

''میری پیاری ڈورا'' میں نے جھلاتے ہوئے کہا ''اس طرح کی احمقانہ باتیں نہ کرو!

سونے کی گھڑیوں کی طرف کس نے اشارہ کیا ہے؟''

''تم نے کیا ہے'' ڈورا نے جواب دیا'' تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کہا ہے۔ تم نے کہا ہے کہ میں ٹھیک نہیں ثابت ہوئی اور تم نے میرا موازنہ اس سے کیا ہے۔''

''کس سے؟'' میں نے پوچھا۔

اسی چوتئے بدمعاش نوکر سے'' ڈورا نے سسکتے ہوئے کہا'' اف، تم ظالم آدمی، تم اپنی پیاری بیوی کا موازنہ ایک شہر بدر کر دیے گئے بدمعاش نوکر سے کرتے ہو! تم نے شادی سے پہلے ہی میرے بارے میں اپنی رائے کیوں ظاہر نہیں کر دی؟ کیوں نہیں تم نے پہلے ہی بتا دیا سنگ دل انسان، کہ تمھیں یقین ہے کہ میں اس بدمعاش نوکر سے بھی بدتر ہوں؟ اف میرے بارے میں کتنی خوفناک رائے ہے تمھاری! اف، میرے خدا!''

''سنو تو، ڈورا میری جانِ عزیز'' میں نے اس کی آنکھوں سے رومال ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے بڑی محبت سے کہا'' تمھاری یہ بات صرف نہایت مضحکہ خیز ہی نہیں ہے بلکہ سراسر غلط ہے۔ اس میں ذرا بھی سچائی نہیں ہے۔''

''تم ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہ بہانے باز تھا'' ڈورا نے سسکتے ہوئے کہا'' اور اب تم مجھے بھی وہی کہہ رہے ہو۔ اف، میں کیا کروں! میں کیا کروں!''

''میری دلاری گڑیا'' میں نے جلدی سے کہا'' میں تم سے کہتا ہوں کہ تم عقل سے کام لینے کی کوشش کرو اور سمجھو کہ میں نے کیا کہا تھا اور کیا کہہ رہا ہوں۔ پیاری ڈورا، جب تک ہم اپنے نوکروں سے کام لینا سیکھیں گے نہیں، وہ اپنا کام کرنا کبھی نہیں سیکھ پائیں گے۔ مجھے خوف ہے کہ ہم، لوگوں کو ہمارے ساتھ دھوکہ کرتے رہنے کا موقع دیتے ہیں، جو کبھی نہیں دینا چاہیے۔ اگر ہم اتنے ہی ڈھیلے ڈھالے اپنے سارے گھریلو معاملات میں ہوتے، جو کہ ہم نہیں ہیں —— یہاں تک کہ اگر ہم اسے پسند کرتے ہوتے اور ایسے ہونے میں ہمیں آرام ملتا، جو کہ ہم نہیں ہیں —— مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمیں اس طرح کرتے رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم یقیناً لوگوں کو خراب کر رہے ہیں۔ ہمیں اس پر سوچنا ہی پڑے گا۔ میں ایسا سوچنے پر مجبور ہوں، ڈورا، اس خیال کو میں دل سے نکال نہیں پا رہا ہوں اور کسی کسی وقت یہ خیال مجھے بے چین کر دیتا ہے۔ بس، جانِ

عزیز، مجھے اتنا ہی کہنا ہے اب نارمل ہو جاؤ۔ ناسمجھی نہ کرو!''

ڈورا نے بہت دیر تک اپنی آنکھوں سے رومال مجھے ہٹانے نہ دیا۔ وہ بیٹھی سسکتی رہی اور رومال میں منھ چھپائے بدبداتی رہی کہ اگر مجھے بے چینی ہو رہی تھی تو اس کے ساتھ میں نے شادی کی ہی کیوں؟ میں نے شادی سے ایک دن قبل ہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ میں جانتا ہوں کہ میں بے چین ہو جاؤں گا۔ اس لیے شادی نہیں کروں گا؟'' اگر میں اسے برداشت نہیں کر سکتا تھا تو کیوں نہیں میں نے اسے دور اس کی پھوپھیوں کے پاس پٹنی بھیج دیا یا جولیا ملز کے پاس ہندوستان کیوں نہیں بھیج دیا؟ جولیا اسے پا کر خوش ہو جاتی اور اسے ایک بدمعاش نوکر جیسا نہ سمجھتی۔ کبھی اسے اس طرح کچھ نہ کہتی۔ مختصر یہ کہ، ڈورا کے دل کو اتنی زیادہ چوٹ لگ گئی تھی اور وہ اس سے خود مجھے بھی تکلیف میں مبتلا کر رہی تھی کہ میں نے سوچا کہ اس طرح کوششیں بار بار کرتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں، حالانکہ میں بہت ہی نرمی اور محبت کے ساتھ ایسا کر رہا تھا، اس لیے اب کوئی اور راستہ اپنانا چاہیے۔

دوسرا اور کون سا راستہ اپنانے کو رہ گیا تھا؟'' اس کا ذہن بنانا؟'' یہ ایک عام فقرہ تھا جو سننے میں بڑا اچھا لگتا تھا اور میں نے ڈورا کا ذہن بنانے کی کوشش کرنے کی ٹھان لی۔

میں نے فوراً ہی اس کی شروعات کر دی۔ جب ڈورا بہت ہی بچکانہ حرکتیں کرنے لگتی تو میں بجائے اس کا مذاق اڑانے کے، بہت سنجیدہ ہو جانے کی کوشش کرتا ——— اس کا دھیان دوسری طرف موڑ دیتا اور خود اپنا ذہن بھی دوسری باتوں میں لگا دیتا۔ میرے ذہن کو جو موضوعات پریشان کر رہے ہوتے، میں ان کے بارے میں اس سے گفتگو کرنے لگتا اور میں شیکسپیئر کی کوئی کتاب اسے پڑھ کر سنانے لگتا ——— اور اسے اس وقت تک سناتا رہتا جب تک کہ وہ بور ہوتے ہوئے بالکل نڈھال نہ ہو جاتی۔ میں نے اپنی عادت بنالی کہ اکثر چھوٹی چھوٹی کارآمد معلوماتی باتیں اس کے کان میں ڈالتا رہتا یا کوئی معقول رائے اسے دیتا رہتا ——— اور جیسے ہی میں اپنی بات پوری کرتا وہ فوراً ان مشوروں پر عمل کرنا شروع کر دیتی گویا وہ جلدی جلدی پٹاخے داغ رہی ہو، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں کتنے فطری انداز میں یا بہانے سے اپنی بیوی کا ذہن بنانے کی کوشش کرتا، میں یہی دیکھتا کہ جیسے وہ ہر وقت ڈرتی رہتی تھی کہ بس اب میں کوئی مشورہ

دینے ہی والا ہوں، خاص طور سے یہ بات بالکل صاف ہو چکی تھی کہ وہ شیکسپیئر کو ایک خطرناک آدمی سمجھتی تھی۔ اس کے ذہن بنانے کا عمل نہایت سست رفتاری سے چل رہا تھا۔

میں نے ٹریڈلس کو بتائے بغیر، اس سلسلے میں اس کی خدمات لینی شروع کر دیں اور وہ جب بھی ہم سے ملنے کے لیے آتا میں فوراً اس پر مشوروں کی یلغار کر دیتا تاکہ ڈورا انھیں سن لے۔ سوجھ بوجھ والی باتیں جو میں ٹریڈلس کو بتایا کرتا، وہ بہت ہی گہری اور اعلیٰ درجے کی ہوتیں لیکن ان کا اثر ڈورا پر بجز اس کے اور کچھ نہ ہوتا کہ وہ سہم کر افسردہ ہو جاتی اور خدشے سے بے حد گھبرا اٹھتی کہ ٹریڈلس کے بعد اس کی باری آئے گی (مشورے پانے میں) میں نے خود کو ایک اسکول ماسٹر کی پوزیشن میں محسوس کیا جو ایک مکڑی کی طرح ڈورا کی مکھی کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا رہتا اور اپنی پوری طاقت اور صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے اعصاب پر سوار رہتا۔

اب بھی میں اس وقت کے آنے کی راہ دیکھ رہا تھا جب میرے اور ڈورا کے مابین پورا تال میل بیٹھ جائے گا اور میں اطمینان بخش طور پر اس کا ''ذہن بنانے'' میں کامیاب ہو جاؤں گا، اس کے لیے میں مہینوں انتظار کرتا رہا۔ آخر میں بہر حال میں نے پایا کہ ہر چند میں اس ساری مدت کے درمیان بالکل خار پشت کی طرح خاردار (ڈورا کے لیے تکلیف دہ) بن گیا تھا اور اپنے ارادے میں پختگی کے ساتھ جمے رہنے کے باوجود، ڈورا میں کوئی تبدیلی نہ لا سکا تھا اور اب مجھے احساس ہونے لگا کہ ڈورا کا ذہن پہلے ہی 'بن' چکا ہے۔

مزید غور کرنے پر مجھے اپنے اس خیال پر اتنا یقین ہو گیا کہ پھر میں نے اس منصوبہ کو ہی ترک کر دیا جس میں عمل کی بہ نسبت الفاظ پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ اب میں نے یہی سوچ لیا کہ فی الحال میں اسے ایک بچہ بیوی ہی سمجھتا رہوں اور اس میں کسی بھی طرح کی تبدیلی لانے کی کسی بھی طریقے سے کوشش نہ کروں۔ اپنی ہوشیاری اور دانشمندی کے مظاہرے سے اور اپنی دلاری کو ہر وقت ڈری سہمی دیکھتے دیکھتے اتنا تھک چکا تھا کہ ایک روز جب میں شام کو گھر واپس آیا تو ڈورا کے لیے نہایت خوبصورت کان کی بالیاں اور جپ کے لیے گلے کا پٹہ خرید کر لیتا آیا تاکہ میں ڈورا کے لیے قابلِ قبول بن سکوں۔

ڈورا ان معمولی تحائف سے ہی خوشی سے کھل اٹھی اور اس نے مجھے بے تحاشا چوم لیا،

لیکن ہم دونوں کے درمیان ایک سایہ تھا، خواہ ہلکا سا ہی، اور میں نے اپنا ذہن بنالیا تھا کہ اب اسے بھی ختم ہو جانا چاہیے۔ اگر کہیں اس قسم کا سایہ ابھرتا بھی ہے تو میں اسے مستقبل کے لیے اپنے سینے میں ہی چھپا کر رکھ لوں گا۔

میں سوفے پر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گیا اور بالیاں اس کے کانوں میں پہنا دیں اور تب میں نے اس سے کہا کہ پچھلے کافی دنوں سے ہم لوگ اس طرح خوش وخرم نہیں رہ رہے ہیں جیسے کہ پہلے رہا کرتے تھے اور اس میں غلطی میری ہی تھی جسے میں نے صدق دل سے محسوس کر لیا اور واقعی یہ غلطی تھی۔

''سچائی یہ ہے ڈورا میری زندگی'' میں نے کہا ''میں ہوشیار بننے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''اور مجھے بھی ہوشیار بنا رہے تھے'' ڈورا نے بڑی معصومیت سے کہا ''نہیں بنا رہے تھے ڈوڈی؟'' میں نے اس کے اس خوبصورت سوال کے جواب میں اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کے ہونٹ چوم لیے۔

''اس سے کچھ حاصل نہیں'' ڈورا نے اپنا سر ہلاتے ہوئے، جب تک کہ بالیاں بجنے نہیں لگیں، کہا ''تم جانتے ہو کہ میں کتنی ننھی سی ہوں اور پہلے ہی دن سے میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے کیا کہا کرو۔

اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو میں ڈرتی ہوں کہ تم مجھے کبھی پسند نہ کر پاؤ گے۔ تمھیں یقین ہے کہ تمھیں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ یہ بہتر ہوتا کہ تم ـــــ''

''کیا کیا ہوتا، جانِ من؟'' کیونکہ اس نے آگے کچھ کہنے کی کوشش نہ کی۔

''کچھ نہیں!'' ڈورا نے کہا۔

''کچھ نہیں؟'' میں نے دہرایا۔

اس نے اپنی بانہیں میری گردن میں حمائل کر دیں اور ہنسنے لگی اور پھر خود کو اپنے پسندیدہ نام (بیوقوف) سے پکار کر کاکل لہراتے ہوئے اپنا چہرہ میرے شانے پر اس ادا سے رکھ دیا کہ اس کے چہرے کو دیکھنے کے لیے گیسوؤں کو ہٹانے میں مجھے خاصی مشقت کرنا پڑی۔

''کیا میں نہیں سوچتا تھا کہ اپنی ننھی بیوی کا ذہن بنانے کی کوشش کرنے سے بہتر میرے

لیے کچھ اور نہ ہوتا؟'' میں نے ہنستے ہوئے کہا ''سوال یہی ہے؟ ہاں، میں ایسا ہی سوچتا ہوں۔''

''تم یہی کرتے رہے ہو؟'' ڈورا نے بے ساختہ کہا ''اف، کتنے تکلیف دہ لڑکے ہو تم!''

''لیکن اب میں کبھی ایسی کوشش نہیں کروں گا'' میں نے کہا ''کیونکہ میں اسے اسی طرح بہت پیار کرتا ہوں، جیسی وہ ہے۔''

''مجھے بہانے باز سمجھے بغیر ——— واقعی؟'' ڈورا نے میرے اور قریب کھسکتے ہوئے پوچھا۔

میں تمھیں بدلنا کیوں چاہوں گا'' میں نے کہا ''جو اتنے دنوں سے مجھے اتنی عزیز رہی ہے؟ تم اپنے فطری انداز سے زیادہ کسی اور طرح اتنی اچھی نہیں نظر آسکتیں میری پیاری ڈورا اور اب ہم کسی طرح کا بھی نیا تجربہ نہیں کریں گے اور پھر پہلے کی ہی طرح رہتے ہوئے خوب خوش رہیں گے۔''

''اور خوش رہیں گے؟'' ڈورا نے کہا ''ہاں، ہمیشہ! اور کبھی کبھی چھوٹی موٹی غلطی ہو جانے پر تم خیال نہ کرو گے؟''

''نہیں، نہیں'' میں نے کہا ہم جتنی اچھی طرح رہ سکیں، ہمیں وہی کرنا چاہیے۔''

''اور تم مجھ سے پھر کبھی نہیں کہو گے کہ ہم دوسرے لوگوں کو خراب کر دیتے ہیں؟'' ڈورا نے بدبداتے ہوئے کہا ''کہو گے؟ کیونکہ تم جانتے ہو کہ ایسا کہنے پر کتنا بھیانک غصہ آ جاتا ہے!''

''نہیں، نہیں اب میں نہیں کہوں گا'' میں نے کہا۔

''میں بیوقوف رہوں، یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ذہنی تکلیف میں مبتلا ہو جاؤں۔ ہے کہ نہیں؟'' ڈورا نے کہا۔

''فطری ڈورا ہی رہنا، دنیا کی کسی بھی چیز سے بہتر ہے۔''

''دنیا میں! ہائے، ڈوڈی، دنیا بہت بڑی ہے!''

اس نے اپنا سر ہلایا، اپنی روشن آنکھیں میری جانب گھمائیں، مجھے چوم کر خوشی سے ہنسنے لگی اور پھر اچھل کر جپ کے گلے میں نیا پٹہ باندھنے لگی۔

اس طرح ڈورا میں تبدیلی لانے کی میری آخری کوشش ختم ہوئی۔ ایسا کرنے میں مجھے

بڑی پریشانی ہورہی تھی۔ ایسا کرنے میں میں خود اپنی عقلمندی کو ہی قائم نہیں رکھ پارہا تھا۔ میں ایسا کر کے ڈورا کی ایک بچہ بیوی والی دلکشی کو برباد نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے تہیہ کرلیا کہ جو کچھ کرسکوں گا میں خود اپنے طور پر خاموشی کے ساتھ حالات بہتر بنانے کی کوشش کروں گا لیکن یہ میں نے پہلے سے ہی سمجھ لیا کہ اس طرح مجھے بہت کم کامیابی ملنے کی امید تھی یا میں پھر اسی طرح مکڑی بن کر ڈورا کی مکھی کو جال میں پھنسانے کے لیے ہمیشہ انتظار کرتا رہوں۔

اور سایہ، جس کا میں نے ذکر کیا ہے، اب ہم دونوں کے درمیان نہیں رہ گیا تھا بلکہ صرف میرے دل پر ہی پوری طرح سوار رہتا۔ وہ کیسے گرا ——

پرانی ناآسودگی کا احساس میری زندگی میں سرایت کر گیا۔ اگر اس میں ذرا بھی تبدیلی آئی بھی تھی تو یہی کہ یہ اور گہرا ہوگیا تھا لیکن یہ اب بھی پہلے ہی کی طرح غیر واضح سا تھا اور مجھ پر اس کا اثر اسی طرح پڑ رہا تھا جیسے رات کے وقت کوئی مغموم موسیقی مدھم آواز میں سنائی دے رہی ہو۔ میں اپنی بیوی کو بے پناہ چاہتا تھا اور میں خوش بھی تھا لیکن یہ خوشی ویسی نہیں تھی جس طرح کی خوشی کی میں نے کبھی تمنا کی تھی اور ہمیشہ میرے دل میں ایک قسم کی خلش کا احساس ہوتا رہتا تھا۔

اپنے ذہن کی باتوں کو پوری ایمانداری کے ساتھ کاغذ پر اتارنے کا اقرار میں کر چکا ہوں، اور اس کا میں ایک بار پھر ٹھیک سے جائزہ لیتا ہوں اور اس کے راز کو روشنی میں لاتا ہوں۔ جس چیز کی کمی کا احساس مجھے رہتا تھا، جواب بھی رہتا ہے —— مجھے ہمیشہ رہتا تھا —— اس طرح کا احساس جو میرے لڑکپن کی ترنگ کا خواب جیسا رہا ہو جو کبھی حقیقت میں بدل ہی نہیں سکتا تھا، اس کا احساس مجھے اب فطری درد کے ساتھ ہو رہا تھا جیسے سب ہی لوگوں کو ہوتا ہے۔ لیکن یہ میرے حق میں اور بہتر ہوتا اگر میری بیوی نے میری اور مدد کی ہوتی اور ان بہت سے خیالات میں شریک رہتی جن میں میرا کوئی ساتھی نہیں تھا اور یہ بہت بہتر ہوتا، یہ میں جانتا تھا۔

ان دو سخت مخالف نتیجوں میں: ایک تو میں نے محسوس کیا کہ یہ عام اور ناگزیر تھا، دوسرا یہ میرے لیے خصوصی طور پر تھا اور دوسری طرح کا ہوسکتا تھا۔ میں نے ان دونوں کے مابین ایک دوسرے کے متضاد ہونے کے احساس سے کسی قسم کا امتیاز کیے بغیر تال میل بنائے رکھا۔ جب میں اپنی نوجوانی کے خوابوں کے بارے میں سوچتا جو حقیقت میں تبدیل ہو ہی نہیں سکتے تھے تو میرا اپنے

جوان ہو جانے کے پہلے کے دنوں کے بارے میں زیادہ سوچنے لگتا اور تب اس پرانے مکان میں ایگنیز کے ساتھ سکون سے گذارے دن کسی مردے کی روح کی طرح میرے سامنے آجاتے جو ہو سکتا ہے دوسری دنیا میں پھر سے جنم پا گئے ہوں لیکن یہاں پھر کبھی نہیں، کبھی نہیں واپس لائے جا سکتے تھے۔

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا کہ کیا ہوتا یا کیا ہو سکتا تھا اگر ڈورا اور میں ایک دوسرے کو کبھی جانتے ہی نہ ہوتے؟ لیکن اب وہ میرے وجود میں اس طرح گھل مل چکی تھی کہ اس طرح کا خیال جلد ہی میری پہنچ اور نظر سے اسی طرح دور ہو جاتا جیسے مکڑی کا باریک جالا ہوا میں اڑتا چلا جا رہا ہو۔

میں ہمیشہ اسے پیار کرتا تھا۔ میں جو بیان کر رہا ہوں، یہ خیالات میرے ذہن میں ابھرتے، پھر اونگھنے لگتے اور میرے ذہن کے نہاں خانوں میں پھر سو جاتے۔ مجھ پر ان خیالات کا کوئی اثر نظر نہ آتا۔ میں نہیں جانتا کہ اس کا اثر کبھی میری کسی بات یا کسی کام پر پڑا ہو۔ اپنے چھوٹے موٹے تفکرات اور اپنے تمام کاموں کا سارا بوجھ میں ہی برداشت کر لیتا، ڈورا قلم پکڑے رہتی، اور ہم دونوں محسوس کرتے کہ جیسی ضرورت پڑتی، اسی کے مطابق ہم دونوں آپس میں تال میل بٹھالیا کرتے۔ وہ واقعی میری دیوانی تھی اور وہ مجھ پر فخر کرتی تھی اور جب ایگنیز نے ڈورا کو اپنے خط میں چند محبت اور تحسین آمیز الفاظ لکھے کہ میرے پرانے دوستوں نے کتنے فخر اور دلچسپی سے میری بڑھتی شہرت کے بارے میں سنا ہے اور ان لوگوں نے میری کتاب پڑھی تو انھیں محسوس ہوا جیسے وہ خود مجھے بولتے ہوئے سن رہے ہوں، ڈورا نے یہ خط اپنی روشن آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھرے ہوئے سنایا اور کہا کہ میں پیارا بوڑھا، چالاک، مشہور لڑکا ہوں۔

''غیر تربیت یافتہ دل کی غلطی کا پہلا دھچکا'' مسز اسٹرانگ کے یہ الفاظ اس وقت برابر میرے ذہن میں آتے رہتے، تقریباً ہر وقت میرے ذہن میں موجود رہتے۔ اکثر رات کو میری آنکھ کھل جاتی اور یہی الفاظ ذہن میں گونجنے لگتے۔ یہاں تک کہ مجھے یاد آتا ہے کہ خواب میں ان الفاظ کو میں نے لکھا ہوا پڑھا ہے، مکانوں کی دیواروں پر لکھا ہوا۔ اب میں جان چکا تھا کہ خود میرا دل ہی غیر تربیت یافتہ تھا جب اس نے (میرے دل نے) ڈورا سے پہلی بار پیار کیا اور اگر یہ

تربیت یافتہ ہوتا تو جب ہم دونوں کی شادی ہوئی یہ کبھی نہ محسوس کرتا، جو اس نے اپنے پوشیدہ تجربے میں محسوس کیا۔

مجھے یہ الفاظ بھی یاد آتے رہتے۔ میں نے چاہا کہ میں خود ڈورا کی طرح بن جاؤں لیکن پھر سوچتا کہ اس سے کام نہ چل پائے گا۔ مجھے بہر حال خود کو ڈورا کی طرح ڈھال لینا تھا اور جتنا ہو سکتا، اس کا ساتھ دینا تھا اور خوش رہنا تھا۔ جو بوجھ رہتا، اسے تنہا اپنے کندھوں پر ہی لیے رہتا اور تب بھی خوش رہتا۔ جب میں نے سوچنا شروع کیا تو یہی وہ تربیت تھی جو میں اپنے دل میں لانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس سے میری شادی کا دوسرا سال پہلے سال سے زیادہ خوشی سے گذرا اور اس سے بہتر بات یہ تھی کہ اس سے ڈورا کی زندگی میں پھر رونق اور تابندگی آ گئی۔

لیکن جیسے وہ سال گذرا، ڈورا میں استحکام نہ آ پایا۔ میں نے امید کی تھی کہ مجھ سے زیادہ نازک ہاتھ اس کے مزاج کو بدل دینے میں معاون ثابت ہوں گے اور اس کے سینے سے لگے بچے کی مسکراہٹ میری بچہ بیوی کو ایک عورت میں تبدیل کر دے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہو پایا۔

''جب میں پھر دوڑنے لگوں گی، جیسے کہ پہلے دوڑا کرتی تھی دادی'' ڈورا نے کہا ''تو میں جپ کو پھر دوڑایا کروں گی۔ وہ بہت سست اور کاہل ہوتا جا رہا ہے۔''

میری دادی جو اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی کام کر رہی تھیں کہنے لگیں کہ مجھے لگتا ہے اس میں اس سے بھی بدتر ایک بات ہو گئی ہے۔ وہ ہے اس کی عمر — ڈورا۔

''آپ سمجھتی ہیں کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے؟'' ڈورا نے حیرت سے کہا ''اف، کتنا عجیب سا لگتا ہے کہ جپ بوڑھا ہو سکتا ہے!''

''یہ ایک ایسی بات ہے جو ہم سب میں آ جائے گی، بچی، ہم زندگی میں جیسے جیسے آگے بڑھتے جائیں گے'' دادی نے خوشی سے کہا ''اس خیال سے میں اب بھی اس سے زیادہ نجات نہیں پا سکی ہوں جتنا کہ پہلے، میں تمھیں یقین دلاتی ہوں۔''

''لیکن جپ'' ڈورا نے اس کی جانب جذباتی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا ''ننھا جپ بھی! اف، بے چارہ!'' (کیا وہ بھی بوڑھا ہو گا)

''میں یہ کہنے کی جسارت کروں گی کہ وہ ابھی بہت طویل مدّت تک جیئے گا، کلی'' میری

دادی نے ڈورا کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا، جب وہ جپ کو دیکھنے کے لیے گاڑی سے باہر جھک آئیں، اپنے پچھلے پیروں پر کھڑے ہوتے ہوئے جپ سر اور کندھوں کو مٹکا مٹکا کر انھیں دیکھتا رہا۔ ''اب کی سردی میں اس کے گھر میں ایک فلالین کا ٹکرا ضرور رکھ دینا اور مجھے حیرت ہوگی اگر موسم بہار میں پھول کھلنے پر یہ پھر تروتازہ نظر آنے لگے۔ خدا ننھے کتے کو اچھا رکھے!'' دادی نے مزید فرمایا ''اگر اس کی زندگی بلیوں جیسی ہو جائے اور یہ ختم ہونے لگے تب بھی یہ آخری سانس تک مجھ پر بھونکے گا، اس کا مجھے پورا یقین ہے۔''

ڈورا نے اسے اٹھا کر صوفے پر بٹھالیا جہاں وہ واقعی میری دادی پر اس بری طرح بھونکنے لگا کہ وہ سیدھا نہیں رہ پایا بلکہ بھونکتے بھونکتے ادھر ادھر لڑھک جارہا تھا۔ جتنا ہی دادی اس کی طرف دیکھتیں، اتنا ہی وہ اور بھونکنے لگتا۔ کیونکہ پچھلے کچھ دنوں سے دادی چشمہ ہر وقت پہنے رہنے لگی تھیں اور پتہ نہیں وہ یہ کیسے سمجھنے لگا تھا کہ یہ اس کا ذاتی چشمہ تھا۔

ڈورا نے کسی طرح اسے اپنے پاس بٹھالیا اور جب وہ چپ ہوا تو اس کا ایک کان اپنے سر پر بار بار کھینچنے لگی نہایت فکر مندانہ انداز میں بدبداتے ہوئے ''ننھا جپ بھی بوڑھا ہو سکتا ہے! اف، بے چارہ!''

''اس کے پھیپھڑے کافی اچھے ہیں'' میری دادی نے خوشی سے کہا ''اور اس کی ناپسندیدگی ذرا بھی کم نہیں ہوئی۔ ابھی یہ کئی برس تک زندہ رہے گا، اس میں شک نہیں۔ لیکن اگر تم چاہتی ہو کہ کوئی کتا ننھی کلی کے ساتھ دوڑے، تو یہ تو یہ بہت کر چکا۔ اور میں تمھیں دوسرا کتا لا دوں گی۔''

''شکریہ، دادی'' ڈورا نے دل گرفتہ ہوتے ہوئے کہا ''لیکن دوسرا مت لائیے گا دادی، پلیز!''

''نہیں؟'' دادی نے اپنا چشمہ اتارتے ہوئے پوچھا۔

''میں جپ کے سوا اور کوئی کتا نہ رکھ پاؤں گی'' ڈورا نے کہا ''یہ جپ کے ساتھ زیادتی ہوگی! اس کے علاوہ جپ کے سوا کسی اور کتے سے میری اتنی دوستی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ میری شادی ہونے کے پہلے سے مجھے نہ جانتا ہوگا اور ڈوڈی پر نہیں بھونکا ہوگا جب وہ ہمارے گھر آتے تھے۔ میں جپ کے علاوہ کسی اور کتے کے بارے سوچ تک نہیں سکتی، میں ڈرتی ہوں، دادی جان۔''

''واقعی!'' دادی نے پھر اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا ''تم ٹھیک کہتی ہو۔''

''آپ کو برا تو نہیں لگا'' ڈورا نے کہا ''کیوں دادی؟''

''آئیں، کتنا حساس جانور ہے یہ!'' میری دادی نے ڈورا پر پیار سے جھکتے ہوئے بے ساختہ کہا ''تم نے کیسے سوچ لیا کہ مجھے برا لگا ہوگا!''

''نہیں، نہیں، میں نے واقعی ایسا نہیں سوچا'' ڈورا نے جواباً کہا ''لیکن میں کچھ تھک سی گئی ہوں جس سے ایک لمحے کے لیے میں نے حماقت کردی ــــــ میں ہمیشہ سے ہی ایک بیوقوف ننھی مخلوق ہوں، آپ جانتی ہیں، لیکن تکان نے مجھے اور بے وقوف بنا ڈالا ــــــ جو میں جپ کے بارے میں کہنے لگی۔ میرے ساتھ جو جو ہوتا رہا ہے، جپ سب کچھ جانتا رہا ہے، نہیں جانتے ہو، جپ؟ اور میں اس میں کسی بھی طرح کی کمی کی بات نہیں برداشت کر سکی کیونکہ اس میں تھوڑی سی تبدیلی آ گئی تھی ــ کیا میں برداشت کر سکتی تھی، جپ؟''

جپ اپنی مالکن کے اور قریب کھسک آیا اور اونگھتے ہوئے اس کا ہاتھ چاٹنے لگا۔

''تم اتنے بوڑھے نہیں ہو گئے ہو جپ، کیا تم اپنی مالکن کو چھوڑ دو گے؟'' ڈورا نے کہا ''ہم دونوں کچھ دنوں تک اور ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہیں گے!''

میری پیاری ڈورا! جب وہ اگلے اتوار کو کھانا کھانے نیچے اتری اور ٹریڈلس کو دیکھ کر اتنی خوش ہوئی (جو ہمیشہ اتوار کو ہمارے ساتھ ہی کھانا کھاتا تھا) کہ ہم سوچنے لگے کہ وہ کچھ دنوں میں پھر اسی طرح دوڑنے لگے گی جیسے کہ پہلے دوڑا کرتی تھی۔'' لیکن ڈاکٹر اور دائی نے کہا کہ کچھ دن اور انتظار کیجیے، اور پھر ''کچھ دن اور انتظار کیجیے'' اور اب بھی نہ وہ دوڑ پا رہی تھی نہ چل پا رہی تھی۔ وہ بہت اچھی لگتی تھی اور بہت خوش رہا کرتی تھی لیکن اس کے ننھے پاؤں جو جپ کے گرد ناچتے وقت تھرکتے رہتے تھے، اب بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

میں اسے روز صبح نیچے اتار لاتا اور رات کو پھر اوپر پہنچا آتا۔ وہ میری گردن سے لپٹ جاتی اور ہنستی جیسے کہ میں یہ کام ایک مزدور کی طرح کیا کرتا تھا۔ جپ ہمارے پاس بھونکتا چلتا اور آگے بڑھ کر پیچھے مڑ کر دیکھتا کہ میں ہانپتا ہوا ڈورا کو اتار رہا ہوں، اور دیکھتا رہتا کہ ہم لوگ آ رہے ہیں۔ میری دادی نرسوں میں سب سے اچھی اور سب سے زیادہ مسرور، ہمارے پیچھے پیچھے شالیں اور تکیہ لیے چلتیں۔ مسٹر ڈک اپنے شمع بردار کے عہدے کو دنیا کے کسی بھی ذی روح کو کسی قیمت پر نہ

سونپتے۔ ٹریڈلس اکثر زینے کے نیچے کھڑا رہتا، سامنے دیکھتے ہوئے، دنیا کی سب سے پیاری لڑکی کے لیے ڈورا کے حوصلہ افزا پیغامات نوٹ کرتے ہوئے۔ ہم سب مل کر اچھا خاصا خوشی کا جلوس سا بنا لیتے اور میری بچہ بیوی سب سے زیادہ خوش نظر آتی۔

لیکن کبھی کبھی جب میں اسے اٹھاتا اور محسوس کرتا کہ وہ کچھ ہلکی لگ رہی ہے تو ایک نہایت دلگیر احساس مجھ میں پیدا ہو اٹھتا جیسے میں ایک منجمد علاقے کی طرف بڑھ رہا ہوں، جسے ابھی تک میں نے کبھی دیکھا نہیں ہے۔ جس سے مجھ پر سکتہ سا طاری ہو جاتا۔ میں اس احساس کو کوئی نام دینے یا اس پر زیادہ دھیان دینے سے گریز کرتا رہا جب تک کہ ایک رات جب یہ احساس بہت شدید ہو گیا اور میری دادی ''شب بخیر، ننھی کلی'' کہتی ہوئی رخصت ہو گئیں، میں ڈسک پر تنہا بیٹھ کر اسے سوچ کر چلاّنے لگا۔ اف، کتنا تباہ کن نام تھا یہ اور کیسے ایک کلی عنفوانِ شباب میں ہی شاخ پر مرجھا گئی!

●●●

باب 49

میں راز میں ملوّث ہو جاتا ہوں

ایک صبح مجھے ڈاک سے مندرجہ ذیل خط ملا جو کینٹر بری سے مجھے ڈاکٹرس کامنس کے پتے پر لکھا گیا تھا جسے میں نے قدرے حیرت کے ساتھ پڑھا:

میرے عزیز محترم،

حالات نے، جو میرے قابو سے باہر ہو چکے ہیں، کافی طویل وقفے سے ہماری پرانی قربت کو منقطع کر رکھا ہے، میری پیشہ ورانہ مصروفیت کی وجہ سے بہت کم موقع مل پانے کے سبب، کہ میں ماضی کے واقعات اور مناظر کو یاد کر سکوں، یادداشت کے تیز شور کی آمیزش نے ہمیشہ میرے لیے یہ گنجائش نکالی ہے، جیسا کہ ہمیشہ یہ گنجائش نکلتی رہنا چاہیے کہ میں اپنے غیر معمولی جذبات کا اظہار کرتا رہوں۔ یہ حقیقت، میرے پیارے اور آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں کے سبب آپ کی روز افزوں شہرت مجھے اپنی جوانی کے دنوں کے ساتھی کو اس کے مانوس نام کاپر فیلڈ سے مخاطب کر پانے کی اجازت نہیں دے رہی ہے! اتنا جان لینا کافی ہے کہ نام جس کا حوالہ دینے کا شرف میں حاصل کر رہا ہوں، ہمارے مکان کے اسناد حقوق کے ساتھ ہمیشہ محفوظ رہے گا (میں کنایتاً اپنے سابق کرایہ داروں سے متعلق محافظ خانے کی بات کر رہا ہوں جنھیں مسز مکابر نے رکھا ہے۔)

''یہ اس کی طرف سے نہیں ہے جو اپنی اصل غلطیوں اور بد قسمتی کے بے شمار واقعات کے سبب برباد رہا ہے بلکہ اب ایک بدلے ہوئے انسان کی حیثیت سے آپ کو مخاطب کرنے کے لیے قلم ہاتھ میں لے رہا ہے ــــ یہ اس کی طرف سے نہیں ہے ــــ میں دہراتا ہوں، آپ کو صرف تحسین یا مبارکباد والی زبان میں مخاطب کرنا چاہتا ہے۔ یہ کام فدوی خود سے زیادہ اہل اور پاک ہاتھوں کے لیے چھوڑ رہا ہے۔

اگر آپ کا قیمتی وقت اس کی اجازت دے کہ آپ ان ادھورے کرداروں کا پتہ لگا سکیں ــــ جو ہو سکتا ہے، اور نہیں بھی ہو سکتا، جیسے بھی حالات ہوں ــــ آپ کا یہ سوال کرنا فطری ہوگا کہ میں کس وجہ سے آپ سے اتنا متاثر ہوا ہوں، تب یہ خط لکھ رہا ہوں؟ مجھے کہنے کی اجازت دیجیے کہ میں اس کو پوری تعظیم دیتا ہوں اور اسے بیان کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہوں، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کوئی بہت انوکھی قسم کی چیز نہیں ہے۔

گرنے والی بجلی یا بھڑکتے شعلے پر قابو پالینے کی اپنے اندر چھپی کسی اور ممکنہ صلاحیت کا براہِ راست حوالہ نہ دیتے ہوئے مجھے یہ بتانے کی اجازت دی جائے کہ میری روشن ترین بصیرت ہمیشہ کے لیے زائل ہو چکی ہے ــــ کہ میرا سکون درہم برہم ہو چکا ہے اور میری کسی چیز میں لطف لینے کی صلاحیت برباد ہو چکی ــــ کہ میرا دل اب صحیح مقام پر نہیں رہ گیا ــــ اور یہ کہ اب میں اپنے ساتھی کے سامنے تن کر نہیں چلتا۔ پھول میں روگ لگ چکا ہے۔ پیالہ لب تلک تلخ ہو چکا ہے۔ کیڑا اپنے کام میں لگا ہے اور جلد ہی اپنے شکار کو ٹھکانے لگا دے گا۔ جتنی جلد وہ ایسا کر ڈالے اتنا ہی اچھا ہے۔ لیکن میں بھاگوں گا نہیں۔

''ایسی غیر معمولی ذہنی اذیت میں مبتلا ہو جانے پر جہاں مسز مکابر تک کا اثر نہیں پہنچ پا رہا ہے، اگرچہ انھوں نے تین طرح کے رول ادا کیے ہیں، عورت، بیوی اور ماں کے کردار، میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ دنوں کے لیے خود سے فرار حاصل کرلوں اور اڑتالیس گھنٹے ماضی کے خوش کن مناظر دیکھنے کے لیے نکل پڑوں۔ ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے جن مقامات کے لیے میں نکلوں گا، ان میں فطری طور پر کنگس بنچ جیل بھی شامل ہوگا۔ میں اس کی جنوبی دیوار کے پاس پرسوں شام کو ٹھیک سات بجے موجود رہوں گا۔''

میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتا کہ میرے سابق دوست مسٹر کاپرفیلڈ یا مسٹر ٹریڈلس (انرٹمپل والے) اگر وہ زندہ ہیں اور جلد آنے والے ہیں، مجھ سے ملیں گے اور ہمارے پرانے تعلقات کو پھر تازہ دم کریں گے۔ میں نے جس جگہ اور وقت کا ذکر کیا ہے، آپ کو وہاں ابھی مل سکتے ہیں برباد قدموں کے نشان ـــــ

ایک گر چکے مینار

کا ملبہ

ولکنس مکابر

پسِ نوشت: مشورہ دیا جاتا ہے کہ متذکرہ بالا بیان میں اتنا اور جوڑ لیا جائے کہ میں نے اپنے ارادوں کو مسز مکابر سے پوشیدہ رکھا ہے۔''

میں نے خط کو کئی بار پڑھا۔ مسٹر مکابر کی اونچی سے اونچی لفاظی کو دھیان میں رکھتے ہوئے اور ہر ممکن اور ناممکن موقع پر بیٹھ کر خاصا لطف لے لے کر طویل خط لکھنے والی عادت کا خیال رکھتے ہوئے مجھے لگ رہا تھا کہ خط میں کوئی نہ کوئی گہری بات ضرور چھپی ہوئی ہے۔ میں نے خط رکھ دیا۔ اس کے بارے میں غور کرنے لگا اور پھر اسے ایک بار اور پڑھنے کے لیے اٹھا لیا اور اب بھی اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ٹریڈلس آ گیا اور اس نے مجھے اس خط کو سمجھنے میں حیران و پریشان دیکھا۔

''میرے پیارے دوست'' میں نے کہا ''تمھیں اس وقت دیکھ کر میں جتنا خوش ہوا، اتنا کبھی نہ ہوتا۔ تم بہت مناسب موقعے پر اپنی معقول رائے دینے کے لیے آجاتے ہو۔ مجھے مسٹر مکابر کا ایک عجیب و غریب خط موصول ہوا ہے۔''

''نہیں؟'' ٹریڈلس نے بے ساختہ کہا ''تم یہ نہ کہو! مجھے مسز مکابر کا ایک خط موصول ہوا ہے!''

یہ کہتے ہوئے ٹریڈلس جو چلنے سے تھک گیا تھا اور اس کے بال اس کثرت اور کھلبلی کے مشترکہ اثر سے اس طرح کھڑے ہو گئے تھے جیسے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو، اس نے اپنا خط نکال کر مجھے دیا اور میرا خط خود لے لیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مسٹر مکابر کے خط میں ڈوب گیا تھا اور اپنی بھوں اوپر اٹھاتے ہوئے اس نے حیرت و استعجاب کے ساتھ کہا ''گرنے والی بجلی یا بھڑکتے شعلے پر قابو پانے کے لیے!'' خدا خیر کرے کاپرفیلڈ! ـــــ اور پھر مسز مکابر کا خط پڑھنے لگا۔

اس میں لکھا تھا:

مسز ٹامس ٹریڈلس کو آداب کے بعد عرض ہے کہ اگر انھیں یاد ہو کہ ایک ایسی شخصیت جو پہلے ان کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل کر چکی ہے، کیا ان کے خالی وقت میں سے کچھ لمحے لے سکتی ہے؟ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں مسٹر ٹریڈلس کہ میں ان کی نیکیوں سے منحرف نہیں ہوں گی، اگر اس سے بدتر حالت میں ہو جاؤں۔

ہر چند کہ مسٹر مکابر (جو پہلے بڑے گھریلو قسم کے تھے) کی ان کے بال بچوں سے بے اعتنائی کا جگر خراش ذکر کر کے میں مسٹر ٹریڈلس سے ناخوشگوار درخواست کر رہی ہوں اور ان سے مداخلت کرنے کی امید کر رہی ہوں۔ مسٹر ٹریڈلس، مسٹر مکابر کے طور طریقوں میں تبدیلی، ان کے بہت جلد بھڑک اٹھنے اور تشدد پر آمادہ ہو جانے کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ان کی جنونی کیفیت بڑھتے بڑھتے اب اس حد تک پہنچ چکی ہے گویا ان کے دماغ میں فتور آ گیا ہو۔ مشکل سے کوئی دن گذرتا ہے، میں سچ کہتی ہوں مسٹر ٹریڈلس، جب ان پر غصے کا دورہ نہ پڑتا ہو۔ مسٹر ٹریڈلس میرے جذبات کا اندازہ لگا لیں گے اگر میں انھیں بتاؤں کہ اب میں مسٹر مکابر سے یہ سنتے رہنے کی عادی ہو چکی ہوں کہ انھوں نے فرض کے لیے خود کو فروخت کر دیا ہے۔ اسرار اور راز داری بہت دنوں سے ان کے برتاؤ کی خصوصیت بن چکی ہے۔ مجھ پر جو بے انتہا اعتماد رکھتے تھے، بہت پہلے ہی اس میں تبدیلی آ چکی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر، یہاں تک کہ صرف یہ پوچھ لینے پر کہ کیا وہ کھانے میں کوئی خاص چیز لینا پسند کریں گے، ان کو اتنا غصہ آ جاتا ہے کہ وہ مجھ سے علاحدگی اختیار کر لینے کی خواہش کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ گذشتہ رات گلاب جامن خریدنے کے لیے بچوں کے صرف دو پنس مانگ لینے پر انھوں نے جڑواں بچوں پر چاقو تان لیا!

میں مسٹر ٹریڈلس کو یہ تفصیلات جاننے میں شریک کر رہی ہوں۔ بغیر انھیں جانے ہوئے مسٹر ٹریڈلس کو واقعی میری دل لرزا دینے والی کیفیت کا ذرا بھی اندازہ نہ ہو پائے گا۔

کیا میں مسٹر ٹریڈلس سے یہ امید کروں کہ وہ میرے خط کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے؟ کیا مجھے اب اپنے حالات پر ان سے دوستانہ طور پر غور کرنے کی امید رکھنی چاہیے؟ اوہ، ہاں، کیونکہ میں ان کے دل کے بارے میں جانتی ہوں۔

''محبت کی تیز آنکھ سے آسانی سے کچھ چھپایا نہیں جا سکتا، وہ بھی عورت کی آنکھ سے۔ مسٹر مکابر لندن جا رہے ہیں۔ اگر چہ انھوں نے صبح ناشتے سے قبل ہدایتی کارڈ پر لندن کا پتہ لکھتے وقت مجھ سے چھپا کر اس بیگ میں رکھا تھا جو ہمارے خوشی کے دنوں کی یادگار ہے، ان کی بیوی کی تیز نظر نے آخر کے الفاظ ن، د، ن صاف طور پر دیکھ لیے۔ ان کی گاڑی گولڈن کراس تک لے جائے گی۔ کیا میں آپ سے درخواست کرنے کی جرأت کروں کہ آپ میرے بہک گئے شوہر سے ملیں اور انھیں سمجھانے کی کوشش کریں؟ کیا میں آپ سے درخواست کرنے کی جسارت کروں کہ آپ مسٹر مکابر اور ان کے تباہ حال کنبے کے مابین مداخلت کریں؟ اف، نہیں، کیونکہ یہ بہت زیادہ ہو جائے گا!''

اگر مسٹر کاپر فیلڈ اپنے پرانے غیر شہرت یافتہ دوست کو یاد کر سکیں، تو کیا مسٹر ٹریڈلس میرا سلام دیتے ہوئے انھیں بھی میرے حالات سے آگاہ کر سکیں گے؟ کسی بھی حال میں وہ اس خط کو سختی کے ساتھ 'ذاتی' ہی سمجھیں اور مسٹر مکابر کے سامنے کسی بھی صورت میں اس کا ذکر کنایتاً بھی نہ کریں۔ اگر مسٹر ٹریڈلس اس خط کا جواب بھی دیتے ہیں (جس کی میں بہت کم امید کرتی ہوں) تو خط ایم۔ ای، پوسٹ آفس کینٹر بری کے پتے پر بھیجیں تو اس شدید مایوسی کی حالت میں مجھے خاصی راحت مل جائے گی۔

مسٹر ٹریڈلس کی باعزت بہی خواہ

ایما مکابر

''اس خط کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟'' جب میں اسے دوبارہ پڑھ چکا تو ٹریڈلس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''دوسرے خط کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا'' کیونکہ وہ اب بھی اسے بھوں چڑھا چڑھا کر پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں خطوط میں کاپر فیلڈ'' ٹریڈلس نے جواب دیا۔'' اس سے زیادہ مطلب نکل رہا ہے جتنا کہ مسٹر اور مسز مکابر کے خطوط میں عموماً نکلتا ہے ـــــ لیکن میں جان نہیں پایا کہ کیا مطلب نکل رہا ہے۔ دونوں خطوط نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، اس میں مجھے شبہ

نہیں، اور یہ بغیر کسی سازش کے لکھے گئے ہیں۔ بے چاری! اب وہ مسز مکابر کے خط کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور ہم دونوں اغل بغل کھڑے ہو کر دونوں خطوط کا موازنہ کر رہے تھے۔ کچھ بھی ہو مسز مکابر کو یہ لکھ دینا کارِ خیر ہوگا کہ ہم دونوں مسٹر مکابر سے ملنا بھولیں گے نہیں۔

میں اس کے لیے بڑی خوشی سے تیار ہو گیا کیونکہ میں اب مسز مکابر کے اس سے پہلے والے خط کو سرسری لینے کے لیے خود کو ملامت کرنے لگا۔ جب وہ خط مجھے ملا تھا تو اس وقت میں ان کے بارے میں بہت کچھ سوچنے لگا تھا جیسا کہ اس موقعے پر میں ذکر کر چکا ہوں لیکن میرا اپنے ہی معاملات میں الجھ کر رہ جانا، شادی کے بعد میرے اپنے گھریلو تجربات اور اس کے بعد ان لوگوں کے بارے میں مزید کچھ نہ سن پانے سے رفتہ رفتہ ان کا خیال میرے ذہن سے نکلتا گیا۔ مجھے اکثر مکابر کنبے کا خیال آتا لیکن خصوصی طور سے اس پر حیرت کرتا کہ وہ لوگ کینٹر بری میں کتنا ''مالی بوجھ'' (قرض، جس کی عدم ادائیگی میں جرمانہ بھرنا پڑتا ہے) بڑھاتے جا رہے ہیں اور یہ یاد کرتا کہ مسٹر مکابر یورایا ہیپ کے کلرک ہو جانے پر میرے سامنے کتنا شرما رہے تھے۔

بہر حال ہم دونوں نے اب ایک مشترکہ خط مسز مکابر کو اطمینان دلانے کے لیے لکھا اور دونوں نے اس پر دستخط کر دیے۔ جب ہم اسے پوسٹ کرنے کے لیے شہر جا رہے تھے تو ہم دونوں نے ان لوگوں کے بارے میں طویل گفتگو کی اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے رہے جنھیں دہرانے کی ضرورت میں نہیں سمجھتا۔ ہم نے سہ پہر میں اپنی دادی سے بھی یہ باتیں بتا دیں لیکن فی الحال ہم صرف یہ طے کر پائے کہ ہم مسٹر مکابر سے ملاقات کے لیے بالکل ٹھیک وقت پر پہنچ جائیں گے۔

اگرچہ ہم متعین مقام پر پون گھنٹہ پہلے ہی پہنچ گئے لیکن ہم نے وہاں مسٹر مکابر کو پہلے سے موجود پایا۔ وہ اپنے بازو موڑے ایک دیوار کے سہارے مکان کے اوپر نوکیلی سلاخوں کو دیکھے جا رہے تھے، ایسے جذباتی انداز میں جیسے وہ آپس میں گتھی ہوئی پیڑوں کی ٹہنیاں ہوں جو جوانی میں انھیں سایہ دیا کرتی تھیں۔

جب ہم ان سے ملے تو وہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ گھبرائے ہوئے اور پرانے وقتوں کی بہ نسبت قدرے کم خوش پوشاک نظر آ رہے تھے۔ گھومنے پھرنے کے لیے نکلنے کی وجہ سے

انھوں نے اپنا قانون داں والا کالا سوٹ ترک کر کے اپنا پرانی طرز کا چست لباس زیب تن کرلیا تھا۔لیکن بالکل پہلے جیسی ترنگ میں نہیں تھے۔ بہر حال، جیسے جیسے ہم لوگوں کے مابین گفتگو کا سلسلہ بڑھتا گیا وہ ترنگ میں آتے گئے لیکن ان کا چشمہ اب ناک پر آسانی سے ٹک نہیں پارہا تھا اور ان کی قمیص کا کالر، اگر چہ اب بھی پہلے ہی کی طرح خاصا اونچا تھا لیکن اتنا کڑا نہیں تھا۔

''صاحبان!'' مسٹر مکابر نے سلام کرنے کے بعد کہا'' آپ لوگ ضرورت کے وقت کے دوست ہیں، اور واقعی دوست ہیں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں مسز کاپر فیلڈ (جو مسز بن چکی ہیں) اور مسز ٹریڈلس (جن کے مسز بن جانے کے امکانات ہیں) کا حال چال پوچھ سکوں ـــــ یہ سمجھتے ہوئے، کہنا چاہیے، کہ میرے دوست مسٹر ٹریڈلس کی ابھی ان کی محبوبہ سے شادی ہو نہیں سکی ہے۔

ہم نے ان کے اخلاق کو سراہتے ہوئے مناسب جواب دے دیا۔تب انھوں نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمیں ادھر دیکھنے کو کہا اور کہنا شروع کیا'' میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں، صاحبان'' تو میں نے اتنے بلند القاب کے ساتھ تخاطب پر اعتراض کرنے کی جسارت کی اور کہا کہ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ ہم لوگوں سے پہلے جیسے، انداز میں ہی گفتگو کریں۔

''میرے پیارے کاپر فیلڈ'' انھوں نے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا'' آپ کی اپنائیت جذبات سے مغلوب کیے دے رہی ہے اس ڈھانچے کے ایک ٹکڑے کو جو کبھی آدمی کہلاتا تھا، ـــــ اگر مجھے اس طرح اظہار کرنے کی اجازت مل سکے ـــــ اس طرح استقبال کرنا ایک ایسے دل کو پہلے ہی مشروط کر لیتا ہے جو ہم لوگوں کے لیے ایک اعزاز ہے۔ میں یہ کہنے ہی جارہا تھا کہ میں پھر ان خوش نما مقامات کو دیکھ رہا ہوں جہاں میرے وجود کے کچھ نہایت خوشگوار لمحے گذرے ہیں۔''

''ایسا مسز مکابر کی وجہ سے ہے، مجھے یقین ہے'' میں نے کہا'' امید ہے وہ اچھی ہوں گی؟''

''شکریہ'' مسٹر مکابر نے جن کے چہرے پر اس سوال سے کچھ ناگواری آ گئی، کہا'' بس وہ یوں ہی ہیں ـــــ اور یہ'' مسٹر مکابر نے سر ہلاتے ہوئے افسردہ لہجے میں فرمایا'' یہ بنچ (جیل) ہے! جہاں گذرے ہوئے متعدد برسوں کے دوران پہلی بار قرض خواہوں نے اپنے قرض کے لیے ہنگامہ نہیں کیا، روزانہ راستہ روک کر مجھ پر چیخے چلائے نہیں، جہاں کوئی قرض خواہ دروازہ نہیں کھٹکھٹا

یا کرتا تھا، جہاں قیدیوں سے کوئی کام نہیں کرایا جاتا تھا اور انھیں گیٹ کے پاس رکھا جاتا تھا! میں یہاں کے ایک ایک پتھر سے مانوس رہا ہوں۔ اگر میں کمزوری دکھاؤں تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے کیسے معاف کر سکتے ہیں۔"

"تب سے ہم سبھی زندگی میں یہ سب دیکھتے رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مسٹر کاپر فیلڈ" مسٹر مکابر نے تلخ لہجے میں جواب دیا "جب میں اس جیل میں رہتا تھا تو میں اپنے ساتھی (یورایا ہیپ) سے آنکھ ملا کر بات کر سکتا تھا اور اگر مجھے وہ تکلیف پہنچاتا تو اس کے سر پر مکّے برسا سکتا تھا۔ میرے اور میرے ساتھی کے اب ویسے شاندار تعلقات نہیں رہ گئے!"

دل شکستہ انداز میں عمارت سے نظریں ہٹاتے ہوئے مسٹر مکابر نے میرا بڑھا ہوا ہاتھ ایک ہاتھ سے پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے ٹریڈلس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا اور ہم دونوں کے درمیان چلنے لگے۔

"بہت سے امتیازی نشانات ہیں" مسٹر مکابر نے اپنے کندھے سے پیچھے دیکھتے ہوئے فرمایا "مقبرے کی طرف جانے والی سڑک پر، جدھر سے عام حالات میں کوئی گذرنا نہیں چاہے گا، میری رنگ برنگی زندگی میں جیل کی یہ عمارت ویسی ہی ہے۔"

"اوہ، آپ دل شکستہ ہو رہے، مسٹر مکابر۔" ٹریڈلس نے کہا۔

"میں دل شکستہ ہوں، جناب۔" مسٹر مکابر جلدی سے بول پڑے۔

"مجھے امید ہے" ٹریڈلس نے کہا "کہ ایسا اس وجہ سے نہیں ہے کہ اب قانون سے آپ کا جی اکتا گیا ہے ـــــ کیونکہ میں خود ایک وکیل ہوں، آپ جانتے ہیں۔"

مسٹر مکابر ایک لفظ بھی نہیں بولے۔

"ہمارے دوست یورایا ہیپ کیسے ہیں، مسٹر مکابر؟" میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"میرے پیارے کاپر فیلڈ" مسٹر مکابر نے بڑے جوش میں پیلے پڑتے ہوئے کہا "اگر آپ میرے آجر (نوکری دینے والا) کو اپنا دوست کہہ رہے ہیں تو مجھے افسوس ہو رہا ہے، اگر آپ اسے میرا دوست سمجھ کر خیریت پوچھ رہے ہیں تو مجھے اس پر ہنسی آ رہی ہے۔ آپ جس بھی حیثیت سے میرے آجر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، میں آپ کو تکلیف پہنچائے بغیر کہنا چاہوں گا کہ

انھوں نے اپنا قانون داں والا کالا سوٹ ترک کر کے اپنا پرانی طرز کا چست لباس زیب تن کر لیا تھا۔ لیکن بالکل پہلے جیسی ترنگ میں نہیں تھے۔ بہر حال، جیسے جیسے ہم لوگوں کے مابین گفتگو کا سلسلہ بڑھتا گیا وہ ترنگ میں آتے گئے لیکن ان کا چشمہ اب ناک پر آسانی سے ٹک نہیں پارہا تھا اور ان کی قمیص کا کالر، اگر چہ اب بھی پہلے ہی کی طرح خاصا اونچا تھا لیکن اتنا کڑا نہیں تھا۔

''صاحبان!'' مسٹر مکابر نے سلام کرنے کے بعد کہا'' آپ لوگ ضرورت کے وقت کے دوست ہیں، اور واقعی دوست ہیں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں مسز کاپر فیلڈ (جو مسز بن چکی ہیں) اور مسز ٹریڈلس (جن کے مسز بن جانے کے امکانات ہیں) کا حال چال پوچھ سکوں —— یہ سمجھتے ہوئے، کہنا چاہیے، کہ میرے دوست مسٹر ٹریڈلس کی ابھی ان کی محبوبہ سے شادی ہو نہیں سکی ہے۔

ہم نے ان کے اخلاق کو سراہتے ہوئے مناسب جواب دے دیا۔ تب انھوں نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ہمیں ادھر دیکھنے کو کہا اور کہنا شروع کیا'' میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں، صاحبان'' تو میں نے اتنے بلند القاب کے ساتھ تخاطب پر اعتراض کرنے کی جسارت کی اور کہا کہ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ ہم لوگوں سے پہلے جیسے، انداز میں ہی گفتگو کریں۔

''میرے پیارے کاپر فیلڈ'' انھوں نے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا'' آپ کی اپنائیت جذبات سے مغلوب کیے دے رہی ہے اس ڈھانچے کے ایک ٹکڑے کو جو کبھی آدمی کہلاتا تھا، —— اگر مجھے اس طرح اظہار کرنے کی اجازت مل سکے —— اس طرح استقبال کرنا ایک ایسے دل کو پہلے ہی مشروط کر لیتا ہے جو ہم لوگوں کے لیے ایک اعزاز ہے۔ میں یہ کہنے ہی جارہا تھا کہ میں پھر ان خوش نما مقامات کو دیکھ رہا ہوں جہاں میرے وجود کے کچھ نہایت خوشگوار لمحے گذرے ہیں۔''

''ایسا مسز مکابر کی وجہ سے ہے، مجھے یقین ہے'' میں نے کہا'' امید ہے وہ اچھی ہوں گی؟''

''شکریہ'' مسٹر مکابر نے جن کے چہرے پر اس سوال سے کچھ ناگواری آگئی، کہا'' بس وہ یوں ہی ہیں —— اور یہ'' مسٹر مکابر نے سر ہلاتے ہوئے افسردہ لہجے میں فرمایا'' یہ بنچ (جیل) ہے! جہاں گذرے ہوئے متعدد برسوں کے دوران پہلی بار قرض خواہوں نے اپنے قرض کے لیے ہنگامہ نہیں کیا، روزانہ راستہ روک کر مجھ پر چیخے چلائے نہیں، جہاں کوئی قرض خواہ دروازہ نہیں کھٹکھٹا

یا کرتا تھا، جہاں قیدیوں سے کوئی کام نہیں کرایا جاتا تھا اور انھیں گیٹ کے پاس رکھا جاتا تھا! میں یہاں کے ایک ایک پتھر سے مانوس رہا ہوں۔ اگر میں کمزوری دکھاؤں تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے کیسے معاف کر سکتے ہیں۔''

''تب سے ہم سبھی زندگی میں یہ سب دیکھتے رہے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''مسٹر کاپرفیلڈ'' مسٹر مکابر نے تلخ لہجے میں جواب دیا ''جب میں اس جیل میں رہتا تھا تو میں اپنے ساتھی (یورایا ہیپ) سے آنکھ ملا کر بات کر سکتا تھا اور اگر مجھے وہ تکلیف پہنچاتا تو اس کے سر پر مکّے برسا سکتا تھا۔ میرے اور میرے ساتھی کے اب ویسے شاندار تعلقات نہیں رہ گئے!''

دل شکستہ انداز میں عمارت سے نظریں ہٹاتے ہوئے مسٹر مکابر نے میرا بڑھا ہوا ہاتھ ایک ہاتھ سے پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے ٹریڈلس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا اور ہم دونوں کے درمیان چلنے لگے۔

''بہت سے امتیازی نشانات ہیں'' مسٹر مکابر نے اپنے کندھے سے پیچھے دیکھتے ہوئے فرمایا ''مقبرے کی طرف جانے والی سڑک پر، جدھر سے عام حالات میں کوئی گذرنا نہیں چاہے گا، میری رنگ برنگی زندگی میں جیل کی یہ عمارت ویسی ہی ہے۔''

''اوہ، آپ دل شکستہ ہو رہے ہیں، مسٹر مکابر'' ٹریڈلس نے کہا۔

''میں دل شکستہ ہوں، جناب۔'' مسٹر مکابر جلدی سے بول پڑے۔

''مجھے امید ہے'' ٹریڈلس نے کہا ''کہ ایسا اس وجہ سے نہیں ہے کہ اب قانون سے آپ کا جی اکتا گیا ہے — کیونکہ میں خود ایک وکیل ہوں، آپ جانتے ہیں۔''

مسٹر مکابر ایک لفظ بھی نہیں بولے۔

''ہمارے دوست یورایا ہیپ کیسے ہیں، مسٹر مکابر؟'' میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

''میرے پیارے کاپرفیلڈ'' مسٹر مکابر نے بڑے جوش میں پیلے پڑتے ہوئے کہا ''اگر آپ میرے آجر (نوکری دینے والا) کو اپنا دوست کہہ رہے ہیں تو مجھے افسوس ہو رہا ہے، اگر آپ اسے میرا دوست سمجھ کر خیریت پوچھ رہے ہیں تو مجھے اس پر ہنسی آ رہی ہے۔ آپ جس بھی حیثیت سے میرے آجر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، میں آپ کو تکلیف پہنچائے بغیر کہنا چاہوں گا کہ

آپ اس کے بارے میں صرف اتنا ہی جان لینے پر اکتفا کریں ـــــ کہ اس کی صحت جیسی بھی ہو، وہ دیکھنے میں لومڑی جیسا لگتا ہے، اگر خبیث کی طرح نہ کہا جائے تو۔ آپ میرے ایک دوست کی حیثیت سے مجھے اجازت دیں کہ ایک ایسے تکلیف دہ موضوع پر بات کرنا ختم کردوں جس نے مجھے اتنی اذیت پہنچائی ہے کہ میں اپنے پیشہ ورانہ حیثیت میں بالکل ٹوٹنے کے قریب پہنچ چکا ہوں۔''

میں نے انجانے میں ایک ایسا موضوع چھیڑ دینے کے لیے ان سے معذرت کر لی جس سے ان کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔ ''کیا میں پوچھ سکتا ہوں'' میں نے کہا، اپنی غلطی کو دہرانے کا خطرہ نہ مول لیتے ہوتے ''میرے پرانے دوست مسٹر اور مس وک فیلڈ (ایگنیز) کیسے ہیں؟''

''مس وک فیلڈ'' مسٹر مکابر نے اب سرخ ہوتے ہوئے کہا ''ویسی ہی ہیں، جیسی ہمیشہ رہتی ہیں، سلیقے کا شاندار نمونہ۔ پیارے کاپر فیلڈ، تاریک وجود میں وہی ایک روشن ستارہ ہے۔ میرے دل میں اس نوعمر خاتون کے لیے بڑی عزت ہے، اس کے کردار کی توقیر ہے میرے دل میں، اس کی محبت، سچائی اور شرافت کا میں دلدادہ ہوں! ـــــ مجھے اس موڑ سے نیچے لے چلو'' مسٹر مکابر نے کہا۔ کیونکہ اپنی موجودہ کیفیت میں خود سے نہیں چل سکتا!''

ہم پکڑ کر انھیں ایک تنگ گلی میں لے آئے جہاں انھوں نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ اگر میں بھی اتنی ہی سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھتا جتنی سنجیدگی سے ٹریڈلس دیکھ رہا تھا تو انھیں اس وقت ہم لوگوں کا ساتھ ذرا بھی نہ بھاتا۔

''یہ ہے میرا انجام'' مسٹر مکابر نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا لیکن ایسا کرنے میں بھی انھوں نے اپنا پرانا اندازِ اظہار برقرار رکھا ''یہ ہے میرا انجام، صاحبان، کہ ہمارے مزاج کے اچھے احساسات میرے لیے ملامت کا باعث بن گئے ہیں۔ مس وک فیلڈ کے تئیں میرا خراجِ عقیدت میرے دل میں تیروں اڑان کی جیسا ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ مجھے چھوڑ دیں، اگر آپ پسند کریں، اس دنیا میں ایک آوارہ گرد کی طرح چکر کاٹتے رہنے کے لیے۔ کیڑا دوگنی سرعت سے میرا کام تمام کردے گا۔''

ان کی اس بات کا کوئی جواب دیے بغیر ہم اس وقت تک خاموش کھڑے رہے جب تک کہ انھوں نے اپنا رومال جیب میں نہیں رکھ لیا۔ پھر انھوں نے اپنی قمیص کا کالر کھڑا کیا اور آس پاس

اگر کوئی انھیں دیکھ رہا ہوتو اسے دھوکہ دینے کے لیے انھوں نے اپنی ہیٹ ایک طرف ٹیڑھی کرتے ہوئے گنگنانا شروع کر دیا۔تب میں نے ذکر کیا ــــــ یہ نہ جانتے ہوئے کہ اگر ہم انھیں وہیں چھوڑ دیں تو اس سے کیا نقصان ہو جائے گا ــــ مجھے خوشی ہوگی انھیں اپنی دادی سے ملوا کر، اگر وہ ہائی گیٹ تک چلنے کی زحمت کریں، جہاں انھیں ایک بستر بھی مل جائے گا۔

''آپ ہم لوگوں کے لیے ایک گلاس اپنا مخصوص پنچ بنائیں گے، مسٹر مکابر'' میں نے کہا ''ذہن کو پریشان کرنے والی باتوں کو بھول جایئے اور خوشگوار یادیں تازہ کیجیے۔''

''یا پھر ان باتوں کو اپنے دوستوں سے بتا کر آپ خود کچھ راحت محسوس کر سکیں تو آپ کو انھیں ہم لوگوں کو بتا دینا چاہیے، مسٹر مکابر'' ٹریڈلس نے ہوشیاری سے کہا۔

''صاحبو'' مسٹر مکابر نے جواباً کہا'' آپ میرے ساتھ جیسا چاہیں، کریں! میں سمندر کی سطح پر ایک تنکا ہوں اور ہر طرف سے ہاتھیوں نے ــــــ معاف کیجیے، مجھے کہنا چاہیے تھا کہ حالات نے، مجھے برباد کر رکھا ہے۔''

ہم پھر ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلنے لگے اور گاڑی کے پاس پہنچے جو چلنے کے لیے تیار تھی اور راستے میں کسی دشواری کے بغیر ہم لوگ ہائی گیٹ پہنچ گئے۔میرا ذہن بہت پریشان اور متزلزل تھا کہ میں کیا کہوں یا کیا کروں ــــــ یہی کیفیت ٹریڈلس کی بھی تھی۔مسٹر مکابر راستے بھر عموماً گہرے غم میں ڈوبے رہے۔کبھی کبھی کسی گانے کا آخری ٹکڑا گنگنا کر وہ خود کو ہشاش بشاش جتانے کی کوشش کرتے لیکن ان کی غمگینی اور بھی بڑھ جاتی جب وہ اپنی ہیٹ ایک طرف کو بہت زیادہ ٹیڑھی کر لیتے اور اپنی قمیص کا کالر آنکھوں تک کھڑا کر لیتے۔

ہم لوگ میرے مکان کے بجائے سیدھے دادی کے گھر ہی گئے، ڈورا کی طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے۔میرے اندر پہنچنے پر دادی باہر آئیں اور بڑے تپاک سے مسٹر مکابر کا استقبال کیا۔مسٹر مکابر نے ان کا ہاتھ چوم لیا اور کھڑکی کی طرف چلے گئے۔انھوں نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگے۔

مسٹر ڈک گھر پر تھے۔ان کا مزاج ایسا تھا کہ کسی کو پریشان دیکھ کر اتنے جذباتی ہو اٹھتے تھے اور اس طرح کے لوگوں سے مل کر اتنے خوش ہوتے تھے کہ انھوں نے پانچ منٹ کے وقفے

میں کم سے کم آدھ درجن باران سے ہاتھ ملایا۔ مسٹر مکابر ایسی پریشانی کے عالم میں ایک اجنبی کا ایسی گرم جوشی کا مظاہرہ دیکھ کر آبدیدہ ہو اٹھے اور ہر بار ہاتھ ملاتے وقت بڑی مشکل سے صرف اتنا ہی کہہ پاتے ''پیارے جناب، آپ کے خلوص سے میں مغلوب ہو گیا ہوں!'' جس سے مسٹر ڈک اتنا زیادہ خوش ہو اٹھتے کہ پھر پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش سے ہاتھ ملانے لگتے۔

مسٹر مکابر نے میری دادی سے کہا ''اگر آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ ان صاحب کے خلوص نے مجھے پچھاڑ دیا ہے'' ایک ایسے شخص کے لیے جو طرح طرح کی پریشانیوں اور بدسکونی سے نبرد آزما ہو، اس کے لیے اس طرح کا استقبال کیا جانا بڑی اہمیت رکھتا ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔''

دادی نے فخریہ انداز میں کہا: ''میرے دوست مسٹر ڈک کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔''

مسٹر مکابر نے کہا ''مجھے اس کا یقین ہے پیارے جناب!'' کیونکہ مسٹر ڈک پھر ان سے مصافحہ کرنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ ''مجھے آپ کے خلوص کا پورا احساس ہے!''

''آپ کیسے ہیں؟'' مسٹر ڈک نے فکرمندانہ انداز میں انھیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بین بین، میرے پیارے جناب'' مسٹر مکابر نے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''آپ اپنے حوصلے بلند رکھیں'' مسٹر ڈک نے فرمایا ''اور خود کو اتنا پرسکون رکھنے کی کوشش کریں جتنا آپ رکھ سکتے ہوں۔''

مسٹر مکابر ان مخلصانہ الفاظ اور اپنے ہاتھ میں پھر مسٹر ڈک کا ہاتھ پا کر جذبات سے مغلوب ہو اٹھے ''یہ میری خوش قسمتی ہے'' انھوں نے کہا ''انسانی وجود کے ایسے نامساعد حالات میں اتفاقیہ طور پر ایسے نخلستان کا مل جانا، جو اتنا زیادہ ہرا بھرا، اتنا پرجوش ہے کہ اس سے قبل میں نے ایسا نخلستان کبھی نہیں دیکھا!''

کسی اور موقعے پر اس سے خاصا لطف اندوز ہوتا، لیکن میں نے محسوس کیا کہ ہم سبھی لوگ متفکر اور بدسکونی کے عالم میں تھے اور میں اتنی بے قراری کے ساتھ مسٹر مکابر کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا بتاتے ہیں یا کہ وہ کچھ بھی نہیں بتاتے، کہ جیسے میں بخار سے تپنے سا لگا تھا۔ ٹریڈلس اپنی کرسی کے کنارے پر بیٹھا ہوا، آنکھیں پھاڑے ہوئے اور بال ہمیشہ سے زیادہ کھڑے کرتے ہوئے

باری باری فرش اور مسٹر مکابر کی طرف دیکھتا رہا، ایک لفظ بھی بولنے کی کوشش کیے بغیر۔ میری دادی، اگرچہ میں نے دیکھا کہ تیکھی نظروں سے نئے مہمان کا جائزہ لیے جا رہی تھیں، ہم دونوں سے زیادہ زندہ دل نظر آ رہی تھیں کیونکہ وہ ان سے برابر باتیں کیے جا رہی تھیں اور انھیں بھی باتیں کرتے رہنے پر مجبور کیے ہوئے تھیں خواہ مسٹر مکابر کو یہ اچھا لگ رہا تھا یا نہیں۔

''آپ میرے پوتے کے بہت پرانے دوست ہیں مسٹر مکابر'' میری دادی نے کہا ''آپ سے اور پہلے ہی مل کر مجھے بڑی خوشی ہوتی۔''

''محترمہ'' مسٹر مکابر نے جواباً کہا ''کاش میں آپ کو اور پہلے سے جانتا ہوتا۔ میں ہمیشہ اس طرح خانماں برباد نہیں تھا جس طرح آپ مجھے اس وقت دیکھ رہی ہیں۔''

''امید ہے آپ کے بال بچے اچھے ہوں گے، جناب'' میری دادی نے کہا۔

''مسٹر مکابر نے سر نیچے کرتے ہوئے قدرے توقف سے بڑبڑاتے ہوئے کہا، ''وہ اتنے ہی اچھے ہیں محترمہ! جتنے کہ پردیسی اور خانماں برباد امید کر سکتے ہیں۔''

''خدا آپ کو اچھا رکھے جناب'' میری دادی نے جلدی سے اپنے کھردرے انداز میں کہا ''آپ کیا بات کر رہے ہیں؟''

مسٹر مکابر نے جواباً کہا ''میرے کنبے کی بقا محترمہ ڈانواڈول ہے۔ میرا آجر ——''

مسٹر مکابر نے میری دادی کو اشتعال دلاتے ہوئے، یہیں بات ختم کر دی اور لیموں کا چھلکا نکالنے لگے جو میری ہدایت پر وہاں پنچ بنانے کے جملہ سامان کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا۔

''آپ کا آجر'' مسٹر ڈک نے اپنا بازو دہلاتے ہوئے مسٹر مکابر کو یاد دلایا۔

''میرے اچھے جناب'' مسٹر مکابر نے جواباً کہا ''آپ نے مجھے یاد دلا دیا، میں آپ کا شکرگزار ہوں۔'' ان دونوں نے پھر ہاتھ ملایا۔ ''میرا آجر، محترمہ —— مسٹر ہیپ —— ایک بار اس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر میں اس کے ساتھ کام کر کے اپنے کام کا معاوضہ نہ پا رہا ہوتا تو شاید میں دیہات میں گھوم گھوم کر دوا بیچتا پھر رہا ہوتا۔ اس کے علاوہ اور جو خیال مجھے پریشان کر رہا ہے کہ کہیں میرے بچوں کو اپنی روزی روٹی کے لیے نٹ کا کرتب نہ دکھانا پڑے۔ جب کہ مسٹر مکابر ان کے غیر فطری کارنامے دکھانے کے دوران باجہ بجاتے رہیں گے۔''

مسٹر مکابر نے چاقو لہراتے ہوئے عندیہ دیا کہ شاید ان کے بچوں کو نٹ والے کرتب اس وقت دکھانے پڑیں گے جب وہ اس دنیا میں نہ رہیں گے، اس کے بعد فوراً وہ پنچ بنانے کے لیے لیمو کا چھلکا نکالنے لگے۔

میری دادی نے اپنی کہنی اس گول میز پر ٹیک لی جو وہ عموماً اپنی بغل میں رکھے رہا کرتی تھیں اور انھیں بڑے غور سے دیکھنے لگیں۔ اس کے باوجود جس کراہت سے میں مسٹر مکابر سے ان کے دل کی بات اگلوا لینے کے لیے سوچ رہا تھا، جنھیں وہ بتانے کے لیے تیار نظر نہ آ رہے تھے، یہ موقع تھا کہ میں ان سے زور دے کر پوچھ لیتا اگر میں انھیں اس وقت عجیب طرح مشغول نہ دیکھ لیتا۔ ان کا کیتلی میں لیمو کا چھلکا ڈالنا، گل گیر رکھنے کی تھالی میں چینی رکھنا، خالی جگ میں اسپرٹ ڈھالنا اور ایک موم بتی سے پورے اعتماد کے ساتھ پانی انڈیلنے کی کوشش کرنا جیسے غیر معمولی اور انوکھے کام کر رہے تھے وہ۔ میں نے دیکھا کہ آفت آنے ہی والی ہے اور یہ آ گئی۔ انھوں نے سارے سامان [illegible] ایک ساتھ کھڑکھڑایا، اپنی کرسی سے اٹھ گئے، جیب سے اپنا رومال نکال لیا اور پھپک کر رونے لگے۔

مسٹر مکابر اپنے رومال کے پیچھے سے بولے "پیارے کاپرفیلڈ! یہ تمام کاموں میں ایک ایسا کام ہے جس میں پرسکون ذہن اور خودداری کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اسے نہیں کر سکتا۔ اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"مسٹر مکابر" میں نے کہا "بات کیا ہے؟ خدا کے لیے بتا دیجیے۔ آپ اپنے ہمدردوں کے درمیان ہیں۔"

"ہمدردوں کے درمیان، جناب!" مسٹر مکابر نے دہرایا اور جو کچھ ابھی تک انھوں نے دل میں چھپا رکھا تھا، ابل پڑا۔ خدا بھلا کرے، خاص طور سے اپنے ہمدردوں کے درمیان ہونے سے ہی میری ذہنی کیفیت ایسی ہو گئی ہے۔ معاملہ کیا ہے صاحبو؟ معاملہ کیا نہیں ہے؟ معاملہ مکاری کا ہے، معاملہ کمینے پن کا ہے، معاملہ دھوکہ، فریب اور سازش کا ہے اور یہ سب کرنے والے کا نام ہے —— ہیپ!"

میری دادی نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور ہم سب حیرت سے دیکھنے لگے۔

''لڑائی ختم ہوگئی!'' مسٹر مکابر نے رومال بری طرح ہلاتے ہوئے کہا اور رہ رہ کر دونوں بازو اس طرح ہوا میں چلا رہے تھے گویا فوق الانسانی (انسانی ادراک سے بالاتر) مشکلات میں تیر رہے ہوں ''اب میں اور زندہ نہیں رہوں گا۔ میں بالکل ٹوٹ چکا ہوں، ہر اس چیز سے محروم ہو چکا ہوں جو زندگی کو قابلِ برداشت بنائے رہتی ہے۔ میں اس جہنمی بدمعاش کی ملازمت میں پھنسا رہا ہوں۔ میری بیوی اور میری فیملی مجھے واپس دے دیجیے اور اس مکابر کو اس حقیر سے بدل دیجیے جو اس وقت میرے جوتے میں چل رہا ہے اور مجھ سے کہیے کہ کل میں تلوار نگل جاؤں، اور میں نگل جاؤں گا۔ ایک بھوکے کی طرح!''

''میں نے زندگی میں کسی کو اتنا تپتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے انھیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تاکہ ہم لوگ کوئی سمجھداری کا کام کر سکیں لیکن وہ گرم سے گرم تر ہوتے گئے اور ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہ ہو رہے تھے۔

میں اپنا ہاتھ کسی آدمی کے ہاتھ میں نہ دوں گا'' مسٹر مکابر نے ہانپتے، کانپتے اور سسکتے ہوئے کہا ''اس حد تک کہ جیسے وہ آدمی ٹھنڈے پانی سے لڑ رہا ہو، جب تک کہ میں ـــــ اس کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر ڈالوں ـــــ اس غلیظ سانپ ـــــ ہیپ کو! میں اس وقت تک کسی کی میزبانی میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ میں اس کمینے ہیپ کا نام ونشان نہ مٹا ڈالوں! ناشتہ ـــــ اس چھت کے نیچے ـــــ خصوصاً پنچ ـــــ میری حلق سے نیچے نہیں اترے گا ـــــ جب تک کہ ـــــ میں پہلے ـــــ اس شیطان کی آنت جیسے دھوکے باز، جھوٹے ہیپ کی آنکھیں سر سے نکال کر پھینک نہ دوں! میں اس وقت تک کسی کو نہیں جانوں گا اور ـــــ کچھ نہیں کہوں گا ـــــ اور کہیں نہیں رہوں گا ـــــ جب تک کہ میں ذلیل ہیپ کو اتنے چھوٹے چھوٹے ذروں میں نہ تبدیل کر دوں کہ یہ ذرّے ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکیں!''

میں واقعی ڈرنے لگا تھا کہ کہیں مسٹر مکابر اسی وقت انتقال نہ فرما جائیں۔ جس طرح انھوں نے یہ جملے ادا کیے اور جب بھی وہ ہیپ نام لینے کے قریب پہنچتے تو بالکل جیسے ٹوٹ کر بے دم سے ہو جاتے لیکن پھر ساری طاقت وہمت یکجا کر کے جس طرح وہ یہ نام زبان پر لانے میں کامیاب ہو جاتے یہ بڑا بھیانک منظر ہوتا۔ لیکن اب جب وہ ایک کرسی پر گر چکے تھے اور بری طرح

ہانپتے ہوئے ہمیں چہرے پر ایسے ہر طرح کے تاثرات کے ساتھ دیکھ رہے تھے جن کی اس موقع پر کوئی ضرورت نہ تھی۔ ان کے دماغ میں جو بھی بات آجاتی اسے پوری طاقت سے کہنے کی کوشش کرتے۔ وہ اس وقت اپنی آخری انتہا پر پہنچ چکے تھے۔ میں ان کی مدد کے لیے ان کے پاس چلا گیا ہوتا لیکن انھوں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے منع کر دیا اور ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہ تھے۔

''نہیں کاپر فیلڈ! ـــــ کچھ بولو مت ـــــ جب تک کہ مس وک فیلڈ کے ساتھ اس بدمعاش ہیپ نے جو کچھ کیا، وہ سب ٹھیک نہیں ہو جاتا!'' (مجھے یقین ہے کہ وہ تین الفاظ ایک ساتھ بول لینے کی حالت میں نہیں تھے لیکن جب یہ لفظ (ہیپ) بولنا ہوتا تو ان میں حیرت انگیز حد تک طاقت آجاتی) ناقابلِ انفساخ راز ـــــ پوری دنیا کے سامنے ـــــ کوئی مستثنیٰ نہیں۔ آج کے دن ـــــ ناشتے کے وقت۔ ہر شخص موجود بشمول دادی اور نہایت ہمدرد لوگ ـــــ کینٹر بری کے ہوٹل میں ہوں گے ـــــ جہاں مسز مکابر اور میں ـــــ اس ناقابلِ برداشت بدمعاش ہیپ کو بے نقاب کریں گے! مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے ـــــ اور نہ کسی کی کوئی بات سننا ہے ـــــ بس فوراً چل دینا ہے ـــــ سماج اس غدار ہیپ کو اب برداشت نہیں کرے گا!''

آخری بار وہ جادوئی لفظ (ہیپ) دہرا کر جس کے سہارے وہ اتنا کچھ بول پائے تھے، اور جس میں انھوں نے اپنے سارے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالے تھے، مسٹر مکابر گھر سے بھاگ نکلے، ہم سبھوں کو کھلبلی، امید وبیم اور استعجاب کی حالت میں چھوڑ کر۔ لیکن ایسی حالت میں بھی وہ اپنے خط لکھنے والے شوق سے خود کو روک نہ پائے کیونکہ ہم ابھی کھلبلی، امید وبیم اور استعجاب کی انتہا پر ہی تھے کہ پاس کے ایک شراب خانے سے ایک خط بھجوایا گیا جہاں مسٹر مکابر یہ خط لکھنے کے لیے رکے تھے:

''نہایت پوشیدہ اور رازدارانہ۔''

جنابِ محترم!

گذارش ہے کہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے توسط سے آپکی دادی سے اپنے اس اشتعال کے لیے معذرت کرسکوں جو ابھی کچھ دیر قبل مجھے آگیا تھا۔ بہت دنوں سے دل میں دبا ہوا طوفان بالآخر ابل پڑا جس کو بیان کرنے کی بجائے آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

''مجھے امید ہے کہ میں نے آج کینٹر بری میں ٹھیک ہی وقت مقرّر کیا ہے، جہاں مسز مکابر اور میں نے کبھی آپ کے ساتھ ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کیا تھا۔

''فرض ادا کر دینے کے بعد اور درستی مکمّل ہو جانے پر، جس کے بعد ہی میں اپنی ساتھی کی راہ تک سکوں گا، مجھے کوئی نہ جان پائے گا۔ بس مجھے اسی عالمی آرام گاہ کے سپرد کر دینا ہوگا ——— جہاں ——— ''ہر شخص اپنی تنگ کوٹھری میں ہمیشہ کے لیے لٹا دیا جاتا ہے، جہاں گاؤں کے معمولی اور سادہ اجداد آرام فرماتے ہیں۔''

سادے سے کتبے کے ساتھ،
'ولکنس مکابر'

●●●

باب 50

مسٹر پیگٹی کا خواب سچ ثابت ہوتا ہے

جب ندی کے کنارے ہم مارتھا سے ملے تھے، اسے گذرے ہوئے کچھ ماہ ہو چکے تھے۔ تب سے میں نے مارتھا کو پھر کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن اس نے مسٹر پیگٹی سے کئی موقعوں پر بات کی تھی۔ اس کی پر جوش مداخلت کا ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں برآمد ہوا تھا اور نہ ہی ان کے اس خیال سے میں انحراف کر سکا کہ ایملی کا کوئی بھی سراغ جب ملتا ہے، یہ بس ایک لمحے کے لیے ہوتا ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اب میں بھی اس کی تلاش سے مایوس ہونے لگا تھا اور میرا یہ خیال روز بروز اور گہرا ہوتا جا رہا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

مسٹر پیگٹی کے پختہ یقین میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ——— اور مجھے یقین ہے کہ ان کا سچا دل میرے لیے آئینے کی طرح صاف تھا ——— کہ وہ ایملی کو پا جانے کے یقین سے کبھی ذرا بھی متزلزل نہیں ہوئے۔ ان کا صبر کبھی تھکا نہیں ——— اور ہر چند کہ میں یہ سوچ کر کانپ اٹھتا تھا کہ جب ایک دن ان کے اس یقین کو اچانک دھچکا لگے گا، تو ان کا کیا حال ہوگا، ان کے اس یقین میں کچھ ایمان جیسی کیفیت پائی جاتی اور ان کے نیک اور معصوم مزاج میں ایسی گہرائی پائی جاتی تھی کہ میرے دل میں روز بروز ان کی عزت بڑھتی ہی گئی۔

ان کا اعتقاد اس قسم کا نہ تھا کہ وہ صرف آس لگائے بیٹھے رہتے تھے اور کرتے کچھ نہیں

تھے۔ وہ تمام زندگی سخت مشقت کرتے رہے اور وہ جانتے تھے کہ ہر معاملے میں جہاں انھیں کسی کی مدد کی ضرورت پڑتی تو وہ اس کام میں اپنی طرف سے حتی الامکان کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ میں نے انھیں اس رات اس شبہے کے ساتھ اس سفر پر نکلتے دیکھا تھا کہ کسی وجہ سے پرانی کشتی کی کھڑکی میں شاید روشنی نہ ہو اور وہ یارمتھ چلے آتے ـــــــ میں نے انھیں اخبار میں کچھ پڑھتے دیکھا تھا جس سے ایملی کی کچھ نشان دہی ہو سکتی تھی، وہ فوراً اپنی چھڑی اٹھاتے اور تین چار میل تک کا سفر پیدل طے کر ڈالتے۔ روز اڈارٹل نے جو مجھے بتایا تھا اسے سننے کے بعد وہ سمندر کے راستے سے نیپلس گئے اور اسی طرح واپس آ گئے۔ ان کے سارے سفر ناہموار راستوں اور طریقوں سے ہی طے ہوتے کیونکہ وہ ہمیشہ پیسہ بچاتے رہتے کہ جب ایملی مل جائے گی تو اس کے سامنے وہ پیسے رکھ دیں گے۔ اس طویل سفر اور تلاش میں میں نے کبھی انھیں جھنجھلاتے یا مایوس ہوتے نہیں دیکھا۔ میں نے یہ کہتے کبھی نہیں سنا کہ وہ تھک چکے ہیں یا ہمت ہار چکے ہیں۔

ڈورا نے ہماری شادی کے بعد اکثر انھیں دیکھا تھا اور انھیں بہت پسند کرتی تھی۔ ان کی تصویر میری نظروں میں گھوم جاتی ہے، ایملی کے سوفے کے پاس کھڑے ہوئے اپنی کھردری ٹوپی ہاتھ میں لیے اور میری بچہ بیوی کی نیلی آنکھیں حیرت سے ان کا چہرہ تاکتی ہوئی۔ کبھی کبھی شام کو شفق کے وقت جب وہ مجھ سے باتیں کرنے کے لیے آتے تو میں ان سے کہتا کہ وہ پائپ باغ میں چل کر پئیں، اور ہم دونوں ادھر سے ادھر دھیرے دھیرے ٹہلنے لگتے، اور پھر ان کے اجڑے گھر کی تصویر ابھرنے لگتی اور شام کو میری طفلانہ آنکھوں میں پرسکون احساس جاگ اٹھتا جب آگ جل رہی ہوتی اور ہوا سمندر سے ہو کر کراہتی سی (ڈوب جانے والوں کے غم میں) بہتی ہوتی، میرے ذہن میں یہ خیالات اکثر آتے رہتے۔

انھی دنوں ایک شام انھوں نے مجھے بتایا کہ گذشتہ رات انھوں نے مارتھا کو اپنی رہائش گاہ پر انتظار کرتے پایا تھا، جب وہ باہر نکلے اور اس نے کہا کہ وہ کسی بھی حالت میں تب تک لندن سے باہر نہ جائیں جب تک وہ دوبارہ پھر ان سے نہیں مل لیتی۔

''کیا اس نے آپ سے بتایا کہ کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے اس سے پوچھا تھا ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے جواب دیا ''لیکن وہ ہمیشہ بس چند

الفاظ ہی بولتی ہے اور اس نے بس مجھ سے لندن نہ چھوڑنے کا وعدہ لے لیا اور چلی گئی۔''

''کیا اس نے کچھ بتایا کہ آپ اس سے دوبارہ کب تک ملنے کی امید کریں؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں، ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے فکر مندانہ انداز میں اپنا ہاتھ چہرے کے نیچے رکھتے ہوئے کہا''میں نے یہ بات بھی پوچھی تھی، لیکن اس کے بارے میں وہ کچھ کہہ نہ سکی۔''

جیسا کہ میں بہت دنوں سے دھاگوں پر جھولتی امیدوں سے ان کی حوصلہ افزائی کرر ہا تھا، میں نے اس خبر پر اس کے علاوہ کوئی اور تبصرہ کرنا مناسب نہ سمجھا کہ مجھے امید ہے کہ مارتھا ان سے جلد ہی پھر ملے گی۔ اس طرح کی امید میں نے بھی اپنے دل میں رکھ لی لیکن یہ بہت کمزور تھی۔

اس کے کوئی دو ہفتے بعد ایک شام میں تنہا اپنے باغ میں ٹہل رہا تھا۔ مجھے وہ شام اچھی طرح یاد ہے۔ یہ مسٹر مکابر کے تجسس والے ہفتے میں دوسری بار ہو رہا تھا۔ اس روز پورے دن بارش ہوتی رہی اور ہوا رطوبت بھری تھی۔ پیڑوں کی پتیاں بھیگ کر موٹی اور بھاری ہو گئی تھیں لیکن اب بارش تھم گئی تھی اگر چہ آسمان میں اب بھی گھنے بادل چھائے تھے اور پُر امید چڑیاں خوشی سے گا رہی تھیں۔ میں باغ میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ اور شفق کی لالی ختم ہونے لگی، چڑیوں کی مدھم آوازیں آنی بند ہو گئیں اور وہ مخصوص خاموشی چھا گئی جو ایسی شام کا خاصہ ہے، جب پتلے سے پتلے پیڑ تک بالکل ہلنا بند کر دیتے ہیں اور بجز اس کے کہ کبھی کبھی یہ چڑیاں اپنی ٹہنیوں پر ادھر سے ادھر پھدکتی ہیں، مجموعی طور پر خاموشی رہتی ہے۔

ہمارے بنگلے کے ایک طرف ہرے رنگ کی تار کی جعفری (جالی) بنی تھی جہاں سے میں گھر کے سامنے والی سڑک کو اس باغ سے دیکھ سکتا تھا جہاں میں ٹہل رہا تھا۔ میں بہت سی چیزوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جب میں نے اس طرف نظریں گھمائیں تو دور سادے لبادے میں کوئی عورت نظر آئی۔ وہ بڑی بے قراری سے میری طرف جھک جھک کر اشارہ کر رہی تھی۔

''مارتھا!'' میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں؟'' اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی'' میں ان کے پاس گئی تھی لیکن وہ گھر پر نہیں ہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر ان کی میز پر رکھ دیا ہے کہ انھیں کہاں آ کر مجھ سے ملنا ہے۔ وہاں لوگوں نے بتایا کہ وہ زیادہ دیر تک گھر سے باہر نہیں

رہیں گے۔ میرے پاس ان کے لیے ایک خبر ہے۔ کیا آپ خود میرے ساتھ چل سکتے ہیں؟''

جواب میں میں فوراً گیٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے پر سکون اور خاموش رہنے کو کہا اور وہ لندن کی طرف چل پڑی جبکہ اس کے لباس کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ بہت دور سے پیدل چل کر آئی تھی۔

میں نے پوچھا کہ ہماری منزل وہی تو نہیں تھی؟ اس کے اسی طرح جلدی سے اثبات میں سر ہلا دینے پر میں نے ایک خالی گاڑی روکی جو ہماری طرف آ رہی تھی اور ہم اس میں سوار ہو گئے۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ گاڑی بان سے کہاں لے چلنے کو کہوں تو اس نے کہا گولڈن اسکوائر کے پاس کہیں بھی! اور جلدی لے چلے!'' ـــــــ پھر وہ کونے میں سمٹ گئی، اپنا ایک لرزتا ہاتھ چہرے کے آگے کیے ہوئے اور دوسرے سے اسی طرح کا اشارہ کرتی ہوئی کہ میں کچھ بولوں نہیں۔

امید و بیم کی کشمکش میں میں نے اس کی جانب وضاحت طلب نظروں سے دیکھا لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ کتنی شدت سے یہ چاہتی ہے کہ میں خاموش رہوں اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ایسے وقت میں خود میرا فطری رجحان بھی یہی تھا کہ، میں نے خاموشی توڑنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم ایک لفظ بولے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ کبھی کبھی وہ کھڑکی سے باہر جھانکنے لگتی جیسے کہ اسے لگتا تھا کہ ہم لوگ بہت دھیمی رفتار سے جا رہے تھے اگر چہ ہم لوگ واقعی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے، اس کے علاوہ ہم لوگ پہلے کی ہی طرح خاموش رہے۔

اس نے جس اسکوائر کے لیے کہا تھا، اس کے ایک گیٹ پر ہم گاڑی سے اتر گئے اور میں نے گاڑی بان سے کہا کہ وہ ہمارا انتظار کرے، کچھ نہ جانتے ہوئے لیکن یہ سوچ کر کہ شاید ہمیں جلد ہی گاڑی کی ضرورت پڑ جائے۔ مارتھا اپنے ایک ہاتھ سے میرا بازو پکڑے ہوئے مجھے جلدی جلدی اس حصے کی متعدد تاریک گلیوں میں سے ایک گلی میں لے جانے لگی جہاں پہلے ان مکانوں میں کنبے رہا کرتے تھے لیکن بعد میں یہ ٹوٹے پھوٹے کمروں میں ہی بٹ کر رہ گئے۔ ان میں سے ایک کے کھلے دروازے پر پہنچ کر میرا بازو چھوڑتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے پیچھے پیچھے اس مشترکہ زینے پر چلتا رہوں جو گلی کے لیے معاون راستے جیسا تھا۔

مکان مکینوں سے بھرا تھا۔ جب ہم اوپر جانے لگے تو کمروں کے دروازے کھلنے لگے اور

لوگ سر باہر نکال کر ہمیں دیکھنے لگے اور ہم لوگ زینے پر اور لوگوں کے پاس سے گذرے جو گلی میں اتر رہے تھے۔ یہاں داخل ہونے سے قبل میں نے نظریں اوپر کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ عورتیں اور بچے کھڑکیوں سے ہمیں جھانک رہے تھے اور لگتا تھا کہ ہم نے اس وقت ان لوگوں میں تجسس پیدا کر دیا تھا کیونکہ یہ لوگ خصوصی طور پر اپنے دروازوں سے باہر جھانک کر ہمیں دیکھ رہے تھے۔ یہ بہت چوڑا زینہ تھا اور اس پر کالی لکڑی کا بہت بڑا کٹہرا لگا ہوا تھا۔ دروازوں کے اوپر کارنس نقش ونگار سے آراستہ تھے اور کھڑکیوں پر بیٹھنے کے لیے خوب جگہ تھی۔ لیکن ماضی کی شان وشوکت کی یہ ساری علامات برباد ہو گئی تھیں اور بہت گندی تھیں۔ لکڑیوں میں گھن لگ چکا تھا اور سیلن تھی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ فرش کمزور ہو چکا تھا جو بہت سی جگہوں پر ٹوٹ بھی گیا تھا اور غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان قیمتی لکڑیوں سے بنائے گئے کٹہرے اور فرش کی مرمت کرنے کی کچھ کوشش کی گئی تھی لیکن قیمتی لکڑیوں کی جگہ معمولی لکڑی سے، یہاں وہاں بس پیوند کاری کر دی گئی تھی۔ زینے کے پیچھے کی بہت سی کھڑکیوں کے شیشے کالے پڑ گئے تھے یا گندگی سے بالکل پٹ گئے تھے۔ باقی کھڑکیوں میں مشکل سے ہی کسی میں شیشے باقی رہ گئے تھے اور اگرچہ ڈگمگاتے فریم جہاں سے گندی ہوا برابر آتی رہتی تھی اور کبھی باہر نہیں نکلتی تھی، میں نے دوسری کھڑکیوں کے شیشوں سے دیگر مکانوں کو دیکھا تو وہ بھی اسی حالت میں نظر آئے اور نیچے صحن میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ پوری عمارت کا مشترکہ کوڑا خانہ ہے۔

ہم مکان کی سب سے اوپری منزل پر پہنچے۔ دو تین بار محسوس ہوا جیسے بہت مدھم روشنی میں ہمارے آگے آگے اسکرٹ پہنے کوئی عورت چلی جا رہی تھی۔ جب چھت تک پہنچنے سے قبل ہم زینے کے آخری موڑ پر پہنچے تو ہم نے اس عورت کو ٹھیک سے دیکھا جو ایک لمحے کے لیے دروازے پر رک گئی تھی۔ پھر اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور اندر چلی گئی۔

''یہ کیا!'' مارتھا نے سرگوشی کی ''وہ میرے کمرے میں چلی گئی۔ میں اسے نہیں جانتی!''

میں اسے جانتا تھا۔ میں اسے پہچان کر حیران رہ گیا کیونکہ یہ روز اڈارٹل تھی۔

میں نے مارتھا کو مختصراً بتایا کہ میں اس عورت کو پہلے دیکھ چکا ہوں اور اتنا کہہ چکنے کے فوراً بعد ہی ہم نے اسے کمرے میں بولتے سنا حالانکہ جہاں ہم لوگ کھڑے تھے وہاں سے سمجھ میں نہیں

آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔ مارتھا نے حیرانی کے عالم میں پھر مجھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور چپکے چپکے مجھے زینے کے اوپر لے گئی اور پھر ایک پچھلے دروازے کو، جو اندر سے بند نہیں تھا، اس نے کھول دیا جو سب سے اوپر کا چھوٹا کمرہ تھا اور اس کی چھت بہت نیچی تھی، بس کپ بورڈ سے کچھ بہتر اور اس کمرے کے درمیان جس میں وہ گئی تھی ایک چھوٹا دروازہ تھا جو ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ یہاں ہم سانس روک کر کھڑے ہو گئے اور مارتھا نے میرے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ میں سامنے کے کمرے کو صرف دیکھ سکتا تھا، یہ کافی وسیع تھا، اس میں ایک پلنگ تھا اور دیواروں پر جہازوں کی عام قسم کی تصویریں لگی تھیں۔ میں روزا ڈارٹل کو یا اس شخص کو جس سے وہ کچھ کہہ رہی تھی، نہیں دیکھ سکا۔ میری ساتھی نے بھی یقیناً نہ دیکھا ہوگا کیونکہ میں اس سے بہتر پوزیشن میں تھا۔

کچھ لمحوں تک مکمل خاموشی رہی۔ مارتھا اپنا ایک ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھے ہوئے تھی اور دوسرا ہاتھ اپنے کان سے لگائے سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

''میرے لیے اس سے کچھ خاص فرق نہیں پڑتا کہ وہ گھر پر نہیں ہے'' روزا ڈارٹل نے متکبرانہ انداز میں کہا ''میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ میں تمھیں ہی دیکھنے کے لیے آئی ہوں۔''

''مجھے؟'' نرم آواز میں کہا گیا۔

یہ آواز سنتے ہی میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی کیونکہ یہ آواز ایملی کی تھی!

''ہاں'' روزا ڈارٹل نے جواب دیا ''میں یہاں تمھیں دیکھنے ہی آئی ہوں۔ کیا؟'' تم اس پر شرمندہ نہیں ہو جو کچھ کیا تم نے؟''

اس کے لہجے سے چھلکتی نفرت، سرد مہری، تندہی اور غیض نے اسے میری آنکھوں کے سامنے اس طرح لا دیا جیسے میں نے اسے روشنی میں کھڑی دیکھا ہو۔ میں نے اس کی چمکتی سیاہ آنکھیں اور برباد ہو چکے جذبات والے جسم کو دیکھا، اور میں نے دیکھا کہ اس کے ہونٹ کے زخم کے نشان میں سفیدی آ چکی تھی اور بولتے وقت شدید غصے کے سبب وہ کانپ رہی تھی۔

''میں دیکھنے آئی ہوں'' اس نے کہا ''جیمس اسٹیرفورتھ کے واہیے کو، اس لڑکی کو جو اس کے ساتھ بھاگ گئی اور اپنے آبائی وطن میں عام لوگوں کے درمیان چرچا کا باعث بنی ہوئی جیمس اسٹیرفورتھ جیسے انسان کی ساتھی۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ اس طرح کی لڑکی ہے کیسی۔''

کچھ سرسراہٹ سی ہوئی، جیسے وہ بدنصیب لڑکی، جس پر روزا ڈارٹل نے طعنے تشنے کا انبار لگا دیا تھا، دروازے کی طرف بھاگی ہو اور روزا جلدی سے اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی ہو۔ اس کے بعد لمحے بھر کو خاموشی چھا گئی۔

جب روزا ڈارٹل پھر بولی تو اس نے دانت پر دانت جما رکھے تھے اور فرش پر پیر پٹکنے کی آواز سنائی دی۔

"وہیں رک جاؤ!" اس نے کہا "ورنہ میں پورے گھر میں تمھاری موجودگی کا اعلان کر دوں گی اور پوری گلی میں شور کر دوں گی۔ اگر تم نے مجھ سے بھاگنے کی کوشش کی، تو میں تمھیں روک لوں گی تمھارے بال پکڑ کر، اور تم پر یہ پتھر دے ماروں گی!"

صرف سہمی ہوئی دھیمی آواز ہی میرے کانوں تک پہنچ سکی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میری سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ اب یہ انٹرویو ختم ہو جائے لیکن میں نے محسوس کیا کہ یہاں مجھے خود کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ صرف مسٹر پیگٹی کو ہی یہ حق تھا کہ وہ ایملی کو یہاں آ کر دیکھیں اور اسے برآمد کر لیں۔ کیا وہ کبھی نہ آئیں گے؟" میں نے بے قراری کے ساتھ دل میں سوچا۔

"ہائے، خدا کے لیے مجھے جانے دیجیے!" ایملی نے روتے ہوئے کہا۔ آپ جو بھی ہوں، آپ میری قابلِ رحم کہانی جانتی ہیں اور خدا کے لیے مجھے معاف کر دیجیے اگر آپ بھی معاف کر دی جائیں۔"

"اگر میں بھی معاف کر دی جاؤں!" روزا نے تمتماتے ہوئے کہا "تمھارے خیال سے ہم دونوں میں ایک جیسا کیا ہے؟"

"ہم دونوں کی جنس کے سوا اور کچھ نہیں۔" ایملی نے بلکتے ہوئے کہا۔

"اور یہ" روزا ڈارٹل نے کہا "اتنا مضبوط دعویٰ ہے اور وہ بھی ایک ایسی بدنام لڑکی کی طرف سے کہ اگر میرے دل میں تمھارے لیے نفرت اور کراہت کے سوا کسی اور قسم کا جذبہ ہوتا تو وہ میرے سینے میں جم کر رہ جاتا۔ جنس! تم اپنی ہم جنسوں کے لیے وقار ہو!"

"میں اس سلوک کی مستحق ہوں" ایملی نے بے ساختہ کہا "لیکن یہ بڑا خوفناک ہے!

پیاری، بہت پیاری خاتون، سوچیے کہ میں نے کیا کیا ذلتیں اور تکلیفیں جھیلی ہیں اور میں کتنی گر چکی ہوں! اف، مارتھا، واپس آ جاؤ! اف گھر، گھر!''

روزا ڈارٹل دروازے کے پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور نیچے دیکھنے لگی جیسے ایملی اس کے پاؤں پڑ رہی ہو۔ اب اس کے اور میرے روشنی کے درمیان ہو جانے سے میں اس کا ٹیڑھا ہونٹ اور ظالم آنکھیں دیکھ سکتا تھا جو اب ایک ہی جگہ پر مرکوز تھیں، فتحمندی کے احساس کے ساتھ۔

''میں جو کچھ کہہ رہی ہوں، سنو!'' اس نے کہا، اور اپنی یہ بناوٹی ادائیں ان لوگوں کے لیے محفوظ رکھو جنھیں تم فریب دو گی۔ کیا تم امید کرتی ہو کہ تمھارے آنسوؤں کا مجھ پر کوئی اثر ہو گا؟ اس سے زیادہ نہیں جتنا کہ تم مسکرا کر مجھے خوش کر دیتیں، تم زرخرید غلام۔''

''اف، مجھ پر کچھ ترس کھائیے! ایملی نے چیختے ہوئے کہا'' مجھ پر کچھ تو رحم کیجیے ورنہ میں پاگل ہو کر مر جاؤں گی!''

''یہ کوئی بڑا کفارہ نہ ہو گا تمھارے جرائم کا'' روزا ڈارٹل نے کہا'' جانتی ہو تم نے کیا کیا ہے؟ تم نے کبھی اس گھر کے بارے میں سوچا ہے جسے تم نے برباد کر ڈالا؟''

''اف، ایسی بھی کوئی رات یا دن گذرتا ہے جب میں اس کے بارے میں نہیں سوچتی!'' ایملی نے بے ساختہ کہا، اور اب میں اسے گھٹنوں کے بل بیٹھی دیکھ سکتا تھا، سر پیچھے کی طرف جھکائے ہوئے، اس کا پیلا چہرہ اوپر کی جانب، دونوں ہاتھ بھینچے ہوئے اور اس کے بال چہرے پر بکھرے ہوئے۔'' کیا ایسا بھی ایک منٹ گذرا ہے، جاگتے یا سوتے، جب یہ میرے سامنے نہ رہا ہو، بالکل اسی طرح جیسے ان دنوں میں رہا کرتا تھا جب میں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے منھ موڑ لیا! اف، گھر، گھر، اف، پیارے، پیارے چاچا، اگر آپ جان پاتے کہ آپ کا پیار مجھے کتنی تکلیف پہنچائے گا آپ سے دور رہنے پر، تو آپ مجھ سے اتنا پیار نہ جتاتے بلکہ مجھ سے خفا ہوتے، کم از کم میری زندگی میں ایک بار، جس سے مجھے کچھ سکون مل جاتا! میرا کوئی ایسا نہیں ہے، کوئی ایسا نہیں ہے، دنیا میں کوئی نہیں ہے، کیونکہ سب نے مجھے ہمیشہ پسند ہی کیا!'' اسکرٹ پکڑنے کی کوشش میں وہ کرسی پر بیٹھی اس تحکم آمیز عورت کے آگے خوش آمد کرنے کے لیے منہ کے بل گر پڑی۔

روزا ڈارٹل بیٹھی اسے اس طرح تکتی رہی جیسے وہ پیتل کی ساکت مورت ہو۔ اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے جیسے وہ جانتی تھی کہ اسے خود پر بہت قابو رکھنا چاہیے۔ میں وہی لکھ رہا ہوں جو میں ایمانداری سے محسوس کرتا ہوں ـــــــ ورنہ اس کا دل بے قرار ہو جائے گا کہ اس خوبصورت لڑکی کو لات سے مارنے لگے گی۔ میں نے خاص طور سے محسوس کیا کہ روزا کی ساری طاقت اور اس کا کردار اس اظہار میں سمٹ کر آ گیا ـــــ کیا وہ کبھی نہیں آئے گا؟

''ان کیچوؤں کا بدبخت غرور!'' اس نے کہا جب سینے میں دہکتی نفرت کی آگ پر اس حد تک قابو پالیا کہ وہ بول سکے۔ ''تمھارا گھر؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میرا خیال کبھی ادھر بھی جاتا ہے یا سمجھتی ہو کہ تمھاری اس حرکت سے اس ذلیل جگہ کو کوئی نقصان پہنچا ہے، جس کی تلافی پیسہ نہ کر پائے گا، اور خاصی موٹی رقم؟ تمھارا گھر! اپنے گھر میں چل رہے پیشے کی تم ایک حصہ تھیں اور کسی بھی فروخت کی جانے والی شے کی طرح تم بھی خریدی اور بیچی گئیں۔''

''ایسا مت کہیے۔'' ایملی نے بے ساختہ کہا۔ مجھے کچھ بھی کہیے لیکن میری تذلیل اور شرمناکی کو اس سے آگے مت لے جایئے جتنا میں نے کیا ہے، اور ان لوگوں پر مت تھوپیے جو اتنے ہی باعزت ہیں جتنی کہ آپ! ایک عورت ہوتے ہوئے ان کی کچھ تو عزت کیجیے، اگر آپ کے دل میں میرے لیے ذرا بھی رحم نہیں ہے۔''

''میں کہتی ہوں'' اس نے اس التجا کا ذرا بھی اثر نہ لیتے ہوئے اور اسکرٹ ایملی کے چھو لینے سے خراب ہو جانے کے ڈر سے کھینچتے ہوئے کہا ''میں اس (اسٹیرفورتھ) کے مکان کے بارے میں کہہ رہی ہوں ـــــــ جہاں میں رہتی ہوں۔'' اس نے اپنا ہاتھ ہتک آمیز انداز میں بڑھاتے ہوئے منھ کے بل پڑی ایملی کو دیکھتے ہوئے کہا ''یہی جڑ ہے ماں اور اس کے شریف بیٹے کے مابین تفرقہ پیدا کرنے کی، ایک ایسے گھر کو غم میں ڈبو دینے کی، جہاں یہ ایک نوکرانی کی حیثیت سے بھی داخل نہیں کی جاسکتی تھی، غصے کی، کڑھنے کی اور رسوائی کی ـــــ آلودگی کا یہ ٹکڑا، لبِ دریا سے اٹھا کر گھنٹے بھر تک زیادہ سے زیادہ استعمال کے بعد پھر اس کی اصل جگہ واپس اچھال دینے کے لیے ہے!''

''نہیں، نہیں'' ایملی نے اپنے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے چلا کر کہا ''جب وہ پہلی بار

میرے راستے میں آیا ـــــــ کاش وہ دن میں نے کبھی نہ دیکھا ہوتا، وہ مجھے میری قبر تک لے جانے کے لیے مجھ سے ملا تھا! میں اتنے ہی اچھے طریقے سے پلی بڑھی تھی جتنی اچھی طریقے سے آپ یا کوئی دوسری عورت اور ایک اتنے ہی اچھے آدمی کی بیوی بننے جا رہی تھی جیسے کہ آپ یا دنیا کی کوئی عورت کبھی شادی کر سکتی ہے۔ اگر آپ اس کے گھر میں رہتی ہیں اور اسے جانتی ہیں، تو آپ شاید جانتی ہیں کہ ایک کمزور اور بیکار قسم کی لڑکی کے لیے اس کی طاقت کیا ہو سکتی تھی۔ میں اپنا دفاع نہیں کر رہی ہوں لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں اور وہ بھی اچھی طرح جانتا ہے یا جب وہ مرنے لگے گا تو جانے گا، اور اس سے اس کا ذہن خائف ہے کہ اس نے مجھے دھوکہ دینے میں اپنی ساری طاقت لگا دی اور یہ کہ میں نے اس کی باتوں کا یقین کیا، اس پر بھروسا کیا اور اس سے محبت کی!''

روزا ڈارٹل کرسی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی اور پیچھے ہٹ کر پوری طاقت سے اس نے ایملی کو لات ماری، چہرے پر ایسی حقارت تھی اور جذبے کے ہیجان کی شدت سے اس کا چہرہ ایسا سیاہ اور بدنما ہو گیا تھا کہ میں نے خود کو ان دونوں کے درمیان جیسے پھینک سا دیا۔ وار جس کا کوئی نشانہ نہ تھا، ہوا میں ہی رہ گیا۔ اب وہ کھڑی اپنے کپڑے برابر کر رہی تھی، ایملی کو ایسی ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہوئی جتنی کہ وہ کر سکتی تھی اور سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھی، میرے خیال میں میں نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی دیکھ سکتا تھا۔

''تم اس سے محبت کرتی ہو؟ تم؟'' اس نے اپنا کانپتا ہاتھ اس طرح ہلاتے ہوئے کہا جیسے بس اس میں کسی اسلحے کی ضرورت رہ گئی تھی جسے وہ ایملی کے پیٹ میں گھونپ دیتی۔

ایملی سمٹ کر میری نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ کوئی جواب سنائی نہیں پڑا۔

''اور تم اسے مجھ سے بتا رہی ہو، اپنے ذلیل ہونٹوں سے؟'' اس نے مزید کہا ''وہ لوگ ان پر کوڑے کیوں نہیں برساتے؟ اگر میں اسے کوڑے مارنے کا حکم دے سکتی تو میں اس لڑکی کو اتنا پٹواتی کہ اس کا دم نکل جاتا۔''

اور وہ یقیناً ایسا ہی کرتی، اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں۔

وہ رفتہ رفتہ بہت زور سے ہنس پڑی اور ایملی کی طرف اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرنے لگی جیسے وہ دیوتاؤں اور آدمیوں کے لیے شرمناک نظارہ ہو۔

''محبت کرتی ہے!'' اس نے کہا ''وہ مردار! اور وہ اس کا بہت خیال رکھتا تھا، یہ مجھ سے کہے گی۔ ہا، ہا! کتنے چھوٹے ہوتے ہیں یہ مطلبی سوداگر!''

اس کے تضحیک کا انداز اس کے چھپے ہوئے غصے سے زیادہ برا تھا۔ ان دونوں میں میں اس کے لیے موخرالذکر کا سامنا کرنے کو ترجیح دیتا۔ جب وہ کچھ ڈھیلی پڑ جاتی تو صرف ایک لمحے کے لیے۔ اس کے بعد وہ کمر کس کر اور تندہی سے یہ کام کرنے لگتی۔

''عشق کا خالص منبع'' اس نے کہا ''میں یہاں وہی دیکھنے آئی تھی، جو میں نے شروع میں تم سے کہا ہے ــــ کہ آخر تم ہو کیا چیز۔ میں مشتاق تھی تمھیں دیکھنے کی۔ اب میں مطمئن ہوں۔ میں تم سے یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ تمھیں پوری طاقت اور رفتار سے اپنے گھر بھاگ جانا چاہیے اور وہاں جا کر اپنا چہرہ چھپا لو جہاں تم جیسے ہی شاندار لوگ تمھاری راہ دیکھ رہے ہیں اور جو تم سے پیسہ پا کر خوش ہو جائیں گے۔ جب سارا پیسہ ختم ہو جائے، تو تم پھر کسی کی باتوں کا یقین کر کے اس پر بھروسا کر کے پھر اس سے محبت کرنے لگنا، سمجھ گئیں! میں تو تمھیں ایسا ٹوٹا کھلونا سمجھتی تھی جس کا وقت ختم ہو چکا بیکار جھوٹا سلمہ، ستارہ جسے استعمال کے بعد پھینک دیا گیا۔ لیکن تمھیں سچا سونا جیسا پا کر اور ایک عورت، غلط استعمال کی گئی ایک معصوم جس کا دل پھر محبت اور بھروسے سے معمور ہو چکا ہے ــــ جیسی تم نظر آتی ہو اور تمھاری کہانی میں خاصا دم ہے! ــــ مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے۔ ٹھیک سے سن لو اسے، کیونکہ میں جو کہہ رہی ہوں، اسے کروں گی۔ تم میری بات سن رہی ہو پری زادی؟ میں جو کچھ کہتی ہوں اسے ضرور کرتی ہوں۔''

ایک لمحے کے لیے پھر اس کو بہت تیز غصہ آ گیا لیکن یہ اس کے چہرے پر آ کر فوراً ہی گذر گیا اور وہ مسکرانے لگی۔

''کہیں چھپ رہو'' اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''اگر اپنے گھر میں نہیں تو کہیں اور۔ کسی ایسی جگہ جہاں کوئی پہنچ نہ پائے ــــ گمنامی کی زندگی ــــ یا اس سے بہتر ہوگی گمنامی کی موت۔ مجھے حیرت ہے اگر تمھارا محبت بھرا دل ٹوٹ نہ جائے گا۔ تم اسے خاموش بیٹھنے کے لیے مجبور کر ہی نہیں سکتیں! میں نے کبھی کبھی ایسے راستوں کے بارے میں سنا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ انھیں آسانی سے پایا جا سکتا ہے۔''

ایملی کی ہلکی سی چیخ نے مداخلت کی۔ روزا رک گئی اور اسے اس طرح سننے لگی جیسے یہ موسیقی ہو۔

''شاید میں کچھ عجیب مزاج کی ہوں'' روزا ڈارٹل کہتی گئی ''لیکن میں اتنی آزادی سے ہوا میں سانس نہیں لے سکتی جتنی آزادی سے تم لیتی ہو۔ مجھے یہ آلودہ سی لگتی ہے۔ اس لیے مجھے اسے صاف کرنا ہوگا۔ میں اسے تم سے پاک کروں گی۔ اگر تم یہاں کل رہتی ہو تو میں تمھاری کہانی اور تمھارے کردار کے بارے میں مشترکہ زینے پر سے اعلان کردوں گی۔ اس عمارت میں اچھی عورتیں رہتی ہیں، مجھے بتایا گیا ہے اور یہ افسوس کی بات ہے کہ ان کے درمیان تم جیسی عورت یہاں چھپی رہے۔ اگر یہ جگہ چھوڑ کر تم اس شہر میں کسی اور جگہ اپنے اصلی روپ (جو تم شوق سے کر سکتی ہو، بغیر میرے ستائے ہوئے) کے علاوہ کسی اور شکل میں پناہ لیتی ہو تو تمھارے ساتھ ویسا ہی کیا جائے گا، اگر مجھے اس کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کا سہارا لیتے ہوئے جو ابھی بہت پہلے نہیں، تمھارا ہاتھ مانگنے کا خواہاں تھا، اس بات کا جہاں تک تعلق ہے میں اس کے بارے میں بالکل پُر اعتماد اور پُر جوش ہوں۔''

''کیا وہ کبھی نہیں آئیں گے، کبھی نہیں آئیں گے؟ آخر کب تک میں اسے اس طرح برداشت کرتی رہوں گی؟ کب تک میں اسے برداشت کر سکتی ہوں؟

''اف مجھے، اف مجھے!'' مظلوم ایملی نے چیختے ہوئے ایسے لہجے میں کہا جو سخت سے سخت دل کو بھی چیر دیتا لیکن روزا کی زہر خند مسکراہٹ میں ذرا بھی کمی نہ آئی ''میں کیا، آخر کیا کروں!'' ایملی نے روتے ہوئے کہا۔

''کیا کرو؟'' روزا نے جواباً کہا ''اپنی خوش فہمیوں کی دنیا میں رہو! اپنے وجود کو جیمس اسٹیر فورتھ کی یادوں اور اس کی محبت کے لیے وقف کردو ـــــــ وہ تمھیں اپنے خدمت گار کی بیوی بنا دیتا۔ کیا نہیں بنا دیتا؟ ــــ یا ایسے شخص کی شکر گزار ہو جاؤ جو تمھیں اپنے لیے ایک تحفے کی طرح قبول کر لیتا۔ یا اگر یہ ساری قابلِ فخر یادیں اور خود اپنی خوبیوں کے احساس اور ہر ذی روح کی نظر میں ان لوگوں نے تمھیں جس باعزت مقام پر پہنچا دیا ہے، اس سے تمھارا جی نہ بھرے تو پھر تم اس نیک آدمی (لٹیمر) سے شادی کرلو اور ٹھاٹ سے رہو۔ اگر اس سے بھی دل نہ بھرے تو پھر مر جاؤ!

اس طرح مرجانے کے تمام طریقے ہیں۔ ایسی مایوسی میں کوئی ایک طریقہ اپنالو اور جنت کے لیے پرواز کر جاؤ!''

میں نے دور زینے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنی۔ میں یہ جانتا تھا، مجھے یقین تھا۔ یہ وہی تھے، خدا کا شکر ہے!

یہ کہنے کے بعد وہ دھیرے دھیرے دروازے کے پاس سے ہٹی اور میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

''لیکن دھیان رکھنا!'' اس نے جانے کے لیے دوسرا دروازہ کھولتے ہوئے دھیمے سے سخت لہجے میں کہا ''کسی وجہ سے میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ مجھے تم سے اتنی نفرت ہے کہ میں تمھیں اسی طرح ذلیل کرتی رہوں گی جب تک کہ تم میری پہنچ سے دور نہیں ہوجاتیں یا اپنے چہرے سے خوبصورتی کا نقاب پھینک نہیں دیتیں۔ مجھے اتنا ہی کہنا ہے اور میں جو کچھ کہتی ہوں اسے ضرور کرتی ہوں!''

زینے پر آتی قدموں کی آہٹ اور قریب تر ہوتی گئی۔ جب وہ نیچے اتر گئی تو آہٹ بالکل قریب ہوگئی ـــــ اور پھر دوڑ کر کمرے میں پہنچ گئی!

''چاچا!''

اس لفظ کے بعد دردناک چیخ سنائی پڑی۔ میں ایک لمحے کے لیے رکا اور اندر دیکھا تو انھیں بدحال ایملی کو سہارا دیتے پایا۔ وہ چند سکنڈ تک حیرت سے اس کے چہرے کو تکتے رہے پھر بڑھ کر اسے چوم لیا ـــــ اف، کتنے پیار سے! ـــــ اور اس کے چہرے کے سامنے ایک رومال کھینچ دیا۔

''ماسٹر ڈیوی، انھوں نے اس کا چہرہ ڈھک دینے کے بعد دھیمے سے بھرّائی آواز میں کہا ''میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرا خواب سچ ثابت کردیا! میں تہِ دل سے اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے الگ انداز میں میری رہنمائی کی جس سے میں اپنی دلاری کو واپس پا گیا!''

یہ کہتے ہوئے انھوں نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھا لیا اور اس کا بانقاب چہرہ ان کے چہرے کی طرف سینے پر رکھا ہوا، وہ اسے لے کر بالکل خاموش سکتے کے عالم میں زینے سے نیچے اترنے لگے۔

●●●

باب 51

ایک طویل تر سفر کا آغاز

اگلے روز صبح ابھی سویرا ہی تھا جب میں اپنے باغ میں اپنی دادی (جواب ڈورا کی دیکھ بھال میں مصروف رہنے کے سبب بہت کم ہی ورزش کرنے کا وقت نکال پاتی تھیں) کے ساتھ ٹہل رہا تھا تو مجھے بتایا گیا کہ مسٹر پیگٹی مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں گیٹ کی طرف جا رہا تھا تو آدھے ہی راستے میں مسٹر پیگٹی مل گئے اور انھوں نے اپنے سر سے ٹوپی اتار لی جیسا کہ وہ ہمیشہ میری دادی کو دیکھتے ہی تعظیماً کیا کرتے تھے جن کے لیے ان کے دل میں بہت زیادہ عزت تھی۔ میں اپنی دادی کو وہ سب بتا رہا تھا جو رات کو واقع ہوا تھا۔ ایک لفظ بھی بولے بغیر وہ بڑی سنجیدگی سے آگے بڑھیں اور مسٹر پیگٹی سے ہاتھ ملایا اور ان کا شانہ تھپتھپایا۔ یہ سب کچھ ایسے تاثر کے ساتھ کیا گیا کہ انھیں ایک لفظ بھی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مسٹر پیگٹی نے بھی اسے اسی طرح لیا جیسے میری دادی نے ہزاروں الفاظ کہہ ڈالے ہوں۔

''اب میں چلوں گی ٹراٹ'' دادی نے کہا ''اور ننھی کلی کو دیکھوں گی جواب اٹھنے ہی والی ہوگی۔''

''میرے آجانے کی وجہ سے نہیں محترمہ، مجھے امید ہے؟'' مسٹر پیگٹی نے کہا۔

''آپ کو ان سے کچھ کہنا ہے، میرے اچھے دوست'' میری دادی نے جواب دیا ''اور

میرے نہ رہنے پر آپ اور بہتر طور پر کہہ سکیں گے۔''

''آپ کے چلے جانے سے محترمہ؟'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''اگر آپ یہاں موجود رہیں تو مجھے اور خوشی ہوگی۔''

''ایسا؟'' دادی نے خوش دلی سے کہا ''تب تو میں ضرور موجود رہوں گی۔''

لہٰذا انھوں نے مسٹر پیگٹی کا بازو پکڑ لیا اور باغ کے کنارے پتیوں سے ڈھکے چھوٹے سے جھونپڑے میں چلی گئیں جہاں وہ ایک بنچ پر بیٹھ گئیں اور میں ان کی بغل میں بیٹھ گیا۔ بنچ پر مسٹر پیگٹی کے لیے بھی بیٹھنے کی جگہ تھی لیکن انھوں نے زنگ آلود میز پکڑ کر کھڑے رہنے کو ہی ترجیح دی۔ جب وہ بولنا شروع کرنے سے قبل کھڑے اپنی ٹوپی کی طرف دیکھنے لگے تو میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ ان کا قوی ہاتھ کتنی طاقت اور عزم کا مظاہرہ کر رہا تھا اور ان کی گھنی بھوں اور روپہلے بال کے لیے کتنا قابلِ اعتماد ساتھی تھا یہ ہاتھ!

''میں اپنی پیاری بچی کو کل دور لے گیا،'' مسٹر پیگٹی نے نظریں ہماری جانب اٹھاتے ہوئے کہنا شروع کیا ''اپنی اس رہائش گاہ پر جہاں میں ایک عرصے سے اس کے آنے کی راہ دیکھ رہا تھا اور اس کے لیے تیاری کر رہا تھا۔ اسے یہ جان پانے میں گھنٹوں لگ گئے کہ میں اس کے پاس پہنچ چکا ہوں اور جب وہ پوری طرح ہوش میں آگئی تو وہ میرے قدموں پر گر پڑی اور مجھ سے اس طرح سب بتانے لگی جیسے التجا کر رہی ہو۔ آپ میرا یقین کریں، جب میں نے اس کی آواز سنی، جیسے کہ پہلے اپنے گھر پر سنا کرتا تھا —— اور اس کی منکسر مزاجی اور شرم ساری دیکھی تو جیسے میرے دل میں گہرا زخم ہوگیا ہو۔''

انھوں نے اپنی آستین چہرے پر کھینچی، اس کا مقصد چھپانے کی ذرا بھی کوشش نہ کرتے ہوئے، (آنسو پونچھنے کے لیے) پھر گلا صاف کرتے ہوئے بولے:

''اس تکلیف کا احساس بہت دیر تک قائم نہیں رہا کیونکہ ایملی مل چکی تھی۔ بس میرے یہ سوچتے ہی کہ وہ مل گئی، ساری تکلیف فوراً غائب ہوگئی۔ میں نہیں جانتا کہ میں اب اس کا اتنا ذکر کیوں کر رہا ہوں۔ ابھی ایک منٹ قبل تک میرے ذہن میں ایک لفظ بھی نہیں تھا جو میں اپنے بارے میں کہتا لیکن یہ باتیں میرے ذہن میں ایسے فطری انداز میں آتی گئیں کہ میں کہتا گیا اس

سے قبل کہ مجھے یہ احساس ہو پاتا کہ مجھے یہ سب نہیں کہنا چاہیے۔

''آپ خود کو فراموش کرتے رہنے والے انسان ہیں'' میری دادی نے کہا ''اور آپ کو اس کا صلہ ملے گا۔''

مسٹر پیگٹی نے جن کے چہرے پر پتیوں کا عکس پڑ رہا تھا، اچانک سر دادی کی طرف اس طرح جھکا دیا جیسے وہ ان کی نیک رائے کا شکریہ ادا کر رہے ہوں، پھر انھوں نے گفتگو کا وہ دھاگا پکڑ لیا جسے چھوڑ دیا تھا۔

''جب میری ایملی بھاگی'' انھوں نے غم و غصے سے کہا ''اس گھر سے جہاں اس ناگ نے اسے قیدی بنا رکھا تھا، جیسا کہ ماسٹر ڈیوی نے دیکھا ـــــ اور اس کی کہانی صحیح تھی، خدا اس کو اس کی سزا دے! ـــــ وہ رات کو بھاگ نکلی۔ یہ ایک اندھیری رات تھی اور آسمان میں بہت سے تارے جھلملا رہے تھے۔ اس پر دیوانگی سی طاری تھی۔ وہ سمندر کے کنارے بھاگتی رہی، اس امید سے کہ پرانی کشتی (مکان) مل جائے گی اور وہ ہم لوگوں سے چلا کر کہے گی کہ ہم لوگ اپنے چہرے دوسری طرف گھما لیں کیونکہ وہ آ رہی ہے۔ اس نے اپنی چیختی آواز اس طرح سنی جیسے یہ کسی اور کی آواز ہو اور بھاگتی ہوئی نوکیلے پتھروں اور چٹانوں سے خود کو زخمی کرتی ہوئی یہ محسوس کرنے لگی جیسے وہ خود بھی چٹان ہو گئی ہے۔ جب سے اس نے بھاگنا شروع کیا اس کی آنکھوں میں آگ جلتی رہی اور کانوں میں بھیانک آواز آتی رہی ـــــ اچانک ـــــ یا اس نے ایسا سمجھا ـــــ آپ سمجھ لیں ـــــ صبح ہو گئی، موسم میں نمی تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی، اور وہ کنارے پتھروں کے انبار کے نیچے پڑی تھی، اور ایک عورت اس سے باتیں کر رہی تھی، دیہاتی زبان میں پوچھ رہی تھی کہ ایسا کیا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اس حالت کو پہنچ گئی؟''

انھوں نے وہ سب بیان کر دیا، جو کچھ دیکھا تھا۔ ان کے منہ سے یہ ایسا ہی لگ رہا تھا، وہ اتنے خلوص سے جذباتی انداز میں پیش کر رہے تھے، کہ میں اتنے موثر طریقے سے بیان نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایک عرصہ بعد اسے لکھتے ہوئے مجھے یقین نہیں آ رہا ہے لیکن لگتا ہے ان مناظر کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، ان کے الفاظ میرے دل میں اتنے ہی حیرت انگیز تاثر کے ساتھ نقش ہیں۔

''جب ایملی کی آنکھوں نے ـــــ جو غم کے بوجھ سے نڈھال تھیں، اس عورت کو ٹھیک

سے دیکھا'' مسٹر پیگٹی بتاتے گئے'' تب وہ سمجھ گئی کہ وہ ان عورتوں میں سے ایک تھی جن سے وہ سمندر کے کنارے اکثر باتیں کیا کرتی تھی۔ کیونکہ اگر چہ وہ گھر سے بھاگی تھی (جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں) تب سے اب تک رات کو وہ اکثر بہت دور دور تک، کچھ دور پیدل، کچھ دور تک کسی کشتی یا چھکڑے میں چلتی رہتی تھی اور اس پورے علاقے کو جانتی تھی۔ سمندر کے کنارے میل در میل۔ اس عورت کا اپنا کوئی بچہ نہیں تھا، یہ ایک کمسن بیوی تھی لیکن لگتا تھا جیسے بہت پہلے اس کا کوئی بچہ رہا ہو۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ یہ اس کے لیے مسرّت اور آرام کا سبب بنے۔ اس کے لیے تمام عمر عزت کا ذریعہ رہے اور اپنی ماں سے محبت رکھے اور بڑھاپے میں اس کی خوب خدمت کرے اور آخر تک اس کا مددگار رہے۔ اس کے لیے وہ فرشتہ جیسا ثابت ہو!''

''آمین!'' میری دادی نے جلدی سے کہا۔

''وہ ایک دبی کچلی ڈرپوک لڑکی رہی ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے کہا'' وہ شروع میں سمندر کے کنارے بیٹھی کتائی بنائی کیا کرتی تھی، جب ایملی بچوں سے باتیں کیا کرتی تھی۔ لیکن جب ایملی کا اس کی طرف دھیان گیا اور اس نے اس سے باتیں کیں، چونکہ اس عورت کو بھی بچوں سے دلچسپی تھی، جلد ہی ان دونوں میں دوستی ہو گئی۔ اس کے بعد ایملی جب بھی ادھر جاتی، وہ ایملی کو پھول پیش کرتی۔ اب اس نے پھر ایملی سے پوچھا کہ ایسا کیا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اس حالت کو پہنچ گئی۔ ایملی نے اسے سب کچھ بتا دیا اور وہ اسے اپنے گھر لے گئی۔ اس نے واقعی ایسا کیا۔ وہ ایملی کو اپنے گھر لے گئی'' مسٹر پیگٹی نے اپنا چہرہ ڈھانپتے ہوئے کہا۔

وہ اس عورت کی اس رحمدلی سے اتنے زیادہ متاثر ہوئے تھے کہ میں نے ایملی کے جانے کے بعد سے انھیں کسی چیز سے اتنا متاثر ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ میری دادی اور میں نے مخل ہونے کی کوشش نہ کی۔

''یہ ایک بہت چھوٹا سا مکان تھا، آپ سمجھ لیں'' انھوں نے کہا'' لیکن اس میں اس نے ایملی کے لیے جگہ نکال لی —— اس کا شوہر سمندر میں دور گیا ہوا تھا —— اور اس نے اسے چھپائے رکھا اور اپنے پڑوسیوں (گھر کے آس پاس زیادہ لوگ نہیں رہتے تھے) سے بھی اسے چھپائے رکھا۔ ایملی کو بخار آ گیا اور جو بات میرے لیے حیرت کا باعث ہے، وہ یہ ہے ——

ہوسکتا ہے، پڑھے لکھے لوگوں کے لیے اس میں حیرت کی کوئی بات نہ ہو ـــــ اس علاقے کی بولی اس کے سر سے گذر جاتی تھی اور وہ صرف اپنی زبان بول سکتی تھی جسے وہاں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ ایملی بتاتی ہے جیسے اس نے یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ وہاں پڑی رہتی تھی، ہمیشہ اپنی زبان میں بولتی ہوئی، ہمیشہ اس یقین کے ساتھ کہ اس کی پرانی کشتی کہیں قریب ہی ہوگی اور وہ ان لوگوں سے گڑگڑا کر التجا کرے گی کہ وہ لوگ اس کے گھر جا کر بتا دیں کہ وہ کس طرح مر رہی ہے اور وہاں سے اس کے لیے معافی کی خبر لائیں خواہ صرف ایک لفظ ہی۔ قریب قریب وہ ہر وقت یہی سوچتی رہتی ـــــ اب جیسے وہ (اسٹیر فورتھ) چرخی کے پیچھے اسے جھانکتا رہتا تھا اور وہ کمرے میں بھی موجود رہتا تھا ـــــ اور وہ اس نیک خاتون سے گڑگڑاتی رہتی کہ اب وہ اسے اس کے حوالے نہ کرے اور وہ یہ بھی سمجھتی رہتی تھی کہ وہ عورت اس کی بولی نہیں سمجھ رہی ہے اور اسٹیر فورتھ اسے پھر اٹھا لے جائے گا۔ اسی طرح اس کی آنکھوں میں آگ جلتی رہتی اور کانوں میں بھیانک آواز آتی رہتی اور اس کے لیے نہ آج ہوتا نہ کل ہوتا اور نہ ہی پرسوں ہوتا، لیکن اس کی زندگی میں، جیسے وہ ہمیشہ رہی ہے یا ہمیشہ رہ سکتی ہے، سارے خیالات اس کے ذہن میں ایک ساتھ بھرے رہتے اور کوئی چیز صاف تھی نہ خوش آئند، اس کے باوجود وہ گاتی اور ہنستی رہتی تھی! یہ سلسلہ کب تک چلتا رہا، میں نہیں جانتا لیکن اس کے بعد پھر اسے ایسی نیند آئی اور اس نیند میں، پہلے سے بہت زیادہ گہری نیند، جس میں اس میں چھوٹے سے چھوٹے بچے جیسی کمزوری آگئی۔''

اتنا کہہ کر وہ رک گئے جیسے خود اپنے بیان کی وحشت سے کچھ دیر راحت پانے کے لیے۔

کچھ لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد انھوں نے اپنی کہانی پھر شروع کر دی ـــــ

''یہ ایک خوشگوار سہ پہر تھی جب اس کی آنکھ کھلی اور وہاں اتنی خاموشی تھی کہ وہاں نیلے سمندر کی لہروں کی ہلکی آواز کے علاوہ کسی اور قسم کی آواز سنائی نہیں پڑ رہی تھی۔ پہلے اس نے یہی سمجھا کہ وہ ایک اتوار کی صبح کو اپنے گھر پہنچ گئی ہے لیکن جب اس نے ہر بیل کی پتیاں سامنے کی پہاڑیوں پر دیکھیں تو اسے احساس ہوا کہ یہ وہ جگہ نہیں ہے اور اس کے اوّل الذکر خیال کی تردید ہوگئی۔ پھر اس کی بہی خواہ اس کے بستر کے پاس اسے دیکھنے آئی اور تب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی پرانی کشتی یہاں سے قریب نہیں ہے بلکہ بہت دور ہے اور وہ سمجھ گئی کہ اس وقت وہ کہاں ہے اور

کیوں ہے اور وہ اس کمسن عورت کے سینے سے لگ کر بلک بلک کر رونے لگی، جہاں میں سمجھتا ہوں، اب اس عورت کا بچہ لیتا ہوگا، اپنی خوبصورت آنکھوں سے اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہوا!''

وہ ایملی کی اس نیک بہی خواہ کے بارے میں بتاتے وقت اپنے آنسو روک نہیں پا رہے تھے۔اس کی کوشش کرنا بیکار ثابت ہو رہا تھا۔وہ پھر بلک کر رو پڑے اور اسے دعائیں دینے لگے!''

''اس نے میری ایملی کے ساتھ بڑی مہربانی کی'' انھوں نے ایسے جذباتی انداز میں کہا جس میں میں خود کو بھی شریک کرنے سے روک نہ سکا۔اور جہاں تک میری دادی کی بات ہے تو وہ بے تحاشا روئے جا رہی تھیں۔''اس نے ایملی کے ساتھ بڑی مہربانی کی اور وہ خود کو تبدیل کرنے لگی لیکن اس خطے کی بولی اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آ پا رہی تھی اور وہ مجبور تھی کہ اشاروں میں بات کرے۔وہ روز بروز اس میں بہتر ہوتی گئی، رفتہ رفتہ وہ دیگر عام چیزوں کے نام یاد کرنے لگی — ایسے نام جو اس نے زندگی میں کبھی نہیں سنے تھے — تب تک جب ایک شام وہ کھڑکی پر بیٹھی سمندر کے کنارے ایک چھوٹی بچی کو کھیلتے دیکھ رہی تھی اور اچانک اس لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ ''ملاح کی بیٹی، یہاں ایک سیپی ہے!'' کو انگریزی میں کیا کہیں گے — کیونکہ آپ سمجھتے ہوں گے، کہ پہلے ان لوگوں نے ایملی کو 'حسین عورت'' کہنا شروع کیا تھا جیسا کہ وہاں عموماً کہا جاتا ہے اور ایملی نے انھیں سکھایا کہ وہ لوگ اسے اس کے بجائے ''ملاح کی بیٹی'' کہا کریں۔بچی اچانک کہہ اٹھتی ہے 'ملاح کی بیٹی'، یہاں ایک سیپی ہے!'' ایملی اس کی بات سمجھ جاتی ہے اور وہ چلا کر جواب دیتی ہے، اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

جب ایملی کے کچھ طاقت آ جاتی ہے'' مسٹر پیگٹی نے ایک مختصر وقفے کے بعد بتانا شروع کیا ''وہ اس نیک مخلوق کو چھوڑ کر اپنے جانے کا ارادہ کرتی ہے۔تب اس عورت کا شوہر گھر آ چکا تھا اور ان دونوں نے مل کر ایملی کو لگ ہارن (Leghorn) جا رہے ایک تجارتی جہاز میں بٹھا دیا اور وہ وہاں سے فرانس آ گئی۔اس کے پاس تھوڑی سی رقم تھی لیکن یہ اتنی کم تھی، ان لوگوں نے ایملی کے ساتھ جتنا کچھ کیا اس کے لیے وہ کچھ بھی نہیں تھی۔میں اس پر بہت خوش ہوا، اگر چہ وہ لوگ بہت غریب تھے۔انھوں نے جو کچھ کیا وہ ایک ایسی جگہ رکھا ہے جہاں وہ کبھی برباد نہ ہوگا اور نہ اسے کوئی چور چرا سکتا ہے۔ماسٹر ڈیوی، یہ دنیا جہان کے خزانے سے زیادہ دنوں تک باقی رہے گا۔''

''ایملی فرانس آ گئی اور بندرگاہ کی ایک سرائے میں خاتون مسافروں کی خادمہ کی حیثیت سے کام کرنے لگی۔ وہیں، وہیں ایک دن وہ سانپ آ گیا ——— وہ کبھی میرے سامنے نہ آنے پائے۔ میں نہیں جانتا کہ میں اس کا کیا کر ڈالوں گا! —— جیسے ہی اس نے اسٹیر فورتھ کو دیکھا جس کی نظر ابھی تک اس پر نہیں پڑ پائی تھی، اس پر خوف اور وحشت طاری ہو گئی اور اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے بھاگ نکلی۔ وہ انگلینڈ آ گئی اور ڈوور کے ساحل کے کنارے رہنے لگی۔''

''میں ٹھیک سے نہیں جانتا'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''کہ اس کے دل نے اس کا ساتھ کب چھوڑ دیا لیکن انگلینڈ آتے وقت پورے راستے اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ اپنے پیارے گھر پہنچ کر ہی دم لے گی۔ جیسے ہی وہ انگلینڈ پہنچی اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ لیکن معاف نہ کیے جانے کا خوف، انگلی اٹھائے جانے کا خوف، ہم میں سے کسی کا اس کے غم میں مرجانے کا خوف، بہت سی باتوں کے خوف نے اسے اپنا پہلے والا ارادہ بدل دینے پر مجبور کر دیا: ''چاچا، چاچا'' وہ مجھ سے کہتی ہے ''اتنے دنوں سے میرا ریزہ ریزہ ہو چکا خون کے آنسو روتا دل جو کچھ کرنے کے لیے سوچتا رہا، یہاں پہنچ کر اسے نہ کر پانے کا ڈر سب سے بڑا ڈر تھا! جب میرا دل اس خیال سے بھر آیا تو میں لوٹ پڑی، کہ میں رات کے اندھیرے میں چپکے چپکے رینگتی ہوئی اپنی پرانی ڈیوڑھی پر پہنچ جاؤں گی، اسے بوسہ دوں گی اور اپنا گناہ گار چہرہ اس پر رکھ دوں گی اور صبح کو وہیں مری ہوئی ملوں گی۔''

''وہ لندن آ گئی'' مسٹر پیگٹی نے اپنی آواز سرگوشی جیسی کرتے ہوئے کہا ''وہ لندن آ گئی۔ چونکہ اس نے لندن زندگی میں کبھی دیکھا نہیں تھا —— تنہا، پاس میں پھوٹی کوڑی نہیں ——— جوان، اتنی خوبصورت —— وہ لندن آ گئی۔ جیسے ہی وہ یہاں پہنچی، اسی لمحے اس انجانے مقام پر اسے ایک بہی خواہ مل گئی (جیسا کہ وہ سمجھتی ہے) ایک نیک عورت جس نے بتایا کہ وہ سلائی کڑھائی کا کام کرتی ہے اور اس کو بہت سا کام دلا دیا کرے گی، اس نے کہا کہ وہ اس کے لیے رات کو سونے کے لیے بھی انتظام کر دے گی اور اگلے دن میرے گھر سے متعلق رازدارانہ طور پر معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرے گی۔ انھوں نے مارتھا کے تئیں شکر گذاری کے جذبے سے مغلوب ہوتے ہوئے اتنی زور سے کہا کہ وہ سر سے پاؤں تک کانپ اٹھے جب میری بچی ''بربادی کی کگر پر آ گئی، جو میں کہہ یا سوچ تک نہیں سکتا، تو اپنے وعدے کی پکی مارتھا نے اسے بچا لیا۔''

میں خوشی سے چیخ پڑنے سے خود کو روک نہ سکا۔

''ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے میرا ہاتھ اپنے قوی ہاتھ میں دباتے ہوئے کہا'' آپ ہی نے سب سے پہلے مجھ سے مارتھا کا ذکر کیا تھا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب! وہ مستعد تھی۔ اپنے تلخ تجربے سے وہ یہ جانتی تھی کہ ایملی کو کہاں تلاش کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔ اس نے وہ سب کیا اور خدا ہر چیز پر قادر ہے! وہ پریشان ہڑبڑائی سی ایملی کے پاس آتی ہے، جو سو رہی تھی۔ وہ اس سے کہتی ہے'' موت سے بھی بدتر نیند سے اب جاگ جاؤ اور میرے ساتھ چلو!'' اس گھر کے رہنے والے اسے روک دیتے لیکن ایسا کرنے سے جیسے وہ سمندر کو روک دیتے'' مجھ سے دور رہنا'' وہ کہتی ہے۔ میں ایک بھوت ہوں اور اسے اپنی کھلی قبر میں لے جا رہی ہوں!'' اس نے ایملی سے بتایا کہ اس نے مجھے دیکھا تھا اور جانتی تھی کہ میں اسے پیار کرتا ہوں اور میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ اس نے ایملی کو جلدی سے کپڑے میں لپیٹا —— اس نے اپنی کمزور لرزتی بانہوں میں اسے لے لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کہا، اس نے اس پر ذرا بھی دھیان نہ دیا جیسے اس کے کان تھے ہی نہیں۔ وہ ان لوگوں کے درمیان میری بچی کو لیے چلتی رہی، صرف اس کی طرف ہی سارا دھیان لگائے ہوئے اور رات کے اندھیرے میں اسے اس تباہی کے کالے گڑھے سے نکال لائی!''

''وہ میری ایملی کی دیکھ بھال کرتی رہتی'' مسٹر پیگٹی نے میرا ہاتھ چھوڑ کر اپنا ہاتھ اپنے دھونکتے سینے پر رکھتے ہوئے کہا'' وہ میری ایملی کی دیکھ بھال کرتی رہی جو تھک کر نڈھال پڑی تھی اور وہ اگلے روز رات ہونے تک ماری ماری پھرتی رہی۔ پھر وہ میری تلاش میں نکلی، پھر آپ کو تلاش کرنے لگی، ماسٹر ڈیوی۔ اس نے ایملی سے بتایا نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے کہ کہیں اس کا دل بیٹھنے نہ لگے۔ وہ ظالم عورت (روزا ڈارٹل) کیسے جان گئی کہ ایملی وہاں ہے، میں کہہ نہیں سکتا۔ میں اس کے بارے میں اتنا زیادہ کہتا رہا ہوں، اس نے اتفاقاً ان دونوں کو اس کمرے میں جاتے دیکھ لیا تھا یا پھر (جو بات میرے ذہن میں زیادہ آتی ہے) کہ اس نے اس عورت سے یہ بات سن لی تھی، میں اس کے بارے میں زیادہ سوچنا نہیں چاہتا۔ میری بھتیجی مل گئی، میرے لیے یہی سب سے بڑی بات ہے۔''

مسٹر پیگٹی نے کہا'' رات بھر ہم لوگ ساتھ رہے، میں اور ایملی۔ اس نے ٹوٹے دل سے

آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جو کچھ کہا یہ اس سے بہت کم ہے جو میں نے اس کے پیارے چہرے پر پڑھ لیا۔ لیکن پوری رات اس کی بانہیں میرے گلے میں ہی جھولتی رہیں اور اس کا سر میرے سینے پر رکھا رہا اور ہم ایک دوسرے پر پہلے سے زیادہ اعتماد کرنے لگے ہیں۔''

وہ بولتے بولتے رک گئے اور ان کا ہاتھ میز پر ایک ایسے عزم سے رکھا ہوا نظر آ رہا تھا جیسے اس نے شیروں پر فتح حاصل کر لی ہو۔

''یہ میرے لیے روشنی کی ایک جھلک تھی، ٹراٹ'' دادی نے اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا ''جب میں نے تمھاری بہن بٹسی ٹراٹ ووڈ کی دینی ماں بننے کا تہیہ کیا تھا، جس نے مجھے مایوس کر دیا (نہ پیدا ہو کر) لیکن اس کے بعد اس نیک آدمی (پیگٹی) کی بچی کی دینی ماں بننے میں مجھے جتنی خوشی ہو رہی ہے، شاید ہی کسی اور بچے کی دینی ماں بننے میں مجھے اتنی خوشی ہوتی!''

مسٹر پیگٹی نے میری دادی کے جذبات کو سمجھتے ہوئے اپنا سر ہلا دیا لیکن خود میری دادی کی صرف یقین دہانی سے اتنے مطمئن نہ ہو سکے۔ ہم سبھی لوگ کچھ دیر تک خاموش اپنے اپنے طور پر سوچتے رہے (دادی اپنی آنکھیں پونچھتی ہوئی، اور اب سسکیاں لیتے ہوئے اور ہنستے ہوئے خود کو بیوقوف کہتی ہوئی) جب تک کہ میں نے بولنا شروع نہ کیا۔

''آپ نے اپنا ذہن بنا لیا ہے مسٹر پیگٹی، مستقبل کے لیے میرے اچھے دوست؟ میں پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔''

''بالکل، ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے جواب دیا ''اور ایملی سے بتا دیا ہے۔ یہاں سے بہت دور اور بھی اچھے ممالک ہیں۔ ہماری مستقبل کی زندگی سمندر پر محیط ہے۔''

''سب لوگ ساتھ ساتھ ہجرت کر جائیں گے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں'' مسٹر پیگٹی نے پرامید تبسّم سے کہا ''میری دلاری کو آسٹریلیا میں کوئی برا بھلا نہیں کہے گا۔ ہم وہاں ایک نئی زندگی شروع کریں گے!''

میں نے پوچھا کہ کیا انھوں نے اندازہ کر لیا ہے کہ انھیں جانے میں ابھی کتنے دن لگ جائیں گے۔

''میں آج صبح گیا تھا، جناب'' انھوں نے جواباً کہا ''جہازوں کے بارے میں پتہ کرنے

کے لیے۔کوئی چھے ہفتے میں یا اب سے دو ماہ کے اندر ایک جہاز آسٹریلیا کے لیے روانہ ہوگا —— میں نے آج صبح اس جہاز کو دیکھا —— اندر گیا —— اور ہم اس سے جائیں گے۔''

''بالکل تنہا؟''میں نے پوچھا۔

''ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، ماسٹر ڈیوی۔''انھوں نے جواب دیا''میری بہن، آپ جانتے ہیں، آپ کو کتنا چاہتی ہے اور وہ صرف اپنے دیس کے بارے میں ہی سوچتے رہنے کی عادی ہے۔ اسے یہاں سے لے جانا ذرا بھی مناسب نہ ہوگا۔اس کے علاوہ یہاں ایک شخص اور ہے جس کی ذمہ داری اس پر ہے، ماسٹر ڈیوی، جسے بھلایا نہیں جا سکتا۔''

''ہیم بے چارہ!''میں نے کہا۔

''میری نیک بہن اس کے گھر کی دیکھ بھال کرتی ہے سمجھ لیجیے محترمہ، اور وہ بھی اس سے بڑی محبت رکھتا ہے''مسٹر پیگٹی نے میری دادی کی معلومات کے لیے وضاحت کی۔ وہ بیٹھ کر بڑے سکون سے اس سے باتیں کرنے لگتا ہے، جب وہ کسی اور کے سامنے زبان کھولنے سے خود کو قاصر پاتا ہے۔ بے چارہ!''پیگٹی نے سر ہلاتے ہوئے کہا''اب اس کے لیے رہ ہی کیا گیا ہے!''

''اور مسز گمج؟''میں نے پوچھا۔

''ہاں، میں نے بہت غور کیا ہے، میں آپ سے بتاتا ہوں''مسٹر پیگٹی نے فکر مندانہ انداز میں کہا جوان کے بولنے کے ساتھ دھیرے دھیرے جاتی رہی''مسز گمج کے بارے میں۔ آپ سمجھ لیں کہ جب مسز گمج''پرانے ساتھی''کے بارے میں سوچنے لگتی ہیں تو وہ اس طرح نہیں رہ جاتیں جسے آپ اچھی صحبت کہہ سکیں۔ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان کی ہے، ماسٹر ڈیوی —— اور آپ کے بھی محترمہ —— جب مسز گمج بڑبڑانا شروع کرتی ہیں —— تو ان کے بارے میں وہ لوگ غور وخوض کر سکتے ہیں جو نہیں جانتے کہ وہ''پرانے ساتھی''کسے کہتی ہیں۔ میں جان چکا ہوں ان کے پرانے ساتھی کو۔''مسٹر پیگٹی نے کہا''اور میں ان کی صلاحیتوں کو جانتا ہوں، اس لیے میں مسز گمج کو سمجھتا ہوں، لیکن ظاہر ہے کہ اور لوگوں کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ فطری طور پر ایسا ہو بھی نہیں سکتا!''

میں نے اور میری دادی نے سر ہلاتے ہوئے اس سے اتفاق کیا۔

''ہوسکتا ہے'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''میری بہن محسوس کرے، میں کہہ رہا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ محسوس کرے، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ وہ محسوس کرے گی، کہ مسز گمج کی وجہ سے اسے کبھی کبھی کچھ پریشانی ہوتی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں مسز گمج کو ان لوگوں سے الگ تھلگ کردوں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ مسز گمج کو کوئی ایسا گھر مل جائے جہاں وہ آرام سے اپنا گذارہ کرلیں جس کے لیے ''مسٹر پیگٹی نے کہا،'' جانے سے پہلے میں ان کا انتظام کردینا چاہتا ہوں تاکہ میں انھیں خوب آرام میں چھوڑ کر جاسکوں۔ وہ نہایت وفادار ساتھی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ زندگی میں کبھی بالکل تنہا اور بے یارو مددگار رہیں۔ لہٰذا میں ان کے لیے یہ انتظام کرنے جا رہا ہوں۔

وہ کسی کو نہیں بھولے بجز خود کے۔ انھوں نے اپنے سوا ہر کسی کے حقوق اور پریشانیوں کے بارے میں سوچا۔

انھوں نے اپنی بات جاری رکھی ''ایملی میرے ساتھ رہے گی —— بچی بے چاری، اسے سکون و آرام کی سخت ضرورت ہے! —— اس وقت تک جب تک ہم دونوں اپنے سفر پر روانہ نہیں ہوتے وہ ان لوگوں کے ساتھ کپڑے سینے کا کام کرتی رہے گی۔ مجھے امید ہے کہ جب وہ اپنے دہقان لیکن پیارے چاچا کے ساتھ رہنے لگے گی تو ماضی کی ساری تکلیفیں اور غم بھول جائے گی۔''

میری دادی نے اس امید کے پوری ہوجانے کی خواہش میں اپنا سر ہلایا جس سے مسٹر پیگٹی کو خاصا اطمینان محسوس ہوا۔

''ایک بات اور ہے، ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے اپنا ہاتھ سامنے کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور بڑی سنجیدگی سے کاغذات کا ایک بنڈل نکال لیا جسے میں پہلے دیکھ چکا تھا۔ اسے انھوں نے میز پر رکھ کر کھول دیا۔ ''یہ بینک نوٹ ہیں —— پچاس پونڈ اور نو شلنگ۔ میں چاہتا ہوں کہ جتنا بھی ہوسکے اس میں اور جوڑتا جاؤں۔ میں نے اس سے یہ کہہ دیا ہے (لیکن یہ نہیں بتایا کہ کیوں) اور میں نے انھیں جوڑا ہے لیکن میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ کیا آپ اسے دیکھ لینے کی زحمت کریں گے؟''

انھوں نے معذرت آمیز انداز میں وہ کاغذ کا ٹکڑا مجھے تھما دیا اور مجھے دیکھتے رہے جب میں اسے دیکھنے لگا۔ یہ بالکل ٹھیک تھا۔

''شکریہ جناب'' انھوں نے اسے واپس لیتے ہوئے کہا ''یہ رقم، اگر آپ کو اس میں کوئی

اعتراض نہ ہو ماسٹر ڈیوی، میں جانے سے قبل ایک لفافے میں رکھوں گا جس پر اس (اسٹیرفورتھ) کا نام لکھا رہے گا اور اسے ایک دوسرے لفافے میں رکھوں گا جس پر اس کی ماں کا نام و پتہ لکھا رہے گا۔ میں انھیں اس سے زیادہ الفاظ میں نہیں بتاؤں گا جتنا آپ سے کہہ رہا ہوں، کہ یہ کس چیز کی قیمت ہے اور یہ کہ اب میں جا رہا ہوں اور اسے واپس نہ لے سکوں گا۔''

میں نے ان سے بتایا کہ میرے خیال میں ایسا کرنا ٹھیک رہے گا ـــــ میں ایسا اس لیے سمجھ رہا تھا کہ اسے وہ ٹھیک سمجھ رہے تھے۔

میں نے کہا کہ بس اب ایک اور بات ہی رہ گئی ہے'' انھوں نے گمبھیر تبسم کے ساتھ کہا، جب انھوں نے ان نوٹوں کا بنڈل پھر بنا کر جیب میں رکھ لیا'' بلکہ دو چیزیں اور رہ گئی ہیں۔ میں طے نہیں کر پا رہا تھا جب آج صبح میں باہر نکلا کہ جا کر ہیم سے وہ سب بتا دوں جو کچھ خدا کے فضل سے اب تک ہوا۔ اس لیے میں نے ایک خط لکھا اور اسے پوسٹ آفس میں ڈال آیا جس میں میں نے ان لوگوں کو لکھ دیا کہ یہ سب کیسے ہوا اور میں کل آ کر بقیہ باتیں بتا کر اپنا ذہن ہلکا کر لوں گا اور جہاں تک سمجھتا ہوں کہ میں یارمتھ سے رخصت لے لوں گا۔''

''کیا آپ چاہیں گے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟'' میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ جیسے وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے، پوچھ لیا۔

''اگر آپ میرے اوپر یہ احسان کر سکیں، ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے جواباً کہا ''میں جانتا ہوں کہ آپ پر نظر پڑتے ہی وہ لوگ خوش ہو جائیں گے۔''

میری ننھی ڈورا بڑے اچھے موڈ میں تھی اور بہت چاہ رہی تھی کہ مجھے ان کے ساتھ جانا چاہیے ـــــ جیسا کہ میں نے اس سے بات کرنے پر پایا ـــــ میں نے بڑی خوشی کے ساتھ تہیہ کر لیا کہ ان کی خواہش کے مطابق میں ان کے ساتھ یارمتھ جاؤں گا۔ نتیجتاً، اگلی صبح ہم یارمتھ کوچ میں سوار، اپنے پرانے علاقے کے لیے چلے جا رہے تھے۔

جب ہم رات میں اپنی مانوس گلی سے گذر رہے تھے ـــــ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود مسٹر پیگٹی میرا بیگ خود لیے ہوئے تھے ـــــ میں نے اومر اور جورم (کفن دفن کا سامان تیار کرنے والے) کی دوکان کی طرف نظر دوڑائی تو اپنے پرانے دوست مسٹر اومر کو بیٹھے پائپ پیتے

ہوئے دیکھا۔ میں نے سوچا کہ جب مسٹر پیگٹی اپنی بہن اور ہیم سے اتنے دنوں بعد پہلی بار ملیں تو میں وہاں موجود نہ رہوں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ اس لیے میں مسٹر اومر سے ملنے کا بہانہ کرتے ہوئے وہیں رک گیا۔

''اتنے طویل عرصے بعد آپ سے مل رہا ہوں مسٹر اومر کیسے ہیں آپ؟'' میں نے دوکان کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

انھوں نے اپنے پائپ کا دھواں ہٹایا تا کہ مجھے ٹھیک سے دیکھ سکیں اور جلد ہی بڑی خوشی کے ساتھ مجھے پہچان گئے۔

''اس ملاقات کا شرف بخشنے کے لیے شکریے کے طور پر جناب مجھ کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔'' انھوں نے کہا ''صرف میرے اعضا بیکار ہو رہے ہیں اور میں پہیے والی کرسی پر چلنے لگا ہوں۔ اعضا اور سانس کے علاوہ میں اب بھی اتنا ہی زندہ دل آدمی ہوں جتنا کوئی ہو سکتا ہے، میں شکر کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔''

میں نے انھیں ان کی قناعت پسندی اور بلند حوصلے کے لیے مبارک باد دی اور دیکھا کہ اب ان کی آرام کرسی پہیے پر چلنے لگی تھی۔

''یہ ایک اختراع پسند چیز ہے۔ ہے کہ نہیں؟'' انھوں نے میری نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے، کرسی کا ہتھا اپنے بازو سے پونچھتے ہوئے کہا ''یہ چلنے میں اتنی ہلکی ہے۔ جیسے پر، اور ایسا چلتی ہے جیسے ڈاک گاڑی۔ خوش رہو میری ننھی منّی۔ میری نواسی، آپ جانتے ہیں، منّی کی بیٹی۔ —— پیچھے ذرا سا زور لگاتی ہے اور یہ چلنے لگتی ہے اور ہم لوگ دور نکل جاتے ہیں اور خوب خوشی سے گھومتے ہیں! اور میں ایک بات اور بتا دوں آپ سے —— یہ پائپ پینے کے لیے ایک غیر معمولی کرسی ہے۔''

میں نے کسی بھی حال میں زیادہ سے زیادہ خوش رہنے والا مسٹر اومر جیسا آدمی نہیں دیکھا جو پریشانی میں بھی لطف لیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایسا چہک کر کہا جیسے ان کی کرسی، ان کا دمہ، ان کے اعضا کا بیکار ہو جانا، پائپ پینے کے عیش کا لطف دوبالا کرنے کے لیے بہت بڑی ایجاد کی مختلف شاخیں ہوں۔

''میں اس کرسی میں بیٹھ کر دنیا کو اس سے زیادہ دیکھ لیتا ہوں جتنا کہ اس سے الگ رہ کر، میں سچ کہتا ہوں۔'' مسٹر اومر نے فرمایا۔'' آپ ان لوگوں کی تعداد جان کر حیران رہ جائیں گے جو اب روزانہ مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ واقعی آپ دنگ رہ جائیں گے! جب سے میں نے اس کرسی پر چلنا شروع کیا اب میں اخبار کا پہلے کے مقابلے دوگنا مسالہ پا جاتا ہوں۔ اس لیے اب میں خود کو پہلے سے زیادہ مضبوط سمجھتا ہوں، سمجھ لیجیے! اگر میری آنکھیں بیکار ہو گئی ہوتیں تب میں کیا کرتا؟ اگر میرے کان بیکار ہو گئے ہوتے تو میں کیا کرتا؟ میرے اعضا بیکار ہو جانے سے کیا ہوا؟ آئیں، جب میں اپنے اعضا کا استعمال کرتا تھا تو اس سے میری سانس پھولنے لگتی تھی اور اب، اگر میرا باہر گلی میں یا سمندر کے کنارے جانے کا دل چاہتا ہے تو مجھے صرف جا کر ڈِک (جورم کے سب سے نئے کام سیکھنے والے لڑکے) کو آواز دینی پڑتی ہے اور میں اپنی گاڑی (کرسی) میں لندن کے لارڈ میئر کی طرح شان سے نکل جاتا ہوں۔''

اتنا کہہ کر ہنس پڑنے سے ان کا گلا قدرے بھر آگیا۔

''خدا آپ کو خوش رکھے'' مسٹر اومر نے اپنا پائپ پھر پیتے ہوئے کہا'' آدمی کو پھول کے ساتھ کانٹے بھی خوشی خوشی قبول کر لینا چاہیے اور زندگی میں اس کے لیے اسے ذہنی طور پر ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔ جورم بہت اچھی طرح کاروبار چلا رہا ہے۔ بہت شاندار طریقے سے!''

''یہ جان کر مجھے بڑی خوشی ہوئی'' میں نے کہا۔

''میں جانتا تھا کہ آپ خوش ہوں گے'' مسٹر اومر نے کہا'' اور جورم اور منّی ایک عاشق معشوق کی طرح (بڑے پیار سے) رہتے ہیں۔ اور کیا چاہیے آدمی کو؟ اس کے آگے اعضا کی کیا اوقات!''

بیٹھ کر پائپ پیتے ہوئے ان کا اپنے اعضا کی اس طرح توہین کرنا میری زندگی کے سب سے خوشگوار مناظر میں سے ایک تھا۔

''اور جب سے میں نے پڑھنا زیادہ شروع کر دیا ہے، آپ عام لوگوں کے لیے لکھنے زیادہ لگے ہیں، کیوں، جناب؟'' مسٹر اومر نے مجھے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا'' کیا کتاب لکھی ہے آپ نے! کیا اندازِ بیان ہے! میں نے اس کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ ایک ایک

لفظ۔اوراس کو پڑھتے پڑھتے نیند آجانے کی بات! ذرا بھی نہیں!''

میں نے ہنستے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کردیا لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان کی تعریف کرنے کا انداز نرالا تھا۔

''میں بڑے احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں جناب'' مسٹر اومر نے کہا'' کہ جب میں وہ کتاب اپنی میز پر رکھتا ہوں اوراسے دیکھتا ہوں، تین الگ الگ جلدوں میں ـــــ ایک۔دو۔تین، تو یہ سوچ کر میں فخر محسوس کرنے لگتا ہوں کہ مجھے کسی زمانے میں آپ کے کنبے سے وابستہ رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ میرے عزیز یہ بہت پہلے کی بات ہے، کیوں؟ بلنڈر اسٹون میں ایک خوبصورت ننھی پارٹی (بچہ) دوسری پارٹی (ماں) کی بغل قبرستان میں لیٹی ہوئی۔تب آپ خود بہت چھوٹی پارٹی تھے، جناب۔میرے عزیز، میرے پیارے!''

میں نے ایملی کا حوالہ دیتے ہوئے موضوعِ گفتگو بدل دیا۔ان کو اس کی یقین دہانی کرانے کے بعد، کہ وہ ہمیشہ ایملی کا کس قدر خیال رکھتے تھے اور وہ اس سے کتنی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے، میں نے انھیں مارتھا کی مدد سے ایملی کے واپس مل جانے کا حال مختصراً بتا دیا، جس سے میں جانتا تھا کہ انھیں بہت خوشی ہوگی۔وہ بہت غور سے سنتے رہے اور جب میں نے اپنی بات ختم کی تو خوشی سے اچھلتے ہوئے بول پڑے:

''یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی، جناب! بہت دنوں بعد میں نے اتنی اچھی خبر سنی ہے۔ واہ، واہ، واہ! اور اب اس بدنصیب مارتھا کے لیے کیا کیا جارہا ہے؟''

''آپ نے وہ بات کہہ دی جو کل سے میرے ذہن کو پریشان کررہی ہے'' میں نے کہا، ''لیکن اس بارے میں میں بھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا مسٹر اومر۔مسٹر پیگٹی نے اس کی طرف ابھی کچھ بھی اشارہ نہیں کیا ہے اور اس معاملے میں کچھ پوچھنے میں مجھے تامل ہو رہا ہے۔مجھے یقین ہے کہ وہ اسے بھولے نہیں ہیں۔وہ کسی کی بھلائی کے لیے سوچنا بھولتے نہیں۔''

''کیونکہ آپ جانتے ہیں'' مسٹر اومر نے اپنی بات جہاں چھوڑی تھی، وہیں سے پھر پکڑتے ہوئے کہا'' ان کے لیے جو کچھ بھی کیا جائے، میری خواہش ہے کہ میں بھی اس میں کسی نہ کسی طرح شامل رہوں۔آپ اس سلسلے میں میرے ذمہ جو بھی کام مناسب سمجھیں بتادیں، مجھے

اسے کرنے میں خوشی ہوگی۔ اس لڑکی (مارتھا) کے بارے میں میں کبھی کوئی غلط بات نہ سوچ سکا اور یہ جان کر مجھے بے حد مسرت ہے کہ وہ خراب لڑکی نہیں ہے۔ میری بیٹی مَنّی بھی اسی خیال کی ہے۔ کم عمر عورتوں میں بعض معاملات میں تضاد پایا جاتا ہے ـــــ اسی طرح اس کی ماں بھی تھیں ـــــ لیکن ان کا دل نرم ہوتا ہے اور ان میں رحم کا جذبہ زیادہ رہتا ہے۔ مارتھا کے بارے میں مَنّی کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ وہ اس کے لیے کوئی کام سب کو جتا کر کیوں کرے، میں آپ سے نہیں بتاؤں گا۔ لیکن یہ سب دکھاوا ہوگا، سمجھ لیجیے وہ اس کی بھلائی کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہے، لیکن چھپا کر۔ اس لیے میرے لیے آپ جو مناسب سمجھتے ہوں، بس صرف بتا دیجیے، کیا آپ اتنی مہربانی کریں گے؟ بس مجھے ایک سطر لکھ کر بھجوا دیجیے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔ میرے عزیز!'' مسٹر اومر نے کہا ''آدمی جیسے جیسے اس منزل سے قریب ہوتا جاتا ہے جہاں زندگی کے دونوں سرے مل جاتے ہیں، جب وہ خود کو دیکھتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی قوی اور زندہ دل کیوں نہ ہو، جب وہ دوبارہ پہیے دار گاڑی پر چلنے لگتا ہے تو اگر وہ کسی کی بھلائی اور مدد کرسکتا ہو تو ایسا کرنے میں اسے بہت خوشی محسوس ہونی چاہیے۔ وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایسا کرے۔ اور میں خصوصی طور پر خود اپنے بارے میں ہی نہیں کہہ رہا ہوں'' مسٹر اومر نے کہا ''کیونکہ جناب، جیسا کہ میرا اپنا نظریہ ہے کہ ہم سب پہاڑی کی سطح کی طرف بڑھ رہے ہیں، ہم جس عمر کے بھی ہوں، کیونکہ وقت کا پہیہ کبھی ایک لمحے کے لیے بھی رکتا نہیں اس لیے ہمیں ہمیشہ دوسروں کی بھلائی اور مدد کرتے رہنا چاہیے، اور ایسا کر کے زیادہ سے زیادہ مسرت حاصل کرنی چاہیے، سمجھ لیجیے!''

انھوں نے پائپ سے راکھ پلٹ کر کرسی کے پیچھے لگر پر رکھ دی جو بہ ظاہر اسی مقصد سے بنایا گیا تھا۔

''ایملی کا عزیز، جس کے ساتھ اس کی شادی ہونے والی تھی'' مسٹر اومر نے دھیرے دھیرے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا ''یارمتھ میں سب سے اچھا آدمی! کبھی کبھی شام کو آکر گھنٹوں مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے یا مجھے کچھ پڑھ کر سناتا رہتا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے، میں یہی کہوں گا! اس کی پوری زندگی ہی نیکی کا ایک نمونہ ہے۔''

''اب میں اس سے ملنے جا رہا ہوں'' میں نے کہا۔

''اس سے ملنے جا رہے ہیں؟'' مسٹر اومر نے کہا'' کہہ دیجیے گا میں خوب مزے میں ہوں اور اسے اپنا سلام اور تعظیم بھیج رہا ہوں۔ مِنّی اور جورم محفلِ رقص میں گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ گھر پر ہوتے تو آپ کو دیکھ کر اتنا ہی فخر محسوس کرتے جتنا میں نے کیا ہے۔ مِنّی کسی طرح باہر جانا نہیں چاہتی، سمجھیے آپ'' پاپا کی وجہ سے'' جیسا کہ وہ کہتی ہے۔ اس لیے آج رات میں نے قسم کھالی کہ اگر وہ محفلِ رقص میں نہ گئی تو میں چھے بجے ہی بستر پر چلا جاؤں گا۔ جس کے نتیجے میں'' مسٹر اومر نے اپنے اس حربے کی کامیابی پر زوردار قہقہہ لگا کر خود کو اور کرسی کو ہلاتے ہوئے کہا'' وہ اور جورم اس وقت محفلِ رقص میں ہیں۔''

میں نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے شب بخیر کہا۔

''آدھ منٹ، جناب'' مسٹر اومر نے کہا'' اگر آپ میرے ننھے ہاتھی کو دیکھے بغیر چلے گئے تو آپ بہترین مناظر میں سے ایک سے محروم رہ جائیں گے! مِنّی!'' انھوں نے آواز دی۔

اوپر کہیں ایک ننھی بچی کی موسیقی جیسی کھنکتی آواز سنائی دی'' آ رہی ہوں، نانا!'' اور ایک حسین ننھی بچی کاکل لہراتی دوڑی ہوئی دکان میں آ گئی۔

''یہ ہے میرا ننھا ہاتھی، جناب'' مسٹر اومر نے بچی کو پیار کرتے ہوئے کہا'' سیامی نسل کا ہے، جناب۔ اب ننھا ہاتھی ہو گیا!''

ننھے ہاتھی نے کمرے کا دروازہ پورا کھول دیا تاکہ میں دیکھ سکوں کہ یہ اب مسٹر اومر کے بڈروم میں تبدیل ہو چکا ہے، جو آسانی سے اوپر نہیں جا سکتے تھے اور پھر اس نے اپنی پیشانی پر اپنے لمبے بال گراتے ہوئے چہرہ مسٹر اومر کی کرسی کے پیچھے چھپا لیا۔

''ہاتھی ٹکر مارتا ہے، آپ جانتے ہیں، جناب؟'' مسٹر اومر نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا ''جب وہ کوئی چیز قریب پاتا ہے۔ ہاتھی ایک۔ دو۔ تین!''

اس اشارے پر ننھے ہاتھی نے اس ادا سے، جو اتنے ننھے جانور کے لیے شاندار ہی کہی جائے گی، مسٹر اومر کی کرسی میں ٹکر مار کر اسے گھما دیا اور اسے کمرے میں بے تحاشہ چلانے لگی۔ مسٹر اومر اس کارکردگی سے اس قدر محظوظ ہوتے ہوئے پیچھے مڑ کر میری طرف اس طرح دیکھنے لگے جیسے یہ ان کی زندگی بھر کی مشقت کا سب سے اہم معاملہ رہا ہو جس پر انھوں نے فتح پالی ہو۔

شہر کا ایک چکّر لگانے کے بعد میں ہیم کے گھر گیا۔ پیگٹی نے اب یہیں آ جانا بہتر سمجھا تھا اور اپنا گھر اس آدمی کو کرائے پر دے دیا تھا جو مسٹر بارکس کے بعد اب گاڑی بانی کر رہا تھا جس نے پیگٹی کو اس کی شہرت، گاڑی اور گھوڑے کے لیے بہت اچھا معاوضہ دیا تھا۔ میرے خیال میں وہی سست رو گھوڑا جسے مسٹر بارکس جوتتے تھے، اب بھی گاڑی کھینچتا تھا۔

میں نے ان لوگوں کو صاف ستھرے باورچی خانے میں پایا، جہاں مسز گمج بھی تھیں، جنھیں مسٹر پیگٹی خود جا کر پرانی کشتی سے بلا لائے تھے۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ کسی اور کے کہنے سے وہ جگہ چھوڑنے پر راضی ہوتیں۔ مسٹر پیگٹی نے بظاہر ان لوگوں سے سب کچھ بتا دیا تھا۔ مسٹر پیگٹی اور مسز گمج دونوں اپنے اپنے اپرن سے اپنی آنکھیں پونچھ رہے تھے اور ہیم ابھی ابھی سمندر کے کنارے ایک چکّر لگانے نکلا تھا۔ وہ اب واپس گھر آ گیا اور مجھے دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے وہاں پہنچ جانے سے وہ سبھی خود کو بہتر محسوس کر رہے تھے۔ ہم کچھ ہنسی خوشی کی باتیں کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مسٹر پیگٹی کے ایک نئے ملک میں ترقی کرنے کی اور وہ سب حیرت انگیز باتیں جو انھوں نے اپنے خطوط میں لکھی تھیں۔ ہم لوگ ایملی کا نام لے کر کچھ نہیں کہہ رہے تھے لیکن اس کا ذکر کنایتاً ایک بار سے زیادہ آیا۔ ہیم اس محفل میں سب سے زیادہ خاموش رہا۔

لیکن پیگٹی جب مجھے اس چھوٹے سے کمرے میں لے گئی جہاں مگر مچھ والی کتاب میز پر میرے لیے رکھی ہوئی تھی، جو وہاں ہمیشہ اسی طرح رکھی رہتی تھی، تو اس نے بتایا کہ وہ سمجھتی ہے (اس نے مجھ سے روتے ہوئے بتایا) کہ اس (ہیم) کا دل ٹوٹ گیا ہے، اگرچہ اس میں اب بھی اتنا حوصلہ اور خوش اخلاقی پائی جاتی ہے اور وہ اتنے جی جان سے کام کرتا ہے کہ اس علاقے کا شاید ہی کوئی ملاّح اتنی محنت سے کام کرتا ہو۔ ایک زمانہ تھا'' اس نے کہا'' جب شام کو اپنے ہاؤس بوٹ میں اپنی پہلے کی زندگی کے بارے میں باتیں کرتا تھا تو وہ ایملی کا ذکر ایک بچی کے روپ میں ہی کیا کرتا تھا لیکن اس نے ایک عورت کی حیثیت سے اس کا ذکر کبھی نہیں کیا۔''

میں نے سوچا کہ میں نے اس کے چہرے پر پڑھ لیا ہے کہ وہ تنہائی میں مجھ سے بات کرے گا۔ لہٰذا دوسرے دن شام کو جب وہ کام سے واپس گھر آنے لگے گا تو میں اسے راستے میں ہی مل جاؤں گا، دل میں یہ طے کر کے میں سو گیا۔ اس رات، بہت سی راتوں کے بعد پہلی

بار وہ موم بتی کھڑکی سے ہٹالی گئی، مسز پیگٹی پرانی کشتی کے اپنے جھولے پر اچھل کر چلے گئے اور ہوا اپنی پرانی آواز سے ان کے سر کے گرد بہنے لگی۔

دوسرے روز پورے دن وہ اپنی مچھلی پکڑنے کی کشتی اور دیگر ساز وسامان بیچنے میں مصروف رہے اور گھر گرہستی کی ایسی چھوٹی موٹی چیزیں جوان کے لیے کارآمد ہوسکتی تھیں، انھیں وہ لندن بھیجنے کے لیے پیک کرتے رہے اور باقی سامان مسز گمج کے حوالے کرتے رہے۔ وہ سارے دن ان کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔ چونکہ میرے دل میں یہ افسردہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس پرانے گھر کو مقفل کیے جانے سے قبل ایک بار اور دیکھ لوں، میں نے ایک بار وہاں ان سے ملنے کا پروگرام بنالیا۔ لیکن میں نے اپنا پروگرام اس طرح بنایا کہ میں ان لوگوں سے ملنے سے قبل ہیم سے تنہائی میں مل لوں۔

راستے میں ہیم سے مل لینا آسان تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ کہاں کام کرتا تھا۔ میں اسے ایک ریتیلی جگہ پر ملا جواب بالکل ویران ہو چکی تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ وہاں سے گذرے گا۔ میں اسے لے کر پیچھے کی جانب چلنے لگا تا کہ اسے مجھ سے کچھ بولنے کا موقع مل جائے اگر وہ کچھ کہنا چاہے۔ میں نے اس کے چہرے کو پڑھنے میں غلطی نہیں کی تھی۔ ہم ابھی تھوڑی ہی دور ساتھ ساتھ چلے تھے کہ اس نے میری جانب دیکھے بغیر کہا:

''ماسٹر ڈیوی، کیا آپ نے اُسے دیکھا ہے؟''

''بس ایک لمحے کے لیے، جب وہ غشی کے عالم میں تھی'' میں نے بڑی لجاجت سے کہا۔

ہم کچھ دور تک اور چلتے رہے پھر اس نے کہا:

''ماسٹر ڈیوی، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پھر اسے دیکھیں گے؟''

''اس سے اس کو بے حد تکلیف پہنچے گی شاید۔'' میں نے کہا۔

''میں نے بھی یہی سوچا ہے'' اس نے جواباً کہا ''یہ تو ہوگا جناب، یہ تو ہوگا۔''

''لیکن ہیم'' میں نے بڑی شفقت سے کہا ''اگر تمھاری طرف سے کوئی بات لکھ دوں، اگر میں اسے کہہ نہ سکوں، اگر تم میرے توسط سے اس سے کچھ کہنا چاہو: میں یہ ایک پاک اعتماد کے تحت کروں گا۔''

''مجھے اس کا یقین ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں، جناب، یہ آپ کی بہت بڑی مہربانی ہوگی! میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو میں اس سے کہنا یا اسے لکھنا چاہوں گا۔''

''کیا؟''

ہم کچھ دور تک اور خاموشی سے چلتے رہے پھر اس نے کہا:

''میرا یہ مطلب نہیں کہ میں اسے معاف کر رہا ہوں۔ یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ میں اس سے گذارش کروں گا کہ وہ مجھے معاف کر دے کہ میں نے اس سے اپنی محبت جتادی۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر میں نے اس سے شادی کرنے کا وعدہ نہ کرالیا ہوتا، جناب، تو وہ مجھ پر اتنا بھروسا کرتی تھی ایک دوست کی حیثیت سے، کہ وہ مجھ سے بتا دیتی کہ اس کے ذہن میں کیسی کشمکش جاری ہے اور وہ مجھ سے مشورہ کرتی، اور میں اس کو بچا سکتا تھا۔''

میں نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا ''بس اتنا ہی؟''

''ابھی کچھ اور بھی کہنا ہے'' اس نے جواب دیا ''اگر میں اسے کہہ سکوں، ماسٹر ڈیوی۔''

ہم دونوں اس سے بھی زیادہ چل چکے جتنا کہ ابھی تک چلے تھے، تو اس نے پھر منہ کھولا۔ ہر جملے کے بعد جب وہ کچھ لمحے کے لیے خاموش ہو جاتا تھا تو وہ روتا نہیں رہتا تھا بلکہ وہ صاف صاف اپنی بات کہہ پانے کے لیے خود کو تیار کرتا تھا۔

''میں اس سے پیار کرتا تھا ——— اور میں اس کی یادوں سے بھی پیار کرتا ہوں ——— بہت گہرائی کے ساتھ ——— میں اسے یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اب بھی بہت خوش ہوں۔ میں صرف اس حادثے کو بھلا کر ہی خوش رہ سکتا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ میں یہ کیسے برداشت کر پاؤں گا کہ اسے بتادیا جائے کہ میں اسے بھول چکا ہوں۔ لیکن اگر آپ، اتنے قابل ہوتے ہوئے، ماسٹر ڈیوی، کچھ اس طرح سے کہنے کے بارے میں سوچیں جس سے وہ یہ سمجھ لے کہ اس حادثے سے مجھے بہت زیادہ چوٹ نہیں پہنچی ہے اور میں اب بھی اس سے پیار کرتا ہوں اور اس کے لیے دکھی ہوں۔ کچھ ایسی بات جس سے وہ یقین کر سکے کہ میں زندگی سے عاجز نہیں آچکا ہوں اور اب بھی اسے کوئی الزام دیے بغیر اس سے ملنے کی امید کر رہا ہوں، جہاں پھر کوئی بدمعاش اس کو

پریشان نہ کر سکے ـــــ کچھ ایسی بات جس سے اس کے پریشان دماغ کو سکون مل سکے اور وہ یہ ذرا بھی نہ سمجھے کہ میں اس سے کبھی شادی کروں گا، یا یہ کہ اور کوئی میرے لیے کبھی ویسا نہ رہے گا جیسی کہ وہ تھی ـــــ میں آپ سے گذارش کروں گا کہ آپ یہی سب اس سے کہہ دیجیے، اس کے لیے میری دعاؤں کے ساتھ، جو مجھے اتنی پیاری تھی۔"

میں نے پھر اس کا قوی ہاتھ دبایا اور اس سے کہا کہ میں جتنے اچھے طریقے سے یہ بات کہہ سکوں گا، اس سے کہنے کی کوشش کروں گا۔

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب" اس نے جواباً کہا "آپ کی مہربانی ہے جو آپ مجھ سے ملے۔ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ مسٹر پیگٹی کے ساتھ یہاں تک آئے ماسٹر ڈیوی، میں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں، اگرچہ ان دونوں کے رخصت ہونے سے قبل میری پھوپھی لندن آئیں گی اور سب لوگ ایک بار پھر ایک جگہ مل جائیں گے، لیکن شاید اب میں چاچا (مسٹر پیگٹی) کو پھر کبھی نہ دیکھ پاؤں۔ یہ بات یکی لگتی ہے مجھے۔ ہم ایسا کہہ نہیں رہے ہیں لیکن ایسا ہی ہوگا اور ٹھیک ہی ہوگا۔ جب وہ آپ سے آخری بار رخصت ہونے لگیں ـــــ بالکل آخری وقت میں ـــــ تو کیا آپ انھیں مجھ یتیم کی جانب سے پیار بھرا شکریہ کہہ دیں گے، جو میرے لیے ہمیشہ ایک باپ جیسے رہے ہیں؟"

میں نے اس کے لیے بھی صدقِ دل سے وعدہ کرلیا۔

"میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب" اس نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں جانتا ہوں آپ کہاں جا رہے ہیں۔ خدا حافظ!"

دھیرے سے اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے، جیسے وہ مجھے یہ بتانا چاہ رہا ہو کہ وہ اب اس پرانے مکان میں نہیں داخل ہو سکتا، وہ مڑا اور روانہ ہو گیا۔ جب وہ چاند کی روشنی میں اس ویران علاقے سے گذر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس نے رک کر سمندر میں اس نقرئی روشنی کو دیکھا اور پھر اسے دیکھتے ہوئے اس وقت تک آگے بڑھتا رہا جب تک کہ بہت دور وہ سائے میں تبدیل نہیں ہو گیا۔

ہاؤس بوٹ کے دروازے پر میں نے ہاتھ رکھا تو یہ کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہونے پر میں نے دیکھا کہ اس کا سارا فرنیچر نکالا جا چکا ہے بجز اس ایک پرانی الماری کے، جس پر مسز گمج ایک

''مجھے اس کا یقین ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں، جناب، یہ آپ کی بہت بڑی مہربانی ہوگی! میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو میں اس سے کہنا یا اسے لکھنا چاہوں گا۔''

''کیا؟''

ہم کچھ دور تک اور خاموشی سے چلتے رہے پھر اس نے کہا:

''میرا یہ مطلب نہیں کہ میں اسے معاف کر رہا ہوں۔ یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ میں اس سے گزارش کروں گا کہ وہ مجھے معاف کر دے کہ میں نے اس سے اپنی محبت جتا دی۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر میں نے اس سے شادی کرنے کا وعدہ نہ کرالیا ہوتا، جناب، تو وہ مجھ پر اتنا بھروسا کرتی تھی ایک دوست کی حیثیت سے، کہ وہ مجھ سے بتا دیتی کہ اس کے ذہن میں کیسی کشمکش جاری ہے اور وہ مجھ سے مشورہ کرتی، اور میں اس کو بچا سکتا تھا۔''

میں نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا ''بس اتنا ہی؟''

''ابھی کچھ اور بھی کہنا ہے'' اس نے جواب دیا ''اگر میں اسے کہہ سکوں، ماسٹر ڈیوی۔''

ہم دونوں اس سے بھی زیادہ چل چکے جتنا کہ ابھی تک چلے تھے، تو اس نے پھر منہ کھولا۔ ہر جملے کے بعد جب وہ کچھ لمحے کے لیے خاموش ہو جاتا تھا تو وہ روتا نہیں رہتا تھا بلکہ وہ صاف صاف اپنی بات کہہ پانے کے لیے خود کو تیار کرتا تھا۔

''میں اس سے پیار کرتا تھا —— اور میں اس کی یادوں سے بھی پیار کرتا ہوں —— بہت گہرائی کے ساتھ —— میں اسے یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اب بھی بہت خوش ہوں۔ میں صرف اس حادثے کو بھلا کر ہی خوش رہ سکتا ہوں۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ میں یہ کیسے برداشت کر پاؤں گا کہ اسے بتا دیا جائے کہ میں اسے بھول چکا ہوں۔ لیکن اگر آپ، اتنے قابل ہوتے ہوئے، ماسٹر ڈیوی، کچھ اس طرح سے کہنے کے بارے میں سوچیں جس سے وہ یہ سمجھ لے کہ اس حادثے سے مجھے بہت زیادہ چوٹ نہیں پہنچی ہے اور میں اب بھی اس سے پیار کرتا ہوں اور اس کے لیے دکھی ہوں۔ کچھ ایسی بات جس سے وہ یقین کر سکے کہ میں زندگی سے عاجز نہیں آچکا ہوں اور اب بھی اسے کوئی الزام دیے بغیر اس سے ملنے کی امید کر رہا ہوں، جہاں پھر کوئی بدمعاش اس کو

پریشان نہ کر سکے ـــــ کچھ ایسی بات جس سے اس کے پریشان دماغ کو سکون مل سکے اور وہ یہ ذرا بھی نہ سمجھے کہ میں اس سے کبھی شادی کروں گا، یا یہ کہ اور کوئی میرے لیے کبھی ویسا نہ رہے گا جیسی کہ وہ تھی ـــــ میں آپ سے گذارش کروں گا کہ آپ یہی سب اس سے کہہ دیجیے، اس کے لیے میری دعاؤں کے ساتھ، جو مجھے اتنی پیاری تھی۔''

میں نے پھر اس کا قوی ہاتھ دبایا اور اس سے کہا کہ میں جتنے اچھے طریقے سے یہ بات کہہ سکوں گا، اس سے کہنے کی کوشش کروں گا۔

''میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب'' اس نے جواباً کہا'' آپ کی مہربانی ہے جو آپ مجھ سے ملے۔ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ مسٹر پیگٹی کے ساتھ یہاں تک آئے ماسٹر ڈیوی، میں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں، اگرچہ ان دونوں کے رخصت ہونے سے قبل میری پھوپھی لندن آئیں گی اور سب لوگ ایک بار پھر ایک جگہ مل جائیں گے، لیکن شاید اب میں چاچا (مسٹر پیگٹی) کو پھر کبھی نہ دیکھ پاؤں۔ یہ بات پکی لگتی ہے مجھے۔ ہم ایسا کہہ نہیں رہے ہیں لیکن ایسا ہی ہوگا اور ٹھیک ہی ہوگا۔ جب وہ آپ سے آخری بار رخصت ہونے لگیں ـــــ بالکل آخری وقت میں ـــــ تو کیا آپ انھیں مجھ یتیم کی جانب سے پیار بھرا شکریہ کہہ دیں گے، جو میرے لیے ہمیشہ ایک باپ جیسے رہے ہیں؟''

میں نے اس کے لیے بھی صدقِ دل سے وعدہ کرلیا۔

''میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب'' اس نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا'' میں جانتا ہوں آپ کہاں جارہے ہیں۔ خدا حافظ!''

دھیرے سے اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے، جیسے وہ مجھے یہ بتانا چاہ رہا ہو کہ وہ اب اس پرانے مکان میں نہیں داخل ہوسکتا، وہ مڑا اور روانہ ہوگیا۔ جب وہ چاند کی روشنی میں اس ویران علاقے سے گذر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس نے رک کر سمندر میں اس نقرئی روشنی کو دیکھا اور پھر اسے دیکھتے ہوئے اس وقت تک آگے بڑھتا رہا جب تک کہ بہت دور وہ سائے میں تبدیل نہیں ہوگیا۔

ہاؤس بوٹ کے دروازے پر میں نے ہاتھ رکھا تو یہ کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہونے پر میں نے دیکھا کہ اس کا سارا فرنیچر نکالا جاچکا ہے بجز اس ایک پرانی الماری کے، جس پر مسز گمج ایک

باسکٹ گھٹنے پر رکھے ہوئے بیٹھی مسز پیگٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ اپنی کہنی کھر دری آتش دان کی تختی پر ٹیکے ہوئے تھے اور آتش دان کے جنگلے کی ٹوٹی سلاخوں کو بڑی حسرت و یاس سے تکے جا رہے تھے لیکن میرے پہنچتے ہی انھوں نے پرامید انداز میں اپنا سر اٹھایا اور خوش دلی سے بولے۔

''آپ نے وعدے کے مطابق الوداع کہنے کے لیے، کیوں ماسٹر ڈیوی؟ انھوں نے موم بتی ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے کہا۔ ابھی کافی وقت ہے، ہے نا؟''

''واقعی آپ نے سب کام بڑے وقت سے کرلیا۔'' میں نے کہا۔

''آئیں، ہم لوگ کاہل نہیں ہیں، جناب۔ مسز گمج نے ایک ــــ میں نہیں جانتا کہ مسز گمج نے کس کی طرح کام کیا ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

مسز گمج اپنی باسکٹ پر نکتے ہوئے کچھ بولیں نہیں۔

''یہ وہی الماری ہے جس پر آپ ایملی کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے!'' مسٹر پیگٹی نے سرگوشی کی۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں، یہ آخری سامان ہے۔ اور یہ ہے آپ کا پرانا بڈ روم، دیکھیے ماسٹر ڈیوی؟ آج رات قریب قریب اتنا ہی اجاڑ جتنا کہ دل چاہ سکتا تھا!''

درحقیقت ہوا جو اس وقت دھیمی بہہ رہی تھی، اس میں ایسی آواز تھی اور وہ اس ویران مکان کے گرد اس طرح بین کرتی جیسی رینگ رہی تھی کہ دل ڈوبا جا رہا تھا۔ سیپی کے فریم والے آئینے سے سارے عکس غائب ہو چکے تھے۔ میں نے خود کو اس میں لیٹا ہوا تصور کیا جب پہلی بار اس گھر میں میرے لیے یہ بڈ روم تیار کیا جا رہا تھا۔ مجھے اس نیلی آنکھوں والی لڑکی (ایملی) کا خیال آیا جسے دیکھ کر میں مسحور سا ہو گیا تھا۔ مجھے اسٹیر فورتھ کا خیال آیا اور ایک حماقت آمیز خیال یہ آیا کہ جیسے وہ کہیں قریب ہی ہے اور کسی موڑ پر مل جائے گا۔

''اس کشتی (مکان) میں کوئی نیا کرایہ دار آنے میں کافی وقت لگ سکتا ہے'' مسٹر پیگٹی نے دھیمی آواز میں کہا۔ لوگ اب اسے منحوس تصور کریں گے!''

''کیا یہ آس پاس کے کسی آدمی کی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ ایک مستول بنانے والے کی ہے جو شہر میں رہتا ہے۔'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''میں آج رات اسے گھر کی کنجی واپس دینے جاؤں گا۔''

ہم نے دوسرے چھوٹے کمرے میں جا کر دیکھا اور واپس مسز گمج کے پاس آ گئے جو اس الماری پر بیٹھی ہوئی تھیں جسے مسٹر پیگٹی کو ساتھ لے جانا تھا۔ انھوں نے آتش دان کی تختی سے مومی شمع اٹھاتے ہوئے مسز گمج سے درخواست کی کہ وہ اٹھ جائیں تاکہ وہ شمع گل کرنے سے قبل الماری نکال کر باہر رکھ لیں۔

''ڈینیل'' مسز گمج اچانک باسکٹ رکھ کر ان کا بازو پکڑ کر جھولتی ہوئی بولیں ''میرے پیارے ڈینیل، اس مکان سے رخصت ہوتے وقت میں الوداعی لفاظ کہہ رہی ہوں کہ مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ تم مجھے یہاں چھوڑ جانے کو تو نہیں سوچ رہے ہو، ڈینیل؟ اف ایسا کبھی بھول کر بھی نہ سوچنا!''

مسٹر پیگٹی بھونچکے سے کبھی مسز گمج کو دیکھتے تو کبھی مجھے، جیسے وہ اچانک نیند سے جاگ اٹھے ہوں۔

ایسا مت کرنا میرے عزیز ترین ڈینیل، ایسا ہرگز نہ کرنا! ڈینیل، اپنے اور ایملی کے ساتھ مجھے بھی لے چلو! میں تمھاری خادمہ کی طرح رہوں گی، سچی اور وفادار۔ اگر ان خطوں میں جہاں تم جا رہے ہو، غلام رہتے ہوں تو میں بھی تمھاری غلام کی حیثیت سے رہوں گی اور بہت خوش رہوں گی لیکن مجھے چھوڑ کر مت جانا، ڈینیل، یہی میری التجا ہے!''

''میری روح'' مسٹر پیگٹی نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''تم نہیں جانتی ہو کہ یہ کتنا طویل سفر ہے اور وہاں زندگی کتنی مشکل ہے!''

''میں جانتی ہوں، ڈینیل! میں اندازہ کر سکتی ہوں! مسز گمج نے بے ساختہ کہا ''لیکن اس وقت میرے الوداعی الفاظ یہی ہیں کہ میں گھر جا کر خودکشی کر لوں گی اگر مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے۔ میں زمین کی کھدائی کر سکتی ہوں۔ میں سخت سے سخت زندگی گذار سکتی ہوں۔ اب میں اس سے بھی زیادہ خوش اور صابر رہوں گی ـــــــ جتنا کہ تم سوچ سکتے ہو، ڈینیل، اگر مجھے آزمانا چاہو۔ میں ایک پیسہ بھی نہ چھوؤں گی، یہاں تک کہ اگر اس کے لیے میں مرتی رہوں تو بھی نہیں چھوؤں گی، ڈینیل، بس میں تمھارے اور ایملی کے ساتھ چلوں گی، اگر تم لے چلو گے، دنیا کے آخری کنارے تک! بات میں سمجھ رہی ہوں، میں جانتی ہوں کہ تم سوچتے ہو کہ میں منہ بسورے تنہائی میں

پڑی رہوں گی، لیکن میرے عزیز، اب ایسا نہیں ہوگا! میں یہاں اتنے دنوں سے بیٹھی تمہاری آزمائشوں کے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔ ماسٹر ڈیوی! آپ بھی میرے لیے ان سے کہیں! میں ان کے اور ایملی کے معاملات جانتی ہوں اور میں ان کے غموں سے واقف ہوں اور ان کے لیے سخت سے سخت محنت کروں گی! ڈینیل، میرے پیارے ڈینیل، مجھے اپنے ساتھ لیتے چلو!''

مسز گمج نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اسے محبت اور اپنائیت کے درد کے ساتھ چوم لیا، احسان مندی اور تشکر کے طور پر، جس کے مسز پیگٹی بجا طور پر مستحق تھے۔

ہم نے الماری باہر نکالی، موم شمع گل کی، باہر سے دروازہ مقفل کیا اور ابر آلود رات کے اندھیرے میں وہاں سے چل پڑے۔ اگلے روز جب ہم لندن لوٹ رہے تھے، مسز گمج اپنی باسکٹ لیے کوچ کی پچھلی نشست پر موجود تھیں اور بہت خوش تھیں۔

●●●

باب 52

میں دھماکے میں مدد کرتا ہوں

مسٹر مکابر نے اتنے پراسرار طریقے سے جو وقت مقرر کر رکھا تھا اس کے آنے میں محض چوبیس گھنٹے باقی رہ گئے تو میں نے اور میری دادی نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں کس طرح وہاں کے لیے روانہ ہونا چاہیے، کیونکہ دادی ڈورا کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہ رہی تھیں۔ ہائے، اب میں ڈورا کو کتنی آسانی سے اوپر نیچے لے جاتا، لے آتا تھا!

ہم چاہتے تھے کہ میری دادی گھر پر ہی رہیں، اس کے باوجود مسٹر مکابر چاہتے تھے کہ میری دادی بھی گھر آئیں اور میں اور مسٹر ڈک وہاں ان کی نمائندگی کریں۔ مختصر یہ کہ ہم نے ایسا کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا تو عین موقع پر ڈورا نے یہ اعلان کرتے ہوئے سارا معاملہ درہم برہم کر دیا کہ وہ خود کو اور اپنے خراب لڑکے (میں) کو کبھی معاف نہیں کرے گی اگر میری دادی کسی بھی بہانے سے گھر پر رہ گئیں۔

''میں آپ سے نہیں بولوں گی'' ڈورا نے اپنے کاکل دادی کے چہرے پر لہراتے ہوئے کہا ''میں آفت کر ڈالوں گی! میں دن بھر جپ سے آپ پر بھنکواؤں گی۔ میں یقین کر لوں گی کہ آپ واقعی ایک تکلیف دہ بوڑھی چیز ہیں، اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ نہ گئیں!''

''چپ، کلی!'' میری دادی نے ہنستے ہوئے کہا ''تم جانتی ہو کہ میرے بغیر تمھارا کام نہ چل

پائے گا!''

''ہاں، میں سب کر سکتی ہوں'' ڈورا نے کہا'' آپ میرے لیے کسی کام کی نہیں ہیں۔ آپ دن میں ایک بار بھی میرے ساتھ اوپر نیچے نہیں چڑھتیں، اترتیں۔ آپ کبھی میرے پاس بیٹھ کر مجھے ڈوڈی کی کہانی نہیں سناتی ہیں جب ان کے جوتے چیتھڑے ہو گئے تھے اور وہ دھول سے اَٹ گئے تھے ـــــ اف کتنا ننھا سا تھا بے چارہ! آپ مجھے خوش کرنے کے لیے کبھی کچھ نہیں کرتی ہیں۔ کرتی ہیں کچھ پیاری دادی؟'' پھر ڈورا نے جلدی سے میری دادی کو چوم لیا اور بولی'' ہاں، آپ کرتی ہیں! میں تو مذاق کر رہی تھی! ـــــ کہ کہیں دادی یہ نہ سوچ بیٹھیں کہ وہ واقعی ایسا ہی سمجھتی ہے۔

''لیکن اب سنیے دادی۔'' ڈورا نے بدبداتے ہوئے کہا۔

''آپ ضرور جائیے۔ میں اس وقت تک آپ کو پریشان کرتی رہوں گی جب تک کہ آپ مجھے اپنے طور پر یہ سب نہیں کرنے دیں گی۔ میں اپنے شریر لڑکے کا جینا حرام کر دوں گی اگر وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے راضی نہیں کر لیتا۔ میں خود کو اتنی تکلیف دہ بنا لوں گی ـــــ اور جپ کو بھی! کہ آپ سوچیں گی کہ میں چلی ہی گئی ہوتی تو اچھا تھا، ہمیشہ کے لیے، اگر آپ نہیں جائیں گی۔ اس کے علاوہ'' ڈورا نے اپنے بال پیچھے کرتے ہوئے اور حیرت سے مجھے اور دادی کو دیکھتے ہوئے کہا'' آپ دونوں کیوں نہیں جاتے؟ میں بہت بیمار نہیں ہوں، واقعی کیا میں بیمار ہوں؟''

''آئیں، یہ کیا سوال ہوا!'' دادی نے بے ساختہ کہا۔

''کیا خوش فہمی ہے!'' میں نے کہا۔

''ہاں، میں جانتی ہوں کہ میں ایک بیوقوف ننھی مخلوق ہوں!'' ڈورا نے دھیرے دھیرے باری باری ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر صوفے پر لیٹ کر اس نے اپنے ہونٹ باری باری سے ہم دونوں کے رخسار سے لگا دیے۔ ''ٹھیک ہے، تو آپ دونوں جائیے، نہیں تو میں آپ لوگوں پر بھروسا نہیں کروں گی اور خوب چلاؤں گی!''

مجھے دادی کے چہرے پر اب آمادگی کے آثار نظر آنے لگے تھے اور ڈورا کا چہرہ پھر کھل اٹھا کیونکہ اس نے بھی یہ محسوس کر لیا تھا۔

''آپ مجھے بتانے کے لیے اتنی باتیں لے کر واپس آئیے گا کہ انھیں سمجھنے میں مجھے کم

ازکم ایک ہفتہ لگے!'' ڈورا نے کہا'' کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں ایک طویل عرصے تک انھیں نہ سمجھ پاؤں گی اگر اس میں کسی قسم کا تجارتی حساب ہوا اور اس میں کچھ نہ کچھ تجارتی معاملہ ہونا طے ہے۔ اس کے علاوہ اگر کچھ جوڑنے کا معاملہ ہوا تو میں نہیں جانتی کہ میں کب تک جوڑ پاؤں گی اور میرا خراب لڑکا پورے وقت منھ بسورتا رہے گا۔ ٹھیک! اب آپ جائیں گی، نہیں جائیں گی؟ آپ صرف ایک رات کے لیے ہی تو جائیں گی اور جب آپ نہ رہیں گی تو جپ میرا خیال رکھے گا۔ آپ کے جانے سے قبل ڈوڈی مجھے اوپر پہنچادیں گے اور آپ کے واپس آنے تک میں نیچے نہیں اتروں گی، اور آپ ایگنیز کے لیے میرا ایک خط لیتی جایئے گا جس میں میں اسے خوب پھٹکاروں گی کیونکہ وہ کبھی ہم لوگوں کو دیکھنے نہیں آئی!''

اب مزید کسی رائے مشورے کے بغیر ہم لوگ تیار ہو گیے کہ ہم دونوں (میں اور دادی) جائیں گے اور یہ کہ ڈورا کچھ بنتی بھی تھی، وہ ایسی بن گئی جیسے اس کی طبیعت کچھ ناساز ہو کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ اس کا دلار کیا جاتا رہے۔ وہ بہت زیادہ خوش اور مگن تھی اور ہم چاروں یعنی دادی، مسٹر ڈک، ٹریڈلس اور میں، اسی رات ڈوور میل سے کینٹر بری کے لیے روانہ ہو گئے۔

جس ہوٹل میں مسٹر مکابر نے ہم لوگوں کا انتظار کرنے کے لیے کہا تھا، تھوڑی سی پریشانی کے بعد آدھی رات کو ہم لوگ اس ہوٹل پہنچ گئے جہاں ہمیں ان کا ایک خط ملا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ وہ صبح ٹھیک ساڑھے نو بجے آئیں گے۔ اس کے بعد ہم لوگ ایسے ناوقت کانپتے ہوئے اپنے اپنے بستر پر چلے گئے۔ متعدد پتلی پتلی راہداریوں سے ہوتے ہوئے جہاں اس طرح کی بو آرہی تھی جیسے وہ صدیوں سے گھوڑے کی لید اور شوربے کے محلول سے تر کی جاتی رہی ہوں۔

صبح سویرے میں اپنی پیاری پرانی پرسکون گلیوں کے چکر لگاتا رہا اور پھاٹکوں اور گرجا گھروں کی پرچھائیوں میں خود کو ضم کرتا رہا۔ بڑے گرجے کے میناروں کے گرد زک چکر لگا رہے تھے اور مینار خود اس متمول ملک کے میل در میل پھیلے خطے اور خوشگوار چشموں کو نظر انداز کرتے ہوئے روشن صبح کی ہوا کو کاٹ رہے تھے جیسے دھرتی پر کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو۔ اس کے باوجود جب گرجا گھر کے گھنٹے بجنا شروع ہوئے تو مجھے ہر چیز میں ایک پُر درد تبدیلی کا احساس ہوا۔ انھوں نے اپنی عمر کا احساس کرایا اور میری پیاری ڈورا کی کم سنی کا بھی، اور بہت سے لوگوں کی یاد

دلائی جو کبھی بوڑھے نہیں ہوئے، بڑے ہوئے پیار کیا اور مر گئے، جبکہ گھنٹوں کی گونج اندر لٹکتی بلیک پرنس کی زنگ آلود زرہ سے ٹکرا رہی تھی اور وقت کی گہرائی میں پڑے ذرّے ہوا میں اس طرح گم ہو گئے تھے جیسے دائرے پانی میں گم ہو جایا کرتے ہیں۔

میں نے اپنے پرانے مکان کو ایک گلی کے نکڑ سے دیکھا لیکن اس کے قریب نہیں گیا، ورنہ ہو سکتا تھا کہ میں وہاں دیکھ لیا جاتا تو میں جس کام میں مدد کرنے کے لیے آیا تھا، اس میں انجانے طور پر خلل پڑ سکتا تھا۔ سورج کی کرنیں چھت کے تکونے حصے اور جالی دار کھڑکیوں سے ٹکرا رہی تھیں اور انھیں چھو کر روپہلی کر رہی تھیں، اور اس کی گذشتہ سکون کی جگمگاہٹ میرے دل کو چھو رہی تھی۔

میں اپنے وطن میں ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ دیر تک گھومتا رہا اور پھر اصل گلی میں لوٹ آیا جو اس وقفے میں گذشتہ رات کی نیند کو جھٹک چکی تھی۔ ان لوگوں میں جو اس وقت دکانیں لگا رہے تھے، میرا وہ پرانا دشمن قصاب بھی تھا جو اب کافی ترقی کر چکا تھا اور اب اس کے ایک بچہ بھی تھا جس کی وہ خود دیکھ بھال کر رہا تھا اور اب سماج کا ایک شریف رکن معلوم ہو رہا تھا۔

جب ہم سب ناشتے کے لیے بیٹھے تو خاصے فکر مند اور بے چین سے ہو گئے۔ جیسے جیسے ساڑھے نو کا وقت قریب آتا گیا، مسٹر مکابر کے انتظار میں ہماری بے چینی بڑھتی گئی۔ بالآخر ہم نے کھانے کی طرف دھیان ہٹا لیا جو مسٹر ڈک کے علاوہ باقی لوگوں کے لیے کوئی خاص کشش نہیں رکھتا تھا۔ لیکن میری دادی کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگیں، ٹریڈلس سوفے پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا لیکن اس کی آنکھیں چھت کو دیکھ رہی تھیں اور میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا تاکہ مسٹر مکابر کو آتے دیکھ کر سب کو پہلے ہی بتا دوں۔ مجھے بہت دیر تک باہر نہیں دیکھنا پڑا کیونکہ جیسے ہی ساڑھے نو کا گھنٹہ بجا، وہ گلی میں آتے نظر آ گئے۔

''آ گئے'' میں نے کہا ''لیکن وکیلوں والے لباس (گاؤن) میں نہیں۔''

دادی نے اپنی ٹوپی کی پٹی باندھ لی (وہ اسے پہنے پہنے ہی ناشتے کے لیے نیچے آ گئی تھیں) اور انھوں نے اپنی شال اوڑھ لی جیسے وہ کسی ایسی بات کے لیے بالکل تیار ہو چکی تھیں جو طے تھی اور اس میں کسی طرح کے سمجھوتے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ ٹریڈلس نے بڑی مستعدی سے اپنے کوٹ کے بٹن بند کر لیے۔ مسٹر ڈک ایسی خوفناک تیاریوں سے ہڑبڑا سے گئے لیکن ان کی نقل کرنا

ضروری سمجھتے ہوئے انھوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ہیٹ اتنی زور سے نیچے کھینچا کہ وہ کانوں تک آ گیا پھر فوراً اسے اتار لیا، مسٹر مکابر کا استقبال کرنے کی غرض سے۔

''صاحبان اور محترمہ'' مسٹر مکابر نے کہا'' آداب! میرے پیارے محترم'' مسٹر ڈک سے مخاطب ہوتے ہوئے، جوان سے بے تحاشا ہاتھ ملانے لگے'' آپ بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔''

''آپ نے ناشتہ کر لیا؟ ایک چاپ کھا لیجیے!'' مسٹر ڈک نے کہا۔

''کسی قیمت پر نہیں میرے نیک محترم'' مسٹر مکابر نے انھیں گھنٹی بجانے کے لیے اٹھنے سے روکتے ہوئے بے ساختہ کہا، بھوک اور میں، مسٹر ڈکسن (ڈک کے بجائے) ایک زمانے سے اجنبی ہو گئے ہیں۔''

مسٹر ڈکسن اپنے نئے نام سے اتنے زیادہ خوش ہو گئے اور مسٹر مکابر کے تئیں اتنے شکر گذار نظر آنے لگے کہ انھوں نے انھیں یہ نام عطا کیا، کہ انھوں نے پھر ان سے ہاتھ ملانا شروع کر دیا اور بالکل بچوں کی طرح ہنسنے لگے۔

''ڈک'' دادی نے ٹوکا'' ہوش میں رہو!''

مسٹر ڈک جھینپ سے گئے اور انھوں نے خود کو سنبھال لیا۔

''اب، جناب'' دادی نے اپنے دستانے پہنتے ہوئے مسٹر مکابر سے کہا'' اب ہم لوگ اس کے لیے تیار ہیں جس لیے آپ نے یہاں بلایا ہے، اب جلدی سے بتانا شروع کر دیجیے!''

''محترمہ'' مسٹر مکابر نے کہا'' مجھے امید ہے کہ آپ جلد ہی ایک کوہ آتش فشاں کا پھٹنا دیکھیں گی۔ مسٹر ٹریڈلس، مجھے یقین ہے کہ میں آپ کی اجازت لے چکا ہوں، یہ بتانے کے لیے کہ ہم دونوں اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے ہیں؟''

''بلاشبہ یہ حقیقت ہے، کاپرفیلڈ'' ٹریڈلس نے کہا جسے میں حیرت سے دیکھنے لگا تھا۔ ''مسٹر مکابر جو کچھ بتانے جا رہے ہیں اس کے بارے میں انھوں نے مجھ سے مشورہ کیا ہے اور میں نے انھیں اپنے طور پر سب سے اچھی رائے دی ہے۔''

''اگر میں خود کو دھوکہ نہ دوں، مسٹر ٹریڈلس'' مسٹر مکابر نے اپنی بات جاری رکھی'' میں جس بات پر غور کر رہا ہوں وہ ایک اہم راز سے پردہ ہٹانا ہے۔''

دلائی جو کبھی بوڑھے نہیں ہوئے، بڑے ہوئے پیار کیا اور مر گئے، جبکہ گھنٹوں کی گونج اندر لٹکتی بلیک پرنس کی زنگ آلود زرہ سے ٹکرا رہی تھی اور وقت کی گہرائی میں پڑے ذرّے ہوا میں اس طرح گم ہو گئے تھے جیسے دائرے پانی میں گم ہو جایا کرتے ہیں۔

میں نے اپنے پرانے مکان کو ایک گلی کے نکڑ سے دیکھا لیکن اس کے قریب نہیں گیا، ورنہ ہو سکتا تھا کہ میں وہاں دیکھ لیا جاتا تو میں جس کام میں مدد کرنے کے لیے آیا تھا، اس میں انجانے طور پر خلل پڑ سکتا تھا۔ سورج کی کرنیں چھت کے تکونے حصے اور جالی دار کھڑکیوں سے ٹکرا رہی تھیں اور انھیں چھو کر روپہلی کر رہی تھیں، اور اس کی گذشتہ سکون کی جگمگاہٹ میرے دل کو چھو رہی تھی۔

میں اپنے وطن میں ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ دیر تک گھومتا رہا اور پھر اصل گلی میں لوٹ آیا جو اس وقفے میں گذشتہ رات کی نیند کو جھٹک چکی تھی۔ ان لوگوں میں جو اس وقت دکانیں لگا رہے تھے، میرا وہ پرانا دشمن قصاب بھی تھا جو اب کافی ترقی کر چکا تھا اور اب اس کے ایک بچہ بھی تھا جس کی وہ خود دیکھ بھال کر رہا تھا اور اب سماج کا ایک شریف رکن معلوم ہو رہا تھا۔

جب ہم سب ناشتے کے لیے بیٹھے تو خاصے فکر مند اور بے چین سے ہو گئے۔ جیسے جیسے ساڑھے نو کا وقت قریب آتا گیا، مسٹر مکابر کے انتظار میں ہماری بے چینی بڑھتی گئی۔ بالآخر ہم نے کھانے کی طرف دھیان بٹالیا جو مسٹر ڈک کے علاوہ باقی لوگوں کے لیے کوئی خاص کشش نہیں رکھتا تھا۔ لیکن میری دادی کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگیں، ٹریڈلس سوفے پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگا لیکن اس کی آنکھیں چھت کو دیکھ رہی تھیں اور میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا تاکہ مسٹر مکابر کو آتے دیکھ کر سب کو پہلے ہی بتا دوں۔ مجھے بہت دیر تک باہر نہیں دیکھنا پڑا کیونکہ جیسے ہی ساڑھے نو کا گھنٹہ بجا، وہ گلی میں آتے نظر آ گئے۔

''آ گئے'' میں نے کہا ''لیکن وکیلوں والے لباس (گاؤن) میں نہیں۔''

دادی نے اپنی ٹوپی کی پٹی باندھ لی (وہ اسے پہنے پہنے ہی ناشتے کے لیے نیچے آ گئی تھیں) اور انھوں نے اپنی شال اوڑھ لی جیسے وہ کسی ایسی بات کے لیے بالکل تیار ہو چکی تھیں جو طے تھی اور اس میں کسی طرح کے سمجھوتے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ ٹریڈلس نے بڑی مستعدی سے اپنے کوٹ کے بٹن بند کر لیے۔ مسٹر ڈک ایسی خوفناک تیاریوں سے ہڑبڑا سے گئے لیکن ان کی نقل کرنا

ضروری سمجھتے ہوئے انھوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ہیٹ اتنی زور سے نیچے کھینچا کہ وہ کانوں تک آگیا پھر فوراً اسے اتار لیا، مسٹر مکابر کا استقبال کرنے کی غرض سے۔

''صاحبان اور محترمہ'' مسٹر مکابر نے کہا'' آداب! میرے پیارے محترم'' مسٹر ڈک سے مخاطب ہوتے ہوئے، جوان سے بے تحاشا ہاتھ ملانے لگے'' آپ بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔''

''آپ نے ناشتہ کرلیا؟ ایک چاپ کھالیجیے!'' مسٹر ڈک نے کہا۔

''کسی قیمت پر نہیں میرے نیک محترم'' مسٹر مکابر نے انھیں گھنٹی بجانے کے لیے اٹھنے سے روکتے ہوئے بے ساختہ کہا، بھوک اور میں، مسٹر ڈکسن (ڈک کے بجائے) ایک زمانے سے اجنبی ہوگئے ہیں۔''

مسٹر ڈکسن اپنے نئے نام سے اتنے زیادہ خوش ہوگئے اور مسٹر مکابر کے تئیں اتنے شکر گذار نظر آنے لگے کہ انھوں نے انھیں یہ نام عطا کیا، کہ انھوں نے پھر ان سے ہاتھ ملانا شروع کردیا اور بالکل بچوں کی طرح ہنسنے لگے۔

''ڈک'' دادی نے ٹوکا'' ہوش میں رہو!''

مسٹر ڈک جھینپ سے گئے اور انھوں نے خود کو سنبھال لیا۔

''اب، جناب'' دادی نے اپنے دستانے پہنتے ہوئے مسٹر مکابر سے کہا'' اب ہم لوگ اس کے لیے تیار ہیں جس لیے آپ نے یہاں بلایا ہے، اب جلدی سے بتانا شروع کردیجیے!''

''محترمہ'' مسٹر مکابر نے کہا'' مجھے امید ہے کہ آپ جلد ہی ایک کوہِ آتش فشاں کا پھٹنا دیکھیں گی۔ مسٹر ٹریڈلس، مجھے یقین ہے کہ میں آپ کی اجازت لے چکا ہوں، یہ بتانے کے لیے کہ ہم دونوں اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے ہیں؟''

''بلاشبہ یہ حقیقت ہے، کاپرفیلڈ'' ٹریڈلس نے کہا جسے میں حیرت سے دیکھنے لگا تھا۔ ''مسٹر مکابر جو کچھ بتانے جارہے ہیں اس کے بارے میں انھوں نے مجھ سے مشورہ کیا ہے اور میں نے انھیں اپنے طور پر سب سے اچھی رائے دی ہے۔''

''اگر میں خود کو دھوکہ نہ دوں، مسٹر ٹریڈلس'' مسٹر مکابر نے اپنی بات جاری رکھی'' میں جس بات پر غور کررہا ہوں وہ ایک اہم راز سے پردہ ہٹانا ہے۔''

''بالکل'' ٹریڈلس نے کہا۔

''شاید، ایسے حالات میں، محترمہ اور دیگر صاحبان'' مسٹر مکابر نے فرمایا'' آپ لوگ ایک ایسے آدمی کی بات ماننے کی کوشش کریں گے جو خواہ کتنا بھی نااہل رہا ہو لیکن انسانی فطرت کے تقاضے کے بموجب بہرحال اب بھی آپ کا ساتھی ہے اگر چہ وہ اپنی ذاتی غلطیوں اور حالات کے بوجھ سے کچل دیے جانے کے باعث اپنی اصل شکل بگاڑ چکا ہے؟''

''ہم لوگوں کو آپ پر پورا اعتماد ہے، مسٹر مکابر'' میں نے کہا'' اور ہم وہ کریں گے جو آپ چاہیں گے۔''

''مسٹر کاپر فیلڈ'' مسٹر مکابر نے جواباً کہا'' آپ کا اعتماد، موجودہ حالات میں، کسی غلط نظریے سے نہیں ہے۔ میں گذارش کروں گا کہ گھڑی دیکھ کر مجھے صرف پانچ منٹ کا موقع دیا جائے، اس کے بعد آپ لوگوں کا میں مسٹر وک فیلڈ اور ہیپ کے دفتر میں استقبال کروں گا (جن کا میں ملازم ہوں) جہاں آپ ایگنیز کا حال پوچھیں گے۔''

میں نے اور دادی نے ٹریڈلس کی جانب دیکھا جس نے رضامندی کے طور پر اپنا سر ہلا دیا۔

مسٹر مکابر نے کہا'' مجھے اس وقت اور کچھ نہیں کہنا ہے۔''

اس کے ساتھ میری بے انتہا حیرت کے لیے انھوں نے ہم سبھوں کو شامل کرتے ہوئے بڑے زوردار طریقے سے اپنا جسم خم کیا اور غائب ہو گئے، بالکل ہی الگ انداز سے اور ان کا چہرہ بالکل پیلا پڑ گیا۔

ٹریڈلس نے بس مسکراتے ہوئے اپنا سر ہلا دیا (سر کے بال بالکل سیدھے کیے ہوئے) جب میں نے وضاحت طلب نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ لہٰذا میں نے اپنی گھڑی نکال لی اور مجبوراً پانچ منٹ گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ میری دادی بھی اپنی گھڑی ہاتھ میں لیے ہوئے ایسا ہی کرنے لگیں۔ جب پانچ منٹ گذر گئے تو ٹریڈلس نے دادی کی طرف اپنا بازو بڑھا دیا اور ہم سب لوگ راستے میں ایک بھی لفظ بولے بغیر اس پرانے مکان کی طرف چل پڑے۔

ہم نے مسٹر مکابر کو نچلی منزل پر واقع دفتر میں اپنی ڈسک پر بیٹھا پایا، وہ یا تو کچھ لکھ رہے

تھے یا لکھنے میں مصروف رہنے کی اداکاری کر رہے تھے۔ دفتر کا بڑا اسارولران کی واسکٹ میں گھونپا ہوا تھا اور پورا ڈھکا ہوا نہیں تھا بلکہ اس کا ایک فٹ یا اس سے کچھ زیادہ حصہ سامنے نکلا ہوا تھا۔

چونکہ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ بولنے میں مجھے ہی پہل کرنی چاہیے، اس لیے میں نے زور سے کہا:

''کیسے ہیں آپ، مسٹر مکابر؟''

''مسٹر کاپر فیلڈ؟'' مسٹر مکابر نے سنجیدگی سے کہا ''امید ہے آپ اچھے ہوں گے؟''

''کیا مس وک فیلڈ (ایگنیز) گھر پر ہیں؟''

''مسٹر وک فیلڈ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، وہ لیٹے ہوئے ہیں، جناب، انھیں گٹھیاوی بخار ہے'' انھوں نے جواب دیا، ''لیکن مس وک فیلڈ، مجھے ذرا بھی شبہ نہیں، کہ اپنے پرانے دوستوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔ کیا آپ لوگ اندر تشریف لے آئیں گے، جناب؟''

''وہ ہمیں ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ مکان کا پہلا کمرہ جس میں میں داخل ہوا۔ اور میں نے مسٹر وک فیلڈ کے پرانے دفتر کا دروازہ کھول دیا اور بلند آواز میں کہا:

''مس ٹراٹ ووڈ، مسٹر کاپر فیلڈ، مسٹر ٹریڈلس اور مسٹر ڈکسن!''

جب سے میں نے یورایا ہیپ کو تھپڑ مارا تھا، تب سے اسے پھر نہیں دیکھا تھا۔ ہمارے وہاں اچانک پہنچ جانے سے وہ بھونچکا سا رہ گیا، میں کہوں گا، کیونکہ اس سے ہم لوگ بھی حیرت میں پڑ گئے۔ اس نے اپنی بھویں سکوڑیں نہیں کیونکہ وہاں اتنے بال تھے ہی نہیں، لیکن اس نے اسی طرح گھورا کہ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں تقریباً بند ہو گئیں جبکہ اس نے اپنے ڈھانچے جیسے ہاتھ ٹھوڑی پر رکھ کر اپنی حیرت چھپانے کی کوشش کی۔ یہ اس وقت ہوا جب ہم لوگ اس کمرے میں داخل ہو رہے تھے اور میں نے دادی کے شانے کے اوپر سے یورایا پر نظر ڈالی۔ اس کے ایک لمحے بعد وہ ہمیشہ کی طرح انکسار میں اینٹھنے، بل کھانے لگا۔

''واہ، مجھے یقین ہے'' اس نے کہا ''کہ یہ واقعی ایک غیر متوقع خوشی ہے! مجھے کہنا چاہیے سنت پال کے گرد، اچانک سارے دوستوں کا آ جانا۔ ایک ایسا نظارہ جو ابھی تک نہیں دیکھا گیا تھا۔ مسٹر کاپر فیلڈ، مجھے امید ہے کہ آپ اچھے ہوں گے اور ـــــ اگر میں نہایت ادب سے اپنا

خیال ظاہر کرسکوں ــــ دوستانہ انداز میں ان کے تئیں جو ہمیشہ آپ کے دوست رہے ہیں۔ مسز کاپر فیلڈ (ڈورا) مجھے امید ہے کہ وہ صحت یاب ہو رہی ہوں گی۔ پچھلے کچھ دنوں سے ان کی حالت کے بارے میں سن سن کر ہم لوگ خاصے پریشان ہوتے رہے ہیں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔''

اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانے میں مجھے شرم آ رہی تھی لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں پھر کیا کروں۔

''جب میں یہاں ایک معمولی کلرک تھا اور آپ کا ٹٹو پکڑے ہوئے تھا تب سے چیزیں بدل گئی ہیں اب یہاں مس ٹراٹ ووڈ!'' یورایا نے اپنی مکروہ ترین مسکراہٹ کے ساتھ کہا'' لیکن میں نہیں بدلا ہوں، محترمہ۔''

''ٹھیک ہے جناب'' دادی نے کہا۔'' آپ سچ کہہ رہے ہیں میرے خیال۔ میں آپ اب بھی ویسے ہی ہیں جیسے اپنی جوانی کے دنوں میں تھے، اگر آپ کو ایسا سن کر کچھ سکون مل سکے۔''

''شکریہ، مس ٹراٹ ووڈ'' یورایا نے اینٹھتے، بل کھاتے ہوئے اپنے روایتی انداز میں کہا ''آپ کی اس نیک رائے کے لیے شکریہ! مکابر! ایگنیز سے ان لوگوں کے بارے میں بتادو ــــ اور ماں سے بھی ــــ ان لوگوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔'' یورایا نے کرسیاں ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

''آپ مصروف نہیں ہیں مسٹر ہیپ'' ٹریڈلس نے کہا جس کی آنکھوں سے اتفاقاً اس مکار کی آنکھیں چار ہو گئیں، جیسے اس نے فوراً سب کچھ سمجھ لیا اور ہم سے بچنے لگا۔

''نہیں مسٹر ٹریڈلس'' یورایا نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ ملتے ہوئے گھٹنوں پر نیچے رکھتے ہوئے کہا'' اتنا زیادہ مصروف نہیں رہتا جتنا کہ میں چاہتا ہوں۔ لیکن وکیل، شارک (مچھلی) اور جونک جلدی مطمئن نہیں ہوتے، آپ جانتے ہیں! لیکن مجھے اور مکابر کو عموماً اس لیے کام میں جٹے رہنا پڑتا ہے کیونکہ مسٹر وک فیلڈ اب کسی کام کے لائق نہیں رہ گئے ہیں، جناب۔ لیکن یہ خوشی کی بات ہے اور فرض بھی، کہ ان کے لیے کام کیا جائے۔ آپ مسٹر وک فیلڈ سے واقف نہیں ہیں، میرے خیال میں، مسٹر ٹریڈلس؟ میں سمجھتا ہوں کہ خود میں نے بھی آپ سے صرف ایک بار ہی ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے؟''

''نہیں، میں مسٹر ڈک فیلڈ سے واقف نہیں ہوں'' ٹریڈلس نے جواب دیا ''یا میں بہت پہلے آپ سے ملا ہوں مسٹر ہیپ۔''

یہ جواب کچھ ایسے لہجے میں دیا گیا تھا جس نے یورایا کو بولنے والے کی جانب پھر دیکھنے پر مجبور کر دیا، چہرے پر مکروہ اور شک شبہے والے تاثرات کے ساتھ۔ لیکن ٹریڈلس کا اسی طرح خوش مزاج چہرہ، سادگی کا انداز اور بال اوپر کو بالکل کھڑے ہوئے دیکھ کر، اس نے اپنے پورے جسم کو خاص طور سے گلے کو جھٹکا دیتے ہوئے جواب دیا:

''اس کے لیے مجھے افسوس ہے، مسٹر ٹریڈلس۔ آپ ان کو اتنا ہی پسند کرتے جتنا کہ ہم لوگ کرتے ہیں۔ اپنی چھوٹی موٹی کمزوریوں کے باعث وہ آپ کو کچھ اور ہی پسند آتے لیکن اگر آپ میرے ساتھی پارٹنر کے بارے میں زیادہ جاننا چاہتے ہوں تو مجھے اس کے لیے کاپر فیلڈ سے کہنا چاہیے۔ اس کنبے کے بارے میں یہ بہت اچھی طرح جانتے ہیں، اگر آپ نے ان سے کبھی سنا ہے۔''

میں اس تحسین کو نامنظور کرنے سے رہ گیا (کاش میں کسی طرح ایسا کر دیتا) ایگنیز کے داخل ہو جانے کی وجہ سے، جس کے پیچھے مسٹر مکابر بھی آ رہے تھے۔ وہ بالکل پہلے جیسی پرسکون نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے محسوس کیا اور بظاہر الجھی ہوئی اور سست سی لگ رہی تھی لیکن اس کی پرخلوص خوش اخلاقی اور اس کا خاموش حسن دمک رہا تھا۔

جب اس نے ہم لوگوں کا خیر مقدم کیا تو میں نے دیکھا کہ یورایا اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا جس نے مجھے اس بدصورت اور باغی جن کی یاد دلا دی جو ایک نیک نفس کی پہریداری کر رہا تھا۔ دریں اثنا مسٹر مکابر نے ٹریڈلس کو کچھ اشارہ کیا اور ٹریڈلس چلا گیا جس پر میرے علاوہ اور کسی نے دھیان نہیں دیا۔

''مکابر انتظار مت کرو'' یورایا نے کہا۔

مسٹر مکابر اپنا ہاتھ سینے سے لگے رولر پر رکھے دروازے کے سامنے بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے، اپنے ایک ساتھی اور اپنے آجر کی طرف کشمکش کے ساتھ دیکھتے ہوئے۔

''تم انتظار کس چیز کا کر رہے ہو؟'' یورایا نے کہا ''مکابر! تم نے سنا کہ میں نے تم سے مزید انتظار نہ کرنے کے لیے کہا ہے؟''

''ہاں'' مسٹر مکابر نے اپنی جگہ سے ذرا بھی ہلے بغیر کہا۔

''تب تم کیوں انتظار کر رہے ہو؟'' یورایا نے کہا۔

''کیونکہ میں ـــــ مختصر یہ کہ، ایسا چاہ رہا ہوں۔'' مسٹر مکابر نے برجستہ کہا۔

یورایا کے گالوں کی رنگت جاتی رہی اور یہ سرخ کی جگہ بالکل پیلے پڑ گئے۔ اس نے مسٹر مکابر کو گھور کر دیکھا اور غصے سے ہانپنے لگا۔

''تم بالکل بیکار آدمی ہو جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے۔'' اس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''اور مجھے ڈر ہے کہ میں تم سے نجات حاصل کرلوں گا۔ جاؤ! میں ابھی تم سے بات کروں گا۔''

''اگر اس دھرتی پر کوئی بدمعاش ہے'' مسٹر مکابر نے اچانک زور دیتے ہوئے کہا ''جس سے میں پہلے ہی بہت زیادہ باتیں کر چکا ہوں، تو اس بدمعاش کا نام ہے ـــــ ہیپ!''

یورایا چونک کر پیچھے کو جھک گیا جیسے کسی نے اسے ٹھوکر ماری ہو یا ڈنک مار دیا ہو۔ چہرے پر اتنا برا اور بدمعاشی کا تاثر لیے جتنا کہ اس کے چہرے پر آسکتا تھا، اس نے ہم سب کو دھیرے دھیرے دیکھا پھر مری ہوئی آواز میں بولا:

''اوہو! یہ ایک سازش ہے! تم سب یہاں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق آئے ہو۔ تم میرے کلرک سے ساز باز کر کے مجھے پھنسانا چاہ رہے ہو، کیوں کاپرفیلڈ؟ اب سمجھ لو۔ اس سے تم کچھ نہ کر پاؤ گے۔ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، تم اور میں۔ ہم دونوں کے مابین ذرا بھی محبت نہیں ہے۔ تم یہاں پہلی بار آنے والے دن سے ہی خود پسند اور مغرور رہے ہو اور تم میری ترقی سے حسد کرتے ہو، کیوں؟ میرے خلاف تمھارا کوئی بھی حربہ کامیاب نہ ہو پائے گا۔ میں جوابی کارروائی کروں گا! مکابر تم چلو یہاں سے میں تم سے ابھی بات کروں گا۔''

''مسٹر مکابر'' میں نے کہا ''اس آدمی میں اچانک تبدیلی آگئی، اس غیر معمولی سچ بولنے کے علاوہ بھی اور بہت طرح کی تبدیلی جس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اس سے اسی طرح پیش آیئے جس کا یہ مستحق ہے!''

آپ لوگوں کا ایک بڑا قیمتی گروہ ہے، کیوں؟'' یورایا نے اسی طرح مری آواز میں پسینہ پسینہ ہوتے ہوئے، جسے اس نے پیشانی سے اپنے لمبے ڈھانچے جیسے ہاتھ سے پونچھتے ہوئے کہا

''میرے کلرک کو خریدنے کے لیے، جو سماج کی پھپھوندی جیسا ہے ـــــــ جیسے کہ تم خود تھے کاپرفیلڈ، تم جانتے ہو یہ، اس سے قبل جب کسی نے تم پر ترس کھا لیا ـــــــ اس کی جھوٹی باتوں سے مجھے بدنام کرنے کے لیے؟ مس ٹراٹ ووڈ، بہتر ہوگا کہ آپ یہ سب روک دیں ورنہ میں آپ کے شوہر کو اس سے بھی جلدی روک دوں گا جتنی جلدی آپ پسند کریں گی۔ میں پیشے ورانہ حیثیت سے تمھاری کہانی نہیں جانتا بوڑھی عورت! مس وک فیلڈ اگر تمھیں اپنے باپ سے ذرا بھی محبت ہے تو بہتر ہوگا کہ تم بدمعاشوں کے اس گروہ میں نہ شامل ہو۔ اگر تم ایسا کرتی ہو تو میں انھیں (وک فیلڈ) کو برباد کر ڈالوں گا۔ اب آؤ! میں تم میں سے کچھ کو پھنسا چکا ہوں۔ ٹھیک سے سوچ لو اس سے پہلے کہ تم جکڑ لیے جاؤ۔ دوبارہ سوچ لو تم، مکابر اگر تم چاہتے ہو کہ تم کچل نہ دیے جاؤ۔ میں تمھیں یہی صلاح دوں گا کہ تم اس وقت یہاں سے ہٹ جاؤ اور میں تم سے الگ بات کروں گا، احمق کہیں کے! جب تک کہ تمھارے پاس پیچھے ہٹنے کا موقع ہے! میری ماں کہاں ہیں؟'' اس نے اچانک ٹریڈلس کے غائب ہو جانے پر دھیان دیتے ہوئے گھنٹی کی رسّی کھینچتے ہوئے کہا ''کسی آدمی کے اپنے ہی گھر میں یہ بھی خوب ہو رہا ہے!''

لائق بیٹے کی لائق ماں کے ساتھ لوٹتے ہوئے ٹریڈلس نے کہا ''میں نے انھیں اپنے بارے میں ٹھیک سے بتا دیا ہے۔''

''تم کون ہوتے ہو خود کو بتانے والے؟'' یورایا نے کہا ''اور تم چاہتے کیا ہو؟''

''میں مسٹر وک فیلڈ کا ایجنٹ اور دوست ہوں، جناب'' ٹریڈلس نے بڑے سکون سے تجارتی انداز میں کہا، اور میری جیب میں ان کی طرف سے دیا گیا ''پاور آف اٹارنی'' (مختاری یا وکالت کے اختیارات) موجود ہے، تا کہ میں سبھی معاملات میں ان کی جانب سے کام کر سکوں۔''

''بوڑھا گدھا پیتے پیتے سٹھیا گیا ہے'' یورایا نے پہلے سے بھی زیادہ بدشکل بنتے ہوئے کہا ''اور یہ دھوکہ دے کر اس سے حاصل کیا گیا ہے!''

''انھیں دھوکہ دے کر کچھ حاصل کیا گیا ہے، میں جانتا ہوں'' ٹریڈلس نے پرسکون انداز میں جواب دیا ''اور یہ آپ نے کیا ہے، مسٹر ہیپ۔ اگر آپ پسند کریں تو ہم یہ سوال

مسٹر مکا بر سے کرتے ہیں۔''

''یوری ـــــ ''مسز ہیپ فکر مندانہ انداز میں بول پڑیں۔

''تم اپنی زبان بند رکھو، ماں'' اس نے جواباً کہا'' جتنا کم کہا جائے اتنا ہی کم نقصان ہوتا ہے۔''

''لیکن میرے یوری ـــــ ''

''تم اپنی زبان بند رکھو گی ماں، اور اسے مجھ پر چھوڑ دو گی؟''

اگرچہ میں بہت پہلے سے ہی جانتا تھا کہ اس کی فرمانبرداری اور اس کا انکسار محض ریاکاری تھا اور اس کے سارے بہانے کھوکھلے اور فریب ہوا کرتے تھے، مجھے اس کی مکاری کا صحیح اندازہ اب ہو پایا جب اس نے اپنا نقاب اتار پھینکا۔ اچانک جس پھرتی سے اس نے اسے اتار دیا، جب اسے محسوس ہوا کہ اب یہ اس کے لیے بیکار ہے۔ اس نے جتنی بدتمیزی، خباثت اور نفرت کا اظہار کیا، ایسی بری نظروں سے اس کا گھورنا، ایسی حالت میں بھی جبکہ وہ اتنا کمینہ پن دکھا چکا تھا ـــــ اور پورے وقت مایوس اور سخت چکر میں کہ کس طرح وہ ہم لوگوں پر غالب آ جائے ـــــ خود مجھے جس کو اتنے دنوں سے برابر اس کی کمین حرکتوں کا تجربہ ہوتا رہا ہے، پہلے ہی حیرت میں ڈال دیا۔ میں جو اسے اتنے دنوں سے جانتا تھا اور اسے سخت ناپسند کرتا تھا۔

جس طرح کھڑا وہ ہم سب کو باری باری دیکھ رہا تھا اور مجھے جتنی نفرت سے گھور رہا تھا، اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ وہ مجھ سے سخت نفرت کرتا ہے اور مجھے اس کے گال پر اپنے تھپڑ کا نشان یاد آ گیا۔ لیکن جب اس کی نظریں ایگنیز پر پڑیں اور میں نے ایگنیز پر سے اپنی گرفت کمزور ہوتی دیکھ کر اس کی بوکھلاہٹ دیکھی اور اس کی مایوسی کا احساس، اسے پانے کے لیے اس کے دل میں شدید جذبے کی پامالی، جس کی خوبیوں کو وہ کبھی نہیں سراہ سکتا تھا اور نہ ان کی قدر کر سکتا تھا، صرف اتنا سوچ کر ہی مجھے سخت دھچکا لگا کہ وہ ایسے خبیث قسم کے انسان کے سامنے گھنٹے بھر بھی کیسے رہ پاتی ہوگی۔

اپنی ٹھوڑی تھوڑی دیر تک کھجلاتے رہنے اور اپنی بری آنکھوں سے ہم لوگوں کو دیکھتے رہنے کے بعد، ہڈی جیسی انگلیوں سے اس نے مجھے پھر مخاطب کیا، نصف کتے کی طرح روتے

ہوئے، نصف برا بھلا کہتے ہوئے۔

''تم اسے ٹھیک سمجھتے ہو کاپرفیلڈ، کیوں، تم جو اپنی عزت اور اس طرح کی تمام باتوں پر اتنا گھمنڈ کرتے ہو، میرے گھر میں چوری سے گھس آنا اور میرے کلرک سے ساز باز کرنا؟ اگر ایسا میں کرتا تو مجھے حیرت نہ ہوتی کیونکہ میں خود کو بڑا شریف آدمی نہیں جتاتا پھرتا (اگرچہ میں کبھی گلیوں میں بھی نہیں پڑا رہا جیسا کہ مکابر کے مطابق، تم پڑے رہتے تھے)۔ لیکن تم نے ایسا کیا! ـــ اور تمھیں ایسا کرنے میں ڈر بھی نہیں لگا؟ تم اس پر ذرا بھی دھیان نہیں دے رہے ہو جو میں جوابی کاروائی کے طور پر کروں گا یا سازش اور ساز باز کرنے کے لیے تمھیں کیا کیا بھگتنا پڑ سکتا ہے؟ بہت اچھا۔ ہم دیکھیں گے! ہاں، مسٹر، آپ کا نام کیا ہے، آپ مکابر سے کوئی سوال کرنے جا رہے تھے۔ آپ کے پنچ تو موجود ہیں۔ آپ انھیں ہی کیوں نہیں بولنے دیتے۔ انھوں نے پوری تیاری کر رکھی ہے، میں دیکھ رہا ہوں۔''

یہ دیکھتے ہوئے کہ اس نے جو کچھ کہا اس کا مجھ پر یا کسی اور پر کوئی اثر نہیں پڑا، وہ اپنے ہاتھ جیب میں ڈالے ہوئے اپنی کرسی کی ٹیک پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی ایک لمبی ٹانگ دوسری ٹانگ میں پھنسا لی اور کتوں کی طرح تاکنے لگا کہ اب کیا ہوگا۔

مسٹر مکابر، جن کا جوش میں نے ابھی تک بڑی مشکل سے کسی طرح دبا رکھا تھا اور جو کئی بار اسے بدمعاش کہتے ہوئے مداخلت کر چکے تھے! دوبارہ اس لفظ کو دہرائے بغیر، اب حرکت میں آتے ہوئے انھوں نے رولر سامنے سے کھینچ لیا (بظاہر دفاعی اسلحے کے طور پر) اور انھوں نے اپنی جیب سے ایک دستاویز نکالا جو ایک لمبے چوڑے خط کی شکل میں موڑا گیا تھا۔ انھوں نے اس کاغذ کو اپنے روایتی دلچسپی والے انداز میں کھولتے ہوئے اور اس کی تحریر پر اسی طرح نظر ڈالتے ہوئے جیسے اس کی فنی پسندیدگی کے دلدادہ ہوں، انھوں نے اسے یوں پڑھنا شروع کیا:

''عزیز مس ٹراٹ وڈ و دیگر صاحبان ـــ ''

''خدا اس آدمی کے حال پر رحم کرے!'' میری دادی نے بے ساختہ دھیمے سے کہا ''یہ دستے کے دستے خطوط لکھتا رہے گا، اگر یہ بہت بڑا جرم ہو، تب بھی!''

مسٹر مکابر نے ان کی بات سنے بغیر خط پڑھنا جاری رکھا۔

''آپ کے سامنے اب تک کے غالباً سب سے بڑے کمینے کا کچا چٹھا کھولنے کی غرض سے حاضر ہو کر'' مسٹر مکابر نے خط سے نظریں ہٹائے بغیر رولر یورایا ہیپ کو دکھاتے ہوئے پڑھا ''میں اپنے لیے کسی رعایت کے لیے نہیں کہوں گا۔ میں بچپن میں جھولے پر سے ہی طرح طرح کے دھوکے کھاتا رہا ہوں اور جواب دینے یا بدلہ لینے سے قاصر رہا ہوں۔ میں ہمیشہ حالات کے ہاتھ کا کھلونا رہا ہوں ـــــ ذلت، عُسرت، محرومی اور دیوانہ پن مجموعی طور پر یا علاحدہ علاحدہ، میری روش کے ساتھی رہے ہیں۔''

جتنا لطف لے لے کر مسٹر مکابر اپنی خامیوں، محرومیوں اور ناکامیوں کا بیان کر رہے تھے، اس کا موازنہ بس ان کے خط پڑھتے وقت ان الفاظ پر زور دینے سے ہی کیا جا سکتا تھا اور جب وہ محسوس کرتے کہ انھوں نے واقعی کوئی بہت زوردار جملہ کہہ دیا ہے تو ان کا جھومتا سر دیکھتے ہی بنتا تھا۔

''ذلت، عُسرت، محرومی اور دیوانہ پن کے بوجھ سے دبا ہوا میں اس کے دفتر میں داخل ہوا ـــــ یا جیسا کہ ہمارا ایک زندہ دل پڑوسی اسے اس کمپنی کا بیورو (Bureau) کہے گا جو مسٹر وک فیلڈ اور ہیپ کے نام سے چلتا ہے لیکن دراصل اسے تنہا ہیپ ہی چلاتا ہے۔ ہیپ اور صرف ہیپ اس کا اصل کرتا دھرتا ہے۔ ہیپ اور صرف ہیپ ہی فریبی اور دغاباز ہے۔''

ان الفاظ کو سن کر یورایا نے چراغ پا ہوتے ہوئے خط کی طرف جھپٹا مارا جیسے وہ اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہو۔ مسٹر مکابر نے بالکل معجزے کے طور پر یا خوش قسمتی سے اس کی بند انگلیوں (مٹھی) کو رولر پر روک لیا اور اس کا داہنا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ انگلیاں اس کی کلائی پر یوں جھول گئیں جیسے ہاتھ وہاں سے ٹوٹ گیا ہو۔ کھٹ کی آواز اتنی زور سے بلند ہوئی جیسے اس کی انگلیاں لکڑی سے ٹکرائی ہوں۔

''تم سے شیطان سمجھے!'' یورایا نے درد سے ایک نئے انداز میں اینٹھتے ہوئے کہا۔ میں تمھیں بتاؤں گا۔''

''پھر میری طرف لپکو تم ـــــ تم ـــــ تم بدنامیوں کے انبار'' مسٹر مکابر نے للکارتے ہوئے کہا ''اور تمھارا سر، اگر انسانوں والا ہے، تو میں اسے پھوڑ ڈالوں گا۔ آؤ، آؤ!''

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سے زیادہ مضحکہ خیز کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس وقت

بھی مجھے اس کا احساس ہوا تھا ـــــ کہ مسٹر مکابر رولر کو تلوار کی طرح لہرا لہرا کر چلا رہے تھے ''آؤ'' جبکہ ٹریڈلس اور میں انھیں کونے کی طرف ڈھکیل دیتا تھا جہاں سے وہ پھر بھاگ آنے کی کوشش کرتے، جیسے ہی ہم دونوں وہاں ڈھکیل کر لے جاتے۔

ان کے دشمن نے اپنے آپ بڑبڑاتے ہوئے اپنا زخمی ہاتھ کچھ دیر تک دبانے کے بعد دھیرے دھیرے گلے سے اپنا گلوبند نکالا اور اس سے ہاتھ باندھ لیا اور پھر اسے دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر اپنی میز پر بیٹھ گیا، اپنا مجہول چہرہ نیچے کیے ہوئے۔

مسٹر مکابر جب خاصے ٹھنڈے پڑ گئے تو انھوں نے پھر خط پڑھنا شروع کیا۔

''جس تنخواہ پر میں ـــــ ہیپ کی ملازمت میں گیا ـــــ ''ہر بار ہیپ کہنے سے قبل وہ وقفہ دیتے تھے اور حیرت انگیز قوت سے اس لفظ کو ادا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں صاف صاف کبھی نہیں بتایا گیا، یہ چھے پنس، بائیس شلنگ ہفتہ وار سے زیادہ کبھی نہیں رہی۔ بقیہ رقم میری پیشے ورانہ مشقت، دیگر، اور زیادہ زوردار الفاظ میں کہوں تو میرے مزاج کی رذالت اور میرے کنبے کی غربت، عام اخلاقی (بلکہ غیر اخلاقی) مطابقت میرے اور ـــــ ہیپ کے مابین دیکھتے ہوئے اتفاقی ضرورت کے نام پر روک لی جاتی تھی۔ کیا مجھے یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ جلد ہی میرے لیے ضروری ہو گیا کہ میں ـــــ ہیپ ـــــ سے مسز مکابر اور ہمارے مرجھاتے لیکن بڑھتے جا رہے کنبے کی ضروریات کے لیے طرح طرح سے پیشگی رقم لیتا رہوں؟ کیا مجھے یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ یہ ضرورت ـــــ ہیپ نے پہلے ہی سمجھ لی تھی؟ کہ یہ ساری پیشگی رقم سرخط نامے اور اسی طرح کے دیگر قانونی معاہدوں کے تحت لی جاتی رہی جو اس ملک میں رائج ہیں، اور پھر میں اس جال میں پھنس ہی گیا جو اس نے میرے لیے بُنا تھا؟''

ایسی بدنصیبی کی، اور افسوس ناک باتوں کو بیان کرنے میں مسٹر مکابر اپنی مکتوبی صلاحیتوں سے جس قدر محظوظ ہو رہے تھے، لگ رہا تھا جیسے واقعی حقیقت میں انھیں جتنی تکلیف یا پریشانی ہوئی تھی، اس کے آگے ان کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ پڑھتے گئے۔

''پھر ایسا ہوا کہ ـــــ ہیپ ـــــ مجھ پر اتنا اعتماد کرنے لگا جتنا کہ اس کے اس شیطانی کام چلاتے رہنے کے لیے ضروری تھا۔ تب یہ ہوا کہ میں نے شروع کر دیا، اگر میں شیکسپیر کی طرح

اظہار کر سکوں، میرا تنزلی کی طرف بڑھنا اور گھل کر تحلیل ہو جانا۔ میں نے پایا کہ اب میری خدمات مستقلاً جعلی اور فرضی کاموں کے لیے ہی لی جانے لگی ہیں اور ایک شخص کے ساتھ فریب کیا جا رہا ہے جسے میں مسٹر ڈبلیو (وک فیلڈ) نام دے رہا ہوں۔ ان مسٹر ڈبلیو کے نام سے جعلسازی کی جانے لگی، انھیں اندھیرے میں رکھا جانے لگا اور ان سے ہر ممکن طریقے سے دغا کی جانے لگی۔ اس کے باوجود کہ یہ سب کیا جاتا رہا، بدمعاش ـــــ ہیپ ـــــ اس مجبور شخص کے تئیں حد درجہ دوستی اور وفاداری کا ناٹک کرتا رہا۔ ''یہ بہت بری بات تھی'' اپنی بات کو اور موثر بنانے کے لیے موصوف ایک فلسفی کا حوالہ دینے سے بھی نہیں چوکے اور وہ اس حوالے سے اتنے مسرور ہوئے کہ انھوں نے اسے پھر دہرانا شروع کر دیا۔

''میرا یہ ارادہ نہیں ہے'' وہ خط آگے پڑھتے گئے۔ ''کہ اس کے کارناموں کی فہرست گنواؤں، موجودہ خط کے دائرے میں (اگرچہ اس کی فہرست الگ رکھی ہوئی ہے) رہتے ہوئے، جس سے وہ شخص متاثر ہوتا رہا ہے جسے اس وقت میں نے ڈبلیو نام دے رکھا ہے، جن میں مجھے بھی ملوث ہونے پر مجبور کیا گیا۔ جب مجھ کو تنخواہ ملے یا نہ ملے، روٹی ملے یا نہ ملے، وجود رہے یا نہ رہے کی کشمکش ختم ہو گئی تو میں نے ـــــ ہیپ کے ذریعے اس شریف آدمی کے ساتھ کی گئی بڑی بڑی دغابازیوں کا پردہ فاش کرنے کا تہیہ کر لیا، خود اپنے اندر خاموش طریقے سے خطرے کو بھانپتے ہوئے اور مجھ سے کسی بھی حالت میں کم خطرے کا احساس ان کو بھی نہیں تھا، جن کا یہاں میں مس ڈبلیو (ایگنیز) کے نام سے حوالہ دوں گا۔ میں نے ان کے ساتھ مل کر رازدارانہ طور پر اس کی چھان بین شروع کی اور کلنڈر کے بارہ مہینوں کے دوران اپنی بہترین معلومات، اطلاعات اور یقین کے مطابق ایک ایک چیز کا پتہ لگاتا رہا۔'' انھوں نے اسے اس طرح پڑھا جیسے یہ پارلیمان کا کوئی قانون ہو اور الفاظ کی گونج سے حیرت انگیز طور پر خود کو تازہ دم محسوس کرنے لگے۔ ''میرے الزامات ـــــ ہیپ کے خلاف'' انھوں نے ہیپ کی جانب دیکھتے ہوئے اور اپنے بائیں بازو کے نیچے دبے رولر کو اپنی سہولت کے لیے اور استعمال کرنے کے لیے (ضرورت پڑنے پر) ٹھیک پوزیشن میں کرتے ہوئے کہا ''مندرجہ ذیل ہیں:''

میرے خیال میں ہم سبھی سانس روک کر انتظار کرنے لگے۔ مجھے یقین ہے کہ یورایا نے تو

اپنی سانس ضرور روک لی تھی۔

''پہلا'' مسٹر مکابر نے فرمایا ''جب مسٹر ڈبلیو کی تجارت سے متعلق صلاحتیں اور یاد داشت، مختلف وجوہات کی بنا پر جس کی تفصیل میں جانا مناسب یا ضروری نہیں سمجھتا، کمزور ہوتی گئی اور وہ الجھے الجھے سے رہنے لگے ـــــ ہیپ ـــــ نے دانستہ طور پر سوچی سمجھی سازش کے تحت بزنس کے سارے معاملات کو زیادہ سے زیادہ خلط ملط اور پیچیدہ کر دیا۔ جب مسٹر ڈبلیو ذرا بھی بزنس کرنے کی حالت میں نہ رہتے تو ـــــ ہیپ ان کے سر پر سوار ہو کر انھیں یہ کام کرنے پر مجبور کر دیتا۔ ایسی حالت میں وہ مسٹر ڈبلیو سے ضروری کاغذات پر دستخط کرا لیتا، ان سے یہ کہہ کر کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس نے انھیں مجبور کیا کہ وہ اسے بینک سے رقم نکالنے کا اختیار دے دیں۔ چنانچہ وہ رقمیں نکال نکال کر دفتری امور کے نام پر غصب کرنے لگا اور ایسی ایسی چیزوں کی مرمت کی مد میں دکھانے لگا جو یا تو پہلے ہی ٹھیک کرائی جا چکی ہوتیں یا ان میں مرمت کی ضرورت رہتی ہی نہیں تھی اور حساب کتاب کو طرح طرح خلط ملط کرتا رہتا، یہ دکھانے کے لیے کہ مسٹر ڈبلیو نے بے ایمانی سے یہ سب کیا ہے اور وہ رقمیں وہ خود ہضم کر جاتا اور پھر بعد میں وہ ان سب کا حوالہ دے دے کر انھیں پریشان اور بلیک میل کرنے لگا۔''

''تم اسے ثابت کرو گے، تم کاپر فیلڈ!'' یورایا نے دھمکی دینے والے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ''اور جلد سے جلد!''

''مسٹر ٹریڈلس ـــــ ہیپ ـــــ سے کہیے جو مسٹر کاپر فیلڈ کے بعد اس گھر میں رہنے لگا'' مسٹر مکابر نے خط پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا ''ثابت کرو گے؟''

''یہ بیوقوف ـــــ اب خود وہیں رہتا ہے۔'' یورایا نے حقارت سے کہا۔

''ہیپ سے پوچھیے کہ اس نے اس گھر میں کبھی پاکٹ بک (یادداشت کی جیبی کتاب) رکھی ہے'' مسٹر مکابر نے کہا ''کیوں؟''

میں نے دیکھا کہ یورایا نے اپنی ٹھوڑی کھجلانا بند کر دیا۔

''یا پوچھیے اس سے'' مسٹر مکابر نے کہا ''اگر اس نے وہاں کبھی کوئی پاکٹ بک جلادی ہو۔ اگر یہ کہتا ہے کہ ہاں اور آپ سے پوچھتا ہے کہ اس کی راکھ کہاں ہے تو اسے ولکنس مکابر کے

پاس بھیجیے اور وہ جو کچھ بھی سنے گا اس سے اس کا ذرا بھی بھلا نہ ہوگا!''

مسٹر مکابر جس فاتحانہ انداز میں چہک کر ان الفاظ کو ادا کر رہے تھے، اس نے یورایا کی ماں پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ چیخ پڑی۔

''اُری، اُری! انکسار سے کام لو اور معاملہ ٹھیک کر لو پیارے!''

''ماں'' اس نے پلٹ کر کہا ''تم چپ رہوگی؟ تم ڈر رہی ہو اور سمجھ نہیں رہی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو یا تمھارا مطلب کیا ہے۔ انکسار!'' اس نے مجھے دیکھتے ہوئے غرّا کر دہرایا۔ ''میں نے ان میں سے کچھ کے ساتھ ایک طویل عرصے تک انکسار دکھایا ہے، جیسا منکسر مزاج میں تھا!''

مسٹر مکابر اپنی ٹھوڑی آہستہ سے اپنی نکٹائی پر رکھتے ہوئے پھر اپنی تخلیق پڑھنے لگے۔

''دوسرا الزام۔ ہیپ نے کئی موقعوں پر، جہاں تک میرے علم، اطلاع اور یقین میں ہے ــــ''

''لیکن اس سے کچھ نہ ہوگا'' یورایا نے بڑبڑاتے ہوئے پرسکون انداز میں کہا۔ ''ماں تم چپ رہنا!''

''ہم کچھ ایسی چیزیں پیش کریں گے کہ اس سے بہت کچھ ہو جائے گا اور بہت جلد آپ کو انجام تک پہنچا دیں گے، جناب'' مسٹر مکابر نے جواب دیا، پھر دہرایا:

''دوسرا الزام: ہیپ نے کئی موقعوں پر، جہاں تک میرے علم، اطلاع اور یقین میں ہے، دیدہ و دانستہ متعدد اندراجات، کھاتوں اور دستاویز میں مسٹر ڈبلیو کے جعلی دستخط کیے اور ایک معاملے میں تو میرے سامنے ہی اس نے ایسا کیا، جس کا ثبوت میں پیش کر سکتا ہوں۔''

مسٹر مکابر اپنے ادق الفاظ کے ذخیرہ لگانے کا پھر اسی طرح لطف لینے لگے، جو انھوں نے خواہ کتنے ہی شاندار طریقے سے کیوں نہ ادا کیے ہوں، میں کہہ سکتا ہوں کہ ان کے لیے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ میں نے اپنی زندگی کے دوران بے شمار لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے یہ ایک عام قاعدہ ہو۔ عدالت میں حلف لیتے وقت، مثال کے طور پر، کہ حلف لینے والے جب متعدد اچھے اچھے الفاظ پر پہنچتے ہیں تو جیسے ان الفاظ سے خود خاصے محظوظ ہونے لگتے ہیں جو ایک ہی بات کہنے کے لیے طرح طرح سے کہے جاتے ہیں۔ جیسے، کہ وہ ناپسند کرتے ہیں، نفرت

کرتے ہیں اور انکاری قسم کھاتے ہیں، وغیرہ، وغیرہ، اور پرانی لغتوں کو اسی اصول پر بامزہ بنایا جاتا تھا۔ ہم الفاظ کے استبداد کے بارے میں بات کرتے ہیں لیکن ہم ان کے سہارے جبر کرنا پسند بھی کرتے ہیں، ہمیں بھاری بھرکم الفاظ کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کا شوق رہتا ہے جن کا ہم اہم مواقع پر استعمال کرنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا ضروری معلوم ہوتا ہے اور بہت اچھا لگتا ہے۔ جیسا کہ تزک واحتشام کے مواقع پر بولتے وقت ہم الفاظ کے معنی پر اتنا دھیان نہیں دیتے، اگر وہ سننے میں اچھے لگتے ہوں اور وافر ہوں، اس لیے ایسے موقعوں پر ہمارے الفاظ کے معنی اور ان کی ضرورت ثانوی حیثیت رکھتی ہے، اگر یکے بعد دیگرے بس منہ سے جھڑتے ہی جارہے ہوں۔ اور جیسا کہ بہت سے لوگ بہت زیادہ لفاظی کے مظاہرے سے اکثر پریشانی میں پڑ جاتے ہیں، یا غلام جب تعداد میں بہت زیادہ ہو جاتے ہیں تو اپنے آقا کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میں اس طرح کی ایک پوری قوم کا حوالہ دے سکتا ہوں جو اس وجہ سے بڑی بڑی پریشانیوں میں پڑ گئی تھی اور اس سے بھی زیادہ ادق الفاظ کے بہت بڑے ذخیرے کے استعمال سے بڑی پریشانی میں پڑ جائیں گے۔

مسٹر مکابر نے تقریباً ہونٹوں سے چٹخارہ لیتے ہوئے پھر پڑھنا شروع کیا:

''مسٹر ڈبلیو کے معذور ہو جانے کے بعد اور اس امکان کے پیش نظر کہ ان کے انتقال کے بعد کچھ ایسی باتیں سامنے آسکتی ہیں جن سے ڈبلیو کنبے پر ـــــ ہیپ کی گرفت ختم ہوسکتی ہے ـــــ جیسا کہ میں، دستخط نگار، سمجھتا ہوں ـــــ جب تک کہ ان کی بیٹی کے تئیں محبت کا استعمال کسی طرح اس بات کے لیے کیا جائے کہ مسٹر ڈبلیو اور ـــــ ہیپ کے مابین ساجھے داری کی کبھی چھان بین نہ کی جاسکے۔ اس لیے ہیپ نے اسے قرینِ مصلحت سمجھا کہ وہ مسٹر ڈبلیو کی طرف سے ایک ایسا بانڈ تیار کرالے جس میں اس نے ان کو بے عزتی سے بچانے کے لیے وہ رقم پیشگی کے طور پر انھیں دی ہے اور وہ سود سمیت واپس کی جائے گی، اگرچہ یہ رقم انھیں کبھی نہیں دی گئی اور وہ پہلے ہی بینک سے نکال کر غصب کر لی گئی۔ اس دستاویز پر مسٹر ڈبلیو کے دستخط اور ولکنس مکابر کی تصدیق کے دستخط ہیپ نے خود (جعلی) کیے ہیں۔ اس کے ہاتھ کی اس طرح کی کئی دستخطیں میرے قبضے میں ہیں، جو یہاں، وہاں جل گئی ہیں لیکن انھیں کوئی بھی آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔ میں نے کبھی

اس طرح کے کسی دستاویز پر ان کی دستخط کی تصدیق نہیں کی اور یہ دستاویز میرے قبضے میں ہے۔''

یورایا ہیپ نے جھٹکے سے اپنی جیب سے کنجیوں کا گچھا نکالا اور ایک مخصوص دراز کو کھولا، پھر اچانک اس نے کچھ سوچا اور پھر ہم لوگوں کی طرف گھوم گیا، دراز میں کچھ دیکھے بغیر۔

''اور وہ دستاویز میرے پاس ہے'' مسٹر مکابر نے پھر پڑھنا شروع کیا، خط کو اس طرح دیکھتے ہوئے جیسے یہ وعظ کا حصہ ہو۔ ''میرے قبضے میں'' ــــ یعنی میں نے آج صبح اسے حاصل کیا جب یہ تحریر لکھی جا رہی تھی، لیکن اسے ٹریڈلس کی تحویل میں دے رکھا تھا۔''

''یہ بالکل سچ ہے۔'' ٹریڈلس نے تصدیق کی۔

''اُری، اُری!'' ماں نے بے ساختہ کہا ''منکسر مزاج بنو اور معاملہ ٹھیک کر لو۔ میں جانتی ہوں کہ میرا بیٹا بڑی سمجھداری سے کام لے گا اگر آپ صاحبان اسے سوچنے کے لیے کچھ موقع دیں۔

''مسٹر کاپر فیلڈ، مجھے یقین ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ ہمیشہ کتنا منکسر مزاج رہا ہے، جناب!''

یہ چیز قابلِ دید تھی کہ ماں اب بھی اسی حربے (انکسار) کو پکڑے ہوئے تھی جبکہ بیٹا اسے بیکار سمجھ کر پھینک چکا تھا۔

''ماں'' اس نے غصے میں رومال کو، جس سے اس نے اپنا ٹوٹا ہاتھ باندھ رکھا تھا، دانت سے کاٹتے ہوئے کہا ''بہتر ہوگا کہ تم ایک بھری بندوق مجھ پر چلا دو۔''

''لیکن میں تمھیں پیار کرتی ہوں، اُری!'' ماں نے روتے ہوئے کہا۔ اور مجھے اس میں شک نہیں کہ وہ اسے بہت چاہتی تھی یا وہ اپنی ماں کو بہت چاہتا تھا، بہر حال، خواہ یہ کتنا ہی عجیب لگے، اگرچہ یہ ضرور ہے کہ وہ دونوں ہم مزاج تھے۔ ''اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ تم ان صاحب کو غصہ دلاؤ اور اپنے لیے خطرہ اور بڑھاؤ۔ میں نے پہلے ہی ان صاحب کو بتا دیا تھا جب زینے پر انھوں نے بتایا کہ یہ معاملہ اٹھایا جانے والا ہے، کہ میں تم سے منکسر بننے اور خود کو سدھارنے کے لیے کہوں گی۔ اف، دیکھیے میں کتنی منکسر مزاج ہوں صاحبو اور اس کی باتوں پر دھیان نہ دیجیے!''

''آ ئیں، یہ کاپر فیلڈ ہے ماں'' اس نے غصے سے میری جانب اپنی پتلی انگلی سے اشارہ

کرتے ہوئے کہا، جس کے خلاف اس کا سارا عناد تھا کہ پردہ فاش خصوصی طور پر میں نے ہی کرایا ہے، اور میں نے اس کی یہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش بھی نہ کی "یہ کاپر فیلڈ تم کو سو پونڈ اس سے بھی کم کہنے کے لیے دے سکتا تھا، جتنا ابھی تم نے کہہ ڈالا ہے!"

"میں مجبور ہوں، اُری" اس کی ماں نے بے ساختہ کہا "میں تمھیں اپنا سر اتنا اونچا کر کے چلتے ہوئے کسی خطرے میں پڑتے نہیں دیکھ سکتی۔ بہتر ہے کہ تم منکسر مزاجی سے کام لو، جیسا کہ تم ہمیشہ رہے ہو۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر ہاتھ میں بندھا رومال دانت سے کاٹتے ہوئے مجھے گھور کر بولا:

"تم اور کیا کیا سامنے لانا چاہتے ہو؟ اگر کچھ اور ہے تو اسے جاری رکھو۔ تم میری طرف کیا دیکھ رہے ہو؟"

مسٹر مکابر نے بڑی پھرتی سے پھر خط پڑھنا شروع کر دیا اور وہ بے حد خوش تھے کہ وہ پھر اپنی اس پیشکش پر آ گئے جس سے وہ اتنے زیادہ محظوظ ہو رہے تھے۔

"تیسرا، اور آخری: اب میں اس پوزیشن میں ہوں کہ ـــــ ہیپ کی جعلی کاپیوں سے، اور ـــــ ہیپ کے اصل دستاویز سے دکھا سکوں جس کی شروعات میں اس ادھ جلی پاکٹ بک سے کروں گا (جو اتفاقیہ طور پر مسز مکابر کو اس وقت مل گئی تھی جب ہم اپنی موجودہ رہائش گاہ میں آئے اور اس کوڑے دان میں یہ ملی جس میں چولھے کی راکھ رکھی جاتی تھی۔ اس وقت اس کی اہمیت میری سمجھ میں نہ آ سکتی تھی) کہ بدنصیب مسٹر ڈبلیو کی کمزوریاں، خامیاں، خوبیاں، پدرانہ شفقت اور ان کی عزت کا استعمال برسوں سے ـــــ ہیپ کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے بے جا طور پر کیا جا رہا تھا ـــــ کہ ـــــ ہیپ مسٹر ڈبلیو کو برسوں سے ہر ممکن طریقے سے دھوکہ دے کر اپنا الو سیدھا کرتا رہا ہے۔ ہیپ کا اصل مقصد تھا کہ مسٹر ڈبلیو اور مس ڈبلیو (موخر الذکر کے سلسلے میں وہ اپنا جو گندہ ارادہ رکھتا تھا، اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا) پوری طرح اسی پر منحصر ہو جائیں۔ گذشتہ چند مہینوں سے وہ مسٹر ڈبلیو کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ بزنس کا اپنا حصہ اس کے حق میں لکھ دیں اور یہاں تک کہ اس گھر کے فرنیچر فروخت کر دینے کے لیے ایک بل تیار کر دیں۔ اس کے

عوض انھیں ہیپ سال میں چار برابر قسطوں میں سہ ماہی رقم دے گا۔ اپنے جال میں پھنسانے کا سلسلہ اس نے اس وقت شروع کیا جب مسٹر ڈبلیو غلط اندازے کے مطابق سٹے میں رقم لگا رہے تھے جوان کی جائداد سے انھیں ملتی تھی اور سٹے میں ہار جانے کی صورت میں انھیں وہ رقم ادا کرنا ہی تھی جس کے لیے وہ اخلاقی اور قانونی طور پر پابند تھے۔ ہاتھ میں پیسے نہ ہونے پر وہ اونچے در کے سود پر قرض لیتے، ہیپ سے، جو وہ جعلسازی کر کے مسٹر ڈبلیو کے پیسے ہی انھیں دیتا۔ اس طرح مسٹر ڈبلیو دیوالیہ ہوتے ہوتے اس مقام پر پہنچ جاتے جس کے بعد بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہوتا۔ پوری طور پر دیوالیہ ہو جانے کے بعد، جیسا کہ اسے یقین تھا، ہر طرف سے ناامید ہو کر وہ اسی شیطان پر انحصار کرتے جس نے انسانی چولا پہن رکھا تھا۔'' مسٹر مکابر نے اپنے اندازِ بیان کو ایک نیا موڑ دیتے ہوئے کہا —— ''جو خود کو جوان کے لیے ضروری بناتے ہوئے ان کو تباہ و برباد کر ڈالتا۔ یہ سب میں آپ کو دکھاؤں گا، شاید اس سے بھی زیادہ!''

میں نے سرگوشی میں چند الفاظ ایگنیز سے کہے جو میری بغل میں کھڑی رو رہی تھی، نصف خوشی سے، نصف افسوس سے اور ہم لوگ سمجھ رہے تھے کہ مسٹر مکابر خط مکمل طور پر پڑھ چکے۔ انھوں نے بے حد سنجیدگی سے کہا ''معاف کیجیے گا'' اور پھر کچھ دھیمے پڑتے ہوئے اپنی تخلیق کا پھر بے انتہا لطف لیتے ہوئے فرمایا۔

میں نے الزامات پڑھ کر سنا دیے۔ اب میرے ذمے اتنا ہی باقی رہ جاتا ہے کہ میں ان لزامات کے لیے ثبوت پیش کروں اور پھر اپنے بدقسمت کنبے کے ساتھ یہاں سے کہیں چلا جاؤں اور فنا ہو جاؤں۔ یہ جلد ہی ہو جائے گا۔ یہ سوچنا مناسب نہ ہوگا کہ سب سے پہلے ہمارا بچہ ختم ہوگا، غذا نہ مل پانے کی وجہ سے، کیونکہ یہ ہمارے کنبے کا سب سے کمزور رکن ہے۔ اس کے بعد ہمارے جڑواں بچوں کا نمبر آئے گا۔ ایسا ہی ہوگا! جہاں تک میری بات ہے تو کینٹر بری یاترا نے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ قرض کی عدم ادائیگی کے لیے جیل کی سزا جلد ہی پھر میرا ذریعہ بنے گی۔ مجھے اعتماد ہے کہ اس تفتیش میں میں نے جتنی محنت کی اور جو کھم اٹھایا ہے —— جس کے نتائج کو جمع کر کے ایک شکل دے دی گئی ہے۔ اور یہ کام پو پھٹتے وقت، شبنم آلود شام کو، رات کے سایوں میں کیا گیا ہے اور ایک ایسی ذات کی تیز نگہبان آنکھوں کے سامنے جسے شیطان کہنا بھی فضول ہوگا،

اور وہ بھی انتہائی محنت طلب فرائضِ منصبی کے دباؤ میں مفلسی کے پیس ڈالنے والے تصورات اور باپ کے افلاس کے خلاف کشمکش کے ساتھ کیا گیا ہے اور اب جب یہ کام مکمل ہو جائے گا تو یہ اپنے صحیح مقصد کو پہنچے گا جو کہ گویا میری چتا پر تازہ پانی کے چند قطروں کے گرانے کے مترادف ہوگا اور انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے میرے بارے میں صرف اتنا کہا جائے جیسا کہ ایک جری اور سر بر آوردہ بحری فوج کے ہیرو کے بارے میں کہا گیا ہے، میرے بارے میں بھی کہا جائے کہ تاجرانہ اور خود غرضانہ مقاصد کے ہوتے ہوئے بھی میں نے یہ کام کیا۔ انگلستان کے واسطے، وطن کے واسطے اور حسن کے واسطے ہمیشہ رہا (وفادار وغیرہ)

ولکنس مکابر

خط کے اس غم ناک حصے سے خاصے متاثر ہو کر، لیکن اب بھی اتنے ہی محظوظ ہوتے ہوئے مسٹر مکابر نے خط کو موڑ کر اپنا سر خم کرتے ہوئے اسے میری دادی کو دے دیا، جیسے یہ وہ قیمتی چیز ہو جسے دادی اپنے پاس رکھنا پسند کر سکتی ہیں۔

میں جب پہلی بار یہاں آیا تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ ایک لوہے کی الماری اس کمرے میں رکھی ہوئی تھی، وہ اب بھی موجود تھی۔ کنجی اسی کے اندر رکھی ہوئی تھی، اچانک یورایا کے ذہن میں کچھ شک پیدا ہوا۔ اس نے لپک کر الماری کے پلّے کھول دیے۔ الماری خالی تھی۔

''رجسٹر کہاں گئے؟'' اس نے چیخ کر کہا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ کوئی چور اٹھا لے گیا سارے رجسٹر!''

مسٹر مکابر نے رولر سے خود کو تھپتھپاتے ہوئے ''میں نے نکال لیا ہے جب حسبِ معمول مجھے تم سے کنجی ملی لیکن کچھ قبل ـــــ اور آج صبح اسے میں نے کھولا۔''

''پریشان نہ ہو۔ وہ میرے قبضے میں آ چکے ہیں۔ میں ان کا خیال رکھوں گا، انہی اختیارات کے تحت جن کا ذکر میں کر چکا ہوں۔'' ٹریڈلس نے کہا۔

''تم نے چوری کا مال لے لیا، کیوں؟'' یورایا نے بے ساختہ کہا۔

''موجودہ حالات کے تحت'' ٹریڈلس نے کہا ''ہاں، میں نے لے لیا۔

جب میں نے اپنی دادی کو دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جو ابھی تک بالکل خاموشی کے

ساتھ بڑے دھیان سے یہ سب دیکھ سن رہی تھیں، انھوں نے اچھل کر دونوں ہاتھ سے یورایا کا گلوبند پکڑ لیا۔

''تم جانتے ہو کہ میں کیا چاہتی ہوں'' میری دادی نے اس سے کہا۔

''ایک تنگ واسکٹ۔'' اس نے کہا۔

''نہیں، اپنی جائداد!'' دادی نے جواباً کہا'' ایکنیز میری عزیز! جب تک میں یہ سمجھتی رہی کہ میری جائداد تمھارے باپ نے لے لی ہے، میں نے سانس نہیں لی ـــــــ اور میری عزیز، یہاں تک کہ میں نے ٹراٹ سے ذکر تک نہیں کیا، جیسا کہ وہ جانتا ہے، کہ میں نے اپنی جائداد تجارت کی غرض سے یہاں لگائی ہے۔ لیکن اب میں جان گئی ہوں کہ اس کا ذمہ دار یہ آدمی ہے اور میں اس سے لے کر رہوں گی! ٹراٹ، آؤ اس سے وصول کرو!''

آیا میری دادی ایک لمحے کے لیے یہ سمجھ بیٹھیں کہ ان کی جائداد اس گلوبند میں ہے، مجھے یقین ہے کہ میں نہیں جانتا لیکن انھوں نے اس کا گلوبند اس طرح کھینچا جیسے وہ یہی سمجھ رہی تھیں۔ میں جلدی سے ان دونوں کے درمیان کود پڑا اور اپنی دادی کو یقین دلانے لگا کہ ہم اس سے ایسی ہر چیز واپس لے لیں گے جسے اس نے غلط طریقے سے ہڑپ رکھا ہے۔ میری اس بات اور کچھ لمحے تک سوچتی رہنے سے وہ نرم پڑ گئیں لیکن انھوں نے ابھی جو کچھ کیا تھا، اس سے ذرا بھی پشیمان نظر نہیں آرہی تھیں اور وہ پرسکون انداز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ گئیں۔

پچھلے کچھ منٹوں کے دوران یورایا کی ماں اپنے بیٹے کو مسلسل منکسر رہنے کی تلقین کرتی رہی تھی اور ہم لوگوں کے قدموں میں گر گر پڑ رہی تھی اور بڑے بڑے وعدے کرتی جارہی تھی، اس کے بیٹے نے اس کو اپنی کرسی پر بیٹھا دیا اور اس کی بغل میں آزردگی کے ساتھ اس کا بازو پکڑے کھڑا رہا اور مجھ سے بڑے بھیانک انداز میں بولا:

''تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

''میں تم کو بتاؤں گا کہ کیا کرنا چاہیے۔'' ٹریڈلس نے کہا۔

''کیا کاپر فیلڈ کے زبان نہیں ہے؟'' یورایا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا'' میں تمھارے لیے بہت کچھ کردوں گا اگر تم مجھے بتا سکو جھوٹ بولے بغیر، کہ کسی نے اسے کاٹ کر الگ کر دیا ہے۔''

''میرا یورایا ایسا انکسار کے ساتھ کہہ رہا ہے!'' اس کی ماں نے بے ساختہ کہا۔ ''وہ کیا کہتا ہے، آپ صاحبان اس کا خیال نہ کریں!''

''اس میں کیا کیا جانا چاہیے'' ٹریڈلس نے کہا ''اس معاملے میں۔ پہلی بات تو یہ کہ ہم نے ابھی جس اقرارنامے کے بارے میں سنا ہے، اسے میرے حوالے کر دیا جائے، ابھی۔''

''فرض کرلو یہ میرے پاس نہیں ہے۔'' اس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہ تمہارے پاس ہے'' ٹریڈلس نے کہا ''اس لیے تم جانتے ہو کہ ہم لوگ ایسا فرض نہیں کریں گے'' اور میں اس کے لیے قسم کھانے سے خود کو نہیں روک پاؤں گا کہ یہ پہلا موقع تھا جب میں نے اپنے اسکول کے ساتھی کے صاف ذہن، سادہ، صابر، اور بہتر عمل احساس کو اچھا سمجھ کر سراہا ___ ''تب'' ٹریڈلس نے کہا ''تمھیں وہ ساری چیزیں واپس کرنے کے لیے خود کو تیار کر لینا چاہیے جو تم نے داؤ پیچ اور دغا بازی سے حاصل کی ہیں۔ پارٹنر شپ (ساجھے داری) کے سارے رجسٹر اور کاغذات ہماری تحویل میں رہنے چاہئیں، تمھارے سارے رجسٹر اور کاغذات، ہر طرح کے روپے پیسے کا حساب کتاب اور دونوں طرح کی زرضمانت بھی۔ مختصر یہ کہ یہاں کی ہر چیز۔''

''ایسا ہی ہونا چاہیے؟ میں اسے نہیں جانتا'' یورایا نے کہا ''مجھے اس کے بارے میں سوچنے کے لیے موقع دیا جانا چاہیے۔''

''یقیناً'' ٹریڈلس نے کہا ''لیکن اس دوران میں اور جب تک ہر چیز ہماری مرضی کے مطابق ہو نہیں جاتی یہ ساری چیزیں ہمارے قبضے میں ہی رہیں گی، اور میں تم سے گذارش کروں گا ___ مختصر یہ کہ تمھیں مجبور کروں گا ___ کہ تم اپنے کمرے میں ہی مقید رہو اور کسی سے کسی قسم کی بات نہ کرو۔''

''میں ایسا نہیں کروں گا۔'' یورایا نے قسم کھاتے ہوئے کہا۔

''میڈ اسٹون (Maid'stone) جیل تمھیں قید میں رکھنے کے لیے بڑی محفوظ جگہ ہے۔'' ٹریڈلس نے کہا ''اور اگرچہ قانون ہمیں ٹھیک کرنے میں بہت دن لگا سکتا ہے، اور اتنا ٹھیک نہیں کر پائے گا جتنا تم چاہتے ہو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ تمھیں سزا دے گا۔ پیارے، تم بھی یہ بات اتنی ہی اچھی طرح جانتے ہو جتنا کہ میں! کاپرفیلڈ کیا تم گلڈ ہال (Guild Hall) جا کر وہاں سے کچھ

افسران کو بلالاؤ گے؟''

اب یورایا کی ماں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ایگنیز سے رو رو کر کہنے لگی کہ وہ ان کی طرف سے مداخلت کرے اور اس نے یقین دلانے کی کوشش کی کہ یورایا بہت منکسر مزاج ہے اور یہ سب باتیں صحیح ہیں اور اگر اس نے وہ سب نہ کیا جو ہم چاہتے ہیں، تو وہ خود ایسا کرے گی اور اس میں اور جو کچھ کہا جائے گا، وہ بھی کر دے گی، اس نے اپنے دلارے بیٹے کے لیے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے جو کچھ کیا ہے، اس کی تفتیش، اگر اس میں ذرا بھی بہادری ہوتی تو وہ تفتیش ہونے دیتا جیسا کہ کوئی دوغلا بازاری کتا بھی کر سکتا ہے، اگر اس میں شیر جیسی ہمت ہوتی۔ وہ بزدل تھا، سر سے پاؤں تک، اور اس نے اپنی ذلیل ذہنیت کا اظہار اتنی برہمی اور رذالت کے ساتھ کیا جتنا کہ اس نے اپنی کمین زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا۔

''رکو!'' اس نے مجھ سے غرّا کر کہا اور ہاتھ سے اپنا تمتماتا چہرہ پونچھا۔ ''ٹھیک ہے! وہ اقرار نامہ انھیں لے لینے دو۔ جاؤ اسے لے آؤ!'' اس نے اپنی ماں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ ان کی مدد کریں گے، مسٹر ڈک'' ٹریڈلس نے کہا ''اگر آپ پسند کریں۔''

اس ذمہ داری پر فخر کرتے ہوئے اور اس کا مطلب سمجھتے ہوئے مسٹر ڈک یورایا کی ماں کے ساتھ ساتھ اسی طرح چلنے لگے جیسے کسی گڈریے کا کتا بھیڑ کی رکھوالی کر رہا ہو۔ لیکن مسز ہیپ نے انھیں زیادہ زحمت نہیں دی کیونکہ وہ صرف اقرار نامہ لے کر ہی نہیں لوٹیں بلکہ وہ بکس بھی لیتی آئیں جس میں یہ رکھا ہوا تھا اور جس میں ہم نے دیکھا کہ چیک بک اور کچھ دیگر کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے جو بعد میں استعمال کیے جا سکتے تھے۔

''ٹھیک!'' ٹریڈلس نے کہا، جب یہ آ گیا ''مسٹر ہیپ، اب آپ سوچنے کے لیے جا سکتے ہیں، خاص طور سے اس لیے کہ یہاں موجود ہر شخص کی طرف سے میں اعلان کرتا ہوں کہ اب ایک ہی کام کرنا ہے، یہ وہی کام ہے جو میں ابھی بتا چکا ہوں اور یہ کہ یہ کام بغیر تاخیر ہو جانا چاہیے۔''

یورایا آنکھیں اوپر اٹھائے بغیر کمرے سے جانے لگا، اپنا ہاتھ ٹھوڑی پر رکھے ہوئے، پھر دروازے پر رک کر اس نے کہا:

''کاپر فیلڈ، میں نے ہمیشہ تم سے نفرت کی ہے۔ تم نے ہمیشہ چھچھورا پن کیا ہے اور تم ہمیشہ

میرے خلاف رہے ہو۔''

''جیسا کہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہ تم ہو جو اپنی لالچ اور چالاکی کی وجہ سے پوری دنیا سے چھچھوراپن کرتے رہے ہو۔ مستقبل میں یہ سوچنے سے تمھیں فائدہ ہوگا کہ دنیا میں تم سے پہلے لالچ اور چالاکی اتنی نہیں تھی جتنی کہ تم نے اب تک دکھاڈالی۔ یہ بات اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ موت۔''

''یا اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ اسکول میں ہوا کرتی تھی (وہی اسکول جہاں میں نے اتنی زیادہ منکسر مزاجی سیکھی) نو بجے سے گیارہ بجے تک، وہ مشقت ایک مصیبت تھی اور گیارہ بجے سے ایک بجے تک، یہ مسرّت کا، وقار کا اور میں نہیں جانتا کہ اور کس کس چیز کا وقت ہوا کرتا تھا۔ آں؟'' اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''تم مجھے اس کے بارے میں بتا رہے ہو۔ منکسر مزاجی کا کچھ اثر ہی نہیں پڑتا؟ اس کے بغیر تو میں اپنے ساتھی پارٹنر کے اتنی قریب پہنچ ہی نہیں سکتا تھا، میرے خیال میں ـــــ مکابر، بوڑھے سانڈ، میں تمھارا حساب چکادوں گا!''

مسٹر مکابر اس کو یا اس کی اٹھی ہوئی انگلی کو ذرا بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس وقت تک اپنا سینہ زیادہ سے زیادہ تانے رہے جب تک کہ وہ دروازے سے باہر نہ نکل گیا، پھر میری طرف دیکھتے ہوئے اپنے اور مسز مکابر کے مابین آپسی اعتماد کی بحالی کا احساس کرایا۔ اس کے بعد انھوں نے سارے لوگوں کو اس تبدیلی سے مطلع کرنے کے لیے بلایا۔

''وہ پردہ جو کافی دنوں سے مسز مکابر اور میرے درمیان حائل ہو گیا تھا، اب ہٹ چکا ہے'' مسٹر مکابر نے فرمایا ''اور میرے بچے اب اپنے باپ سے بغیر کسی تفریق یا بندش مل سکتے ہیں۔''

چونکہ ہم لوگ ان کے بہت شکر گزار تھے اور چاہتے بھی تھے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اس کا اظہار بھی کر دیں اور میں کہوں گا کہ ہم لوگ اس کا اظہار کرتے ہی رہ جاتے لیکن ایگنیز کو اپنے باپ کے پاس واپس جانا ضروری تھا جو صبح امید سے زیادہ کی خوشی برداشت نہیں کر پا رہی تھی، اور کسی اور کو یورایا کی نگرانی کے لیے تعینات دیکھنا چاہ رہی تھی۔ اس لیے ٹریڈلس اس کام کے لیے وہاں رکا رہ گیا اور مسٹر ڈک کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا، اور مسٹر ڈک، دادی اور میں مسٹر مکابر کے ساتھ ان کے گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب میں جلدی میں اپنی پیاری لڑکی، جس کا مجھ پر اتنا احسان تھا، اور اس خیال سے کہ کتنی بڑی مصیبت سے وہ بچالی گئی، غالباً، اس صبح ـــــ اس کے

میرے خلاف رہے ہو۔"

"جیسا کہ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہ تم ہو جو اپنی لالچ اور چالاکی کی وجہ سے پوری دنیا سے چھچھوراپن کرتے رہے ہو۔ مستقبل میں یہ سوچنے سے تمھیں فائدہ ہوگا کہ دنیا میں تم سے پہلے لالچ اور چالاکی اتنی نہیں تھی جتنی کہ تم نے اب تک دکھا ڈالی۔ یہ بات اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ موت۔"

"یا اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ اسکول میں ہوا کرتی تھی (وہی اسکول جہاں میں نے اتنی زیادہ منکسر مزاجی سیکھی) نو بجے سے گیارہ بجے تک، وہ مشقت ایک مصیبت تھی اور گیارہ بجے سے ایک بجے تک، یہ مسرّت کا، وقار کا اور میں نہیں جانتا کہ اور کس کس چیز کا وقت ہوا کرتا تھا۔ آں؟" اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم مجھے اس کے بارے میں بتا رہے ہو۔ منکسر مزاجی کا کچھ اثر ہی نہیں پڑتا؟ اس کے بغیر تو میں اپنے ساتھی پارٹنر کے اتنی قریب پہنچ ہی نہیں سکتا تھا، میرے خیال میں — مکابر، بوڑھے سانڈ، میں تمھارا حساب چکا دوں گا!"

مسٹر مکابر اس کو یا اس کی اٹھی ہوئی انگلی کو ذرا بھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس وقت تک اپنا سینہ زیادہ سے زیادہ تانے رہے جب تک کہ وہ دروازے سے باہر نہ نکل گیا، پھر میری طرف دیکھتے ہوئے اپنے اور مسز مکابر کے مابین آپسی اعتماد کی بحالی کا احساس کرایا۔ اس کے بعد انھوں نے سارے لوگوں کو اس تبدیلی سے مطلع کرنے کے لیے بلایا۔

"وہ پردہ جو کافی دنوں سے مسز مکابر اور میرے درمیان حائل ہو گیا تھا، اب ہٹ چکا ہے" مسٹر مکابر نے فرمایا "اور میرے بچے اب اپنے باپ سے بغیر کسی تفریق یا بندش مل سکتے ہیں۔"

چونکہ ہم لوگ ان کے بہت شکر گذار تھے اور چاہتے بھی تھے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اس کا اظہار بھی کر دیں اور میں کہوں گا کہ ہم لوگ اس کا اظہار کرتے ہی رہ جاتے لیکن ایگنیز کو اپنے باپ کے پاس واپس جانا ضروری تھا جو صبح امید سے زیادہ کی خوشی برداشت نہیں کر پا رہی تھی، اور کسی اور کو یورایا کی نگرانی کے لیے تعینات دیکھنا چاہ رہی تھی۔ اس لیے ٹریڈلس اس کام کے لیے وہاں رکا رہ گیا اور مسٹر ڈک کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا، اور مسٹر ڈک، دادی اور میں مسٹر مکابر کے ساتھ ان کے گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب میں جلدی میں اپنی پیاری لڑکی، جس کا مجھ پر اتنا احسان تھا، اور اس خیال سے کہ کتنی بڑی مصیبت سے وہ بچالی گئی، غالباً، اس صبح — اس کے

بہتر عزم کے باوجود ـــــــــ جب میں جلدی میں رخصت ہونے لگا تو اپنے لڑکپن کی گردشِ ایام کے تئیں میں نے خود کو شکرگذار محسوس کیا جس نے مجھے مسٹر مکابر کے علم میں لا دیا تھا۔

اِن کا مکان زیادہ دور نہیں تھا اور جب گلی کا دروازہ ان کے ڈرائنگ روم میں کھلا اور ہم لوگوں کے اندر داخل ہو جانے کے بعد جب انھوں نے اپنی مخصوص اسٹائل میں دروازے کی کنڈی لگادی تو فوراً ہم لوگوں نے خود کو ان کے کنبے کے دل میں پایا۔ مسٹر مکابر گلوگیر آواز میں ''ایما! میری زندگی!'' کہتے ہوئے مسز مکابر کی بانہوں میں سما گئے۔ مسز مکابر نے چیختے ہوئے مسٹر مکابر کو گلے سے لگالیا، مس مکابر، جو بے خبر اجنبی (مسز مکابر کی تازہ ترین تخلیق) کی دیکھ بھال کر رہی تھی، جذبات سے مغلوب ہو اٹھی۔ اجنبی اچھل پڑا۔ جڑواں بچوں نے متعدد تکلیف دہ لیکن معصوم قسم کے کرتبوں سے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ ماسٹر مکابر نے جس کے مزاج میں، ابتدائی مایوسیوں اور محرومیوں کے باعث تلخی آ گئی تھی اور وہ بدمزاج ہو گیا تھا، بہتر جذبات کا مظاہرہ کیا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

''ایما'' مسٹر مکابر نے کہا ''میرے ذہن پر سے بادل چھٹ چکے ہیں۔ آپسی اعتماد جو اتنے دنوں تک ہمارے درمیان قائم تھا، پھر بحال ہو گیا ہے اور اب اس میں پھر کبھی خلل اندازی نہ ہوگی اب، خوش آمدید مفلسی!'' مسٹر مکابر نے آنسو بہاتے ہوئے چیخ کر کہا ''خوش آمدید پریشانی، خوش آمدید بے سروسامانی، خوش آمدید بھوک، بدحالی، طوفان اور بھک منگی! ہمارا آپسی اعتماد آخر تک برقرار رہے گا!''

ان الفاظ کے ساتھ مسٹر مکابر نے مسز مکابر کو ایک کرسی میں ڈال دیا اور اردگرد اپنے کنبے کے افراد کو سینے سے لگالیا، مختلف مایوس کن توقعات کرتے ہوئے، جو، میرے اندازے کے مطابق ان کے لیے خوش آئند ہونے کے علاوہ کچھ اور ثابت ہو سکتی تھیں۔ پھر انھوں نے سارے لوگوں کو کینٹر بری آ کر ایک ساتھ مل کر گانے کے لیے کہا کیونکہ اس کے علاوہ ان کے لیے اور کوئی سہارا باقی نہیں رہ گیا تھا۔

لیکن مسز مکابر کو جذبات کے غلبے سے غش آ گیا تھا، اس لیے اس کے بارے میں سوچنے سے قبل انھیں ہوش میں لانا ضروری ہو گیا۔ میری دادی اور مسٹر ڈک نے یہ کام انجام دیا، دادی کا ان سے تعارف کرایا گیا، تب انھوں نے مجھے پہچانا۔

''معاف کرنا پیارے مسٹر کاپرفیلڈ'' بے چاری نے اپنا ہاتھ میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا ''لیکن میرے دم نہیں ہے۔ مسٹر مکابر اور میرے مابین غلط فہمی دور ہو جانے کا مجھ پر بہت زیادہ اثر پڑا۔''

''بس یہی آپ کا کنبہ ہے محترمہ؟'' میری دادی نے کہا۔

''فی الحال تو اور کوئی نہیں ہے۔'' مسز مکابر نے جواب دیا۔

''خدا خیر کرے، میرا یہ مطلب نہیں تھا محترمہ'' میری دادی نے کہا ''میرا مطلب تھا کہ کیا یہ سارے بچے آپ ہی کے ہیں؟''

''یہ سچا پیش نامہ ہے، محترمہ'' مسٹر مکابر بول پڑے۔

''میری دادی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا: ''اور وہ جو سب سے بڑا لڑکا ہے، کیا کر رہا ہے؟''

''جب میں یہاں آیا تو امید کرتا تھا'' مسٹر مکابر نے کہا'' کہ ولکنس (بیٹا) کو چرچ میں عبادت کے لیے گانے کے لیے رکھوا دوں گا لیکن وہاں کوئی جگہ ہی نہیں اور مختصر یہ کہ، اس نے پبلک ہاؤسوں میں گانے کی عادت ڈال لی ہے، بجائے پاک عبادت گاہوں کے۔

''لیکن وہ گاتا اچھا ہے۔'' مسز مکابر نے پیار سے کہا۔

''میں کہنے کی جسارت کر رہا ہوں، میری عزیز'' مسٹر مکابر نے کہا'' کہ وہ بہت اچھا گاتا ہے لیکن ابھی تک میں نے یہ نہیں پایا کہ وہ اس طرح گا سکے جیسا کہ اس سے کہا جائے۔''

ماسٹر مکابر کے چہرے پر روکھا پن پھر واپس آ گیا اور اس نے کچھ غصے سے پوچھا کہ وہ کیا کرے؟ کیا وہ ایک بڑھئی پیدا ہوا ہے، یا گاڑی رنگنے والا، ایک چڑیا سے ذرا بہتر پیدا ہوا ہے؟ کیا وہ گلی گلی جا کر دواؤں کی دوکان کھول لے؟ یا وہ بھاگتا ہوا تحقیقاتی جوری کے میعادی اجلاس میں جائے اور وہاں اعلان کر دے کہ وہ ایک وکیل ہے؟ کیا وہ زبردستی اوپیرا میں چلا جائے اور وہاں مارپیٹ کر لے؟ یا پھر اس کو کچھ سکھایا نہیں گیا ہے تو وہ کچھ بھی کرنا شروع کر دے؟''

میری دادی کچھ دیر تک محویت کے عالم میں اسے دیکھتی رہیں، پھر بولیں:

''مسٹر مکابر، مجھے حیرت ہے کہ آپ نے ترکِ وطن کے بارے میں نہیں سوچا۔''

مسٹر مکابر نے جواب دیا'' محترمہ یہ تو میری جوانی کا خواب تھا اور اس کے بعد بھی

میری دلی خواہش یہی رہی۔'' میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انھوں نے زندگی میں کبھی اس کے بارے میں نہیں سوچا۔

''آں؟'' دادی نے مجھ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا'' آئیں، کتنا اچھا ہوگا یہ آپ کے کنبے کے لیے مسٹر اور مسز مکابر کہ آپ لوگ اب ترکِ وطن کر دیں۔''

''پونجی، محترمہ، پونجی۔'' مسٹر مکابر نے دلگیر لہجے میں کہا۔

میں کہہ سکتی ہوں'' سرمایہ'' واحد اڑچن ہے میرے عزیز مسٹر کاپرفیلڈ'' ان کی اہلیہ نے بھی اس بات کی تائید کی۔

''سرمایہ؟'' میری دادی نے بے ساختہ کہا۔'' لیکن آپ ہم لوگوں کے لیے بڑا کام کر رہے ہیں ـــــ بڑا کام کیا ہے، مجھے کہنا چاہیے کیونکہ اس سے یقیناً بہت کچھ حاصل ہوگا ـــ اور ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں جو سرمایہ حاصل کرنے جیسا ہو؟''

''میں اسے تحفتاً نہیں لے سکتا'' مسٹر مکابر نے پورے جوش و خروش کے ساتھ کہا'' لیکن اگر ایک مناسب رقم پیشگی کے طور دی جا سکتی مثلاً پانچ فی صد سالانہ سود پر میری نجی ذمہ داری پر میرے ہاتھ کے لکھے پُرنوٹ پر، علی الترتیب بارہ، اٹھارہ اور چوبیس مہینوں کی قسطوں پر، مجھے مل جاتی تاکہ کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونے کے لیے مجھے وقت مل جاتا۔''

''ہوسکتا تھا، ہوسکتا ہے اور ہو سکے گا، آپ کی ہی شرطوں پر'' میری دادی نے جواباً کہا ''اگر آپ زبان سے کہہ بھر دیں۔ اس کے بارے میں اب سوچیے، آپ دونوں۔ یہاں کچھ ایسے ہیں، ڈیوڈ جانتا ہے، جو جلد ہی آسٹریلیا جا رہے ہیں۔ اگر آپ جانے کے لیے طے کر لیتے ہیں تو پھر کیوں نہ اسی جہاز سے آپ لوگ بھی چلے جائیں؟ آپ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ مسٹر اور مسز مکابر اب اس کے بارے میں سوچیے۔ کچھ وقت لے لیجیے اور اس کے بارے میں خوب ٹھیک سے سوچ لیجیے۔''

''اب بس ایک سوال ہی اور رہ جاتا ہے، پیاری محترمہ، جو میں پوچھنا چاہوں گی'' مسز مکابر نے کہا'' آب و ہوا، مجھے یقین ہے کہ صحت افزا ہوگی؟''

''دنیا بھر میں سب سے اچھی!'' میری دادی نے جلدی سے کہا۔

''ایسا؟'' مسز مکابر نے جلدی سے کہا'' تب سوال اٹھتا ہے، کیا اس ملک کے حالات ایسے ہیں کہ مسٹر مکابر جیسی اہلیت وصلاحیت والے آدمی کے لیے وہاں سماجی پیمانے پر اوپر اٹھنے کے امکانات رہیں گے؟ سر دست تو میں یہ نہ کہوں گی، کہ وہ گورنر یا اسی قسم کے کسی دیگر اعلیٰ عہدے کے خواہاں ہو سکتے ہیں، لیکن کیا وہاں ان کی کوئی ایسی مناسب شروعات ہو سکتی ہے جس میں ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو فروغ پانے کا موقع مل سکے ـــــ اتنا ہی کافی ہوگا ـــــ اور وہ خود ترقی کرتے کرتے آگے بڑھتے جائیں گے؟''

''ایسے شخص کے لیے جو محنتی ہے اور اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کرتا ہے، وہاں سے بہتر شروعات کہیں اور نہیں ہو سکتی'' میری دادی نے کہا۔

''ایسے شخص کے لیے جو اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کرتا ہے'' مسز مکابر نے اپنے واضح تجارتی انداز میں دہرایا'' اور محنتی ہے۔'' بالکل ٹھیک۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آسٹریلیا مسٹر مکابر کے پھلنے پھولنے کے لیے صحیح جگہ ہے!''

''میں اس بات کو مانتا ہوں، عزیز محترمہ'' مسٹر مکابر نے کہا'' کہ موجودہ حالات میں میرے اور میرے کنبے کے لیے سرزمیں، واحد سرزمین، یہی ہے اور یہ کہ اسی ساحل پہ کچھ نہ کچھ غیر معمولی قسم کا ہو جائے گا۔ یہ کوئی بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے اور اگرچہ میں نے وہاں جانے کا فیصلہ آپ کی رحمدلانہ تجویز کے باعث کیا ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں معاملہ صرف یہ ہے کہ میں وہاں کس شکل میں ترقی کروں گا۔''

کیا میں کبھی بھول پاؤں گا کہ ایک لمحے میں ان کا چہرہ خون جیسا سرخ ہو گیا اور وہ دنیا کے سب سے زیادہ پرجوش شخص کی طرح مستقبل کی طرف دیکھنے لگے، یا مسز مکابر کس طرح کنگاروؤں (آسٹریلیا میں پایا جانے والا مخصوص جانور) کی عادات واطوار پر روشنی ڈالنے لگیں! کیا میں کینٹر بری کی اس گلی کو، بازار کے دن انھیں یاد کیے بغیر یاد کر سکوں گا جیسے وہ ہمارے ساتھ واپس آرہے تھے، ایک گھمکڑ کے انداز میں چلتے ہوئے جیسے کوئی نیا سیاح کچھ دنوں کے لیے اس ملک میں گھومنے آیا ہو، آتے ہوئے، بیلوں کو ایک آسٹریلیائی کسان کی نظروں سے دیکھتے ہوئے!

●●●

باب 53

گذرے زمانے پر پھر ایک نظر

مجھے ایک بار پھر کچھ لمحے کے لیے رک جانا چاہیے۔ اف، میرے حافظے میں، گھومتی بھیڑ میں ایک چہرہ ابھرتا ہے، میری بچہ بیوی کا، خاموش اور ساکت، اپنی معصوم محبت اور طفلانہ حسن کے ساتھ کہتی ہوئی، رک جاؤ میرے بارے میں سوچنے کے لیے ــــــ گھوم کر دیکھو ننھی کلی کو جو زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے!

میں گھوم کر دیکھتا ہوں۔ باقی سب دھندلا جاتا ہے اور نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ میں پھر ڈورا کے ساتھ اپنے بنگلے میں ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کتنے طویل عرصے تک وہ علیل رہی ہے۔ میں اسے محسوس کرتے رہنے کا اتنا عادی ہو چکا ہوں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ وہ کتنی بار بیمار ہوئی۔ یہ واقعی بہت طویل عرصہ نہیں ہے، ہفتوں یا مہینوں میں نہیں، لیکن میرے تجربے میں یہ تھکا دینے والی، عاجز کر ڈالنے والی مدّت ہے۔

وہ لوگ مجھ سے یہ کہہ کر چلے گئے ہیں کہ "کچھ دن اور انتظار کیجیے۔" اب میں کچھ کچھ ڈرنے لگا ہوں کہ شاید اب وہ دن کبھی نہ آئے گا جب میں اپنی بچہ بیوی کو اس کے پرانے ساتھی جپ کے ساتھ پھر سورج کی روشنی میں دوڑتا ہوا دیکھوں گا۔

اچانک جپ بہت بوڑھا نظر آنے لگا۔ ہو سکتا ہے، ایسا اس لیے ہو کہ اب وہ اپنی مالکن

میں وہ چیز نہ پاتا ہو جو اسے تازہ دم اور جوان بنائے رہتی تھی۔ لیکن اس کے بال جھبرے ہو گئے ہیں، اس کی نظر کمزور ہو گئی ہے، اور اس کے اعضا نحیف ہو گئے ہیں، اور میری دادی کو یہ افسوس رہنے لگا ہے کہ اب وہ ان پر نہیں بھونکتا بلکہ ان کے پاس رینگنے لگتا ہے جب وہ ڈورا کے بستر پر لیٹا رہتا ہے —— دادی بستر پر کنارے بیٹھی رہتی ہیں۔ اور چپ چاپ ہلکے سے ان کا ہاتھ چاٹتا رہتا ہے۔

ڈورا لیٹی ہم لوگوں پر مسکراتی رہتی ہے اور حسین نظر آتی ہے، اور اب نہ جلدی جلدی بولتی ہے اور نہ شکایت کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ہم لوگ اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے ہیں، کہ اس کا پیارا بوڑھا ذمہ دار لڑکا خود کو تھکائے ڈال رہا ہے، وہ جانتی ہے کہ میری دادی کو اب نیند نہیں آتی اس کے باوجود وہ ہر وقت چاق چوبند، مستعد اور رحم دل رہتی ہیں۔ کبھی کبھی ننھی چڑیوں کی طرح خواتین اسے دیکھنے آتی ہیں اور پھر ہم اپنے شادی والے دن اور خوشیوں بھرے وقت کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔

گھر کے اندر اور باہر میری زندگی میں کیسا عجیب سکوت اور ٹھہراؤ سا محسوس ہونے لگا ہے —— جب میں خاموش چھایہ دار باہری کمرے میں بیٹھا رہتا ہوں، نیلی آنکھوں والی میری بچہ بیوی میری جانب دیکھتی ہوئی اور اس کی ننھی ننھی انگلیاں میرے ہاتھ پر پھسلتی ہوئی! اس طرح میں کئی کئی گھنٹے تک بیٹھا رہتا ہوں، لیکن ان اوقات میں سے تین کی یاد میرے ذہن میں سب سے زیادہ تازہ رہتی ہے۔

یہ صبح کا وقت ہے اور میری دادی کے ہاتھوں خوب سنواری بنائی گئی ڈورا مجھے دکھاتی ہے کہ اس کے بال اب بھی تکیہ پر کس طرح گھنگھرالے بن جاتے ہیں اور یہ اب بھی کتنے لمبے اور چمک دار ہیں اور کس طرح وہ چاہتی ہے بالوں کو ڈھیلا کر کے اپنی اس جالی میں اکٹھے کر لے جو وہ پہنتی ہے۔

''ایسا نہیں ہے کہ اب میں اس کے لیے بیکار ہو گئی ہوں، ہنسی اڑانے والے لڑکے'' مجھے مسکراتے دیکھ کر وہ کہتی ہے ''بلکہ اس لیے کہ تم کہا کرتے تھے کہ تمھیں اس طرح بہت اچھا لگتا ہے، اور اس لیے کہ جب میں نے پہلے پہل تمھارے بارے میں سوچنا شروع کیا، میں شیشے میں سے جھانکا کرتی تھی اور سوچتی تھی کہ کیا تم ایک بار اسے دیکھنا پسند کرو گے۔ اف، تم بھی کتنے احمق تھے،

ڈوڈی، جب میں نے تمھیں ایک بار موقع دیا!''

''یہ وہی دن تھا جب تم وہ پھول بنا رہی تھیں جو میں نے تمھیں پیش کیا تھا، ڈورا اور جب میں نے بتایا تھا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔''

''آہ! لیکن میں نے تب تمھیں بتانا پسند نہ کیا'' ڈورا کہتی ہے ''کہ میں انھیں دیکھ کر کتنا روئی تھی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تم واقعی مجھے پسند کرتے ہو! جب میں پھر اسی طرح دوڑنے لگوں گی، جیسے کہ پہلے دوڑا کرتی تھی، ڈوڈی تو ہم پھر وہیں ان مقامات کو دیکھنے چلیں گے جہاں ہم ایسے بیوقوف جوڑے کے روپ میں رہا کرتے تھے، کیوں؟ اور پرانی جگہوں پر کچھ دیر پہلے ہی کی طرح ٹہلیں گے؟ اور پاپا بےچارے کو بھولیں گے نہیں؟''

''ہاں، ہم چلیں گے اور کچھ دن خوب خوشی سے گذاریں گے۔ اس لیے تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ عزیز از جان۔''

''اوہ، میں جلد ہی اس قابل ہو جاؤں گی! میں اب پہلے سے کتنی بہتر ہوں، تم نہیں جانتے!''

یہ شام کا وقت ہے، اور میں اسی بستر کے پاس اسی کرسی پر بیٹھا ہوا ہوں، وہی چہرہ (ڈورا کا) میری طرف مڑ کر دیکھتا ہوا۔ ہم کافی دیر سے خاموش رہے ہیں اور اس کے چہرے۔۔ مسکراہٹ ہے۔ اب میں نے اپنا ہلکا بوجھ اوپر نیچے لے جانا لانا بند کر دیا ہے۔ اب وہ پورے دن یہیں لیٹی رہتی ہے۔

''ڈوڈی!''

''میری پیاری ڈورا!''

''تم کچھ خیال تو نہ کرو گے کہ اب میں کچھ غیر مناسب بات کہنے جارہی ہوں، یہ سننے کے بعد جو ابھی کچھ دیر قبل تم نے مسٹر وک فیلڈ کے بارے میں بتایا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟ میں ایگنیز سے ملنا چاہتی ہوں۔ میری شدید خواہش ہے اسے دیکھنے کی۔''

''میں اسے لکھ بھیجوں گا، میری عزیز۔''

''تم لکھ دو گے؟''

''سیدھا''

''تم کتنے اچھے، نیک لڑکے ہو! ڈوڈی، مجھے اپنی بانہوں میں لے لو۔ واقعی میرے پیارے، یہ کوئی خبط نہیں ہے۔ یہ کوئی احمقانہ خیال نہیں ہے۔ میں واقعی اسے دیکھنا چاہ رہی ہوں!''

''مجھے اس کا یقین ہے۔ مجھے صرف اسے بتا بھر دینا ہے اور وہ شرطیہ آجائے گی۔''

''اب جب تم یہاں سے نیچے جاتے ہو تو بہت تنہا ہو جاتے ہو؟ ڈورا اپنی بانہہ میرے گلے میں ڈالے ہوئے سرگوشی کے انداز میں پوچھتی ہے۔

''میں اور کس طرح رہ سکتا ہوں، جانِ من، جب میں تمھاری خالی کرسی دیکھتا ہوں؟''

''میری خالی کرسی!'' یہ کہتے ہوئے وہ خاموشی سے چند لمحے کے لیے مجھ سے چمٹ جاتی ہے۔ ''تم واقعی میری کمی محسوس کرتے ہو، ڈوڈی؟'' پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے خوشی سے مسکراتے ہوئے مزید کہا ''مجھ جیسی لاابالی اور احمق کی بھی؟''

''میری روح، دنیا میں اور کون ایسا ہے جس کی کمی میں اتنی زیادہ محسوس کرسکوں؟''

''اف، میرے سرتاج! میں اتنی خوش ہوں، اس کے باوجود اتنی دکھی!'' میرے اور قریب کھسکتے ہوئے اور مجھے اپنی دونوں بانہوں میں جکڑتے ہوئے، وہ ہنستی ہے اور سسکتی ہے اور پھر خاموش ہو جاتی ہے، اور بے حد خوش۔

''بالکل!'' وہ کہتی ہے ''ایگنیز کو صرف میرا پیار بھیج دو اور اس سے بتا دو کہ میں اسے دیکھنا چاہ رہی ہوں، شدت سے، اور اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں رہ گئی ہے۔''

''بجز پھر ٹھیک ہو جانے کی، ڈورا۔''

''آہ، ڈوڈی! کسی کسی وقت میں سوچنے لگتی ہوں ــــــ تم جانتے ہو کہ میں ہمیشہ سے ہی ایک بیوقوف ننھی مخلوق رہی ہوں! ــــ میں کبھی کبھی سوچنے لگتی ہوں کہ وہ کبھی نہ ہوگا!''

''ایسا مت کہو، ڈورا! میری جانِ عزیز، ایسا مت سوچو!''

''میں نہ سوچوں اگر ایسا کرسکوں، ڈوڈی۔ لیکن میں بہت خوش ہوں اگرچہ میرا پیارا لڑکا اپنی بچہ بیوی کی خالی کرسی کے پاس خود کو کتنا تنہا محسوس کرتا ہے!''

رات ہو چکی ہے، اور میں اب بھی اس کے ساتھ ہوں۔ ایگنیز آچکی ہے، ہمارے

درمیان پورے دن اور پوری شام رہی ہے۔ وہ، میری دادی اور میں، ساتھ ساتھ صبح سے ڈورا کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں نے زیادہ گفتگو نہیں کی لیکن ڈورا پوری طرح مطمئن اور خوش رہی ہے۔ اب ہم تنہا رہ گئے ہیں۔

کیا میں جانتا ہوں اب کہ میری بچہ بیوی جلد ہی مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی؟ ان لوگوں نے مجھے میرے اپنے خیال سے نیا کچھ نہیں بتایا ہے لیکن مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اس حقیقت کو اپنے دل میں لے لیا ہے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ میں آج کئی بار الگ جا کر رویا ہوں۔ میں نے خود کو پرسکون کرنے، سمجھانے کی کوشش کی ہے، اور مجھے امید ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ پوری طور سے نہ کر سکا ہوں لیکن جو بات میں اپنے ذہن کو مضبوطی کے ساتھ سمجھا نہیں پا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ڈورا کا دل میں نے اپنے دل میں رکھ لیا ہے۔ میں اپنے لیے اس کا پیار اب بھی پاتا ہوں، پوری شدت اور مضبوطی کے ساتھ میں اس یقین پر ہلکا سا سایہ بھی نہیں پڑنے دے سکتا کہ وہ بچ جائے گی۔

''میں تم سے کچھ کہنے جا رہی ہوں، ڈوڈی۔ میں تم سے وہی کہنے جا رہی ہوں جو ادھر کچھ دنوں سے میں اکثر سوچتی رہی ہوں۔ تم برا تو نہ مانو گے؟ اس نے پیار سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''برا مانوں گا، میری جانِ عزیز؟''

''کیونکہ میں نہیں جانتی کہ تم کیا سوچو گے یا کبھی کبھی تم نے کیا سوچا ہو۔ شاید تم نے بھی اکثر ایسا ہی سوچا ہے۔ ڈوڈی، پیارے، میں ڈرتی ہوں کہ میں بہت چھوٹی تھی۔''

میں اپنا چہرہ تکیے پر اس کے چہرے کے برابر رکھ دیتا ہوں اور وہ میری آنکھوں میں دیکھنے لگتی ہے اور بڑی ملائمیت کے ساتھ بولنے لگتی ہے۔ رفتہ رفتہ میں اپنے شکستہ دل میں محسوس کرنے لگتا ہوں کہ وہ اپنے بارے میں اس طرح کہہ رہی ہے جیسے اب وہ جا رہی ہے۔

''میں خائف ہوں، پیارے کہ میں بہت چھوٹی تھی۔ میرا مطلب صرف عمر سے ہی نہیں بلکہ تجربے، خیالات اور ہر چیز میں تم سے بہت کم تر تھی۔ میں ایسی بیوقوف ننھی مخلوق تھی! میں ڈرتی ہوں کہ بہتر ہوتا کہ ہم دونوں صرف ایک لڑکا اور لڑکی کی طرح ہی پیار کرتے رہتے اور پھر اسے

بھول جاتے۔ میں نے سوچنا شروع کر دیا کہ میں ایک بیوی بننے لائق نہیں تھی۔''

میں اپنے آنسو روکنے اور جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں''اف، ڈورا میری جانِ عزیز، تم بیوی بننے کے لیے اتنی ہی موزوں تھیں جتنا کہ میں شوہر بننے کے لیے!''

''میں نہیں جانتی'' اس نے ہمیشہ کی طرح اپنی کاکل لہراتے ہوئے کہا'' شاید! لیکن اگر میں شادی کے لیے اور موزوں ہوتی تو میں تمھیں بھی اور خوش رکھ سکتی۔ علاوہ ازیں تم بہت ہوشیار ہو اور میں کبھی نہیں رہی۔''

''ہم بہت خوش رہے ہیں، میری پیاری ڈورا۔''

''میں بہت خوش تھی، بہت۔ لیکن جیسے جیسے سال گذرتے گئے میرا پیارا لڑکا اپنی بچہ بیوی سے عاجز آتا گیا۔ وہ اس کا بہت کم ساتھ دینے لگی۔ اس کے گھر میں کس چیز کی کمی تھی، اسے اس کا بہت زیادہ احساس رہنے لگا۔ مجھ میں کچھ سدھار نہ آپایا۔ جو ہو رہا ہے، ٹھیک ہو رہا ہے۔''

''اف، ڈورا عزیز از جان، میری زندگی، مجھ سے ایسی باتیں مت کہو۔ ہر لفظ طعنہ جیسا لگتا ہے!''

''نہیں، ایک حرف نہیں! وہ مجھے چومتے ہوئے کہتی ہے۔ اف، میرے پیارے! تم کبھی اس (طعنہ) کے مستحق نہیں رہے، اور میں نے تمھیں بہت زیادہ چاہا ہے، تمھیں طعنے کے طور پر ایک حرف بھی کہنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا ـــــ مجھ میں یہی ایک خوبی رہی ہے، خوبصورت ہونے کے علاوہ ـــــ یا تم مجھے ایسا سمجھتے تھے۔ نیچے بڑی تنہائی ہے، ڈوڈی؟''

''بہت، بہت زیادہ!''

''مت رو! وہاں میری کرسی ہے؟''

''اپنی پرانی جگہ پر۔''

''اف، میرا لڑکا بے چارہ کیسا رو رہا ہے! چپ، چپ! اب مجھ سے ایک وعدہ کرو تم۔ میں ایگنیز سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ جب تم نیچے جانا تو ایگنیز سے یہ کہہ دینا اور اسے میرے پاس بھیج دینا اور میں جب تک اس سے بات کرتی رہوں، کسی کو اوپر آنے مت دینا۔ یہاں تک کہ دادی کو بھی نہیں۔ میں صرف ایگنیز سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں اس سے بالکل تنہائی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔''

میں وعدہ کر لیتا ہوں کہ ایگنیز جلد ہی اوپر آ جائے گی، لیکن میں اپنے غم کی وجہ سے اسے چھوڑ نہیں سکتا۔

''میں نے کہا یہ ٹھیک تھا، جیسا بھی تھا'' اس نے مجھے اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا۔''اف، ڈوڈی، کچھ اور برس گذر جانے کے بعد تم اپنی بچہ بیوی کو اس سے زیادہ پیار نہ کر پاتے جتنا کہ ابھی کرتے ہو اور کچھ برس اور گذر جانے کے بعد وہ خود کو سدھارنے کی اور کوشش کرتی اور تمھیں اتنا مایوس کرتی کہ تم اسے اس کا نصف بھی پیار نہ کر پاتے جتنا کہ ابھی کرتے ہو! میں جانتی ہوں کہ میں بہت چھوٹی اور احمق تھی۔ جو ہو رہا ہے، بہت اچھا ہو رہا ہے!''

ایگنیز نیچے موجود ہے جب میں نیچے کمرے میں پہنچتا ہوں، اور میں اسے ڈورا کا پیغام دیتا ہوں۔ وہ مجھے جپ کے پاس تنہا چھوڑ کر اوپر چلی جاتی ہے۔

جپ کا چینی مکان آتش دان کے پاس ہے اور وہ اس میں اپنے فلالین کے بستر پر بیقرار سا لیٹا سونے کی کوشش کر رہا ہے۔ روشن چاند بالکل اوپر اور صاف ہے۔ جب میں رات کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو تیزی سے گرنے لگتے ہیں اور میرا غیر تربیت یافتہ دل زوروں سے تزکیہ کرنے لگتا ہے، بہت زوروں سے۔

میں آگ کے پاس بیٹھ جاتا ہوں، ندامت کے ساتھ ان سبھی چھپے احساسات کو سوچتے ہوئے جو شادی کے بعد سے اب تک میں اپنے ذہن میں پالتا رہا ہوں۔ میں اپنے اور ڈورا کے مابین ہر ادنیٰ سے ادنیٰ بات کے بارے میں سوچتا ہوں اور مجھے اس سچائی کا احساس ہوتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی زندگی کا حاصل جمع ہیں۔ یادوں کے سمندر سے اٹھتی ہوئی شبیہ اس حسین بچی کی ہے جسے میں نے پہلی بار اپنی کم عمری کی محبت کے زیرِ اثر جانا اور اس کا دل بھی اسی طرح کے جذبے سے سرشار تھا۔ کیا واقعی یہ بہتر ہوتا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو صرف ایک لڑکا۔لڑکی کی طرح ہی پیار کرتے اور پھر اسے بھول جاتے؟ میرے بے اصول دل، جواب دے!''

وقت کیسے گذر گیا، میں نہیں جانتا جب تک کہ مجھے میری بچہ بیوی کا پرانا ساتھی (جپ) اپنی طرف متوجہ نہیں کر لیتا۔ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ بے چین نظر آ رہا ہے۔ وہ رینگتے ہوئے اپنے گھر سے باہر نکل آتا ہے اور میری جانب دیکھتا ہے اور دروازے کے پاس ادھر ادھر ٹہلتا ہے

اور زینے پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

''آج رات نہیں جپ! آج رات نہیں!''

وہ بہت دھیرے دھیرے میرے پاس واپس آجاتا ہے، اور میرا ہاتھ چاٹنے لگتا ہے، اور اپنی دھندلی آنکھیں میرے چہرے کی طرف اٹھاتا ہے۔

''اف، جپ، ہوسکتا ہے، وہ اب پھر کبھی نہ مل پائے!''

وہ میرے قدموں پر لیٹ جاتا ہے، وہ خود کو پھیلاتا ہے، جیسے سونے کے لیے اور ایک درد ناک چیخ کے ساتھ دم توڑ دیتا ہے۔

''ارے، ایگنیز! دیکھو، دیکھو، یہاں!''

وہ چہرہ، رحم اور غم سے لبریز، آنسوؤں کی ایسی بارش، مجھے خاموشی سے دیکھتے ہوئے، اس کا پاکیزہ ہاتھ آسمان کی طرف اٹھ جاتا ہے!

''ایگنیز؟''

سب کچھ ختم ہوگیا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، اور ایک لمحے کے لیے ساری باتیں میری یادداشت سے مٹ جاتی ہیں۔

●●●

باب 54

مسٹر مکابر کے اقرار نامے

یہ وہ وقت نہیں کہ میں اپنے غم زدہ ذہن کی کیفیت بتاؤں۔ میں سوچنے لگا کہ اب میرے اور میرے مستقبل کے درمیان دیوار حائل ہو چکی ہے اور میری زندگی کی طاقت اور قوتِ عمل ختم ہو چکی ہے۔ میں ایسا سوچنے لگا، میں کہتا ہوں، لیکن اپنے غم کے پہلے ہی دھچکے میں نہیں۔ دھیرے دھیرے مجھے ایسا یقین ہونے لگا۔ اگر واقعات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں، شروع میں میرے ذہن کو درہم برہم کر دینے کے لیے میرے گرد جمع نہ ہو جاتے اور آخر میں میرا دکھ بڑھا دینے کے لیے، تو ممکن ہے (اگرچہ میں ممکن نہیں سمجھتا) کہ میں فوراً اس حالت کو پہنچ گیا ہوتا۔ ایسا ہوا کہ میں اپنی تکلیف کو پوری طرح جان سکوں، اس سے قبل کچھ وقفہ گذر گیا جس میں میں نے یہاں تک مان لیا کہ اس کی سب سے تیز ٹیس بھی گذر چکی ہے، اور نازک کہانی جواب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی، اس میں جو سب سے زیادہ معصوم اور خوبصورت حصہ تھا اس پر تکیہ کر کے میرے ذہن کو کچھ سکون ملا۔

پہلی بار کب یہ تجویز رکھی گئی کہ میں وطن سے باہر کہیں چلا جاؤں یا ہم لوگوں کے درمیان یہ کس طرح طے پایا کہ میں اپنا ذہنی سکون تبدیلی آب و ہوا اور سفر کے ذریعہ بحال کرنے کی کوشش کروں، میں اب بھی، ٹھیک سے نہیں جانتا۔ مصیبت کی اس گھڑی میں ہم لوگ جو کچھ سوچتے تھے، کہتے تھے، اور کرتے تھے، اس پر ایگنیز کا حوصلہ اور مشورہ اتنا غالب رہتا تھا کہ میں یہی کہہ سکتا ہوں

کہ منصوبہ اسی کی تجویز پر بنایا گیا تھا۔ لیکن اس کا اثر ایسا خاموش قسم کا تھا کہ میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔

اور اب واقعی میں نے سوچنا شروع کر دیا کہ چرچ میں زنگ آلود کھڑکی کے حوالے سے میرے دل میں ایگنیز کا خیال آنے لگا اور مصیبت کی اس گھڑی میں ایگنیز کی شخصیت میرے دل میں گھر کرنے لگی۔ اس سارے غم میں اس لمحے سے، جو کبھی بھلایا نہیں جا سکتا، جب وہ میرے سامنے ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑی تھی، وہ میرے تنہا گھر میں ایک پاکیزہ وجود جیسی تھی۔ جب موت کا فرشتہ وہاں اترا، میری بچہ بیوی سو گئی ——— ان لوگوں نے مجھے تب بتایا جب میں اسے سن کر برداشت کر لینے کے قابل ہو گیا——— اس کی آغوش میں ایک تبسم کے ساتھ۔ غشی سے ہوش میں آنے پر میں نے سب سے پہلے اس کے دردمندانہ آنسو دیکھے، اس کے امید اور تسلی کے الفاظ سنے۔ اس کا چہرہ جیسے آسمان کے قریب کے پاک حصے سے آ کر میرے بے تربیت دل پر جھکتا ہوا اور اس کے درد کو کم کرتا ہوا۔

مجھے آگے کہنے دیجیے ———

مجھے اپنے ملک سے باہر جانا تھا۔ ہم لوگوں کے درمیان یہ شروع میں ہی طے کیا جا چکا تھا۔ اپنی مرحوم بیوی کی جدائی کا غم غلط کرنے کے لیے مجھے ملک سے باہر جانا ہی تھا۔ میں صرف اس کا انتظار کر رہا تھا جسے مسٹر مکابر ''ہیپ کی سفوفیت'' (بالکل پیس ڈالنا) کا نام دے رہے تھے اور دیگر تارکینِ وطن (مسٹر پیگٹی وغیرہ)۔'' کے رخصت ہو جانے کا بھی انتظار تھا۔

ٹریڈلس کی گذارش پر، جو میری مصیبت کی گھڑی میں سب سے زیادہ شفیق اور ہمدرد ثابت ہو رہا تھا، ہم کینٹر بری واپس آ گئے: میرا مطلب میری دادی، ایگنیز اور میں۔ ہم وقت طے کر کے سیدھے مسٹر مکابر کے گھر پہنچے، وہاں اور مسٹر وک فیلڈ کے گھر پر میرے دوست (مکابر) اس دھماکے کے بعد سے جی توڑ محنت کر رہے تھے۔ جب مسز مکابر بے چاری نے مجھے گھر میں داخل ہوتے دیکھا، ماتمی لباس پہنے ہوئے، تو وہ بے حد رنجیدہ ہو اٹھیں۔ مسز مکابر کے دل میں بہت کچھ ایسا تھا جس کا اظہار ان تمام برسوں میں نہیں ہو سکا تھا۔

''ہاں، مسٹر اور مسز مکابر'' ہمارے وہاں بیٹھتے ہی دادی کا پہلا جملہ نکلا۔'' آپ لوگوں نے

میری ترکِ وطن والی تجویز پر غور کرلیا ہے؟''

''میری عزیز محترمہ'' مسٹر مکابر نے جواب دیا'' شاید میں اس سے بہتر طریقے سے اس کا اظہار نہیں کرسکتا کہ مسز مکابر، آپ کے اس حقیر خادم اور میں اس میں اپنے بچوں کو بھی شامل کرسکتا ہوں، مشترکہ طور پر کس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ میں شاعر کی زبان میں جواب دوں کہ ہماری کشتی ساحل پر ہے اور ہمارا جہاز سمندر میں ہے۔''

''ٹھیک ہے'' میری دادی نے کہا'' میں آپ کی سمجھداری کے فیصلے میں ہر طرح کے نیک شگون دیکھ رہی ہوں۔''

''محترمہ، ہمیں بہت زیادہ عزت بخش رہی ہیں'' انھوں نے جواباً کہا۔ پھر انھوں نے ایک عرض داشت پیش کی'' آپ ہمیں سمندر میں اپنا کمزور دستہ (کنبہ) اتارنے کے لیے جو بیش قیمت امداد فراہم کررہی ہیں اس نہایت اہم تجارتی نقطے پر میں نے ایک بار پھر غور کیا اور میں آپ سے گذارش کروں گا کہ مجھے اپنے ہاتھ سے وہ اقرار نامہ پارلیمانی کے قوانین کی رو سے تیار کرنے دیں جس کے تحت وہ رقم اٹھارہ۔ چوبیس اور تیس مہینوں کے وقفے سے واجب الادا ہوگی۔ میں نے پہلے جو تجویز رکھی تھی، وہ بارہ، اٹھارہ اور چوبیس مہینوں کی تھی لیکن مجھے خدشہ ہے کہ یہ مدت مطلوبہ رقم کی ادائیگی کے لیے کم نہ پڑے ـــــ یعنی کچھ ہوجانے کے لیے ہوسکتا ہے ہم'' مسٹر مکابر نے کمرے میں چاروں طرف اس طرح نظریں دوڑاتے ہوئے کہا جیسے یہ کئی سو ایکڑ نہایت زرخیز کاشتکاری والی زمین پر مشتمل ہو'' پہلی دینداری کا وقت آجانے پر پہلی فصل کاٹ پانے میں کامیاب نہ ہوسکیں یا فصل گھر تک نہ لا پائیں۔ محنت کرپانا، مجھے یقین ہے، دنیا کے اس حصے (آسٹریلیا) میں کبھی کبھی مشکل ثابت ہوتا ہے، جہاں دھات جیسی سخت زمین سے ہم لوگوں کو لڑنا ہوگا۔''

''آپ جیسا چاہیں، اسے کرلیں، جناب'' میری دادی نے کہا۔

''محترمہ، مسز مکابر کو اور مجھے اپنے بہی خواہوں اور سرپرستوں کی رحمدلی اور ان کے تعاون کا شدت سے احساس ہے۔ میں جو چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ بالکل تجارتی انداز میں ہو اور پوری پابندیٔ وقت کے ساتھ۔ ایک نیا ورق الٹتے ہوئے، جیسا کہ ہم لوگ ایک بالکل ہی نیا ورق الٹنے جارہے ہیں، اور پیچھے ہٹنا، جیسا کہ ہم اب پیچھے ہٹنے کے عمل سے گذر رہے ہیں، ایک ایسی بہار

کے لیے جو کوئی عام بلندی والی نہیں ہے، اپنی خودداری کے احساس کے لیے یہ ضروری ہے، علاوہ اپنے بیٹے کے لیے ایک نمونہ پیش کرنے کے، کہ یہ انتظام (اقرارنامہ) اسی طرح رہے جیسے آدمی، آدمی کے درمیان۔''

میں نہیں جانتا کہ مسٹر مکابر نے اس آخری فقرے کو کوئی معنی پہنایا، میں نہیں جانتا کہ کبھی کوئی اس سے کوئی معنی وابستہ کرتا ہے یا کسی نے کبھی کیا ہے، لیکن لگ رہا تھا کہ وہ اس سے غیر معمولی طور پر محظوظ ہو رہے تھے اور ایک موثر کھانسی کے بعد انھوں نے اسے دہرایا ''جیسے آدمی، آدمی کے درمیان۔''

''میری تجویز ہے'' مسٹر مکابر نے کہا ''بل ـــــ تجارتی دنیا میں ایک مانوس اصطلاح جس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہودیوں کے مرہونِ منت ہیں جنھوں نے اس اصطلاح کے تحت خوب، خوب فائدہ اٹھایا ہوگا ـــــ کیونکہ وہ آسانی سے بدل جاتے ہیں۔ لیکن اگر ایک بانڈ یا ضمانت کے لیے اس طرح کی کوئی اور اصطلاح قابلِ ترجیح ہو، تو میں بڑی خوشی سے ایسی کوئی بھی چیز کرنے کو تیار ہوں۔ جیسے آدمی، آدمی کے درمیان۔''

میری دادی نے محسوس کیا کہ ایک ایسے معاملے میں جس میں دونوں فریق کسی بھی بات پر رضامند ہو جانے کے خواہاں تھے، انھوں نے مان لیا کہ یہ معاملہ طے ہو جانے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ مسٹر مکابر بھی دادی کی ہی طرح سمجھ رہے تھے۔

''اپنی گھریلو تیاریوں کے سلسلے میں محترمہ'' مسٹر مکابر نے قدرے تفاخر کے ساتھ کہا ''اس منزل پر پہنچنے کے لیے، جس کے لیے اب ہم لوگ دل و جان سے لگے ہیں، ان کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ میری سب سے بڑی لڑکی روز سویرے پانچ بجے، پڑوس کی ایک ڈیری میں سیکھنے جاتی ہے، اگر اسے سیکھنا کہا جائے تو یہ گائے دوہنے کا فن ہے۔ میرے چھوٹے بچوں کو ہدایت دے دی گئی ہے کہ اس خطے کے پس ماندہ علاقوں میں جہاں تک حالات اجازت دے سکیں، سور اور مرغی کے طور طریقوں کا مشاہدہ کریں: ایک ایسی کوشش جہاں سے وہ دو بار گھر واپس لائے گئے ہیں۔ کچل جانے سے بال بال بچ کر۔ میں نے گذشتہ ہفتہ سے اپنی توجہ نان بائی کے کام کی طرف کر رکھی ہے اور میرا بیٹا ولکنس میری ٹہلنے والی چھڑی لے کر مویشی چرانے کا کام سیکھتا ہے جب اس کام پر معمور

مزدور اسے رضا کارانہ طور پر مویشی چرانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ جو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے، ہمارے مزاج کی وجہ سے، زیادہ موقع نہیں دیتے، عموماً اسے سرزنش کرتے ہوئے اور دھمکاتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ یہ کام نہ کر پائے گا۔"

"سب کچھ ٹھیک جا رہا ہے، واقعی" میری دادی نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا "مسز مکابر بھی کسی نہ کسی کام میں مہارت حاصل کرنے میں مصروف ہوں گی، اس میں مجھے شک نہیں۔"

"میری عزیز محترمہ، مسز مکابر نے پیشہ ورانہ انداز میں جواب دیا" میں یہ اعتراف کروں گا کہ میں کاشتکاری یا مویشی کے کاروبار سے متعلق کسی طرح کا کام سیکھنے کی کوشش نہیں کر رہی ہوں اگرچہ اس کا مجھے پورا احساس ہے کہ بیرون ملک میں یہ دونوں کام میری توجہ اپنی جانب مبذول کرائیں گے۔ ایسے مواقع جو میں نے اپنے گھریلو فرائض سے انحراف کر کے بچائے، انھیں میں نے اپنے خاندان سے خط و کتابت کرنے میں لگا دیے ہیں۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے، میرے عزیز مسٹر کاپر فیلڈ" مسز مکابر نے کہا، جو ہمیشہ باتیں کرتے کرتے مجھ پر ہی تکیہ کرتی تھیں (میرے خیال میں پرانی عادت کی وجہ سے) خواہ وہ شروع میں کسی سے بھی مخاطب ہوں" کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ ہمارا ماضی گوشۂ گمنامی میں چلا جائے گا۔ جب میرا خاندان مسٹر مکابر کا ہاتھ تھام لے گا اور مسٹر مکابر میرے خاندان کا ہاتھ تھام لیں گے، جب شیر میمنے کے ساتھ لیٹے گا اور میرا خاندان مسٹر مکابر سے تعلقات بحال کر لے گا۔"

میں نے کہہ دیا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

"یہ کم سے کم روشنی ہے میرے عزیز کاپر فیلڈ" مسز مکابر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "جس میں میں اس موضوع کو دیکھتی ہوں۔ جب میں گھر پر اپنے پاپا اور ممی کے ساتھ رہا کرتی تھی تو میرے پاپا یہ پوچھتے رہنے کے عادی ہو گئے تھے، جب ہمارے محدود حلقے میں کسی بات پر بحث ہوتی تھی "میری ایما کس روشنی میں اس موضوع کو دیکھتی ہے؟" میرے پاپا بہت جانبدار تھے، یہ میں جانتی ہوں، اس کے باوجود ایسے موقعے پر جیسا کہ مسٹر مکابر اور میرے خاندان کے مابین ہمیشہ پژمردہ کر دینے والی سرد مہری برقرار رہتی تھی، میں نے یہ رائے قائم کر لی ہے اگرچہ یہ محض مغالطہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

''بلاشبہ۔ یقیناً آپ نے رائے قائم کر لی ہے، محترمہ'' دادی نے کہا۔

''جی ہاں ایسا ہی ہے۔'' مسز مکابر نے حامی بھری ''اب، میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں غلط بھی ہو سکتی ہوں، اس کا بہت امکان ہے کہ میں غلط ہو سکتی ہوں لیکن میرا اپنا خیال یہی ہے کہ میرے خاندان اور مسٹر مکابر کے درمیان خلیج کا سبب میرے خاندان والوں کا یہی خدشہ ہو سکتا ہے کہ مسٹر مکابر قرض کی عدم ادائیگی میں جیل جانے سے بچنے کے لیے انھیں ضامن کے طور پر پکڑ سکتے ہیں۔ میں یہ سوچنے سے خود کو روک نہیں پاتی'' مسز مکابر نے بڑی گہرائی سے سوچتے ہوئے فرمایا'' کہ میرے خاندان میں ایسے لوگ ہیں جنھیں خدشہ رہا ہے کہ مسٹر مکابر ان کے نام کا استعمال کر سکتے ہیں ـــــ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہمارے بچوں پر بپتسما کریں گے، بلکہ وہ ان کے نام کا استعمال پیش نامے میں کریں گے اور بازار زر میں فروخت کر دیں گے۔''

مسز مکابر نے ایسے گہرے غور وفکر کے ساتھ اس نئی دریافت کا اعلان کیا جیسے اس سے پہلے کبھی کسی نے نہ سوچا رہا ہو، جس سے میری دادی حیران سی رہ گئیں اور بے ساختہ بول پڑیں ''ہاں، محترمہ مجموعی طور پر، مجھے حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں!''

''مسٹر مکابر جو ایک زمانے سے مالی ادائیگی کی عدم ادائیگی کے طفیل اپنی ہتھکڑی نکال پھینکنے کے درپے ہیں'' مسز مکابر نے فرمایا ''اور ایک ایسے ملک میں نئی زندگی کی شروعات کرنے جارہے ہیں جہاں ان کی جیسی صلاحیتوں والے شخص کے لیے ترقی کے بہت سے راستے ہیں۔ جو میری رائے میں بے حد اہم بات ہے، مسٹر مکابر کی قابلیت اور صلاحیت کا مظاہرہ کر پانے کے لیے کچھ وقت درکار ہے ـــــ مجھے لگتا ہے کہ میرے خاندان والوں کو اس موقع پر آگے بڑھنا چاہیے۔ میں جو دیکھانا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ مسٹر مکابر اور میرے خاندان والوں کے مابین جشن کے ماحول میں ملاقات ہو جس کا خرچ میرے خاندن والے برداشت کریں جہاں مسٹر مکابر کی صحت اور ترقی کے لیے میرے خاندان کے کچھ معروف لوگ جام اٹھائیں اور مسٹر مکابر کو اپنے زریں خیالات کے اظہار کرنے کا موقع بھی مل سکتا ہے۔''

''میری عزیز'' مسٹر مکابر نے قدرے گرم ہوتے ہوئے کہا ''بہتر ہوگا کہ میں صاف صاف بتادوں کہ اگر ان لوگوں کے مجمعے میں میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا تو ان کا انداز

میرے تئیں جارحانہ ہوسکتا ہے، میرا نظریہ تمھارے خاندان والوں کے بارے میں یہی ہے کہ مجموعی طور پر وہ لوگ بدتمیز اور امارت پسند (دوسروں کو حقیر سمجھنے والے) ہیں، اگر اور صاف صاف کہوں تو وہ پکے بدمعاش ہیں۔''

''مکابر'' مسز مکابر نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''نہیں! تم ان لوگوں کو کبھی نہیں سمجھ پائے اور وہ لوگ بھی تمھیں کبھی نہیں سمجھ پائے۔''

مسٹر مکابر کھانسنے لگے۔

''وہ لوگ تمھیں کبھی نہیں سمجھ پائے مکابر'' ان کی اہلیہ نے فرمایا ''ہوسکتا ہے ان میں اتنی اہلیت ہی نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو یہ ان کی بدنصیبی ہے۔ میں ان کی بدنصیبی پر ترس کھا سکتی ہوں۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے میری پیاری ایما'' مسٹر مکابر ڈھیلے پڑتے ہوئے بولے'' کہ میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو تھوڑی سی بھی سخت محسوس ہوئی ہو۔ میں بس اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ میں آسٹریلیا تمھارے خاندان والوں کی مدد کے بغیر بھی جا سکتا ہوں ـــــ مختصر یہ کہ ان کے سرد کندھوں کو دھکا دیتے ہوئے اور مجموعی طور پر، میں انگلستان اپنے بل بوتے پر اور اپنی شان کے مطابق چھوڑوں گا بجائے ان لوگوں سے کسی قسم کا تعاون لینے کے۔ اسی کے ساتھ میری عزیز اگر وہ لوگ تمھارے خط کا کچھ امید افزا جواب دیتے ہیں ـــــ جس کا ہمارے مشترکہ تجربے کے مطابق ذرا بھی امکان نہیں ہے ـــ تو یہ میرے لیے، تمھاری خواہشات کے لیے ایک رکاوٹ جیسا ہوگا۔''

معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہوجانے کے بعد مسٹر مکابر نے اپنا بازو مسز مکابر کے ہاتھ میں دے دیا اور ٹریڈلس کے سامنے میز پر کتابوں اور کاغذات کے انبار پر نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر چلے جائیں گے اور انھوں نے بڑی خوشی خوشی ایسا کیا۔

''میرے عزیز کاپرفیلڈ'' ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ٹریڈلس نے اپنی کرسی پر پیچھے کی جانب جھکتے ہوئے اور میری جانب بڑی شفقت سے دیکھتے ہوئے جس سے اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور اس کے بال ہر طرح کی شکلوں کے ہوگئے، کہا ''میں اس کے لیے تم سے ذرا بھی معذرت نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم کو اس میں بہت زیادہ دلچسپی ہے اور اس سے تمھارا

دھیان بنٹ سکتا تھا۔ پیارے، مجھے امید ہے کہ تم ٹوٹ نہیں گئے ہو؟''

''میں بالکل سنبھلا ہوا ہوں'' میں نے کچھ توقف سے کہا ''ہمیں کسی اور کی بہ نسبت اپنی دادی کے بارے میں زیادہ سوچنا ہے۔ تم جانتے ہو کہ انھوں نے کتنا زیادہ کیا ہے۔

''بالکل، بالکل'' ٹریڈلس نے جلدی سے کہا ''کون بھول سکتا ہے اسے!''

''لیکن اتنا ہی سب کچھ نہیں ہے'' میں نے کہا۔ پچھلے دو ہفتوں کے دوران کسی نئی بات نے انھیں پریشان کر رکھا ہے اور وہ روزانہ لندن سے باہر جاتی آتی ہیں۔ کئی بار وہ علی الصباح چلی گئیں اور شام تک غائب رہیں۔ گذشتہ رات، ٹریڈلس، اس سفر سے واپسی میں انھیں تقریباً آدھی رات ہو گئی۔ تم جانتے ہو کہ وہ دوسروں کا کتنا زیادہ خیال رکھتی ہیں۔ وہ مجھے نہیں بتائیں گی کہ آخر کس چیز نے انھیں اتنا پریشان کر رکھا ہے۔''

میری دادی، جو بالکل پیلی پڑ چکی تھیں اور ان کے چہرے پر گہری جھریاں آ گئی تھیں، میری بات ختم ہونے تک بالکل ساکت بیٹھی رہیں، جب آنسو کے کچھ قطرے ان کی آنکھوں سے نکل کر گالوں پر ڈھلکنے لگے تو انھوں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''کوئی بات نہیں ہے، ٹراٹ، کچھ بھی نہیں۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ تم دھیرے دھیرے سب جان جاؤ گے۔ اب ایگنیز میرے عزیز، ہمیں ان معاملات کو دیکھنا چاہیے۔''

''مجھے مسٹر مکابر کے بارے میں یہ کہہ کر انصاف کرنا چاہیے'' ٹریڈلس نے کہنا شروع کیا ''کہ ہر چند کہ وہ ایسا نہیں ظاہر کریں گے کہ انھوں نے خود کوئی بڑا کام کیا ہے، وہ ایک نہ تھکنے والے انسان ہیں، جب وہ کسی دوسرے کے لیے کام کرنے لگتے ہیں۔ میں نے اس طرح کا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اگر وہ ہمیشہ اسی طرح کام کریں تو فی الواقع وہ دو سو سال کی عمر کے برابر ہیں۔ مشقت جو وہ مسلسل کرتے رہے ہیں اور جس تیزی اور جوش کے ساتھ ڈوبے رہے، دن رات کاغذات اور کتابوں کے درمیان، ان بے شمار خطوط کا ذکر اگر نہ بھی کروں جو انھوں نے اس مکان اور متروک فیلڈ کے مکان سے لکھے اور اکثر میز پر میرے سامنے بیٹھ کر بھی مجھے خطوط لکھتے رہے، جبکہ اس سے کہیں زیادہ آسانی سے وہ مجھ سے زبانی بتا سکتے تھے، یہ غیر معمولی کارنامہ ہے۔''

''خطوط!'' میری دادی بے ساختہ بول پڑیں ''مجھے یقین ہے کہ وہ خواب بھی خط میں دیکھتے ہیں!''

''مسٹر ڈک بھی'' ٹریڈلس نے کہا'' کمال کا کام کرتے رہے ہیں! جیسے ہی ان کے اوپر سے یورایا ہیپ کی نگرانی کرنے کی ذمہ داری ہٹی جس کی نگرانی وہ اتنی مستعدی سے کرتے رہے جیسی میں نے اور کبھی نہیں دیکھی، انھوں نے اب خود کو مسٹر وک فیلڈ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور واقعی ان کی یہ بے چینی کہ ہم لوگ جو چھان بین کر رہے تھے اس میں ان کی افادیت بھی شامل رہے اور کاغذات جھپٹ جھپٹ کر اس کی نقل کرنے اور پھر اسے واپس پہنچانے میں ان کی پھرتی اور ان کا انہماک دیکھتے ہی بنتا اور ہمارے لیے محرک کا باعثِ تحریک ثابت ہوتا۔''

''ڈک ایک غیر معمولی آدمی ہیں'' میری دادی نے استفہامیہ انداز میں کہا'' اور میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ وہ ایک غیر معمولی آدمی ہیں۔ ٹراٹ، تم جانتے ہو یہ بات۔''

''مجھے یہ کہنے میں خوشی ہو رہی ہے مس وک فیلڈ (ایگنیز)'' ٹریڈلس نے جلدی سے نہایت شائستگی اور خلوص سے کہا'' کہ آپ کی غیر موجودگی میں مسٹر وک فیلڈ میں خاصا سدھار آ گیا ہے۔ اس کابوس (یورایا کا خوف) سے چھٹکارا پا جانے کے بعد جس میں وہ اتنے لمبے عرصے سے جکڑے ہوئے تھے اور ان خطرناک خدشات سے نجات پا جانے کے بعد جن کے زیرِ اثر وہ رہا کرتے تھے اب وہ ایک دوسرے شخص نظر آنے لگے ہیں۔ اکثر ان کی یادداشت اور تجارتی امور پر دھیان مرکوز کرنے کی ان کی صلاحیت بھی واپس آ جاتی ہے اور کچھ نکتے صاف کرنے میں انھوں نے ہماری خاصی مدد کی جو ہم ان کی مدد کے بغیر کر پانے میں واقعی بڑی دقت محسوس کرتے لیکن اب مجھے اس کے نتیجوں پر پہنچنا ہے جو خاصے نامکمل ہیں میں دوسرے امکانی حالات کی بات نہیں کرنا چاہتا جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے یا جن پر میں نے کبھی غور کیا ہی نہیں ہوگا۔''

اس کے فطری انداز اور پسندیدہ سادگی نے اسے اتنے صاف طریقے سے رکھ دیا اور ایگنیز کے لیے یہ ممکن بنا دیا کہ وہ اپنے باپ کا ذکر اور زیادہ اعتماد سے سن سکے۔ پھر اس نے اسے خوشگوار انداز میں بتایا۔

''اب مجھے دیکھنے دیجیے'' ٹریڈلس نے میز پر بکھرے کاغذات کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ساری رقوم کا حساب کرنے پر جس میں پہلی نظر میں انجانے میں کچھ غلطیاں سرزد ہونے کا احتمال ہے لیکن دوبارہ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر خورد برد کیا گیا ہے، ہمارے

سامنے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مسٹر وک فیلڈ اب اپنا یہ کاروبار ختم کر سکتے ہیں اور ان کی ایجنسی غبن یا خورد برد جیسے الزامات سے بچ سکتی ہے۔''

''اف، شکر ہے خدا کا۔'' ایگنیز نے بے ساختہ کہا۔

''لیکن'' ٹریڈلس نے کہا ''ان کے اخراجات سے جو فاضل رقم بچے گی ـــــ اور میں سمجھتا ہوں کہ گھر بھی بیچنا پڑے گا، میرے کہنے میں یہ بھی شامل ہے، وہ اتنی قلیل ہوگی، کچھ سو پونڈ سے زیادہ نہ رہے گی، شاید مس وک فیلڈ، کہ یہ سوچنا بہتر رہے گا کہ کیا وہ ریاست کی اس ایجنسی کو اپنے پاس برقرار رکھیں جس کے وہ اتنے دنوں سے امین رہے ہیں۔ ان کے بہی خواہ انھیں مشورہ دے سکتے ہیں، آپ جانتی ہیں، اب وہ آزاد ہو چکے ہیں۔ آپ خود، مس وک فیلڈ۔ کاپر فیلڈ ـــــ میں ـــــ''

''میں نے اس کے بارے میں غور کیا ہے، ٹراٹ ووڈ'' ایگنیز نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا ''اور میں محسوس کرتی ہوں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، ہرگز نہیں ہونا چاہیے، یہاں تک کہ ایک ایسے دوست کی سفارش پر بھی نہیں جس کی میں اتنی احسان مند ہوں اور اس کی ایک طرح سے مقروض ہوں۔''

''میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں اس کی سفارش کر رہا ہوں'' ٹریڈلس نے کہا ''میں اسے تجویز کے طور پر پیش کرنا ٹھیک سمجھتا ہوں۔ بس اسے زیادہ نہیں۔''

''آپ کو ایسا کہتے ہوئے سن کر مجھے خوشی ہو رہی ہے'' ایگنیز نے جلدی سے جواب دیا ''کیونکہ اس سے میری امید بندھتی ہے، تقریباً یقین کی حد تک، کہ ہم ایک ہی طرح سوچتے ہیں۔ پیارے مسٹر ٹریڈلس اور مسٹر ٹراٹ ووڈ، پاپا ایک بار عزت کے ساتھ ہر چیز سے آزاد ہو گئے، اس سے زیادہ میری اور کیا خواہش ہو سکتی ہے! میں نے ہمیشہ چاہا ہے کہ میں انھیں ان مصیبتوں سے نجات دلا سکوں جن میں وہ گھرے ہوئے تھے، تا کہ میں ان کو پیار دے سکوں اور ان کی خدمت کر سکوں جو مجھ پر فرض ہے اور میں اپنی زندگی ان کے لیے وقف کر دوں۔ کئی برسوں سے یہی میری سب سے بڑی خواہش اور امید رہی ہے۔ اپنا مستقبل خود اپنے ذمے لے لینا میری دوسری سب سے بڑی خوشی ہوگی ـــــ اس کے بعد پاپا کو ہر طرح کی ذمہ داری سے آزاد دیکھنے میں مجھے اور

خوشی ہوگی ـــــ جسے میں ہی جان سکتی ہوں۔"

"کیا آپ نے سوچا ہے کہ یہ کیسے ہو پائے گا، ایگنیز؟"

"اکثر! میں خائف نہیں ہوں، مسٹر ٹراٹ ووڈ۔ مجھے کامیابی کا پورا یقین ہے۔ یہاں بہت سے لوگ مجھے جانتے ہیں اور میرے بارے میں اتنی ہمدردی سے سوچتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ ہماری خواہشات اور ضروریات زیادہ نہیں ہیں۔ اگر میں اپنے پیارے پرانے مکان کو کرائے پر اٹھا دوں اور ایک اسکول چلانے لگوں، تو میں کامیاب ثابت ہوں گی اور خوش رہوں گی۔"

اس کی پر مسرت آواز کے پرسکون جوش نے ہی پہلے اس پیارے پرانے گھر میں اتنی رونق لادی اور پھر میرے ویران مکان میں بھی، کہ میرا دل بھر آیا اور میرے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ ٹریڈلس کچھ دیر تک یہی ظاہر کرتا رہا کہ وہ کاغذات دیکھنے میں مصروف ہے۔

"اس کے بعد مس ٹراٹ ووڈ" ٹریڈلس نے کہا "آپ کی وہ ملکیت۔"

"ہاں، جناب" دادی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا "اس کے بارے میں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ اگر یہ چلی جاتی ہے تو میں اسے برداشت کر سکتی ہوں، اور اگر یہ نہیں چلی جاتی تو مجھے اسے واپس پا جانے میں خوشی ہوگی۔"

"میرے خیال میں یہ شروع میں آٹھ ہزار پونڈ تھا؟ ٹریڈلس نے کہا۔

"ٹھیک" دادی نے جواب دیا۔

"پانچ سے زیادہ کا حساب میں نہیں دے سکتا" ٹریڈلس نے قدرے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"پانچ ہزار، آپ کا مطلب ہے؟" دادی نے غیر معمولی اطمینان کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "یا پانچ پونڈ؟"

"پانچ ہزار پونڈ" ٹریڈلس نے جلدی سے کہہ دیا۔

"وہاں بس اتنا ہی رہ گیا تھا" دادی نے جواباً کہا "میں نے خود تین (ہزار پونڈ) کی ملکیت فروخت کر دی تھی۔ ایک ہزار میں نے تمھاری فیس کے لیے دیے تھے، ٹراٹ میرے عزیز اور باقی دو ہزار میرے پاس ہیں۔ جب میری باقی ملکیت میرے ہاتھ سے نکل گئی تو میں نے اس

رقم کے بارے میں ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اسے پوشیدگی کے ساتھ برے وقت کے لیے رکھ لیا۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم اس مشکل سے باہر کیسے نکلتے ہو، ٹراٹ اور تم بڑی خوش اسلوبی اور ثابت قدمی کے ساتھ اس سے نکل آئے، خود اعتمادی اور خود فراموشی پر جمے رہ کر! ڈک نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس وقت مجھ سے بات نہ کرو کیونکہ میرے اعصاب قدرے متزلزل ہو رہے ہیں!''

انھیں بالکل پرسکون، سیدھی ہاتھ موڑے بیٹھی دیکھ کر کوئی یہ نہیں سوچ سکتا تھا لیکن انھیں خود پر حیرت انگیز قابو تھا۔

''تب مجھے یہ کہنے میں بے انتہا مسرت ہو رہی ہے'' ٹریڈلس نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا'' کہ ہم نے ساری رقم وصول لی!''

''کوئی مجھے مبارکباد نہ دو!'' دادی نے استفہامیہ انداز میں کہا'' ایسا کیسے جناب؟''

''آپ نے سمجھ لیا تھا کہ یہ رقم مسٹر وک فیلڈ نے خورد برد کر ڈالی تھی؟'' ٹریڈلس نے کہا۔

''یقیناً میں نے ایسا ہی سمجھ لیا تھا'' میری دادی نے کہا'' اور اسی لیے آسانی سے خاموش کر دی گئی تھی۔ ایگنیز، ایک لفظ بھی مت بولنا!''

''اور واقعی'' ٹریڈلس نے کہا'' یہ بیچ دیا گیا، اس وجہ سے کہ اس کے لیے انھیں آپ کی طرف سے اختیارات حاصل تھے، لیکن مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسے کس نے بیچا یا درحقیقت کس کی دستخط سے۔ بعد میں اس شیطان نے دکھا دیا کہ اسے مسٹر وک فیلڈ نے بیچا تھا ــــــ اور حساب سے ثابت بھی کر دیا ــــــ کہ یہ رقم انھوں نے اپنے پاس رکھ لی تھی، دیگر خامیوں اور دشواریوں کے روشنی میں آجانے سے بچنے کی غرض سے۔ مسٹر وک فیلڈ بعد میں اسے آپ کو ادا کرنے کے لیے اپنے طور پر اتنے کمزور اور بے بس ہو گئے تھے، اور سود کے طور پر اور کئی رقمیں اس اصل رقم کے لیے جن کا وہ جانتے تھے کہ کوئی وجود ہی نہ تھا، بادل ناخواستہ انھوں نے خود کو بھی اس جعلسازی میں شریک بنا لیا۔''

''اور آخر میں سارا الزام خود اپنے سر لے لیا'' دادی نے ٹکڑا لگاتے ہوئے کہا'' اور مجھے ایک ایسی دیوانگی کا خط لکھا جس میں انھوں نے خود پر ڈکیتی اور ایسے ایسے الزام لگائے جن کے بارے میں کبھی سنا تک نہیں گیا تھا۔ خط ملنے پر ایک دن علی الصباح میں ان کے گھر پہنچ گئی اور ان

سے ایک موم بتی مانگ کر اس خط کو جلا ڈالا اور ان سے کہہ دیا کہ آئندہ پھر کبھی وہ ایسی باتیں نہ کریں اور اگر وہ خود کو ایسا کرنے سے نہ روک سکیں تو اپنی بیٹی کا خیال کرتے ہوئے اس سے باز رہیں۔ اگر کوئی مجھ سے اس طرح کی بات کرے گا تو میں گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی!''

ہم سب خاموش رہے، ایگنیز نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

''عمدگی کے ساتھ، میرے عزیز دوست'' میری دادی نے قدرے توقف سے کہا'' آپ نے واقعی اس سے یہ رقم نکال ہی لی؟''

''آں، حقیقت یہ ہے'' ٹریڈلس نے جواب دیا'' مسٹر مکابر نے اسے (پورا پایا) ہر طرح سے ایسا گھیر لیا اور ہمیشہ متعدد نئے نکتوں سے لیس رہتے، اگر کوئی پرانا نکتہ ناکام ثابت ہونے لگتا، کہ وہ ہم سے بچ نہ پایا۔ ایک خاص صورتِ حال یہ ہے کہ میں واقعی نہیں سمجھتا کہ اس نے اتنی رقم اپنی حرص کی سیری کے لیے ہڑپی ہے کیونکہ اس کی حرص کی کوئی انتہا نہ تھی، بہ نسبت کارپرفیلڈ سے نفرت کی وجہ سے، جس سے اس کا دل جلتا رہتا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بات صاف طور پر کہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ کارپرفیلڈ کو روڑے کی طرح ہٹانے یا اس پر حملہ کرا دینے کے لیے اتنی رقم خرچ کر سکتا تھا۔

''ہا!'' میری دادی سوچ میں غرق اپنے ابرو ہلاتے ہوئے کہہ پڑیں اور ایگنیز کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں'' اور اس کا ہوا کیا؟''

''میں نہیں جانتا۔ وہ یہاں سے چلا گیا'' ٹریڈلس نے کہا'' اپنی ماں کے ساتھ، جو پورے وقت دہائی دیتی رہی، منت سماجت کرتی رہی اور کچھ نہ کچھ انکشاف کرتی رہی۔ وہ دونوں لندن جانے والی رات کی گاڑی سے گئے اور اس کے بعد اس کے بارے میں میں کچھ اور نہیں جانتا بجز اس کے کہ رخصت ہوتے وقت اس کے دل میں میرے تئیں کینہ اور نفرت بہت زیادہ تھی۔ وہ خود کو مسٹر مکابر سے کم میرا مرہونِ منت نہیں سمجھ رہا تھا جسے میں (جیسا کہ میں نے اس سے بتا بھی دیا تھا) اپنے لیے ایک انعام جیسا سمجھتا ہوں۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کے پاس کچھ رقم ہے، ٹریڈلس؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، پیارے مجھے ایسا سوچنا چاہیے'' اس نے سنجیدگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا

''مجھے کہنا چاہیے کہ اس نے کسی نہ کسی طرح اچھی خاصی رقم غصب کر لی ہوگی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں، تم پاؤ گے کاپر فیلڈ، اگر تم اس پر نظر رکھ سکنے کا موقع پا سکو، کہ وہ رقم اس شخص کو شرارت کرتے رہنے سے باز نہ رہنے دے گی۔ وہ اتنا خطرناک مکار ہے کہ وہ جس چیز کے پیچھے پڑ جاتا ہے اس کے لیے ہر طرح کی تکرّم کرتا رہتا ہے۔ یہی اس کا معاوضہ ہے، خود پر بظاہر قابو رکھنے کے لیے ـــــ وہ راہ چلتے تاڑتا اور کچھ نہ کچھ منصوبہ بناتا ٹیڑھا میڑھا چلتا ہے۔ راستے کی ہر چیز کو بڑی باریکی سے دیکھتا رہتا ہے، نتیجتاً راستے میں ملنے والے ہر شخص کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے، نہایت معصومانہ انداز میں، اس لیے اس کا بدمعاشی والا راستہ اور بھی برا اور ٹیڑھا میڑھا ہو جاتا ہے، کسی بھی لمحہ بہت معمولی سی وجہ سے، کوئی وجہ نہ ہونے پر بھی۔ اس کی سیرت کا جائزہ لینا ضروری ہے'' ٹریڈلس نے کہا ''اسے جاننے کے لیے۔''

''وہ ذلالت کا دیو پیکر ہے!'' میری دادی نے کہا۔

''واقعی میں اس کے بارے میں نہیں جانتا'' ٹریڈلس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''بہت سے لوگ بہت کمین ہو سکتے ہیں جب وہ کمینے پن پر اتر آتے ہیں۔''

''اور اب مسٹر مکابر کی بات کی جائے۔'' میری دادی نے کہا۔

''ہاں، واقعی'' ٹریڈلس نے خوش ہوتے ہوئے کہا ''مجھے ایک بار پھر مسٹر مکابر کی بے حد تعریف کرنی چاہیے۔ اگر وہ اتنے صابر نہ ہوتے اور اتنے طویل عرصے تک نہایت استقلال کے ساتھ اس کام میں لگے نہ رہتے تو ہم کبھی کوئی قابلِ ذکر کام کر پانے کی امید نہیں کر سکتے تھے، اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہی سمجھنا چاہیے کہ مسٹر مکابر نے ایک صحیح کام کے لیے صحیح کام کیا جب ہمیں یہ دھیان آئے کہ مسٹر مکابر نے یورایا ہیپ کے کارناموں پر زبان بند رکھنے کے لیے اس سے کیا طے کیا تھا۔

''میں بھی ایسا ہی سوچتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اب آپ انھیں کیا دیں گے؟'' میری دادی نے پوچھا۔

''اوہ! اس مسئلے پر آنے سے قبل'' ٹریڈلس نے قدرے مضطرب ہوتے ہوئے کہا ''مجھے ڈر ہے کہ میں نے احتیاط کے طور پر (اپنے ساتھ سب کچھ لانے کی پوزیشن میں نہ

ہونے کی وجہ سے) اس غیر قانونی انضباط میں دو چیزیں چھوڑ دینے کے بارے میں سوچ لیا ـــــ کیونکہ یہ پوری طرح ایک غیر قانونی انضباط ہے، شروع سے آخر تک ـــــ ایک مشکل معاملے کا ـــــ وہ سارے اقرارنامے، پُرنوٹ وغیرہ جو مسٹر مکابر نے پورا یا سے پیشگی رقم لیتے وقت لکھ لکھ کر دیے تھے ـــــ''

''ٹھیک ہے! انھیں ضرور ادا کیا جانا چاہیے۔'' میری دادی نے کہا۔

''جی ہاں، لیکن میں نہیں جانتا کہ ان کی شروعات کب ہوگی یا وہ کہاں ہیں'' ٹریڈلس نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے کہا، ''اور میں امید کرتا ہوں کہ اس وقت اور ان کے رخصت ہونے تک کے دوران مسٹر مکابر بار بار گرفتار ہوتے رہیں گے یا ضبطی مال یا اسیری بہ علت عدم ادائے قرض ہو سکتی ہے۔''

''تب وہ برابر پھر رہا کرائے جاتے رہیں اور ضبطی یا اسیری سے باہر نکالے جاتے رہیں'' میری دادی نے کہا ''سب ملا کر کتنی رقم واجب الادا ہے؟''

''آئیں، مسٹر مکابر نے یہ اقرارنامے ـــــ وہ انھیں اقرارنامے کا ہی نام دیتے ہیں ـــــ بڑے شاندار طریقے سے ایک رجسٹر میں کیے'' ٹریڈلس نے مسکراتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ ''اور ان کی کل رقم ایک سو پانچ پونڈ پانچ شلنگ بنتی ہے۔''

''اب ہم انھیں جو رقم دیں گے اس میں یہ رقم شامل رہے گی؟'' میری دادی نے کہا۔ ''ایگنیز میری عزیز، تم اور میں بعد میں اسے تقسیم کرنے کے بارے میں بات کرلیں گے۔ یہ رقم کتنی ہونی چاہیے؟ پانچ سو پونڈ؟''

اس پر ٹریڈلس اور میں جلدی سے ایک ساتھ بول پڑے۔ ہم دونوں نے ایک چھوٹی رقم مسٹر مکابر کو بلا شرط دیے جانے کی سفارش کی۔ ہم نے تجویز رکھی کہ ان کے کنبے کے ساز وسامان کے ساتھ خرچ سفر اور ایک سو پونڈ مسٹر مکابر کو دے دیے جائیں اور ان سے اس کی واپس ادائیگی کے لیے کہہ دیا جائے تاکہ وہ اس کی ذمہ داری محسوس کرتے رہیں۔ اس کے لیے میں نے اتنا مشورہ اور جوڑ دیا کہ میں ان کے کردار اور ان کی خصلت کے بارے میں تھوڑا بہت مسٹر پیگٹی کو بتا دوں جن پر، میں جانتا تھا کہ بھروسا کیا جاسکتا تھا اور مسٹر پیگٹی کو چپکے سے سو پونڈ اور دے دیے

جائیں جوضرورت سمجھنے پر وہ انھیں پیشگی کے طور پر دے دیں گے۔ میں نے مزید مشورہ دیا کہ مسٹر مکابر کو مسٹر پیگٹی سے دلچسپی بڑھانے کے لیے کہا جائے، انھیں مسٹر پیگٹی کی خصوصیات بتا کر جو میں بتانا مناسب سمجھوں یا ان کے لیے مفید سمجھوں۔ اور ان دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے اور قریب لایا جائے جس سے دونوں کو فائدہ پہنچ سکے۔ ہم سب لوگوں نے پرجوش انداز میں یہ ساری باتیں طے کرلیں اور مجھے جلدی سے اس کا ذکر بھی کردینا چاہیے کہ اس کے بعد جلد ہی ان دو خاص لوگوں نے بڑا اچھا تال میل بنالیا۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ ٹریڈلس میری دادی کی طرف پھر بے چینی سے دیکھنے لگا ہے میں نے اسے دوسرے آخری نکتے کی یاددہانی کرائی جس کے بارے میں اس نے کنایتاً کہا تھا۔

''تم اور تمھاری دادی میرے ایک تکلیف دہ موضوع کو چھیڑ دینے کے لیے مجھے معاف کریں کاپرفیلڈ، جیسا کہ مجھے بہت ڈر ہے کہ میں تکلیف پہنچاؤں گا'' ٹریڈلس نے تذبذب کے ساتھ کہا ''لیکن اسے میں آپ لوگوں کے سامنے لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ مسٹر مکابر کی یادگار مخبری کے دن یورایا ہیپ نے تمھاری دادی کے شوہر کے بارے میں کنایتاً دھمکی دی تھی۔''

میری دادی نے اپنی اسی سخت گیر پوزیشن اور اطمینان کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔

''شاید'' ٹریڈلس نے خیال ظاہر کیا ''یہ فضول کی بے ہودگی تھی؟''

''نہیں۔'' میری دادی نے جواباً کہا۔

''واقعی کوئی ایسا آدمی تھا ـــــ معاف کیجیے گا ـــــ اور ذرا بھی اپنے قابو میں؟'' ٹریڈلس نے اشارتاً کہا۔

''ہاں، میرے اچھے دوست۔'' میری دادی نے کہا۔

ٹریڈلس نے کچھ سوچتے ہوئے بتایا کہ وہ اس موضوع پر ابھی تک نہیں غور کرپایا تھا، کہ اس کا تعلق مسٹر مکابر کی دینداری سے ہے اور یوریا ہیپ پر اب ہمارا کچھ بس نہیں رہ گیا تھا اور اگر وہ ان کو یا ہم میں سے کسی کو کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ وہ نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔

میری دادی خاموش رہیں جب تک کہ پھر آنسو کے کچھ قطرے ان کے رخسار پر

نہیں گرنے لگے۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں''انھوں نے کہا''اس کا ذکر کرنا بہت ضروری تھا۔''

''کیا میں ——— یا کاپرفیلڈ ——— کچھ کر سکتے ہیں؟''ٹریڈلس نے نرمی کے ساتھ پوچھا۔

''کچھ نہیں''میری دادی نے کہا''میں آپ کا بار بار شکریہ ادا کرتی ہوں۔ٹراٹ،میرے عزیز،یہ بیکار کی دھمکی ہے!اب مسٹر اور مسز مکابر کو واپس آنے دیا جائے اور تم میں سے کوئی بھی مجھ سے اب بات نہ کرے!''اتنا کہنے کے بعد انھوں نے اپنے کپڑے برابر کیے اور سیدھی تن کر بیٹھ گئیں،دروازے کی جانب دیکھتی ہوئیں۔

''آیئے مسٹر اور مسز مکابر!''میری دادی نے انھیں داخل ہوتے دیکھ کر کہا۔ہم آپ لوگوں کے جانے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔آپ لوگوں کو اتنی دیر تک کمرے سے باہر رکھنے کے لیے بہت،بہت معذرت۔اور میں آپ لوگوں کو بتاؤں گی کہ ہم نے کس طرح کے انتظام کی تجویز رکھی ہے۔''

ان کے اتنا بتا دینے سے مسٹر مکابر کے کنبے کو بے انتہا اطمینان ہو گیا۔بچوں اور وہاں موجود بھی لوگوں کو۔اور اس سے مسٹر مکابر کا ابتدائی سمجھوتوں کے دستاویز تیار کرنے والا جذبہ بیدار ہو گیا اور وہ فوراً اپنے نئے دستاویز کے لیے اسٹامپ خریدنے کے لیے پورے جوش وخروش کے ساتھ بھاگ پڑے۔لیکن ان کی یہ خوشی اچانک ہوا ہو گئی کیونکہ پانچ منٹ بعد ایک اعلیٰ افسر کی نگرانی میں وہ واپس آ گئے اور بلبلا کر روتے ہوئے ہمیں بتایا کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ہم لوگ چونکہ اس کے لیے پہلے سے تیار تھے،جو یقیناً یورایا ہیپ کی کارستانی تھی،جلدی سے وہ رقم ادا کر دی گئی جس کی عدم ادائیگی کے لیے وہ پکڑ لیے گئے تھے اور پانچ منٹ بعد مسٹر مکابر اپنی میز پر بیٹھے اسٹامپ بھر رہے تھے،بے حد مسرّت کے اظہار کے ساتھ،جیسی چمک،یہ خوشگوار کام یا پھر پنچ (مشروب) تیار کرنے جیسا پسندیدہ کام ہی ان کے چہرے پر پیدا کر سکتا۔انھیں اسٹامپ پر کام کرتے ہوئے،ایک آرٹسٹ کی طرح لطف لیتے ہوئے،اسٹامپ کو اس طرح چھوتے ہوئے جیسے وہ تصویریں ہوں،انھیں ترچھا کر کے دیکھنا،اپنی پاکٹ بک سے تاریخوں اور رقموں کی تفصیل

نوٹ کرنا اور یہ مکمل ہو جانے پر ان کی قیمتی حیثیت کے تصور میں استغراق میں چلے جانا، واقعی دیکھتے ہی بن رہا تھا۔

''اب آپ سب سے اچھا کام یہ کر سکتے ہیں، جناب، اگر آپ مجھے مشورہ دینے کی اجازت دیں'' میری دادی نے خاموشی سے ان کا مشاہدہ کرتے رہنے کے بعد کہا'' کہ آپ اس کام سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لیں۔''

''محترمہ'' مسٹر مکابر نے جواباً کہا'' میرا ارادہ ہے کہ مستقبل کے کورے صفحے پر اس قسم کا عہد درج کر دوں۔ مسز مکابر اس کی تصدیق کر دیں گی۔ مجھے پوری توقع ہے'' مسٹر مکابر نے سنجیدگی سے کہا'' کہ میرا بیٹا ولکنس یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھے گا کہ وہ ان دغا بازوں سے نبٹنے کے لیے اپنا گھونسہ بڑھانے سے بہتر ہوگا کہ وہ اسے آگ میں ڈال دے، جنھوں نے اس کے بدقسمت والدین کی زندگی میں زہر گھول دیا ہے!'' اس سے بے حد متاثر ہوتے ہوئے ایک لمحے میں وہ پھر یاسیت کی تصویر میں تبدیل ہو گئے۔ انھوں نے ان دغا بازوں کے تئیں شدید نفرت کا اظہار کیا اور دستاویز موڑ کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس کے بعد شام کی کارروائی ختم ہو گئی۔ ہم غم اور تکان سے نڈھال ہو گئے تھے اور مجھے اور میری دادی کو اگلے دن لندن واپس آنا تھا۔ ایسا انتظام کیا گیا کہ مسٹر اور مسز مکابر اپنے سامان دلال سے فروخت کرنے کے بعد لندن آئیں، مسٹر وک فیلڈ کے سارے معاملات مسٹر ٹریڈلس کی ہدایات کے مطابق جلد از جلد نبٹا دیے جائیں اور اس دوران ایگنیز کو بھی لندن آ جانا چاہیے۔ ہم نے وہ رات اسی پرانے مکان میں گذاری جو اب ہیپ اور اس کی ماں کی موجودگی سے آزاد ہو چکا تھا اور ایک طرح کے مرض سے پاک نظر آ رہا تھا، اور میں اپنے پرانے کمرے میں لیٹ گیا، جیسے کوئی تھکا ہارا مسافر اپنے گھر آتا ہے۔

دوسرے دن ہم لوگ اپنی دادی کے گھر گئے ــــــ میرے گھر نہیں۔ اور جب وہ اور میں پہلے کی طرح بستر پر جانے سے قبل تنہا بیٹھے تو دادی نے کہا:

''ٹراٹ، کیا تم واقعی جاننا چاہتے ہو کہ گذشتہ کچھ دنوں سے میرے ذہن کو کون سی بات پریشان کر رہی ہے؟''

''میں یقیناً جاننا چاہتا ہوں، دادی۔ اگر کبھی ایسا وقت ہوسکتا ہے جب میں نہ چاہوں کہ آپ کو کوئی ایسی فکر اور پریشانی لاحق ہو جس میں میں شامل نہ رہوں، تو وہ یہی وقت ہے۔

''تم بہت مصیبت جھیل چکے ہو، بچے'' میری دادی نے بڑی شفقت سے کہا ''میری چھوٹی موٹی پریشانیوں کے علاوہ۔ تم سے کوئی بات چھپانے کا میرا اور کوئی مقصد نہیں رہتا۔''

''میں اچھی طرح جانتا ہوں'' میں نے کہا ''لیکن اب بتا دیجیے مجھے۔''

''کیا تم میرے ساتھ کل صبح تھوڑی دور گاڑی سے چل سکو گے؟'' میری دادی نے پوچھا۔

''یقیناً۔''

''نو بجے'' انھوں نے کہا ''تب میں تمھیں بتاؤں گی، میرے منے۔''

اسی کے مطابق نو بجے صبح ہم ایک چھوٹی گاڑی سے لندن کے لیے چل پڑے۔ ہم نے گلیوں سے گذرتے ہوئے ایک لمبا راستہ طے کیا اور اس وقت تک چلتے رہے جب تک ایک بڑے اسپتال تک نہیں پہنچ گئے۔ اسپتال کی عمارت کے پاس ہی ایک تابوت دار (مردہ لے جانے کے لیے) کھڑی تھی۔ اس کے ڈرائیور نے میری دادی کو پہچان لیا اور کھڑکی سے ان کے ہاتھ ہلانے پر وہ دھیرے دھیرے اپنی گاڑی وہاں لے آیا۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

''اب تم سمجھ گئے ناٹراٹ؟'' دادی نے کہا ''وہ ختم ہو گئے!''

''کیا وہ اسپتال میں ہی مرے؟''

''ہاں۔''

وہ بالکل ساکت میری بغل میں بیٹھی رہیں، لیکن میں نے پھر ان کے چہرے پر آنسو ڈھلکتے دیکھے۔

''وہ اس سے پہلے بھی ایک بار وہاں تھے۔'' اب دادی نے بتایا ''وہ بہت دنوں سے بیمار تھے ——— ایک ٹوٹا بکھرا آدمی، کئی برسوں سے۔ جب انھیں اس آخری بار کی بیماری میں اپنی حالت کا احساس ہو گیا تو انھوں نے اسپتال والوں سے کہا کہ وہ مجھے بلا دیں۔ تب وہ دکھی تھے، بہت زیادہ دکھی۔''

''آپ وہاں گئیں، میں جانتا ہوں، دادی جان۔''

''مین گئی۔ اس کے بعد میں ان کے ساتھ کافی رہی۔''

''کیا وہ ہمارے کینٹر بری جانے سے قبل والی رات کو مر گئے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

میری دادی نے اثبات میں سر ہلا دیا ''اور اب انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' انھوں نے کہا۔ یہ بیکار کی دھمکی تھی۔

ہم چلتے چلتے شہر سے باہر، ہارنسے (Hornsey) کے قبرستان تک آئے۔ ''گلیوں کی بجائے یہیں'' دادی نے کہا ''یہ یہیں پیدا ہوئے تھے۔''

ہم لوگ گاڑی سے اتر آئے اور تابوت کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے ایک کنارے پر آ گئے اور یہ جگہ آج بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے، جہاں ان کی تجہیز و تکفین کر دی گئی۔

''چھتیس سال قبل آج ہی کے دن، میرے عزیز'' میری دادی نے کہا، جب ہم گاڑی کی طرف آ رہے تھے ''میری ان کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ خدا ہم سب کو معاف کرے!''

ہم خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے اور وہ بہت دیر تک میری بغل میں میرا ہاتھ تھامے بیٹھی رہیں۔ بالآخر وہ بلک کر رو پڑیں اور بولیں:

وہ دیکھنے میں بہت اچھے لگتے تھے جب میں نے ان سے شادی کی تھی، ٹراٹ، اور بعد میں وہ افسوسناک حد تک بدل گئے!''

یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چلا۔ آنسو بہا لینے سے قدرے راحت محسوس کرتے ہوئے جلد ہی وہ پُرسکون ہو گئیں بلکہ ان میں خوش طبعی آ گئی۔ ان کے اعصاب کچھ دیر کے لیے متزلزل ہو گئے تھے، انھوں نے کہا، ورنہ وہ یہ نہ کہہ اٹھتیں، خدا ہم سب کو معاف کرے!

اس طرح ہم لوگ واپس ان کے ہائی گیٹ والے چھوٹے سے بنگلے پر گئے جہاں ہمیں مندرجہ ذیل مختصر نوٹ (خط) ملا جو مسٹر مکابر کا تھا اور صبح کی ڈاک سے آیا تھا۔

کینٹر بری،

بروز جمعہ

میری عزیز محترمہ اور کاپر فیلڈ

گذشتہ کچھ دنوں سے افق پر کامرانی کی نیک توقعات کا جو دھندلا نظارہ دکھائی دینے

لگا تھا وہ پھر غبار میں کھو گیا اور اس بدنصیب کی آنکھوں سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا گیا، جس کا مقدر رہتا ہی ہے!

''میرے خلاف دوسرا مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے (ویسٹ منسٹر کے کنگس بنچ کی عدالتِ عالیہ میں) بیپ بنام مکابر، اور اس مقدمے میں مدعا علیہ شیرف 1 (Sherif) کا شکار ہے، جس کے پاس درندوں کے حلقے کے قانونی اختیارات ہیں۔

تیز رفتاری سے اس کا اختتام (کیونکہ ذہنی اذیت ایک حد کے آگے نہیں سہی جا سکتی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس حد تک میں پہنچ چکا ہوں) ہو گیا اور میرا راستہ ختم ہو چکا ہے۔ خدا آپ کو خوش رکھے! کوئی مستقبل کا مسافر، تجسس کے باعث گھومتا ہوا ہمدردی کے ساتھ آئے گا، ہمیں امید کرنی چاہیے، قرض ادا نہ کر پانے کے جرم میں قیدیوں کو رکھنے کی جگہ، اور مجھے پوری توقع ہے کہ وہ اس پر غور کرے گا جب وہ تلاش لے گا زنگ آلود کیل سے لکھا گیا گمنامی کا نام۔

دھندلے سے دستخط

''ولکنس مکابر''

پسِ نوشت: میں یہ خط پھر کھول رہا ہوں یہ بتانے کے لیے کہ ہمارے مشترکہ دوست مسٹر ٹامس ٹریڈلس (جنھوں نے ابھی ہمیں چھوڑا نہیں ہے اور ہماری بہت اچھی طرح دیکھ بھال کر رہے ہیں) نے قرض ادا کر دیا ہے، مس ٹراٹ ووڈ کے نیک نام سے، اور یہ کہ میں اور میرا کنبہ دنیاوی خوشی کی بلندیوں پر ہے۔''

●●●

---

1 انگریزی کونٹی (County) یا شائر (Shire) کا افسرِ اعلیٰ جس کے ذمے امن قائم رکھنا ہوتا ہے۔

باب 55

طوفان

اب میں اپنی زندگی کے ایک ایسے حادثے کی طرف آتا ہوں جو ذہن سے کبھی نہ مٹنے والا، نہایت تکلیف دہ، اور بعد میں رونما ہونے والے طرح طرح کے واقعات سے بندھا ہوا ہے۔ اِن صفحات میں میرا بیان ابتدا سے ہی، میں نے دیکھا ہے کہ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جاتا ہوں، یہ طویل ہوتا جاتا ہے، کسی میدان میں ایک بڑے مینار کی طرح اور اپنا سایہ میرے بچپن کے دنوں کے واقعات پر بھی ڈالتا جاتا ہے۔

اس حادثے کے رونما ہو جانے کے برسوں بعد بھی میں اسے اکثر خواب میں دیکھتا رہا۔ میں اس سے اتنا زیادہ متاثر ہوا تھا کہ اس کی غضبناکی آج بھی سنسان راتوں میں، میرے خاموش کمرے میں اپنا احساس کراتی رہتی ہے۔ میں آج تک کبھی کبھی اسے خواب میں دیکھتا ہوں، اگرچہ طویل اور غیر یقینی وقفے سے۔ میں اس کے اور طوفانی ہواؤں یا سمندری ساحل کے ہلکے سے ذکر کے مابین ایک وابستگی محسوس کرتا ہوں، اتنی ہی شدت کے ساتھ جتنا کہ میرا ذہن اس کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔ جو کچھ ہوا، جتنی سادگی سے ممکن ہو سکے گا میں اسے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں اسے صرف یاد ہی نہیں کرتا بلکہ اسے ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں، کیونکہ یہ میری نظروں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔

ترکِ وطن کرنے والوں کے جانے کا وقت تیزی سے قریب آتا جا رہا ہے، میری نیک پرانی انّا (جب اس نے اس بار پہلی دفعہ مجھے دیکھا تو اس کا دل ٹوٹ گیا) لندن آئی۔ میں مستقلاً اس کے اور اس کے بھائی (مسٹر پیکٹی) اور مکابر کنبے کے ساتھ رہا (وہ لوگ ایک ساتھ ہی رہتے تھے)، لیکن میں نے ایملی کو کبھی نہیں دیکھا۔

ایک ڈھلتی شام کو میں پیکٹی اور اس کے بھائی کے ساتھ تنہا تھا۔ ہماری گفتگو کا موضوع ہیم کی طرف چلا گیا۔ پیکٹی نے بتایا کہ کتنے محبت آمیز طریقے سے ہیم نے اس سے رخصت لی تھی اور کتنی مردانگی اور خاموشی سے اس نے یہ سب برداشت کر لیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ سمجھتی تھی کہ ہیم بہت زیادہ عاجز آ چکا ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع تھا جس سے وہ پیارا آدمی کبھی نہیں تھکتا تھا اور طرح طرح کی مثالیں جو وہ دیا کرتی تھی (کیونکہ وہ اس کے ساتھ زیادہ رہتی تھی) ہم اتنی ہی دلچسپی سے سنتے تھے جتنی دلچسپی سے وہ بیان کرتی تھی۔

اس وقت میری دادی اور میں ہائی گیٹ والے اپنے مکان خالی کر رہے تھے، میں باہر جانے کا ارادہ کر رہا تھا اور دادی اپنے ڈوور والے مکان میں واپس جا رہی تھیں۔ ہم عارضی طور پر کونٹ گارڈن میں رہائش پذیر تھے۔ جب شام کی گفتگو کے بعد جو پچھلی بار میرے یارمتھ قیام کے دوران ہیم سے ملاقات پر مشتمل تھی، گھر جاتے وقت میں اپنے اصل مقصد کے بارے میں سوچنے لگا کہ میں جہاز پر اس کے چچا سے رخصت لیتے وقت انھیں میں ایملی کے نام ایک خط دے دوں گا اور سوچا کہ اب اسے خط لکھنا بہتر ہوگا۔ ممکن ہے وہ چاہ رہی ہو، میں نے سوچا کہ میرا خط پانے کے بعد وہ شاید میرے توسط سے اپنے ناشاد منگیتر کے لیے کوئی سندیسہ بھیجے۔ مجھے ایملی کو یہ موقع دینا چاہیے۔

لہٰذا بستر پر جانے سے قبل میں اپنے کمرے میں بیٹھ گیا اور ایملی کو ایک خط لکھ ڈالا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ہیم کو ملا تھا اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی وہ سب لکھ دینے کی جو میں نے ان صفحات میں لکھ دیا ہے۔ میں نے ایمانداری کے ساتھ انھیں دہرا دیا ہے۔ مجھے اس میں کچھ بڑھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر مجھے اس کا اختیار ہوتا تو بھی، اس کی گہری وفاداری یا شرافت کو میرے یا کسی اور شخص کے سجا سنوار کر لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے خط رکھ دیا، صبح کو بھیجنے کے

لیے، ایک سطر مسٹر پیگٹی کو لکھ کر، جس میں میں نے گذارش کی تھی کہ وہ اس خط کو ایملی کو دے دیں گے اور بستر پر جاتے جاتے صبح ہو گئی۔

میں اس وقت اس سے بھی زیادہ کمزور تھا جتنا کہ میں سمجھتا تھا اور اس وقت تک مجھے نیند نہ آ سکی جب تک کہ سورج چڑھ نہ آیا۔ دیر تک لیٹا رہا اور دوسرے دن صبح بھی پژمردہ پڑا رہا۔ میں اس وقت جاگا جب دادی چپکے چپکے آ کر میرے بستر کے پاس بیٹھ گئیں۔ میں نے ان کی آمد نیند میں محسوس کر لی تھی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سبھی اس طرح محسوس کرتے ہیں اس طرح کی چیزیں۔

''ٹراٹ، میرے منے'' جب میں نے آنکھیں کھولیں تو انھوں نے کہا ''میری تمھیں جگانے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ مسٹر پیگٹی آئے ہیں۔ کیا انھیں بلا لوں؟''

میں نے کہا، ہاں اور وہ جلد ہی وہاں آ گئے۔

''ماسٹر ڈیوی'' مجھ سے ہاتھ ملا لینے کے بعد انھوں نے کہا ''میں نے آپ کا خط ایملی کو دیا تو اس نے اس کا یہ جواب دیا ہے، جناب اور مجھ سے التجا کی کہ میں آپ سے اس کو پڑھ دینے کی درخواست کروں۔ اگر آپ اس میں کوئی حرج نہ سمجھیں تو اسے پڑھ دیں۔

''آپ نے پڑھ لیا ہے اسے؟'' میں نے پوچھا۔

انھوں نے افسوس کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیا —— میں نے خط کھولا جس میں لکھا تھا:

''مجھے آپ کا پیغام مل گیا ہے۔ اف، آپ کی اس نیکی اور رحم دلی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میں کیا لکھ سکتی ہوں!

''میں نے آپ کے الفاظ اپنے دل میں محفوظ کر لیے ہیں۔ میں مرتے دم تک انھیں وہیں رکھے رہوں گی۔ یہ تیز کانٹے جیسے ہیں لیکن ان سے مجھے بے حد سکون مل رہا ہے۔ میں نے بڑی دعائیں کیں، اف، میں نے کتنی دعائیں مانگیں۔ جب میں سوچتی ہوں کہ آپ کیا ہیں اور میرے چاچا کیا ہیں تو میں سوچنے لگتی ہوں کہ خدا کیا ہوگا اور میں اس سے رو رو کر فریاد کر سکتی ہوں۔

''خدا حافظ ہمیشہ کے لیے۔ اب میرے پیارے، میرے دوست اس دنیا میں ہمیشہ کے لیے خدا حافظ، دوسری دنیا میں، اگر میں، معاف کر دی گئی، میں ایک بچی کی طرح جاگوں گی اور

آپ کے پاس آؤں گی۔ بہت بہت شکریہ، بہت بہت دعائیں۔الوداع ہمیشہ کے لیے۔''

آنسوؤں سے بھرا یہ تھا ایملی کا خط۔

''کیا میں اس سے کہہ دوں کہ آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور آپ مہربانی کر کے ہیم کو اسے سنا دیں گے، ماسٹر ڈیوی'' مسٹر پیگٹی نے کہا، جب میں خط پڑھ چکا۔

''بلاشبہ'' میں نے کہا ـــــ لیکن میں سوچ رہا ہوں ـــــ''

''کیا، ماسٹر ڈیوی؟''

''میں سوچ رہا ہوں'' میں نے کہا ''کہ میں پھر یارمتھ جاؤں گا۔ابھی وقت ہے۔جہاز روانہ ہونے سے قبل میں وہاں جا کر واپس آسکتا ہوں۔میرے ذہن میں ہر وقت اس کی تنہائی کا خیال رہتا ہے، میں ہیم کے ہاتھ میں ایملی کا لکھا یہ خط دوں گا۔تاکہ آپ رخصت ہوتے وقت ایملی سے بتا سکیں کہ ہیم کو اس کا خط مل گیا ہے۔اس سے دونوں کو سکون ملے گا۔میں نے اس کی ہدایت کو خلوص کے ساتھ قبول کر لیا ہے پیارے نیک آدمی اور اسے پوری طرح انجام دوں گا۔میرے لیے سفر کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔میں بے چینی میں مبتلا ہوں اور حرکت میں رہنے سے خود کو بہتر محسوس کروں گا۔میں آج رات یارمتھ جاؤں گا۔''

اگرچہ انھوں نے فکرمندانہ انداز میں مجھے وہاں جانے سے منع کیا، میں نے دیکھا کہ وہ بھی میری ہی طرح سوچ رہے تھے،اور اگر میں اس کے بارے میں پوچھتا تو اس کا اثر پڑ سکتا تھا۔میری گذارش پر وہ کوچ آفس گئے اور ڈاک گاڑی میں میرے لیے ''باکس'' سیٹ بک کرالی۔رات کو میں اسی سواری سے اسی سڑک پر روانہ ہو گیا جس پر میں تغیر حالات کے تحت بار بار چل چکا تھا۔

''کیا تم نہیں سمجھتے کہ'' میں نے لندن سے چلنے کے بعد پہلے ہی پڑاؤ پر پوچھا ''آسمان بڑا عجیب سا معلوم ہو رہا ہے؟ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ اس سے قبل میں نے اس طرح کا آسمان دیکھا ہو۔''

''میں نے بھی نہیں دیکھا، اس طرح کا'' اس نے جواب دیا۔وہ جھکڑ (تیز ہوا) ہے، جناب! آج سمندر میں آفت مچے گی، جلد ہی، میرے خیال میں۔''

گھٹاٹوپ اندھیرا تھا ـــــ یہاں، وہاں دھواں سا چھایا نظر آرہا تھا ـــــ بادلوں کے جھنڈ اُمڑ گھمڑ کر آ رہے تھے جن کے درمیان بے قرار چاند، لگتا تھا جیسے سر کے بل غوطہ مار دیتا

ہے، جیسے قانونِ قدرت میں خطرناک افراتفری آجانے سے وہ اپنا راستہ بھول گیا ہو اور خوف زدہ ہو۔ پورے دن تیز ہوا چلتی رہی اور پھر غیر معمولی تیز آواز سے اوپر کو اٹھنے لگی۔ اگلے گھنٹے یہ اور تیز ہوگئی اور آسمان بادلوں سے اور بھی ڈھک گیا۔ ہوا اور تیز آواز کے ساتھ چلنے لگی۔

لیکن جیسے جیسے رات بڑھتی گئی بادل اور گھنے ہوتے گئے اور پورے آسمان کو ڈھک لیا۔ تب اور بھی اندھیرا چھا گیا۔ ہوا تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ہماری گاڑی کے گھوڑے اتنی تیز ہوا کا سامنا نہیں کر پارہے تھے۔ متعدد بار رات کے تاریک ترین حصے میں (یہ ستمبر کا آخیر تھا جب راتیں چھوٹی نہیں ہوتیں) آگے والے گھوڑے منھ پیچھے گھما لیتے یا بالکل رک جاتے اور اکثر ہمیں خدشہ رہتا کہ کہیں گاڑی اڑ نہ جائے۔ اس طوفان سے پہلے زور کے چھینٹے پڑنے شروع ہو گئے تھے جیسے لوہے کا فوارہ چھوٹ رہا ہو اور ان دنوں جب کسی پیڑ یا آڑ کی دیوار کا سہارا تک نہیں ہوا کرتا تھا، سفر جاری رکھنا ممکن نہ ہو پانے کی صورت میں ہم طوعاً وکرہاً رک جاتے۔

صبح ہوئی تو ہوا اور تیز چلنے لگی۔ جب میں یارمتھ میں تھا تو ملّاح کہا کرتے تھے کہ غضب کا طوفان ہے۔ لیکن میں نے اس طرح کی ہوا چلتے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہم اپس وچ (Ipswich) بہت دیر میں پہنچے کیونکہ لندن سے دس میل دور آجانے کے بعد ہمیں ایک ایک انچ آگے بڑھنے کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی اور ہم نے یہاں بہت سے لوگوں کو بازار میں پایا جو رات کو اس خدشے سے اپنے اپنے بستر چھوڑ کر بھاگ آئے تھے کہ کہیں طوفان سے چمنیاں ان کے اوپر نہ گر پڑیں۔ ان میں سے کچھ لوگ سرائے کے برآمدے میں جمع ہو گئے تھے، جب ہم گھوڑے بدل رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ چرچ کے اونچے مینار کی لوہے کی بڑی بڑی چادریں اڑ کر ایک گلی میں آگریں جسے ان لوگوں نے آمد و رفت کے لیے بند کر دیا ہے۔ کچھ دیگر لوگوں نے ان کے بارے میں بتایا جو دیہاتوں سے آئے تھے کہ راستے میں انھوں نے بڑے بڑے پیڑ اکھڑ کر گرے ہوئے دیکھے ہیں اور ان کی ڈالیاں اور پتیاں کھیتوں اور سڑکوں پر بکھری پڑی ہیں۔ اب بھی طوفان میں کچھ کمی نہیں آئی تھی بلکہ یہ اور تیز ہی ہوتا جا رہا تھا۔

جب ہم جدّ و جہد کرتے کسی طرح سمندر کے قریب پہنچے جہاں سے یہ طوفانی ہوا کنارے پر بہت تیزی سے اٹھ رہی تھی تو اس کا زور غضبناک ہوگیا۔ ہمارے سمندر کو دیکھنے سے بہت پہلے

اس کی پھوار ہمارے ہونٹوں پر پڑنے لگی اور ہمارے اوپر نمکین پانی کی بارش ہونے لگی۔ سمندر کا پانی پارمتھ کے آس پاس کے دیہاتوں تک میل در میل پھیل گیا تھا۔ ریت اور مٹی کا گارا کناروں سے ٹکرا رہا تھا اور اچھل اچھل کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ جب ہمیں سمندر دکھائی دینے لگا تو افق میں لہریں وقفے وقفے سے اتھاہ گہرائی سے اٹھ اٹھ کر اوپر جاتیں تو لگتا جیسے عمارتوں اور میناروں کے ساتھ یہ دوسرا کنارہ ہو۔ جب کسی طرح شہر میں داخل ہوئے تو لوگ اپنے اپنے دروازوں پر آ گئے، حیرت سے اس ڈاک گاڑی کو دیکھتے ہوئے جو ایسی طوفانی رات میں آئی تھی۔

میں پرانی سرائے میں اترا اور نیچے سمندر دیکھنے چلا گیا، گلیوں میں گرتے پڑتے، جہاں ریت اور سمندری گھاس پٹی پڑی تھی اور سمندر کے جھاگ کے گولے اڑ رہے تھے۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں پتھر کی سلیاں اوپر نہ گر پڑیں، راستے میں جو مل جاتا پکڑ کر اس کا سہارا لیتے ہوئے۔ ساحل کے قریب آنے پر مجھے صرف ملاح ہی نظر نہیں آئے بلکہ شہر کے آدھے لوگ عمارتوں کے پیچھے دبکے، چھپے ہوئے، جب تب ہمت کر کے آگے بڑھ کر سمندر کی غضبناکی دیکھتے ہوئے اور پھر ہوا کی تندی سے ٹیڑھے میڑھے، گرتے پڑتے واپس ہوتے ہوئے۔

ان گروہوں میں شامل ہوتے ہوئے میں نے روتی، ماتم کرتی عورتوں کو دیکھا جن کے شوہر مچھلی پکڑنے والی کشتیاں لے کر نکلے تھے جن کے بارے میں یہ سوچنا غلط نہیں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ طوفان آنے پر پناہ لینے کے لیے کہیں بھاگنے سے پہلے ہی وہ اس کی زد میں آ گئے ہوں۔ ان لوگوں میں خاکستری بالوں والے بوڑھے ملاح بھی تھے جو سمندر سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فکرمندانہ انداز میں اپنے سر ہلا رہے تھے اور ایک دوسرے سے بدبداتے ہوئے کچھ کہہ رہے تھے، جہازوں کے مالک مضطرب اور بے چین تھے، بچے سہم کر ایک دوسرے کے ساتھ گٹھری بن گئے تھے اور بڑوں کے چہروں کی طرف دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ قوی جہاز راں بھی پریشان اور فکرمند ہو گئے تھے، پناہ کی جگہ سے اپنے چشمے برابر کر کر کے سمندر کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ کسی دشمن کا جائزہ لے رہے ہوں۔

ہولناک سمندر، جب مجھے اس کی طرف دیکھنے کا موقع ملا، اندھا کر دینے والی تیز ہوا، اڑتے پتھر اور ریت اور اس کی بھیانک آواز نے مجھے پریشان کر دیا۔ اونچی اونچی پانی کی دیواریں

جیسی اٹھتیں اور جب یہ گرتیں تو لگتا جیسے یہ شہر کو ہی نگل جائیں گی۔ جب لہریں پیچھے کو جاتیں تیز گھڑ گھڑاہٹ کے ساتھ، تو لگتا جیسے وہ ساحل پر گہرے غار بناڈالیں گی۔ اور جیسے ان کا مقصد ہی زمین کو کھوکھلا کر دینا تھا۔ جب کچھ بھیانک موجیں گرجتی ہوئی ساحل تک پہنچنے سے قبل ہی آپس میں ٹکراتیں تو لگتا جیسے سمندر کے ہر حصے میں اس کی غضبناکی کی طاقت موجود ہے۔ اور جیسے یہ بھاگ کر پھر دوسرا دیو پیکر بنانے کے لیے کوشاں ہوں، لہراتی پہاڑیاں وادیوں میں تبدیل ہو رہی تھیں اور لہراتی وادیاں (کوئی تنہا پٹریل 1 کبھی کبھی سبک پروازی سے ان کے درمیان سے گذرتی ہوئی) پہاڑیوں میں تبدیل ہوتی ہوئی۔ پانی کے تودے ساحل سے ٹکراتے تو تیز آواز پیدا ہوتی اور ساحل ہل جاتا۔ طرح طرح کی شکلوں میں پانی بہتا۔ ایک شکل جیسے ہی بنتی، جلدی سے دوسری جگہ اور شکل لینے کے لیے بھاگ پڑتی اور دوسری جگہ دوسری شکل سے ٹکراجاتی۔ افق پر میناروں اور عمارتوں کے ساتھ بنا خیالی ساحل اٹھتا اور گر جاتا، بادل تیزی سے گرتے اور گھنے ہو جاتے۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں ہر طرح کے تغیرِ عظیم کا نظارہ کر رہا ہوں۔

ہیم کو ان لوگوں کے درمیان نہ پا کر جنھیں اس یادگار طوفان نے یکجا کر دیا تھا —— کیونکہ آج بھی اس کو ساحل پر آنے والے سب سے بڑے طوفان کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے، میں اس کے گھر کی طرف چل پڑا۔ یہ بند تھا اور اپنی دستک کا کوئی جواب نہ پا کر میں پیچھے کے راستوں اور گلیوں سے اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں وہ کام کرتا تھا۔ وہاں معلوم ہوا کہ جہاز کی مرمت میں اچانک اس کی ضرورت پڑ جانے کی وجہ سے وہ لووسٹافٹ گیا ہوا ہے لیکن وہ اگلے دن صبح واپس آجائے گا۔

میں واپس اپنی سرائے میں چلا آیا اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد لباس تبدیل کر کے سونے کی کوشش کی لیکن نیند نہ آسکی، سہ پہر کے پانچ بج چکے تھے۔ میں کافی روم میں آتش دان کے پاس ابھی پانچ منٹ تک بھی نہ بیٹھا ہوں گا، جب بیرا اس کی آگ کھودنے کے بہانے آیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے بتایا کہ کوئلے کے دو جہاز سبھی ملازمین سمیت ڈوب گئے اور کچھ اور جہاز ڈوبنے سے بچنے کی کوشش میں کنارے کی طرف آنے کی جدّ جہد کر رہے ہیں۔ اس نے کہا، ”خدا

---

1 چڑیا جو طوفان کے آنے کی خبر دیتی ہے۔

ان پر رحم کرے اور سبھی بے چارے ملاحوں پر" اگر گذشتہ رات کی طرح پھر کوئی رات آتی ہے!"

ہیم کے وہاں موجود نہ ہونے سے میرے حوصلے خاصے پست ہو چکے تھے اور میں خود کو بہت تنہا اور بے چین محسوس کر رہا تھا، موقعے کی مناسبت سے بہت زیادہ۔ میں بہت زیادہ متاثر ہوا تھا، بغیر جانے ہوئے کہ کتنا، گذشتہ دنوں کے واقعات سے اور طوفانی ہوا کا طویل مدت تک سامنا کرتے کرتے میں پریشان ہو گیا تھا۔ میرے خیالات اور یادداشت ایسے خلط ملط ہو گئے تھے کہ میں وقت اور فاصلے کا صحیح تعین تک نہ کر پارہا تھا۔ اگر میں شہر میں گیا ہوتا تو وہاں کسی ایسے آدمی کو دیکھ کر زیادہ تعجب نہ ہوتا جسے میں جانتا ہوتا کہ وہ لندن میں رہتا ہے۔ ایسا میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میرے ذہن میں اس طرح کی باتوں کا کوئی خاص دھیان نہیں آرہا تھا، اس کے باوجود ذہن مصروف بھی تھا ان سب یادداشتوں میں، جو اس مقام نے فطری طور پر جگا دی تھیں اور یہ خصوصی طور پر ممتاز اور واضح تھیں۔

ایسی حالت میں بیرے کے خیال میں بیدا جہازوں کے بارے میں مایوس کن خیالات نے کسی کوشش کے بغیر فوراً میرے ذہن میں ہیم کے تئیں الجھن اور بے چینی پیدا کر دی۔ میرے ذہن میں یہی خیال آتا کہ ہیم لووسٹافٹ سے سمندری راستے سے ہی واپس آ رہا ہوگا اور کہیں ڈوب نہ گیا ہو۔ یہ خیال میرے دل میں اتنا زور پکڑتا گیا کہ کھانا کھانے سے قبل ہی میں نے دل میں طے کر لیا کہ یارڈ (جہاں ہیم کام کرتا تھا) واپس جا کر کشتی بنانے والے سے پوچھوں گا کہ کیا وہ بھی سوچتا ہے کہ ہیم سمندری راستے سے ہی واپس لوٹے گا؟ اگر اس نے ذرا سا بھی اس طرح کا خیال ظاہر کیا تو لووسٹافٹ جا کر ہیم کو ایسا کرنے سے باز رکھتے ہوئے خود اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔

میں نے جلدی سے کھانے کا آرڈر دے دیا اور یارڈ واپس گیا۔ میں بہت جلدی نہیں پہنچ پایا کیونکہ کشتی بنانے والا، ہاتھ میں لالٹین لیے یارڈ کے پھاٹک میں تالا لگا رہا تھا۔ وہ بہت ہنسا جب میں نے اس سے یہ سوال کیا اور اس نے کہا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ کوئی بھی شخص جو ہوش و حواس میں ہوگا یا نہ بھی ہوگا، ایسی طوفانی ہوا میں سمندری راستے سے سفر نہ کرے گا، ہیم پیگٹی کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جو ملاح پیدا ہی ہوا ہے۔

لہٰذا میں ابھی تک جو سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا، اس پر مجھے شرم محسوس ہونے لگی اور

میں اپنی سرائے واپس چلا آیا۔ اگر اتنی تیز ہوا چل سکتی تھی، تو میرے خیال میں یہ چل رہی تھی۔ شورغوغا اور دروازوں اور کھڑکیوں کا کھڑکھڑانا، چمنیوں کا قراقر کرنا، مکان کے گر جانے کا خدشہ جس نے مجھے پناہ دے رکھی تھی، اور سمندر کا عجیب وغریب شور اس سے زیادہ خوفناک تھا جتنا کہ صبح کو۔ لیکن اب اس کے علاوہ گہرا اندھیرا بھی تھا۔ اور اس سے طوفان میں دہشت، حقیقی اور خیالی، اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔

میں کھانا کھا نہ سکا، میں خاموش بیٹھ نہ سکا، میں استواری کے ساتھ کچھ بھی نہ کرسکا۔ کوئی چیز میرے اندر ہلکے ہلکے سے طوفان کا جواب دے رہی تھی اور میرے حافظے کی گہرائی سے اچھال کر ان میں ایک شور سا پیدا کررہی تھی۔ اس کے باوجود، اتنی جلدی جلدی میرے خیالات گرجتے سمندر کے ساتھ بھاگتے ہوئے ——— طوفان اور بیم کے سلسلے میں میری بےچینی ہر وقت سب سے اوپر رہی۔

میرا کھانا تقریباً چکھے بغیر ہی واپس کردیا گیا اور میں نے ایک دو گلاس شراب سے خود کو تازہ دم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن فضول۔ میں آگ کے سامنے نڈھال سا غنودگی کے عالم میں پہنچ گیا۔ دروازے کے باہر کے شور یا اس جگہ سے غافل ہوئے بغیر جہاں میں اس وقت تھا۔ یہ دونوں چیزیں ایک نئے ناقابلِ بیان خوف کے نیچے دب سی گئیں اور جب میں جاگا ——— یا یہ کہیے کہ جب میں نے سستی کو جھٹک دیا جو مجھے اپنی کرسی میں باندھے ہوئے تھی ——— میرا پورا وجود ایک انجانے اور ناقابلِ فہم خوف سے دہل اٹھا۔

میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا، ایک پرانے گزیٹیر (فرہنگِ جغرافیہ) کو پڑھنے کی کوشش کی، دہشت ناک آوازیں سننے لگا، آگ کی روشنی میں چہروں، تصویروں اور سینریوں کو دیکھتا رہا۔ بالآخر دیوار گھڑی کی ٹک ٹک نے مجھے اس حد تک پریشان کردیا کہ میں نے بستر پر جانے کا ارادہ کرلیا۔

ایسی رات میں جب یہ بتایا گیا کہ سرائے کے کچھ ملازمین صبح تک بیٹھے رہنے کے لیے راضی ہوگئے ہیں، تو یہ جان کر بڑا اطمینان سا ہوا۔ میں بےحد نڈھال اور بھاری دل سے بستر پر گیا لیکن بستر پر لیٹتے ہی احساسات کا شدید ہیجان اس طرح غائب ہوگیا جیسے کسی نے جادو کردیا ہو اور میں پوری طرح چاق چوبند ہوگیا، ہر احساس نکھرا ہوا۔

میں وہاں گھنٹوں لیٹا رہا، ہوا اور پانی کا شور سنتا ہوا اور اب تصور کرتا ہوا کہ جیسے میں نے سمندر میں چیخ سنی ہو، اب یہ کہ جیسے میں نے سگنل توپ دغنے کی آواز سنی ہو، اور اب شہر میں مکانات گرنے کی آواز۔ میں کئی بار اٹھ اٹھ کر بیٹھ گیا اور باہر کی جانب دیکھنے لگا لیکن کچھ بھی نظر نہ آیا بجز کھڑکی کے شیشوں میں اس مدھم موم بتی کے عکس کے جسے میں جلتی چھوڑ آیا تھا اور میرا اپنا وحشت زدہ چہرہ سیاہ خلا سے خود مجھے دیکھتا ہوا۔

بالآخر میری بے قراری اس حد تک بڑھ گئی کہ میں نے جلدی سے کپڑے پہنے اور نیچے اتر گیا۔ بڑے سے باورچی خانے میں جہاں مدھم روشنی میں میں نے بیکن اور ستلی میں گھوندھی پیاز سہتیروں سے لٹکتی ہوئی دیکھی۔ ملازمین الگ الگ طریقے سے ایک میز کے گرد بیٹھے تھے، میز کو قصداً چمنی سے دور دروازے کے قریب لاکر۔ ایک حسین لڑکی جس نے ایرن سے اپنے کان بند کر رکھے تھے اور اس کی آنکھیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں، مجھے دیکھ کر چیخ پڑی، بھوت سمجھ کر، لیکن دیگر لوگ زیادہ حاضر دماغ تھے اور اپنی صحبت میں ایک شخص کے اور اضافے سے خوش ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے زیر بحث موضوع کا حوالہ دیتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں سمجھتا ہوں کہ کوئلے کے جہازوں کے ملازمین کی روحیں اس طوفان میں آ گئی ہیں جو اس سمندر کے اندر غرق ہو گئے ہیں؟

میں کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ میں وہاں دو گھنٹے تک رہا۔ ایک بار میں نے احاطے کا پھاٹک کھولا اور خالی گلی میں دیکھا۔ ریت، سمندری گھاس پھوس اور جھاگ کے گولے بہہ رہے تھے اور اتنی تیز ہوا میں پھاٹک دوبارہ بند کرنے کے لیے مجھے مدد کے لیے ان لوگوں کو بلانا پڑا۔

میرے تنہا کمرے میں گہری اداسی چھائی تھی جب بالآخر میں اس میں واپس لوٹا، لیکن اب میں بہت تھک گیا تھا اور پھر بستر پر لیٹتے ہی گہری نیند سو گیا۔ میرا خیال ہے کہ بہت دنوں تک، اگرچہ میں خواب میں خود کو کہیں اور، طرح طرح کے مناظر کے درمیان دیکھا کرتا تھا، خواب میں یہ طوفانی ہوا ہمیشہ چلتی رہتی تھی۔ بالآخر حقیقت پر اس خوفناک خیالی منظر کا غلبہ ختم ہوا اور اب میں دو پیارے دوستوں کے ساتھ، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کون تھے، کسی شہر کا محاصرہ کرنے کے لیے توپوں کی گرج کے درمیان تھا۔

توپوں کی آواز اتنی تیز اور مسلسل آ رہی تھی کہ مجھے کوشش کے باوجود کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا جب تک کہ میری آنکھ نہ کھل گئی۔ دن نکل چکا تھا۔ آٹھ نو بج چکے تھے۔ اب توپوں کی گرج کے بجائے پھر طوفان کی بھیانک آواز سنائی دینے لگی اور کوئی میرے دروازے پر دستک دے کر پکار رہا تھا۔

''کیا بات ہے''؟ میں نے چلا کر پوچھا۔

''تباہی! بالکل پاس میں۔''

میں بستر پر سے کود پڑا اور پوچھا ''کیسی تباہی؟''

ایک جہاز کی، جو اسپین یا پرتگال کا ہے، جس پر پھل اور شراب لدی ہے۔ جلدی کیجیے صاحب، اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں! سمجھا جا رہا ہے کہ وہ ساحل پر پہنچے جا چکا ہے۔ ہر لمحہ یہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا جائے گا۔

مشتعل آواز زینے کے اوپر بہت زور سے سنائی دے رہی تھی اور جتنی جلد ہو سکا میں نے کپڑے پہن لیے اور گلی میں بھاگا۔

مجھ سے قبل بہت سے لوگ آ گئے تھے جو ایک ہی سمت میں ساحل کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ میں بھی اسی سمت بھاگنے لگا، کئی لوگوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا اور جلد ہی میں خوفناک سمندر کے سامنے پہنچ گیا۔

ہو سکتا ہے اب ہوا کا زور کم ہو چکا رہا ہو، اگرچہ اس سے زیادہ نہیں جیسے خواب میں جو میں توپیں داغی جانا سن رہا تھا، جیسے سو توپوں میں سے آدھ درجن توپیں خاموش ہو گئی ہوں۔ لیکن سمندر رات بھر کے اضافی ہنگامے کے سبب اس وقت اس سے بھی زیادہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا جتنا کہ میں نے پچھلی بار دیکھا تھا۔ اس وقت اس پر جتنی بار نظر پڑتی یہ مزید امنڈتا سا محسوس ہوتا اور ساحل سے ٹکرانے والی بڑی موجیں جس اونچائی تک جاتیں اور ایک دوسرے کو گراتی جاتیں، انھیں دیکھ کر بے حد ڈر لگ رہا تھا۔

صرف موجوں اور ہوا کے تیز شور کے علاوہ اور کچھ نہ سنائی دینے اور بھیڑ میں ناگفتہ بہہ الجھن کے عالم میں اس طرح کے موسم کا پہلی بار سامنا کرتے ہوئے میں اتنا گھبرا گیا تھا کہ میں نے طوفان میں پھنسے اس ڈوبتے جہاز کو دیکھنے کے لیے نظریں دوڑائیں تو مجھے بڑی بڑی موجوں

کے جھاگ کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ نصف لباس پہنے ایک ملاّح جو میری بغل میں کھڑا تھا، اس نے اپنے ننگے بازو سے بائیں طرف اشارہ کیا۔ تب، او میرے خدا! میں نے اسے دیکھ لیا، بالکل اپنے پاس!

ایک مستول جہاز کی چھتری سے چھ یا آٹھ فٹ کی اونچائی سے ٹوٹ کر بغل میں پڑا تھا، بادبان میں پھنسا ہوا، اور سب کچھ تباہ ہوا جارہا تھا، جہاز جیسے جیسے گھوم کر ٹکراتا ——— جو وہ ایک لمحے کے وقفے کے بغیر ایسا کر رہا تھا اور بڑے بھیانک طریقے سے کنارے سے ٹکراجاتا جیسے وہ اس میں سماجانا چاہتا ہو۔ اس وقت بھی جہاز کے اس حصے کو کاٹ کر الگ کر دینے کی کچھ کوششیں جاری تھیں، کیونکہ جہاز کا چوڑا حصہ سامنے کی طرف تھا، گھومنے پر ہماری طرف ہو گیا۔ میں نے لوگوں کو کلہاڑی لیے اسے کاٹتے دیکھا خاص طور سے لمبے گھنگھرالے بالوں والا آدمی سب سے زیادہ محنت سے کام کر رہا تھا۔ لیکن اسی لمحے ساحل پر ایک زوردار چیخ جو پانی اور ہوا کے شور سے زیادہ تیز تھی، سنائی پڑی، ایک طرف کو لڑھکتے ہوئے جہاز کے اوپر سے اچھل اچھل کر سمندر آدمیوں، چھوٹی موٹی بستیوں، پیپوں، پیڑوں، فصیلوں اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کو اپنی طوفانی موجوں میں بہائے لیے چلا جارہا تھا۔

دوسرا مستول ابھی کھڑا تھا جس میں بادبان کی دھجیاں لپٹی ہوئی تھیں اور مستول کے ٹوٹے رسّے ادھر سے ادھر جھول رہے تھے۔ اسی مخصوص ملاّح نے میرے کان میں بتایا کہ جہاز ایک بار ٹکرا چکا تھا اور اٹھ کر دوبارہ ٹکرا گیا۔ اس نے مزید بتایا کہ جہاز بیچ سے ٹوٹ رہا ہے اور میں نے مان لیا کہ ایسا ہی ہوگا کیونکہ ہچکولوں اور موجوں کی ٹکر اتنی زوردار ہو رہی تھی کہ کسی بھی آدمی کے لیے زیادہ دیر تک کام میں لگے رہ پانا ممکن نہ تھا۔ جب وہ یہ بتا رہا تھا تو کنارے پر مدد کے لیے دوسری چیخ سنائی پڑی۔ جہاز کے ساتھ چار آدمی گہرائی سے اٹھے، جو باقی بچے مستول کے رسّے وغیرہ اٹھا رہے تھے، جن میں گھنگھرالے بالوں والا سب سے پھرتیلا تھا۔

بورڈ پر ایک گھنٹی لگی تھی اور جب جہاز لڑھکنی کھا کر ایک بے بس مخلوق کی طرح ساحل سے بری طرح ٹکرایا، اب ہمیں اپنے ڈِک (عرشے) کی پوری تباہی دکھاتا ہوا جب یہ کنارے کی طرف گھوم گیا، اور اب صرف جہاز کا تلاّ (پینیدا) ہی نظر آرہا تھا کیونکہ وہ بہت زور سے اوپر اچھلا اور

اوندھ گیا تھا، گھنٹی بجنے لگی۔ اس کی آواز، ان بدنصیب لوگوں کی چیخ پکار ہوا کے ساتھ ہماری طرف تیز سنائی دینے لگی۔ ساحل پر آئی آفت میں اور اضافہ ہوگیا۔ جہاز پھر ہماری نظروں سے غائب ہوگیا۔ اور پھر وہ پانی کے اوپر آ گیا۔ دو آدمی ڈوبنے لگے۔ ساحل کی سوہانِ روح حالت مزید ابتر ہوگئی۔ مرد ہائے ہائے کرتے ہوئے اپنے ہاتھ مل رہے تھے، عورتوں نے چیخ چیخ کر اپنے چہرے گھما لیے تھے۔ کچھ لوگ ساحل پر اوپر نیچے دیوانہ وار دوڑنے لگے، مدد کے لیے درخواست کرتے ہوئے، جہاں کچھ بھی مدد نہ کی جا سکتی تھی۔ میں نے خود کو بھی انھیں میں سے ایک پایا، ملاحوں کے ایک گروہ سے، جنھیں میں جانتا تھا، بے تحاشا گڑگڑاتے ہوئے کہ ان ڈوب رہے آدمیوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے فنا نہ ہو جانے دیں۔

وہ مجھے جھلائے ہوئے انداز میں سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے ـــــ میں نہیں جانتا کس طرح، کیونکہ جتنا کچھ میں سن سکا اسے سمجھ کر مجھے بہ مشکل راحت ملی ـــــ کہ ایک گھنٹے قبل کسی صورت سے بچاؤ کشتی استعمال میں لائی گئی تھی لیکن کچھ بھی نہ کیا جا سکا اور ایسا کوئی بھی آدمی جان پر کھیل جانے والا نہ ہوگا جو رسّے کے سہارے اس کنارے تک جا سکے، لہٰذا اب کچھ کرنے کو نہیں رہ گیا ہے۔ اب میں نے دھیان دیا کہ ساحل پر لوگوں میں کچھ نئی ہلچل ہو رہی ہے اور انھیں ایک دوسرے سے الگ ہوتے دیکھا، پھر ہیم ان کے درمیان سے نکل کر سامنے آ گیا۔

میں اس کی طرف دوڑ پڑا ـــــ جہاں تک میں جانتا ہوں، لوگوں سے مدد کی اپیل کرتے ہوئے۔ لیکن اگرچہ میں ایسا نیا اور خوفناک منظر دیکھ کر گھبرایا ہوا تھا، مجھے ہیم کے چہرے پر ارادے کی پختگی اور سمندر کو اس کے دیکھنے کا انداز ـــــ بالکل ویسا ہی نظر آیا جیسا کہ، مجھے یاد آیا، کہ اس صبح جب ایملی گھر سے بھاگی تھی ـــــ میرے ذہن میں اس کے لیے خطرے کا احساس جاگ گیا۔ میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ لیے اور ان لوگوں سے جن سے میں بات کر رہا تھا، گذارش کی کہ وہ لوگ ہیم کی بات نہ مانیں، اسے جان نہ گنوانے دیں، اسے وہاں سے ہلنے نہ دیں!

ساحل پر دوسری چیخ ابھری اور جہاز کی طرف دیکھتے ہوئے ہم نے پایا کہ ظالم بادبان ان دونوں آدمیوں پر ٹکر پر ٹکر مارے جا رہا تھا اور فاتحانہ شان سے مستول پر اس تنہا بہادر آدمی کے گرد اڑ رہا تھا۔

ایسے منظر کے آگے، اور ایسے قطعاً مایوس آدمی کے پختہ ارادے کے آگے جو وہاں موجود نصف درجن آدمیوں کی رہبری کرتے رہنے کا عادی رہا ہو، میں اس طوفانی ہوا سے ہی التجا کرسکتا تھا۔ ''ماسٹر ڈیوی'' اس نے خوش طبعی سے میرے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ''اگر میرا وقت آ گیا ہے، تو پھر آ گیا ہے۔ اگر نہیں آیا ہے تو میں اس کا انتظار کروں گا۔ خدا آپ کو خوش رکھے، اور سبھی کو خوش رکھے! ساتھیو مجھے تیار کرو! میں جا رہا ہوں۔''

میں کچھ دور تک بھاگتا گیا لیکن بہت بری طرح نہیں، جہاں لوگوں نے مجھے پکڑ کر روکا، یہ کہتے ہوئے، جیسا کہ میں نے اس وقت گھبراہٹ میں سمجھا کہ ہیم مدد کے لیے جانے پر بضد ہے، کوئی اس کی مدد کرے یا نہ کرے، اور یہ کہ جو لوگ اس کو جانے کے لیے تیار کر رہے ہیں، اگر میں نے ان کے کام میں خلل ڈالا تو ہیم کے لیے حفاظتی انتظام خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے انھیں کیا جواب دیا یا پھر انھوں نے مجھ سے کیا کہا، لیکن میں نے ساحل پر بڑی گہما گہمی دیکھی اور لوگ جہاز کے ایک چرخ سے جو وہاں موجود تھا، رسّے لے کر آدمیوں کے ایک جھنڈ کے اندر بھاگ رہے تھے جو ہیم کو مجھ سے چھپائے ہوئے تھا۔ پھر میں نے اسے تنہا کھڑا دیکھا ایک بحری سپاہی جیسی قمیص اور پتلون میں ملبوس، ایک رسّہ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے یا اس کی کلائی میں بندھا ہوا اور وہاں کے بہادر لوگوں میں سے کئی لوگ کچھ دور پر کھڑے ان رسّوں کو پکڑے ہوئے جسے اس نے خود کنارے پر پیچھے اپنے قدموں میں ڈال دیا تھا۔

ایسے منظر سے غیر مانوس میری آنکھوں نے بھی دیکھ لیا کہ جہاز ٹوٹ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ وسط سے دو ٹکڑے ہو رہا تھا اور مستول پر لٹکے ہوئے اس تنہا آدمی کی زندگی دھاگے پر جھول رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ مستول سے چمٹا ہوا تھا۔ اس نے لال ٹوپی پہن رکھی تھی —— ایک جہاز ران جیسی نہیں، بلکہ اس سے زیادہ اچھے رنگ کی، اور جب اس کے اور تباہی کے درمیان کچھ تختے لڑھکتے ہوئے ڈوبنے ابھرنے لگے اور اس کی متوقع موت کی گھنٹی بجنے لگی، تو ہم سب لوگوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ لہرا کر الوداع کہہ رہا تھا۔ میں نے اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھا اور محسوس کیا کہ میرا دھیان دوسری طرف مڑا جا رہا ہے، جب اس کے اس عمل نے میرے ذہن میں اپنے پرانے پیارے دوست کی یاد تازہ کر دی۔ ہیم تنہا کھڑا سمندر کو غور سے دیکھتا رہا، پیچھے لوگ

سانس روکے خاموش کھڑے ہوئے اور سامنے طوفان، جب تک کہ ایک بڑی موج نکل نہ گئی، جب پیچھے کی طرف ان لوگوں پر نظر ڈالتے ہوئے جنھوں نے وہ رسّہ تھام رکھا تھا اور جو اس کے جسم سے مضبوطی سے بندھا ہوا تھا، اس نے اسے اپنے پیچھے کیا اور اگلے لمحے وہ پانی کے اندر تھا، پہاڑیوں پر اٹھتا ہوا، وادیوں میں گرتا ہوا، جھاگ میں گم ہوتا ہوا، پھر وہ زمین پر واپس کھینچ لیا گیا۔ ان لوگوں نے اسے جلدی جلدی کھینچ لیا تھا۔

وہ زخمی ہو گیا تھا۔ میں جہاں کھڑا تھا وہیں سے میں نے اس کے چہرے پر خون بہتے دیکھا لیکن وہ اس پر کچھ دھیان نہیں دے رہا تھا۔ وہ جیسے جلدی جلدی ان لوگوں کو کچھ اور ڈھیل دینے کی ہدایات دے رہا تھا ـــــ یا اسی طرح کی کچھ ہدایات جیسا کہ میں اس کے بازو کے اشارے سے سمجھ سکا ـــــ اور وہ پہلے ہی کی طرح پھر چلا گیا۔

اب وہ جہاز کی طرف جا رہا تھا پہاڑیوں پر اٹھتا ہوا، وادیوں میں گرتا ہوا، اونچے نیچے جھاگ کے نیچے گم ہوتا ہوا، کنارے کی طرف جاتا ہوا، پھر جہاز کی طرف بڑھتا ہوا۔ سخت محنت اور بہادری کے ساتھ طوفان سے لڑتا ہوا۔ فاصلہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن موجوں اور ہوا کے زور نے اس کوشش کو نہایت دشوار بنا دیا تھا۔ بالآخر وہ جہاز کے پاس پہنچ ہی گیا۔ وہ اس سے اتنی قریب پہنچ چکا تھا کہ اپنی ایک قوی جست میں وہ اسے پکڑ سکتا تھا ـــــ جب ایک اونچے ہرے بڑے تودے پر سے جو جہاز کے پیچھے سے کنارے کی طرف بہا جا رہا تھا، ایسا لگا کہ اس نے جہاز پر ایک لمبی جست لگائی اور جہاز ٹوٹ کر بکھر گیا۔

سمندر میں جہاز کے چکر کھاتے کچھ ٹکڑے میں نے دیکھے جیسے کہ محض کوئی پیپا ٹوٹا ہو، اس طرف بھاگتے ہوئے جہاں بھنور میں ہر چیز جمع ہو رہی تھی۔ ہر چہرے پر ہیبت طاری تھی۔ وہ لوگ اسے میرے قدموں کے پاس تک کھینچ لائے ـــــ بے ہوش۔ مرا ہوا ـــــ اسے وہاں کے سب سے قریب والے مکان میں لے جایا گیا اور اب کوئی مجھے روک نہیں رہا تھا، میں اس کے قریب رہا، جب تک اسے بچا لینے کی ہر ممکن کوشش نہ کر لی گئی لیکن قوی موج کی ٹکر نے اس کی جان لے لی تھی اور اس کا رحم دلی سے سرشار دل ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا۔

جب ساری کوششیں کر لی گئیں اور ساری امیدیں ختم ہو گئیں اور میں اس کے بستر کے

پاس بیٹھ گیا، تو ایک ملاّح جو مجھے اس زمانے سے جانتا تھا جب میں اور ایملی بچے تھے، اس نے دروازے پر سرگوشی کے لہجے میں میرا نام لیا۔

''جناب'' موسم کی مار سے بے دم چہرے پر آنسو ڈھلکاتے ہوئے کپکپاتے ہونٹوں سے اس نے کہا'' کیا آپ وہاں تک چلنا پسند کریں گے؟''

''پرانی بات جو مجھے یاد آ گئی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات سے عیاں تھی۔ میں نے سہم کر اس کے اس ہاتھ پر جھولتے ہوئے، جس سے اس نے مجھے سہارا دے رکھا تھا، پوچھا:

''کیا کوئی لاش کنارے آ لگی ہے؟''

اس نے کہا'' ہاں، جناب۔''

''کیا میں اسے جانتا ہوں؟'' تب میں نے پوچھا۔

اس نے کچھ جواب نہ دیا۔

لیکن وہ مجھے کنارے پر لے گیا۔ اور ساحل کے اس حصے پر جہاں کبھی ایملی اور میں سیپیاں تلاش کیا کرتے تھے، دو بچے ـــــــ اس کے اس حصے پر جہاں پرانی کشتی (مکان) جو گذشتہ رات بہہ گئی تھی، اس کے ٹکڑے ہوا نے بکھرا دیے تھے ـــــــ اس گھر کے ملبے میں، جسے اس نے برباد کر دیا تھا۔ میں نے اسے لیٹا ہوا دیکھا، سر اپنے بازو پر رکھے ہوئے، اسی طرح جیسے میں نے اسے اسکول میں اکثر لیٹتے دیکھا تھا۔

●●●

باب 56

نئے اور پرانے زخم

''کوئی ضرورت نہیں تھی یہ کہنے کی، اے اسٹیر فورتھ، جب ہم دونوں پچھلی بار گفتگو کر رہے تھے، اس گھڑی جس کے بارے میں میں نے ذرا بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، '' مجھے اچھے سے اچھا سمجھنا!'' میں نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے اور کیا اب میں اسے تبدیل کر سکتا ہوں، اس منظر کو دیکھتے ہوئے!''

وہ لوگ ایک تابوت لے آئے اور اسے اس پر لٹا دیا اور ایک جھنڈے سے اسے ڈھانپ دیا، اور تابوت اٹھا کر مکانوں کی طرف لے جانے لگے۔ جن لوگوں نے اس کا جنازہ اٹھا رکھا تھا، وہ سبھی اسے جانتے تھے اور اس کے ساتھ سمندر کی سیر کا لطف لے چکے تھے۔ اور اسے خوش ہوتے اور اس کی بہادری دیکھ چکے تھے۔ وہ لوگ اسے بھاری شور کے درمیان لے کر آگے بڑھ رہے تھے اور اسے اس مکان میں لے آئے جہاں پہلے سے ہی موت آ چکی تھی۔

لیکن جب ان لوگوں نے تابوت تخت پر رکھا، تو انھوں نے ایک دوسرے کی جانب اور پھر میری جانب دیکھا اور کچھ سرگوشی کی۔ میں جانتا تھا کہ کیوں۔ وہ محسوس کر رہے تھے، جیسے یہ مناسب نہ رہا ہو کہ اسے بھی اسی تاریک اور سکوت بھرے کمرے میں لٹا دیا جائے۔

ہم شہر میں آ گئے اور اپنا بوجھ سرائے لے گئے۔ میں نے غور کیا اور جورم کو کہلا بھیجا کہ جتنی

جلد ممکن ہو سکے میرے لیے کسی سواری کا انتظام کرا دے جس میں میں اسٹیر فورتھ کا تابوت رات کو لندن لے جا سکوں۔ میں جانتا تھا کہ اس کی دیکھ بھال اور اس کی ماں کو اسے لینے کے لیے تیار کرا پانے کی مشکل ذمہ داری صرف میں ہی نبھا سکتا تھا۔ اور میں بے چین تھا کہ اس فرض کو اتنی ہی وفاداری سے انجام دوں جتنی میں کر سکتا تھا۔ میں نے رات میں سفر کا پروگرام اس لیے بنایا کہ اس وقت جب میں شہر سے جانے لگوں گا تو لوگوں میں نسبتاً کم تجسس رہے گا۔ لیکن جب میں گاڑی میں سوار تابوت لے کر روانہ ہوا تو تقریباً آدھی رات گذر چکی تھی، پھر بھی بہت سے لوگ انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دور پر شہر میں یہاں تک کہ کچھ دور شہر سے باہر سڑک پر بھی میں نے بہت سے لوگ دیکھے لیکن بالآخر تاریک رات ہی میرے گرد رہ گئی، اور میری نو عمری کی دوستی کی خاک۔

خزاں کے موسم کی دوپہر میں، جب زمین پیڑوں سے گری پتیوں سے مہک رہی تھی اور بہت سی پتیاں، پیلے، لال اور بادامی رنگوں کی، اب بھی پیڑوں میں لگی ہوئی تھیں، جن کے درمیان سے سورج چمک رہا تھا۔ میں ہائی گیٹ پہنچا۔ آخری میل کا سفر طے کرتے وقت میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا تھا اور تابوت گاڑی جو رات بھر میری گاڑی کے پیچھے پیچھے آئی تھی، میں نے وہیں چھوڑ دی کہ جب کہا جائے تو وہ آگے لے جائی جائے۔

مکان پر جب میں پہنچا تو مجھے یہ بالکل ویسا ہی لگا۔ پردے تک نہیں گرائے گئے تھے، غیر استعمال شدہ دروازے تک زندگی کے آثار نہ پائے جاتے تھے۔ ہوا بالکل دھیمی پڑ چکی تھی، کوئی چیز ہل تک نہیں رہی تھی۔

پھاٹک پر پہنچ کر پہلے تو گھنٹی بجانے کی میری ہمت نہ پڑی اور جب میں نے گھنٹی بجا ہی دی تو مجھے لگا جیسے یہاں میرے آنے کی غرض وغایت گھنٹی کی آواز سے عیاں ہو گئی ہو۔ ننھی خادمہ ہاتھ میں کنجی لیے ہوئے مکان سے باہر نکلی اور پھاٹک کا تالا کھولتے ہوئے میری جانب مستعدی سے دیکھ کر بولی:

''معاف کیجیے گا، جناب، کیا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟''

''میں بہت مضطرب رہا ہوں اور بالکل نڈھال ہو رہا ہوں۔''

''کوئی خاص بات ہے۔ جناب؟ —— مسز جیمس؟ ——

''خاموش!'' میں نے کہا ''ہاں کچھ ایسی ہی بات ہوگئی ہے جسے مجھے مسز اسٹیر فورتھ سے بتانا ہے۔ کیا وہ گھر پر ہیں؟''

لڑکی نے بڑے فکرمندانہ انداز میں بتایا کہ اس کی مالکن اب بہت کم ہی باہر نکلتی ہیں، یہاں تک کہ گاڑی سے بھی نہیں جاتی ہیں، وہ اپنے کمرے میں ہی رہتی ہیں، وہ کسی سے نہیں ملتیں، لیکن مجھ سے مل لیں گی۔ اس کی مالکن اوپر تھیں، اس نے بتایا، اور مس ڈارٹل ان کے ساتھ تھیں۔ وہ اوپر کیا پیغام لے جائے؟

اسے سختی سے بہت سنجیدہ رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے میں نے کہا کہ وہ میرا ملاقاتی کارڈ اوپر لے کر جائے اور کہہ دے کہ نیچے میں انتظار کررہا ہوں۔ پھر میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا (جہاں اب ہم دونوں پہنچ چکے تھے) اس کے واپس آنے تک کے لیے۔ کمرے کا پہلے والا خوشگوار احساس ختم ہو چکا تھا اور شٹر نصف بند تھے۔ بربط بہت دنوں سے نہیں بجایا گیا تھا۔ اسٹیر فورتھ کی تصویر، لڑکپن کی، وہاں اب بھی لگی ہوئی تھی۔ وہ ڈبہ جس میں اس کی ماں اس کے خطوط رکھا کرتی تھیں، موجود تھا۔ مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ اب وہ کبھی ان خطوط کو پڑھتی ہوں گی یا آئندہ کبھی پھر پڑھیں گی!''

گھر میں ایسی خاموشی تھی کہ لڑکی کے زینے پر دھیرے دھیرے چڑھنے کی آواز بھی مجھے سنائی دے رہی تھی۔ واپسی پر وہ یہ پیغام لے کر آئی کہ مسز اسٹیر فورتھ اب معذور ہو چکی ہیں اور نیچے نہیں آسکتی ہیں لیکن اگر میں کچھ خیال نہ کروں تو میں اوپر جا کر کمرے میں مل لوں، تو انھیں بڑی خوشی ہوگی۔ کچھ لمحوں بعد میں ان کے سامنے حاضر تھا۔ وہ اسٹیر فورتھ کے کمرے میں تھیں، اپنے کمرے میں نہیں۔ میں نے محسوس کیا، یقیناً، کہ انھوں نے اس کی یاد میں اس کا کمرہ اپنا لیا ہے اور اس کے پرانے کھیل کود کی بہت سی چیزیں ان کے اردگرد پڑی تھیں، بالکل اسی طرح جیسے وہ انھیں چھوڑ کر گیا تھا، اس کی یاد کو تازہ کرنے کی غرض سے ہی۔ بہر حال انھوں نے مجھے دیکھ کر سرگوشی کے عالم میں کہا کہ وہ اپنے کمرے سے اس لیے نکل آئیں کیونکہ ان کے معذور ہو جانے کی وجہ سے وہ کمرہ ان کے لیے ناموافق ہوگیا تھا اور اپنی شاہانہ شان کے ساتھ انھوں نے اپنے اس بیان پر شک کا شائبہ تک نہ ہونے دیا۔

روزا ڈارٹل، حسبِ معمول اپنی کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھیں مجھ پر پڑتے ہی میں نے دیکھا کہ وہ سمجھ گئی کہ میں کوئی بری خبر لایا ہوں۔ اس کے ہونٹ کا زخم فوراً ابھر آیا۔ وہ کرسی سے ایک قدم پیچھے چلی گئی تاکہ مسز اسٹیرفورتھ اس کے چہرے کا تاثر نہ جان سکیں اور مجھے چھان بین والی نظروں سے گھورنے لگی جس میں ذرا بھی نہ لرزش ہوئی نہ اس نے آنکھیں سکوڑیں۔

''مجھے آپ کو ماتمی لباس میں دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے، جناب'' مسز اسٹیرفورتھ نے کہا۔

''بدقسمتی سے میری بیوی اب نہیں رہی۔'' میں نے کہا۔

''آپ اتنا بڑا صدمہ سہ پانے کے لیے ابھی بہت چھوٹے ہیں'' انھوں نے جواباً کہا ''یہ سن کر مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔ مجھے دلی صدمہ پہنچا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وقت آپ کا یہ زخم بھر دے گا۔''

''مجھے امید ہے کہ وقت'' میں نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا ''ہم سب کے زخم بھر دے گا، عزیز مسز اسٹیرفورتھ، ہم سبھوں کو ایسی ہی توقع رکھنی چاہیے، اپنی بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی۔''

میرے خلوص کا انداز اور میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ چونکی ہوا ٹھیں۔ جیسے ان کے خیالات کا پورا سلسلہ ہی رک گیا، اور پھر بدل گیا۔

میں نے اسٹیرفورتھ کا نام لیتے وقت اپنی آواز پر قابو رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن اس میں لرزش آ ہی گئی۔ انھوں نے خود بھی اسے دھیمے دھیمے دو تین بار دہرایا۔ پھر انھوں نے میری طرف دیکھ کر خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا:

''میرا بیٹا بیمار ہے؟''

''بہت بیمار ہے۔''

''کیا آپ نے دیکھا ہے اسے؟''

''جی ہاں میں نے دیکھا ہے۔

''آپ کو اطمینان ہے؟''

میں ہاں نہ کہہ سکا، نہ ہی میں نہیں کہہ پایا۔ انھوں نے اپنا سر تھوڑا سا اس طرف گھمایا جہاں

روزا اڈارٹل کھڑی تھی اور اسی لمحے میں نے ہونٹوں کے اشارے سے روزا کو بتا دیا ''ختم ہو گیا!''

کہیں مسز اسٹیر فورتھ پیچھے مڑ کر وہ بات میرے چہرے پر صاف لکھی پڑھ نہ لیں، جسے جاننے کے لیے ابھی تیار نہیں تھیں، میں جلدی سے پھر ان کی طرف دیکھنے لگا لیکن میں نے روزا ڈارٹل کو مایوسی اور ہیبت سے اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتے دیکھا اور پھر اس نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

خوبصورت خاتون ـــــــ ایسی ہی، اف، بالکل، ایسی ہی! انھوں نے مجھ پر نظریں گاڑ دیں۔ میں نے ان سے پرسکون رہنے کی التجا کی اور ان سے وہ سننے کے لیے تیار رہنے کے لیے کہا جو میں بتانے جا رہا تھا، لیکن اس سے بہتر ہوتا کہ میں ان سے رونے کے لیے کہہ دیتا کیونکہ وہ بالکل ایک پتھر کی مورت کی طرح بیٹھی رہ گئیں۔

''جب میں پچھلی بار یہاں آیا تھا'' میں نے ہکلاتے ہوئے کہا ''تو مس ڈارٹل نے بتایا تھا کہ وہ یہاں وہاں سمندر کی سیر کر رہا ہے۔ گذشتہ رات سے قبل والی رات سمندر بے حد ہیبت ناک ہو گیا تھا۔ اگر وہ اس رات سمندر میں تھا، اور اس خطرناک ساحل کے پاس، جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ وہ تھا، اور جہاز جو دیکھا گیا اگر واقعی وہی جہاز تھا جس پر ـــــ''

''روزا!'' مسز اسٹیر فورتھ بول پڑیں ''میرے پاس آؤ!''

وہ آ گئی لیکن ہمدردی اور بردباری کے ساتھ نہیں۔ اس کی آنکھیں آگ کی طرح چمک رہی تھیں جب مسز اسٹیر فورتھ کی آنکھوں سے چار ہوئیں پھر وہ نہایت خوفناک قہقہہ لگانے لگی۔

''اب'' اس نے کہا ''تمھارے غرور کو قرار آ گیا، پاگل عورت؟ ـــــ اس نے اپنی جان دے کر کفارہ ادا کر دیا! سن رہی ہو تم؟ ـــــ اپنی جان دے کر!''

مسز اسٹیر فورتھ اسی طرح سیدھی اپنی کرسی میں پیچھے گر گئیں اور منہ سے کوئی اور آواز نہ نکل سکی بجز آہ بھرنے کے۔ وہ آنکھیں پھاڑے روزا کو حیرت سے دیکھے جا رہی تھیں۔

''ہائے!'' روزا اپنا سینہ پیٹتے ہوئے چیخ پڑی ''میری طرف دیکھو! آہیں بھرو اور کراہتی رہو اور مجھے دیکھتی رہو! ادھر دیکھو! زخم پر ہاتھ مارتے ہوئے ''اپنے مر گئے بچے کی کارستانی!''

ماں، رہ رہ کر جب آہیں بھرتی تو اس کی چوٹ میرے دل پر لگتی۔ ہر بار اسی طرح۔ غیر

واضح طور پر اور نزاع جیسے عالم میں۔ ہر بار سر کی جنبش کے ساتھ لیکن چہرے پر کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی۔ ہر بار سخت گیرانہ منھ سے اور دانت بالکل بند رہتے جیسے جبڑے میں تالا لگ گیا ہو اور چہرہ درد سے جم گیا ہو۔

''کیا تمھیں یاد ہے اس نے کب یہ کیا تھا (ہتھوڑی دے ماری تھی)؟'' وہ کہتی گئی ''کیا تمھیں یاد ہے کہ کب، وراثت میں ملے تمھارے مزاج کے طفیل اور حد سے زیادہ لاڈ پیار میں بگاڑ کر اسے مغرور کر دینے کی وجہ سے، اس نے یہ کیا اور زندگی بھر کے لیے میری شکل بگاڑ ڈالی؟ میری طرف دیکھو، اس نے ایسا نشان بنا دیا جس سے میں مرتے دم تک اس کی ناراضگی یاد رکھ سکوں گی، اور تم نے اسے جیسا بنایا اس پر آہیں بھرو اور کراہتی رہو!''

''مس ڈارٹل'' میں نے اس سے التجا کرتے ہوئے کہا ''خدا کے لیے ——''

''میں کہوں گی!'' اس نے اپنی آگ برساتی آنکھیں میری جانب گھماتے ہوئے کہا ''خاموش رہو، تم! میری طرف دیکھو، میں کہہ رہی ہوں، ایک مغرور غلط بیٹے کی ماں! آہیں بھرو، جیسا تم نے اس کا مزاج بنایا، آہیں بھرو اسے بگاڑنے پر، آہیں بھرو اپنے اس نقصان پر (اس کی موت پر) اور آہیں بھرو میرے نقصان کے لیے!''

اس نے اپنا ہاتھ کس لیا اور اس کا بدشکل ہو چکا چہرہ اس طرح کپکپانے لگا جیسے شدتِ جذبات اسے تھوڑا تھوڑا کر کے ختم کر رہی ہو۔

''تم، اس کی ضد کا برا مانتی تھیں!'' اس نے استفہامیہ انداز میں کہا ''تم اس کی خود پسندانہ بدمزاجی سے زخمی! تم جس نے دونوں کی مخالفت کی، جب تمھارا بال سیاہی مائل سفید تھا، خصوصیات جو تم دونوں میں آ گئیں جب تم نے اسے جنا! تم، جس نے جھولے پر سے ہی اسے بنانا شروع کر دیا تھا جو وہ بنا اور اس کی نشوونما کو روک دیا، جس سے وہ ایک اچھا انسان بنتا! تمھیں اپنی پریشانیوں کا صلہ مل گیا؟''

''اف، مس ڈارٹل، شرم کرو! اف، ظالم!''

''میں تم سے کہے دیتی ہوں'' اس نے جواباً کہا ''میں اس کو کہوں گی۔ زمین پر کوئی طاقت مجھے بولنے سے نہیں روک سکتی جب تک میں یہاں کھڑی ہوں! میں اتنے برسوں سے خاموش رہی

ہوں اور کیا اب بھی نہیں بولوں گی؟ میں نے اسے اتنا چاہا جتنا تم نے کبھی نہ چاہا ہوگا!'' ان کی طرف غضبنا کی سے مڑتے ہوئے ''میں نے اسے چاہا ہوتا اور اس کے بدلے میں کچھ نہ مانگتی۔ اگر میں اس کی بیوی ہوتی تو سال میں ایک لفظ بول دینے کے عوض اس کی تلون مزاجی کی غلام بنی رہتی۔ میں ایسی رہتی۔ مجھ سے بہتر کون جانتا ہے اسے؟ تم مغرور، رسم پرست، اور خودغرض تھیں۔ میری محبت بےلوث ہوتی۔ اور تمھارے منمناتے رہنے کو پاؤں تلے روند ڈالتی!''

چمکتی آنکھوں سے، اس نے اپنا پاؤں فرش پر زور سے اس طرح مارا جیسے واقعی ایسا کردیا ہو۔

''ادھر دیکھو! اس نے زخم کے نشان پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا'' جب اس کے اتنی سمجھ آ گئی کہ اس نے یہ کیا کرڈالا، اور اسے دیکھا تو اس کے لیے پچتانے لگا! میں اس کے لیے گا سکتی تھی، اس سے باتیں کرسکتی تھی اور وہ جو کچھ کرتا اس میں میں وہ گرمئ جذبات دکھا سکتی تھی جو میں محسوس کرتی اور بڑی محنت سے وہ سب سیکھ لیتی جن میں اسے سب سے زیادہ دلچسپی ہوتی اور اسے اپنا گرویدہ بنا لیتی۔ جب وہ تازہ دم اور سچا تھا تو وہ مجھے پیار کرتا تھا۔ ہاں اس نے مجھے پیار کیا تھا۔ متعدد بار، جب تم ذرا سا بھی کچھ کہہ کر چلی جاتیں تو وہ مجھے اپنے دل میں بٹھا لیتا تھا!''

اس نے غیض میں طنزیہ غرور کے ساتھ ایسا کہا ـــــ کیونکہ اس کے غصے میں اب بھی بہت تھوڑی سی کمی آئی تھی ـــــ اس کے باوجود اسے یاد کرکے ایک لمحے کے لیے اس کے دل میں نرم جذبات کی روشنی چمک اٹھی۔

''میں پیچھے ہٹ رہی تھی جیسا کہ میں جانتی تھی کہ مجھے ایسا کرنا چاہیے، لیکن اس نے اپنے کھلنڈرے پن کی وجہ سے مجھ سے کھیلنا شروع کردیا۔ بس خالی وقت گذارنے کے لیے، بعد میں چھوڑ دینے کے لیے، اور پھر جب وہ ضرورت محسوس کرتا، پھر مجھ سے کھیلنے لگتا۔ جب وہ اکتا گیا، میں بھی اکتا گئی۔ جب اس کے لیے میری کشش ختم ہوگئی تو میں اس سے زیادہ اور کیا کوشش کرسکتی تھی کہ میں زور دیتی کہ وہ مجھ سے شادی کرلے۔ ایک لفظ کہے سنے بغیر ہم ایک دوسرے سے دور ہوگئے۔ شاید تم نے اسے دیکھا تھا اور تمھیں اس کا ذرا بھی افسوس نہیں ہوا۔ تب سے میں تم دونوں کے لیے محض ایک بدہیئت فرنیچر جیسی ہوکر رہ گئی ہوں، میری نہ آنکھیں رہ گئی ہیں، نہ کان رہ گئے

ہیں، نہ جذبات، نہ یادیں ـــــ آہیں بھرو! آہیں بھرو، جو تم نے اسے بنایا تھا، اپنی محبت کے لیے نہیں۔ میں تمھیں بتا رہی ہوں کہ ایک وقت ایسا تھا جب میں نے اسے اس سے زیادہ چاہا تھا جتنا تم نے کبھی چاہا ہوگا!''

وہ کھڑی اپنی آگ برساتی آنکھوں سے ان کی پھٹی پھٹی آنکھوں اور بت جیسے چہرے کو دیکھنے لگی اور اس میں ذرا بھی نرمی نہ آئی جب انھوں نے پھر آہیں بھریں، جیسے اس کا چہرہ ایک تصویر رہا ہو۔

''مس ڈارٹل'' میں نے کہا'' کیا تم اتنی سخت دل ہو سکتی ہو کہ ایک ایسی غمزدہ ماں کے لیے بھی تم اپنے دل میں رحم نہیں محسوس کر سکتیں؟''

''میرے لیے کون محسوس کرتا ہے؟'' اس نے جلدی سے کہا'' انھوں نے ہی اسے بویا ہے۔ اس فصل کے لیے انھیں آہیں بھرنے دو جو آج یہ کاٹ رہی ہیں!''

''اور اگر اسٹیرفورتھ کی خامیاں ـــــ'' میں نے کہنا شروع کیا۔

''خامیاں!'' اس نے بلبلا کر روتے ہوئے کہا'' کون اس پر تہمت لگانے کی جرأت کر سکتا ہے؟ وہ جس کی طرف جھکتا تھا اس کے لیے اس کا دل لاکھوں دوستوں کے دل کے برابر ہو جایا کرتا تھا!''

اسے مجھ سے زیادہ کوئی نہیں چاہ سکتا تھا، اسے مجھ سے زیادہ محبت کے ساتھ کوئی نہیں یاد کر سکتا۔''

میں نے جواب دیا'' میرا کہنے کا مطلب تھا، اگر تمھارے دل میں اس کی ماں کے لیے ذرا بھی رحم نہیں ہے، یا اگر اس کی خامیاں ـــــ جن کے لیے تم خفا رہتی تھیں ـــــ''

''یہ جھوٹ ہے'' اس نے اپنے کالے بال نوچتے ہوئے رو کر کہا'' میں اسے پیار کرتی تھی!''

''ـــــ اگر اس کی خامیاں'' میں کہتا گیا'' ایسے وقت پر بھی تمھاری یادداشت سے مٹ نہیں پا رہی ہیں، تو اس چہرے کو دیکھو جیسا چہرہ تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، اور ان کی کچھ مدد کرو!''

اس پورے وقت کے دوران اس چہرے میں کسی قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ آئی اور لگتا تھا اس میں تبدیلی آ ہی نہیں سکتی تھی۔ ساکت، سخت، آنکھیں پھیلی ہوئی، رہ رہ کر اسی گھٹی گھٹی آواز میں آہیں

بھرتی ہوئی، اسی طرح بے بسی سے سر کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے، اس کے علاوہ ان میں زندگی کے اور کوئی آثار نہیں پائے جا رہے تھے۔ مس ڈارٹل اچانک ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور کپڑے ڈھیلے کرنے لگی۔

''لعنت ہے تم پر!'' اس نے بے حد غصے اور رنج کے ساتھ مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ بھی کیسی منحوس گھڑی تھی جب تمھارے قدم اس گھر میں پڑے! تم پر لعنت ہے! چلے جاؤ!''

کمرے سے نکلنے کے بعد میں جلدی سے گھنٹی بجانے کے لیے واپس گیا تاکہ نوکروں کو جلدی سے تیار ہو جانے کے لیے کہوں۔ تب تک اس نے اس ساکت چہرے کو اپنی بانہوں میں لے لیا تھا، اب بھی گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی اور مسز اسٹیرفورتھ کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ کر روئے جا رہی تھی، انھیں چومے جا رہی تھی، انھیں پکار رہی تھی، اپنے سینے سے ان کے چہرے کو ادھر سے ادھر مار رہی تھی۔ بچے کی طرح انھیں خوابیدہ کیفیت سے بیدار کرنے کے لیے ہر طرح کے شفقت آمیز طریقے اپنا رہی تھی۔ انھیں چھوڑ کر جانے میں اب مجھے ڈر نہ تھا۔ میں پیچھے مڑا اور گھر والوں کو بتاتے ہوئے باہر نکل گیا۔

بعد میں میں پھر واپس آیا اور میں نے اسٹیرفورتھ کا تابوت اس کی ماں کے کمرے میں رکھ دیا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ ان کی حالت اب بھی اسی طرح تھی، مس ڈارٹل ایک لمحے کے لیے بھی ان کے پاس سے نہیں ہٹی۔ ڈاکٹر بلائے جا چکے تھے اور ہر طرح سے کوششیں کی جا چکی تھیں لیکن وہ ایک مورت کی طرح پڑی رہیں بجز جب، تب دھیمے سے آہ بھرنے کے۔

میں نے اس تیرہ و تار گھر کی کھڑکیوں پر کالے پردے کھینچ دیے۔ میں نے اس کمرے کی کھڑکیاں سب سے آخر میں تاریک کیں جہاں اس کی میت رکھی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور ساری دنیا موت اور خاموشی جیسی محسوس ہونے لگی جس میں صرف اس کی ماں کی آہیں ہی سنائی پڑ رہی تھیں۔

●●●

باب 57

مہاجرین

ان جذبات کے دھچکے برداشت کر پانے سے قبل مجھے ایک کام اور کرنا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جولوگ باہر (آسٹریلیا) جارہے تھے ان سے اس خبر کو چھپائے رکھ کر انھیں خوشی خوشی رخصت کر دینا تھا۔ ایسا کرنے میں ذرا بھی وقت ضائع نہیں کرنا تھا۔

اسی رات میں مسٹر مکابر کو کنارے لے گیا اور ان سے کہا کہ وہ مسٹر پیگٹی اور جو تباہی گذشتہ رات ہوئی، اس کے درمیان دیوار بن کر کھڑے رہیں۔ انھوں نے پورے جوش وخروش کے ساتھ اس ذمہ داری کو قبول کر لیا اور وہ کسی ایسے اخبار کو مسٹر پیگٹی تک نہ پہنچنے دیتے جس میں اس طرح کی کوئی خبر مل جاتی۔

''اگر یہ خبر ان تک پہنچ ہی جاتی ہے'' مسٹر مکابر نے سینہ ٹھونکتے ہوئے کہا ''تو یہ پہلے اس جسم سے ہو کر ہی گذرے گی!''

مسٹر مکابر نے، میں یہ ضرور کہوں گا، ایک نئے سماج میں خود کو ڈھالنے کی کوشش میں بحری قزاقوں جیسی بہادری کا انداز پیدا کر لیا تھا، وہ بالکل لاقانونیت پر بھی نہیں اتر آئے تھے لیکن ان میں دفاع کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور بڑی پھرتی آگئی تھی۔ کوئی ان کے بارے میں یہ سمجھ سکتا تھا جیسے کسی بیابان جنگل کا رہنے والا بچہ جو ایک زمانے تک مہذب سماج میں رہنے کا عادی ہو چکا

رہا ہو، اب پھر اپنے آبائی جنگلوں میں واپس آ گیا ہو۔

انھوں نے دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ اپنے لیے موم جامے کا پورا سوٹ بنوالیا تھا اور ایک چوڑی ہیٹ خرید لی تھی جس کا اوپری حصہ بہت نیچا تھا۔ اس ناخوشگوار لباس میں ایک عام جہاز راں والی خردبین بغل میں دبائے اور عجب انداز میں آسمان کی طرف خراب موسم کا جائزہ لیتے ہوئے، اپنے طور طریقوں سے وہ مسٹر پیگٹی سے بھی زیادہ ایک جہاز راں نظر آتے تھے۔ ان کا پورا کنبہ، اگر میں اس طرح بیان کرسکوں، ہی حرکت میں آ گیا تھا۔ میں نے مسز مکابر کو تنگ سے تنگ ٹوپی، جس کی پٹی ٹھوڑی سے کس کر بندھی ہوئی ہوتی، پہنے دیکھا اور شال میں خود کو اچھی طرح لپیٹے رہتیں (جیسے میں لپیٹ رہا گیا تھا جب میں اپنی دادی کے پاس پہلی مرتبہ پہنچا تھا) ایک بنڈل کی طرح، اور کمر پر پیچھے کی طرف خوب موٹی گانٹھ باندھ لی تھی۔ میں نے پایا کہ مس مکابر نے بھی اسی طرح خود کو طوفانی موسم کی، سردی، بارش سے محفوظ رکھنے والے لباس میں تبدیل کر رکھا تھا اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ماسٹر مکابر گرنسے 1(Guern Say) نیلی جرسی اور لمبے بالوں والے چرمی سوٹ میں مشکل سے ہی نظر آتا تھا (لباس اتنا بڑا اور ڈھیلا ڈھالا تھا) اور دیگر بچے اس طرح رکھے جانے لگے جیسے غیر اثر پذیر خولوں میں گوشت محفوظ کر دیا گیا ہو۔ مسٹر مکابر اور سب سے بڑا بیٹا، دونوں اپنی قمیص کی آستین کلائی پر پلٹے ہوئے جیسے کسی طرف سے خبر آتے ہی گرتے پڑتے فوراً وہاں پہنچ کر ہاتھ بٹانے یا گانا گانے کے لیے بالکل تیار رہتے تھے۔

بہر کیف ٹریڈلس اور میں نے رات کو ان لوگوں کو لکڑی کے زینے پر، جسے اس زمانے میں ہنگر فورڈ اسٹیرس (Hungerford Stairs) کہا جاتا تھا، ایک جگہ اکٹھا ایک کشتی پر اپنے ساز و سامان کو جاتے دیکھتے ہوئے پایا۔ میں نے ٹریڈلس سے اس اندوہناک حادثے کے بارے میں بتا دیا تھا جسے سن کر اسے سخت دھچکا لگا تھا لیکن اسے ان لوگوں سے چھپائے ہی رہنا تھا اور ٹریڈلس اس آخری کام میں بھی میری مدد کرنے آیا تھا۔ یہیں پر میں نے مسٹر مکابر کو ایک طرف بلایا اور ان سے وعدہ کرالیا۔

مسٹر مکابر کا کنبہ ایک چھوٹے، گندے، گرے پڑے پبلک ہاؤس میں رہائش پذیر تھا جو

1. ایک جزیرے کا نام جو بحیرۂ انگلستان میں واقع ہے۔

ان دنوں زینے سے قریب ہی تھا اور جس کے لکڑی کے کمرے ندی کے اوپر آگے کو نکلے ہوئے تھے۔ اس کنبے کو تارکینِ وطن کی حیثیت سے دیکھنے میں ہنگرفورڈ کے آس پاس کے لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ دلچسپی کا سامان تھا، اور اس وقت اتنے لوگ ان لوگوں کو دیکھنے کے لیے اپنے گھروں سے نکل پڑے تھے کہ ہم ان کے کمروں میں پناہ لے لینے پر خاصے خوش تھے۔ اوپر یہ لکڑی کے ان کمروں میں سے ایک تھا جس کے نیچے سیلاب کا پانی بہہ رہا تھا۔ میری دادی اور ایکنیز بچوں کے لیے کچھ کپڑے تیار کر رہی تھیں۔ پیگٹی خاموشی سے اپنے اسی پرانے سلائی کے ڈبے، فیتے اور موم بتی کے ٹکڑے سے ان کی مدد کر رہی تھی۔ یہ ڈبہ اتنے دنوں سے ابھی تک کام دے رہا تھا۔

پیگٹی کے سوالوں کا جواب دیتے رہنا آسان نہ تھا اور جب مسٹر مکابر مسٹر پیگٹی کو اندر لے آئے تو انھیں سرگوشی میں بتایا کہ میں نے ہیم کو خط دے دیا تھا اور وہاں سب خیریت ہے، کم مشکل نہ تھا۔ لیکن میں نے دونوں کام کیے اور ان لوگوں کو خوش کر دیا۔ میری خود جو کیفیت تھی اگر اس کا ذرا سا شائبہ تک ان لوگوں کو ہو جاتا، تو یہ ان لوگوں کو رنج و غم میں ڈبو دینے کے لیے کافی ہوتا۔

''جہاز کب روانہ ہوگا، مسٹر مکابر؟'' میری دادی نے پوچھا۔

مسٹر مکابر نے اسے ضروری سمجھا کہ میری دادی اور اپنی بیوی کو بتدریج اس کے لیے ذہنی طور پر تیار کریں اور انھوں نے بتایا کہ جہاز اس سے بھی کچھ قبل روانہ ہو جائے گا جس وقت کے لیے انھوں نے کل امید کی تھی۔

''کشتی اس سلسلے میں کچھ خبر لائی ہوگی، میں سمجھتی ہوں؟'' دادی نے پوچھا۔

''ہاں، لائی ہے، محترمہ'' انھوں نے جواباً کہا۔

''اچھا؟'' دادی نے کہا ''جہاز کب روانہ ہوگا ـــــ ''

''محترمہ'' وہ جلدی سے بول پڑے ''مجھے بتایا گیا ہے کہ ہمیں ہر حال میں صبح سات بجے سے پہلے جہاز پر سوار ہو جانا چاہیے۔

''ہائیں!'' دادی نے کہا ''جلدی جا رہا ہے۔ سمندری سفر میں ایسا ہی ہوتا ہے، مسٹر پیگٹی؟''

''جی ہاں، محترمہ۔ اگر ماسٹر ڈیوی اور میری بہن اگلے دن سہ پہر کو گریوسین

(Gravesen) آ جائیں تو وہ ہمیں آخری بارالوداع کہہ سکتے ہیں۔"

"ہم آئیں گے" میں نے کہا "اطمینان رکھیں!"

"تب تک اور جب تک ہم سمندر پر ہیں" مسٹر مکابر نے میری جانب معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "مسز پیگٹی اور میں ساتھ ساتھ اپنے سازوسامان پر دوہری نظر رکھیں گے ایما، میری پیاری" مسٹر مکابر نے اپنے مخصوص انداز میں گلا صاف کرتے ہوئے فرمایا "میرے دوست مسٹر ٹامس ٹریڈلس اتنے اچھے ہیں کہ انھوں نے میرے کان میں کہا ہے کہ وہ ان اشیا کے لیے آرڈر دینے جا رہے ہیں جو اس مخصوص مشروب تیار کرنے کے لیے ضروری ہیں جس کا خیال ہمارے ذہنوں میں خاص طور سے آتا رہتا ہے۔ میں کنایتاً ــــــ مختصر یہ کہ، پنچ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ عام حالات میں میں مس ٹراٹ ووڈ اور مس وک فیلڈ سے بھی اس میں شریک ہونے کی درخواست کرتا، لیکن ــــــ"

"میں صرف اپنے لیے کہہ سکتی ہوں" میری دادی نے جلدی سے کہا "کہ میں آپ کے لیے خوشی اور کامیابی کے لیے ضرور جام اٹھاؤں گی، مسٹر مکابر، بڑی خوشی سے۔"

"میں بھی" ایگنیز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مسٹر مکابر فوراً شراب خانے میں چلے گئے جہاں وہ بہت خوش نظر آ رہے تھے اور تھوڑی دیر بعد چھلکتا جگ لے کر حاضر ہو گئے۔ میں انھیں دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ لیمو اپنے اس مخصوص چاقو سے چھیل رہے تھے جو تقریباً ایک فٹ لمبا تھا جسے انھوں نے بالکل چھپا کر بھی نہیں، اپنے کوٹ کی آستین میں پونچھ کر صاف کیا۔ میں نے دیکھا کہ اب مسز مکابر اور ان کے کنبے کے دو بڑے اراکین کو بھی اسی طرح کا خوفناک اوزار (چاقو) مہیا کرا دیا گیا تھا جبکہ ہر بچے کے جسم سے اس کا اپنا لکڑی کا چمچہ مضبوط تسلی سے بندھا ہوا تھا۔ اسی طرح آئندہ کی تیرتی زندگی کی توقع میں مسٹر مکابر نے مسز مکابر اور بڑے بیٹے بیٹی کو جام میں پنچ دینے کے بجائے، جو وہ آسانی سے کر سکتے تھے کیونکہ کمرے میں ایک شلف گلاسوں سے بھرا تھا، انھوں نے ان لوگوں کو چھوٹی چھوٹی ٹین کی پیالی میں بار بار پنچ دیا اور میں نے انھیں کبھی اتنا لطف لے کر کوئی چیز کھاتے پیتے نہیں دیکھا جتنا کہ اپنے مخصوص جام میں پنچ پیتے ہوئے اور شام ختم ہونے پر انھوں نے بڑی احتیاط سے پھر اسے اپنی

جیب میں رکھ لیا۔

''پرانے ملک کے عیش و آرام'' مسٹر مکابر نے اپنے اس اعلامیے سے خاصے مطمئن ہوتے ہوئے فرمایا ''اب ہم چھوڑ رہے ہیں۔ جنگلوں کے باسی، یقیناً نہیں امید کر سکتے آزاد ملکوں کے باشندوں کی طرح عیش و آرام کی۔''

اسی وقت ایک لڑکا آیا اور اس نے کہا کہ نیچے کوئی مسٹر مکابر کا انتظار کر رہا ہے۔

''میں پہلے سے ہی سمجھ گئی ہوں'' مسز مکابر نے اپنی ٹین کی پیالی رکھتے ہوئے کہا ''کہ کوئی میرے خاندان کا ہی ہوگا!''

''اگر ایسا ہے، میری عزیز'' مسٹر مکابر فوراً اس موضوع پر حسبِ معمول گرم جوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے ''جیسا کہ تمھارے خاندان کا کوئی آدمی، عورت یا کوئی بھی ہے۔ اس نے ہم سب سے بہت دنوں تک انتظار کرایا ہے، شاید اب اس رکن کو ہماری سہولت کے مطابق انتظار کرنا چاہیے۔''

''مکابر'' مسز مکابر نے دھیمی آواز میں کہا ''ایسے وقت پر جیسا کہ یہ وقت ہے —''

''یہ مناسب نہیں'' مسٹر مکابر نے اٹھتے ہوئے کہا ''کہ ہر اچھے جارحانہ اقدام پر کچھ تبصرہ کیا ہی جائے! ایما، میں تنبیہاً ایسا کر رہا ہوں۔''

ان کی بیوی نے خیال ظاہر کیا ''مکابر، نقصان، میرے خاندان والوں کا ہی ہوتا رہا ہے، تمھارا نہیں۔ اگر میرے خاندان والوں کو بالآخر ان کے رویّے سے ہونے والے نقصانات اور محرومیوں کا احساس ہو ہی گیا اور اب وہ تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں، تو اسے ٹھکرایا نہیں جانا چاہیے۔''

''میری عزیز'' انھوں نے جواباً کہا ''ایسا ہونے دو!''

''اگر ان کے لیے نہیں تو میرے لیے مکابر۔'' ان کی اہلیہ نے کہا۔

''ایما'' انھوں نے جواب دیا ''ایسے لمحے پر اس سوال پر اپنا نظریہ روک پانا ممکن نہیں۔ میں اب بھی تمھارے خاندان والوں کے گلے نہیں پڑ سکتا لیکن تمھارے خاندان کا رکن، جو نیچے میرا انتظار کر رہا ہے، اس کے لیے میری خوش طبعی کی گرمی سرد نہیں پڑ جانی چاہیے۔''

مسٹر مکابر چلے گئے اور کچھ دیر تک نہیں لوٹے جس کے دوران مسز مکابر اس خدشے سے

پوری طرح آزاد نہیں ہو پائیں کہ ان کے خاندان کے رکن اور مسٹر مکابر کے مابین کچھ کہا سنی تو نہیں ہونے لگی بالآخر وہی لڑکا پھر آ گیا اور اس نے پنسل سے لکھا ہوا ایک نوٹ میری طرف بڑھا دیا۔ نوٹ پر بالکل قانونی انداز میں سرخی لگائی گئی تھی 'ہیپ بنام مکابر' اس دستاویز سے مجھے معلوم ہوا کہ مسٹر مکابر پھر گرفتار کر لیے گئے ہیں اور مایوسی کے آخری دورہ سے دوچار تھے اور انھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ان کا چاقو اور جام اسی لڑکے سے بھجوا دوں۔ کیونکہ یہ چیزیں جیل میں ان کے مختصر قیام کے دوران کام آ سکتی ہیں ـــــ انھوں نے دوست کی حیثیت سے آخری کام کے طور پر مجھ سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ میں ان کے کنبے کو پیرش ورک ہاؤس (Parish Wok House)1 پہنچا دوں اور بھول جاؤں کہ اس قسم کا کوئی آدمی بھی تھا۔

میں اس نوٹ کا جواب دینے کے لیے یقیناً اس لڑکے کے ساتھ نیچے گیا تا کہ وہ رقم ادا کردوں، جہاں میں نے مسٹر مکابر کو ایک کونے میں بیٹھے شیرف کے اس اعلیٰ افسر کو گھورتے ہوئے پایا جس نے ان کی گرفتاری کی کارروائی کی تھی۔ رہا ہو جانے پر انھوں نے مجھے نہایت گرم جوشی کے ساتھ گلے سے لگالیا اور اپنی پاکٹ بک نکال کر ایک نیا سمجھوتہ درج کر لیا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ، مجھے یاد ہے، انھوں نے اس رقم میں نصف پنس اور بڑھا کر لکھا جو بے خیالی میں میں نے چھوڑ دیا تھا۔

اس نہایت اہم پاکٹ بک نے انھیں ایک اور سمجھوتے کی یاد دہانی کرادی۔ جب ہم پھر اوپر اس کمرے میں پہنچے (جہاں وہ یہ کہہ کر نیچے آئے تھے کہ وہ ایسے حالات کے تحت نیچے جا رہے ہیں جن پر ان کا کوئی اختیار نہیں ہے) تو انھوں نے پاکٹ بک سے ایک لمبا کاغذ جو موڑ کر بہت چھوٹا کر دیا گیا تھا، نکال لیا۔ یہ کاغذ لمبے لمبے جوڑوں سے بھرا ہوا تھا، جنھیں بہت احتیاط سے لگایا گیا تھا۔ ان پر نظر پڑنے پر مجھے کہنا چاہیے کہ میں نے کبھی اس طرح اسکول کی حساب کی کاپی میں بھی لکھا ہوا نہیں دیکھا۔ لگتا تھا یہ اس رقم جسے موصوف اصل رقم اکتالیس پونڈ، دس شلنگ اور ساڑھے گیارہ پنس'' کہا کرتے تھے، اس کی مختلف میعادوں کے سود در سود کا حساب تھا۔ اسے بڑے غور سے دیکھ لینے کے بعد اور اپنے تمام ذرائع آمدنی کا تخمینہ لگا لینے کے بعد انھوں نے اس رقم کو پکڑا جو اس دن سے دو سال، پندرہ مہینے اور چودہ دن کی مدّت کا سود در سود تھا۔ اس

1. خیراتی حلقہ۔

کے لیے انھوں نے بڑی صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ پُر نوٹ لکھ رکھا تھا، جسے انھوں نے موقعے پر ٹریڈلس کو پورے قرض کی ادائیگی کے طور پر (جیسے آدمی، آدمی کے درمیان) بار بار شکریہ کے ساتھ تھما دیا۔

''اب بھی میرے دل میں یہی خیال آتا ہے'' مسز مکابر نے سوچتے ہوئے سر ہلا کر فرمایا ''کہ میرے خاندان والے جہاز پر آ کر ملیں گے، ہمارے رخصت ہوتے وقت۔''

مسٹر مکابر بھی بظاہر اپنے دل میں اس موضوع پر کوئی خیال رکھتے تھے لیکن انھوں نے اسے اپنے مخصوص جام میں رکھا اور پی گئے۔

''اگر سفر کے دوران آپ کو خط لکھنے کا موقع مل سکے مسز مکابر، تو اپنی خیریت ضرور لکھتی رہیے گا'' میری دادی نے کہا۔

''میری عزیز مس ٹراٹ ووڈ'' انھوں نے جواباً کہا ''میں یہ سوچ کر بہت خوش ہوں گی کہ کوئی تو ہماری خیریت جاننے کا متمنی ہے۔ میں خط لکھنے سے نہیں چوکوں گی۔ مسٹر کاپرفیلڈ، ایک پرانے اور مانوس خیر خواہ ہیں، مجھے پورا بھروسا ہے کہ انھیں کبھی کبھی ہمارا خط خود وصول کر لینے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا، اس کا خط جو انھیں اس وقت سے جانتی ہے جب جڑواں بچوں نے ٹھیک سے آنکھ تک نہیں کھولی تھی؟''

میں نے کہا کہ میں امید رکھوں گا کہ وہ موقع پانے پر ہمیں خط لکھتی رہا کریں گی۔

''خدا نے چاہا تو اس طرح کے بہت سے مواقع آئیں گے'' مسٹر مکابر جلدی سے بول پڑے۔ ''آج کل سمندر جہازوں سے بھرا پڑا ہے اور جاتے وقت ہم لوگوں کو بہت سے جہاز نظر آئیں گے۔ بات بس خلیج پار کر لینے بھر کی ہے'' مسٹر مکابر نے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا ''صرف اس پار ہی تو جانا ہے۔ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔''

میں اب سوچتا ہوں کہ یہ بھی کیسی عجیب بات تھی لیکن کتنے حیرت انگیز طریقے سے مسٹر مکابر کہہ رہے تھے، کہ جب وہ لندن سے کینٹر بری (زیادہ دور نہیں) گئے تو وہ اس طرح بات کر رہے تھے جیسے وہ دنیا کے سب سے دور حصے میں جا رہے ہوں اور جب وہ انگلستان سے آسٹریلیا گئے تو ایسا کہہ رہے تھے جیسے وہ خلیج کے اس پار صرف مختصر دورے پر جا رہے ہوں۔

''سمندر کے سفر کے دوران میں کوشش کروں گا'' مسٹر مکابر نے کہا'' کہ وقفے وقفے سے میں ان لوگوں کو قصہ کہانی سناتا رہوں گا اور میرے بیٹے ولکنس کے سریلے گیت، مجھے پورا بھروسا ہے، گیلری میں بیٹھے لوگوں کو قابلِ قبول ہوں گے۔ جب مسز مکابر بچکولے کھائیں گی —— ایک ایسا انداز جس سے مجھے امید ہے، وہ روایتی ناشائستگی کی مرتکب نہ ہوں گی —— تو میں کہنے کی جسارت کروں گا کہ وہ ان کے لیے دلچسپی کا باعث ہوں گی۔ جب سنگ ماہی اور ڈالفن،[1] مجھے یقین ہے ہمارے جہاز کے ماتھے سے ٹکرا کر آڑی ترچھی بھاگتی دکھائی پڑیں گی تو یہ بہت ہی دلکش منظر ہوگا۔ مختصر یہ کہ'' مسٹر مکابر نے اپنے پرانے معصومانہ انداز میں فرمایا'' اس کے امکانات ہیں کہ یہ سب اتنا تحریک دینے والا (جہاز کے نچلے حصے میں اور اوپر) ہوگا کہ جب نچلے بڑے مستول کے اوپر کے تختے پر سب کھڑے ہوکر چلا پڑیں گے'' آگئی منزل!'' تو ہم لوگ خاصے متعجب رہ جائیں گے!''

یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنے جام سے خود کو تازہ دم کیا، جیسے وہ سمندری سفر پورا کر چکے ہوں اور بحری فوج کے سب سے اعلیٰ حکام کے سامنے فرسٹ کلاس امتحان پاس کرلیا ہو۔

''میں جو خاص طور سے امید کرتی ہوں، میرے عزیز کاپرفیلڈ'' مسز مکابر نے کہا'' وہ یہ ہے، کہ ہم اپنے خاندان کی کسی شاخ کی شکل میں پھر اپنے آبائی وطن میں رہ سکتے ہیں۔ گھورومت مکابر! میں اپنے موجودہ خاندان والوں کا حوالہ نہیں دے رہی ہوں بلکہ اپنے بچوں کے بچوں کے بارے کہہ رہی ہوں۔ پودے کتنے ہی قوی کیوں نہ ہوں'' مسز مکابر نے سر ہلاتے ہوئے فرمایا ''میں اصل پیڑ کو نہیں بھول سکتی اور جب ہماری نسل پھلے پھولے گی اور شہرت حاصل کرلے گی، میں اعتراف کرتی ہوں کہ میں چاہوں گی کہ ان کی دولت برطانیہ کے خزانوں میں بہنے لگے۔''

''میری عزیز'' مسٹر مکابر نے کہا'' برطانیہ اپنا معاملہ آپ دیکھے۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ برطانیہ نے ہمارے لیے کبھی کچھ نہیں کیا اور میری اس طرح کی کوئی خواہش نہیں ہے۔''

''مکابر'' مسز مکابر نے جواباً کہا'' یہاں تم غلطی کر رہے ہو۔ تم باہر جارہے ہو، مکابر، اتنی دور، برطانیہ والوں سے اپنا رشتہ مضبوط کرنے کے لیے، کمزور کرنے کے لیے نہیں۔''

---

[1] شوخ رنگ کی مچھلی جو پانی سے نکالنے کے بعد مرتے وقت طرح طرح کے رنگ بدلتی ہے۔

''تم جس رشتے کی بات کر رہی ہو، میری عزیز'' مسٹر مکابر نے پھر کہا'' مجھے قابلِ قبول نہیں، میں پھر کہہ رہا ہوں، اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ میں ہی ان لوگوں سے پھر تعلقات بڑھانے کے لیے پریشان ہوں۔''

''مکابر'' مسز مکابر نے جواباً کہا'' میں پھر کہتی ہوں کہ تم یہاں پر غلطی کر رہے ہو۔ تمھیں اپنی طاقت کا اندازہ نہیں ہے، مکابر۔ یہ وہ طاقت ہے جس سے کہ اب تم جو قدم اٹھانے جا رہے ہو، تمھارے اور ان کے مابین تعلقات مضبوط ہوں گے۔''

مسٹر مکابر اپنی آرام کرسی پر بیٹھ گئے، بھوں چڑھائے ہوئے، مسز مکابر کے خیالات سے نصف متفق ہوتے ہوئے نصف ناپسند کرتے ہوئے، لیکن ان میں پنہاں پیش بینی کا احساس کرتے ہوئے۔

''عزیز مسٹر کاپر فیلڈ'' مسز مکابر نے کہا'' میں چاہتی ہوں کہ مسٹر مکابر اپنی پوزیشن کو محسوس کریں۔ مجھے یہ بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر مکابر جہاز پر سوار ہوتے ہی اپنی پوزیشن کو محسوس کرنے لگیں۔ میرے بارے میں تم پہلے سے جانتے ہو مسٹر کاپر فیلڈ، جس کے پیشِ نظر تمھیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں نے مسٹر مکابر کے بارے میں بہت بڑھا چڑھا کر بات نہیں کی۔ میری خواہش ہے، اگر میں اس طرح کہہ سکوں، کہ یہ عملی تدابیر اختیار کریں۔ میں جانتی ہوں کہ یہ ایک طویل سفر ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اس میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آئیں گی۔ میں ان سچائیوں سے آنکھ بند نہیں کر سکتی لیکن میں یہ بھی جانتی ہوں کہ مسٹر مکابر کیا ہیں۔ میں مسٹر مکابر کے اندر چھپی طاقت کو جانتی ہوں۔ اس لیے میں اسے بے حد ضروری سمجھتی ہوں کہ مسٹر مکابر اپنی حیثیت کو سمجھیں۔''

''میری جان'' انھوں نے فرمایا'' شاید تم مجھے یہ کہنے کی اجازت دوگی کہ یہ ممکن ہے کہ میں اسی لمحے سے اپنی پوزیشن کو محسوس کرنے لگوں۔''

''میں سمجھتی ہوں کہ نہیں، مکابر'' انھوں نے اپنی بات جاری رکھی'' پوری طرح نہیں۔ میرے عزیز کاپر فیلڈ، مسٹر مکابر کا معاملہ ایک عام معاملہ نہیں ہے۔ مسٹر مکابر دور دراز کے ایک دوسرے ملک اس لیے جا رہے ہیں کہ وہاں لوگ ان کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور پہلی بار ان کی صلاحیتوں

کو سراہا جا سکے۔ میں چاہتی ہوں کہ مسٹر مکابر جہاز پر سوار ہوتے ہی اپنی پوزیشن کا احساس کرنے لگیں اور سختی کے ساتھ اعلان کر دیں' میں اس ملک کو فتح کرنے آیا ہوں! کیا تمھارے پاس عزت ہے؟ کیا تمھارے پاس دولت ہے؟ کیا تمھارے پاس اچھی اچھی تنخواہوں والی ملازمتیں ہیں؟ میرے سامنے سب پیش کی جائیں۔ یہ میری ہیں!''

مسٹر مکابر نے ہم سب کو اس طرح دیکھا جیسے لگ رہا تھا کہ انھوں نے کوئی بہت بڑی بات کہہ دی ہو۔

''میں چاہتی ہوں کہ مسٹر مکابر، اگر میری بات سمجھ میں آ سکے'' مسز مکابر نے دلیل دینے والے انداز میں کہا'' کہ وہ اپنی قسمت کے سیزر خود ہوں۔ میرے عزیز کاپر فیلڈ، یہی میرے خیال میں ان کی اصل حیثیت ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس سفر کی شروعات کے پہلے لمحے سے ہی مسٹر مکابر جہاز کے ماتھے پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیں'' بہت تاخیر ہو چکی، بہت مایوسی ہو چکی، بہت محدود ذرائع رہ چکے۔ یہ سب پرانے ملک میں ہوا۔ یہ نیا ملک ہے۔ نکالو اپنی ترمیم اور اصلاح۔ انھیں میری طرف بڑھاؤ!''

مسٹر مکابر نے اپنے بازو واتنے پختہ ارادے کے ساتھ موڑے جیسے وہ جہاز کے ماتھے پر پہنچ چکے ہوں۔

''اور ایسا کر کے'' مسز مکابر نے فرمایا'' — اپنی پوزیشن کا احساس کر کے — کیا میں صحیح نہیں کہہ رہی ہوں کہ مسٹر مکابر برطانیہ سے اپنے رشتے مضبوط کریں گے، کمزور نہیں کریں گے؟'' اس نصف کرۂ ارض میں ایک اہم شخصیت ابھرے گی، تو کیا مجھے یہ بتایا جائے گا کہ اس کا اثر گھر (انگلستان) پر نہیں پڑے گا؟ کیا میری تخیلی صلاحیت اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ میں اس کا تصور نہیں کر سکتی جب مسٹر مکابر آسٹریلیا میں اپنی لیاقت اور طاقت کا جھنڈا لہراتے پھریں گے تو انگلستان میں اس سے کچھ فرق ہی نہیں پڑے گا؟'' میں ایک عورت ضرور ہوں لیکن خود سے اور اپنے پاپا سے بے وفائی کی مرتکب ہوں گی اگر میں نے ایسی واہیات قسم کی کمزوری دکھائی۔''

مسز مکابر کے اس یقین کلی سے کہ ان کی دلیلوں کا جواب ممکن ہی نہیں، ان کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا اور انھوں نے اپنا لہجہ اتنا تیز کر دیا کہ میرے خیال میں میں نے اس انداز میں پہلے

کبھی انھیں بولتے نہیں سنا تھا۔

''اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں اور بھی چاہتی ہوں کہ آنے والے وقتوں میں ہم پھر اپنے آبائی زمین پر رہنے لگیں۔ مسٹر مکابر بن سکتے ہیں ـــــ میں خود سے اس پوشیدہ احساس کو چھپا نہیں سکتی کہ اس کے امکانات ہیں، مسٹر مکابر ـــــ تاریخ کا ایک صفحہ بن جائیں، تب ان کی اس ملک میں پذیرائی ہوگی جس نے انھیں جنم دیا اور روزگار نہیں دیا!''

''میری جان'' مسٹر مکابر نے اظہارِ رائے کرتے ہوئے فرمایا ''میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ تمھارے جذبے سے میں متاثر نہ ہوں۔ میں ہمیشہ تمھاری اچھی سمجھ کی قدر کرنا چاہتا ہوں۔ جو ہوگا ـــــ ہوگا۔ خدا نہ کرے کہ میں اپنے آبائی ملک کے لیے اپنی اولادوں کی جمع کی ہوئی دولت میں ذرا بھی بخل کروں!''

''بہت اچھی بات ہے یہ'' دادی نے مسٹر پیگٹی کی جانب سر ہلاتے ہوئے کہا ''اور میں آپ لوگوں کی محبت میں جامِ صحت پی رہی ہوں۔ ہر خوشی اور کامیابی آپ لوگوں کے قدم چومے!''

مسٹر پیگٹی نے ان دونوں بچوں، جنھیں وہ کھلا رہے تھے، اپنے ایک ایک گھٹنے پر بیٹھا لیا اور جواب میں مسز اور مسٹر مکابر کے ساتھ جامِ صحت پینے میں شریک ہو گئے اور جب انھوں نے مسٹر اور مسز مکابر سے دوستانہ انداز میں ہاتھ ملایا اور ان کا بادامی رنگ کا چہرہ مسکرانے سے دمک اٹھا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنا راستہ بنالیں گے، اچھا نام پیدا کریں گے اور لوگ انھیں پیار کریں گے، وہ جہاں بھی جائیں۔

بچوں تک کو ہدایت دی گئی کہ ہر بچہ اپنا لکڑی کا چمچہ مسٹر مکابر کی ٹین کی پیالی میں ڈبو کر ہمارے لیے جامِ صحت نوش کرے۔ جب یہ ہو گیا تو میری دادی اور ایگنیز اٹھ گئیں اور انھوں نے جانے والوں سے رخصت لی۔ یہ ایک غم آگئیں الوداعیہ تھا۔ وہ سبھی رو رہے تھے۔ بچے آخر تک ایگنیز سے چپٹے رہے اور ہم نے بے چاری مسز مکابر کو بہت ہی خراب حالت میں چھوڑا۔ موم بتی کی مدھم روشنی میں سسکتی روتی ہوئی۔ ندی سے دیکھنے پر یہ کمرہ ایک افسردہ رہنما مینار جیسا نظر آتا رہا ہوگا۔

اگلے دن صبح میں پھر وہاں یہ دیکھنے گیا کہ آیا وہ لوگ چلے گئے یا نہیں۔ وہ صبح پانچ بجے ہی

ایک کشتی سے روانہ ہو گئے تھے۔ اس طرح کی جدائی کا اتنا کم وقفہ میرے لیے حیرت انگیز محسوس ہو رہا تھا کہ ہر چند کہ اس گرے پڑے پبلک ہاؤس اور لکڑی کے زینے پر میرا ان لوگوں کا ساتھ صرف گذشتہ رات سے ہوا تھا، اب ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد دونوں اجاڑ اور ویران لگ رہے تھے۔

اگلے دن سہ پہر کو میں اپنی پرانی انا کے ساتھ گریوسنڈ (gravesend) گیا۔ جہاز خلیج میں ہمیں مل گیا جو چاروں طرف کشتیوں سے گھرا ہوا تھا، ہوا موافق چل رہی تھی۔ مستول کی چوٹی پر جہاز روانہ ہونے کا سگنل لگایا جاچکا تھا۔ میں نے سیدھے ایک کشتی کرایہ پر لی اور ہم جہاز کی طرف چل پڑے اور تھوڑا بہت چکر کھانے کے بعد ہم لوگ بورڈ پر چلے گئے۔

مسٹر پیگٹی عرشے پر ہم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ مسٹر مکابر ہیپ کے قائم کردہ مقدمے کے تحت پھر گرفتار کر لیے گئے تھے (آخری بار) اور میرے درخواست کرنے پر انھوں نے رقم ادا کر دی، یہ رقم میں نے پھر انھیں دے دی۔ پھر وہ ہم لوگوں کو نیچے ڈکوں کے درمیان لے گئے اور وہاں مسٹر مکابر کو بڑی خوشی خوشی دوستی کا ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر میرا یہ ڈر دور ہو گیا کہ کہیں انھوں نے اس حادثے کی خبر سن تو نہیں لی۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ پرسوں رات سے شاید ہی کسی وقت الگ الگ رہے ہوں۔

میرے لیے یہ ایک ایسا انوکھا منظر تھا۔ اتنا بند بند اور اندھیرا کہ پہلے تو مجھے کچھ نظر ہی نہیں آرہا تھا لیکن بتدریج جیسے جیسے میری آنکھیں اس اندھیرے سے مانوس ہوتی گئیں تو کچھ کچھ نظر آتا گیا۔ بڑے بڑے شہتیروں کے درمیان جگہ جگہ ڈھیر لگے تھے اور جہاز کی کنڈے دار تختیاں اور مسافروں کے لیٹنے کی جگہ، بڑے بڑے صندوق اور گٹھر، لکڑی کے پیپے اور طرح طرح کے سامانوں کے انبار ـــــ بکھرے پڑے تھے لٹکتی لالٹینوں کی روشنی میں دکھائی پڑ رہے تھے اور کہیں ونڈسیل 1 (Windsail) یا عرشے کی کھڑکی سے آتی دن کی روشنی میں ـــــ گروہوں میں لوگوں کی بھیڑ، لوگ نئے دوست بناتے ہوئے، ایک دوسرے سے رخصت لیتے ہوئے، باتیں کرتے ہوئے، ہنستے ہوئے، روتے ہوئے، کھاتے پیتے ہوئے، کچھ اپنی اپنی مخصوص جگہ پر

---

1 کرمچ کا چونگا جس سے ہوا جہاز کے نچلے حصے میں پہنچتی ہے۔

جا چکے تھے اور اپنی چھوٹی سی گرہستی جما چکے تھے۔ چھوٹے بچوں کو اسٹولوں پر بٹھا دیا گیا تھا یا بچوں کی آرام کرسی میں ڈال دیا گیا۔ دوسرے آرام کرنے کی جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہوئے۔ ایسے بچوں سے لے کر جن کی زندگی ابھی مشکل سے ہفتے دو ہفتے کی ہوئی تھی، اور ایسے سن رسیدہ بزرگ جو ہفتے دو ہفتے کے ہی مہمان معلوم دے رہے تھے۔ لوہار نمونے کے طور پر اپنے جسموں پر کالک اور دھواں لے جا رہے تھے۔ تنگ ڈکوں کے درمیان ہر عمر اور ہر پیشے کے لوگ بھرے پڑے تھے۔

جب اس جگہ میں نے اپنی نظریں دوڑائیں، میں نے سوچا کہ ایک کھلے دروازے کے پاس مکابر کے بچوں میں سے ایک کے پاس وہ تھی، ایملی جیسی ایک لڑکی، پہلے اس نے میرا دھیان اپنی طرف اس وقت کھینچا تھا جب دوسری لڑکی اسے چوم کر رخصت ہو رہی تھی اور وہ افراتفری کے درمیان چپکے سے پھسلتی ہوئی نکل رہی تھی تب میں سمجھ پایا کہ یہ ایگنیز تھی! لیکن اس بھاگم بھاگ اور گھبراہٹ کے سبب اور خود اپنے خیالات میں انتشار کی وجہ سے یہ سب بھول گیا اور صرف اتنا جان سکا کہ جہاز کے روانہ ہونے کا وقت ہو گیا ہے جب سارے ملاقاتی (جو پہنچانے آئے تھے) سے کہا جا رہا تھا کہ وہ جہاز سے اتر جائیں، میری انا ایک بڑے صندوق پر میری بغل میں بیٹھی رو رہی تھی اور مسز گمج، ایک کم عمر کالے لباس والی عورت کی مدد سے مسٹر پیگٹی کا سامان ٹھیک سے رکھنے میں مصروف تھیں۔

''کوئی آخری بات جو رہ گئی ہے، ماسٹر ڈیوی؟'' مسٹر پیگٹی نے پوچھا۔ ہمارے جدا ہونے سے قبل کوئی بات ایسی تو نہیں رہ گئی ہے جو ہم بھول گئے ہوں؟''

''ایک چیز!'' میں نے کہا ''مارتھا!''

انھوں نے اس کم عمر عورت کو چھوا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا تھا اور مارتھا میرے سامنے کھڑی تھی۔

''خدا آپ کو خوش رکھے نیک آدمی!'' میں نے بے ساختہ کہا ''آپ اسے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں!''

مارتھا نے بلکتے ہوئے ان کی طرف سے اثبات میں جواب دیا۔ اس وقت میرے منہ سے

ایک لفظ نہ نکل سکا، لیکن میں نے ان کا ہاتھ زور سے دبا دیا اور اگر کبھی میں نے کسی کو چاہا ہے اور اس کی عزت کی ہے تو اسی آدمی کو میں نے دل سے چاہا ہے اور اس کی عزت کی ہے۔

جہاز پر سے ملاقاتی جلدی جلدی واپس لوٹ رہے تھے۔ میری سب سے بڑی آزمائش ابھی باقی رہ گئی تھی۔ میں نے مسٹر پیگٹی سے وہ سب بتا دیا جو اس نیک انسان (ہیم) نے آخری بار رخصت ہوتے وقت مجھ سے کہا تھا۔ اس سے وہ بے حد متاثر ہوئے اور ان کی آنکھیں نم ہو گئیں لیکن جب انھوں نے جواب میں بڑی شفقت کے ساتھ ان بہرے کانوں میں کہہ دینے کے لیے بہت سے پیغامات دیے جواب نہیں سن سکتے تھے، تو میرا دل ان سے بھی زیادہ بیٹھنے لگا۔

روانگی کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے انھیں گلے سے لگا لیا، اپنی روتی انا کو اپنے گلے لگایا اور جلدی سے چل پڑا۔ ڈک پر میں نے بے چاری مسز مکابر سے رخصت لی۔ وہ اس وقت بھی بڑی بے قراری سے اپنے خاندان والوں کی راہ دیکھ رہی تھیں اور مجھ سے انھوں نے آخری الفاظ یہی کہے کہ وہ مسٹر مکابر کو کبھی نہیں چھوڑیں گی۔

ہم پھر اپنی کشتی کے پاس چلے آئے اور تھوڑے فاصلے سے جہاز کے روانہ ہو جانے کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت بالکل خاموشی تھی اور سورج ڈوب رہا تھا۔ جہاز ہمارے اور شفق کی لالی کے درمیان تھا۔ ایسا منظر جو بیک وقت اتنا خوبصورت، اتنا غمگین اور اتنا امید افزا تھا، جب شاندار جہاز تیز بہتے پانی پر بالکل ساکت تھا، جس کی زندگی کیگہما گہمی جاری تھی اور عرشے سے اوپر والے حصے میں بھیڑ جمع ہو گئی تھی اور ایک لمحے کے لیے لوگ جھنڈ میں ننگے سر اور بالکل خاموش، ایسا منظر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

صرف ایک لمحے کے لیے تھی یہ خاموشی۔ جب جہاز کا لنگر۔ اوپر اٹھایا گیا اور جہاز چلنے لگا تو ساری کشتیوں سے تین نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے جسے جہاز میں سوار لوگوں نے قبول کیا اور جواب کے طور پر اسی طرح انھوں نے بھی نعرۂ تحسین بلند کیے جن کی بازگشت بار بار سنائی دیتی رہی۔ میرا دل پھٹ گیا جب میں نے یہ آوازیں سنیں اور لوگوں کو اپنی ٹوپیاں اور رومال ہلاتے دیکھا ــــــ اور تب میں نے ایملی کو دیکھا!

تب میں نے ایملی کو دیکھا، اپنے چاچا کے کندھے پر لرزتی ہوئی۔ انھوں نے مشتاق

نظروں سے ہماری جانب اشارہ کیا تو ایملی نے ہم لوگوں کو دیکھا اور ہاتھ ہلا کر مجھے آخری بار الوداع کہا۔ ہائے، ایملی، حسین اور نظریں جھکی ہوئی، اپنے زخمی دل سے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے چاچا کی بانہوں سے چمٹ جا، کیونکہ انھوں نے تیرے لیے خود کو وقف کر دیا ہے، اپنی محبت کی پوری قوت کے ساتھ!

گلابی روشنی سے گھری، ڈک پر الگ اپنے چاچا کے پاس کھڑی، وہ ان کی بانہوں سے چمٹ گئی اور انھوں نے اسے پکڑ لیا، وہ خاموش چلے گئے۔ کنٹ کی پہاڑیوں پر رات چھا چکی تھی جب ہم اپنی کشتی سے کنارے پہنچے ـــــ اور اس نے مجھے تاریکی میں ڈھک لیا۔

●●●

باب 58

غیر حاضری

میرے لیے یہ ایک بہت طویل اور اداس رات تھی جس کے دوران بہت سی امیدوں، بہت سے پیارے لوگوں کی یادوں، بہت سی غلطیوں، بہت سے غموں اور دکھوں کے بھوت منڈلاتے رہے۔

میں انگلینڈ سے دور چلا گیا، تب بھی یہ نہ جانتے ہوئے کہ یہ دھچکا کتنا شدید تھا جسے مجھے برداشت کرنا تھا۔ میں ان سب کو چھوڑ آیا تھا جو مجھے پیارے تھے اور اب وہ دور چلے گئے، اور یہ یقین کرنا تھا کہ میں نے اس صدمے کو برداشت کرلیا اور اب یہ گذر چکا تھا۔ جیسے کہ میدانِ جنگ میں کوئی شخص جان لیوا چوٹ لگ جانے پر بھی شاید ہی یہ سمجھ پائے کہ وہ ایسا شدید زخمی ہوا ہے۔ اسی طرح میں تھا جو اپنے غیر تربیت یافتہ دل کے ساتھ یہ زخم سہنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا گیا تھا جسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ کتنے گہرے زخم سے اسے جوجھنا تھا۔

اس کا علم مجھے رفتہ رفتہ اور تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا۔ دل شکستگی کا احساس، جسے لے کر میں ملک سے باہر گیا، ہر گھنٹے گہرا اور چوڑا ہوتا گیا۔ پہلے تو یہ بھاری نقصان اور غم کا احساس تھا، جس میں کسی اور چیز کا ذرا بھی امتیاز نہ کر پایا۔ دھیرے دھیرے یہ، میں نے جو کچھ کھو دیا تھا، اس کے مایوس کن احساس میں بدلنے لگا —— محبت، دوستی، دلچسپی، ان تمام لوگوں کی، جو اب بکھر گئے تھے

—— میرا پہلا اعتماد، میری پہلی محبت، میری زندگی کے سارے ہوائی قلعے ان سب میں سے اب بچا رہ گیا تھا ایک تباہ شدہ خلا اور ملبہ، میرے چاروں طرف دور تک پھیلا ہوا، جس کا سلسلہ سیاہ افق تک نہیں ٹوٹ رہا تھا۔

اگر میرا غم خود غرضی والا تھا تو میں اسے اس طرح نہیں جانتا تھا۔ میں نے اپنی بچہ بیوی کا سوگ منایا جسے میں اتنی کم عمر میں اس کے کھیلنے کھانے اور بڑھنے کی دنیا سے نکال لایا تھا، میں نے اس کا سوگ منایا جو ہو سکتا ہے ہزاروں لوگوں کی محبت اور تحسین حاصل کر چکا رہا ہو، جیسا کہ اس نے بہت پہلے میرا دل جیت لیا تھا۔ میں نے اس ٹوٹے دل کے لیے ماتم کیا جسے طوفانی سمندر میں کچھ قرار آ گیا ہوگا اور بکھر گئے اس سادہ سے گھر کے لیے بھی ماتم کیا جہاں میں نے اپنے بچپن میں رات کے وقت چلتی ہوئی ہوا کی آوازیں سنی تھیں۔

طرح طرح کے رنج و غم میں میں اس طرح ڈوب گیا تھا کہ مجھے ان سے نجات پانے کی کوئی امید باقی نہیں بچی تھی۔ میں جگہ جگہ مارا مارا پھرتا رہا۔ اپنا یہ بوجھ ہر جگہ ساتھ لیے ہوئے۔ اس پورے بوجھ کا احساس مجھے اب ہو رہا تھا اور میں اس کے نیچے دبا جا رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ بوجھ اب کبھی ہلکا نہیں ہوگا۔

جب یہ دل شکستگی بہت زیادہ بڑھ گئی تو میں سوچنے لگا کہ اب مجھے مر جانا چاہیے۔ لیکن کبھی میں سوچتا کہ میں اپنے گھر پر ہی مرنا پسند کروں گا، اور واقعی میں اپنے گھر والی سڑک پر مڑ جاتا تا کہ جلدی سے وہاں پہنچ جاؤں۔ کبھی میں دور سے دور کے شہروں میں گھومتا پھرتا، کس چیز کی تلاش میں، یہ میں نہیں جانتا اور وہاں کیا چھوڑ جانے کے لیے، یہ بھی نہیں جانتا۔

میں جیسی جیسی مایوسی، دل شکستگی اور کوفت کے دور سے گذرا انھیں ایک ایک کر کے یاد کر پانا میرے بس میں نہیں۔ کچھ خواب ایسے ہوتے ہیں جو ادھورے اور مبہم طریقے سے ہی بیان کیے جا سکتے ہیں۔ اور جب اپنی زندگی کے اس دور کو پھر دیکھنا چاہتا ہوں تو لگتا ہے جیسے میں ایسے ہی کسی ادھورے خواب کو یاد کر رہا ہوں۔ میں خود کو ولایت کے شہروں میں نئی نئی چیزوں، جگہوں، گرجا گھروں، مندروں، تصویروں، قلعوں، مقبروں، عجیب و غریب گلیوں —— تاریخ کی پرانی پرانی جگہوں سے ہو کر گذرتے دیکھتا ہوں جیسا کہ ایک خواب دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے، دردناک

بوجھ ہر وقت لادے ہوئے اور کسی چیز پر مشکل سے ہی دھیان دے پاتے ہوئے، کیونکہ ساری چیزیں جلد ہی میری نظروں سے غائب ہو جاتی ہیں۔ مجھے اب کسی چیز میں دلچسپی نہیں رہ گئی تھی میرے کاندھوں پر صرف غم کا انبار ہے جو رات کی طرح میرے غیر تربیت یافتہ دل پر چھا گیا۔ اسی تاریکی میں مجھے دیکھنے دیجیے ـــــ جیسا کہ بالآخر میں نے کیا۔ خدا کا شکر ہے! ـــــ اسی رات کے طویل، افسردہ اور بے حد غمگین خواب کو طلوعِ صبح تک دیکھنے دیجیے!

کئی مہینے تک میں ذہن پر اس مسلسل گہرے ہوتے جا رہے بادل کو لیے لیے ادھر سے ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ گھر واپس نہ لوٹنے کی کچھ مبہم سی وجوہ میرے ذہن میں تھیں ـــــ اس زمانے میں میرے اندر وہ وجوہ مزید واضح اظہار کے لیے جدوجہد کرتی رہتی تھیں، لیکن فضول ـــــ جو مجھ سے مسلسل سفر کرائے جا رہی تھیں۔ کبھی کبھی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بے قراری کے ساتھ کہیں بھی نہ رکتے ہوئے، بس بھاگتا ہی رہتا اور کبھی کبھی ایک ہی جگہ بہت دنوں تک پڑا رہ جاتا۔ کہیں بھی جانے کا میرا کوئی مقصد نہیں ہوتا تھا اور نہ کہیں میرے دل کو قرار ہی رہتا تھا۔

میں سوئٹزرلینڈ میں تھا۔ میں اٹلی سے ایک بڑے قلعۂ کوہ کے درّے سے ہو کر آیا تھا اور تب سے ایک گائیڈ کے ساتھ پہاڑوں کے ایک راستے سے دوسرے راستے کا چکر لگا رہا تھا۔ اگر ان تکلیف دہ تنہائیوں نے میرے دل سے کچھ کہا تھا، تو میں اسے جان نہیں پایا۔ مجھے تو ان اونچے پہاڑوں، چٹانوں، شور مچاتی تیز بہنے والی ندیوں، ژالہ باری اور ہر طرف پھیلی برف میں برتری اور استعجاب کا احساس نظر آیا، لیکن ابھی تک انھوں نے مجھے اور کچھ نہیں سکھایا تھا۔

ایک شام غروبِ آفتاب سے قبل میں نیچے کی ایک وادی میں پہنچا، جہاں مجھے آرام کرنا تھا۔ جب میں پہاڑ کے چکردار راستے سے وادی میں اتر رہا تھا، جہاں سے میں نے بہت نیچے اس چمکتی بستی کو دیکھا تھا، میرے سینے میں حسن اور راحت اور اس کی خاموشی سے سکون کا احساس پیدا ہونے لگا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ایک بار میں غم کے احساس سے کچھ دیر کے لیے رک گیا لیکن یہ اتنا شدید نہیں تھا اور نہ بالکل مایوس کر دینے والا۔ مجھے یاد ہے کہ میں تقریباً یہ امید کرنے لگا تھا کہ یہاں میرے اندر بہتر تبدیلی آ جانے کے امکانات ہیں۔

میں جب وادی میں پہنچا تو شام کا سورج اونچے پہاڑوں پر جمی برف پر چمک رہا تھا جو

اسے اس طرح چھپائے لے رہے تھے جیسے یہ دائی بادل ہوں، پہاڑیوں کے نیچے کے یہ حصے جہاں یہ چھوٹا گاؤں آباد تھا، خوب ہرے بھرے تھے، اور گھاس پودوں کے اوپر سرو کے جنگل اگے تھے جو موسم سرما میں گری برف کے بہاؤ میں رکاوٹ کی طرح لگ رہے تھے اور تودوں کو روک رہے تھے۔ ان سب سے اوپر، ڈھلواں گھاٹیوں، بھوری چٹانوں، چمکتی برف اور ہموار گھاس پودوں سے بھری چراگاہ، ایک نہایت دلکش نظارہ! پہاڑیوں پر یہاں، وہاں کچھ نشانات۔ ہر چھوٹا سا نشان ایک مکان، ویرانے میں لکڑی کے مکانات تھے یہ، بلندی پر سے دیکھنے میں اتنے چھوٹے لگ رہے تھے کہ یہ کھلونے سے بھی زیادہ چھوٹے نظر آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وادی میں بسا پورا گاؤں ہی کھلونے کی طرح معلوم ہو رہا تھا جس میں چشمے کے اوپر لکڑی کا پل بنا تھا جہاں چشمہ ٹوٹی چٹانوں پر گرتا تھا اور پانی تیز آواز کرتا پیڑوں سے ٹکراتا تھا۔ خاموش فضا میں کہیں دور سے گانے کی آواز آ رہی تھی —— چرواہوں کی آواز میں، لیکن جب چمکیلی شام کا ایک بادل کا ٹکڑا پہاڑوں کی طرف چلا گیا، تو میں نے تقریباً یقین کر لیا کہ یہ آوازیں وہیں سے آ رہی تھیں، یہ دنیاوی گیت نہیں تھا۔ اچانک ان حسین مناظر کے درمیان عظیم قدرت مجھ سے بول اٹھی اور مجھے دلاسہ دیتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا کہ میں اپنا سر گھاس پر رکھ کر لیٹ جاؤں اور رولوں کیونکہ ڈورا کے انتقال کے بعد سے ابھی تک میں رویا نہیں تھا!

مجھے خطوط کا ایک پیکٹ ملا تھا، بس کچھ منٹ قبل، اور میں انھیں پڑھنے کے لیے گاؤں سے باہر نکل آیا تھا، جبکہ میرا کھانا تیار کیا جا رہا تھا۔ دیگر پیکٹ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ مجھے بہت دنوں سے کوئی پیکٹ نہیں ملا تھا۔ جب سے میں نے گھر چھوڑا تھا، ایک دو سطر میں صرف یہ لکھ دینے کے علاوہ کچھ اور لکھنے کا نہ دل چاہتا تھا اور نہ مجھ میں سکت رہ گئی تھی، کہ میں اچھا ہوں اور اب یہاں پہنچ گیا ہوں۔

پیکٹ میں ہاتھ میں لیے ہوئے تھا۔ میں نے اسے کھولا اور ایگنیز کا لکھا ہوا خط پڑھا۔

وہ خوش اور ٹھیک ٹھاک تھی اور اسی طرح آگے بڑھ رہی تھی جیسا کہ اس نے امید کی تھی۔

اپنے بارے میں اس نے صرف اتنا ہی لکھا تھا۔ بقیہ باتیں میرے بارے میں تھیں۔

اس نے مجھے کوئی مشورہ نہیں دیا، اس نے مجھ سے کچھ بھی کرنے کو نہیں کہا۔ اس نے

اپنے متین انداز میں صرف یہ بتایا تھا کہ اس کو مجھ پر کتنا اعتماد ہے۔ وہ جانتی تھی (اس نے لکھا) کہ مجھ جیسے مزاج والے شخص کے لیے کیسے یہ مصیبت راحت میں بدل جائے گی۔ وہ جانتی تھی کہ کیسے آزمائش اور جذبہ اسے بڑھا کر اور مضبوط کردیں گے۔ اسے یقین تھا کہ میں جس مصیبت سے گذر رہا تھا، مجھے اپنے ہر مقصد میں اور مضبوطی اختیار کرنی چاہیے۔ وہ، جو میری شہرت سے اتنی خوش ہوتی تھی اور اس میں اضافہ دیکھتے رہنے کی خواہاں رہتی تھی، اچھی طرح جانتی تھی کہ میں جدوجہد کرتا رہوں گا۔ وہ جانتی تھی کہ تکلیف سے مجھ میں کمزوری نہیں آتی تھی بلکہ مضبوطی آتی تھی۔ جیسا کہ بچپن کے دنوں میں تکلیف برداشت کرتے رہنے کی عادت نے بھی مجھ کو اس درجہ مضبوط بنا دیا تھا، جو میں اب تھا، اس لیے اور بڑی آفات مجھے پہلے سے زیادہ بہتر بنا دیتیں لہٰذا ان آفات و مصائب نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے، مجھے انھیں دوسروں کو بتانا چاہیے۔ اس نے مجھے خدا کے سپرد کیا، جس نے میری معصوم دلاری (ڈورا) کو اپنے پاس بلا لیا تھا، اور جس نے ایک بہن کے پیار سے میری پرورش اور دیکھ بھال کی، اور ہمیشہ میرے ساتھ رہی، میں چاہے جہاں بھی جاؤں، میں جو کچھ بھی کرتا، اس پر فخر کرتی ہوئی لیکن اس سے بھی زیادہ اس کے لیے فخر کرتی تھی جو مجھے اب کرنا ہوتا۔

میں نے خط جیب میں رکھ لیا اور سوچنے لگا کہ ابھی ایک گھنٹہ قبل میری کیا کیفیت تھی! جب میں نے گانے کی آوازیں ختم ہوتے سنیں اور خاموش شام کے بادل دھندلاتے دیکھے، وادی کے سارے رنگ پھیکے پڑنے لگے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر سنہری برف رات کے پیلے آسمان کا حصہ بننے لگی، اس کے باوجود میں نے محسوس کیا جیسے رات میرے ذہن سے گذر رہی ہے اور اس کے سارے سائے صاف ہوتے جارہے ہیں، ایگنیز کے لیے میرے دل میں جو محبت تھی، اس کا کوئی نام نہیں تھا، اب وہ مجھے اس سے بھی زیادہ عزیز لگنے لگی تھی جتنی کہ پہلے تھی۔

میں نے اس کا خط کئی بار پڑھا، سونے سے قبل میں نے اس کے خط کا جواب لکھ ڈالا۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے اس کے سہارے کی سخت ضرورت تھی اور اس کے بغیر میں وہ نہیں تھا، اور نہ کبھی ہوسکتا تھا، جو وہ مجھے سمجھتی تھی لیکن یہ کہ اس نے ایسا بننے کے لیے میری حوصلہ افزائی کی اور میں اور کوشش کروں گا۔

میں نے کوشش کی۔ تین مہینے بعد میرے غم کی شروعات کو ایک سال پورے ہو جاتے۔ میں نے طے کرلیا کہ یہ تین ماہ ختم ہونے سے قبل میں کوئی قصد نہیں کروں گا بلکہ کوشش کرتا رہوں گا۔ میں ان تین مہینوں کے دوران اس وادی میں اور اس کے آس پاس ہی رہا۔

تین مہینے گذر گئے۔ میں نے اس سے بھی کچھ طویل مدت تک گھر سے دور رہنے کا قصد کیا، سرِ دست خود کو سوئٹزر لینڈ میں جانے کی غرض سے۔ اس شام کو یاد کر کر کے اس جگہ سے مجھے پیار ہوتا گیا۔ میں یہیں رہ کر پھر اپنا قلم اٹھالینا چاہتا تھا۔

میں نے صبر و استقلال کے ساتھ ویسا ہی کرنا شروع کر دیا جیسا کہ ایگنیز نے مجھ سے کہا تھا۔ میں فطرت کی تلاش کرنے لگا، کبھی فضول نہیں، اور میں نے اپنے سینے میں وہ انسانی دلچسپی پھر داخل کرلی جس سے گذشتہ کچھ دنوں سے میں نے منھ موڑ لیا تھا۔ اس میں زیادہ دن نہیں لگے جب میرے اس وادی میں بھی تقریباً اتنے ہی دوست ہو گئے جتنے یارمتھ میں تھے، اور موسمِ سرما شروع ہونے سے قبل جب جنیوا جانے کے لیے میں نے یہ وادی چھوڑی اور موسمِ بہار میں جب واپس آیا، انھوں نے جس گرمجوشی سے میرا استقبال کیا، مجھے ایسا لگا جیسے میں اپنے گھر واپس آیا ہوں، ہر چند کہ انھوں نے انگریزی زبان میں میرا استقبال نہیں کیا۔

میں صبح سویرے سے دیر رات تک صبر و تحمل اور محنت سے لکھتا رہتا۔ میں نے اپنے تجربے کی روشنی میں ایک ناول لکھا، کافی طویل، مختصر نہیں، اور اسے ٹریڈلس کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اسے میرے لیے سودمند شرائط پر چھپوانے کا انتظام کر دیا اور پھر ایک ادیب کی حیثیت سے ان سیاحوں کے وسیلے سے جن سے میری اتفاقیہ ملاقات ہو جایا کرتی تھی میری بڑھتی شہرت کی خبریں میرے پاس پہنچنے لگیں۔ کچھ آرام اور تبدیلی کے بعد میں نے ایک نئے ناول پر اپنے پرانے پر جوش انداز میں کام کرنا شروع کر دیا جس نے مضبوطی سے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں اس کام میں جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا، میں اسے زیادہ سے زیادہ محسوس کرنے لگا اور اپنی زیادہ سے زیادہ طاقت اسے بہتر بنانے میں صرف کرنے لگا۔ یہ میرا تیسرا ناول تھا۔ ابھی یہ نصف نہیں لکھا گیا تھا، جب میں نے آرام کے لیے وقفہ کی غرض سے گھر (انگلستان) واپس آنے کے بارے میں سوچا۔

بہت دنوں تک، اگر چہ صبر و استقلال سے مطالعہ کرتے اور لکھتے رہنے کے ساتھ ساتھ،

میں نے خود کو سخت کسرت کرنے کا عادی بنا لیا تھا۔ میری صحت، جو انگلستان سے آتے وقت خاصی خراب ہو چکی تھی، اب خاصی بحال ہو گئی۔ میں نے بہت کچھ دیکھا تھا۔ میں بہت سے ملکوں میں گھوما تھا، اور مجھے امید ہے کہ میں نے اپنے علم کے ذخیرے میں اضافہ کر لیا تھا۔

میں نے اب وہ سب یادیں تازہ کر لی ہیں جنھیں میں یہاں یاد کرنے کے لیے ضروری سمجھتا ہوں، اس بار کی وطن سے غیر حاضری کے دوران ـــــ صرف ایک بات کو چھوڑ کر میں نے ابھی تک اسے روکے رکھا ہے، اپنا کوئی خیال دبانے کی غرض سے نہیں، کیونکہ جیسا کہ میں کہیں اور کہہ چکا ہوں، یہ داستان میری تحریری یادداشت ہے۔ میں نے چاہا ہے کہ اپنے ذہن کے سب سے پوشیدہ میلان کو الگ رکھوں، اور آخر تک ـــــ میں اب اس پر آتا ہوں۔

میں خود کو اپنے دل کے اس اسرار کو مکمل طور پر جان پانے سے قاصر پاتا ہوں جب میں سوچنے لگتا ہوں کہ ہو سکتا ہے میں شروع سے ہی اپنی روشن ترین امیدیں ایگنیز سے وابستہ کرنے لگا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری مصیبت کی کس منزل میں پہلی بار مجھے اس کا احساس ہوا کہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں میں نے اس کے محبت کے خزانے کو پھینک دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس دیر آشنا خیال کی سرگوشی پرانے تکلیف دہ صدمے کے وقت یا کسی ایسی خواہش کے وقت سنی تھی جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی، جس کا مجھے احساس رہا ہے۔ لیکن یہ خیال میرے ذہن میں ایک پچھتاوے اور افسوس کی شکل میں اس وقت آیا جب میں دنیا میں اتنا غم زدہ اور تنہا چھوڑ دیا گیا۔

اگر میں اس وقت اس کے ساتھ اور زیادہ رہتا تو اپنی دل شکستگی کی کمزوری کے باعث یہ راز ظاہر کر دیتا۔ اس کا ہلکا سا ڈر مجھے اس وقت محسوس ہوا جب پہلی بار مجھے انگلستان سے دور رہنے کے لیے اکسایا گیا۔ میں اس کی بہن والی محبت کا مختصر ترین حصہ بھی کھو دینا برداشت نہ کر پاتا، اس کے باوجود اس افشائے راز سے ہم دونوں کے مابین ایک دباؤ یا بندش جیسی آ جاتی جو ابھی تک ہم نہیں جانتے تھے۔

میں نہیں بھول سکتا تھا کہ وہ اب جس جذبے سے مجھ سے پیش آنے لگی تھی، وہ اب میری پسند اور میرے راستے میں زیادہ اہم ہوتا جا رہا تھا۔ اگر اس نے کبھی مجھ سے دوسری طرح کی محبت کی تھی ـــــ اور کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ ایسا وقت آیا تھا جب ہو سکتا ہے کہ اس نے ایسا کیا ہو

——— میں نے اسے خارج کر دیا تھا۔اب یہ کچھ نہیں تھا کہ میں ان دنوں کے بارے میں سوچتے رہنے کا عادی ہو گیا تھا، جب ہم دونوں بچے تھے، اس کی طرح جو میرے بے لگام تصورات سے بہت دور کر دی گئی تھی۔ میں نے اپنے نازک جذبات ایک دوسری لڑکی کے لیے وقف کر دیے تھے، اور میں جو کر سکتا تھا، میں نے نہیں کیا، اور ایگنیز میرے لیے جو تھی، میں نے اور خود اس کے نیک دل نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔

اس تبدیلی کی ابتدا میں جو بتدریج مجھ میں آتی جارہی تھی، جب میں خود کو اور بہتر طور سے سمجھنے اور ایک بہتر آدمی بننے کی کوشش کر رہا تھا، میں نے کسی غیر معینہ آزمائش کے ذریعہ اس گھڑی کا تصور کیا جب میں ماضی کی غلطیوں کو خارج کرتے ہوئے اس سے شادی کر لینے کی امید کر سکتا تھا۔لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا یہ مبہم سی امید بھی اور ہلکی ہوتی گئی اور پھر مجھ سے رخصت ہی ہوگئی۔اگر اس نے کبھی بھی مجھ سے پیار کیا تھا، تب میں اسے اور بھی قابلِ تعظیم سمجھوں گا، اس اعتماد کو یاد کرتے ہوئے جو میں اس پر کرتا تھا، اس کو میرے جہاں گرد دل کے بارے میں معلوم تھا، قربانیاں جو اس نے میری بہن اور بہی خواہ بننے کے لیے دی ہوں گی اور ایسا کرنے میں اس کی جیت ہوئی تھی۔اگر اس نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی، تو کیا میں یقین کر سکتا تھا کہ وہ اب مجھ سے محبت کرے گی؟''

اس کے اندر استحکام اور صبر وتحمل کے مقابلے میں میں نے ہمیشہ اپنی کمزوری محسوس کی تھی۔ اور اب میں اسے اور زیادہ محسوس کرنے لگا تھا۔میں اس کے لیے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا، یا وہ میرے لیے ہو سکتی تھی، اگر میں بہت پہلے اس کے لائق ہوتا، اب میں وہ نہیں تھا اور وہ بھی نہیں تھی۔وقت گذر چکا تھا۔میں نے اسے گذر جانے دیا تھا اور میں نے بجا طور پر اسے کھو دیا تھا۔

یہ سب سوچ سوچ کر مجھے بہت تکلیف ہو رہی تھی اور میرا دل افسوس اور خجالت سے لبریز ہو گیا۔اس کے باوجود مجھے اس کا بھی احساس ہوتا رہتا کہ مجھے ایسا ہی کرنے کی ضرورت تھی، اپنے حق اور عزت کے لیے، کہ میں شرمساری کے ساتھ اس خیال کو اپنے ذہن سے دور ہی رکھوں کہ اس شدید مایوسی کے عالم میں میں پھر اس پیاری لڑکی کی طرف راغب ہونے کی کوشش کروں، جس سے میں نے اس وقت بڑی بے دردی سے منہ موڑ لیا تھا جب یہ جذبات روشن اور تازہ دم تھے۔

—— یہ بات اس کے بارے میں میرے ہر خیال کی جڑ میں رہتی۔ یہ بھی اتنا ہی سچ ہے۔ اب میں خود سے یہ چھپانے کی کوشش نہیں کرتا تھا کہ میں اس سے محبت کرتا تھا، میں اس کے تئیں مخلص اور وفادار تھا۔ لیکن میں نے یہ مان لیا کہ اب بہت دیر ہو چکی تھی اور یہ کہ ہمارے اتنے دنوں سے قائم اس رشتے میں کسی طرح کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔

میں نے اکثر اور بار بار اس بات پر غور کیا تھا کہ ڈورا نے ان برسوں کے بارے میں، جن میں ہمیں ساتھ بے آزمائش چھوڑ دیا گیا تھا، اس نے مجھے بتایا تھا کہ کیا ممکن تھا۔ میں نے اس بات پر بھی تامل کیا تھا کہ وہ باتیں جو کبھی نہیں ہوتیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہماری نگاہ میں وہ اتنی ہی حقیقت پر مبنی ہوتی ہیں جتنی کہ وہ باتیں عمل میں آجاتی ہیں۔ درحقیقت وہ تمام ماہ وسال، جن کا وہ ذکر کرتی تھی، اب میری اصلاح کے لیے حقیقت بن چکے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ وہ پیش بھی آسکتے تھے، اگرچہ ہم نے اپنی اوائلی حماقتوں کو ترک کر دیا تھا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ وہ سب کچھ جو میرے اور ایگنیز کے مابین ہونا ممکن تھا، میں اسے ایک ذریعہ بنالیتا۔ خود کو زیادہ قناعت پسند، ارادے کا پکا بنالیتا اور اپنی غلطیوں، پر غور کر کے، کہ کیا ممکن تھا کہ میں اس عقیدے پر پہنچا تھا کہ ایسا کبھی ہونا ہی نہ تھا۔

یہی تھی الجھی اور غیر مستحکم میرے ذہن کی ریگِ رواں، گھر سے رخصت ہوتے وقت سے تین سال بعد گھر واپس آنے تک —— تارکینِ وطن (مسٹر مکابر کا کنبہ اور مسٹر پیگٹی وغیرہ) کا جہاز روانہ ہوئے تین سال کا عرصہ گذر چکا تھا، جب اسی غروبِ آفتاب کے وقت اور اسی جگہ میں اس ڈاک کے جہاز کے عرشے پر کھڑا ہوا تھا جو مجھے گھر واپس لایا تھا۔ جہاز پر کھڑا میں اس گلابی پانی پر دیکھ رہا تھا جہاں اس جہاز کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔

تین سال گننے میں طویل، اگرچہ گذر جانے میں مختصر۔ اپنا گھر مجھے بہت عزیز تھا اور ایگنیز بھی —— لیکن وہ میری نہیں تھی —— اسے کبھی میری ہونا بھی نہیں تھا —— وہ میری ہوسکتی تھی لیکن اب وہ وقت گذر چکا تھا!

●●●

باب 59

واپسی

میں موسم خزاں کی ایک شام کولندن پہنچا۔ اس وقت اندھیرا چھایا ہوا تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میں نے ایک منٹ میں اس سے زیادہ کہرا اور کیچڑ دیکھ لیا جتنا کہ گذشتہ ایک سال میں نہیں دیکھا تھا۔ میں کسٹم ہاؤس سے پیدل ہی مینارِ لندن تک پہنچ گیا جہاں مجھے ایک گاڑی مل گئی اور ہر چند کہ مکانات جن کے سامنے ابلتے گندے گٹر میرے لیے پرانے شناساؤں جیسے تھے لیکن میں یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ بڑے گندے شناسا تھے۔

میں نے اکثر محسوس کیا ہے ــــــ میں سمجھتا ہوں ہر شخص ایسا کرتا ہے ــــــ کہ جب کوئی اپنے مانوس مقام سے کہیں دور چلا جاتا ہے تو واپسی میں وہ اس دوران اس میں واقع ہوئی تبدیلی پر غور کرتا رہتا ہے۔ جب میں گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ فش اسٹریٹ ہل (Fish Street Hill) پر واقع ایک پرانا مکان، جسے ایک صدی سے کسی پینٹر، بڑھئی یا راج نے ہاتھ نہیں لگایا تھا، میری عدم موجودگی میں گرا دیا گیا تھا اور پاس کی ایک گلی جو مدتوں سے صحت کے لیے مضر اور دقت کا سبب تھی، وہاں اب نالی بنائی جا رہی تھی اور گلی کو چوڑا کیا جا رہا تھا، مجھے سنت پال کا بڑا گرجا گھر اور پرانا نظر آنے کی نصف امید تھی۔

اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کی قسمت میں کچھ تبدیلیاں دیکھنے کے لیے میں تیار تھا۔

میری دادی بہت پہلے ہی ڈوور میں پھر مقیم ہوگئی تھیں اور ٹریڈلس نے میرے جانے کے بعد سے ہی تھوڑی بہت پریکٹس (وکالت) شروع کر دی تھی، اس نے اب گریز ان (Graze Inn) میں ایک چیمبر لے لیا تھا اور اپنے پچھلے خط میں مجھے مطلع کیا تھا کہ وہ اس امید کو سینے سے لگائے ہوئے ہے کہ جلد ہی دنیا کی سب سے پیاری لڑکی اور وہ، ایک ہو جائیں گے۔

وہ امید کر رہے تھے کہ میں کرسمس پر گھر لوٹوں گا۔ میرے اتنی جلدی آجانے کے بارے میں انھوں نے نہیں سوچا تھا۔ میں نے قصداً ان سے اسے چھپائے رکھا تھا تاکہ میں اچانک پہنچ کر انھیں اچنبھے میں ڈال دینے کا لطف لے سکوں۔ اس کے باوجود یہاں پہنچنے پر اپنا استقبال نہ کیے جانے پر مجھے بہت خراب لگ رہا تھا اور مایوسی ہو رہی تھی اور میں تنہا اور خاموش دھند بھری گلیوں سے کھڑکھڑ کرتی گاڑی پر چلا جا رہا تھا۔

اچھی طرح جانی پہچانی دکانوں نے بہرحال اپنی خوش کن روشنیوں سے میرے لیے کچھ کیا، اور جب میں گریز ان کافی ہاؤس کے دوازے پر اترا تو میرے حوصلے بلند ہو چکے تھے۔ پہلے اس نے یاد دلایا کہ وہ اس سے کتنا مختلف وقت تھا جب میں گولڈن کراس میں رہتا تھا اور تب سے اب تک ہوئی تبدیلیوں کا احساس کرایا، لیکن یہ فطری تھا۔

''کیا آپ جانتے ہیں کہ اس ہوٹل میں مسٹر ٹریڈلس کہاں رہتے ہیں؟'' کافی روم کے آتش دان میں ہاتھ سینکتے ہوئے میں نے بیرے سے پوچھا۔

''ہوبن کورٹ (Holborn Court) میں، جناب۔ دو نمبر کمرے میں۔''

''میں سمجھتا ہوں کہ ٹریڈلس کی خاصی شہرت ہوگی وکیلوں میں؟'' میں نے کہا۔

''ہاں، جناب'' بیرے نے جواب دیا ''غالباً ان کی شہرت ہے، جناب، لیکن میں ذاتی طور پر اس کے بارے میں نہیں جانتا۔''

اس بیرے نے جو ادھیڑ عمر کا اور فاضل بیرا تھا، اس بیرے کی طرف مدد کے لیے دیکھا جس کے اختیارات زیادہ تھے ـــــ ایک قوی اور تجربہ کار بوڑھا جس کی دوہری ٹھوڑی تھی، کالا سوٹ اور لمبا موزہ پہنے ہوئے، ایک ایسی جگہ سے نکلا جو کافی روم کے کونے میں چرچ وارڈ کی نشست جیسی تھی جہاں وہ اپنے پاس ایک کیش باکس (غلّہ) ڈائرکٹری، اور دیگر کتابیں اور

کاغذات رکھے ہوئے تھا۔

''مسٹر ٹریڈلس'' فاضل بیرے نے کہا ''کورٹ میں نمبر دو۔''

بوڑھے بیرے نے ہاتھ لہراتے ہوئے اسے واپس کر دیا اور وہ سنجیدگی سے میری جانب مڑا۔

''میں پوچھ رہا تھا'' میں نے کہا ''کہ کیا کورٹ میں نمبر دو کمرے میں رہنے والے مسٹر ٹریڈلس کا شمار کامیاب وکیلوں میں نہیں کیا جاتا؟''

''ان کا نام کبھی نہیں سنا۔'' بیرے نے بھاری اور بھدی آواز میں کہا۔

میں نے ٹریڈلس کے لیے دکھ محسوس کیا۔

''وہ نوجوان ہیں، پکّا؟'' بیرے نے اپنی آنکھیں مجھ پر گڑاتے ہوئے کہا۔ ''وہ اس ہوٹل میں کتنے دنوں سے قیام پذیر ہیں؟''

''تین سال سے زیادہ نہیں۔'' میں نے کہا۔

بیرا، جو میرے خیال میں یہاں چالیس برس سے کام کر رہا تھا، ایسے غیر اہم موضوع پر مزید بات نہ کر سکا۔ اس نے پوچھا کہ میں کھانے میں کیا لوں گا؟

میں نے سوچا کہ میں پھر انگلستان میں ہوں، اور میں ٹریڈلس کے سلسلے میں تردّد میں پڑ گیا۔ اس کے مل جانے کی کوئی امید نہ تھی۔ میں نے خاموشی سے مختصر کھانے کا آرڈر دیا اور آتش دان کے پاس کھڑے ہو کر اس کی گمنامی کے بارے میں غور کرنے لگا۔

میں نے جب بڑے بیرے کو غور سے دیکھا تو میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ جس باغ میں وہ پل بڑھ کر ایسا پھول ہوا ہے، وہ ترقی کرنے کے لیے بڑی جاں فشانی اور تندہی سے کام کرنے والی جگہ تھی۔ یہ بڑی اصولوں والی، سخت اور بہت دنوں سے چلی آ رہی پابندیوں کی جگہ تھی۔ میں نے کمرے میں نظریں دوڑائیں جس کا فرش بالو کا تھا، اس میں شک نہیں، بالکل اسی طرح جیسے بڑا بیرا جب لڑکا تھا —— اگر وہ کبھی لڑکا رہا ہو، جس کے امکانات بہت کم تھے، اور چمکتی میز میں میں نے اپنا چہرہ دیکھا جو پرانی مہاگنی[1] سے بنی تھی، اور روغن سے چمچما رہی تھی، چراغوں کی بتیوں میں کہیں ایک ریشہ نظر نہیں آ رہا تھا، بالکل برابر سے کٹی اور صاف کی ہوئی اور ہرے پردے جو خالص

[1] ایک قسم کی سخت لکڑی جو امریکہ کے گرم حصوں میں پائی جاتی ہے، فرنیچر کے کام آتی ہے۔

پیتل کی چھڑوں میں لگے تھے، صندوقوں کو بارش سے بھیگنے سے بچانے کے لیے انھیں ڈھکے ہوئے، اور دو آتش دان، خوب تیز جلتے ہوئے، اور مہنگی شراب کی بوتلوں کی قطاریں؛ اور دونوں، انگلستان اور قانون، پر دھاوا بول کر قبضہ کر لینا مجھے بہت دشوار محسوس ہوا۔ میں اپنے بڈ روم میں اپنے بھیگے کپڑے تبدیل کرنے کے لیے گیا اور اس پرانے کمرے (جو ہوٹل میں داخل ہونے کے لیے محرابی پھاٹک کے اوپر واقع تھا، مجھے یاد ہے) اور چاروں طرف مچھر دانی کے ڈنڈے لگانے والے پوسٹ، اور الماریوں کے خانے، جیسے سب ایک ساتھ ٹریڈلس یا ایسے کسی بھی ہمتی لڑکے کی قسمت پر بسورتے سے نظر آرہے تھے۔ میں کھانا کھانے کے لیے پھر نیچے آیا اور دھیرے دھیرے آرام سے کھانا کھانے اور اس جگہ نظم و نسق کے ساتھ اس سکون میں ـــــ جو صرف روز آنے والے مہمانوں پر ہی مشتمل تھا، کیونکہ لمبی چھٹیاں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں ـــ اپنے دل کو ٹریڈلس کی دلیری اور آنے والے بیس برسوں میں اس کی روزی روٹی کی چھوٹی چھوٹی امیدوں کا احساس کرا رہا تھا۔

میں جب سے باہر گیا، اس طرح کی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی اور اس سے اپنے دوست کے لیے میری امیدوں کو چوٹ لگی۔ بڑا بیرا مجھ سے اکتا چکا تھا۔ وہ پھر میرے پاس نہیں آیا بلکہ اب وہ لمبا گیٹس پہنے ہوئے ایک بوڑھے آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جس سے ملنے کے لیے اپنی طرف سے ایک پائنٹ مخصوص شراب لائی جا رہی تھی جس کے لیے بوڑھے نے آرڈر نہیں دیا تھا۔ دوسرے بیرے نے سرگوشی میں مجھے مطلع کیا کہ یہ بوڑھا آدمی ایک ریٹائرڈ نقل نویس ہے جو اسکوائر میں رہتا ہے اور اس نے بہت پیسہ کمایا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ وہ یہ دولت اپنی دھوبن کی بیٹی کے لیے چھوڑ جائے گا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب ٹریڈلس نہ مل پائے گا اور اپنے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھا لی کہ اب اس کے ملنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

اس کے باوجود اپنے پرانے دوست سے ملنے کے لیے بیقرار، میں نے کھانا ختم کیا، اس انداز میں جس سے بڑے بیرے کی نظر میں میری وقعت ذرا بھی نہ بڑھ سکی اور میں جلدی سے پچھلے دروازے سے باہر نکل آیا۔ کورٹ میں نمبر دو کمرے پر میں بہت جلد پہنچ گیا اور وہاں دروازے کے بازو پر لکھا ہوا پایا کہ مسٹر ٹریڈلس سب سے اوپر کی منزل پر رہتے ہیں۔ میں زینے پر چڑھنے لگا۔ بڑا

پرانا اور تکلیف دہ زینہ تھا یہ، جس کے ہر پڑاؤ پر ایک گندے شیشے والی چمنی ٹمٹما رہی تھی۔

زینے پر چڑھنے کے دوران میں نے قہقہے کی خوشگوار آواز سنی اور یہ قہقہہ کسی اٹارنی یا بیرسٹر کا نہیں تھا، نہ ہی اٹارنی کے کلرک یا بیرسٹر کے کلرک کا تھا بلکہ تین بہت ہی خوش لڑکیوں کا تھا۔ جب میں ان کی ہنسی سننے کے لیے رکا اور میں نے اپنا پیر وہاں رکھا جہاں گریز ان سوسائٹی والوں نے ایک چھوٹا سا پتھرا ہی لگا کر چھوڑ دیا تھا، میں بھڑ سے گر پڑا اور جب میں سنبھلا تو وہاں بالکل خاموشی چھا چکی تھی۔

زینے کا بقیہ راستہ اور احتیاط کے ساتھ طے کرتے وقت میرا دل زور سے دھڑکنے لگا جب میں نے باہری دروازہ جس پر مسٹر ٹریڈلس لکھا ہوا تھا، کھلا پایا۔ میں نے دستک دی۔ میرے اندر خاصی کشمکش سی پیدا ہوئی، لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ لہٰذا میں نے پھر دستک دی۔

اب ایک چھوٹا تیز نظر آنے والا لڑکا آیا جو نصف پالش کرنے والے جیسا، نصف کلرک کی طرح لگ رہا تھا، جس کی سانس پھول رہی تھی، لیکن وہ میری طرف ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا گویا مجھے چیلنج کر رہا ہو کہ میں وہاں پر اپنی موجودگی کو قانونی طور پر ثابت کروں۔

''کیا مسٹر ٹریڈلس اندر ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''جی، جناب، لیکن وہ مصروف ہیں۔''

''میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

ایک لمحے تک میرا جائزہ لیتے رہنے کے بعد تیز نظر آنے والے لڑکے نے مجھے اندر لے جانے کا فیصلہ کر لیا، اور اس کے لیے اس نے دروازہ اور کھول دیا، پہلے مجھے اندر داخل ہونے دیا ایک کمرے میں جو ہال سے منسلک تھا اور اس کے بعد ایک چھوٹا ڈرائنگ روم تھا جہاں میں نے اپنے پرانے دوست (اس کی بھی سانس پھول رہی تھی) کو ایک اسٹول پر بیٹھا کاغذات پر جھکا ہوا پایا۔

''سبحان اللہ!'' ٹریڈلس اوپر دیکھتے ہوئے چلا پڑا ''یہ تو کاپر فیلڈ ہے'' اور آ کر مجھ سے بغل گیر ہو گیا جہاں میں نے اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔

ہم دونوں خوشی سے چیخ اٹھے۔

''میرے پیارے دوست'' ٹریڈلس جوش میں اپنے سر کے بال کھڑے کرتے ہوئے، جو

ایک نہایت غیر ضروری عمل تھا، کہا ''میرے عزیز ترین کاپر فیلڈ، میرے بہت دنوں سے غائب - دوست، تمھارا خیر مقدم کرتا ہوں۔تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے مجھے! تم کتنے اچھے لگ رہے ہو! میں کتنا خوش ہوں! میں زندگی میں اتنا خوش کبھی نہیں ہوا، میرے کاپر فیلڈ، کبھی نہیں!''

میں بھی اپنے جذبات کے اظہار سے خود کو اتنا ہی قاصر محسوس کر رہا تھا۔ پہلے تو میں بالکل کچھ بول ہی نہ پایا۔

''میرے پیارے ساتھی!'' ٹریڈلس نے کہا ''اور اتنی شہرت کے مالک میرے شاندار کاپر فیلڈ! مجھے وقار بخشنے والے، تم کب آئے، کہاں سے آئے اور تم ابھی تک کیا کرتے رہے ہو؟''

کسی بات کا جواب پانے کے لیے، جو وہ پوچھ رہا تھا، ایک لمحے کے لیے بھی توقف کیے بغیر اس نے مجھے آتش دان کے پاس ایک آرام کرسی پر تقریباً لٹا دیا اور پورے وقت ایک ہاتھ سے آگ کو کریدتا رہا اور دوسرے ہاتھ سے میرا گلوبند کھینچتا رہا اس مغالطے میں کہ یہ اوورکوٹ تھا۔ آگ کریدنے والی سلاخ کو نیچے رکھے بغیر اب اس نے پھر مجھے لپٹا لیا اور میں نے بھی اسے لپٹا لیا۔ ہنستے ہوئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے، ہم دونوں بیٹھ گئے اور ہم نے آتش دان کے اوپر سے ہاتھ ملایا۔

ٹریڈلس نے کہا، ''یہ سوچنا کہ تم اتنی جلدی گھر آ رہے ہو جتنی جلد تمھیں ضرور آ جانا چاہیے تھا، میرے پیارے بوڑھے لڑکے، اور کسی تقریب کے موقعے پر نہیں؟''

''کیسی تقریب، عزیز ٹریڈلس؟''

''سبحان اللہ!'' ٹریڈلس نے آنکھیں کھولتے ہوئے اپنے پرانے انداز میں بے ساختہ کہا ''کیا تمھیں میرا پچھلا خط نہیں ملا؟''

''بالکل نہیں، اگر اس میں کسی تقریب کا ذکر تھا۔''

''آئیں، میرے پیارے کاپر فیلڈ'' ٹریڈلس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال برابر کرتے ہوئے کہا، پھر اپنے ہاتھ میرے گھٹنوں پر رکھتے ہوئے بولا ''میری شادی ہو گئی!''

''شادی ہو گئی؟'' میں نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔

خدا خوش رکھے مجھے، ہاں!'' ٹریڈلس نے کہا ''عزت مآب ہوریس نے ـــــــ سوفی

کے ساتھ ــــــ ڈیورن شائر میں میری شادی کر دی۔ آ ئیں، میرے پیارے، وہ کھڑکی کے پردے کے پیچھے ہے! لو دیکھو!''

میری حیرت کے لیے دنیا کی سب سے پیاری لڑکی اسی لمحے ہنستی، شرماتی ہوئی اس جگہ سے نکل آئی جہاں وہ چھپی بیٹھی تھی۔ اور اب اور خوش مزاج، متین، مستعد، مسرور اور خوبصورت دلہن لگ رہی تھی، میرے خیال میں (جیسا کہ میں اس وقت بھی کہنے سے خود کو روک نہ سکا تھا) ایسی دلہن کہ دنیا نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے اسے چوم لیا جیسا کہ ایک پرانے شناسا کو کرنا چاہیے اور صدقِ دل سے ان کے ہمیشہ خوش و خرم رہنے کی تمنا کی۔

ٹریڈلس نے کہا، میرے عزیز یہ کتنا شاندار ملن ہے''تم اتنے زیادہ اچھے لگ رہے ہو، میرے عزیز کاپرفیلڈ! خدا میری روح کو خوش رکھے، کتنا خوش ہوں میں!''

میں نے بھی جواباً کہا کہ اسی طرح میں بھی بے حد خوش ہوں۔

''مجھے یقین ہے کہ میں بھی اتنی ہی خوش ہوں!'' سوفی نے شرما کر ہنستے ہوئے کہا۔

''ہم سبھی اتنے خوش ہیں جتنا کہ ممکن ہوسکتا ہے!'' ٹریڈلس نے کہا'' یہاں تک کہ لڑکیاں بھی خوش ہیں۔ میرے عزیز، میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں انھیں بھول گیا!''

''بھول گیا؟'' میں نے کہا۔

''لڑکیاں'' ٹریڈلس نے کہا''سوفی کی بہنیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہی مقیم ہیں۔ وہ لندن گھومنے آئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ، جب یہ تم ہی تھے نا، جو زینے پر گر پڑا تھا، کاپرفیلڈ؟''

''ہاں، میں ہی تھا'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تب ٹھیک ہے، جب تم زینے پر گر پڑے'' ٹریڈلس نے کہا'' اس وقت میں ان لڑکیوں کے ساتھ دھماچوکڑی میں مصروف تھا۔ ہم لوگ کھیل رہے تھے۔ لیکن اگر کوئی موکل انھیں یہ بھاگ دوڑ والا کھیل کھیلتے دیکھ لیتا تو یہ اچھی بات نہ ہوتی۔ اس لیے وہ لوگ اس کمرے میں بھاگ گئیں ــــ اور ہماری باتیں سن رہی ہیں، اس میں مجھے شبہ نہیں ہے۔'' ٹریڈلس نے دوسرے کمرے کے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے'' میں نے پھر سے ہنستے ہوئے کہا'' کہ ایسے موقعے پر آ کر میں نے

کھیل بند کرا دیا۔''

''واللہ'' ٹریڈلس نے بہت زیادہ خوش ہوتے ہوئے کہا''اگر دستک دینے کے بعد تم نے ان لوگوں کو بھاگتے اور پھر جلدی سے اپنے کنگھے اٹھانے کے لیے، جو کھیل کے دوران ان کے سر سے گر گئے تھے، پھر پاگلوں کی طرح بھاگ کر آتے دیکھا ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے۔ میری جان، لڑکیوں کو بلا لاؤ گی؟''

سوفی جلدی سے چلی گئی اور بغل والے کمرے میں ہم نے اس کے ساتھ ساری لڑکیوں کو قہقہے پر قہقہہ لگاتے سنا۔

''واقعی موسیقی جیسا، کیوں میرے عزیز کاپرفلیڈ؟'' ٹریڈلس نے کہا''یہ سننے میں بہت اچھا لگتا ہے۔ اس سے ان پرانے کمروں میں رونق آجاتی ہے۔ ایک ایسے بدقسمت غیر شادی شدہ آدمی کے لیے جو زندگی بھر تنہا رہا ہو، یہ یقیناً پرلطف ہے۔ یہ دلکش ہے۔ بے چاریاں، سوفی کی شادی ہو جانے سے ان لوگوں کا بڑا نقصان ہو گیا ——— یہ سوفی میں تمھیں پھر یقین دلاتا ہوں، کاپرفیلڈ، ہے اور ہمیشہ تھی، سب سے پیاری لڑکی! ——— اور میں بیان نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں کو اس طرح خوش دیکھ کر مجھے کتنا اچھا لگتا ہے۔ لڑکیوں کی سنگت بڑی خوش آئند ہوتی ہے، کاپرفیلڈ، یہ پیشے ورانہ نہیں ہوتی بلکہ بڑی فرحت بخش ہوتی ہے۔''

اچانک وہ ہلکا سا ہکلانے لگا کیونکہ بے حد نیک طینت ہونے کے سبب وہ ڈر گیا کہ کہیں اس کی ان باتوں سے مجھے کچھ تکلیف تو نہیں پہنچ گئی، میں نے بڑی زندہ دلی کے ساتھ ہنستے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی جس سے وہ بہت زیادہ خوش اور مطمئن ہو گیا۔

''لیکن پھر'' ٹریڈلس نے کہا''ہمارے گھریلو انتظامات، سچ پوچھو تو بالکل ہی غیر پیشے ورانہ ہیں، کاپرفیلڈ۔ یہاں تک کہ سوفی کا یہاں رہنا ہی غیر پیشے ورانہ ہے۔ اور ہم سب کے رہنے کے لیے اور کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔ ہم جہاز میں ایک چھوٹی سی کشتی پر ہیں لیکن ہم اسے جھیل لے جانے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ اور سوفی ایک غیر معمولی انتظام کار ہے! تم یہ جان کر حیران رہ جاؤ گے کہ یہ ان لڑکیوں کو کس طرح اتنی سی جگہ میں رکھتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسے ہوتا ہے۔''

''کیا بہت سی سیانی لڑکیاں تمھارے ساتھ ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

سب سے بڑی والی ''حسینوں کی ملکہ'' یہاں ہے'' ٹریڈلس نے دھیمے سے رازدارانہ انداز میں کہا۔''

کیرولین(Caroline) ـــــ اور سارہ یہاں ہے ـــــ وہی جس کے بارے میں تم سے ذکر کر چکا ہوں کہ اس کی ریڑھ میں کچھ گڑبڑی ہے، تم جانتے ہو۔ اب بہت بہتر ہے! اور وہ دونوں چھوٹی والی بہنیں جنھیں سوفی پڑھاتی ہے، ہمارے ساتھ ہی ہیں۔ اور لوئیسا(Louisa) بھی یہیں ہے۔''

''واقعی!'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''ہاں'' ٹریڈلس نے کہا ''پوراسٹ ہے ـــــ میرا مطلب کمرے صرف تین ہی ہیں، لیکن سوفی بڑے حیرت انگیز طریقے سے ساری لڑکیوں کو ایڈجسٹ کر دیتی ہے اور وہ اتنے آرام سے سوتی ہیں جتنا کہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تین اس کمرے میں'' ٹریڈلس نے ارشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ـــــ ''دو اس کمرے میں۔''

میں چاروں طرف نظریں دوڑانے سے خود کو نہ روک سکا کہ مسٹر اور مسز ٹریڈلس کے لیے جگہ کہاں ہے۔ ٹریڈلس میرا مقصد سمجھ گیا۔

''ہاں'' ٹریڈلس نے کہا ''ہم لوگ جوں توں گذر بسر کر لینے کے لیے تیار رہتے ہیں، جیسا کہ میں نے بھی کہا ہے، اور گذشتہ ہفتہ ہم نے یہیں فرش پر ایک بستر لگا لیا ہے۔ لیکن چھت پر ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ ـــــ

بہت اچھا کمرہ، جب تم اوپر چڑھ جاؤ۔ جسے سوفی نے مجھے اچنبھے میں ڈال دینے کے لیے خود تیار کیا ہے اور فی الحال وہی ہمارا کمرہ ہے۔ وہاں سے بڑا اچھا نظارہ دکھائی دیتا ہے!''

''اور بالآخر بڑی ہنسی خوشی تمھاری شادی ہوگئی، میرے پیارے ٹریڈلس!'' میں نے کہا ''مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے!''

''شکریہ، میرے پیارے کاپرفیلڈ'' اس نے پھر ایک بار ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، میں اتنا ہی خوش ہوں جتنا کہ ہوا جا سکتا ہے۔ تمھارا پرانا دوست، دیکھو'' ٹریڈلس نے فاتحانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس مخصوص گلدان اور اسٹینڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اور وہ سنگِ

مرمروالی میز بھی ہے! باقی سارا فرنیچر سادہ اور استعمال کے قابل ہے، سمجھ لو۔ اور جہاں تک پلیٹ کی بات ہے، تو خدا تمھارا بھلا کرے، ہمارے پاس ایک چمچہ تک نہیں ہے۔''

''سب کچھ خود ہی مہیا کرنا ہے؟'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بالکل'' ٹریڈلس نے جواب دیا ''سب کچھ لانا ہے۔ ہمارے پاس یقیناً چمچے کی شکل کی چیزیں ہیں کیونکہ ہمیں اپنی چائے چلانی رہتی ہے۔ لیکن وہ چیزیں برطانوی دھات کی بنی ہوئی ہیں۔''

''چاندی کی چیزیں اور چمکیں گی، جب آجائیں گی۔'' میں نے کہا۔

''یہی تو ہم لوگ بھی کہتے ہیں!'' ٹریڈلس نے بے ساختہ کہا ''سمجھ لو میرے پیارے کاپر فیلڈ۔'' پھر دھیمی آواز میں رازدارانہ لہجے میں اس نے کہا ''میرے ایک مخصوص مقدمے کی بحث نے اس پیشے میں میرا نام کر دیا، میں ڈیوان شائر پہنچا اور عزت مآب ہوریس سے الگ سے بات کی۔ میں نے انھیں تفصیل سے بتایا کہ سوفی ـــــ جو، میں تمھیں پھر یقین دلاتا ہوں، کاپر فیلڈ، سب سے پیاری لڑکی ہے!''

''مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ایسی ہی ہے!'' میں نے جلدی سے کہہ دیا۔

''وہ یقیناً ایسی ہی ہے'' ٹریڈلس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں اصل موضوع سے بھٹک رہا ہوں۔ کیا میں نے عزت مآب ہوریس کا ذکر کیا؟''

''تم نے کہا کہ تم نے ان سے تفصیل سے اس حقیقت پر ـــــ''

''بالکل ٹھیک! اس حقیقت پر کہ سوفی اور میں ایک طویل عرصے سے ایک دوسرے کے منگیتر ہیں اور اپنے والدین کی اجازت سے مجھے بڑی خوشی سے مختصر یہ کہ'' ٹریڈلس اپنی پرانی بے تکلفانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''موجودہ برطانوی دھات کی چیزوں کے ساتھ ہی مجھے قبول کر لینے کے لیے تیار ہے۔ بہت اچھا! تب میں نے عزت مآب ہوریس کے سامنے شادی کی تجویز رکھی، جو ایک شاندار پادری ہیں، کاپر فیلڈ اور انھیں ایک بشپ (Bishop) ہونا چاہیے، یا کم از کم ان کے پاس اتنا پیسہ ہونا چاہیے کہ وہ پریشانی اٹھائے بغیر آرام سے رہ سکیں ـــــ اگر میں ایسا کر سکا، یعنی سال میں ڈھائی سو پونڈ تک کی میری آمدنی ہونے لگی اور اگلے سال اس

سے کچھ زیادہ آمدنی ہوتی ہے اور میں نے اسی طرح کے ایک چھوٹے سے مکان میں اپنی گرہستی جمالی تو سوفی کو اور مجھے ایک ہو جانا چاہیے۔ میں نے یہ بھی بتادیا کہ ہم دونوں کئی برسوں سے بہت صبر سے کام لیتے رہے ہیں اور صرف اس وجہ سے کہ اپنی گھر گرہستی نہ جما کر صرف اپنے شفیق والدین کے گھر کی ذمہ داریاں ہی نہیں نبھاتے رہ جانا چاہیے ـــــ ایسا نہیں سمجھتے تم؟''

''بالکل ایسا نہیں ہونا چاہیے۔'' میں نے کہا۔

''مجھے خوشی ہے کہ تم ایسا سوچتے ہو، کاپرفیلڈ'' ٹریڈلس نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا'' کیونکہ عزت مآب ہوریس پر کوئی الزام دیے بغیر میں یقیناً یہ سوچتا ہوں کہ والدین اور بھائی وغیرہ ایسے معاملات میں کبھی کبھی خودغرض ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک! میں نے اس کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں اس کنبے کے کام آسکوں، اور اگر میں دنیا میں ترقی کرتا گیا اور انھیں کچھ ہو گیا ـــــ میں عزت مآب ہوریس کے لیے کہہ رہا ہوں۔''

''میں سمجھ رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''ـــــ یا مسز کریولر (ان کی بیوی) کو کچھ ہو جاتا ہے ـــــ تو یہ میری خواہشات کی تسکین کا باعث ہوگا کہ میں ان لڑکیوں کا سرپرست بن جاؤں۔ انھوں نے نہایت تحسین آمیز انداز میں میرے جذبات کی قدر کرتے ہوئے میری باتوں سے اتفاق کیا اور وہ اپنی اہلیہ سے اس سلسلے میں اجازت لینے اندر چلے گئے۔ اتنا سنتے ہی وہ چراغ پا ہو گئیں۔ یہ موضوع (مسز کریولر کی ناراضگی کا دکھ) ان کے پیروں سے لے کر سینے تک سوار ہو گیا اور پھر ان کے سر پر ـــــ''

''کیا سوار ہو گیا؟'' میں نے پوچھا۔

''ان کا غم'' ٹریڈلس نے سنجیدگی سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ان کے جذبات ـــــ جیسا کہ میں ایک اور موقعے پر ذکر کر چکا ہوں کہ وہ ایک غیر معمولی خاتون ہیں، لیکن ان کے اعضا بیکار ہو گئے ہیں۔ انھیں جس چیز سے بھی پریشانی ہوتی ہے، عموماً وہ ان کے پیروں میں ہی سما جاتی ہے لیکن اس بار پیر سے ہوتی ہوئی سینے پر سوار ہو گئی اور پھر سر تک پہنچ گئی اور مختصر یہ کہ ان کے پورے جسمانی نظام میں بڑے بھیانک طریقے سے سرایت کر گئی۔ بہر حال ان لوگوں نے بڑے شفیقانہ انداز سے ان کو قابو میں کیا اور کل ہماری شادی ہوئے چھ ہفتے ہو گئے۔ تم اندازہ نہیں لگا

سکتے کہ میں نے اس وقت خود کو کیسا تنگ بشر محسوس کیا، کاپر فیلڈ جب میں نے پورے کنبے کو روتے چلاتے ہر طرف بے حال پڑا دیکھا! مسز کریولر (ساس) رخصتی سے قبل تک میری طرف دیکھ تک نہ سکیں —— نہ اس وقت مجھے معاف کرسکیں، میں نے ان کی بچی کو ان سے الگ جو کر دیا تھا —— لیکن وہ ایک نیک مخلوق ہیں اور اس کے بعد سے وہ ٹھیک ہوگئی ہیں۔ آج صبح ہی مجھے ان کا ایک خوش آئند خط موصول ہوا ہے۔''

''اور میرے دوست مختصر یہ کہ'' میں نے کہا''تم خود کو اتنا ہی خوش محسوس کر رہے ہو، جتنا تم محسوس کرنے کے مستحق ہو!''

''اف! یہ تمھاری جانب داری ہے!'' ٹریڈلس نے ہنستے ہوئے کہا۔''لیکن واقعی میں قابلِ رشک حالت میں ہوں۔ میں سخت محنت سے کام کرتا ہوں اور قانون کی کتابیں خوب پڑھتا ہوں۔ میں روزانہ صبح پانچ بجے اٹھ جاتا ہوں اور یہ مجھے ذرا بھی برا نہیں لگتا۔ دن میں خود کو لڑکیوں سے چھپائے (دور) اور شام کو ان کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا ہوں۔ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ مجھے اس کا بے حد افسوس ہے کہ منگل کو وہ لوگ اپنے گھر واپس جا رہی ہیں جو میکائیلمس [1] (Michaelmas) کے پہلے والے دن سے قبل والا دن ہے لیکن یہ'' ٹریڈلس نے اپنی خود اعتمادی میں لرزہ پیدا کرتے ہوئے تیز آواز میں کہا'' آگئیں لڑکیاں''! مسٹر کاپر فیلڈ، مس کریولر —— مس سارہ —— مس لوئیسا —— مارگریٹ اور لوسی!''

''وہ بالکل جیسے گلاب کا جھنڈ معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ نہایت صحت مند اور شگفتہ نظر آ رہی تھیں۔ وہ سب خوبصورت تھیں اور مس کیرولین بے حد حسین تھی، لیکن سوفی کے بارونق خدو خال میں خوش مزاجی، محبت اور گرمجوشی جیسی خصوصیات نمایاں تھیں جو مس کیرولین کے حسن سے بہتر تھیں اور جس سے مجھے اطمینان ہوگیا کہ میرے دوست نے ٹھیک انتخاب کیا تھا۔ ہم سب آگ کے چاروں طرف بیٹھ گئے جب کہ تیز لڑکا، جواب میں سمجھ چکا تھا کہ کاغذات وغیرہ دوڑ دوڑ کر اٹھانے میں ہانپنے لگا تھا، اب پھر اس نے میز پر سے سب ہٹا دیا اور وہاں چائے کا سامان رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ دروازہ باہر سے زور سے بند کرتے ہوئے رات کو آرام کرنے کے لیے چلا گیا۔ سوفی نے بڑی

---

1. سینٹ میکائیکل کا عرس، جو 29 ر دسمبر کو منایا جاتا ہے۔

خوشی اور اطمینان کے ساتھ، جو اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی، چائے بنائی اور پھر خاموشی سے توس بنانے لگی اور ایک کونے میں آگ کے پاس بیٹھ گئی۔

اس نے ایگنیز کو دیکھا تھا، توس بناتے وقت اس نے بتایا۔ ٹام ٹریڈلس اسے ایک شادی میں کینٹ لے گئے تھے اور وہاں اس نے میری دادی کو بھی دیکھا تھا، اور میری دادی اور ایگنیز اچھی تھیں۔ اور وہ صرف میرے بارے میں ہی گفتگو کرتی رہ گئی تھیں۔ ٹام نے مجھے کبھی اپنے خیالوں سے نہیں نکالا، اسے واقعی یقین تھا، جب تک میں اس سے دور (وطن سے باہر) رہا۔ ٹام ہر چیز میں استاد تھا۔ ٹام بظاہر اس کی زندگی کا معبودِ مجازی تھا جسے کبھی کسی بھی حالت میں اس کی بنیاد سے ہلایا نہیں جا سکتا تھا، ہمیشہ بھروسا کیے جانے کے لائق، اور سوفی اپنے دل کی گہرائیوں سے پوری عقیدت کے ساتھ اس کی پرستش کرتی رہے گی، خواہ کچھ بھی ہو۔

حسینوں کی ملکہ (کیرولین) کے تئیں سوفی اور ٹریڈلس جس تعظیم کا اظہار کر رہے تھے وہ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ آیا میں اسے بہت مناسب سمجھتا تھا لیکن اسے میں بہت خوش آئند ضرور سمجھتا تھا اور یہ جیسے ان کے کردار کا ایک حصہ تھا۔ اگر ٹریڈلس کبھی ایک لمحے کے لیے بھی ان چچوں کا خیال دل سے نکال دیتا، جو ابھی آنے باقی تھے، مجھے اس میں شبہ نہیں کہ یہ وہی لمحہ ہوتا جب وہ حسینوں کی ملکہ کو اس کی چائے تھما رہا ہوتا:

اگر اس کی نیک مزاج بیوی نے کسی کے سامنے خود کو ذرا بھی حسین جتایا تو مجھے اطمینان ہے کہ یہ صرف اس وجہ سے ہوا ہوگا کہ وہ حسینوں کی ملکہ کی بہن تھی۔ کیرولین کے مزاج میں جو تھوڑی بہت ترش روئی یا تلون مزاجی میں نے محسوس کی، ٹریڈلس اور اس کی بیوی اسے اس کا پیدائشی حق اور فطری تصور کرتے تھے۔ اگر وہ شہد کی مکھیوں کی رانی مکھی پیدا ہوئی ہوتی اور وہ دونوں محنت کرنے والی مکھیاں، تو وہ لوگ خود کو اس سے زیادہ مطمئن نہ محسوس کر پاتے۔

لیکن ان دونوں کی خود فراموشی مجھے بھائی تھی۔ ان لڑکیوں پر ان کا فخر کرنا اور ہر طرح سے ان کی ناز برداری کرنا، خود ان کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کی غمازی کرتا تھا جو میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔ اگر اس شام کے دوران ٹریڈلس کو ایک بار ''ڈارلنگ'' کہہ کر مخاطب کیا گیا اور ان سے کوئی چیز یہاں لانے کو کہا گیا، یا کوئی چیز وہاں لے جانے کو کہا گیا، یا کوئی چیز اٹھانے کے لیے کہا گیا، یا کوئی

چیز رکھنے کے لیے کہا گیا، یا کوئی چیز تلاش کرنے کے لیے کہا گیا یا کہیں سے کوئی چیز اٹھالانے کے لیے کہا گیا، تو ایک گھنٹے میں کسی نہ کسی سالی نے ایسا کم از کم ایک درجن بار کہا ہوگا۔ وہ لوگ سوفی کے بغیر کچھ نہیں کر پاتی تھیں۔ کسی کی ہیر پن گر گئی تو کوئی اور نہیں بلکہ سوفی ہی اسے پھر لگا سکتی تھی۔ کوئی بھول گیا کہ کوئی مخصوص دھن کیسی تھی تو کوئی اور نہیں بلکہ سوفی ہی اس دھن کو ٹھیک سے گا کر بتا سکتی تھی۔ کوئی ڈیوان شائر میں کسی جگہ کا نام یاد کر رہا ہے تو صرف سوفی ہی اسے جانتی تھی۔ کوئی چیز لکھ کر گھر بھیجنا ہوتا تو صرف سوفی کو ہی یہ ذمہ داری سونپی جاتی کہ وہ صبح ناشتے سے پہلے یہ کام کر ڈالے۔ کسی نے بُنائی میں کچھ پھندے گرا دیے تو صرف سوفی ہی اسے پھر سے ٹھیک کر سکتی تھی۔ وہ سب وہاں کی مالکن جیسی تھیں اور سوفی اور ٹریڈلس خادموں کی طرح ان کے حکم کے منتظر رہتے۔ سوفی اپنے وقت میں کتنے بچوں کی دیکھ بھال کر سکتی تھی، میں تصور نہیں کر سکتا لیکن وہ اس کے لیے مشہور تھی کہ اسے انگریزی زبان کی وہ ساری لوریاں اور گیت یاد تھے جو بچوں کو سنائے جاتے تھے اور وہ ایک درجن گیت بچوں کی آواز میں گاتی، یکے بعد دیگرے (ہر بہن الگ الگ دھن سے گانے کی فرمائش کرتی رہتی اور عموماً آخر میں حسینوں کی ملکہ اپنی پسند کے گیت کی فرمائش کرتی) اس لیے میں مسحور ہو کر رہ جاتا۔ سب سے اچھی بات یہ تھی کہ اس پورے استحصال کے دوران ساری بہنیں سوفی اور ٹریڈلس، دونوں کے تئیں بڑی محبت اور تعظیم کا مظاہرہ کرتی رہتیں۔ مجھے یقین ہے، جب میں نے ان لوگوں سے رخصت لی اور ٹریڈلس میرے ساتھ کافی روم تک آرہا تھا تو میں نے سوچا کہ میں نے ایسا ضدی بالوں والا سر یا کوئی بھی سر بوسوں کی بوچھار سے اس طرح گھومتے نہیں دیکھا۔

مجموعی طور پر یہ ایک ایسا منظر تھا کہ جب میں ٹریڈلس کو شب بخیر کہہ کر چلا آیا تو بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچ سوچ کر خوش ہوتا رہا۔ اگر میں نے اس پژمردہ چیمبر کے اوپر ایک ہزار گلاب کے پھول کھلے ہوئے دیکھے ہوتے تو اس میں اس کی نصف رونق بھی نہ آپاتی۔ ان قانونی کتابوں، کاغذات، اٹارنی کے دفتر، چائے اور توس، بچوں والے گیت، اس پژمردہ ماحول میں، روشنائی کی بوتلیں، گرد آلود لیٹی ٹکیاں [1]، ڈرافٹ پیپر، قانونی رپٹیں اور ریٹ وغیرہ کے انبار

[1] لیس دار چیز کی خشک ٹکیا جس سے پہلے لفافے کو بند کرنے اور کاغذات کے تھے کو یکجا کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔

کے درمیان ڈیوان شائر کی ان لڑکیوں کا خیال مجھے اتنا خوشگوار اور انوکھا معلوم ہو رہا تھا کہ مجھے محسوس ہوا جیسے میں نے خواب دیکھا ہو کہ سلطان کا مشہور خاندان اتارنی کے حصے میں آ گیا ہو اور چہکتی چڑیا، گاتے پیڑ اور سُنہرا پانی۔ گریزان ہال میں لایا گیا ہو۔ کسی طرح میں نے خود کو باور کرایا کہ میں رات کے لیے ٹریڈلس سے رخصت لے چکا ہوں اور پھر کافی ہاؤس آیا، اس کے بارے میں اپنی مایوسی میں خاصی تبدیلی کے ساتھ میں سوچنے لگا کہ اب وہ ترقی کرتا جائے گا۔

کافی روم کے ایک آتش دان کے سامنے ایک کرسی کھینچ کر میں اس کے بارے میں آرام سے بیٹھ کر سوچنے لگا تو دھیرے دھیرے اس کی خوشی کے بارے میں سوچنا چھوڑ کر میں آتش دان کے جلتے کوئلوں کو غور سے دیکھنے اور سوچنے لگا، جیسے جیسے جل جل کر، ٹوٹ ٹوٹ کر ان کی شکل تبدیل ہوتی جاتی، مجھے اپنی زندگی یاد آتی جاتی۔ تین سال قبل میں جب سے انگلستان سے باہر گیا تھا میں نے کوئلے کی آگ نہیں دیکھی تھی اگرچہ لکڑی والی آگ بہت جگہ جلتے ہوئے دیکی تھی، جو جل کر سفید راکھ ہو جاتی ہے اور آتش دان میں لگے ڈھیر میں مل جاتی، جو میری مایوسی میں مجھے اپنی مری ہوئی امیدوں جیسی لگ رہی تھیں، تو یہ کچھ ناموزوں نہیں تھا۔

میں اب اپنے ماضی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ سکتا تھا، تلخی کے ساتھ نہیں، اور اپنے مستقبل کے بارے میں پورے حوصلے کے ساتھ غور کر سکتا تھا۔ گھر، اپنے بہترین معنی میں، اب میرے لیے نہیں تھا۔ جس سے میں نے اپنے لیے سچی محبت پائی ہوتی، اسے میں نے اپنی بہن بننا سکھایا تھا۔ وہ شادی کر لے گی اور اپنے پیار کے دوسرے دعویدار پا جائے گی، اور ایسا کرنے میں وہ اس محبت کو کبھی نہ جان پائے گی جو اس کے لیے میرے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ٹھیک ہی تھا کہ جذبات میں میں منہ کے بل گر پڑا تھا۔ اس کی قیمت میں ہی چکاؤں۔ میں نے جو کانٹا اسے میں نے ہی بویا تھا۔

میں سوچ رہا تھا اور میں نے اپنے تربیت یافتہ دل کو اس کے لیے آمادہ کر لیا، اور اسے بڑے عزم کے ساتھ برداشت کر لینے کا ارادہ کر لیا، اور سوچ لیا کہ خاموشی سے اس کے دل میں اسی طرح اپنی جگہ بنائے رہوں گا جیسے اس نے خاموشی سے میرے دل میں اپنی جگہ بنا رکھی ہے —— اسی لمحے میں اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی شکل دیکھنے لگتا ہوں جو ہو سکتا ہے کہ آگ سے ابھری

ہو، میری سابقہ یادداشت کے ساتھ مل کر۔

چھوٹے سے مسٹر چلپ، وہی ڈاکٹر، جن کی زحمت کا اس داستان کے اولین باب میں ذکر کر چکا ہوں، سامنے کے دوسرے کونے میں بیٹھے اخبار پڑھتے ہوئے نظر آئے۔ان پر اب عمر کا خاصا اثر نظر آنے لگا تھا لیکن ہلکے پھلکے، کم سخن اور پرسکون قسم کے چھوٹے سے آدمی، اتنے آرام سے بیٹھے تھے کہ میں نے سوچا کہ اس وقت بھی وہ اسی طرح نظر آرہے تھے جیسے وہ میری ولادت کے انتظار میں اس کمرے کے باہر بیٹھے نظر آتے رہے ہوں گے۔

مسٹر چلپ نے چھ سات سال قبل بلنڈ راسٹون چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد وہاں پھر کبھی نہیں گئے۔ وہ بڑے اطمینان سے بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، اپنا ننھا سا سر ایک طرف کو لڑھکائے ہوئے اور دوسری طرف گرم شیری (شراب) کا گلاس اپنے گھٹنے پر رکھے ہوئے۔ وہ اتنے زیادہ مہذب اور منکسر المزاج تھے کہ لگ رہا تھا جیسے وہ اخبار سے معذرت خواہ ہوں، اسے پڑھنے کی جسارت کرنے کے لیے۔

میں وہاں تک چلا گیا جہاں وہ بیٹھے تھے اور ان سے کہا ''کیسے ہیں آپ مسٹر چلپ؟''

ایک اجنبی کے اس غیر متوقع تخاطب سے وہ جیسے ہڑبڑا سے اٹھے اور اپنے مخصوص انداز میں دھیمے سے بولے ''میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب، آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ شکریہ، جناب۔ مجھے امید ہے آپ بھی اچھے ہوں گے۔''

''آپ مجھے نہیں پہچان رہے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، جناب'' مسٹر چلپ نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اور میرا جائزہ لیتے ہوئے سر ہلا کر کہا ''مجھے آپ کا چہرہ کچھ جانا پہچانا لگ رہا ہے، جناب، لیکن میں آپ کا نام نہیں یاد کر پا رہا ہوں، واقعی۔''

''اس کے باوجود کہ آپ میرا نام خود میرے جاننے سے پہلے جان گئے تھے۔'' میں نے جواباً کہا۔

''واقعی، جناب؟'' مسٹر چلپ نے حیرت سے کہا ''کیا یہ ممکن ہے کہ میں اس وقت وہاں تھا جب ـــــ ؟''

''جی ہاں'' میں نے کہا۔

''میرے عزیز!'' مسٹر چلپ نے بے ساختہ کہا'' لیکن تب سے آپ بہت زیادہ بدل گئے ہیں، جناب؟''

''شاید'' میں نے کہا۔

''ہاں، جناب'' مسٹر چاپ نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا'' امید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے، اگر میں آپ سے اپنا نام بتا دینے کے لیے کہوں؟''

میرے اپنا نام بتا دینے پر وہ واقعی آبدیدہ ہو گئے۔ پھر وہ نہایت گرمجوشی سے ہاتھ ملانے لگے، جو ان کے لیے ایک خطرناک عمل تھا، وہ عموماً اپنی کمر سے ایک آدھ انچ آگے تک ہی ہاتھ بڑھاتے تھے اور جب کوئی اسے مصافحہ کے لیے اور آگے کھینچنے کی کوشش کرتا تو جیسے وہ بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتے تھے۔ اس وقت بھی جیسے ہی میں نے ان کا ہاتھ چھوڑا، انھوں نے فوراً اپنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور اسے محفوظ واپس پا کر خاصی راحت محسوس کی۔

''میرے پیارے، جناب! مسٹر چلپ اپنا سر ایک جانب لڑھکاتے ہوئے میرا جائزہ لیتے ہوئے بولے'' آپ کا نام کاپر فیلڈ ہے، ہے نا؟ ٹھیک ہے، جناب۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کو اور قریب سے دیکھا ہوتا تو پہلے ہی جان جاتا۔ آپ کی شکل آپ کے والد سے بڑی مشابہت رکھتی ہے، جناب۔''

''مجھے اپنے والد صاحب کو دیکھ پانے کی سعادت نصیب نہیں ہو سکی۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔

''بالکل صحیح، جناب'' مسٹر چلپ نے دلاسہ دینے والے لہجے میں کہا'' اور یہ ہر طرح سے بڑی قابلِ افسوس بات ہے، جناب! ہم اس سے غافل نہیں ہیں جناب'' مسٹر چلپ نے دھیمے دھیمے اپنا ننھا سا سر پھر ہلاتے ہوئے فرمایا'' اپنے وطن کے اطراف میں آپ کی شہرت سے۔ یہاں آپ کے نام کا بڑا چرچا ہونا چاہیے، جناب'' مسٹر چلپ نے انگشتِ شہادت اپنی پیشانی پر ٹکاتے ہوئے کہا'' بڑا مشکل کام ہے آپ کا، جناب!''

''اب آپ کس علاقے میں رہتے ہیں؟'' میں نے ان کی بغل میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

میں بیوری سینٹ ایڈمنڈ (Bury ST. Edmond) سے چند میل کے فاصلے پر رہتا ہوں، جناب" مسٹر چلپ نے بتایا۔ میری بیوی کو اس طرف اپنے والد کے ورثے میں کچھ جائداد مل گئی ہے۔ میں نے وہیں پریکٹس (ڈاکٹری) شروع کر دی، جس میں آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں خاصا کامیاب ہوں۔ میری بیٹی اب ایک طویل قد دوشیزہ بن چکی ہے، جناب" مسٹر چلپ نے اپنے ننھے سر کو پھر ہلکا سا ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کی ماں نے ابھی پچھلے ہفتے ہی اس کی فراک کی دو پلیٹیں توڑی ہیں (لمبائی بڑھائی ہے) وقت اتنی تیزی سے بھاگتا ہے، جناب!"

جب ننھے آدمی نے یہ خیال ظاہر کرنے کے بعد خالی گلاس پھر ہونٹوں سے لگایا تو میں نے تجویز پیش کر دی کہ وہ گلاس پھر بھر لیں اور میں دوسرا گلاس ختم ہونے تک ان کا ساتھ دیتا رہوں گا۔

"ٹھیک ہے، جناب" انھوں نے دھیمے سے کہا" میں جتنے کا عادی ہوں، یہ اس سے زیادہ ہو جائے گی لیکن میں آپ کے ساتھ گفتگو کے لطف سے خود کو محروم نہیں رکھ سکتا۔ لگتا ہے جیسے یہ ابھی کل کی بات ہے کہ میں نے آپ کا خسرے کا علاج کیا تھا۔ آپ بہت جلد ٹھیک ہو گئے تھے، جناب!"

میں نے ان کی اس تعریف کا شکریہ ادا کیا اور ایک گلاس مزید شراب لانے کا آرڈر دے دیا جو جلد ہی مہیا کرا دی گئی "یہ بڑا عجیب سا اسراف ہے!" مسٹر چلپ نے گلاس کو ہلاتے ہوئے کہا" لیکن اس غیر معمولی موقعے پر میں خود کو اس سے روک بھی نہیں سکتا۔ آپ کی فیملی (کنبہ) نہیں ہے، جناب؟"

میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے معلوم تھا جناب کہ کچھ عرصہ قبل آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔" مسٹر چلپ نے کہا "میں نے یہ بات آپ کے سوتیلے باپ کی بہن سے سنی تھی۔ بڑے اٹل کردار کی ہیں وہ، جناب؟"

"آں، ہاں" میں نے کہا" بڑے اٹل کردار کی۔ کہاں ملیں وہ آپ کو، مسٹر چلپ؟"

"آپ کو نہیں معلوم، جناب" مسٹر چلپ نے اپنی حلیم مسکراہٹ کے ساتھ جواباً کہا" کہ آپ کے سوتیلے باپ پھر میرے پڑوسی ہو گئے ہیں؟"

"نہیں؟" میں نے کہا۔

"وہ اب پھر میرے پڑوسی بن گئے ہیں، جناب" مسٹر چلپ نے کہا" اس علاقے کی ایک

جوان عورت سے پھر شادی کر لی جس کے پاس کچھ جائداد ہے، بے چاری ـــــــ اور دماغ کا یہ کام، جناب؟ کیا آپ کو یہ ٹھکا نہیں دیتا؟'' مسٹر چلپ نے میری جانب عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے اس سوال کو نظر انداز کر دیا اور پھر مرڈ اسٹون اور ان کی بہن کے بارے میں بات کرنے لگا'' ان کے پھر شادی کر لینے کا علم تھا مجھے۔ کیا آپ وہاں جاتے رہتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

'' پابندی سے نہیں۔ میں اسی وقت بلایا جاتا ہوں جب مسٹر مرڈ اسٹون اور ان کی بہن میں ''سختی'' کا جنون بہت بڑھ جاتا ہے، جناب۔

میں نے جواب میں کچھ ایسے تاثر کے ساتھ مسٹر چلپ کی جانب دیکھا کہ اس سے ان میں اور شراب میں نیا جوش آ گیا اور انھوں نے وقفے وقفے سے سر کو کئی جھٹکے دے ڈالے پھر کچھ سوچتے ہوئے فرمایا'' آہ! میرے عزیز! ہمیں پرانا وقت یاد ہے، مسٹر کاپر فیلڈ!''

''اور بھائی بہن اب بھی اپنی پرانی روش پر ہی چل رہے ہیں، کیوں جناب؟'' میں نے کہا۔

'' ایسا ہے، جناب'' مسٹر چلپ نے جواب دیا'' ایک ڈاکٹر جس کا لوگوں کے گھر میں اتنا آنا جانا رہتا ہے، اسے وہاں اپنے کام (علاج) کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھنا سننا چاہیے۔ اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ وہ لوگ بہت سخت ہیں، جناب، یہاں کی زندگی کے لیے بھی اور اس کے بعد کی زندگی کے لیے بھی۔

''اس کے بعد کی زندگی، میرے خیال میں ان لوگوں کے مشورے کے بغیر ہی نظم و ضبط میں لائی جائے گی۔'' میں نے کہا: اس کے لیے وہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟''

مسٹر چلپ نے اپنا سر ہلایا، شراب کا گلاس چلایا اور چسکی لینے لگے۔

''وہ ایک نہایت دلکش عورت تھی، جناب!'' انھوں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''موجودہ مسز مرڈ اسٹون؟''

''ایک نہایت دلکش عورت، واقعی جناب'' مسٹر چلپ نے کہا'' اتنی ہی متین، مجھے یقین ہے، جتنا متین ہوا جا سکتا ہے! میری اہلیہ کی رائے ہے کہ شادی ہونے کے بعد سے ہی اس کا دل ٹوٹ گیا، اور اس کے حوصلے پست ہو گئے ہیں، اور اب وہ پاگل جیسی ہو گئی ہے۔ اور خواتین'' مسٹر چلپ نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا'' ان سب باتوں کا بہت اچھا مشاہدہ کرتی ہیں، جناب۔''

''میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کے اسے اپنی مرضی کے مطابق موڑنے میں وہ ٹوٹ گئی، خدا اس کی مدد کرے!'' میں نے کہا ''اور اسے اب بھی پریشان کیا جارہا ہے۔''

''ہاں، جناب شروع میں تو بڑا سخت جھگڑا ہوا کرتا تھا، میں آپ سے سچ کہتا ہوں'' مسٹر چلپ نے کہا ''لیکن اب تو وہ بس پرچھائیں جیسی ہو کر رہ گئی ہے۔ کیا آپ اس پر غور فرمائیں گے اگر میں آپ سے رازدارانہ طور پر یہ کہوں کہ جب سے ان کی بہن ان کی مدد کے لیے آ گئیں، بھائی بہن نے مل کر اب انھیں بالکل مریل پن کی حالت میں پہنچا دیا ہے؟''

میں نے انھیں بتا دیا کہ میں بڑی آسانی سے اس پر یقین کر سکتا تھا۔

''مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں'' مسٹر چلپ نے شراب کی ایک اور چسکی لے کر خود کو تازہ دم کرتے ہوئے فرمایا ''اپنے اور آپ کے مابین، جناب کہ ان کی ماں اسی غم میں مر گئیں ـــــــ یا یہ کہ ظلم، افسردگی اور فکر نے مسز مرڈاسٹون کو تقریباً مریل بنا ڈالا۔ وہ ایک بہت زندہ دل خاتون تھیں، جناب، شادی سے قبل اور ان لوگوں نے ہر وقت ناک بھوں چڑھائے رہ کر اور ان کے ساتھ بہت سختی سے پیش آ کر انھیں برباد کر ڈالا۔ اب وہ ان کے ساتھ شوہر اور نند کے بجائے ایک رکھوالی کرنے والے کی طرح پیش آتے ہیں۔ ابھی پچھلے ہفتہ ہی میری اہلیہ نے یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، جناب، کہ عورتیں ان سب باتوں کا بہت اچھا مشاہدہ کرتی ہیں!''

کیا وہ اسی طرح ناک بھوں چڑھائے ہوئے (مجھے ان لوگوں کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کرتے شرم آتی ہے) اب بھی خود کو مذہبی جتاتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''آپ سوچ سکتے ہیں، جناب'' مسٹر چلپ کے پپوٹے بالکل سرخ ہو گئے اس راز کے افشا کرنے میں جسے اب وہ بتانے جارہے تھے ''میری اہلیہ کا ایک نہایت رازدارانہ مشاہدہ۔ میری اہلیہ'' انھوں نے نہایت پرسکون اور دھیمی آواز میں کہا'' نے یہ بتا کر مجھے جیسے بجلی کا کرنٹ مار دیا ہو کہ مسٹر مرڈاسٹون خود اپنی ایک شبیہ سامنے رکھ کر اسے مافوق البشری نظرت کہتے ہیں۔ آپ قلم کے پر سے مار کر مجھے فرش پر گرا سکتے تھے، جناب، میں آپ سے سچ کہتا ہوں، جب میری اہلیہ نے مجھے یہ بتایا۔ عورتیں بڑا اچھا مشاہدہ کرتی ہیں جناب۔''

''وجدانی طور پر'' میں نے کہا، جس سے وہ باغ باغ ہو گئے۔

''میں اپنی رائے کی اس طرح حمایت کیے جانے سے بے حد خوش ہوں، جناب'' انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''یہ اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ میں کوئی غیر معالجانہ رائے ظاہر کروں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ مسٹر مرڈاسٹون کبھی کبھی عوام سے خطاب کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے ـــــ مختصر یہ، جناب، میری اہلیہ کہا کرتی ہیں ـــــ کہ مسٹر مرڈاسٹون جتنے زیادہ ظالم ہوتے جارہے ہیں، ان کی تعلیم اتنی ہی خطرناک ہوتی جارہی ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ مسز چلپ کا خیال پوری طرح صحیح ہے'' میں نے کہا۔

''مسز چلپ تو یہاں تک کہتی ہیں'' نہایت خاموش طبع اور ننھے آدمی نے اور بھی حوصلے کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی ''وہ چیز جسے لوگ اپنے مذہب کا غلط نام دیتے ہیں، وہ کچھ نہیں ہے، صرف ان کی بدمزاجی اور گھمنڈ کو راہ دینے کا ایک طریقہ ہے۔ اور آپ جانتے ہیں، میں کہوں گا جناب'' انھوں نے اپنا سر ایک طرف کو تھوڑا سا لڑھکاتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی ''کہ مجھے مسٹر اور مس مرڈاسٹون میں عہدنامہ 1 جدیدہ سے اچھی طرح واقفیت نظر نہیں آتی۔

''میں نے بھی ان میں کبھی نہیں دیکھی'' میں نے کہا۔

''سچ تو یہ ہے، جناب'' مسٹر چلپ نے کہا ''ان دونوں کو کوئی پسند نہیں کرتا اور جیسا کہ وہ لوگ اس معاملے میں بہت آزاد ہیں کہ انھیں جو کوئی پسند نہیں کرتا اسے وہ فوراً جہنم میں جھونک دیتے ہیں، ہمارے آس پاس کے لوگ برابر جہنم میں جھونکے جاتے رہتے ہیں! بہر حال جیسا کہ مسز چلپ کہتی ہیں، جناب کہ وہ لوگ مسلسل ایک سزا بھگتتے رہتے ہیں کیونکہ وہ تو اپنی توجہات کو اندر کی طرف مائل کیے رہتے ہیں اور اپنا کلیجہ ہی چبایا کرتے ہیں اور آپ جانتے ہیں اپنا کلیجہ کھانا کتنی بری خوراک ہے۔ اب، جناب، آپ کے دماغ میں جو بات تھی، اگر آپ اس پر پھر آنے کے لیے مجھے معاف کریں۔ کیا آپ اپنے دماغ کو بہت زیادہ اشتعال دیتے ہیں، جناب؟''

مجھے خود ان کے دماغ کے اشتعال کو ان کی مے نوشی کے تحت اس موضوع سے خود ان کے اپنے معاملات کی طرف موڑ دینے میں دشواری نہیں ہوئی جس کے بعد اگلے نصف گھنٹے تک وہ بالکل کھل کر بولتے رہے۔ دیگر معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کی باتوں سے میں اس

1 انجیل کا وہ حصہ جس میں شریعتِ عیسوی کا ذکر ہے۔

نتیجے پر بھی پہنچ گیا کہ وہ اس وقت گریزان کافی ہاؤس میں پاگل پن سے متعلق ایک کمیشن کے سامنے اپنی پیشہ ورانہ گواہی کے لیے آئے تھے جس میں ایک ایسے مریض کی ذہنی کیفیت کے تعین کا معاملہ درپیش تھا جو مے نوشی کی کثرت سے اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا تھا۔

''اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، جناب'' انھوں نے فرمایا'' میں ایسے موقعوں پر بہت زیادہ گھبرا اٹھتا ہوں۔ کسی کو دھمکا کر کام کرانے کی حمایت میں نہیں کر سکتا، جناب، یہ مجھے بالکل غیر انسانی رویہ لگتا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ آپ کی ولادت والی رات اس بڑی خاتون کے رویے سے خود کو پرسکون کر پانے میں مجھے کچھ وقت لگ گیا تھا، مسٹر کاپر فیلڈ؟''

میں نے انھیں بتایا کہ میں صبح اپنی دادی، اس رات والی سخت خاتون کے پاس جا رہا ہوں اور یہ کہ وہ نہایت نرم دل اور شاندار خاتون ہیں جیسا کہ وہ خود محسوس کر لیتے اگر انھوں نے دادی کو قریب سے دیکھا ہوتا۔ صرف اس امکان سے ہی کہ دادی سے ان کی ملاقات پھر کبھی ہو سکتی ہے، جیسے وہ ڈر سے گئے۔ انھوں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا'' واقعی وہ اتنی اچھی ہیں، جناب؟ سچ میں؟'' اور تقریباً اس کے فوراً بعد ہی انھوں نے ایک موم بتی مانگی اور اپنے بستر میں گھس گئے جیسے وہ کہیں اور خود کو بالکل محفوظ محسوس نہیں کر رہے تھے۔ اصل میں وہ نشے کی وجہ سے نہیں لڑکھڑا رہے تھے بلکہ مجھے سمجھنا چاہیے کہ ان کی ننھی نبض ایک منٹ میں دو تین بار زیادہ دھڑکنے لگی ہوگی جتنا کہ اس رات، جب میری دادی کو میری جگہ میری بہن کے نہ پیدا ہونے سے مایوسی ہوئی تھی اور انھوں نے اپنی ٹوپی سے ڈاکٹر چلپ کو مارنے کے لیے دھمکایا تھا۔

بہت زیادہ تھکا ہوا، میں بھی آدھی رات کو بستر پر چلا گیا، اگلا دن ڈوور کوچ پر گذارا، خیریت کے ساتھ دادی کے پرانے کمرے پر پہنچا جہاں بیٹھی وہ چائے پی رہی تھیں (اب وہ چشمہ لگائے رہتی تھیں)۔ دادی، مسٹر ڈک اور میری پرانی انا پیگٹی نے میرا استقبال کیا۔ پیگٹی اب اس گھر کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی۔ اس نے خوشی کے آنسو چھلکاتے ہوئے اپنی باہیں پھیلا دیں۔ میری دادی نے خوب لطف لیا جب ہم لوگ اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور میں نے مسٹر چلپ سے ملاقات والی بات بتائی اور یہ بتایا کہ دادی کے بارے میں ان کی کتنی خوفناک یادداشت ہے، پھر انھوں نے اور پیگٹی نے میری ماں بے چاری کے دوسرے شوہر (مرڈاسٹون) اور ان کی

’’قاتل بہن‘‘ کو خوب برا بھلا کہا ـــــ جسے اور کوئی رسمِ عرفی یا خاندانی نام دینا یا اس کے لیے اور بھی کوئی اصطلاحی نام استعمال کرنا میری دادی ہرگز گوارا نہ کرتیں، انھیں چاہے جتنی سزا یا تکلیف کیوں نہ دی جاتی۔

●●●

باب 60

ایگنیز

جب میں اور میری دادی تنہا رہ گئے تو ہم لوگ بہت رات تک باتیں کرتے رہے۔ کیسے تارکینِ وطن نے اب تک خوش وخرم اور پرامید رہنے کے علاوہ کوئی اور بات نہیں لکھی تھی، کس کس طرح مسٹر مکابر نے متعدد چھوٹی چھوٹی رقمیں اپنے "مالی بوجھ" کے تحت ادا کیں جن کے سلسلے میں ان کا رویہ تاجرانہ انداز میں اسی طرح تھا، جیسے آدمی، کے درمیان، کیسے جینٹ، جو میری دادی کے اپنے ڈوور والے مکان میں واپس آجانے پر، پھر ان کی خدمت میں آگئی تھی، اس نے بالآخر ایک شراب کی دکان چلانے والے کے ساتھ شادی کر لی اور کیسے میری دادی نے دلہن کی مدد کر کے اور شادی کی تقریب میں موجود رہ کر اپنے اسی عظیم اصول پر مہر لگادی، اس قسم کے مسائل ہماری گفتگو کے موضوعات تھے ـــــــــ کم وبیش وہی باتیں جو خطوط کے ذریعہ مجھے معلوم ہو چکی تھیں۔ مسٹر ڈک کو حسبِ معمول، بھلا نہیں دیا گیا تھا۔ میری دادی نے بتایا کہ کس طرح وہ گرفت میں آجانے والے ہر کاغذ کی نقل کر کر کے خود کو مسلسل مصروف رکھتے ہیں اور اس مصروفیت کے باعث کنگ چارلس اول کو خاطر خواہ فاصلے پر رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ کیسے یہ دادی کی زندگی کی خاص خوشیوں اور صلوں میں سے ایک تھا کہ مسٹر ڈک آزادی اور خوشی کے ساتھ رہ رہے تھے، بجائے قید وبند میں رہنے اور ہر وقت روک ٹوک کیے جانے کے، اور کیسے (ایک نیا نتیجہ نکالا تھا)

کوئی اور نہیں بلکہ صرف وہ ہی جانتی تھیں کہ مسٹر ڈک کیا تھے۔

جب ہم پہلے کی طرح آتش دان کے پاس بیٹھ گئے، تو میری دادی نے میری پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا ''ہم کینٹر بری کب جا رہے ہیں؟''

میں ایک گھوڑا کرائے پر لے لوں گا اور کل صبح اسی سے چلا جاؤں گا، دادی اگر آپ بھی میرے ساتھ نہ چلیں تو؟''

''نہیں!'' دادی نے اپنے مخصوص انداز میں جلدی سے کہہ دیا ''میں یہیں رہوں گی جہاں ہوں۔''

''تب میں گھوڑے سے چلا جاؤں گا'' میں نے کہا ''میں آج کینٹر بری میں رکے بغیر یہاں نہ آتا اگر میں آپ کے پاس نہ آ رہا ہوتا۔''

وہ خوش ہو گئیں لیکن انھوں نے جواباً کہا ''ہش، ٹراٹ، میری بوڑھی ہڈیاں کل تک تو ساتھ دے ہی دیتیں!'' اور پھر وہ دھیمے دھیمے میرا ہاتھ سہلانے لگیں، جبکہ میں غور و فکر کے ساتھ آگ کو دیکھتا رہا۔

غور و فکر کے ساتھ، کیونکہ ان پشیمانیوں کے احساس کے پھر تازہ ہوئے بغیر، جن سے میں اتنی طویل مدت تک گھرا رہا، میں یہاں پھر نہ آیا ہوتا، اور ایگنیز کے اتنی قریب۔ ہلکی ہلکی پشیمانیاں ہو سکتی تھیں یہ جنھوں نے مجھے سب کچھ سکھایا جو میں اس وقت نہ سیکھ سکا جب میری کمسنی کی زندگی میرے سامنے تھی، لیکن اس کے لیے بھی کم پچھتاوا نہیں ہو رہا تھا۔ ''اف، ٹراٹ'' مجھے لگا جیسے میں اپنی دادی کو پھر کہتے سن رہا ہوں، اور اب میں ان کو اور بہتر سمجھتا ہوں ——

''ناعاقبت اندیش، ناعاقبت اندیش، ناعاقبت اندیش!''

ہم دونوں مزید کچھ منٹ تک خاموش رہے۔ جب میں نے اپنی آنکھیں اوپر کیں تو پایا کہ وہ مستقلاً مجھے دیکھے جا رہی تھیں۔ شاید وہ میرے ذہن میں جاری کشمکش کو سمجھ رہی تھیں کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ اسے اب کوئی بھی تاڑ سکتا تھا، جیسا کہ کبھی یہ خودسر رہا ہے۔

''تم اب اس کے باپ کو سفید بالوں والے بوڑھے آدمی کے روپ میں پاؤ گے'' دادی نے کہا ''ہر اعتبار سے اب ایک بہتر آدمی —— ایک اصلاح شدہ آدمی۔ اب تم انھیں تمام انسانی

دلچسپیوں، خوشیوں اور غموں کو بس ان کے چھوٹے سے محدود پیمانے سے ناپتے ہوئے ہی نہ پاؤ گے۔ میرا یقین کرو بچے، اس طرح ناپنے سے قبل ہی اس طرح کی چیزیں بہت زیادہ سکڑ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔''

''واقعی، ہو جاتی ہوں گی'' میں نے کہا۔

''تم اسے پاؤ گے'' میری دادی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''اتنی ہی نیک، اتنی ہی حسین، اتنی ہی مستعد اور مخلص، اتنی ہی خود سے لاتعلق جتنی کہ وہ ہمیشہ رہی ہے۔ اگر مجھے تحسین کے اور بھی اچھے الفاظ آتے ہوتے، ٹراٹ، تو میں انھیں بھی اس کی تعریف کے لیے استعمال کر ڈالتی۔''

اس کی تعریف وتحسین کے لیے اس سے بہتر الفاظ نہیں تھے، اور اس سے زیادہ پچھتاوا میرے لیے نہیں تھا۔ اف، میں ابھی تک کیسا بھٹکتا رہا ہوں!

''اگر وہ ان لڑکیوں کو ٹریننگ دے رہی ہے، جو اس کے اردگرد ہیں، انھیں اپنی طرح بنانے کے لیے'' دادی نے نہایت خلوص سے یہاں تک کہ اپنی آنکھوں میں آنسو چھلکاتے ہوئے کہا ''خدا جانتا ہے، اس کی زندگی بہت اچھی طرح مصروف گذرے گی! کارآمد اور پُرمسرت، جیسا کہ اس روز انھوں نے کہا تھا! وہ کارآمد اور پُرمسرت کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے!''

''کیا ایگنیز کا کوئی —— '' جیسے میں بولنے کے بجائے زور زور سوچ رہا تھا۔

''آئیں؟ کوئی کیا؟'' دادی نے جلدی سے پوچھا۔

''کوئی عاشق؟'' میں نے کہا۔

''بے شمار'' دادی نے فخریہ انداز میں بے ساختہ کہا۔ ''جب سے تم یہاں سے گئے، وہ بیس مرتبہ شادی کر سکتی تھی، میرے منے!''

''بے شک'' میں نے کہا ''اس میں شبہ نہیں۔ لیکن اس کا ایسا کوئی عاشق ہے جو اس کے لائق ہو؟ ایگنیز، اس کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں سوچ سکتی؟''

میری دادی کچھ لمحے تک اپنی ٹھوڑی ہاتھ پر ٹکائے غور وخوض کرتی رہیں پھر دھیرے دھیرے اپنی آنکھیں میری جانب کرتی ہوئی بولیں:

''مجھے شک ہے کہ کسی سے اس کا لگاؤ ہے، ٹراٹ۔''

''کامیاب عشق کہا جاسکتا ہے اسے؟'' میں نے پوچھا۔

''ٹراٹ'' دادی نے بڑی سنجیدگی سے کہا ''میں کہہ نہیں سکتی۔ مجھے تم سے اتنا بھی کہنے کا حق نہیں ہے۔ اس نے کبھی مجھ سے کسی قسم کی بات نہیں کی، لیکن مجھے شک ہے۔''

وہ مجھے اتنی غور سے اور فکر مندانہ انداز میں دیکھنے لگیں (یہاں تک کہ میں نے انھیں لرزتے دیکھا) کہ اب میں نے پہلے سے زیادہ محسوس کیا کہ پچھلے کچھ دنوں سے میرے ذہن میں آرہے خیالات کو وہ سمجھنے لگی ہیں۔ میں ان سبھی ارادوں اور خیالات کو، جو اس زمانے میں رات دن میرے ذہن میں آتے رہتے تھے، اور اس کشمکش کو جو میرے دل میں رہا کرتی تھی، یاد کرتے ہوئے خود میں حوصلہ پیدا کرنے لگا تھا۔

''اگر ایسا ہو'' میں نے کہنا شروع کیا ''اور مجھے امید ہے کہ ایسا ہے ــــ''

''میں نہیں جانتی کہ یہ کیا ہے'' دادی نے جلدی سے کہہ دیا ''تمھیں صرف میرے شکوک کی بنا پر کوئی رائے نہیں قائم کر لینی چاہیے۔ تم اسے راز میں ہی رکھو۔ شکوک بہت ہلکے ہیں، شاید۔ اس کے بارے میں کچھ کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے۔''

''اگر یہ ایسا ہو'' میں نے دہرایا ''تو ایگنیز مناسب وقت پر مجھ سے خود ہی بتا دے گی۔ ایک ایسی بہن جس پر میں نے اتنا اعتماد کیا ہے اور اس سے کبھی کچھ چھپایا نہیں، دادی، وہ مجھے اپنے اعتماد میں لینے میں ہچکچے گی نہیں۔''

دادی نے اپنی آنکھیں میری طرف سے دھیرے دھیرے اسی طرح ہٹا لیں جیسے انھوں نے مجھ پر جمائی تھیں اور پھر انھیں غور و فکر کے ساتھ ایک ہاتھ سے ڈھانپ لیا۔ پھر دھیرے دھیرے انھوں نے اپنا دوسرا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا اور ہم دونوں اسی طرح بیٹھے ایک لفظ بولے بغیر ماضی میں دیکھتے رہے جب تک کہ ہم سونے کے لیے جدا نہیں ہو گئے۔

صبح سویرے میں اپنے اسکول کے دنوں کے پرانے مناظر دیکھتا ہوا گھوڑے پر چلا جا رہا تھا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اب بھی میں بہت خوش ہو چکا تھا، اس خیال سے کہ میں اب خود پر فتح پاتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ اس خیال کے آجانے پر بھی کہ میں جلد ہی پھر اس کا چہرہ دیکھنے جا رہا ہوں۔

اچھی طرح ذہن نشیں میدان جلد ہی گذر گیا اور میں ان خاموش گلیوں میں پہنچ گیا جہاں کا

ہر پتھر میرے لیے ایک لڑکے کی کتاب جیسا تھا۔ میں پرانے گھر تک پیدل ہی گیا جسے دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور اس میں داخل ہونے کی ہمت نہ کرتے ہوئے میں اس سے آگے نکل گیا۔ میں پھر واپس آیا اور وہاں سے گذرتے ہوئے نیچی کھڑکی سے اس چھوٹے سے کمرے کو دیکھا، جہاں پہلے یورایا ہیپ، پھر بعد میں مسٹر مکابر بیٹھا کرتے تھے ورنہ تو اب یہ ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم بنا دیا گیا تھا اور اب اس میں دفتر نہیں رہ گیا تھا۔ باقی یہ متین پرانا مکان اب بھی اسی طرح صاف ستھرا اور سلیقے سے رکھا گیا تھا جیسے یہ اس وقت تھا جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ نئی ملازمہ جس نے مجھے گھر میں داخل ہو جانے دیا، اس سے میں نے کہا کہ وہ مس وک فیلڈ (ایگنیز) سے بتا دے کہ ان کے ایک دوست ان کا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے اس پر پرانے زینے سے اوپر جانے کے لیے کہا (زینے پر سنبھال سنبھال کر قدم رکھ رہا تھا کیوں کہ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا) میں ڈرائنگ روم میں پہنچا جس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ کتابیں جو میں اور ایگنیز ساتھ ساتھ پڑھا کرتے تھے اسی طرح الماری پر رکھی ہوئی تھیں اور ڈسک جہاں بیٹھ کر میں اپنا سبق یاد کیا کرتا تھا، کئی کئی رات، اب بھی میز کے کنارے اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ ایسی ساری تبدیلیاں جو ہیپ اور اس کی ماں کے یہاں رہنے کے زمانے میں آ گئی تھیں، انھیں پھر اسی طرح بدل دیا گیا۔ ہر چیز اسی طرح تھی جیسے کہ ہمارے خوشی کے دنوں میں رہا کرتی تھی۔

میں ایک کھڑکی میں کھڑا ہو گیا اور سامنے کے مکانوں کے اس پار پرانی گلیوں کو دیکھنے لگا، یاد کرتے ہوئے کہ میں بارش کی سہ پہر میں انھیں کس طرح دیکھتا رہتا تھا، جب وہاں میں پہلی بار آیا تھا اور میں زینے کے اوپر نیچے آنے جانے والوں کے بارے میں کیا کیا سوچتا تھا، جو کسی کھڑکی کے سامنے نظر آ جاتے تھے، جبکہ خواتین سڑک کی پٹری (کھرنجے کی) پر اپنے اوپری جوتے [1] (Patten) جما جما کر رکھتی چلی جاتی تھیں اور بوجھل بارش کا پانی ڈھلواں نالیوں میں چلا جاتا اور اکٹھا ہو کر سڑک پر بہنے لگتا اس احساس سے، جس سے میں ان دنوں آوارہ گردوں کو بھیگی شام کے دھندلکے میں شہر میں آتے دیکھتا جو اپنی گٹھری ڈنڈے کے ایک سرے میں ٹانگ کر اپنے کندھے پر

---

[1] جوتے کے اوپر پہننے کا جوتا جس کا تلا لکڑی کا اور اوپر کے حصے پر لوہے وغیرہ کا حلقہ لگا رہتا ہے۔ یہ اصل جوتے کو کیچڑ میں اٹھانے کا کام دیتا ہے۔

رکھے رہتے، اس کی یاد پھر تازہ ہوگئی، اسی طرح گیلی مٹی، بھیگی پتیوں اور گلاب کی جھاڑیوں کی مہک سے بھری، اور مشقت آمیز سفر کے دوران میرے اوپر سے بہنے والی ہوا کی سنسناہٹ کی یاد آ گئی۔

تختے کی دیوار میں چھوٹا سا دروازہ کھلنے پر میں آگے بڑھ کر مڑ گیا۔ اس کی حسین چمکتی آنکھیں مجھ سے چار ہوئیں جب وہ میری طرف بڑھی، پھر وہ رک گئی اور اس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھ لیا اور میں نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

''ایگنیز! میری پیاری لڑکی! میں بہت جلد اچانک تمھارے پاس آ گیا۔''

''نہیں نہیں! میں تمھیں دیکھ کر بے حد خوش ہوں، ٹراٹ ووڈ!''

''پیاری ایگنیز، تمھیں ایک بار پھر دیکھ کر خوشی تو مجھے ہو رہی ہے!''

میں نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور کچھ لمحوں تک ہم دونوں بالکل خاموش رہے۔ اب ہم دونوں اغل بغل بیٹھ گئے اور اس نے اپنا معصوم چہرہ میری طرف کرتے ہوئے میرا استقبال کیا جس کا خواب میں پورے سال جاگتے، سوتے دیکھتا رہا تھا۔

وہ اتنی کھری تھی، وہ اتنی خوبصورت تھی، وہ اتنی نیک تھی ـــــ میں اس کا اتنا شکر گذار اور احسان مند تھا، وہ مجھے اتنی ہی عزیز تھی کہ میں جو کچھ محسوس کر رہا تھا، اس کے اظہار کے لیے میرے منھ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ میں نے اسے دعائیں دینے کی کوشش کی، اس کا شکریہ ادا کرنا چاہا، اس سے بتانے کی کوشش کی (جیسا کہ اکثر میں خط میں کیا کرتا تھا) کہ اس نے مجھ پر کتنا اثر ڈالا ہے، لیکن میری ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ میری محبت اور خوشی گونگی ہوگئی تھیں۔

اپنی خوش طبعی اور سکون سے اس نے میرے ہیجان کو ختم کر دیا۔ وہ مجھے اس وقت کی یادوں میں واپس لے گئی جب میں پچھلی بار اس سے جدا ہوا تھا، اس نے مجھ سے ایملی کے بارے میں باتیں کیں جس سے وہ چھپ کر کئی بار مل چکی تھی، اس نے مجھ سے ڈورا کی قبر کے بارے میں باتیں کیں۔ اس نیک دل لڑکی نے نہایت ہوشیاری سے میری یادداشت کے تاروں کو اتنی اپنائیت اور آہستگی سے چھوا کہ میں نے ایک بھی جھٹکا محسوس نہ کیا۔ میں دور سے آتی غمگین موسیقی کی آواز سن رہا تھا اور اس میں ڈوب جانا چاہتا تھا۔ میں کیسے ایسا کر سکتا تھا، جب اس سب کے ساتھ اس کا پیارا وجود بھی شامل تھا، میری زندگی کی فرشتہ خو ـــــ بہی خواہ۔

''اورتم، ایگنیز'' میں نے دھیرے دھیرے پوچھنا شروع کیا ''اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ مجھے۔تم نے مشکل سے ہی کبھی خود اپنی زندگی کے بارے میں بتایا ہے، اس طویل مدت کے دوران۔''

''مجھے اپنے بارے میں کیا بتانا ہے؟'' اس نے اپنی روشن مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا ''پاپا اچھے ہیں۔تم یہاں ہم لوگوں کو آرام سے دیکھ ہی رہے ہو۔ ہماری پریشانیاں دور ہو چکی ہیں، ہمارا مکان ہم کو پھر مل گیا اور اتنا جاننے کے بعد پیارے ٹراٹ ووڈ، تم سب کچھ جان گئے۔''

''بس، ایگنیز؟'' میں نے کہا۔

اس نے عجیب نظروں سے مجھے دیکھا۔

''اور کچھ بتانے کو نہیں رہ گیا، میری بہن؟ میں نے کہا۔ اس کے چہرے کا رنگ جو ابھی اڑ گیا تھا پھر واپس آیا، اور پھر اڑ گیا۔ وہ مسکرادی، میرے خیال میں خاموش افسردگی کے ساتھ، اور اس نے سر ہلا دیا۔

میں اسے اس طرف لے آنا چاہتا تھا، جس طرف دادی نے اشارہ کیا تھا۔ کیونکہ اس کا اعتماد حاصل کر کے اس سے یہ بات جان کر میرے دل کو کتنی چوٹ پہنچتی، اس کے لیے مجھے اپنے دل کو تیار کرنا تھا اور اس کے تئیں اپنے فرض کو نبھانا تھا۔ بہر حال میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ الجھن میں تھی اس لیے میں نے پھر یہ بات نہیں چھیڑی۔

''تمھیں بہت کچھ کرنا ہے پیاری ایگنیز؟''

''اپنے اسکول میں؟'' اس نے اپنا روشن چہرہ میری جانب کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں اس میں بڑی محنت پڑتی ہے، ہے نا؟''

''محنت مجھے اتنی خوشگوار محسوس ہوتی ہے'' اس نے جواباً کہا'' کہ اسے اس (محنت) نام سے کہتے ہوئے مجھے اچھا نہیں لگتا۔

''کوئی بھی اچھا کام تمھارے لیے مشکل نہیں رہتا'' میں نے کہا۔

اس کے چہرے پر ایک بار پھر رنگ آیا اور چلا گیا، اور ایک بار پھر جب اس نے اپنا سر جھکا یا تو میں نے پھر وہی افسردہ مسکراہٹ دیکھی۔

''تم انتظار کرو گے اور پاپا سے مل کر جاؤ گے'' ایگنیز نے خوشی خوشی کہا ''اور آج کا دن ہمارے ساتھ گذارو گے؟ شاید تم اپنے کمرے میں ہی سوؤ گے؟ ہم ہمیشہ اسے تمھارا کمرہ ہی کہتے ہیں۔''

میں ایسا نہ کر سکا کیونکہ اپنی دادی سے میں وعدہ کر کے آیا تھا کہ رات کو واپس آ جاؤں گا لیکن دن میں نے خوب خوشی سے گذارا۔

''میں کچھ دیر کے لیے مقید ہونے جا رہی ہوں'' ایگنیز نے کہا ''لیکن پرانی کتابیں یہ رکھی ہیں ٹراٹ ووڈ اور پرانا بربط۔''

''پرانے پھول تک رکھے ہیں ابھی'' میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا ''یا پھر پرانے قسم کے۔''

''مجھے اچھا لگتا ہے'' ایگنیز نے مسکراتے ہوئے کہا ''تمھاری غیر حاضری میں ہر چیز اسی طرح رکھنا جیسے اس وقت رکھی جاتی تھی جب ہم دونوں بچے تھے۔ کیونکہ تب ہم بہت خوش رہا کرتے تھے، میں سوچتی ہوں۔''

''خدا جانتا ہے کہ ہم بہت خوش رہتے تھے!'' میں نے کہا۔

اور ہر وہ چھوٹی چیز بھی جو مجھے اپنے بھائی کی یاد دلا دے'' ایگنیز نے اپنی پر خلوص آنکھیں خوشی سے میری طرف کرتے ہوئے کہا ''میری خوش گوار ساتھی رہی ہے۔ یہاں تک کہ یہ (مجھے کنجیوں سے بھری باسکٹ دکھاتے ہوئے) بھی جیسے پرانی دھن سے بجتی رہتی ہے!''

وہ پھر مسکرا پڑی اور اسی دروازے سے واپس چلی گئی جس سے وہ آئی تھی۔

مجھے اس کی بہن والی محبت کا تحفظ اپنے مذہبی عقیدے سے پورے احتیاط سے کرنا تھا۔ اب میرے پاس یہی ایک پونجی رہ گئی تھی اور میرے لیے یہ خزانہ جیسی تھی۔ اگر میں نے اس کے استعمال میں ایک بار پاک اعتماد کی بنیاد ہلا دی، جس خوبی سے یہ مجھے دی گئی تھی، تو یہ ہمیشہ کے لیے کھو جائے گی اور پھر کبھی نہیں واپس مل پائے گی۔ میں نے یہ بات دل میں خوب اچھی طرح سمجھ لی۔ میں اس سے جتنی زیادہ محبت کرتا جاتا، اتنا ہی میرا یہ احساس بڑھتا جاتا کہ مجھے کبھی اس بات کو بھولنا نہیں ہے۔

پھر میں پرانی گلیوں میں گھومنے لگا، اور ایک بار پھر اپنے پرانے دشمن قصاب کو دیکھا۔

—— اب وہ ایک کانسٹبل بن چکا تھا اور دکان میں اس کا ڈنڈا ٹنگا ہوا تھا —— میں نشیب میں اس جگہ کو دیکھنے چلا گیا جہاں میں نے اس سے کشتی لڑی تھی اور وہاں مجھے مس شفرڈ اور سب سے بڑی والی مس لارکنس کا خیال آ گیا، اور اس زمانے کی فضول قسم کی محبتیں اور پسند ناپسند کی یاد آ گئی، اس وقت کی چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں بچی رہ گئی تھی، بجز ایگنیز کے، اور وہ میرے اوپر ایک ستارہ جیسی تھی جو پہلے سے بھی زیادہ روشن اور بلند ہوتا جا رہا تھا۔

جب میں لوٹ کر آیا تو مسٹر وک فیلڈ گھر آ چکے تھے، اپنے اس باغ سے جو شہر سے چند میل کی دوری پر واقع تھا، جہاں اب وہ تقریباً روزانہ جایا کرتے تھے۔ میں نے انھیں اسی طرح پایا جیسے میری دادی نے ان کے بارے میں بتایا تھا۔ ہم کوئی نصف درجن چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ وہ دیوار پر ٹنگی اپنی خوبصورت تصویر کی پرچھائیں لگ رہے تھے۔

میری یادداشت میں محفوظ وہاں کے پہلے والے سکون وراحت کی یاد پھر تازہ ہو گئی۔

جب ہم کھانا کھا چکے، مسٹر وک فیلڈ نے شراب نہیں لی، میری بھی خواہش نہیں ہوئی، ہم لوگ اوپر چلے گئے جہاں ایگنیز اور اس کی شاگرد بچیاں گانے، کھیلنے اور کام سیکھنے میں مشغول تھیں۔ چائے کے بعد بچیاں اپنے اپنے گھر چلی گئیں اور ہم تینوں ساتھ بیٹھ کر گذرے ہوئے دنوں کی باتیں کرنے لگے۔

''ان میں میرا حصہ'' مسٹر وک فیلڈ نے اپنا سفید سر ہلاتے ہوئے کہا ''بہت افسوس کرنے کا ہے —— بہت گہرے افسوس اور ندامت کا، ٹراٹ ووڈ، تم اچھی طرح جانتے ہو۔ لیکن میں اسے ختم نہ کرتا اگر یہ میرے اختیار میں ہوتا۔''

میں نے ان کے چہرے کو دیکھ کر اس پر صدق دل سے یقین کر لیا۔

''مجھے اسے اب ختم کر دینا چاہیے'' انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''ایسا صبر اور خود کو وقف کر دینے کا جذبہ، ایسی پاکیزگی، بچی کی ایسی محبت، جسے مجھے بھولنا نہیں چاہیے! چاہے خود کو بھول جاؤں۔''

''میں آپ کی بات سمجھتا ہوں، جناب'' میں نے شفقت سے کہا۔ میں اس کا قائل ہوں —— میں ہمیشہ اس کا قائل رہا ہوں —— انتہائی تعظیم کے ساتھ۔''

''لیکن کوئی نہیں جانتا، یہاں تک کہ تم بھی نہیں جانتے'' انھوں نے جواباً کہا'' اس نے کتنا کیا ہے، اس نے کتنا جھیلا ہے، کتنی تکلیف اٹھائی ہے اس نے —— پیاری ایگنیز!''

اس نے اپنا سر شفقت سے ان کے بازو پر رکھ دیا، انھیں چپ کرانے کے لیے، اور وہ پیلی، بالکل پیلی پڑ گئی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے!'' انھوں نے لمبی سانس بھرتے ہوئے اس کی بات پر دھیان نہ دیتے ہوئے کہا، جیسا کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ میری دادی نے اس کے بارے میں جو بتایا تھا، اس کی کچھ آزمائش سے وہ گذر رہی تھی یا گذرنے والی تھی۔ ''ہاں، میں نے تم سے کبھی نہیں بتایا ٹراٹ ووڈ، اس کی ماں کے بارے میں۔ بتایا ہے کبھی کچھ؟''

''کبھی نہیں، جناب۔''

''یہ بہت بڑی بات نہیں ہے —— اگرچہ جھیل لے جانا بہت بڑی بات تھی۔ انھوں نے اپنے والد کی مرضی کے خلاف مجھ سے شادی کی تھی اور انھوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ایگنیز کے پیدا ہونے سے قبل وہ ان سے بہت گڑگڑائیں کہ وہ انھیں معاف کردیں۔ وہ بہت سخت آدمی تھے اور میری بیوی کی ماں بہت پہلے مر چکی تھیں۔ انھوں نے ان کی التجا رد کردی۔ انھوں نے ان کا دل توڑ دیا۔''

ایگنیز ان کی شانے پر جھول گئی اور اس نے اپنی بانہہ ان کی گردن میں حمائل کردی۔

''وہ بڑی شفیق اور نیک دل تھیں'' انھوں نے کہا'' اور ان کا دل توڑ دیا گیا۔ میں ان کے نرم دل کو بڑی اچھی طرح جانتا تھا۔ کوئی نہیں جان سکتا تھا، اگر میں نہیں جانتا تھا۔ وہ مجھے بہت چاہتی تھیں، لیکن کبھی خوش نہیں رہیں۔ وہ ہمیشہ دل ہی دل میں اس اذیت کو سہتی رہیں۔ آخری بار جب ان کے باپ نے ان کی گذارش پھر ٹھکرا دی تو وہ بے حد دل شکستہ ہو چکی تھیں —— ان کے باپ نے پہلی بار ایسا نہیں کیا تھا، بہت بار —— اور گھل گھل کر وہ مرہی گئیں۔ وہ میری ایگنیز کو دو ہفتے کی چھوڑ کر گئیں، اور میرے بھورے بال، یاد کرو جب تم پہلی بار یہاں آئے تھے۔''

انھوں نے ایگنیز کا رخسار چوم لیا۔

''اپنی پیاری بچی کے لیے میرا پیار ایک مرض جیسا پیار تھا، لیکن میرا ذہن تب بالکل ٹھیک نہیں رہتا تھا۔ اس کے بارے میں میں کچھ اور نہیں کہتا۔ میں اپنے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں،

ٹراٹ ووڈ، بلکہ اس کی ماں کے بارے میں اور اس کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ اگر میں تمھیں ذرا سا اشارہ بھر کر دوں کہ میں کیا ہوں، یا کیا رہا ہوں، تم اسے اچھی طرح جان جاؤ گے، میں جانتا ہوں۔ ایگنیز کیا ہے، مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، میں نے ہمیشہ اس کے کردار میں اس کی ماں کی جھلک دیکھی ہے۔ اور میں آج رات، جب ہم تینوں، اتنی بڑی بڑی تبدیلیوں کے بعد پھر ایک جگہ ساتھ ساتھ ہیں، میں تم سے یہ بتا رہا ہوں۔ اور میں نے اس کے بارے میں سب کچھ کہہ دیا ہے۔''

ان کا جھکا ہوا سر، اور ایگنیز کا فرشتوں جیسا چہرہ اور باپ کے تئیں بیٹی کا فرض، یہ سب مل کر اس سے زیادہ دردناک معنی پیدا کر رہے تھے، جتنا کہ اس سے قبل۔ اگر میں آج کی رات ہمارے پھر ایک ہو جانے کی یادگار کے طور پر کچھ یاد رکھنا چاہتا تو وہ یہی منظر ہوتا۔

ایگنیز کافی پہلے اپنے باپ کے شانے پر سے اٹھ گئی تھی اور اب وہ دھیمے دھیمے پیانو کی طرف گئی اور اس پر کچھ پرانی دھنیں بجانے لگی جنھیں ہم نے اکثر وہاں سنا تھا۔

''کیا تمھارا پھر باہر جانے کا کوئی ارادہ ہے؟'' ایگنیز نے مجھ سے پوچھا، جب میں اس کی بغل میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

''اس سلسلے میں میری بہن کیا کہہ رہی ہے؟''

''مجھے امید ہے کہ اب نہیں جاؤ گے۔''

''تب میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے، ایگنیز۔''

''میں سمجھتی ہوں کہ تمھیں نہیں جانا چاہیے ٹراٹ ووڈ، اگر تم مجھ سے پوچھ رہے ہو'' اس نے شفیقانہ لہجے میں کہا ''تمھاری بڑھتی شہرت اور کامیابی مزید بہتر لکھنے کے لیے تقویت پہنچا رہی ہے، اور اگر میں نے اپنے بھائی کو یوں ہی چھوڑ دیا، تو پھر شاید وقت نکل جائے گا۔''

''میں جو کچھ بھی ہوں، تمھیں نے مجھے بنایا ہے، ایگنیز۔ تم اسے بہتر سمجھ سکتی ہو۔''

''میں نے بنایا ہے تمھیں، ٹراٹ ووڈ؟''

''ہاں! ایگنیز، میری عزیز!'' میں نے اس کے اوپر جھکتے ہوئے کہا ''آج جب ہم ملے، تب ہی میں نے تم سے بتانے کی کوشش کی، کچھ ایسی بات جو ڈورا کے انتقال کے بعد سے میرے ذہن میں آتی رہی ہے۔ یاد ہے تمھیں، جب تم نیچے ہمارے چھوٹے سے کمرے میں

آئی تھیں۔ ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے، ایگنیز؟''

''اف، ٹراٹ ووڈ!'' اس نے آنکھوں میں آنسو چھلکاتے ہوئے کہا ''اتنی پیاری، اتنی وفادار اور اتنی کمسن! کیا میں کبھی بھول سکتی ہوں؟''

''تم تب جیسی تھیں، میری بہن، تب سے اکثر میں نے سوچا ہے کہ تم میرے لیے ہمیشہ ویسی ہی رہی ہو۔ ہمیشہ اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، ایگنیز، ہمیشہ مجھے بہتری کی طرف لے جاتے ہوئے، ہمیشہ مجھے اونچے کاموں کے لیے ہدایت دیتے ہوئے!''

اس نے صرف اپنا سر ہلا دیا، اس کے آنسوؤں کے بیچ میں نے وہی مغموم خاموش مسکراہٹ دیکھی۔

''اور میں اس کے لیے تمھارا شکر گزار ہوں، ایگنیز، تم سے ایسا بندھا ہوا ہوں کہ میرے دل کی محبت کے لیے کوئی نام نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے جان سکو، لیکن یہ نہیں جانتا کہ اسے میں تمھیں کس طرح بتاؤں، کہ میں تمام عمر تمھاری ہی طرف دیکھتا رہوں گا، اور تم جیسا کہو گی، ویسا ہی کروں گا، جیسے کہ میں نے اس مصیبت میں کیا تھا، جو اب گذر چکی ہے۔ جو بھی پڑے، تم چاہے جو نئے تعلقات بناؤ، ہم میں، تم میں جو بھی تبدیلیاں آجائیں، میں ہمیشہ تمھاری طرف ہی دیکھتا رہوں گا اور تمھیں چاہتا رہوں گا، جیسا کہ میں ابھی کر رہا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہا ہوں۔ تم ہمیشہ میرے لیے راحت اور تقویت کا ذریعہ رہو گی، جیسا کہ ہمیشہ رہی ہو، آخری دم تک، میری پیاری بہن، میں ہمیشہ تمھیں اپنے سامنے دیکھتا رہوں گا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے!''

اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ اسے مجھ پر اور میں نے جو کچھ ابھی کہا ہے، اس پر فخر ہے۔ ہر چند کہ میں نے اس کی اس سے بہت زیادہ تعریف کر ڈالی جتنے کی وہ مستحق تھی، پھر وہ خاموشی سے پیانو بجانے لگی لیکن اپنی نظریں مجھ پر سے ہٹائے بغیر۔

''جانتی ہو، آج رات میں نے کیا سنا ہے، ایگنیز'' میں نے کہا ''حیرت انگیز طور پر یہ اس احساس کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے جو تم سے پہلی بار ملنے پر تمھارے بارے میں ہوا تھا —— جس احساس کے ساتھ میں اپنے اسکول کے دنوں میں تمھاری بغل میں بیٹھتا تھا؟''

''تم جانتے تھے کہ میری ماں نہیں تھیں'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''اور مجھ پر

ترس کھاتے تھے تم۔''

''اس سے بھی زیادہ، ایگنیز، میں جانتا تھا، تقریباً اسی طرح جیسے میں یہ بات جانتا تھا، کہ کوئی ناقابلِ تشریح نرم و نازک خیال تمھیں پریشان کیے رہتا ہے، کچھ ایسی بات جو کسی اور کے لیے غم ناک ہو سکتی تھی (جیسا کہ میں اب سمجھ سکتا ہوں کہ یہ تھی) لیکن تمھارے لیے ایسی نہیں تھی۔''

وہ اب بھی مجھے دیکھتے ہوئے ہلکے ہلکے پیانو بجاتی رہی۔

''کیا تم میرے اس طرح کے واہموں پر ہنسو گی، ایگنیز؟''

''نہیں!''

''یا میرے یہ کہنے پر کہ مجھے واقعی یقین ہے کہ میں نے اس وقت بھی محسوس کیا تھا، کہ تم ہر طرح کی حوصلہ شکنی کے باوجود، ہمیشہ وفاداری کے ساتھ ایسی ہی شفیق رہی ہو اور ہمیشہ ایسی ہی رہو گی، جب تک کہ تم زندہ ہو؟'' کیا تم میرے خواب پر ہنسو گی نہیں!''

''ارے نہیں، ارے نہیں!''

ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر تفکرات کا سایہ آ کر گذر گیا، لیکن اس کے آتے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ گذر گیا، اور وہ اسی طرح پیانو بجاتی رہ گئی، اپنی افسردہ مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھتے ہوئے۔

جب میں سناٹی رات میں واپس لوٹ رہا تھا، ہوا میرے پاس سے ایک بیقرار یاد کی طرح بہتی ہوئی، میں نے اس کے بارے میں سوچا اور ڈر گیا کہ وہ خوش نہیں تھی۔ میں خوش نہیں تھا، لیکن اب میں نے بڑی ایمانداری کے ساتھ ماضی کو مہر بند کر دیا اور اس کے بارے میں سوچتے ہوئے، ہاتھ اٹھائے ہوئے، مجھے ایسا لگا جیسے وہ میرے اوپر آسمان کی طرف اشارہ کر رہی ہے، جہاں آنے والے پردۂ راز میں اس سے اس طرح محبت کر سکوں، جیسے اس سے قبل اس روئے زمین پر کوئی جانتا تک نہ تھا اور اس سے بتاؤں کہ جب میں نے اسے یہاں پیار کیا تو میرے اندر کیسا ہیجان برپا تھا۔

●●●

باب 61

مجھے دو دلچسپ قیدی دکھائے گئے

کچھ وقت کے لیے بہرصورت، جب تک میری یہ کتاب مکمل نہیں ہوگئی جو کئی مہینوں کی محنت کا نتیجہ تھی ـــــــ میں نے اپنا مسکن ڈودر میں اپنی دادی کے مکان میں بنالیا اور وہاں اس کھڑکی میں بیٹھ کر، جہاں بیٹھ کر میں سمندر میں چاند کا عکس دیکھا کرتا تھا، جب اس چھت نے مجھے پہلی بار پناہ دی تھی، میں خاموشی سے اپنے کام (لکھنے) میں لگ گیا۔

میرے اپنے تخیلات کا کہیں اتفاقیہ طور پر میری آگے بڑھتی داستان سے جڑ جانے کے علاوہ میں کہیں بھی اپنے فن سے متعلق خوشیوں، پریشانیوں اور کامرانیوں کا قصداً ذکر کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں نے اسے پوری ایمانداری اور اپنی پوری صلاحیت سے لکھنے کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے، یہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ اگر کتابیں جو میں نے لکھی ہیں، کسی لائق ہوتی ہیں تو باقی سب ان سے مل جائے گا ورنہ اگر میں کمزور مقصد سے لکھوں گا تو اس میں کسی کے لیے کوئی دلچسپی نہ ہوگی۔

کبھی کبھی لندن جاتا رہتا تھا، وہاں کی زندگی کے ہنگاموں میں کھو جانے کے لیے، یا کسی تجارتی نقطے پر ٹریڈلس سے رائے مشورہ کرنے کی غرض سے۔ اس نے میری عدم موجودگی میں بڑا اچھا فیصلہ لیتے ہوئے میری کتاب چھپنے کا بہت اچھا انتظام کر دیا تھا اور میں دنیاوی معاملات میں خاصا کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔ میری شہرت اور مقبولیت اب میرے نام ڈھیر سارے ایسے لوگوں

کے خطوط لانے لگی جن کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلوم نہ ہوتا۔ خاص طور سے کسی چیز کے بارے میں نہیں، اوران کے خطوط کا جواب دینا بہت ہی مشکل ہوتا ـــــ میں نے ٹریڈلس کے اس مشورے سے اتفاق کرلیا کہ اس کے گھر کے دروازے پر میرا نام لکھ دیا جائے۔ اس علاقے کا ڈاکیہ میرے نام خطوط کا بنڈل وہیں ڈال جایا کرتا تھا اور وہیں میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے انھیں اسی طرح پڑھتا جیسے صوبے کا وزیرِ داخلہ، بغیر تنخواہ۔

ان خطوط میں اکثر و بیشتر ان بے شمار قارئین میں سے کچھ لوگ یہ تجویز بھی پیش کرتے کہ وہ میرے نام کے تحت کامنس میں پریکٹس کرنا چاہتے ہیں (اگر میں خود کو ایک پراکٹر بنائے رکھنے کے جملہ اقدام کردوں) اور اپنی آمدنی میں سے کچھ فی صد مجھے دیتے رہیں گے۔ لیکن میں یہ پیشکش ٹھکرا دیتا تھا، یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ اس طرح کے پریکٹس کرنے والے کامنس میں بھرے پڑے ہیں اور یہ سوچتے ہوئے کہ کامنس کی حالت پہلے سے ہی بہت خراب ہے اگر میں اسے مزید ابتر بنانے کے لیے اور کچھ نہ کروں، تو بھی۔

لڑکیاں اپنے گھر جا چکی تھیں، جب میرا نام ٹریڈلس کے دروازے پر جگمگانے لگا اور تیز لڑکا، پورے دن لگتا تھا جیسے اس نے کبھی سوفی کے بارے میں سنا تک نہیں، پیچھے کے کمرے میں بند، اپنا کام کرتے ہوئے باغ میں ایک دھوئیں سے کالی پٹی کو دیکھتے ہوئے، جس میں ایک پمپ لگا ہوا تھا۔ لیکن میں نے ہمیشہ اسے وہیں پایا، ویسی ہی خوش و خرم گرہست بیوی کی طرح، اکثر اپنے ڈیوان شائر والے رزمیہ گیت گنگناتے ہوئے، جب کسی اجنبی کے قدموں کی آواز زینے پر سنائی نہ دیتی، اور تیز لڑکے کو اس کی کوٹھری میں سریلے گیت سناتے ہوئے۔

شروع میں مجھے حیرت ہوتی کہ آخر کیوں اکثر سوفی کو میں کاپی میں کچھ لکھتے دیکھتا ہوں اور کیوں وہ ہمیشہ میرے آتے ہی وہ کاپی بند کر دیتی ہے اور جلدی سے اسے میز کی دراز میں رکھ دیتی ہے۔ لیکن یہ راز جلدی ہی کھل گیا۔ ایک دن ٹریڈلس (جو کورٹ سے ہلکی بوندا باندی میں بھیگتے ہوئے گھر آیا تھا) نے اسی دراز سے ایک کاغذ نکال کر مجھ سے پوچھا کہ اس طرزِ تحریر کے بارے میں میرا کیا خیال ہے؟

''اف نہیں ٹام!'' سوفی بے ساختہ چلا اٹھی، جو آتش دان میں ٹریڈلس کی چپل سینک رہی تھی۔

''جانِ من'' ٹام نے بے حد مسرور ہوتے ہوئے جواباً کہا'' کیوں نہیں؟ اس طرزِ تحریر کے بارے میں کیا کہتے ہو تم، کاپر فیلڈ؟''

''یہ غیر معمولی طور پر قانونی اور حسبِ قاعدہ ہے'' میں نے کہا'' میں نہیں سمجھتا کہ اتنی پختہ تحریر میں نے کبھی دیکھی ہے۔''

''یہ کسی عورت کی لکھائی نہیں معلوم ہوتی؟'' ٹریڈلس نے پوچھا۔

''عورت کی ہی!'' میں نے دہرایا۔ اینٹیں اور گارا لگ بھگ ایک عورت کی لکھائی کی طرح ہوتے ہیں (یعنی بہت عمدہ طرزِ تحریر)۔

ٹریڈلس نے فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے مجھے بتایا کہ یہ سوفی کے ہاتھ کی ہی تحریر ہے، سوفی نے عہد کرلیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ جلد ہی ٹریڈلس کو ایک نقل نویس کی ضرورت پڑے گی، اور وہ نقل نویس وہ خود ہوگی۔ اس نے اعلیٰ نمونے دیکھ دیکھ کر لکھنے کی مشق کی ہے اور وہ ایک گھنٹے میں —— میں بھول جاتا ہوں کہ کتنے صفحات لکھ کر پھینک دیتی ہے۔ مجھ سے یہ سب بتا دیے جانے پر سوفی بہت گھبرا سی گئی اور اس نے کہا کہ جب ٹام جج بن جائے گا تب وہ اس کی اتنی تعریف نہ کیا کرے گا، جس سے ٹام نے فوراً یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ ہمیشہ سوفی پر اسی طرح فخر کرتا رہے گا، ہر حالت میں۔

''کتنی نیک اور دلکش بیوی ہے، پیارے ٹریڈلس!'' میں نے کہا جب وہ ہنستے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی۔

''میرے پیارے کاپر فیلڈ'' ٹریڈلس نے جواباً کہا'' وہ بغیر استثنا، سب سے پیاری لڑکی ہے! جس طرح سے وہ اس گھر کو چلاتی ہے، ہر چیز میں پابندی، گھر گرہستی کا علم، اقتصادیات اور نظم اور اس کی خوش طبعی —— کاپر فیلڈ!''

''واقعی، تم ٹھیک ہی اس کی اتنی تعریف کرتے ہو!'' میں نے کہا'' تم ایک خوش قسمت آدمی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم خود کو خوش رکھتے ہو اور ایک دوسرے کو، اس طرح تم دونوں دنیا میں سب سے زیادہ خوش جوڑے ہو۔''

''مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں دنیا میں سب سے زیادہ خوش لوگ ہیں۔'' ٹریڈلس نے

جواباً کہا ''میں اسے مانتا ہوں، ہر طرح سے۔ خدا جانتا ہے، جب میں صبح منھ اندھیرے اسے موم بتی کی روشنی میں اٹھتے دیکھتا ہوں، پھر دن بھر کے انتظام میں خود کو مصروف کر لیتی ہے۔ ہوٹل میں کلرکوں کے آنے سے قبل ہی وہ بازار چلی جاتی ہے، موسم کا خیال نہ کرتے ہوئے، معمولی معمولی چیزوں سے شاندار کھانا تیار کرتی ہے، کھیر وغیرہ بناتی ہے، ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھتی ہے، خود کو ہمیشہ صاف ستھری رکھتی ہے اور بنی سنوری رہتی ہے۔ رات کو اگر میں دیر تک کام کرتا رہ جاتا ہوں، تو میرے پاس بیٹھی رہتی ہے۔ بہت اچھے مزاج کی ہے اور ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتی رہتی ہے اور یہ سب میرے لیے کرتی ہے، کبھی کبھی مجھے اس پر یقین نہیں آتا — کاپر فیلڈ!''

اس نے بڑے عجز کے ساتھ وہ چپّل پہن لی جسے سوفی آتش دان میں گرم کر رہی تھی اور خوشی میں پاؤں آتش دان کے جنگلے پر رکھ لیا۔

''میں یقیناً کبھی کبھی اس پر یقین نہیں کر پاتا'' ٹریڈلس نے کہا ''اور ہماری خوشیاں! میرے عزیز، ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں لگتا کچھ نہیں، لیکن یہ ہیں حیرت انگیز! ہم جب یہاں شام کو اپنے گھر میں رہتے ہیں اور باہر والا دروازہ بند کر لیتے ہیں اور وہ پردے کھینچ دیتے ہیں —— جنھیں اسی نے بنایا ہے۔ تو اس سے زیادہ لطف و آرام ہمیں اور کہاں مل سکتا ہے؟ جب موسم خوشگوار رہتا ہے اور شام کو ہم دونوں ٹہلنے نکلتے ہیں تو ہمارے لیے گلیاں جیسے خوشی سے ناچنے لگتی ہیں۔ ہم صرّاف کی دوکان کی چمکتی کھڑکیوں میں دیکھتے ہیں اور میں سوفی کو دکھاتا ہوں کہ کون سا ہیرے کی آنکھوں والا سانپ، سفید ساٹن پر رکھا ہوا، میں اسے خریدوں گا، اگر میرے پاس اتنا پیسہ آ گیا۔ اور سوفی مجھے دکھاتی ہے کہ کون سی سنہری گھڑی، جس میں جواہرات لگے ہیں اور طرح طرح کی دیگر چیزیں جو وہ میرے لیے خرید دے گی، اگر وہ خرید سکی۔ پھر ہم چمچے اور کانٹے، مچھلی کاٹنے کا چاقو، مکھن لگانے والا چاقو اور شکر گیر [1] پسند کرتے ہیں کہ ہم انھیں ترجیح دیں گے اگر ہم خرید سکے اور وہاں سے واقعی ہم اس طرح ہٹتے ہیں جیسے ہم وہ سب چیزیں پا گئے ہوں! پھر جب ہم بازاروں اور چوڑی گلیوں میں ٹہلنے لگتے ہیں اور اس مکان کو دیکھتے ہیں جس پر ''کرائے پر اٹھائے جانے کے لیے'' لکھا رہتا ہے۔ کبھی کبھی ہم ٹھہر کر اس کا جائزہ لینے لگتے ہیں اور کہتے ہیں،

---

[1] چینی کے ڈلے اٹھانے کی چمٹی۔

یہ مکان کیسا رہے گا اگر میں جج بنا دیا گیا؟ اور پھر ہم اس مکان کے بارے میں باتیں کرنے لگتے ہیں ——— یہ کمرہ ہمارا رہے گا، اس طرح کے کمرے لڑکیوں کے لیے رہیں گے وغیرہ، جب تک کہ ہم مطمئن نہیں ہو جاتے کہ اس مکان سے ہمارا کام چل جائے گا یا نہ چل پائے گا، معاملہ جیسا بھی رہتا ہے۔ کبھی کبھی ہم تھیٹر میں نصف دام والی نشستوں پر بیٹھ کر ڈرامہ دیکھتے ہیں ——— جس کی بو، میرے خیال میں پیسے کے لحاظ سے سستی ہی ہے ——— اور وہاں ہم ڈرامے کا خوب لطف لیتے ہیں: سوفی ڈرامے کے ایک ایک لفظ کو سچ سمجھتی ہے اور میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ گھر واپس آتے ہوئے شاید ہم ہوٹل سے تھوڑا سا کچھ خرید لیتے ہیں یا چھوٹی سی مچھلی لے لیتے ہیں اور گھر لا کر اسے شان سے کھاتے ہیں، جو کچھ دیکھ آئے ہوتے ہیں، اس پر چرچا کرتے ہوئے۔ اب تم سمجھ لو، کاپر فیلڈ، اگر میں لارڈ چانسلر ہوتا تو ہم یہ نہیں کر سکتے تھے!''

''تم کچھ نہ کچھ کرتے، تم چاہے جو رہتے میرے عزیز ٹریڈلس'' میں نے دل میں سوچا یہ واقعی بہت دلچسپ اور خوشگوار رہا ہوگا'' اور یہ کہ'' میں نے تیز آواز میں کہا۔'' میں سمجھتا ہوں کہ اب تم کبھی انسانی ڈھانچے کی تصویر نہیں بناتے؟''

''واقعی'' ٹریڈلس نے چہرے پر سرخی لاتے ہوئے ہنس کر کہا'' میں پوری طرح سے انکار نہیں کر سکتا کہ میں اب بھی بناتا ہوں، میرے پیارے کاپر فیلڈ۔ کیونکہ ابھی پچھلے دنوں کنگس بنچ میں سب سے پچھلی لائن میں قلم ہاتھ میں لیے بیٹھے رہنے پر میرے ذہن میں لہر اٹھی کہ میں پھر کوشش کر کے دیکھوں کہ میں ان یادوں کو کہاں تک ذہن میں محفوظ رکھ پایا ہوں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ ڈسک کے کنارے ایک ڈھانچہ، وگ پہنے ہوئے، بن گیا ہے۔''

جب ہم دونوں خوب دل کھول کر ہنس چکے تو ٹریڈلس نے آگ کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر اس موضوع کو سمیٹتے ہوئے اپنے معاف کر دینے والے انداز میں کہا'' بوڑھا کریکل!''

''مجھے یہاں اس بوڑھے شیطان کا ایک خط موصول ہوا ہے'' میں نے کہا۔ کیونکہ وہ جس بری طرح بے چارے ٹریڈلس کو مارا کرتا تھا، اسے یاد کر کے میں اسے کبھی معاف نہیں کر پاتا تھا لیکن جب ٹریڈلس کو خود ہی اسے اس طرح معاف کر دینے کے لیے تیار دیکھا تو میرا خیال بھی کچھ بدل گیا۔

''کریکل، اسکول ماسٹر کا (خط)؟'' ٹریڈلس نے حیرت سے کہا۔ نہیں!''

''وہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو میری بڑھتی شہرت کی وجہ سے میری طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔'' میں نے اپنے خطوط دیکھتے ہوئے کہا ''اور جس نے یہ بتایا کہ وہ لوگ مجھ سے ہمیشہ گہری عقیدت رکھتے تھے، یہ وہی کریکل ہی ہیں۔ وہ اب اسکول ماسٹر نہیں ہیں، ٹریڈلس۔ وہاں سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ اب وہ مڈل سکس (Middle Sex) کے مجسٹریٹ ہیں۔''

میں نے سوچا تھا کہ ٹریڈلس یہ سن کر تعجب میں پڑ سکتا تھا، لیکن اسے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی۔

''تم نے یہ کیسے مان لیا کہ اب وہ مڈل سکس کے مجسٹریٹ ہو گئے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''اف، میرے عزیز! ٹریڈلس نے جواباً کہا ''اس سوال کا جواب دے پانا بہت مشکل ہوگا۔ شاید انھوں نے کسی کے لیے ووٹ دیا، یا کسی کو روپے مستعار دیے، یا کسی سے کوئی چیز خریدی، یا کسی اور طرح سے کسی کا کوئی کام کیا، یا کسی کے لیے خرید و فروخت میں دلالی کی، جو کسی کو جانتا تھا، جس نے اس خطے کے لفٹیننٹ (Leutenant) کو پکڑا کہ وہ کمیشن کے لیے انھیں نامزد کر دے۔''

''وہ کمیشن میں کسی طرح ہیں'' میں نے کہا ''اور لکھتے ہیں کہ وہ مجھے جیل کے نظم و ضبط کا صحیح طریقہ دکھا کر خوش ہوں گے، جو کہ واحد موثر طریقہ ہے سنجیدگی سے گمراہ لوگوں کو سدھارنے کا ۔

— جو تم جانتے ہو کہ کسی کو تنہا مقید کر کے ہی ہو سکتا ہے۔ تم کیا کہتے ہو اس بارے میں؟''

''اس طریقہ کے بارے میں؟'' ٹریڈلس نے سنجیدگی سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں، اس پیشکش کو میرے قبول کرنے کے بارے میں، اور میرے ساتھ چلنے کے بارے میں؟''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے'' ٹریڈلس نے کہا۔

''تو میں انھیں لکھ کر یہ بتا دوں گا۔ تمھیں یاد ہے (ہم لوگوں کے ساتھ ان کا جو رویہ تھا، اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا) کہ اسی کریکل نے اپنے بیٹے کو گھر سے نکال دیا تھا۔ اور جو زندگی اس نے گذاری وہ اپنی بیوی اور بیٹی کے لیے رہبری کی تھی۔

''اچھی طرح یاد ہے'' ٹریڈلس نے کہا۔

''اس کے باوجود اگر تم ان کا خط پڑھو گے تو لگے گا جیسے وہ سنگین جرائم اور بدمعاشیوں کی پاداش میں قید کی سزا پانے والوں کے لیے سب سے زیادہ نرم دل آدمی ہیں'' میں نے کہا ''اگرچہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے دل میں کسی کے لیے بھی رحم پایا جاسکتا ہے۔''

ٹریڈلس نے اپنے شانے جھٹک دیے اور ذرا بھی متعجب نہیں ہوا۔ میں نے اس سے اس کی امید بھی نہیں کی تھی اور خود مجھے بھی تعجب نہیں ہوا تھا۔ ہم نے جانے کے لیے وقت کا تعین کیا اور اسی کے مطابق مسٹر کریکل کو اسی شام خط لکھ دیا۔

''مقررہ دن ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اگلا دن ہی تھا، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ـــــ ٹریڈلس اور میں اس جیل پہنچے جہاں مسٹر کریکل کا جلوہ تھا۔ یہ ایک نہایت وسیع اور مضبوط عمارت تھی جو بہت بڑی لاگت سے بنوائی گئی تھی۔ جب ہم اس کے پھاٹک پر پہنچے تو میں یہ سوچنے سے خود کو باز نہ رکھ سکا کہ ملک میں ایسا کیا ہنگامہ برپا ہو جاتا اگر کوئی شخص اس کی نصف رقم، جو اس عمارت کو بنوانے میں خرچ ہوئی تھی، کوئی صنعتی اسکول یا ضرورت مند ضعیفوں کے لیے پناہ گاہ تعمیر کرانے کے لیے خرچ کرنے کی تجویز رکھ دیتا۔

دفتر میں، جو برج بابل کے نچلے حصے میں واقع رہا ہوگا اور بہت بڑے پیمانے پر بنایا گیا تھا، ہمیں ہمارے پرانے اسکول ماسٹر کے سامنے پیش کیا گیا جو ان گروپوں میں سے ایک کے رکن تھے جو دو یا تین مجسٹریٹوں پر مشتمل ہوتا تھا اور کچھ ملاقات کرنے والے وہاں لائے گئے تھے۔ انھوں نے اس آدمی کی طرح میرا استقبال کیا جس نے گذرے دنوں میں میرے ذہن کی تشکیل کی ہو اور جو مجھے ہمیشہ بہت چاہتے رہے ہوں۔ جب میں نے ٹریڈلس کو متعارف کرایا تو بھی انھوں نے کچھ اسی قسم کا تاثر دیا (لیکن میرے مقابلے میں اسے کم اہمیت دی) کہ وہ ہمیشہ ٹریڈلس کے راہ نما، فلسفی اور بہی خواہ ہیں۔ ہمارے سخت گیر ماسٹر صاحب اب بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی شباہت پہلے سے ذرا بھی بہتر نظر نہیں آ رہی تھی۔ ان کا چہرہ اب بھی ویسا ہی غصیلا تھا، آنکھیں اتنی ہی چھوٹی بلکہ اندر کو اور دھنس چکی تھیں۔ بھیگے بھیگے سے سفید بال، جن سے مجھے ان کی پہلے والی یاد آ رہی تھی، تقریباً جھڑ چکے تھے اور ان کے گنجے سر پر ابھری ہوئی موٹی نسیں دیکھنے میں اور بھی خراب لگ رہی تھیں۔

کچھ دیر تک وہاں موجود صاحبان کے مابین گفتگو سننے کے بعد میں یہ نتیجہ اخذ کرسکتا تھا کہ ان قیدیوں سے زیادہ آرام دنیا میں کسی کو کہیں اور کسی قیمت پر نہیں مل سکتا اور جیل کے باہر کی دنیا میں کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اب ہم نے جیل کے اندر کا اور جائزہ لینا شروع کیا۔ ابھی ابھی کھانے کا وقت ہوا تھا، ہم سب سے پہلے وسیع باورچی خانے پہنچے جہاں ہر قیدی کا کھانا الگ الگ کوٹھری میں بھجوائے جانے کی تیاری ہو رہی تھی گھڑی دیکھ کر پابندی کے ساتھ۔ میں نے ٹریڈلس سے چپکے سے کہا کہ مجھے حیرت ہے کہ کیا کبھی یہ بات کسی کے ذہن میں آئی کہ یہاں کے اتنے زیادہ اور پسندیدہ کھانوں اور کنگالوں کی بات نہیں کروں گا، لیکن فوجیوں، ملاحوں، مزدوروں، ایماندار لوگوں میں سے بیشتر، کام کاجی طبقہ کے کھانوں میں بہت زیادہ فرق ہے، جن میں پانچ سو میں سے ایک آدمی کو اس سے نصف اچھا کھانا بھی کبھی نصیب نہیں ہوتا، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کا ''نظام'' اعلیٰ معیارِ زندگی کا مطالبہ کرتا ہے اور مختصر یہ کہ نظام ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کے لیے میں نے پایا کہ اس مد میں اور باقی ہر مد میں ''نظام'' نے ہر شک شبے کو ختم کردیا ہے اور ساری خامیاں دور کردی ہیں۔ لگتا تھا جیسے کسی کے ذہن میں کبھی یہ خیال تک نہ آتا تھا کہ اس نظام سے بہتر اور بھی کوئی نظام ہوسکتا ہے۔

جب ہم کچھ رفیع الشان گذرگاہوں سے گذر رہے تھے تو میں نے مسٹر کریکل اور ان کے دوستوں سے پوچھا کہ باقی تمام طرح کے نظام پر یہاں کے موجودہ نظام کو کس بنیاد پر فوقیت دی جاتی ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ اس سے قیدی پوری طرح عالمِ تنہائی میں رہتا ہے ـــــ تاکہ وہاں مقید ایک قیدی دوسرے قیدی کے بارے میں ذرا بھی کچھ نہ جان پائے، اور قیدیوں کی ذہنی کیفیت انھیں صدقِ دل سے نادم اور پشیمان کرسکے۔

جب ہم قیدیوں کی الگ الگ کوٹھریوں کی طرف جانے لگے اور ان راستوں سے گذرے جہاں وہ کوٹھریاں واقع تھیں اور قیدیوں کا چیپل 1 (Chappel) وغیرہ جانے کا جو طریقہ تھا، اس سے میرے دل میں خیال آیا کہ اس کے قوی امکانات ہیں کہ قیدی ایک دوسرے کے بارے میں بہت کچھ جان جاتے ہیں اور وہ آپس میں بات چیت کرتے رہنے کا بہت اچھا اور مکمل نظام رکھتے ہیں۔ یہ اس وقت جب میں یہ لکھ رہا ہوں، ثابت ہو چکا ہے، مجھے یقین ہے، کہ

1 کلیسائے بزرگ کے علاوہ عیسائیوں کی عبادت کا مقام جو کسی مکان یا معبد سے ملحق ہو۔

ایسا ہی ہے لیکن جیسا کہ اس وقت اس کے بارے میں ذرا سا شک ظاہر کرنا بھی اس نظام کے خلاف کفر جیسا مانا جاتا، میں نے ان قیدیوں کو اتنی ہی تندہی سے دیکھنے پر اکتفا کیا تھا جتنی تندہی سے میں دیکھ سکتا تھا۔

مجھے ایک بار پھر خدشات محسوس ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ یہاں کے قیدیوں میں اسی طرح کا فیشن چل رہا تھا جیسا کہ میں نے باہر درزیوں کی دکانوں کی کھڑکیوں میں کوٹوں اور واسکٹوں کو دیکھا تھا۔ میں نے پایا کہ یہاں کے لوگوں میں مذہبی عقیدے کی بہت اہمیت تھی اور ایک دوسرے کے کردار میں بہت تھوڑا فرق تھا (جس میں مجھے بہت زیادہ شبہ تھا) یہاں تک کہ کہنے میں بھی۔ میں نے ان میں بہت بڑی بڑی لومڑیاں دیکھیں جو پہنچ سے دور انگور کے گچھوں والے پورے باغ کو بدنام کر رہی تھیں، لیکن میں نے بہت کم ایسی لومڑیوں کو دیکھا جن کے اوپر میں بھروسا کر سکتا کہ وہ انگور کے گچھوں تک پہنچ جائیں گی۔ سب سے بڑھ کر، میں نے یہ پایا کہ سب سے زیادہ عبادت کا مظاہرہ کرنے والے قیدیوں میں لوگ زیادہ دلچسپی لیتے تھے اور یہ کہ ان کی خود بینی اور ان کا بے جا غرور، ان میں اشتعال کی خواہش اور دھوکہ دھڑی سے رغبت (جو ان میں سے بہتوں میں بہت زیادہ تھی جیسا، کہ ان کے ریکارڈر سے ظاہر ہو رہا تھا) یہ سبھی چیزیں انھیں عبادت کرتے رہنے کے لیے مجبور کرتی رہتی تھیں اور اس سے انھیں سکون ملتا تھا۔

بہر حال، ادھر سے ادھر آتے جاتے میں نے قیدی نمبر ستائیس کے بارے میں اتنی زیادہ بار سنا، جو وہاں سب سے زیادہ مشہور تھا اور جو واقعی ایک مثالی قیدی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں اپنا فیصلہ اس وقت تک ملتوی رکھنے کا ارادہ کر لیا جب تک کہ میں خود قیدی نمبر ستائیس کو دیکھ نہیں لیتا۔ میں نے سمجھ لیا قیدی نمبر اٹھائیس، بھی ایک خاص چمکتا ستارہ تھا لیکن یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ نمبر ستائیس کی غیر معمولی مقبولیت کے آگے اس کا رنگ کچھ پھیکا پڑ گیا تھا۔ میں نے ستائیس نمبر کے بارے میں اتنا کچھ سن لیا اور اس کے آس پاس کے ہر آدمی کی نظر میں اس کی پاکیزہ فہمائش اور اس کے خوبصورت خطوط جو وہ اپنی ماں کو برابر لکھتا رہتا تھا (جنھیں وہ جیسے بہت خراب انداز میں سمجھتا تھا) کہ میں اسے دیکھنے کے لیے بے قرار ہو گیا۔

کچھ دیر تک مجھے اپنی بے قراری کو روکے رکھنا پڑا کیونکہ ستائیس نمبر کو سب سے آخر میں

دکھانے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا لیکن بالآخر ہم اس کی کوٹھری کے دروازے کے پاس پہنچے اور مسٹر کریکل نے اس میں ایک چھوٹے سوراخ سے دیکھتے ہوئے، ہمیں مطلع کیا، نہایت تحسین آمیز انداز میں، کہ وہ مناجات کی کتاب پڑھ رہا تھا۔

جلد ہی اس سوراخ پر سروں کی ایسی بھرمار ہوگئی، ستائیس نمبر کو مناجات کی کتاب پڑھتے دیکھنے کے لیے، کہ چھوٹا سا سوراخ چھے سات سروں سے بند ہوگیا۔ اس دقت سے بچنے کے لیے اور ہمیں ستائیس نمبر سے اس کی پوری پاکیزگی کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع دینے کی غرض سے، مسٹر کریکل نے حکم دیا کہ کوٹھری کے دروازے کا تالا کھول دیا جائے اور ستائیس نمبر کو باہر راہداری میں بلا لیا جائے۔ ایسا کر دیا گیا اور پھر میں اور ٹریڈلس اپنی حیرت کے لیے اس ستائیس نمبر میں تبدیل کسی اور کو نہیں بلکہ یوریا ہیپ کو دیکھ رہے تھے۔

وہ خود ہی ہمیں جان گیا اور کوٹھری سے باہر نکلتے ہی اپنی پرانی اینٹھن کے ساتھ پوچھا۔

''کیسے ہیں آپ مسٹر کاپر فیلڈ؟ کیسے ہیں آپ مسٹر ٹریڈلس؟''

اس کے اس طرح ہمیں مخاطب کرنے سے وہاں موجود لوگوں میں ہمارے لیے جذبۂ تحسین پیدا ہوگیا بلکہ میں نے سوچا کہ ہر شخص اس پر چونک پڑا کہ یوریا ذرا بھی غرور کا مظاہرہ کیے بغیر ہم سے اتنے اخلاق سے پیش آیا۔

''ہاں، ستائیس نمبر'' مسٹر کریکل نے افسردگی کے ساتھ تحسین آمیز انداز میں اس سے پوچھا۔ ''آج تم خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟''

''میں بہت منکسر مزاج ہوں، جناب! یوریا ہیپ نے جواب دیا۔

''تم ہمیشہ اسی طرح رہتے ہو نمبر ستائیس'' مسٹر کریکل نے کہا۔

اب ایک دوسرے آدمی نے بے حد تشویشناک انداز میں پوچھا ''آپ بالکل ٹھیک ہیں؟''

''ہاں، آپ کا شکریہ، جناب'' یوریا نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں یہاں اتنے ہی سکون و آرام سے ہوں جتنا کہ یہاں سے باہر کبھی نہیں رہا۔ میں اپنی حماقتوں پر اب غور کر رہا ہوں، جناب۔ اسی وجہ سے میں یہاں خود کو زیادہ بہتر محسوس کر رہا ہوں۔''

وہاں موجود کئی لوگ بہت متاثر ہوئے اور ایک تیسرے آدمی نے آگے آتے ہوئے بڑے جذباتی انداز میں پوچھا ''یہاں کا گوشت کیسا لگ رہا ہے آپ کو؟''

''شکریہ جناب'' یورایا نے نئی سمت سے آئی اس آواز کی جانب دیکھتے ہوئے کہا'' کل یہ اس سے زیادہ سخت تھا جتنا میں چاہتا تھا لیکن اسے برداشت کر لینا میرا فرض ہے۔ میں نے حماقتیں کی ہیں، حضرات'' یورایا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا'' اور مجھے اس کا پھل بھگتنا ہی چاہیے، ملال کیے بغیر۔''

اب لوگ آپس میں دھیمے دھیمے بولنے لگے، کچھ تو ستائیس نمبر کی پاک ذہنی کیفیت پر خوشی کے اظہار کے طور پر اور کچھ اس ٹھیکے دار کے خلاف جس نے خراب گوشت سپلائی کر کے اسے تکلیف پہنچائی تھی (مسٹر کریکل نے فوراً اسے اپنی نوٹ بک میں نوٹ بھی کر لیا) اب یہ تبصرے کچھ کمزور پڑ گئے اور ستائیس نمبر ہم لوگوں کے درمیان اس طرح کھڑا تھا جیسے وہ خود کو ایک بہت بڑے عجائب گھر میں سب سے اہم عجوبہ تصور کر رہا ہو۔ اور ہم جیسے ان نئے مذہب اختیار کرنے والوں کی طرح تھے جو اس کی بزرگی سے خود کو سرفراز کر رہے تھے۔ پھر اٹھائیس نمبر کو کوٹھری سے باہر لانے کا حکم دیا گیا۔

میں پہلے سے ہی اتنا زیادہ حیرت زدہ ہو چکا تھا کہ جب ایک اچھی کتاب پڑھتا ہوا لٹیمر اپنی کوٹھری سے نکل کر باہر آیا تو مجھے صرف تھوڑی سی حیرت ہوئی۔

''نمبر اٹھائیس۔'' ایک چشمہ لگائے ہوئے شخص جو ابھی تک نہیں بولا تھا، نے کہا۔ ''آپ نے گذشتہ ہفتہ شکایت کی تھی، میرے اچھے ساتھی، کہ کوکو کا مشروب ٹھیک نہیں تھا۔ تب سے یہ کیسا مل رہا ہے؟''

''میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب'' لٹیمر نے کہا'' اب یہ بہتر بنایا جا رہا ہے، اگر میں ایسا کہنے کی جسارت کر سکوں، جناب، میں نہیں سمجھتا کہ دودھ جو اس کے ساتھ ابالا جاتا ہے، بالکل خالص ہوتا ہے، لیکن مجھے معلوم ہے، جناب، کہ لندن میں دودھ میں ملاوٹ کا رواج عام ہے اور خالص دودھ حاصل کر پانا بہت مشکل ہے۔''

مجھے لگ رہا تھا چشمے والا اٹھائیس نمبر کا حمایتی تھا، جبکہ مسٹر کریکل ستائیس نمبر کے حمایتی

تھے کیونکہ وہ دونوں اپنے اپنے (قیدی) کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

''تمھاری ذہنی کیفیت کیسی ہے نمبر اٹھائیس؟'' چشمے والے نے سوال کیا۔

''میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب'' لٹیمر نے جواب دیا ''اب میں اپنی حماقتوں پر غور کر رہا ہوں، جناب۔ جب میں اپنے سابق ساتھیوں کے گناہوں کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے، جناب، لیکن مجھے پوری توقع ہے کہ وہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

''آپ خود کافی خوش ہیں؟'' سوال کرنے والے نے سر ہلاتے ہوئے بڑے حوصلے سے پوچھا۔

''میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں، جناب'' لٹیمر نے جواب دیا ''بالکل ایسا ہی ہوں۔''

''اب آپ کے ذہن میں کوئی اور بات آ رہی ہے؟'' سوال کرنے والے نے پوچھا ''اگر ہے، تو اسے بتا دیجیے نمبر اٹھائیس۔''

''جناب'' لٹیمر نے اوپر دیکھے بغیر کہا ''اگر میری آنکھیں مجھے دھوکہ نہیں دے رہی ہیں تو یہاں ایک صاحب ایسے بھی موجود ہیں جو میری سابقہ زندگی میں میرے شناسا رہے ہیں۔ ان صاحب کو یہ جان کر اطمینان ہو جانا چاہیے کہ میں اپنی سابقہ حماقتوں کی وجہ یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں نوجوانوں کی خدمت میں رہ کر لاابالی پن کی زندگی گذار رہا تھا اور میں نے ان کی کمزوریوں میں خود کو بھی انھیں میں شامل کرنے دیا جسے روک پانے کی مجھ میں طاقت نہیں تھی۔ مجھے امید ہے کہ اس سے وہ جناب سبق لیں گے اور میرے یہاں سے رہا کر دیے جانے پر انھیں افسوس نہ ہوگا۔ یہ ان کے حق میں بہتر رہے گا۔ مجھے اپنی سابقہ حماقتوں کا احساس ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنی ساری بدمعاشیوں اور گناہوں کے لیے پچھتائیں گے جن میں وہ شامل رہے ہیں۔''

میں نے دیکھا کہ کئی صاحبان ایک ہاتھ سے اپنی آنکھوں پر اس طرح سایہ کرنے لگے جیسے وہ ابھی ابھی چرچ میں داخل ہوئے ہوں۔

''آپ کی یہ بات قابلِ تعریف ہے'' سوال کرنے والے نے جواباً کہا ''میں آپ سے ایسی ہی امید کرتا تھا، نمبر اٹھائیس۔ اور کوئی بات؟''

''جناب'' لٹیمر نے اپنی آنکھیں نہیں بلکہ صرف بھوں تھوڑی سی اٹھاتے ہوئے کہا ''ایک جوان عورت تھی، جو غلط راستے پر چلی گئی تھی، میں نے اسے بچانے کی کوشش کی لیکن بچا نہ سکا۔ میں

ان صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ اگر وہ ایسا کر سکیں تو اس عورت کو میری طرف سے یہ اطلاع کر دیں کہ میں اسے معاف کرتا ہوں، میرے اپنے تئیں اس کے خراب رویے کو بھی معاف کرتا ہوں اور اس سے چاہتا ہوں کہ وہ اپنے کیے پر پشیمان ہو ـــــ اگر یہ صاحب اتنی مہربانی کریں۔"

"مجھے اس میں شبہ نہیں ہے نمبر اٹھائیس" سوال کرنے والے نے کہا" کہ وہ صاحب جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے، وہ بہت اچھی طرح محسوس کرتے ہیں ـــــــــ جیسا کہ ہم سب کو کرنا چاہیے ـــــ آپ نے جو کچھ اتنے اچھے طریقے سے کہا ہے۔ ہم آپ کو مزید نہیں روکیں گے۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جناب" حضرات میں آپ کے لیے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے کنبے کے لوگ بھی اپنی بداعمالیوں پر غور کریں گے اور خود کو سدھار لیں گے!"

اتنا کہہ کر نمبر اٹھائیس، اور یورایا نے ایک دوسرے کو اس طرح دیکھا جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ ہوں اور کسی نہ کسی طریقے سے آپس میں گفتگو کرتے رہے ہوں۔ اور جب اس کی کوٹھری کا دروازہ بند ہوا تو لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ لٹیمر ایک نہایت باعزت آدمی تھا اور یہ ایک دلچسپ معاملہ تھا۔

"ہاں نمبر ستائیس" مسٹر کریکل نے اپنے آدمی کے ساتھ ایک صاف جگہ آتے ہوئے کہا "آپ کے لیے کوئی کچھ کر سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو بتایئے اسے۔"

"میں بڑے ادب کے ساتھ کہہ رہا ہوں، جناب" یورایا نے سر جھٹکتے ہوئے کہا" کہ مجھے ماں کو پھر خط لکھنے کا موقع دیا جائے۔"

"اسے یقیناً منظور کر لیا جائے گا۔" مسٹر کریکل نے کہا۔

"شکریہ، جناب! میں ماں کے لیے فکرمند ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ محفوظ نہیں ہیں۔"

کسی نے بے خیالی میں پوچھ لیا کہ کس چیز سے؟ لیکن فوراً ہی کسی کی سرگوشی سنائی پڑی "چپ!"

"لافانی حد تک محفوظ ہیں، جناب" یورایا نے اس آواز کی سمت اینٹھتے ہوئے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ماں میری حالت میں ہو جائیں۔ اگر میں یہاں نہ آیا ہوتا تو میری ذہنی کیفیت کبھی ایسی

نہ ہوتی جیسی اب ہے۔ یہ ہر شخص کے لیے بہتر ہوگا کہ اگر وہ لاسکیں تو اسے یہاں ضرور لائیں۔''

ان جذبات نے لوگوں کو بہت زیادہ اطمینان فراہم کیا ——— اس سے زیادہ اطمینان، میرے خیال میں، جتنا کہ ابھی تک کسی بات نے پہنچایا تھا۔

''میرے، یہاں آنے سے قبل' یورایا نے چوری سے ہمیں اس طرح دیکھتے ہوئے جیسے وہ ہماری باہر کی دنیا کو جھلسا ڈالتا، اگر وہ ایسا کرسکتا، کہا'' وہاں مجھے حماقتیں کرنی پڑتی تھیں لیکن اب میں اپنی حماقتوں کو محسوس کرتا ہوں۔ باہر کی دنیا میں غلط کاموں کا بازار گرم ہے۔ میری ماں بھی غلطیاں کرتی ہے۔ ہر جگہ بس غلط کام ہی ہوتا ہے بجز یہاں کے۔''

''آپ بالکل بدل گئے ہیں'' مسٹر کریکل نے کہا۔

''ہائے پیارے'ہاں، جناب! اس پُر امید قیدی نے بے ساختہ کہا۔

''آپ پھر اسی طرح تو نہیں ہو جائیں گے، اگر آپ کو باہر کر دیا جائے؟'' کسی اور نے پوچھا۔

''ہائے، پیارے، نہیں، جناب!''

''ٹھیک ہے'' مسٹر کریکل نے فرمایا'' یہ بہت اطمینان بخش ہے۔ آپ نے مسٹر کاپرفیلڈ سے خطاب کیا ہے نمبر ستائیس۔ آپ ان سے مزید کچھ کہنا چاہیں گے؟''

''آپ مجھے اس سے بہت پہلے سے جانتے تھے جب میں یہاں آیا اور بدل گیا، مسٹر کاپرفیلڈ'' یورایا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا، اور ایسے پاجی پن کا تاثر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، یہاں تک کہ یورایا جیسے بدمعاش کے چہرے پر بھی۔ اس نے کہا'' آپ اس وقت بھی مجھے جانتے تھے جب اپنی حماقتوں کے باوجود میں مغرور لوگوں کے درمیان منکسر مزاج ہی رہتا تھا اور مشتعل لوگوں کے درمیان گونگا بنا رہتا تھا ——— ایک بار آپ خود مجھ پر مشتعل ہو گئے تھے، مسٹر کاپرفیلڈ ——— ایک بار آپ نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا تھا، آپ جانتے ہیں۔''

عام دردمندی کا اظہار کیا گیا۔ کئی لوگوں نے طیش سے میری طرف دیکھا۔

''لیکن میں آپ کو معاف کرتا ہوں، مسٹر کاپرفیلڈ'' یورایا نے اپنے معاف کر دینے والے مزاج کو ایسے گندے اور تکلیف دہ انداز میں موضوع بنایا کہ میں اسے نہیں لکھوں گا۔'' میں ہر آدمی کو معاف کرتا ہوں۔ اپنے دل میں کسی کے تئیں کینہ رکھنا میرے لیے خراب بات ہوگی۔ میں بڑی

خوشی سے سب کو معاف کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں آپ لوگ اپنے غصہ یا ہیجان پر قابو رکھیں گے۔ مجھے امید ہے کہ مسٹر وک فیلڈ اور مس وک فیلڈ اور اس گناہ میں ملوث سارے لوگ پچھتائیں گے۔ آپ پر آفت آئی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سے آپ کی اصلاح ہوگی لیکن آپ کے لیے بہتر ہوتا کہ آپ یہاں آجاتے اور مس وک فیلڈ کے لیے بھی۔ آپ کے لیے مسٹر کاپر فیلڈ اور سبھی لوگوں کے لیے میری سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ آپ سب لوگ پکڑ کر یہاں لائے جائیں۔ جب میں اپنی پچھلی غلط کاریوں اور اپنی موجودہ ذہنی کیفیت کے بارے میں سوچتا ہوں تو پاتا ہوں کہ یقیناً یہاں آجانا آپ لوگوں کے لیے سب سے اچھا رہے گا۔ مجھے ان سب پر ترس آتا ہے جو یہاں نہیں لائے جا رہے ہیں!''

پھر وہ اپنی کوٹھری میں چلا گیا، لوگوں کے ایک ساتھ مل کر تحسین آمیز کلمات ادا کرنے کے درمیان، اور ہم دونوں، ٹریڈلس اور میں نے خاصی راحت کا احساس کیا جب اسے کوٹھری میں پھر بند کردیا گیا۔

ان دونوں کے پچھتاوے کا انداز ایسا نرالا اور حیرت انگیز تھا کہ مجھے یہ پوچھنے میں تامل ہو رہا تھا کہ ان دو قیدیوں نے کیا کیا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے وہ یہاں لائے گئے۔ بظاہر یہ آخری چیز تھی جس پر انھیں کچھ کہنا تھا۔ میں ان دو وارڈروں میں سے، ایک سے جس کے چہرے کے تاثر سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ان کے بارے میں کافی کچھ جانتا ہے، اس سے پوچھا کہ یہ سب ہنگامہ کیا تھا۔

''کیا آپ جانتے ہیں'' راہداری سے گذرتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا ''ستائیس نمبر نے آخری بار کون سا جرم کیا تھا؟''

جواب ملا کہ یہ ایک بینک کا معاملہ تھا۔

''بینک آف انگلینڈ سے دھوکہ دھڑی؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، جناب۔ دھوکہ دھڑی، جعل سازی اور سازش۔ اس نے اور کچھ اور لوگوں نے مل کر کیا۔ اس نے بقیہ لوگوں کو ورغلا کر اس پر آمادہ کیا۔ یہ ایک لمبی رقم کے لیے گہری سازش تھی۔ اسے قید اور عمر بھر کے لیے جلاوطن کردیا گیا ہے۔ اس گروہ میں ستائیس نمبر سب سے شاطر مجرم تھا

اور قریب قریب خود کو محفوظ کیے ہوئے تھا، لیکن پوری طرح سے نہیں۔ بینک نے اسے دھر دبوچا۔ اور ٹھیک کیا۔"

"کیا آپ اٹھائیس نمبر کا جرم بھی جانتے ہیں؟"

"اٹھائیس نمبر" اس نے دہرایا، جو شروع سے ہی بہت دھیمی آواز میں بول رہا تھا اور چلتے ہوئے وہ اپنے شانے کی طرف دیکھ رہا تھا کہ مسٹر کریکل اور دیگر لوگ اس کی اس طرح کی غیر قانونی طریقے سے بتائی جانے والی باتیں سن تو نہیں رہے ہیں۔ اٹھائیس نمبر (یہ بھی جلاوطن کیا گیا ہے) ایک جگہ رہتا تھا اور اس نے اپنے نوجوان مالک کا ڈھائی سو پونڈ نقد اور قیمتی اشیا ان کے ملک سے باہر جانے کے ایک دن پہلے چرائی تھیں۔ یہ معاملہ خصوصی طور سے مجھے اس لیے یاد ہے کہ اسے ایک بونی نے پکڑوایا تھا۔"

"کس نے پکڑوایا تھا؟"

"ایک منحنی عورت نے۔ میں اس کا نام بھول گیا۔"

"ماؤ چر تو نہیں؟"

"ہاں، یہی نام تھا! وہ فرار ہو گیا تھا اور مونچھ اور وگ لگا کر امریکہ بھاگ رہا تھا، اور ایسا پکا بھیس بدل لیا تھا کہ آپ نے اپنی زندگی میں اس طرح کا بھیس بدلنا نہ دیکھا ہوگا، جب منحنی عورت جو اس وقت ساؤتھیمٹن (Southamton) میں تھی، اسے ایک گلی میں ٹہلتی ہوئی مل گئی ——— اپنی تیز نظروں سے اس نے اسے ایک لمحے میں پہنچان لیا ——— اور اسے بھیانک موت کی طرح جکڑ لیا۔

"کیا کہنے مس ماؤ چر!" میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"آپ اس وقت بھی ایسا ہی کہتے اگر آپ اسے کمرۂ عدالت میں گواہوں والے کٹگھرے میں کرسی پر کھڑی دیکھتے جیسا کہ میں نے دیکھا تھا" وارڈر نے کہا "اس نے اس عورت کا منہ چیر ڈالا اور نہایت بیدردی سے بے تحاشا مارنے لگا تھا، جب اس نے اسے پکڑا لیکن اس عورت نے اپنی گرفت اس وقت تک ڈھیلی نہیں کی جب تک وہ گرفتار نہیں کر لیا گیا۔ سچ پوچھیے تو اس نے اسے اتنی مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا کہ پولیس افسران ان دونوں کو ساتھ ساتھ لے جانے پر مجبور ہو گئے۔ اس نے عدالت میں اتنے پرزور طریقے سے گواہی دی کہ جج نے بھی اس کی بہت

تعریف کی اور اس کی رہائش گاہ تک لوگ تعریف کرتے ہوئے گئے۔ اس نے عدالت میں کہا کہ وہ اسے تنِ تنہا پکڑے رہتی (جتنا کچھ وہ اس کے بارے میں جانتی تھی، اس کی وجہ سے) اگر وہ سمسن جیسا طاقتور ہوتا تو بھی۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا ہی کرتی!

میں بھی ایسا ہی کرتا، اور اس کے لیے میرے دل میں مس ماؤ چر کی عزت اور زیادہ بڑھ گئی۔

''وہاں جو کچھ دیکھنے لائق تھا، ہم دیکھ چکے تھے۔ مسٹر کریکل جیسے شخص سے، جوان دونوں بدمعاشوں کی پوجا کرنے لگے تھے، نمبر ستائیس اور اٹھائیس کے بارے میں یہ کہنا فضول تھا، کہ وہ دونوں اب بھی بالکل پہلے جیسے ہی تھے، ان میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آسکی، وہ جیسے تب تھے، بالکل ویسے ہی ہمیشہ رہے ہیں، ان کی ریاکارانہ مکاریاں محض ایسے مقام پر ایک پیشے ورانہ قسم کی تھیں، وہ اس کی بازاری قیمت کم ازکم اتنا تو جانتے ہی تھے جتنا کہ ہم سمجھتے تھے کہ جب انھیں جلاوطن کیا گیا تو اس حربے سے ان کو کتنا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ ایک لفظ میں کہا جائے تو یہ مجموعی طور پر ایک سڑا ہوا، پست اور تکلیف دہ کام تھا۔ ہم نے انھیں اور ان کے ''نظام'' کو ان کے حال پر چھوڑا اور حیرت زدہ اپنے گھر چلے آئے۔

''ٹریڈلس، شاید یہ ٹھیک ہی بات ہے'' میں نے کہا کہ کسی نامناسب شوق کو خوب خوب برتا جائے کیونکہ اس طرح وہ جلد ہی اپنی آخری سانس تک پہنچ جائے گا۔''

''میں بھی ایسی ہی امید کرتا ہوں'' ٹریڈلس نے جواب دیا۔

●●●

باب 62

میری زندگی میں روشنی کا ظہور

کرسمس قریب آ گیا تھا اور میں گھر پر دو ماہ سے زیادہ رہ گیا تھا۔ میں ایگنیز سے بہت جلدی جلدی ملتا رہتا۔ خواہ کتنا بھی زوردار الفاظ میں عام لوگ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے ہوں اور اس سے چاہے جتنا زیادہ میرے جذبات کی تسکین ہوتی رہی ہو، مجھے تعریف کی صرف ایگنیز کی سب سے ہلکی آواز ہی سنائی پڑتی تھی اور کچھ نہیں۔

کم از کم ہفتے میں ایک بار اور کبھی کبھی اس سے بھی جلد میں گھوڑے پر وہاں جاتا اور شام وہیں گذارتا۔ عام طور سے میں رات کو واپس چلا آیا کرتا تھا، کیونکہ پرانا افسردگی کا احساس اب ہر وقت میرے ذہن پر منڈلاتا رہتا تھا ــــ اس وقت نہایت شدید ہو جایا کرتا جب میں ایگنیز سے جدا ہوتا ــــ اور میں باہر نکل کر گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے خوش رہتا بہ نسبت تکان بھری بیداری یا غمناک خواب دیکھتے رہنے کے۔ اس سواری کے دوران میں نے اس طرح کی وحشت ناک راتوں کا سب سے طویل حصہ گذار دیا تھا۔ ان سواریوں کے دوران وہ خیالات پھر تازہ ہو جاتے جو میری یہاں سے طویل غیر حاضری کے دوران آتے رہتے تھے۔

یا اگر اس کے بجائے میں یہ کہوں کہ میں ان خیالات کی صدائے بازگشت سنا کرتا تھا، تو میں سچائی کو بہتر طور پر بیان کر سکتا ہوں۔ یہ صدائے بازگشت مجھے دور سے سنائی دیتی تھی۔ میں نے

انھیں ایک فاصلے پر رکھ دیا تھا اور اپنا ناگزیر مقام قبول کر لیا تھا۔ جب میں ایگنیز کو پڑھ کر سناتا کہ میں نے کیا لکھا تھا جب میں اس کا اپنی طرف متوجہ چہرہ دیکھتا، تو وہ مسکرانے لگتی یا اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور اس کی مخلصانہ آواز اتنی اچھی طرح سنتا اپنی تخیلات کی دنیا کے ان دھندلے واقعات پر۔ میں سوچتا کہ میرا انجام کیسا ہو سکتا تھا ـــــ لیکن صرف ایسا سوچ کر ہی رہ جاتا جیسا کہ میں نے ڈورا سے شادی ہو جانے کے بعد سوچا تھا کہ میں اپنی بیوی کے کس طرح ہونے کا خواہاں تھا۔

ایگنیز کے تئیں میرا فرض، جو مجھے ایک ایسی محبت سے چاہتی تھی جسے اگر میں تشویش میں ڈال دیتا، تو میں اپنے اس پختہ اعتماد کو بڑی خودغرضی اور بھدے پن کے ساتھ خراب کر ڈالتا اور اسے پھر کبھی نہ بحال کرا پاتا۔ مجھے، جس نے اپنی قسمت خود بگاڑلی اور اسے جیت لیا، جس پر میرا دل آگیا، اب اس پر بڑبڑانے یا آہیں بھرنے کا حق نہیں تھا اور اسے برداشت کرنا ہی تھا۔ اس میں وہ سب شامل تھا، میں نے جو کچھ محسوس کیا تھا اور میں نے جو کچھ سیکھا تھا۔ لیکن میں اسے چاہتا تھا اور یہاں تک کہ اب یہ میرے لیے تسلی جیسا ہو گیا، مبہم طریقے سے ایک ایسے دن کا تصور کر لینا جب میں کسی الزام کے بغیر اس کا اعتراف کر سکوں، جب یہ سب ختم ہو جائے گا، جب میں ایگنیز سے کہہ سکوں کہ جب میں گھر آیا تو یہ ایسا تھا اور اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور تب سے میں نے کبھی پیار نہیں کیا ہے!''

اس نے ایک بار بھی میرے سامنے خود میں تبدیلی ظاہر نہیں کی۔ وہ میرے لیے جیسی ہمیشہ رہی تھی، اب بھی اسی طرح تھی، ذرا بھی نہیں بدلی تھی۔

میرے اور میری دادی کے مابین اس سلسلے میں اس رات سے کچھ چل رہا تھا جس رات میں واپس لوٹا تھا جسے میں اس موضوع پر بات کرنے سے بچنا یا اسے ٹالنا نہیں کہہ سکتا، جہاں تک ہم دونوں اس سلسلے میں سوچتے تھے، لیکن ہم اپنے خیالات کو کوئی شکل نہیں دے پا رہے تھے۔ جب اپنے پرانے دستور کے مطابق رات کو ہم آتش دان کے پاس بیٹھتے تو اکثر اسی کشمکش میں پڑ جاتے۔ فطری طور پر اور ایک دوسرے کو جان کر بھی، جیسے ہم نے اسے بغیر کہے ہوئے کہہ دیا تھا۔ لیکن ہم نے اس موضوع پر اپنی خاموشی برقرار رکھی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس رات انھوں نے میرے چہرے پر میرے دل کی بات پڑھ لی تھی یا کچھ کچھ جان گئی تھیں اور پوری طرح سمجھ گئی تھیں

کہ میں کیوں اس کا واضح طور پر اظہار نہیں کر رہا تھا۔

کرسمس کا موقع آ جانے اور ایگنیز کا میرے تئیں کوئی نیا اعتماد ظاہر نہ کرنے سے ایک شبہ جو کئی بار میرے ذہن میں سر اٹھا چکا تھا —— کہ کیا اسے میرے دل کی سچی کیفیت کا اندازہ ہے جس کی وجہ سے وہ کچھ کہتے ہوئے رک جاتی ہے کہ کہیں اس سے مجھے تکلیف نہ پہنچ جائے۔ یہ شبہ اب مجھے اور زیادہ پریشان کرنے لگا۔ اگر ایسی بات تھی تو میری قربانی کچھ بھی نہیں تھی، اس کے تئیں میرا معمولی سا فرض بھی ادا نہیں ہو پا رہا تھا اور ہر کمزور عمل جس سے میں بچتا رہا، اب میں ہر گھنٹے کر رہا تھا۔ میں نے قصد کر لیا کہ اسے میں ہر طرح کے شبہے سے بالاتر حد تک ٹھیک کر لوں گا۔ اگر ہم دونوں کے مابین کوئی ایسی دیوار ہے، تو میں اسے فوراً اپنے ہاتھ سے توڑ دوں گا۔

یہ موسمِ سرما کا ایک —— مجھے اب تک اچھی طرح یاد ہے! —— سرد اور سخت دن تھا۔ کچھ گھنٹے قبل برف باری ہو چکی تھی اور برف اب بھی پڑی ہوئی تھی، بہت گہری پرت نہیں، لیکن زمین پر سختی سے جم گئی تھی۔ میری کھڑکی کے پیچھے باہر سمندر میں شمال سے ہوا بہہ رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا، سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں پر پڑی برف، اس وقت کسی بھی انسانی قدم کے لیے ناقابلِ عبور، اور اندازہ لگا رہا تھا کہ کون سا مقام زیادہ تنہا تھا، وہ ویران علاقہ یا یہ سونا سمندر۔

''آج بھی جاؤ گے، ٹراٹ؟'' میری دادی نے کمرے کے دروازے پر سر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں'' میں نے کہا ''میں کینٹر بری جا رہا ہوں۔ گھوڑ سواری کے لیے آج اچھا دن ہے۔''

''مجھے امید ہے کہ تمھارا گھوڑا بھی ایسا ہی سوچ سکتا ہے۔'' میری دادی نے کہا ''لیکن سر دست وہ اس دروازے کے سامنے اپنا سر نیچے کیے کھڑا ہے جیسے وہ اپنے اصطبل کو ہی ترجیح دینے کے لیے سوچ رہا ہے۔''

میری دادی نے، میں نے محسوس کیا، میرے گھوڑے کو ممنوعہ گھاس کے میدان تک آ جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن گدھوں کے لیے ذرا سی بھی رعایت نہیں دی تھی۔

''ابھی تو وہ خاصا تازہ دم ہوگا!'' میں نے برجستہ کہا۔

''سواری اس کے مالک کو بھی تازہ دم کر دے گی'' دادی نے میری میز پر رکھے کاغذات کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''اف، بچے، تم یہاں کئی کئی گھنٹے تک کام کرتے رہتے ہو! جب میں

کتابیں پڑھا کرتی تھی تو کبھی یہ نہیں سوچتی تھی کہ انھیں لکھنا کتنا مشکل کام ہے۔''

''کبھی کبھی انھیں پڑھنا ہی ایک کام ہے'' میں نے جواب دیا۔ جہاں تک لکھنے کی بات ہے، تو اس کا اپنا الگ ہی لطف ہے، دادی جان۔''

''ہائے! میں دیکھتی ہوں'' میری دادی نے کہا ''امنگ، خوشنودی کی چاہت، ہمدردی اور بھی بہت کچھ تمھارے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں!'' میں سمجھتی ہوں؟

''کیا آپ کچھ اور جانتی ہیں'' میں نے پرسکون انداز میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہا — انھوں نے میرا شانہ تھپتھپایا تھا اور میری کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔

''کیا آپ کچھ اور جانتی ہیں ایگنیز کے اس ''لگاوٹ'' کے بارے میں؟''

وہ جواب دینے سے قبل کچھ لمحوں تک میرے چہرے کو دیکھتی رہیں، پھر بولیں:

''میرے خیال میں اور جانتی ہوں، ٹراٹ۔''

وہ اتنی غور سے مجھے دیکھنے لگیں: ایک طرح کے شک کے ساتھ، یا ترس، یا اپنی شفقت میں تجسس سے: کہ میں نے اپنی پوری طاقت کو یکجا کرتے ہوئے انھیں اپنا نہایت مسرت بخش چہرہ دکھانے کا تہیہ کر لیا۔

''اور تم مزید جاننا چاہتے ہو، ٹراٹ —'' میری دادی نے کہا۔

''جی ہاں!''

''میں سمجھتی ہوں کہ ایگنیز کی شادی ہونے جا رہی ہے۔''

''خدا اسے خوش رکھے!'' میں نے خوشی سے کہا۔

''خدا اس کے شوہر کو بھی خوش رکھے!'' دادی نے برجستہ کہا۔

میں نے اسے دہرایا، دادی سے رخصت لی اور آہستہ آہستہ زینے سے نیچے اترا، گھوڑے پر سوار ہوا اور چل پڑا۔ اب پہلے سے بڑی وجہ ہو چکی تھی کہ میں وہ کر ڈالوں جس کا میں قصد کر چکا تھا۔

مجھے کتنی اچھی طرح یاد ہے موسم سرما کا وہ سفر! برف کے جمے ہوئے ٹکڑے ہوا کے جھونکوں سے گھاس کے کناروں سے کٹتے ہوئے اور میرے چہرے پر اڑ اڑ کر جمتے ہوئے، گھوڑے کی ٹاپ سخت جوتی ہوئی زمین، سوکھی گھاس سے بھری چوپہیا گاڑیوں کی ٹولی، پہاڑی پر

ستانے کے لیے رکتی ہوئی اور اپنی کھنکتی گھنٹیاں بجاتی ہوئی، کالے آسمان کے متوازی سفید مٹی کا ڈھلواں میدان جیسے ایک بہت بڑی سلیٹ پر یہ نقشہ کھینچ دیا گیا ہو!

میں نے ایگنیز کو تنہا پایا۔ چھوٹی بچیاں اب اپنے اپنے گھر جا چکی تھیں۔ اور وہ آگ کے پاس تنہا بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ مجھے آتے دیکھ کر اس نے کتاب بند کر دی اور حسبِ معمول میرا خیر مقدم کرنے کے بعد اس نے اپنی کام کرنے والی باسکٹ اٹھالی اور پرانے طرز والی ایک کھڑکی پر بیٹھ گئی۔ کھڑکی پر میں بھی اس کی بغل میں بیٹھ گیا اور ہم اس پر باتیں کرنے لگے کہ آج کل میں کیا لکھ رہا ہوں اور یہ کب تک ختم ہو جائے گا اور گذشتہ ملاقات کے بعد سے اب تک میں نے مزید کتنا لکھا۔ ایگنیز بہت خوش تھی اور ہنستے ہوئے اس نے پیشین گوئی کی کہ جلد ہی میں بہت زیادہ مشہور ہو جاؤں گا اور ایسے موضوعات کو لے کر لوگ میرے بارے میں اور چرچا کرنے لگیں گے۔

''اس لیے میں اپنا زیادہ سے زیادہ وقت، تم دیکھتے ہو،'' ایگنیز نے کہا ''اس موضوع پر گفتگو کرنے میں صرف کرتی ہوں۔''

جب میں نے کام میں مصروف اس کے حسین چہرے کو دیکھا تو اس نے اپنی چمکتی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور دیکھا کہ میں اسے تکے جا رہا تھا۔

''آج تم کچھ فکر مند سے نظر آ رہے ہو، ٹراٹ وڈ!''

''ایگنیز، کیا میں تمھیں بتا دوں کہ کس لیے؟ میں تم سے یہی بتانے آیا ہوں۔''

اس نے اپنا کام اٹھا کر الگ رکھ دیا جیسا کہ وہ ایسے موقعوں پر کیا کرتی تھی جب ہم سنجیدگی سے کسی مسئلے پر غور کرنے لگتے تھے اور پوری طرح سے میری طرف متوجہ ہو گئی۔

''میری پیاری ایگنیز، کیا تمھیں میری محبت پر شک ہے کچھ؟''

''نہیں!'' اس نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں تمھارے لیے ہمیشہ جیسا رہا ہوں، کیا تمھیں اس پر کچھ شک ہے؟''

''نہیں!'' اس نے پھر پہلے کی ہی طرح جواب دیا۔

''کیا تمھیں یاد ہے کہ جب میں وطن لوٹ کر آیا، میں نے تم سے بتانے کی کوشش کی تھی کہ میرے اوپر تمھارے احسانات کا کتنا قرض ہے، پیاری ایگنیز اور میں کتنی گرمجوشی سے تمھارے

بارے میں سوچتا ہوں؟''

''مجھے یاد ہے'' اس نے نرم لہجے میں کہا'' بہت اچھی طرح۔''

''تم نے اپنے دل میں کوئی راز چھپا رکھا ہے'' میں نے کہا'' مجھے بھی اس میں شریک کرلو ایگنیز۔''

اس نے اپنی نظریں جھکا لیں اور وہ لرزنے لگی۔

میں یہ جان لینے میں مشکل سے چوکتا، اگر میں نے کچھ نہ سن رکھا ہوتا تو بھی ـــــــــ تمھارے ہونٹوں سے نہیں، بلکہ کسی اور سے، ایگنیز، جو عجیب سا لگتا ہے ـــــ کہ ایسا کوئی ہے، جس پر تم نے اپنی محبت کا خزانہ نچھاور کر رکھا ہے۔ جس چیز کا تعلق تمھاری اتنی قریبی خوشی سے ہے، اسے مجھ سے مت چھپائے رکھو! اگر تم مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو، جیسا کہ تم کہتی ہو کہ تمھیں مجھ پر اعتماد ہے اور جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتی ہو، مجھے اپنا بہی خواہ، اپنا بھائی بنا رہنے دو، اس معاملے میں بھی، جیسا کہ سبھی دیگر معاملوں میں کرتی ہو!''

بڑی پرکشش نظروں سے دیکھتی ہوئی وہ کھڑکی سے اٹھ گئی اور جلدی سے کمرے سے نکلتے ہوئے، جیسے یہ نہ جانتی ہو کہ کہاں جانا ہے، اس نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور پھپھک کر اس بری طرح رو پڑی کہ اس کے آنسو میرے دل کو چیرے ڈال رہے تھے۔

اس کے باوجود اس کے آنسو میرے دل میں امید کی کرن جگا رہے تھے۔ میرے جانے بغیر کہ آخر کیوں، یہ آنسو خود کو اس کی اس خاموش اور افسردہ مسکراہٹ سے منسلک کر رہے تھے، جو میری یادداشت کے پردے پر نقش تھی اور اس نے مجھے ڈر یا غم سے زیادہ، امید سے ہلا دیا۔

''ایگنیز! میری بہن! عزیز ترین! میں نے کیا کر دیا؟''

''مجھے جانے دو ٹراٹ ووڈ۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ میں بعد میں تم سے بات کروں گی ـــــ پھر کسی وقت۔ میں تمھیں لکھ دوں گی۔ ابھی مجھ سے مت بات کرو۔ پلیز، مت بات کرو اس وقت!''

میں یہ یاد کرنے لگا کہ اس نے کیا کہا تھا جب میں نے اس رات اس سے اس کی محبت کا بدلہ نہ ملنے کی بات کہی تھی۔ یہ ایک ایسا جہان محسوس ہونے لگا جسے مجھے ایک لمحے میں تلاش کر لینا تھا۔

''ایگنیز، میں تمھیں اس طرح دیکھنا برداشت نہیں کرسکتا اور سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ میں ہی ہوں۔ میری عزیز ترین بہن، میری زندگی سے بھی زیادہ عزیز، اگر تم ناشاد ہو تو اس میں مجھے بھی شریک کرلو۔ اگر تمھیں مدد یا مشورے کی ضرورت ہے تو مجھے مہیا کرنے کی کوشش کرنے دو۔ اگر تمھارے دل پر واقعی کوئی بوجھ ہے تو مجھے اس کو ہلکا کرنے کی کوشش کرنے دو۔ میں اب کس لیے جی رہا ہوں، ایگنیز اگر یہ تمھارے لیے نہیں ہے؟''

''اف، چھوڑ دو مجھے! میں اپنے آپ میں نہیں ہوں! کسی اور وقت!'' بس اتنا ہی میں سمجھ پایا۔

کیا یہ ایک خودغرضانہ بھول تھی جو مجھے دور کرتی جا رہی تھی؟ یا ایک بار امید کی ایک کرن نظر آ جانے پر، کوئی چیز مجھ پر وا ہو رہی تھی جسے سوچنے کی جسارت میں نہیں کر پا رہا تھا؟

''میں اور کہوں گا۔ میں تمھیں خود کو اس طرح نہیں چھوڑنے دوں گا! خدا کے لیے، ایگنیز، اتنے برسوں کی محبت کے بعد ہمیں ایک دوسرے کو غلط نہیں سمجھنا چاہیے، اور ان برسوں کے ساتھ جو کچھ آیا اور جو چلا گیا! مجھے صاف صاف کہنا چاہیے۔ اگر تمھارے دل میں کوئی دیرینہ خیال ہے کہ تم جو خوشی اسے دو گی، اس پر مجھے رشک آئے گا، تمھاری اپنی پسند کے تمھارے کسی اور محافظ کو میں برداشت نہ کر پاؤں گا، اور میں اپنی جگہ سے ہٹا دیے جانے پر تمھاری خوشی کو دیکھ نہ پاؤں گا، تو اس خیال کو دل سے نکال دو کیونکہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں! میں نے بالکل فضول ہی تکلیف نہیں اٹھائی ہے۔ تم نے فضول ہی مجھے نہیں سکھایا ہے۔ میں تمھارے بارے میں جو کچھ بھی سوچتا ہوں، اس میں خود شامل نہیں ہوں۔''

اب وہ خاموش رہی۔ تھوڑی دیر میں اس نے اپنا پیلا چہرہ میری جانب گھمایا اور دھیمی ٹوٹی بکھری آواز میں لیکن واضح طور پر کہا:

''میں تمھاری سچی دوستی کے لیے احسان مند ہوں، ٹراٹ ووڈ ـــــ جو یقیناً مجھے شبہ نہیں ہے ـــــ تمھیں بتانے میں، کہ تمھیں غلط فہمی ہے، میں اور کچھ نہیں کرسکتی۔ اگر پچھلے کچھ برسوں کے دوران کبھی میرے سامنے کوئی مسئلہ آیا ہے، اور تم سے مدد یا مشورے چاہا تو وہ مجھے ملتے رہے۔ اگر کبھی میں ناشاد رہی ہوں، اب وہ احساس گذر چکا ہے۔ اگر کبھی میرے دل پر کوئی بوجھ رہا ہے تو اب وہ میرے لیے ہلکا ہو چکا ہے۔ اگر کبھی میرا کوئی راز رہا ہے، تو یہ کوئی نیا نہیں ہے، اور وہ نہیں

ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ میں اسے افشا نہیں کر سکتی نہ اسے بانٹ سکتی ہوں۔ یہ ایک زمانے سے میرا رہا ہے اور اسے میرا ہی رہنا چاہیے۔''

''ایگنیز! ٹھہر جاؤ! ایک لمحے کے لیے!''

وہ جا رہی تھی لیکن میں نے اسے روک لیا۔ میں نے اپنا بازو اس کی کمر میں حائل کر دیا ''ان برسوں میں!'' ''یہ کوئی نیا نہیں ہے!'' نئے خیالات اور نئی امیدیں میرے ذہن میں ناچنے لگیں اور میری زندگی کے تمام رنگ بدلنے لگے۔

''عزیز ترین ایگنیز! جس کا میں اتنا ادب اور احترام کرتا ہوں ـــــ جسے میں سچے دل سے پیار کرتا ہوں! میں آج جب یہاں آیا، میں نے سوچا کہ آج اس اعتراف سے مجھے کوئی چیز بھی نہ روک پائے گی۔ میں نے سوچا کہ میں اسے اپنے دل میں تمام عمر رکھے رہ سکتا تھا، جب تک ہم دونوں بوڑھے نہیں ہو جاتے۔ لیکن ایگنیز، اگر کبھی واقعی مجھ میں کوئی ایسی نئی امید جاگ گئی کہ میں تمھیں بہن سے زیادہ کچھ سمجھنے لگوں، بہن سے بہت زیادہ الگ کچھ! ــــ ''

اس کے آنسو اور تیزی سے گرنے لگے لیکن یہ آنسو ویسے نہیں تھے جو وہ ابھی تک گرا رہی تھی اور میں نے ان میں اپنی امید روشن ہوتی دیکھی۔

ایگنیز، ہمیشہ میری رہبر رہی اور سب سے زیادہ مددگار! اگر تم اپنے بارے میں اور زیادہ سوچتی رہتیں اور میرے بارے میں کم، جب ہم یہاں ساتھ ساتھ بڑے ہو رہے تھے، تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا لاابالی پن مجھے تم سے دور نہ جانے دیتا۔ لیکن تم مجھ سے اتنی زیادہ بہتر تھیں کہ میرے لیے یہ ضروری تھا کہ اپنی ہر بچگانہ امید اور مایوسی کے بارے میں تم سے بتاتا رہتا اور تم پر پوری طرح بھروسا کرتا اور پھر جیسے یہ میری فطرتِ ثانیہ سی بن گئی اور تمھیں اتنا ہی چاہنا میری مجبوری جیسی ہو گئی جتنا میں تمھیں چاہتا ہوں!''

وہ اب بھی روئے جا رہی تھی لیکن رنج سے نہیں ـــــ خوشی سے! اور میری بانہوں میں اس طرح سما گئی جس طرح پہلے کبھی نہیں کیا تھا، اس طرح جیسے میں نے سوچا تھا کہ وہ کبھی ایسا نہیں کرے گی!

''جب میں ڈورا کو بری طرح چاہنے لگا، ایگنیز، جیسا کہ تم جانتی ہو ـــــ ''

''ہاں''، اس نے مستعدی سے بے ساختہ کہہ دیا ''مجھے یہ جان کر خوشی ہے!''

''جب میں اس سے پیار کرنے لگا ـــــ تب بھی تمھاری ہمدردی کے بغیر میری محبت ادھوری رہ جاتی۔ مجھے تمھاری ہمدردی ملی، اور میری محبت مکمل ہوگئی۔ اور جب میں نے اسے کھودیا، ایگنیز، تمھارے بغیر میں کیا رہ سکتا تھا!''

میری بانہوں میں، میرے دل کے قریب، اس کا لرزتا ہاتھ میرے شانے پر، اس کی حسین آنکھیں آنسوؤں کے درمیان چمکتی ہوئی میری آنکھوں میں دیکھتی رہیں۔

ـــــ ''میں باہر چلا گیا ایگنیز، تمھاری محبت دل میں لیے ہوئے۔ میں دور رہا، تمھاری محبت دل میں لیے ہوئے۔ میں گھر واپس آیا تمھاری محبت دل میں لیے ہوئے!''

اور اب میں نے اس کشمکش اور جدوجہد کے بارے میں بتانے کی کوشش کی جس سے میں گذر رہا تھا اور جس نتیجے پر میں پہنچا تھا۔ میں نے اپنے دل کی بات اس کے سامنے ایمانداری کے ساتھ اور مکمل طور پر رکھ دینے کی کوشش کی۔ میں نے اسے دکھانا چاہا کہ کیسے میں نے امید کی تھی کہ میں اپنے اور اس کے بارے میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں، اس بہتر علم سے مجھے کیسے سکون ملا، اور میں وہاں کیسے آیا تھا، اس دن بھی، اپنی اس وفاداری کے ساتھ۔ اگر وہ مجھے اتنا ہی چاہتی ہے (میں نے کہا) کہ وہ مجھے اپنے شوہر کی حیثیت سے قبول کر سکتی ہے، تو وہ ایسا کر سکتی ہے، اس وجہ سے نہیں کہ میں اس کا اہل ہوں، بلکہ صرف میں اسے جتنا چاہتا ہوں، اس کی وجہ سے اور اس تکلیف کی وجہ سے جس میں میرا پیار پک کر اس منزل کو پہنچا۔ اور اسی لیے میں نے اسے ظاہر کر دیا۔ اور اے ایگنیز، یہاں تک کہ ان سچی آنکھوں سے ان دنوں بھی میری بچہ بیوی کی روح دیکھتی رہتی تھی، یہ کہتے ہوئے کہ یہ بہت اچھا ہو رہا ہے اور تمھارے توسط سے میرا دل جیتتے ہوئے، اس کلی کی نازک ترین یادیں تازہ کرتی ہوئی جو عالمِ شباب میں ہی مرجھا گئی!

''میں اتنی خوش ہوں، ٹراٹ ووڈ ـــــ میرا دل جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا جا رہا ہے ـــــ لیکن ایک بات ایسی ہے جو میں تم سے ضرور کہہ دینا چاہوں گی۔''

''کون سی بات جانِ عزیز؟''

اس نے اپنے نازک ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیے اور خاموشی سے میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

''جانتے ہو، ابھی کون سی بات مجھے کہنی ہے؟''

''یہ سوچنے میں مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ یہ کیا ہے۔ بتا دو، میری عزیز۔''

''میں نے زندگی بھر تم سے پیار کیا ہے!''

اف، ہم خوش تھے، ہم بہت خوش تھے! ہمارے آنسو اس کے لیے نہیں گر رہے تھے (اس کے مجھ سے کہیں زیادہ) جن تکلیف دہ آزمائشوں سے گذر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے بلکہ یہ آنسو اس خوشی میں گر رہے تھے کہ بالآخر ہم دونوں ایک ہو گئے، پھر کبھی نہ جدا ہونے کے لیے!

سردی کی اس شام ہم ساتھ ساتھ کھیتوں میں ٹہلتے رہے اور ہمارے اندر پر مسرّت سکون جیسے کہر آلود ہوا میں شامل ہو کر بہہ رہ تھا۔ آسمان میں تارے چمکنے لگے جبکہ ہم ٹہلتے ہی رہے اور انھیں دیکھتے ہوئے ہم نے اپنے رب کا شکر ادا کیا جس نے ہمیں اس سکون و راحت تک پہنچنے میں ہماری رہنمائی کی تھی۔

رات کو ہم اسی پرانی طرز کی کھڑکی میں کھڑے ہو گئے جب چاند چمکنے لگا، ایگنیز اپنی خاموش آنکھیں اس کی طرف اٹھائے ہوئے، میں اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے۔ سڑک کے کنارے نصب لمبے لمبے میل تب میرے ذہن میں وا ہونے لگے، اور اس پر چلتے ہوئے، میں نے ایک پھٹے حال لاوارث لڑکے کو دیکھا جسے آ کر میرے دھڑکتے دل کو خود اپنا دل کہنا چاہیے تھا۔

اگلے روز یہ کھانے کا وقت تھا جب ہم دادی کے سامنے حاضر ہوئے۔ وہ اوپر میرے لکھنے پڑھنے کے کمرے میں تھیں، پیگٹی نے بتایا: جو اس کے لیے افتخار کی بات تھی کہ وہ کمرے کو صاف ستھرا اور سلیقے سے میرے لیے سجا کر رکھے۔ ہم نے اپنی دادی کو چشمہ لگائے آگ کے پاس بیٹھی ہوئی پایا۔

دادی نے دھندلکے میں آنکھیں گڑاتے ہوئے کہا ''میرے خدا یہ کسے لا رہے ہو تم؟''

جیسا کہ ہم نے طے کر رکھا تھا کہ پہلے ہم کچھ نہیں بتائیں گے، دادی ایگنیز کو دیکھ کر ذرا بھی بدحواس نہ ہوئیں۔ انھوں نے مجھ پر پُر امید نگاہیں ڈالیں۔ جب میں نے ''ایگنیز'' کہا لیکن یہ دیکھ کر کہ میں پہلے ہی کی طرح نظر آ رہا تھا، انھوں نے مایوسی میں اپنا چشمہ اتار لیا اور اس سے اپنی ناک سہلانے لگیں۔

اس کے باوجود انھوں نے تہِ دل سے ایگنیز کا خیر مقدم کیا اور جلد ہی ہم نیچے روشن کمرے میں کھانے کی میز پر تھے۔ میری دادی نے دو یا تین بار اپنا چشمہ لگایا، مجھے پھر دیکھنے کے لیے لیکن ہر بار وہ مایوسی کے ساتھ چشمہ اتار لیتیں اور اس سے اپنی ناک سہلانے لگتیں، جس سے مسٹر ڈک کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میری دادی کا ایسا کرنا ایک بری علامت تھی۔

''ہاں، دادی'' کھانا کھا چکنے کے بعد میں نے کہا ''میں نے ایگنیز سے اس سلسلے میں بات کی ہے جو آپ نے بتایا تھا۔''

''پھر ٹراٹ'' دادی نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''تم نے غلط کیا اور اپنا وعدہ توڑ دیا۔''

''آپ ناراض نہیں ہیں، دادی، مجھے پورا بھروسا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ آپ ناراض نہ رہیں گی جب آپ جان جائیں گی کہ ایگنیز کسی کے چکر میں ناشاد نہیں رہتی۔''

''مہمل اور فضول!'' دادی نے بے ساختہ کہا۔

چونکہ دادی خاصی بدحظ سی نظر آنے لگی تھیں، میں نے ان کی یہ کیفیت ختم کر دینے کے لیے سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا کہ اس راز سے جلد پردہ ہٹا دیا جائے۔ میں نے ایگنیز کو اپنی بانہوں میں بھر لیا اور ہم دونوں دادی کی کرسی کے پیچھے جا کر ان کے اوپر جھک گئے۔ دادی نے ایک بار ہاتھ پر ہاتھ مارا اور چشمے سے ایک نظر ہم پر ڈالنے کے بعد خوشی سے پاگل ہو اٹھیں، میرے علم میں زندگی میں پہلی بار۔

دادی کی چیخ پکار سن کر پیگٹی بھاگی ہوئی آئی۔ جب دادی نے خود پر قدرے قابو پا لیا تو وہ اچھل کر پگاٹی کی طرف لپکیں اور اسے ''احمق بوڑھی مخلوق'' کہتے ہوئے اپنی پوری طاقت سے اسے بھینچ لیا۔ اس کے بعد انھوں نے مسٹر ڈک کو گلے سے لگا لیا (جنھوں نے خاصا تفاخر محسوس کیا لیکن خاصے حیران بھی ہوئے) اور پھر انھوں نے سب سے بتایا کہ ان پر یہ دورہ کیوں پڑا تھا۔ تب ہم سب خوب خوش ہوئے۔

میں یہ نہ جان سکا کہ آیا میری دادی نے مجھ سے پچھلی مختصر گفتگو کے دوران ایک پاکیزہ فریب کیا تھا یا میری ذہنی کیفیت کے بارے میں ان کو واقعی غلط فہمی ہو گئی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اتنا کافی تھا کہ انھوں نے مجھ سے بتا دیا تھا کہ ایگنیز کی شادی ہونے جا رہی ہے، آداب میں کسی اور

سے زیادہ بہتر جان گیا کہ یہ کتنا سچ تھا۔

دو ہفتے کے اندر ہماری شادی ہوگئی۔ ٹریڈلس اور سوفی، اور ڈاکٹر اور مسز اسٹرانگ، ہی ہماری شادی کی خاموش تقریبات میں مہمان رہے۔ ہم نے بے حد خوشی کے ساتھ ان سے رخصت لی اور ساتھ ساتھ چل دیے۔ اپنی زندگی کی ہر کار آمد و نیک تمنا کے ماخذ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے، اپنے مرکز کو، اپنی زندگی کے مرکز کو، میری اپنی، میری بیوی، اپنی محبت کو جس کی بنیاد ایک چٹان پر رکھی گئی تھی!

''عزیز ترین شوہر! ایگنیز نے کہا ''اب جبکہ میں تمھیں اس نام سے پکار سکتی ہوں، مجھے تم سے ایک بات اور بتانی ہے۔''

''مجھے اسے سننے دو جانِ عزیز۔''

''یہ بات اس رات سے پیدا ہوئی ہے جب ڈورا کا انتقال ہوا تھا۔ اس نے تمھیں میرے لیے بھیجا ہے۔''

''اس نے ہی بھیجا ہے۔''

''اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے لیے کچھ چھوڑے جا رہی ہے۔ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ وہ چیز کیا تھی؟''

مجھے یقین تھا کہ میں سوچ سکتا تھا۔ میں نے اپنی بیوی کو، جو اتنے دنوں سے مجھے پیار کرتی رہی تھی، اپنے اور قریب کھینچ لیا۔

اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھ سے ایک آخری گذارش کر رہی ہے اور میرے لیے یہ آخری ذمہ داری چھوڑ گئی۔

''اور وہ یہ تھی ــــ''

''کہ صرف میں اس خالی جگہ کو پُر کر سکتی تھی۔''

اور ایگنیز نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا اور رونے لگی، اس کے ساتھ میں بھی رونے لگا، اگرچہ ہم اتنے خوش تھے۔

●●●

باب 63

ایک ملاقاتی

میں نے جو کچھ لکھنا چاہا تھا، وہ قریب قریب ختم ہو چکا ہے لیکن ابھی ایک واقعہ میری یاد داشت میں بہت نمایاں ہے۔جس پر اکثر یہ (میری یادداشت) خوشی سے جھوم اٹھتی ہے اور میں نے جو جال بنا ہے، اس ایک دھاگے کے بغیر اس کا اختتام الجھا ہوا رہ جائے گا۔

میری شہرت اور قسمت آگے ہی بڑھتی جا رہی تھی، میری خانگی خوشی مکمل تھی، میری شادی ہوئے دس پر مسرت سال گذر چکے تھے۔ایگنیز اور میں موسمِ بہار کی اس رات لندن کے اپنے مکان میں آتش دان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے بچوں میں سے تین، کمرے میں کھیل رہے تھے، جب مجھے بتایا گیا کہ ایک اجنبی مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔

اس سے پوچھا جا چکا تھا کہ کیا وہ کسی بزنس کے سلسلے میں ملنا چاہتا تھا، جس پر اس نے کہا تھا، نہیں، وہ صرف مجھ سے ملنے کی سعادت حاصل کرنے آیا تھا۔اور بہت دور سے یہاں آیا تھا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا، نوکر نے بتایا، اور ایک کسان کی طرح لگ رہا تھا۔

چونکہ بچوں کو یہ پر اسرار محسوس ہوا، مزید برآں یہ ان کی کسی پسندیدہ کہانی کی شروعات جیسی تھی جو ایگنیز ان لوگوں کو سنایا کرتی تھی جس کی ابتدا میں کوئی بدمعاش بوڑھی پری، جو ہر کسی سے نفرت کرتی تھی، لبادہ اوڑھے آتی ہے۔اس سے ماحول میں کچھ تناؤ سا پیدا ہو گیا۔ ہمارے

ایک لڑکے نے اپنا سر ماں کی گود میں رکھ دیا، تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے، اور ننھی ایگنیز (ہماری سب سے بڑی اولاد) اپنی گڑیا کرسی پر چھوڑ کر (اپنی نمائندہ کے طور پر) اپنی سنہری کاکل لہراتے ہوئے کھڑکی کے پردے کے درمیان سے دیکھنے لگی کہ آگے کیا ہوتا ہے۔

''انھیں یہیں آنے دو!'' میں نے کہا۔

جلد ہی اندھیرے گلیارے میں وہ داخل ہوا، ایک تندرست، سفید بالوں والا بوڑھا آدمی۔ ننھی ایگنیز اس کی شباہت سے متاثر ہوتی ہوئی اسے اندر لانے کے لیے بھاگی تھی اور میں نے ابھی تک ٹھیک سے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، جب میری بیوی خوشی سے اور پرجوش آواز میں بے ساختہ مجھ سے کہہ اٹھی کہ یہ مسٹر پیگٹی تھے!

یہ مسٹر پیگٹی تھے۔ اب ایک بوڑھے آدمی، لیکن اب بھی حوصلہ اور جوش سے بھرے ہوئے۔ جب ہمارا پہلا جذبہ ختم ہوا اور وہ بچوں کو اپنے گھٹنے پر بٹھا کر آگ کے پاس بیٹھ گئے اور آگ کی لپٹوں کی روشنی ان کے چہرے پر چمکنے لگی، وہ مجھے محنتی اور قوی ایک ایسے خوبصورت بوڑھے نظر آئے جتنا خوبصورت بوڑھا آدمی میں نے نہیں دیکھا تھا۔

''ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے کہا۔ اور پرانا نام پرانے لہجے میں فطری انداز میں میرے کانوں میں پہنچا! ماسٹر ڈیوی، یہ نہایت پرمسرت موقع ہے جب میں آپ کو ایک بار پھر دیکھ رہا ہوں، آپ کی نیک بیوی کے ساتھ!''

''یقیناً ایک پرمسرت موقع ہے، پرانے دوست!'' میں نے بے ساختہ کہا۔

''اور یہ خوبصورت بچے'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''ان پھولوں کو دیکھ کر! آئیں ماسٹر ڈیوی، آپ اس سب سے چھوٹے والے بچے کے برابر تھے جب میں نے پہلی بار آپ کو دیکھا تھا! جب ایملی بھی بڑی نہیں ہوئی تھی اور ہمارا لڑکا بے چارہ بس ایک چھوکرا تھا!''

''تب سے وقت نے مجھے اس سے زیادہ بدل ڈالا ہے جتنا کہ آپ کو'' میں نے کہا ''لیکن ان پیارے بچوں کو سونے کے لیے جانے دیجیے، اور جیسا کہ انگلستان میں کسی اور مکان میں نہیں، بلکہ اسی مکان میں آپ کو رہنا ہے، مجھے بتا دیجیے کہ آپ کا سامان کہاں سے منگوانا ہے (پرانا کالا بیگ اب بھی ہے، جو ابھی تک چلا آ رہا ہے، مجھے تعجب ہے!) اور تب پھر یارمتھ کے ایک ایک گلاس

مشروب کے ساتھ ہم گذشتہ دس برس کی باتیں کریں گے!

''کیا آپ تنہا آئے ہیں؟'' ایکنیز نے پوچھا۔

''ہاں محترمہ!'' انھوں نے اس کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ''بالکل تنہا۔''

ہم نے انھیں اپنے درمیان بٹھالیا، یہ نہ جانتے ہوئے کہ ان کا کس طرح خاطر خواہ خیر مقدم کریں، اور جب میں نے ان کی پرانی مانوس باتیں سننا شروع کی تو مجھے لگا جیسے وہ اب بھی اپنی دلاری بھتیجی کی تلاش میں اپنا طویل سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔

''یہاں پانی سے ہو کر آیا ہوں اور کچھ ہفتے رکتا، لیکن پانی (خصوصاً جب یہ نمکین ہو) مجھے فطری لگتا ہے، اور دوست پیارے ہیں، اور میں یہاں ہوں —— جو ایک شعر ہے'' مسٹر پیگٹی نے اس شعر کے کہہ دینے پر خاصے متحیر ہوتے ہوئے کہا ''اگر چہ میرا ایسا ارادہ نہیں تھا۔''

''آپ اتنے ہزار میل پھر جلد ہی واپس چلے جائیں گے؟'' ایکنیز نے پوچھا۔

''ہاں محترمہ'' انھوں نے جواب دیا۔ آنے سے قبل میں نے ایملی سے وعدہ کیا تھا۔ آپ دیکھ لیجیے، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں اور اگر میں تیرتا نہ رہتا تو زیادہ امکانات تھے کہ میں پھر کبھی نہ تیر پاتا۔ اور یہ بات میرے ذہن کو پریشان کیے رہتی تھی کہ میں آکر ماسٹر ڈیوی کو اور آپ کو ایک خوش و خرم میاں بیوی کی طرح دیکھ لوں، اس سے قبل کہ میں بہت زیادہ بوڑھا ہو جاؤں۔''

انھوں نے ایسی نظروں سے ہم لوگوں کو دیکھا جیسے ان کی آنکھیں کبھی سیر نہ ہو پائیں گی۔ ایکنیز نے ہنستے ہوئے ان کے سفید بالوں کی کچھ لٹیں جو چہرے پر آگئی تھیں، پیچھے کر دیں تا کہ وہ ہم لوگوں کو اور ٹھیک سے دیکھ سکیں۔

''اور آپ ہم لوگوں کو بتائیں'' میں نے کہا ''اپنی قسمت آزمائی کی ہر بات۔''

''ہماری قسمت آزمائی، ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے کہا ''جلد ہی معلوم ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو کامیابی ملی ہی نہیں، لیکن بس ہم نے کسی طرح پیر رکھنے کی جگہ بنالی ہے۔ ہم نے اسی طرح کام کیا ہے جیسا ہمیں کرنا چاہیے اور ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں ہمیں کچھ دقت اٹھانی پڑی ہو لیکن اب ہم نے خود کو خاصا جما لیا ہے۔ کیا بھیڑ بکریاں چرانا اور کیا مویشی کا کاروبار، اور کیا ایک

چیز اور کیا دوسری چیز، ہم سب اتنی ہی اچھی طرح کر لیتے ہیں جتنی اچھی طرح کیا جا سکتا ہے۔ ہم پر خدا کا فضل رہا ہے'' مسٹر پیگٹی نے شکرانے کے اظہار میں سرخم کرتے ہوئے کہا'' اور ہم نے ترقی کی۔ یہ بہت دنوں میں ہو پایا۔ اگر کل نہیں تو پھر آج کیوں۔ اگر آج نہیں تو پھر کل کیوں۔''

''اور ایملی؟'' ایگنیز اور میں نے ایک ساتھ کہا۔

''ایملی'' انھوں نے کہا'' جب آپ اسے چھوڑ کر چلی آئیں محترمہ ——— میں نے رات میں اسے دعا مانگتے کبھی نہیں سنا تھا، جب ہم جہاز میں ٹھیک سے بیٹھ گئے، میں نے آپ کا نام سنا ——— اس کے بعد ماسٹر ڈیوی اس کی اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، چمکتا سورج ماند پڑ گیا ——— اور شروع میں دل ایسا بیٹھنے لگا کہ اگر ماسٹر ڈیوی نے ہم لوگوں سے اس بات کو چھپا نہ رکھا ہوتا، بڑی رحم دلی اور سمجھداری سے کام لیتے ہوئے، تو وہ گر جاتی۔ لیکن کچھ غریب لوگ جہاز پر تھے جو بیمار تھے اور ایملی ان کی تیمارداری میں لگ گئی اور ہمارے ساتھ بچے تھے، وہ ان کی بھی دیکھ بھال کرنے لگی اور اس طرح اس نے خود کو خوب مصروف کر لیا، جس سے اس کو بڑا سہارا مل گیا۔

''اس نے پہلی بار کب سنا اس کے بارے میں؟'' میں نے پوچھا۔

میں نے یہ خبر سن لینے کے بعد اسے اس سے چھپائے رکھا'' مسٹر پیگٹی نے کہا'' تقریباً ایک سال تک۔ تب ہم ایک ویران جگہ رہتے تھے لیکن وہاں خوبصورت پیڑ تھے اور گلاب کے پیڑ ہماری چھت تک پہنچ گئے تھے۔ ایک روز جب میں کام کرنے گیا ہوا تھا تو انگلستان کے ہمارے نارفوک یا سفوک سے (مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے کہ کہاں سے) ایک مسافر آیا اور ہم نے اسے اپنے یہاں پناہ دی اور اسے کھلایا پلایا اور اسے عزت سے رکھا۔ وہاں کالونی میں ہم سبھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس کے پاس ایک پرانا اخبار تھا جس میں اس طوفان کی خبریں تھیں۔ اس طرح وہ ہیم کے بارے میں جان گئی۔ جب رات کو میں گھر آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ یہ جان گئی ہے۔''

اتنا کہتے کہتے ان کا گلا رندھ گیا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے چہرے پر کیسا غم چھا گیا تھا۔

''کیا اس سے اس پر بہت اثر پڑا؟'' ہم نے پوچھا۔

''ہاں، کافی دنوں تک'' انھوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا'' اگر اب تک نہیں ہے۔ لیکن میں

سمجھتا ہوں کہ تنہائی اس کے لیے اچھی ثابت ہوئی۔ اس نے مرغیاں پال لینے کے بارے میں سوچا اور اس نے اس کام میں خود کو اور بھی مصروف کرلیا جس سے یہ غم برداشت کر لینے میں اسے مدد ملی۔ مجھے حیرت ہے۔'' انھوں نے فکرمندانہ انداز میں کہا ''اگر آپ ایملی کو اب دیکھیں، ماسٹر ڈیوی، تو شاید آپ اسے پہچان نہ پائیں!''

''وہ اتنی بدل گئی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔ میں اسے روز دیکھتا ہوں، اس لیے نہیں جان سکتا، لیکن اکثر میں نے ایسا سوچا ہے۔ دبلی پتلی سی'' مسٹر پیگٹی نے آگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''رحمدل، نرم مزاج، افسردہ، نیلی آنکھیں، نازک سا چہرہ، خوبصورت سر آگے کو جھکا ہوا، دھیمی آواز ـــــ تقریباً کمزور ـــــ اسی طرح ہے ایملی!''

اسی طرح آگے کی طرف دیکھتے ہوئے انھیں ہم خاموشی سے دیکھتے رہے۔

''کچھ لوگ سوچتے ہیں'' انھوں نے کہا ''کہ اس کی محبت میں کھوٹ تھی، کچھ لوگ، جیسا کہ موت کی وجہ سے اس کی شادی ٹوٹ گئی۔ کوئی نہیں جانتا کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ بعد میں اس سے بھی اچھی جگہ شادی کر سکتی تھی، ''لیکن چاچا'' وہ مجھ سے کہتی ہے ''یہ بات اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے۔'' میرے ساتھ خوشیاں رہتی ہیں، خوشی پرسکون رہتی ہے جب اور لوگوں کے ساتھ رہتی ہے، کسی بچے کو پڑھانے کے لیے یا کسی بیمار کی تیمارداری کرنے کے لیے کتنی بھی دور جانے کو تیار رہتی ہے یا کسی جوان لڑکی کی شادی کے لیے جو کچھ مدد کر سکتی ہے، کرتی ہے (اور وہ کئی لڑکیوں کی مدد کر چکی ہے لیکن کسی شادی میں خود کبھی شریک نہیں ہوئی)، اپنے چاچا کو دل سے چاہتی ہے، بڑی صابر ہے، بوڑھے اور بچے سبھی اس کو پسند کرتے ہیں۔ کسی طرح کی پریشانی میں لوگ اس کی مدد کے طلب گار رہتے ہیں۔ ایسی ہے ایملی!''

انھوں نے ہاتھ اپنے منہ پر پھیرا اور گھٹی گھٹی سی سانس لے کر آگ کی طرف سے نظریں ہٹالیں۔

''کیا مارتھا ابھی تک آپ ہی کے ساتھ ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مارتھا'' انھوں نے جواب دیا ''دوسرے ہی سال شادی کرلی اس نے، ماسٹر ڈیوی۔

ایک نوجوان کے ساتھ، کھیت مزدور ہے وہ۔ اپنے مالک کے ٹھیلے لے کر پانچ سو میل سے زیادہ کا سفر کر کے وہاں آیا تھا۔ راستے میں اس نے مارتھا کو دیکھا اور اسے اپنی بیوی بنا لینے کی پیشکش کی (ادھر بیویاں بڑی مشکل سے مل پاتی ہیں) مارتھا نے مجھ سے کہا کہ میں اس نوجوان سے اس کی اصل کہانی بتا دوں، میں نے بتا دی۔ اس نے مارتھا سے شادی کر لی اور اب وہ چار سو میل دور رہنے لگے ہیں جہاں کسی کی آواز نہیں آتی بجز ان کی اور گاتی چڑیوں کی۔

''مسز گج؟'' میں نے پھر پوچھا۔

اب تو جیسے مسٹر پیگٹی کے لیے کوئی خوش آئند بٹن دب گیا ہو اور وہ اچانک قہقہہ لگاتے ہوئے دہرے ہو گئے اور اپنی ٹانگوں کو ہاتھ سے سہلانے لگے جیسا کہ وہ اس بدقسمت کشتی پر رہنے کے دوران بہت خوش ہونے پر کیا کرتے تھے۔

''آپ یقین کریں گے اس پر؟'' انھوں نے کہا'' آں، کسی نے ان سے شادی کرنے تک کی پیشکش کی! اگر ایک جہاز کا باورچی جو شادی کرنا چاہتا تھا، ماسٹر ڈیوی، مسز گج سے شادی کرنے کی پیشکش نہ کرتا، تو میں اڑن چھو ہو جاتا ــــ اور میں اس سے بہتر نہیں کہہ سکتا!''

میں نے ایگنیز کو اس طرح ہنستے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مسٹر پیگٹی پر اچانک اس طرح کا انبساط ایگنیز کے لیے اتنا خوش کن تھا کہ اس کی ہنسی بند ہی نہیں ہو پا رہی تھی اور وہ جتنا ہی ہنستی جاتی، مجھے بھی ہنسنے پر مجبور کرتی جاتی اور مسٹر پیگٹی کا انبساط اتنا ہی اور بڑھتا جاتا اور وہ اتنا ہی اور اپنی ٹانگیں سہلانے لگتے۔

''اور مسز گج نے کیا کہا؟'' میں نے پوچھا جب میں کسی طرح سنجیدہ ہو پایا۔

''اگر آپ میری بات پر یقین کریں'' مسٹر پیگٹی نے جواباً کہا'' مسز گج نے بجائے یہ کہنے کے کہ'' شکریہ، میں آپ کی شکر گذار ہوں، میں زندگی میں اپنی موجودہ پوزیشن کو بدل نہ سکوں گی، (شادی نہ کر سکوں گی) انھوں نے پاس رکھی ہوئی بالٹی اٹھا کر اس باورچی کے سر پر پانی ڈالنا شروع کر دیا، وہ مدد کے لیے چلانے لگا تو میں نے جا کر اس کی جان بچائی۔''

مسٹر پیگٹی اب پہلے سے بھی زیادہ زور سے قہقہے لگانے لگے اور ایگنیز اور میں دونوں ان کا ساتھ دینے لگے۔

''لیکن میں اس نیک مخلوق کے لیے یہ ضرور کہوں گا'' جب ہم لوگ ہنستے ہنستے تھک گئے تو انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''وہ ویسی ہی رہی ہیں جیسے رہنے کے لیے انھوں نے ہم لوگوں سے کہا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ وہ نہایت پسندیدہ، نہایت سچی، وفادار اور نہایت ایماندار اور دوسروں کی مدد کرنے والی ایک ایسی خاتون ہیں، ماسٹر ڈیوی، جیسی میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ میں نے انھیں کبھی تنہا بیٹھی بسورتے ہوئے نہیں پایا، ایک منٹ کے لیے بھی نہیں، یہاں تک کہ اس وقت بھی نہیں جب اس کالونی میں ہم بالکل نئے نئے تھے اور گذرے ہوئے ساتھی کے بارے میں انھوں نے کبھی نہیں سوچا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، جب سے انھوں نے انگلستان چھوڑا!''

''اب آخر میں، مسٹر مکابر کے بارے میں'' میں نے کہا ''ان کے اوپر یہاں جو بھی بقایا جات تھے، انھوں نے سب ادا کر دیے ——— یہاں تک کہ ٹریڈلس کے بل بھی، تمھیں یاد ہے عزیز ایگنیز ——— لہٰذا ہمیں سمجھنا چاہیے کہ وہ وہاں بہت اچھے جا رہے ہیں۔ لیکن میں ان کا تازہ ترین حال چال جاننا چاہتا ہوں؟''

مسٹر پیگٹی نے مسکراتے ہوئے سامنے کی جیب میں اپنا ہاتھ ڈالا اور کاغذ کا ایک بنڈل نکالا، جس میں سے انھوں نے بڑی احتیاط سے ایک چھوٹا سا مڑا تڑا اخبار نکالا۔

''سمجھ لیجیے، ماسٹر ڈیوی'' انھوں نے کہا ''جیسا کہ اب ہم نے پوریشن بہتر ہو جانے کی وجہ سے جنگل چھوڑ دیا ہے اور پورٹ مڈل بے ہاربر کے آس پاس چلے گئے ہیں جسے اب ہم شہر کہتے ہیں۔''

''مسٹر مکابر جنگل میں آپ کے قریب ہی رہتے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں، محترم'' مسٹر پیگٹی نے کہا ''اور اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئے۔ میں نہیں چاہتا کہ کبھی ان سے بہتر آدمی دیکھوں جو اپنے ارادے کا اتنا پکا ہو۔ میں نے ان کا گنجا سر دیکھا ہے، دھوپ میں تپتے ہوئے، ماسٹر ڈیوی، تب تک کہ میں سوچنے لگتا تھا کہ کہیں یہ پگھل نہ جائے۔ اور اب وہ ایک مجسٹریٹ ہیں۔''

''مجسٹریٹ، آں؟'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

مسٹر پیگٹی نے اخبار کے ایک مخصوص پیراگراف کی طرف اشارہ کیا پورٹ مڈل بے ٹائمز

(Port Middle Bay Times) میں چھپی اسی خبر کو میں بآواز بلند پڑھنے لگا:

''ہمارے معزز ساتھی اور شہری وِلکنس مکابر صاحب، پورٹ مڈل بے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کے اعزاز میں کل ہوٹل کے ایک وسیع کمرے میں دعوتِ طعام کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقعے پر کمرہ اتنا زیادہ بھر گیا تھا کہ لوگوں کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اندازہ لگایا گیا کہ ایک ساتھ سینتالیس سے کم لوگوں نے کھانا نہیں کھایا، اس میں گلیارے اور زینے پر بیٹھ کر کھانے والے بھی شامل ہیں۔ پورٹ مڈل بے کا حسن، فیشن اور معززین ایک ایسے مشہور اعلیٰ اہلیت والے اور اتنے مقبول شخص کا استقبال کرنے کے لیے امنڈ پڑے۔ ڈاکٹر مل (سیلم ہاؤس گرامر اسکول، پورٹ مڈل بے والے) نے صدارت کی اور ان کی دائیں جانب معزز مہمانِ خصوصی جلوہ افروز تھے۔ کپڑا ہٹانے اور نغمۂ مسرت گائے جانے کے بعد (بہت اچھی طرح گایا گیا جس میں ہمیں خوش گلو وِلکنس مکابر، جونیر کی کھنک دار آواز پہچان لینے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی) وفاداری اور وطن پرستی کے نام پر خوب جام چلے۔ ڈاکٹر مل نے اپنی جذبات سے لبریز تقریر میں فرمایا ''ہمارے معزز مہمان، ہمارے شہر کی شان ہیں۔ خدا کرے وہ ہمیں کبھی چھوڑ کر نہ جائیں بجز اپنی بہتری کے لیے اور انھیں ہمارے درمیان ایسی کامیابی نصیب ہو کہ پھر خود کو اور بہتر بنانے کے لیے انھیں کہیں اور جاپانا ناممکن ہو جائے!'' اس پر جس جوش و خروش کا مظاہرہ کیا گیا اور جس طرح نعرۂ تحسین بلند کیا گیا، وہ بیان سے باہر ہے۔ بار بار یہ نعرے اس طرح بلند ہوتے اور پھر خاموشی ہو جاتی جیسے سمندر کی لہریں اٹھتی اور گرتی ہیں۔ بالآخر یہ سلسلہ ختم ہوا اور وِلکنس مکابر صاحب شکریہ ادا کرنے کے لیے آئے۔ ہمارے اخبار کے موجودہ نسبتاً نامکمل ذرائع اپنے معزز مہمان کے اتنے سجے ہوئے خطاب کو پوری طرح سمجھ پانے سے قاصر رہے! لگ یہی رہا تھا کہ یہ ایک شاہکار خطابت تھی اور ان حصوں میں جن میں انھوں نے خود اپنی کامیابیوں اور اب تک کے حصول کا ذکر کیا تھا اور سامعین میں کم عمر لوگوں کو اس انداز میں آگاہ کیا تھا، ان کی مالی ذمہ داریوں اور قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں، جو وہ لوگ ابھی تک نہیں کر پائے تھے، کہ وہاں موجود لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ باقی بولنے والوں میں ڈاکٹر مل، مسز مکابر (جنھوں نے بغلی دروازے سے، جہاں حسین خواتین تشریف فرما تھیں، اپنا سرِ تسلیم خم کر دیا) مسز مل، مسٹر وِلکنس مکابر، جونیر (جنھوں نے یہ کہہ کر محفل کو

ہنس ہنس کو لوٹ جانے پر مجبور کر دیا کہ وہ تقریر کے ذریعہ شکریہ ادا کرنے سے خود کو قاصر پا رہے ہیں لیکن ان کی اجازت سے وہ گا کر یہ فریضہ انجام دیں گے) مسز مکابر کا خاندان (جسے اچھی طرح جانا جاتا ہے، اپنے وطن میں، یہ بتانے کی ضرورت نہیں) وغیرہ وغیرہ خاص تھے۔ یہ سلسلہ ختم ہو جانے پر میزوں کی صفائی کر دی گئی۔ اور لوگوں نے رقص وموسیقی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں سے جو اس وقت تک جو وہاں رقص کرتے رہے، جب تک کہ انھیں وہاں سے جانے کے لیے کہا نہیں گیا، ولکنس مکابر، جونیر، پیاری سی مس ہیلینا (Helena) ، ڈاکٹر مل کی چوتھی بیٹی، قابلِ ذکر تھے۔

میں ڈاکٹر مل کا نام پھر تلاش کرنے لگا، ایسے خوش کن حالات میں ان کا نام پا جانے پر خاصا خوش ہوتے ہوئے، جب مسٹر پیگٹی نے اخبار کے دوسرے حصے کی طرف اشارہ کیا۔ میری آنکھیں میرے اپنے نام پر رک گئیں اور میں نے اسے پڑھنا شروع کیا:

ڈیوڈ کاپر فیلڈ صاحب کے نام

مشہور ادیب

جناب محترم!

برسوں گذر گئے جب مجھے آپ کی ان تحریروں کو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جو تحریریں اب تہذیب یافتہ دنیا کے ایک خاصے بڑے حصے کے تخیلات سے مانوس ہو چکی ہیں۔

لیکن میرے پیارے محترم، اگرچہ (حالات سے مجبور ہو کر، جن پر میرا کچھ اختیار نہیں ہے) میں اپنی جوانی کے ساتھی اور دوست سے دور ہو گیا ہوں، میں اس کی بلند پرواز سے غافل نہیں ہوں۔ اور نہ ہی اس دانشورانہ ضیافت میں شریک ہونے سے مجھے روکا گیا ہے جو اس نے ہمارے سامنے پیش کر رکھا ہے۔

''لہٰذا میں اس جگہ سے اپنے اس دوست کا شکریہ ادا کیے بغیر رخصت نہیں ہو سکتا جسے ہم بہت چاہتے ہیں اور اس کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ میں اپنی جانب سے اور پورٹ مڈل بے کے تمام باشندوں کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

''آگے بڑھتے رہیے میرے پیارے محترم! آپ یہاں کے لیے اجنبی نہیں ہیں، یہاں

بھی آپ کی تحسین ہوتی ہے۔ اگر چہ بہت دور اور کنارے ہیں، ہم نہ تو غیر دوستانہ ہیں نہ تو (میں اس میں اور شامل کر سکتا ہوں) بہت دھیمی رفتار سے ترقی کر رہے ہیں۔ آگے بڑھتے رہیے میرے پیارے محترم، اپنی چیل جیسی پرواز میں! تا کہ پورٹ مڈل بے کے باشندے کم از کم آپ کو خوشی سے، تفریحاً اور نصیحت کے لیے دیکھنے کی تمنا کر سکیں!

دنیا کے اس حصے سے آپ کی جانب دیکھتی آنکھیں ہمیشہ اسی طرح دیکھتی رہیں گی جب تک ان میں روشنی اور زندگی باقی رہے گی ــــ

آنکھ

ملکیت

ولکنس مکابر

مجسٹریٹ

میں نے اس خبر کے بقیہ حصے پر نظر ڈالنے پر پایا کہ مسٹر مکابر اس اخبار کے ایک مشہور نامہ نگار تھے۔ اسی اخبار میں ان کا ایک اور خط چھپا تھا، جو ایک پُل کے سلسلے میں تھا، اخبار میں ایک اشتہار بھی چھپا تھا، ان کے اسی طرح کے خطوط کے مجموعے کا، جو "مناسب اضافے کے ساتھ" نہایت خوبصورت انداز میں جلد ہی شائع ہونے والا تھا اور اگر میں بہت زیادہ غلطی نہیں کر رہا ہوں تو اخبار کی سب سے اہم خبر بھی انھیں کی لکھی ہوئی تھی۔

جب تک مسٹر پیگٹی ہمارے پاس رہے، ہم اکثر شام کو مسٹر مکابر کے بارے میں خوب باتیں کرتے رہے۔ وہ اپنے پورے قیام کے دوران ہمارے ساتھ ہی رہے، جو میرے خیال میں ایک ماہ سے کچھ کم مدت تھی ــــــ اور ان کی بہن اور میری دادی ان سے ملنے کے لیے لندن آئیں۔ جب وہ واپس جانے لگے تو میں نے اور ایگنیز نے جہاز پر ان کو الوداع کہا، اور ہم اب اس زمین پر کبھی ان سے اور جدا نہیں ہوں گے۔

لیکن واپس جانے سے قبل وہ میرے ساتھ یارمتھ گئے، اس چھوٹے سے کتبے کو دیکھنے کے لیے جو میں نے ہیم کی یاد میں وہاں کے قبرستان میں رکھ دیا تھا۔ جب میں ان کی گذارش پر کتبے کی تحریر نوٹ کر رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے جھک کر قبر پر سے گھاس کا گچھا اور تھوڑی

سی مٹی اٹھالی۔

''ایملی کے لیے'' انھوں نے اسے اپنے سامنے کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا ''میں نے وعدہ کیا تھا، ماسٹر ڈیوی۔''

●●●

باب 64

گذرے زمانے پر آخری بار ایک نظر

اب میری تحریر کردہ کہانی ختم ہوگئی۔ میں ایک بار پھر پیچھے کی طرف دیکھتا ہوں ——— آخری بار —— ان صفحات کو بند کرنے سے قبل۔

میں خود کو دیکھتا ہوں، ایگنیز میری بغل میں زندگی کے راستے پر میرے ساتھ سفر کرتی ہوئی۔ میں اپنے بچوں اور دوستوں کو اپنے پاس دیکھتا ہوں اور میں سفر کے دوران بہت سی آوازوں کا شور سنتا ہوں جو میرے لیے اجنبی نہیں ہیں۔

بھیڑ میں کون سے چہرے میرے لیے سب سے زیادہ نمایاں ہیں؟

وہ دیکھو، جیسے ہی میں نے اپنے خیالات سے یہ سوال کیا، یہ سارے چہرے میری طرف گھوم گئے!

یہ میری دادی ہیں، اور موٹا چشمہ لگائے ہوئے اسی برس یا اس سے بھی زیادہ عمر کی، لیکن اب بھی بالکل سیدھی تنی ہوئی اور سردی کے موسم میں بھی ایک بار میں چھ میل تک ٹہلنے والی۔

ہمیشہ ان کے ساتھ رہنے والی، پیگٹی آ رہی ہے، میری پرانی انا، اسی طرح کا چشمہ لگائے ہوئے، چراغ کے پاس بیٹھ کر رات کو سلائی کڑھائی کا کام کرتے رہنے کی عادی، لیکن کبھی ایک موم بتی کے ٹکڑے، فیتہ اور سلائی والے بکس کے بغیر نہ بیٹھنے والی، جس بکس کے ڈھکن پر سنت پال

کی تصویر بنی تھی۔

پیگٹی کے گال اور بازو، میرے بچپن کے دنوں میں اتنے سرخ اور ٹھوس تھے کہ میں تعجب کرتا تھا کہ چڑیاں سیب کے بجائے اس کے گالوں پر ہی کیوں نہیں چونچ مارا کرتیں، ان میں اب جھریاں پڑ گئی ہیں، اور اس کی آنکھیں جو اپنی سیاہی سے پورے چہرے کو دھندلا کر دیا کرتی تھیں، اب کمزور ہو چکی ہیں (اگر چہ وہ چمکتی اب بھی رہتی ہیں)، لیکن اس کی کھردری انگشتِ شہادت جسے ایک بار میں نے کدوکش میں گھسے جائفل سے تشبیہ دی تھی، اب بھی ویسی ہی ہے اور جب میں اپنے سب سے چھوٹے بچے کو اسے پکڑتے دیکھتا ہوں، جب وہ ڈگمگاتے ہوئے دادی کے پاس سے اس کے پاس جاتا ہے، مجھے اپنے چھوٹے سے مکان کا خیال آجاتا ہے جب میں خود مشکل سے چل پاتا تھا۔ میری دادی کی دیرینہ محرومی اب دور ہو چکی ہے۔ اب وہ ایک اصل ذی روح بٹسی ٹراٹ ووڈ کی دینی ماں ہیں اور ڈورا (میری دوسری اولاد) کہتی ہے کہ وہ اسے (دلار میں) برباد کر رہی ہیں۔

پیگٹی کی جیب میں کوئی بہت موٹی چیز ہے۔ یہ اس گھڑیال والی کتاب سے چھوٹی کوئی چیز نہیں ہے جو اب نسبتاً بہت خراب حالت میں پہنچ چکی ہے، اوراق پھٹ جانے کے بعد کسی طرح پھر سی دیے گئے ہیں لیکن اسے پیگٹی بچوں کو ایک قیمتی تبرک کے طور پر دکھاتی ہے۔ میں اپنے بچپن والے چہرے کو گھڑیال والی کتاب کی کہانیوں میں سے نکل کر اپنی طرف دیکھتے ہوئے پا کر بڑا عجیب سا محسوس کرتا ہوں اور اس سے مجھے اپنے پرانے شناسا "بروکس آف شیفیلڈ" کی یاد آجاتی ہے۔

اس بار گرمیوں کی چھٹی میں، اپنے لڑکوں کے درمیان میں ایک بوڑھے آدمی کو بہت بڑی بڑی پتنگیں بناتے دیکھتا ہوں اور ہوا میں ان کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے پاتا ہوں، ایسی، ایسی خوشی کے ساتھ جس کے بیان کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ وہ فرطِ مسرت سے مجھے سلام کرتے ہیں اور بار بار سر ہلا ہلا کر اور آنکھیں مار مار کر سرگوشی کے انداز میں کہتے ہیں "ٹراٹ ووڈ، آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ میں اپنی دستاویز پوری کرلوں گا جب میرے پاس اور کوئی کام نہ رہے گا اور یہ کہ آپ کی دادی دنیا کی ایک نہایت غیر معمولی خاتون ہیں، جناب!"

یہ جھکی ہوئی خاتون کون ہے، جو چھڑی کے سہارے ٹکی ہے۔ اور مجھے ایک ایسی شکل

دکھا رہی ہے جس میں پرانے غرور اور حسن کے کچھ نشانات باقی ہیں۔ نحیف الجثہ، غصہ اور بد مزاجی سے ذہن بھٹکتا ہوا، وہ اپنے باغ میں ہے اور اس کے پاس کھڑی ہے ایک تیز طرّار، سیاہ افسردہ سی عورت، جس کے ہونٹ پر زخم کا سفید نشان ہے۔ مجھے سننے دیجیے، وہ کیا کہہ رہی ہیں:

''روزا میں ان صاحب کا نام بھول گئی ہوں۔''

روزا اس کے اوپر جھک جاتی ہے اور اسے بتاتی ہے۔''مسٹر کارپر فیلڈ۔''

''مجھے آپ کو دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے، جناب۔ مجھے آپ کو ماتمی لباس میں دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وقت آپ کا یہ زخم بھر دے گا۔''

اس کی بے قرار خدمت گار (روزا) اسے ڈانٹتی ہے اور بتاتی ہے کہ میں ماتمی لباس میں نہیں ہوں۔ اس سے پھر سے دیکھنے کو کہتی ہے اور اسے اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔

''آپ نے میرے بیٹے کو دیکھا ہے، جناب'' معمر خاتون کہتی ہے'' آپ پر سکون ہو گئے؟''

مجھے بڑے غور سے دیکھتے ہوئے وہ اپنی انگشتِ شہادت پیشانی پر رکھتی ہے اور کراہنے لگتی ہے۔ اچانک وہ بھیانک آواز میں چیخ پڑتی ہے''روزا میرے پاس آؤ۔ وہ مر گیا!'' روزا اس کے قدموں میں جھکتے ہوئے بار بار تسلی دیتی ہے اور اس سے لڑتی جاتی ہے، اور مزید خوفناک انداز میں اس سے کہتی ہے''میں نے اسے اس سے زیادہ پیار کیا ہے جتنا کہ کبھی تم نے اسے چاہا ہے!''
—— اب وہ انھیں کسی بیمار بچے کی طرح اپنے سینے پر سلانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس طرح میں انھیں چھوڑتا ہوں۔ اسی طرح میں انھیں ہمیشہ پاتا ہوں۔ اسی طرح وہ اپنا وقت گذارتی جارہی ہیں، سال بہ سال۔

ہندوستان سے کوئی جہاز چلا آرہا ہے اور یہ انگریز خاتون کون ہے جس نے اسکاٹ لینڈ کے ایک بوڑھے دولت مند سے شادی کر لی ہے، جس کے کان بہت چوڑے ہیں؟ کیا یہ جولیا ملس ہو سکتی ہے؟''

یقیناً یہ جولیا ملس ہی ہے، نازک مزاج اور نیک۔ ایک سیاہ فام اس کے لیے ایک طلائی کشتی میں کارڈ اور خطوط لیے کھڑا ہے اور ایک تانبے کے رنگ کی عورت لینن پہنے ہوئے، اپنے سر میں ایک

چیک دار رومال باندھے ہوئے، اس کے ڈریسنگ روم میں اس کا کھانا لگانے کے لیے تیار ہے۔
لیکن جولیا کے پاس ان دنوں ڈائری نہیں ہے، اب وہ کبھی وہ پرانے گیت نہیں گاتی، اپنے بوڑھے دولت مند شوہر سے مستقلاً لڑتی رہتی ہے جو ایک قسم کے پیلے بھالو جیسا لگتا ہے۔ جولیا دولت میں گلے تک ڈوبی ہوئی ہے اور کسی اور چیز کے بارے میں بات کرتی ہے اور نہ سوچتی ہے۔ میں نے ''سہارا کے ریگستان'' میں ہی اسے پسند کیا تھا۔

یا شاید یہی ہے سہارا کا ریگستان! کیونکہ اگرچہ جولیا کے پاس ایک شاندار مکان اور بہت بڑی کمپنی ہے اور وہ روزانہ بڑا اچھا کھانا کھاتی ہے، میں اس کے پاس کسی قسم کی ہریالی نہیں دیکھتا، کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو بڑھ کر پھل یا پھول دے۔ جولیا جسے ''سوسائٹی'' کہتی ہے، میں اس میں جن لوگوں کو دیکھتا ہوں، ان میں مسٹر جیک مالڈن، اپنے پیٹنٹ پیلس (Patent Palace) سے اسی ہاتھ کو حقارت سے دیکھتے ہوئے جس نے اسے یہ دفتر عطا کیا اور ڈاکٹر کے بارے میں مجھ سے کہتے ہوئے کہ وہ ''کتنے دلکش مضحکہ خیز'' ہیں۔ لیکن اگر سوسائٹی ایسے ہی پست قسم کے مردوں، عورتوں اور جولیا کا نام ہے اور جس سے انسان میں ہر چیز سے لاتعلقی کا جذبہ پیدا ہونے لگے جو بڑھتے بڑھتے انسانیت کی رفتار سست کر دے، تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے خود کو اسی سہارا کے ریگستان میں کھو دیا ہے اور بہتر ہوگا کہ ہم اس سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کریں۔

اور وہ دیکھو! ڈاکٹر، ہمیشہ ہمارے اچھے دوست، اپنی لغات پر محنت کرتے ہوئے (حرف ''ڈ'' کے پاس کہیں) اور اپنے گھر میں بیوی کے ساتھ خوش۔ اور بوڑھی سپاہی (مسز مار کلہم) نسبتاً پہلے سے کم دبدبے کے ساتھ اور کسی بھی طرح اب اتنی اثر انداز نہیں جتنی کہ اپنے عروج کے دنوں میں تھیں!

انر ٹمپل کے اپنے چیمبر میں کام میں مصروف اور اس کے سر کے بال (جہاں وہ گنجا نہیں ہوا ہے) وکیلوں والی وگ پہننے کی وجہ سے، اب پہلے سے بھی زیادہ بغاوت کرتے رہتے ہیں، (کھڑے رہتے ہیں) میں بعد کے دنوں میں اپنے پیارے بوڑھے ٹریڈلس کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کی میز موٹی موٹی فائلوں اور کاغذات سے پٹی پڑی ہے اور میں اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہتا ہوں:

''اگر سوفی تمھاری منشی (کلرک) ہوتی اب، ٹریڈلس تو اسے بہت کام کرنا پڑتا!''

''تم ایسا کہہ سکتے ہو، میرے پیارے کاپر فیلڈ! لیکن وہ ہال بارن کورٹ میں ایک خاص زمانہ تھا! کیوں؟''

''جب اس نے تم سے کہا تھا کہ تم ایک جج بنو گے؟ لیکن اس وقت یہ بات عام لوگوں کی زبان پر نہیں تھی!''

بالکل ٹھیک کہتے ہو'' ٹریڈلس جواب دیتا ہے'' اگر میں کبھی بن جاتا ہوں ـــــ ''

''آئیں، تم جانتے ہو کہ تم جج بنو گے۔''

''ٹھیک ہے، میرے پیارے کاپر فیلڈ، جب میں جج بن جاؤں گا، تب میں یہ قصہ بتاؤں گا، جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ میں بتاؤں گا۔''

ہم ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلے آ رہے ہیں۔ میں ٹریڈلس کے گھر پر کھانے پر مدعو ہوں۔ آج سوفی کی سال گرہ ہے۔ راستے میں ٹریڈلس اپنی خوش قسمتی اور خوشحالی کی باتیں بتاتا ہے۔

''میں واقعی وہ سب کچھ کر لینے میں کامیاب رہا، میرے پیارے کاپر فیلڈ، جس جس چیز کا میرے دل میں ارمان رہا۔ عزت مآب ہوریس کی ترقی ہو چکی ہے اور وہ ساڑھے چار سو پونڈ سالانہ مشاہرہ پانے لگے ہیں، ہمارے بیٹے بہت اچھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور بہت ممتاز طالب علم اور نیک انسان کی حیثیت سے اپنا نام پیدا کر رہے ہیں۔ اور تین بچے ہمارے ساتھ رہتے ہیں، ہمارے تین بچے عزت مآب ہوریس کا گھر سنبھالے ہوئے ہیں، جب سے ان کی اہلیہ بیمار ہوئی ہیں اور سبھی لوگ بہت خوش ہیں۔''

''بجز ـــــ'' میں نے اشارہ کیا۔

''بجز حسینوں کی ملکہ'' ٹریڈلس کہتا ہے'' ہاں ـــــ یہ اس کی بدقسمتی تھی جو اس نے ایک ایسے آوارہ مزاج لڑکے سے شادی کر لی۔ لیکن اس میں ایک ایسی خاص کشش تھی جس نے اس کا دل موہ لیا تھا۔ بہر حال، اب ہم نے اسے اپنے گھر میں خوب اچھی طرح سے رکھ لیا ہے اور اس آوارہ مزاج سے اسے نجات دلا دی ہے، ہم اب پھر اسے بہت خوش رکھتے ہیں۔''

ٹریڈلس کا گھر ان گھروں جیسا ہی ہے ـــــ یا یہ آسانی سے ہو سکتا تھا ـــــ جنھیں وہ اور سوفی شام کو ٹہلتے وقت دیکھا کرتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا مکان ہے، لیکن ٹریڈلس اپنے

کاغذات اپنے ڈریسنگ روم میں رکھتا ہے اور اپنے جوتے، کاغذات کے ساتھ۔ وہ اور سوفی اوپر کے کمروں میں رہتے ہیں، بہترین کمرے حسینوں کی ملکہ اور دیگر لڑکیوں کے استعمال میں رہتے ہیں۔ گھر میں کوئی بھی کمرہ فاضل نہیں رہتا کیونکہ لڑکیوں (سالیوں) میں سے زیادہ تر یہیں رہا کرتی ہیں بلکہ ہمیشہ یہیں رہتی ہیں، کبھی اس بہانے تو کبھی اس بہانے، کہ میں نہیں جانتا کہ کیسے شمار کروں۔ یہاں جب ہم اور ٹریڈلس اندر داخل ہوتے ہیں تو وہ لوگ بھاگ کر دروازے پر جمع ہو جاتی ہیں اور ٹریڈلس کو چومنے کے لیے ایک دوسرے کے پاس اس وقت تک بڑھاتی رہتی ہیں جب تک کہ اس کی سانس نہیں پھول جاتی۔ یہ بے چاری حسینوں کی ملکہ، جواب ہمیشہ یہیں رہے گی، ایک بیوہ جس کی ایک چھوٹی بچی ہے۔ یہ سوفی کی سال گرہ پر تین شادی شدہ سالیاں اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ موجود ہیں۔ ایک شوہر کے بھائی اور دوسرے شوہر کے رشتے کے بھائی اور تیسرے شوہر کی بہن، جو مجھے لگتا ہے اس شوہر کے رشتے کے بھائی کی منگیتر ہے ——— ٹریڈلس، جواب بھی بالکل اسی طرح سادگی سے رہتا ہے، کسی بھی حالت سے متاثر نہ ہونے والا، جیسا کہ وہ ہمیشہ رہا ہے، بڑی سی میز کے دور والے سرے پر گھر کے بڑے بوڑھوں کی طرح بیٹھا ہے اور سوفی میز کے دوسرے سرے سے اس جگہ سے اسے دیکھ دیکھ کر مسکراتی ہے جو جگہ برطانوی دھات کے برتنوں سے چمک نہیں رہی ہے۔

اور اب، جب میں اپنا مقررہ کام (داستان) اس میں کچھ اور جوڑنے کی خواہش کو دباتے ہوئے بند کر رہا ہوں تو یہ چہرے غائب ہوتے جا رہے ہیں، لیکن ایک چہرہ میرے اوپر آسمانی روشنی کی طرح چمک رہا ہے، جس سے میں تمام چیزوں کو دیکھتا ہوں، یہ ان سب چہروں سے بالاتر اور دور تر ہے۔ اور یہ باقی رہ جاتا ہے۔

میں اپنا سر گھماتا ہوں اور اسے اس کی حسین متانت کے ساتھ اپنے پہلو میں پاتا ہوں۔ میرا چراغ مدھم ہوتا جا رہا ہے اور میں دیر رات تک لکھتا رہا ہوں، لیکن اس کا پیارا وجود، جس کے بغیر میں کچھ بھی نہیں تھا، میرا ساتھ دے رہا ہے۔

ایگنیز، اے میری جان، خدا کرے کہ تمھارا یہ چہرہ اس وقت بھی میرے پہلو میں ہی رہے جب میری زندگی اپنے اختتام کو پہنچے، تاکہ میں اس وقت بھی، جب دنیاوی حقیقتیں مجھ سے

ان سایوں کی طرح غائب ہونے لگیں جنھیں میں اب اپنے پاس سے دور کر رہا ہوں، میں تمھیں اسی طرح اپنے قریب پاؤں، آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے!

ختم شد

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

کلیاتِ عیش

مرتبہ : حبیبہ بانو

صفحات:556

قیمت : -/80روپے

شریمد بھگوت گیتا

مترجم : حسن الدین احمد

صفحات:120

قیمت : -/48روپے

امریکی ادب کا مختصر جائزہ (دوسری طباعت)

مصنف : سلامت اللہ خاں

صفحات:192

قیمت : -/52روپے

شاعری کی تنقید

مصنف : ابوالکلام قاسمی

صفحات:327

قیمت : -/90روپے

کلیاتِ پریم چند (8)

مرتبہ : مدن گوپال

صفحات:515

قیمت : -/172روپے

ذوق وجستجو

مترجم : خواجہ احمد فاروقی

صفحات:400

قیمت : -/87روپے

₹ 170/-

ISBN 978-81-7587-750-4

9 788175 877504

राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025